ردِّ قادیانیت

رسائل

- حضرت مولانا محمد بشیر شہسوانیؒ
- حضرت مولانا محمد اسماعیل علی گڑھیؒ
- حضرت مولانا عبدالمجید دہلویؒ
- جناب شیخ حسین بن محسن انصاری یمنیؒ
- حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہجہانپوریؒ
- حضرت مولانا محمد عبداللہ اچھیلویؒ
- حضرت مولانا دوست محمد خان بھوپالیؒ
- حضرت مولانا غلام رسول نقشبندی امرتسریؒ
- حضرت مولانا خلیل الرحمن بھوپالیؒ
- حضرت مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی امرتسریؒ

احتسابِ قادیانیت

جلد ۴۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نام کتاب : احتساب قادیانیت جلد بیالیس (۴۲)

مصنفین حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ

حضرت مولانا عبدالمجید دہلویؒ

حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہجہانپوریؒ

حضرت مولانا دوست محمد خان بھوپالیؒ

حضرت مولانا خلیل الرحمن بھوپالیؒ

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل علی گڑھیؒ

جناب شیخ حسین بن محسن انصاری یمنیؒ

حضرت مولانا محمد سعداللہ لدھیانویؒ

حضرت مولانا غلام رسول پنجمنی امرتسریؒ

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسریؒ

صفحات : ۴۳۶

قیمت : ۳۵۰ روپے

مطبع : ناصر زین پریس لاہور

طبع اوّل : فروری ۲۰۱۲ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

فہرست رسائل مشمولہ ...... احتساب قادیانیت جلد ۳۲

عرض مرتب	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ	۳
۱...... الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح	حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ	۱۱
۲...... بیان للناس	حضرت مولانا عبدالمجید لودھیانویؒ	۱۲۵
۳...... شفاء للناس	حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہجہانپوریؒ	۲۳۹
۴...... النصر المبین فی رد اقوال الجاہلین	حضرت مولانا محمد یوسف رحمان بھوپالیؒ	۳۲۷
۵...... وثیقۃ الاخلاص	// // //	۳۶۱
۶...... نصرۃ الحق فی رد القول الزاہق	حضرت مولانا فضل الرحمن بھوپالیؒ	۳۸۷
۷...... اعلاء الحق الصریح بتکذیب المسیح	حضرت مولانا محمد اسماعیل علی گڑھیؒ	۴۳۱
۸...... الفتح الربانی فی الرد علی القادیانی	جناب شیخ حسین بن محسن انصاری یمنیؒ	۴۷۳
۹...... قادیانی دجال کا استیصال	حضرت مولانا سعد اللہ لدھیانویؒ	۴۹۷
۱۰...... دوسرے حرفاں (جو مرزا پر سے عزیز کو پوچھنا تھا)	// // //	۵۳۵
۱۱...... نظم حقانی گشتی برسر اشرار قادیانی	// // //	۵۶۵
۱۲...... حملۂ سعدی در باب شکست قادیانی	// // //	۵۸۷
۱۳...... تحریق	// // //	۶۰۵
۱۴...... الالہام الصحیح فی اثبات حیات مسیح	حضرت مولانا ابو احمد علی مکی امرتسریؒ	۶۲۷
۱۵...... آفتاب صداقت	حضرت مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی امرتسریؒ	۶۷۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

عرض مرتب

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد!

محض اللہ رب العزت کی عنایت کرم و توفیق و فضل سے احتساب قادیانیت کی جلد بیالیس (۴۲) پیش خدمت ہے۔ اس جلد کی سب سے بڑی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں صرف وہ کتابچے شامل کئے گئے ہیں جو دجال قادیان کے رد میں اس کے جیتے جی (ان کی حیات میں) لکھی گئیں۔ لیکن کذاب قادیان کو ان کی تردید کی توفیق نہ ہوئی۔ حالانکہ ان کتب کے شائع ہونے کے بعد وہ سالہا سال زندہ رہا۔

۱..... الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح: ملعون قادیان مرزا غلام احمد قادیانی نے اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دہلی جاکر مولانا سید نذیر حسین صاحب سے مناظرہ کی طرح ڈالی۔ لیکن پھر خود ہی حیلے بہانوں سے کنی کترانے کا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ تب اس زمانہ کے ایک عالم دین مولانا محمد بشیر سہسوانی جو بھوپال میں مقیم تھے۔ انہوں نے مرزا قادیانی کو کھلی چھٹی دے دی کہ جن شرائط پر آپ چاہیں آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ بھوپال سے وہ دہلی تشریف لائے اور مرزا قادیانی کے ''گلے کے قدے'' ہوگئے۔ ماہ اکتوبر ۱۸۹۱ء دہلی میں مناظرہ ہوا۔ مولانا محمد بشیر سہسوانی نے تین پرچے لکھے۔ تین پرچے مرزا قادیانی نے لکھے۔ لیکن تیسرے پرچہ میں مرزا قادیانی نے اپنے خسر میر ناصر کی بیماری کا بہانہ کر کے قادیان جانے کے لئے دہلی چھوڑنے کا اعلان کر دیا۔ مولانا محمد بشیر صاحبؒ نے بہت زور لگایا کہ اپنے تیسرے پرچہ کا جواب لے لو۔ لیکن مرزا قادیانی نہ مانا۔ ''میں نہ مانوں'' کی گردان نے مرزا قادیانی نے مناظرے سے بھاگنے کا منظر پیش کیا۔ مولانا محمد بشیر صاحبؒ نے اس کا جواب لکھ کر مرزا قادیانی کو بھجوا دیا۔ مولانا محمد بشیر صاحب سہسوانی نے ''الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح'' تحریر فرمائی۔ ہم نے

اس جلد میں صرف مولانا محمد بشیر صاحبؒ کے پرچوں کو درج کیا ہے۔ مرزا قادیانی کے پرچے حذف کر دیئے ہیں۔ مرزا قادیانی کے پرچے چونکہ خود مرزا قادیانی نے "مباحثہ الحق دہلی" میں شائع کر دیئے تھے۔ شائقین وہاں دیکھ سکتے ہیں۔ اصل کتاب پڑھنے سے باقی تفصیلات ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ ایک سو بیس سال بعد اس کتاب کی اشاعت رب رحیم و کریم کے کرم کے اعتراف کے ساتھ اس سعادت کے حصول پر سجدۂ شکر بجا لاتا ہوں۔

۲..... بیان للناس: اکتوبر ۱۸۹۱ء میں دجال قادیانی کا دہلی میں مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ سے تحریری مباحثہ ہوا۔ شکست کھا کر دم دبا کر "جہاں سے آیا تھا وہاں چلا گیا۔" اس بحث کو مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ نے "الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح" کے نام سے شائع کیا۔ اس پر قادیانی چیف گرو کے چیلے محمد احسن امروہی قادیانی نے "اعلام الناس" لکھی۔ جس پر مولانا عبدالمجیدؒ نے دہلی سے بھوپال جا کر مولوی احسن امروہی قادیانی سے خط و کتابت کی یہ تمام سرگزشت مولانا عبدالمجید دہلویؒ نے "بیان للناس" کے نام پر شائع کی۔ جسے ہم اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۳..... شفاء للناس: مرزا قادیانی کا ایک مرید محمد احسن امروہی تھا۔ اس کذاب مرید نے اکذب پیر کے حق میں کتاب لکھی۔ جس کا نام "اعلام الناس" تھا۔ اسے مرزا قادیانی نے پڑھا تو خوب تعریف کے پل باندھے۔ غرض "اعلام الناس" مرزا قادیانی کی تصدیق شدہ بھی تھی۔ قادیانی کتاب "اعلام الناس" کا حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہجہانپوریؒ نے ۱۳۰۹ھ (مطابق ۱۸۹۱، ۱۸۹۲ء) میں جواب لکھا۔ اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد مرزا قادیانی سولہ سال زندہ رہا۔ لیکن اس کتاب کا رد لکھنے کی دجال قادیان کو جرأت نہ ہوئی۔ چنانچہ اس عجز سے بھی آپ نے مرزا قادیانی کو مولانا نے جھوٹا ثابت کر دیا۔ خوشی کا باعث ہے کہ اس جلد میں یہ کتاب بھی شامل کی جا رہی ہے۔

۴..... النصر المبین فی رد اقوال الجاہلین: حضرت مولانا احمد علی محدث

سہارنپوری کے ایک اور شاگرد حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ مدرسہ مظاہر العلوم مدرس تھے۔ جو مدرسہ کی اعانت کے لئے ۱۶ جولائی ۱۸۹۵ء کو ڈیرہ دون تشریف لائے۔ ان دنوں محمد احسن امروہی کادیانی بھی ڈیرہ دون آیا ہوا تھا۔ حسب عادت قادیانیاں احسن امروہی کادیانی نے مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کو دعوت قادیانیت دی۔ جواب میں دونوں حضرات کا مباحثہ طے پا گیا۔ اس کی تفصیل اس رسالہ میں مولانا دوست محمد خانؒ نے تحریر فرمائی۔ جس کے پڑھنے سے احسن امروہی کی ذلت آمیز شکست فاش کا نقشہ آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ ایک سو سترہ (۱۱۷) سال بعد اس کی اشاعت کی حق تعالیٰ نے توفیق بخشی۔ فالحمد للہ تعالیٰ!

۵...... **رقیمۃ الاخلاص**: مولانا احمد علی سہارنپوریؒ سے شکست فاش کے داغ کو دھونے کے لئے قادیانی احسن امروہی نے تحریری مکالمہ کے لئے ڈول ڈالا۔ مولانا خلیل الرحمٰن نے اس کے چیلنج کو قبول کر کے تحریری مکالمہ کا آغاز کر دیا۔ غرض کادیانی احسن امروہی اور مولانا خلیل الرحمٰنؒ کے درمیان جو تحریری مکالمہ ہوا وہ تمام و کمال مولانا دوست محمد خانؒ نے مرتب کر کے ”رقیمۃ الاخلاص“ کے نام پر ۲۲ راگست ۱۸۹۵ء کو شائع فرمادیا۔ جو اس جلد میں شامل ہے۔

۶...... **نصرۃ الحق فی رد القول الزاھق**: احسن امروہی کادیانی جب ان تمام کاروائیوں میں رسوا ہوا تو اس نے ایک رسالہ ”سواء السبیل“ شائع کیا۔ جس کا حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحبؒ نے ”نصرۃ الحق فی رد قول الزاھق“ تحریر فرمایا۔ اس کے آخر میں منشی سعد اللہ لدھیانویؒ کی بعض نظموں کو بھی شامل کیا گیا۔ یہ رسالہ بھی اگست ۱۸۹۵ء کا مرتب کردہ ہے جسے اس جلد میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۷...... **اعلاء الحق الصریح بتکذیب المسیح**: مرزا کادیانی کے نفس ناطقہ احسن امروہی کادیانی کی کتاب ”اعلام الناس“ کے جواب میں مولانا محمد اسماعیل علی گڑھیؒ نے یہ کتاب تحریر فرمائی۔ اس جلد میں اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے متعلق کذاب کادیان نے ایک بیہودہ جھوٹ تراشا تھا۔ جس کی سزا سے

آج تک قادیانی مناظرین منہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔ تفصیلی تعارف ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے اس کا تحریر فرمایا ہے۔ جو کتاب کے ابتداء میں درج ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔

۸..... **الفتح الربانی فی الرد علی القادیانی:** فضیلت الشیخ حسین بن محسن انصاریؒ نے یہ کتاب تحریر فرمائی۔ جسے اردو ترجمہ کے ساتھ حضرت مولانا عبدالمجید دہلویؒ نے مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۱ھ (مطابق ۱۸۹۳ء،۱۸۹۴ء) میں شائع فرمایا۔ حسین بن محسن انصاریؒ یمنی تھے۔ بھوپال کے حکمرانوں کی علم دوستی کے باعث وہ بھوپال میں قیام پذیر تھے۔ اس زمانہ میں بہت سے علماء نے آپ سے کسب فیض بھی کیا۔ اس جلد میں اس کتاب کو بھی شامل کرنے کی سعادت نصیب ہورہی ہے۔ فالحمد لله تعالیٰ!

● ..... حضرت مولانا سعد اللہ لدھیانویؒ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے عہد حیات میں مرزا قادیانی ملعون کو آگلی کا ناچ نچایا۔ آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف نظم ونثر میں لکھا اور خوب لکھا۔ مرزا قادیانی ملعون آپ کے نام "سعد" کو جل بھن کر "شقی" لکھتا تھا۔ تیجہ میں مولانا سعد اللہ بھی جو آپ اس غزل میں مرزا قادیانی کو وہ سناتے تھے کہ " تتے توے " پر رقص کرنے لگ جاتا۔ مورخہ ۱۱رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۳رفروری ۱۸۹۵ء کو آپ نے ساڑھے صفحاتی ایک رسالہ لکھا۔

۹/۱..... **قادیانی دجال کا استیصال:** علیحدہ علیحدہ چار مضامین تھے۔ ایک ہی صفحہ پر علیحدہ علیحدہ کالم بنا کر کچھ حاشیہ پر لکھ کر صفدر کو کوزہ میں بند کیا۔ ہم اس جلد میں ان کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

الف..... قادیانی دجال کا استیصال (حصہ نثر)

ب..... قادیانی دجال کا استیصال (حصہ نظم) (اس میں پانچ نظمیں ہیں)

ج..... قادیانی دجال کی تازہ بےحیائی پر تبصرہ

اس رسالہ میں چار باتوں پر تبصرہ کیا ہے۔

(الف) قادیانی کی تازہ بےحیائی کہتا ہے کہ میں نے عبدالحق غزنوی کے حق میں بددعا نہیں کی۔

پیش گوئی جاری کی کہ اعلان سے پندرہ ماہ یعنی ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک عبداللہ آتھم ہاویہ میں گرے گا۔ یعنی مر جائے گا۔ نتیجہ میں مرزا قادیانی کی یہ پیش گوئی بھی اس کی دیگر پیش گوئی کی طرح جھوٹی ثابت ہوئی۔ مرزا قادیانی نے تعزیر فتح اسلام کے نام پر ایک اشتہار شائع کیا جو مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۳ تا ۲۸ پر ہے۔ یہی اشتہار انوار الاسلام ص ۱ تا ۱۴ روحانی خزائن ج ۹ ص ۱ تا ۱۴ پر بھی شائع شدہ ہے۔ اس اشتہار کا مولانا محمود گنجوی نے "حملہ آسمانی در باب شکست قادیانی" کے نام سے جوابی مضمون تحریر فرمایا۔ اسی رسالہ کے اختتام پر مولانا سعد اللہ صاحب کی پانچ نظمیں بھی ساتھ ہی شائع کی گئیں۔ یہ رسالہ آٹھ صفحات بڑے سائز پر مشتمل تھا۔ ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۲ء اشاعت کی تاریخ لکھی گئی تھی۔ اس جلد میں اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۱۳/۵ ..... متفرق: یہ مولانا محمد سعد اللہ صاحب کا پنجابی زبان میں بڑے سائز کے ۱۶ صفحات کا رسالہ ہے۔ جو تمام نظم پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ بھی مولانا سعد اللہ صاحبؒ کے مزید رسائل بجواب قادیانیت پیدا [illegible]

۱۴..... الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح: یہ حضرت مولانا علامہ غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسری کی عربی زبان میں تصنیف ہے۔ آپ نے یہ کتاب ۱۸۹۳ء میں تصنیف کی۔ آپ نے عقلی و نقلی اعتبار سے حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر اس کتاب میں دلائل کے ایسے انبار جمع کیے کہ مرزا قادیانی جیسے کسی قادیانی کو مقابلہ میں لب ہلانے یا قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کتاب کی تصنیف کے بعد مرزا قادیانی پندرہ سال زندہ رہا۔ لیکن مولانا غلام رسولؒ کے دلائل کے سامنے اسے دم مارنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ مولانا غلام رسول کا وصال ۱۹۰۳ء میں ہوا۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا۔ آج ۲۰۰۳ء میں گویا ۱۱۰ سال بعد اس کتاب کی اشاعت ثانی ہمارے لئے ڈھیروں خوشیوں کا موجب ہے۔ فالحمد للہ!

۱۵..... آفتاب صداقت: مولانا غلام رسول حنفی نقشبندی امرتسری کی تصنیف "الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح" عربی زبان میں تھی۔ جس کا آپ کے تلمیذ رشید حضرت

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی نقشبندی امرتسری نے اردو میں ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ کا نام ”آفتاب صداقت“ تجویز فرمایا۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ اس وقت پاکستان کے نامور اہل قلم جناب عطاء الحق قاسمی کے جد محترم تھے۔ ”الالہام الصحیح“ کا پہلا ایڈیشن جو ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا۔ یہ ترجمہ عربی متن کے نیچے صفحہ بصفحہ شائع ہوا۔ احتساب کی اس جلد میں متن سے ترجمہ علیحدہ ایک کتاب شمار کیا گیا ہے۔ احتساب کی اس جلد میں اس کتاب کی اشاعت پر اللہ رب العزت کے حضور شکر گزار ہیں۔

خلاصہ یہ کہ احتساب قادیانیت کی جلد بیالیس (۴۲) میں:

۱... حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانی ؒ کی ۱ کتاب
۲... حضرت مولانا عبدالمجید دہلوی ؒ کی ۱ کتاب
۳... حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہجہانپوری ؒ کی ۱ کتاب
۴... حضرت مولانا دوست محمد خان بھوپالی ؒ کی ۲ کتابیں
۵... حضرت مولانا خلیل الرحمٰن بھوپالی ؒ کی ۱ کتاب
۶... حضرت مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی ؒ کی ۱ کتاب
۷... حضرت مولانا حسین بن محسن انصاری ؒ کے ۱ کتاب
۸... حضرت مولانا سعد اللہ لدھیانوی ؒ کے ۵ رسائل
۹... حضرت مولانا غلام رسول نقشبندی ؒ کی ۱ کتاب
۱۰... حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی ؒ کی ۱ کتاب

گویا دس حضرات کی کل پندرہ عدد کتب ورسائل شامل ہیں۔ حق تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین بحرمة النبی الکریم!

محتاج دعا: فقیر اللہ وسایا!

یکم ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ، بمطابق ۲۵ر فروری ۲۰۱۲ء

الحق الصریح
فی
اثبات حیات المسیح
حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی امر فی محکم کتابہ بالدعوۃ الی سبیلہ بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ والجدال بالتی ھی احسن والصلوۃ والسلام علی رسولہ الذی جاھد حق جہادہ فی اماتۃ الکفر والفسق والفاحشۃ ماظہر منہا وما بطن وعلی الہ واصحابہ الذین بلغوا الدین کما سمعوا من العقائد والفرائض والسنن وسعوا بالایدی والالسنۃ والقلوب فی تغییر المنکرات والبدع والفتن ، اما بعد!

یہ کیفیت ہے اس مناظرہ کی جو میرے اور مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مسیحیت کے درمیان میں بمقام دہلی واقع ہوا۔ مرزا قادیانی نے دہلی میں آ کر دو اشتہار ایک مطبوعہ دوم اکتوبر ۱۸۹۱ء۔ دوسرا مطبوعہ ششم اکتوبر ۱۸۹۱ء صادرہ بمقابلہ جناب مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مد ظلہم العالی کے شائع کئے اور طالب مناظرہ ہوئے۔ وہ دونوں اشتہار خاکسار کے بھی دیکھنے میں آئے۔ خاکسار نے محض بنظر نصرت دین و سنت و ازالہ الحاد و بدعت قصد مناظرہ مصمم کر کے جواب اشتہار مرزا قادیانی کے پاس بوساطت جناب حاجی محمد احمد صاحب دہلوی کے بھیجا اور اس جواب میں مرزا قادیانی کے سب شروط کو تسلیم کر کے صرف شرط ثالث میں قدرے ترمیم چاہی۔ مرزا قادیانی نے بھی اس ترمیم کو قبول کیا۔ بعد ترمیم کے یہ تین شرطیں قرار پائیں۔

اوّل۔۔۔ یہ کہ امن قائم رکھنے کے لئے سرکاری انتظام ہو۔

دوسرا۔۔۔ یہ کہ فریقین کی بحث تحریری ہو۔ ہر ایک فریق مجلس بحث میں سوال لکھ کر اور اس پر اپنے دستخط کر کے پیش کرے اور ایسا ہی فریق ثانی لکھ کر جواب دے۔

تیسرا۔۔۔ یہ کہ اول بحث حیات مسیح علیہ السلام میں ہو۔ اگر حیات ثابت ہو جائے تو مرزا قادیانی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ خود چھوڑ دیں گے اور اگر وفات ثابت ہو تو مرزا قادیانی کا اصل دعویٰ یعنی عدم نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونا ثابت نہ ہوگا۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول اور مرزا قادیانی کے مسیح موعود ہونے میں بحث کی جاوے گی اور جو شخص طرفین میں سے ترک بحث کرے گا اس کو گریز کنندہ سمجھا جاوے گا۔ جب تصفیہ شروط کا ہو گیا تو جناب حاجی محمد احمد صاحب نے حسب منشاء مرزا قادیانی کے خاکسار کو طلب کیا۔ چنانچہ شب شانزدہم

ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کو میں بھوپال سے روانہ ہو کر روز سہ شنبہ تاریخ شانزدہم ماہ مذکور قریب نواخت چند ساعت کے دہلی میں داخل ہوا اور مرزا قادیانی کو اطلاع اپنے آنے کی دی تو مرزا قادیانی نے مختلف رقعوں کے ذریعے سے شروط میں تبدیلیاں ذیل فرمائی کہ حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت آپ کو دینا ہوگا۔

بحث اس عاجز کے مکان پر ہو۔ جلسہ عام نہیں ہوگا۔ صرف دس آدمی تک جو معزز خاص ہوں۔ آپ ساتھ لا سکتے ہیں۔ مگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبدالمجید ساتھ نہ ہوں۔ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔ انتہی!

اب سب شروط کا قبول کرنا تو خاکسار پر لازم تھا اور نہ میرے احباب کی رائے ان کے تسلیم کرنے کی تھی۔ مگر محض اس خیال سے کہ مرزا قادیانی کو کوئی حیلہ مناظرہ سے گریز کا نہ ملے۔ یہ سب باتیں منظور کی گئیں۔ بعد اس کے تاریخ نوزدہم ربیع الاول روز جمعہ بعد نماز جمعہ مناظرہ شروع ہوا۔ خاکسار نے ان کے مکان پر جا کر نفس بحث میں پانچ دلائل حیات مسیح کے لکھ کر حاضرین کو سنا دیئے اور دستخط اپنے کر کے مرزا قادیانی کو دے دیئے۔ مرزا قادیانی نے مجلس بحث میں جواب لکھنے سے عذر کیا۔ ہر چند جناب حاجی محمد احمد صاحب وغیرہ نے ان کو الزام نقض عہد ومخالفت شروط کا دیا۔ مگر مرزا قادیانی نے نہ مانا اور یہ کہا کہ میں جواب لکھ رکھوں گا۔ آپ لوگ کل دس بجے آئیے۔ ہم لوگ دوسرے روز دس بجے گئے۔ مرزا قادیانی مکان کے اندر تھے۔ اطلاع دی گئی تو مرزا قادیانی باہر نہ آئے اور کہلا بھیجا کہ ابھی جواب تیار نہیں ہوا۔ جس وقت تیار ہوگا اس وقت آپ کو بلا لیا جاوے گا۔ پھر گیارہ بجے کے بعد ہم لوگوں کو بلا کر جواب سنایا اور یہ کہا کہ اب مجلس بحث میں جواب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ مکان پر لے جائیں۔ چنانچہ میں اس تحریر کو مکان پر لے آیا۔ اسی طرح چھ روز تک سلسلہ مباحثہ جاری رہا۔ چھٹے روز کہ تین پرچے میرے ہو چکے تھے اور تین پرچے مرزا قادیانی کے۔ مرزا قادیانی نے پہلی ہی بحث کو ناتمام چھوڑ کر مباحثہ قطع کیا اور یہ ظاہر کیا کہ اب مجھے زیادہ قیام کی گنجائش نہیں ہے۔ اور زبانی فرمایا کہ میرے خسر بیمار ہیں۔ اس وقت ایک مضمون جو پہلے سے بنظر احتیاط لکھ رکھا تھا اور وہ متضمن تھا۔ اس امر پر کہ مرزا قادیانی کی جانب سے نقض عہد ومخالفت شروط ہوئی۔ مرزا قادیانی کی موجودگی میں سب حاضرین جلسہ کو سنا دیا گیا۔ حاضرین جلسہ مرزا قادیانی کو الزام دیتے تھے۔ مگر مرزا قادیانی نے ایک نہ سنی۔ اسی روز تہیہ سفر کر کے شب کو دہلی سے تشریف لے گئے۔ مرزا قادیانی

کے یہ اقوال اول دلیل ہیں۔ اس پر کہ ان کے پاس اصل مسئلہ یعنی ان کے مسیح موعود ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اصل بحث کے لئے دو ستون انہوں نے بنا رکھے ہیں۔ ایک بحث حیات و وفات مسیح علیہ السلام۔ دوسرے نزول عیسیٰ علیہ السلام۔ جب دیکھا کہ ایک ستون جو ان کی زعم میں بڑی راسخ تھی۔ ٹوٹنے کے قریب ہے۔ اس کے بعد دوسری ستون کی جو ضعیف ہے۔ نوبت پہنچ گی۔ پھر اصل مقصد پر حملہ ہوگا۔ وہاں کچھ بے بنیاد تنکوں کی قلعی کھل جاوے گی۔ اس لئے قرار مناسب سمجھا بعد انقطاع مباحث اور چلے جانے مرزا قادیانی کے احقر دو روز دہلی میں متوقف رہ کر روز شنبہ کو ڈاک گاڑی میں روانہ بھوپال ہوا۔

اب بنظر فائدہ عام یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قبل اقل ان رقعوں اور پرچوں کے جو مباحثہ کے متعلق ہیں۔ ادلہ حیات مسیح علیہ السلام جو مرزا قادیانی سے مباحثہ میں پیش کئے گئے اور نیز دیگر ادلہ واضح طور پر عام فہم عبارت میں لکھ دیئے جاویں۔ تاکہ ہر خاص و عام اس کو سمجھ سکے اور مرزا قادیانی کی طرف سے جو اعتراضات ان پر ہوئے اور خاکسار کی جانب سے جو جوابات دیئے گئے وہ بھی بطور خلاصہ لکھ دیئے جاویں اور مرزا قادیانی نے جو اپنی اخیر تحریر میں دو دلیلیں وفات کی لکھیں۔ وہ اور جو کچھ جواب اس کا خاکسار نے لکھا۔ اس کا بھی خلاصہ لکھ دیا جاتا ہے۔ ”اللهم انت عضدی ونصیری بك احول وبك اصول“

دلیل اوّل

حیات مسیح علیہ السلام کے باب میں سورۂ نساء کی یہ آیت ہے۔ ”وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيمة يكون عليهم شهيدا (نساء:۱۵۹)“ اس آیت کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس طرح پر کیا ہے۔ ونباشد ہیچ کس از اہل کتاب إلا البتہ ایمان آورد بہ عیسیٰ علیہ السلام پیش از مردن عیسیٰ علیہ السلام و روز قیامت باشد عیسیٰ علیہ السلام گواہ برایشان۔ فائدہ میں یہ لکھا ہے۔ مترجم گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ علیہ السلام را البتہ ایمان آرند۔ شاہ رفیع الدین صاحب نے ترجمہ اس طرح پر کیا ہے اور نہیں کوئی اہل کتاب سے۔ مگر البتہ ایمان لاوے گا۔ ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا۔ اوپر ان کے گواہ۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے اس طرح ترجمہ کیا ہے اور جو فرقہ ہے۔ کتاب والوں میں سے سو اس پر یقین لاویں گے۔ اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا۔ ان کا بتانے والا۔

فائدہ میں یہ لکھا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں۔ جب یہودیوں میں دجال پیدا ہوگا۔ تب اس جہان میں آ کر اس کو ماریں گے اور یہود و نصاریٰ سب ان پر ایمان لاویں گے کہ یہ مرے نہ تھے۔ انتہی!

یہ آیت قطعیۃ الدلالۃ حیات مسیح علیہ السلام پر ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ موتہٖ کی ضمیر میں مفسرین کے دو ہی قول ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے۔ دوسرا یہ کہ اہل کتاب کی طرف پھرتی ہے۔ پہلی صورت میں تو قطعاً مطلب حاصل ہے۔ کیونکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی مرے نہیں۔ لیؤمنن کو خواہ خاص مستقبل کے لئے لیجئے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر اتفاق ہے۔ سب نحویوں کا اور خواہ حال یا استمرار کے لئے لیجئے۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں۔ اگرچہ اس تقدیر پر معنی فاسد ہوتے ہیں۔ مگر ہمارا مطلب فوت نہیں ہوتا ہے اور بعض کے معنی میں لیتا بالبداہت باطل ہے۔ کیونکہ ایسا مضارع کہ جس کے اوّل میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہو۔ بمعنی ماضی نہیں آتا ہے۔ ومن یدعی خلافہ فعلیہ البیان اور ایسا ہی بہٖ کی ضمیر کو خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد کیجئے یا اللہ کی طرف یا آنحضرت ﷺ کی طرف اگرچہ اوّل ہی صحیح ہے۔ مگر ہمارا مطلب ہر صورت میں حاصل ہے۔

مفسرین کا اختلاف اس ضمیر میں ہمارے مطلب میں کچھ خلل نہیں ڈالتا ہے۔ دوسرے قول پر یعنی اگر ضمیر موتہٖ کی اہل کتاب کی طرف پھیری جاوے تب بھی۔ ہمارا مطلب حاصل ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس وقت ہم پوچھتے ہیں کہ بہٖ کی ضمیر کس کی طرف پھیرو گے۔ اگر آنحضرت ﷺ یا اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرتے ہو تو یہ باطل ہے۔ تین وجوہ سے:

اوّل ... یہ ہے کہ سب ضمیریں واحد کی جو اس کے قبل و بعد میں آئی ہیں۔ بالاجماع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہیں۔ پس ظاہر نص یہی ہے کہ ضمیر بہٖ کی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہو۔ "فان النصوص تحمل علی ظواھرھا وصرف النصوص عن ظواھرھا بغیر صارف قطعی الحاد" اور یہاں کوئی صارف قطعی پایا نہیں جاتا ہے۔ "ومن یدعی فعلیہ البیان"

دوم ... ظاہر ضمیر غائب میں یہ ہے کہ غائب کی طرف پھرے اور آنحضرت ﷺ مخاطب ہیں۔ اسی لئے اس رکوع میں اس آیت کے قبل و بعد جتنی ضمیریں آنحضرت ﷺ کی طرف پھرتی ہیں وہ سب ضمیریں مخاطب کی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ "یسئلک، ان تنزل، الیک، من قبلک" کر

یہ ضمیر آنحضرت ﷺ کی طرف راجع ہوتی تو یوں کہنا مناسب تھا۔ لیؤمنن بک علاوہ اس کے اس مقام پر آنحضرت ﷺ کے لئے کوئی اسم ظاہر نہیں آیا ہے کہ وہ مرجع اس ضمیر کا قرار دیا جاوے اور اللہ تعالیٰ متکلم ہے۔ اسی لئے اس رکوع میں اس آیت کے قبل وبعد جتنی ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں۔ وہ سب ضمیریں متکلم کی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ "فعفونا، آتینا، رفعنا، قلنا، قلنا دوم اخذنا، حرمنا، اعتدنا، سنؤتیھم" اگر یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوتی تو یوں کہنا مناسب تھا۔ لیؤمنن بی ولیؤمنن بنا اور صرف عن الظاہر بغیر صارف قطعی غیر جائز ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی نہیں ہے۔ "ومن یدعی فعلیہ البیان۔"

سوم .... اس تقدیر پر اس آیت میں چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوگا اور حالانکہ قبل وبعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے اور اجنبی شخص کا بلا فائدہ درمیان میں لانا خلاف بلاغت ہے اور اس اجنبی کا یہاں کوئی ذکر نہیں ہے۔ "ومن یدعی فعلیہ البیان" پس ثابت ہوا کہ یہ ضمیر قطعاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد ہے۔ بعد اس تمہید کے میں کہتا ہوں کہ اس تقدیر پر سب ضمیریں واحد غائب کی موتہ کے پہلے کی اور بعد کی راجع ہوئیں۔ طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ پس ظاہر نص قرآنیہ یہی ہے کہ ضمیر موتہ بھی راجع ہو۔ طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں۔ "ومن یدعی فعلیہ البیان" پس جس تقدیر پر ضمیر کا عائد ہونا کتابی کی طرف فرض کیا گیا تھا۔ اس تقدیر پر بھی ضمیر کا عائد ہونا طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لازم آیا۔ بلکہ یہ محذور اس سے ناشی ہوا کہ ضمیر موتہ کی کتابی کی طرف پھیری گئی۔ پس ثابت ہوا کہ ارجاع ضمیر موتہ کا طرف کتابی کے باطل ہے۔ پس متعین ہوگیا کہ ضمیر موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ وھو المطلوب!

دوسری وجہ اس بات کی کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف عائد کرنا باطل ہے کہ اس تقدیر پر ایمان سے جو لیؤمنن میں ہے۔ کیا مراد ہے۔ آیا وہ ایمان جو نزع روح کے وقت ہوتا ہے اور جو شرعاً غیر معتد بہ وغیر نافع ہے۔ جیسا کہ مفسرین نے اس تقدیر پر اس کے ارادہ کی تصریح کی ہے تو یہ باطل ہے۔ اس لئے کہ استقراء آیات قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں سب جگہ لفظ ایمان سے وہ ایمان مراد ہے جو قبل نزع روح کے ہوتا ہے اور جو شرعاً معتد بہ اور نافع ہے۔ مگر جہاں قرینہ صارفہ قطعیہ ہے۔ چند مقامات بطور نظیر لکھے جاتے ہیں۔

"یؤمنون بالغیب، یؤمنون بما انزل الیک، لا یؤمنون، آمنا بالله، وما ھم بمؤمنین، یخادعون الله والذین آمنوا، واذا قیل لھم آمنوا کما آمن الناس قالوا انؤمن کما آمن السفھاء، واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا، فاما الذین آمنوا فیعلمون انه الحق من ربھم، وامنوا بما انزلت، ان الذین آمنوا والذین ھادوا والنصاری والصابئین من آمن بالله، واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا، والذین آمنوا وعملوا الصالحات، واذا قیل لھم آمنوا بما انزل الله قالوا نؤمن بما انزل علینا، ان کنتم مؤمنین، قل بئسما یامرکم به ایمانکم ان کنتم مؤمنین، ولو انھم آمنوا واتقوا، یاایھا الذین آمنوا لاتقولوا راعنا، ومن یتبدل الکفر بالایمان، لو یردونکم من بعد ایمانکم، اولئک یؤمنون به، وارزق اھله من الثمرات من آمن بالله، قولوا آمنا بالله، فان آمنوا بمثل ما آمنتم به، وماکان الله لیضیع ایمانکم، یاایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰة، والذین آمنوا اشد حبا لله، یاایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات مارزقنکم، ولکن البر من آمن بالله، یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام، ولیؤمنوا بی، یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم، ویسخرون من الذین آمنوا، والذین آمنوا معه، ان الذین آمنوا والذین ھاجروا، ولا تنکحوا المشرکین حتیٰ یؤمنوا ولعبد مؤمن، وبشر المؤمنین، من کان منکم یؤمن بالله، ان کنتم مؤمنین، فمنھم من آمن، ویؤمن بالله، الله ولی الذین آمنوا، قال اولم تؤمن، یا ایھا الذین آمنوا لا تبطلوا، ولا یؤمن بالله، یاایھا الذین آمنوا انفقوا، ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات، یاایھا الذین آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقی من الربوٰا ان کنتم مؤمنین، آمن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون کل آمن بالله (بقرہ: ٣، ٤، ٦، ٨، ٨، ٩، ١٣، ١٤، ٢٦، ٤١، ٦٢، ٧٦، ٨٢، ٩١، ٩١، ٩٣، ١٠٣، ١٠٤، ١٠٨، ١٠٩، ١٢١، ١٢٦، ١٣٦، ١٣٧، ١٤٣، ١٥٣، ١٦٥، ١٧٢، ١٧٧، ١٨٣، ١٨٦، ٢٠٨، ٢١٢، ٢١٤، ٢١٨، ٢٢١، ٢٢٨، ٢٣٢، ٢٤٨، ٢٥٣، ٢٥٦، ٢٥٧، ٢٦٠، ٢٦١، ٢٦٤، ٢٦٧، ٢٧٧، ٢٧٨، ٢٨٥)"

یعنی ظاہر ایمان سے وہ ایمان ہے جو قبل زہوق روح کے ہوتا ہے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں ہے۔ ’’ومن یدعی فعلیہ البیان‘‘ علاوہ اس کے اس وقت لفظ قبل کو ظاہر معنی سے صرف کر کے بمعنی عند یا وقت کے لینا پڑے گا اور کوئی صارف قطعی یہاں موجود نہیں ہے۔ ’’ومن یدعی فعلیہ البیان‘‘ اس وقت بجائے ’’قبل موتہ‘‘ کے ’’عند موتہ‘‘ یا ’’حین موتہ‘‘ یا ’’وقت موتہ‘‘ کہنا مقتضائے حال تھا۔ اس سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے یا مراد یؤمنن میں ایمان سے وہ ہے جو قبل زہوق روح کے ہوتا ہے۔ پس اس صورت میں یہ حکم عام ہے۔ ہر کتابی کے لئے تو کذب صریح حق تعالیٰ کے کلام میں لازم آتا ہے۔ کیونکہ ہم بالبداہت دیکھتے ہیں کہ صدہا ہزارہا اہل کتاب مرتے ہیں اور اپنے مرنے سے پہلے یعنی قبل زہوق روح کے وہ ایمان شرعی جو معتد بہ اور نافع ہے نہیں لاتے۔ ’’تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا‘‘ اور اگر کسی خاص زمانہ کے اہل کتاب سے یہ حکم ہے تو قید ’’قبل موتہ‘‘ کی لاطائل ہوتی ہے۔ یہ کلام تو ایسا ہوا کہ کوئی کہے کہ آج میں نے اپنی موت سے پہلے سبق پڑھایا۔ آج میں اپنی موت سے پہلے کچہری گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کلام مجنونانہ ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے کلام کا کلام مجنونانہ ہونا لازم آتا ہے۔ ’’تعالی اللہ عما یقولہ الظالمون‘‘ مرزا قادیانی خود بھی اپنے کتاب توضیح المرام اور ازالۃ الاوہام کے چند مواضع میں ضمیر موتہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرنا تسلیم کر چکے ہیں۔ اب اگر تسلیم کرتے ہیں تو مدعا ہمارا حاصل ہے اور اگر نہیں تسلیم کرتے تو اس کی وجہ بیان کریں کہ توضیح المرام وازالۃ الاوہام میں کیوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیری۔ اب بدلیل تحقیقی والزامی ثابت ہو گیا کہ مرجع ضمیر موتہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور اس تقدیر پر ہمارا مدعا یعنی حیات مسیح علیہ السلام قطعاً ثابت ہوا۔ فتح البیان میں ہے کہ سلف میں ایک جماعت کا یہی قول ہے اور یہی ظاہر ہے اور بہت سے تابعین وغیرہم اسی طرف گئے ہیں۔ فتح الباری میں ہے۔ ابن جریر نے اس قول کو اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے اور ابن جریر وغیرہ نے اس کو ترجیح دی ہے۔ حدیث بخاری ومسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوہریرہؓ کا یہی قول ہے۔ ابن عباسؓ سے بھی بسند صحیح یہی منقول ہے اور اس کے خلاف جو روایت ان سے ہے وہ ضعیف ہے۔ جیسا کہ فتح الباری وغیرہ میں مرقوم ہے۔ ابن کثیر میں ہے کہ ابومالک وحسن بصری وقتادہ وعبدالرحمن بن زید بن اسلم وغیر واحد کا بھی قول ہے اور یہی حق ہے۔ مرزا قادیانی کی طرف سے اس دلیل پر دو اعتراض ہوئے۔ ایک یہ کہ یہ آیت ذوالوجوہ ہے۔ چند احتمالات مفسرین نے اس کی معنی میں لکھے ہیں۔

نہیں، یہ آیت کیسی قطعیۃ الدلالۃ ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب خاکسار کی طرف سے دیا گیا
کہ آیت کا قوی الوجوہ ہونا اور اس کی منطق میں چند احتمالات کا ہونا منافی قطعیت نہیں ہے۔ کیونکہ ہم
نے سب وجوہ و احتمالات مخالفہ کو دلیل الرازی و نقلی سے باطل کر دکھایا۔ دوسرا اعتراض یہ ہوا کہ اثر
ابن عباسؓ و قراءت ابی بن کعب اس پر دال ہے کہ مرجع موتہ کا کتابی ہے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اس کا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ اثر و قراءت مجروح ہیں۔ احتجاج کے لائق نہیں ہیں۔
چہ جائیکہ معارض قطعی ہوں۔ ایک طریق اثر مذکور میں ایک راوی ابو حذیفہ ہے۔ یا ابو حذیفہ موسیٰ
بن مسعود ہے۔ یا یحییٰ بن ہانی بن عروہ کا شیخ ہے۔ پہلا سیئ الحفظ ہے۔ دوسرا مجہول ہے اور تیسرے
طریق میں عبداللہ بن ابی نجیح ایسا راوی ہے۔ جو مدلس ہے اور معنعنہ مدلس کا مقبول نہیں ہے۔
دوسرے طریق میں محمد بن حمید رازی ہے۔ وہ ضعیف ہے۔ تیسرے طریق میں عتاب بن بشیر
و خصیف واقع ہیں۔ روایات عتاب کی خصیف سے مناکیر ہیں اور خصیف میں بہت جرح ہے۔
چوتھے طریق میں سلیمان بن داؤد عیاش ہے۔ وہ کثیر الغلط ہے۔ ہزار احادیث کی روایت میں اس
نے غلطی کی ہے۔ قراءت ابی بن کعب کی روایت میں بھی عتاب و خصیف واقع ہیں۔ عبارات ان
راویوں کے متعلق تحریر چہارم میں منقول ہیں۔ من شاء فلیرجع الیہ!

دلیل دوم میں سورۃ نساء کی یہ آیت ہے۔ ”وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ
وکان اللہ عزیزاً حکیما (النساء:۱۵۷، ۱۵۸)“

شاہ ولی اللہ صاحب اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ و بیقین نہ کشتند او را بلکہ برداشت
او را خدا تعالیٰ بسوئے خود و ہست خدا غالب استوار کار۔

شاہ رفیع الدین صاحب لکھتے ہیں اور نہ مارا اس کو یقین بلکہ اٹھا لیا اس کو اللہ نے
طرف اپنے اور ہے اللہ غالب حکمت والا۔

شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں اور اس کو مارا نہیں بے شک بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے
طرف اپنے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔

فائدہ میں لکھتے ہیں۔ فرمایا کہ اس کو ہرگز نہیں مارا حق تعالیٰ نے بلکہ ایک صورت
ان کو نظر آئی۔ اس صورت کو سولی پر چڑھایا۔ انتہی ملخصاً!

وجہ استدلال یہ ہے کہ مرجع رفعہ کی ضمیر کا مسیح بن مریم رسول اللہ ہے اور مراد مرجع سے
یعنی روح مع الجسد ہے۔ کیونکہ مورد قتل روح مع الجسد ہے۔ نہ صرف روح اور ایسا ہی ضمائر ما قتلوہ

بما قتلوہ (وما قتلوہ یقیناً) سے بھی مراد قطعاً روح مع الجسد ہے اور جس کے قتل کا یہود دعویٰ کرتے تھے۔ اسی کے قتل وصلب کی نفی اور رفع کا ثبوت حق تعالیٰ کو منظور ہے۔ پس ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ رفع سے مراد رفع روح مع الجسد ہے۔ رفعہ کی ضمیر صرف روح کی طرف راجع کرنا و مضاف مقدر ماننا یعنی تقدیر عبارت یوں کرنا: بل رفع روحہ صرف نص کا ظاہر سے ہے اور صرف النص عن الظاہر بغیر صارف قطعی کے جائز نہیں اور صارف قطعی یہاں غیر متحقق ہے۔ "ومن یدعی فعلیہ البیان"

اور مؤید اس کی یہ بات ہے کہ "بل رفعہ" میں بل اضراب کا ہے۔ تب وہ رفع مراد ہونا چاہئے۔ جو مقابل ہو قتل کا یعنی قتل کے ساتھ جمع نہ ہو سکے اور رفع روحانی قتل کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ جیسا اہل اسلام جانتے ہیں کہ شہداء جو اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں ان کے لئے بھی رفع روحانی ہوتا ہے۔ پس متعین ہوا کہ مراد رفع سے رفع روح مع الجسد ہے۔ وہو المطلوب!

اور یہ بات بھی اس کی مؤید ہے کہ رفع کا لفظ صرف دو نبیوں کے لئے آیا ہے۔ ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ دوسرے حضرت ادریس علیہ السلام۔ اس تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ رفع روحانی کی تو کچھ ان دونوں کے ساتھ خصوصیت نہیں ہے۔ یہ رفع تو سب نبیوں بلکہ عام مومنین کے لئے بھی ہوتا ہے۔ اثر صحیح ابن عباس جس کے لئے دعا رسول ﷺ کی ہے اور حکماً وہ مرفوع ہے۔ رفع الروح مع الجسد پر قطعی طور پر دلالت کرتا ہے۔ اس کی صورت آئندہ نقل کی جاوے گی۔ انتظر!

مرزا قادیانی نے اس دلیل کے جواب میں یہ لکھا کہ اس آیت میں تین وعدے ایک کی طرف اشارہ ہے۔ جو دوسری آیت میں ہو چکا ہے اور وہ آیت یہ ہے۔ "یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیٰ (آل عمران:۵۵)" گویا مرزا قادیانی نے آیت "یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیٰ" کو صارف قطعی بنایا۔ ظاہر معنی "وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ (نساء:۱۵۷،۱۵۸)" سے۔ لیکن اس آیت کا صارف ہونا اس وقت ہو سکتا ہے کہ توفی سے مراد قطعی موت ہو اور یہ موقوف اس پر ہے کہ حقیقی معنی توفی کے موت کے ہوں۔ بلا قرینہ یہ معنی متبادر ہوتے ہوں۔ حالانکہ ہم نے تحریر چہارم میں ثابت کر دیا کہ توفی کا استعمال جس جگہ بمعنی موت قرآن مجید میں آیا ہے۔ وہاں قرینہ قائم ہے اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ حقیقی معنی توفی کے اخذ الشئ وافیاً کے ہیں۔ یعنی کسی چیز کا پورا لینا۔ اس آیت کو اگرچہ خاکسار نے تحریر اول میں غیر قطعیۃ الدلالۃ لکھا ہے۔ مگر اب میری رائے یہ ہے کہ یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے۔ حیات مسیح علیہ السلام پر۔ تیسری دلیل سورۂ آل عمران کی یہ آیت ہے۔ "ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر

المٰکرین ٭ اذ قال اللّٰہ یعیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ (آل عمران:۵۴،۵۵)"

ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ: "و بد سگالیدند کافران و بد سگالید خدا و خدا قوی تر ست از ہمہ بد سگالان آنگاہ کہ گفت خدا اے عیسیٰ ہر آئینہ من برگیرندۂ توام و بردارندۂ توام بسوئے خود و پاک کنندہ توام از صحبت کسانیکہ کافر شدند و کنندۂ پیروان ترا بالائے کافران تا روز قیامت۔"

شاہ رفیع الدین صاحبؒ: "اور مکر کیا انہوں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ بہتر ہے مکر کرنے والوں کا جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ تحقیق میں لینے والا ہوں تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو طرف اپنے اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو ان لوگوں سے کہ کافر ہوئے اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو کہ پیروی کریں گے تیری اوپر ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے قیامت کے دن تک۔"

ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ: "اور فریب کیا ان کافروں نے اور فریب کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھ کو بھر لوں گا اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کر دوں گا کافروں سے اور رکھوں گا تیرے تابعوں کو منکروں سے اوپر قیامت کے دن تک" "فائدہ" یہود کے عالموں نے اس وقت کے بادشاہ کو بہکایا کہ یہ شخص ملحد ہے توریت کے حکم سے خلاف بتاتا ہے۔ اس نے لوگ بھیجے کہ ان کو پکڑ لاویں۔ جب وہ پہنچے حضرت عیسیٰ کے یار سرک گئے اس شتابی میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھا لیا اور ایک صورت ان کی رہ گئی اسی کو پکڑ لائے۔ پھر سولی پر چڑھایا۔"

طرز استدلال کی یہ ہے کہ توفی کے اصلی و حقیقی معنی اخذ الشئی وافیاً کے ہیں۔ جیسا کہ بیضاوی و آلوسی و فخر رازی وغیرہم نے لکھا ہے۔ عبارات ان کی تحریر چہارم میں منقول ہیں۔ لیکن شاہ قیس پر ثابت ہے اور موت توفی کے معنی مجازی ہیں نہ حقیقی۔ اس واسطے بغیر قیام قرینہ کے موت میں استعمال نہیں ہوتا ہے۔ تحقیق اس کی تحریر چہارم میں کی گئی اور یہاں کوئی قرینہ موت کا قائم نہیں ہے۔ لہٰذا یہ لفظ اپنے اصلی و حقیقی معنی یعنی اخذ الشئی وافیاً مراد لئے جاویں گے اور انسان کا وافیاً لینا یہی ہے کہ مع روح و جسم کے لیا جاوے۔ وھو المطلوب!

یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے۔ حیات مسیح علیہ السلام پر مرزا قادیانی اور ان کے اتباع اس آیت کو قطعیۃ الدلالۃ وفات مسیح علیہ السلام پر سمجھتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس کا قطعیۃ الدلالۃ ہونا حیات مسیح پر اس عاجز سے ثابت کرا دیا۔ وللّٰہ الحمد علیٰ ذالک!

اگر کہا جاوے کہ توفی اس وقت میں رفع ہوئی تو قول اللہ تعالیٰ کا ورفعک مکرر ہوگا تو جواب اس کا یہ ہے کہ توفی کا لفظ چونکہ بمعنی موت ونوم بھی آتا ہے۔ اس لئے لفظ رافعک سے تعیین مراد مقصود ہے۔ اب تکرار نہ ہوئی۔ جیسا کہ آیت ”ثم بعثنٰکم من بعد موتکم“ میں بعث کو موت کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اس لئے کہ بعث انتباہ ونوم سے بھی ہوتا ہے اور جیسا کہ ”حتیٰ یتوفٰھن الموت (نساء:۱۵)“ میں موت کا لفظ تعیین مراد کے لئے چوتھی دلیل سورۂ مائدہ کی یہ آیت ہے۔ ”وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم (مائدہ:۱۱۷)“

ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب: ”وبودم بر ایشان نگہبان مادامیکہ درمیان ایشان بودم پس وقتیکہ برگرفتی مرا تو بودی نگہبان برایشان۔“

فائدہ میں لکھتے ہیں: ”یعنی برآسمان بردی۔“

ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب: ”اور تھا میں اوپر ان کے شاہد جب تک رہا میں بیچ ان کے۔ پس جب قبض کیا تو نے مجھ کو تھا تو ہی نگہبان اوپر ان کے۔“

ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب: ”اور میں ان سے خبردار تھا۔ جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو بھر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا ان کی۔“

وجہ استدلال وہی ہے جو اوپر کی آیت میں گزری۔ یعنی معنی حقیقی توفی کے اخذ الشئ وافیا ہیں اور صرف حقیقت سے مجاز کی طرف بغیر صارف کے جائز نہیں اور صارف یہاں موجود نہیں ہے۔ بلکہ ایک لفظ تعیین مراد کرنے والا۔ یعنی رافعک آیت سابقہ میں موجود ہے۔ نکتہ شدہ یہ کہ حق تعالیٰ نے آیت ”انی متوفیک ورافعک الیّ“ میں توفی ورفع کو جمع کیا ہے اور ”بل رفعہ اللہ الیہ“ میں رفع پر قصر کیا ہے اور ”فلما توفیتنی“ میں توفی پر قصر کیا ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ توفی ورفع ایک چیز ہے۔ مقصود زیادت لفظ رفع سے صرف تعیین مراد ہے۔ یہ آیت بھی قطعیۃ الدلالۃ ہے۔ حیات مسیح علیہ السلام پر مرزا قادیانی اور ان کے اتباع اس آیت کو بھی قطعیۃ الدلالۃ وفات پر کہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے اس آیت کا قطعیۃ الدلالۃ حیات پر ہونا اس عاجز پر ظاہر فرمایا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک!

پانچویں دلیل: سورۂ آل عمران کی یہ آیت ہے۔ ”ویکلم الناس فی المھد وکھلا ومن الصالحین (آل عمران:۴۶)“

ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ: "و سخن گوید با مردمان در گہوارہ و وقت پختہ عمری و باشد از شائستگان۔"

ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحبؒ: "اور باتیں کرے گا لوگوں سے بیچ جھولے کے اور ادھیڑ اور صالحوں سے ہے۔"

ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ: "اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب ماں کی گود میں ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں ہے۔"

وجہ استدلال یہ ہے کہ اصل سن کہولت میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک تیس کا ہے اور بعض کے نزدیک بتیس اور بعض کے نزدیک تینتیس اور بعض کے نزدیک چالیس قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے: "وقال فی اللباب الکھل من بلغ من الکھولة واولھا ثلثون او اثنتان وثلثون او ثلث وثلثون او اربعون وآخرھا خمسون او ستون ثم یدخل فی سن الشیخوخة"

شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھا ہے: "واوّل اسن الکھولة ثلثون وقیل اثنتان وثلثون وقیل اربعون وآخر سنھا خمسون وقیل ستون ثم یدخل الانسان فی سن الشیخوخة" اور ہم مامور ہیں اس بات کے ساتھ کہ جب اختلاف ہو تو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف رد کریں۔ قال اللہ تعالیٰ "فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول" موافق اس کے جب ہم رجوع حدیث کی طرف کرتے ہیں تو حدیث ابوہریرہؓ میں اہل جنت کے حق میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "لا یفنی شبابہ" رواہ مسلم اور حدیث ابوسعید و ابوہریرہؓ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا: "ان لکم ان تشبوا فلا تھرموا ابدا" رواہ مسلم اور اس باب میں احادیث بکثرت ہیں۔ جہاں سے ثابت ہوا کہ اہل جنت کا شباب کبھی زائل نہ ہوگا اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تینتیس برس کی عمر کے ہوں گے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تینتیس برس کی عمر میں اٹھائے گئے۔ اس کے ثبوت کے لئے تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت کافی ہے: "فانه رفع وله ثلث وثلثون سنة فی الصحیح وقد ورد فی حدیث فی صفة اهل الجنة انهم علی صورة آدم ومیلاد عیسیٰ ثلث وثلثین سنة"

اور نیز تفسیر ابن کثیر میں سورۃ واقعہ کی تفسیر میں تحت آیت کریمہ "اترابا لاصحب

الیمین" کے مرقوم ہے۔ "وروی الطبرانی واللفظ له من حدیث حماد بن سلمة عن علی بن زید بن جدعان عن سعید ابن المسیب عن ابی هریرة قال قال رسول اللهﷺ یدخل اهل الجنة الجنة جرد امردا بیضا جعادا مکحلین ابناء ثلث وثلاثین وهم علی خلق آدم ستون ذراعا فی عرض سبعة اذرع وروی الترمذی من حدیث ابی داؤد الطیالسی عن عمران القطان عن قتادة عن شهر بن حوشب عن عبد الرحمن بن غنم عن معاذ بن جبل ان رسول اللهﷺ یدخل اهل الجنة الجنة جردا مردا کحلین بنی ثلث وثلثین سنة ثم قال حسن غریب وقال ابن وهب اخبرنا عمرو بن الحارث ان دارجا ابا السمح حدثه عن ابی الهیثم عن ابی سعید قال قال رسول اللهﷺ من مات من اهل الجنة من صغیرا وکبیر یردون بنی ثلاث وثلاثین فی الجنة لایزیدون علیها ابداً وکذلك اهل النار ورواه الترمذی عن سوید بن نصر عن ابن المبارك عن رشدین بن سعد عن عمرو بن الحارث به وقال ابوبکر بن ابی الدنیا حدثنا القاسم بن هاشم حدثنا صفوان بن صالح حدثنا رواد بن الجراح العسقلانی حدثنا الاوزاعی عن هرون بن رئاب عن انس قال قال رسول اللهﷺ یدخل اهل الجنة الجنة علیٰ طول آدم ستین ذراعا بذراع الملك علی حسن یوسف وعلی میلاد عیسی ثلث وثلاثین سنة وعلی لسان محمد جرد مرد مکحلون وقال ابوبکر بن ابی داؤد حدثنا محمد بن خالد وعباس بن الولید قالا حدثنا عمر عن الاوزاعی عن هرون بن رئاب عن انس بن مالك قال قال رسول اللهﷺ یبعث اهل الجنة الجنة علی صورة آدم فی میلاد ثلث وثلثین جردا مردا مکحلون ثم یذهب بهم الی شجرة فی الجنة فیکسون منها لا تبلی ثیابهم ولا یفنی شبابهم (تفسیر ابن کثیر ج۸ ص۲۲)"

اور حافظ عبدالعظیم منذری ترغیب وترہیب میں لکھتے ہیں: "وعن المقدامؓ ان رسول اللهﷺ قال مامن احد یموت سقطا ولاهرما وانما الناس فیما بین ذلك الایبعث ابن ثلاث وثلثین سنة فانکان من اهل الجنة کان علی مسحة

آدم وصورۃ یوسف وقلب ایوب ومن کان من اھل النار عظموا وفخموا کالجبال رواہ البیہقی باسناد حسن (الترغیب والترھیب ص ۱۰۲)"

پس اس سے صاف ثابت ہوا کہ پینتیس برس کا سن سن شباب ہے۔ نہ سن کہولت۔ ورنہ شباب اہل جنت لازم آتا ہے "وھو خلاف ماثبت بالاحادیث الصحیحۃ"

پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سن شباب میں اٹھائے گئے۔ نہ سن کہولت میں۔ علاوہ اس کے اصل معنی کہل کے "من وخطہ الشیب ورایت لہ مجالۃ" ہیں۔ جیسا کہ قاموس وصحاح وغیرہا میں لکھا ہے۔ یعنی کہل وہ شخص ہے جس کے بالوں میں سپیدی ظاہر ہو جائے اور دیکھی جائے۔ اس کے لئے بزرگی ہو اور اقوال مختلفہ جو اول سن کہولت میں منقول ہیں۔ وہ فی الواقع مختلف نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اختلاف حقیقی ہے۔ اختلاف قویٰ اشخاص پر جو اعلیٰ درجہ کی قوت رکھتا ہے۔ اس کا اول سن کہولت چالیس یا قریب چالیس کے ہوتا ہے اور جو اوسط درجہ کی قوت رکھتا ہے۔ اس کا اول کہولت بتیس یا پینتیس ہوتا ہے اور جو ادنیٰ درجہ کی قوت رکھتا ہے۔ اس کا اول کہولت بعد تیس کے ہوتا ہے۔ اختلاف زمانہ کو اختلاف قویٰ میں بہت دخل ہے۔ جس قدر زمانہ کو خلق آدم سے بعد ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر قویٰ ضعیف ہوتے جاتے ہیں۔ اس پر مشاہدہ ونصوص قرآنیہ وحدیثیہ ناطق ہیں۔ ان میں سے ہے۔ حدیث ابی ہریرہ مرفوع اور متفق علیہ ہے۔ "فلم یزل الخلق ینقص بعدہ حتی الآن" یہ عمدہ صورت اقوال مختلفہ میں توفیق کی بعد اس تمہید کے میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ سے متجاوز کر گئی تھی۔ لیکن آپ کی سر مبارک اور ریش شریف میں گنتی کے بیس بال سے کم سفید تھے۔ بخاری ومسلم میں انسؓ سے روایت ہے۔ "وتوفاہ اللہ علی راس ستین سنۃ ولیس فی راسہ ولحیتہ عشرون شعرۃ بیضاء وعن ثابت قال سئل انس عن خضاب رسول اللہ ﷺ فقال انہ لم یبلغ مایخضب لوشئت ان اعد شمطاتہ فی لحیتہ وفی روایۃ لوشئت ان اعد شمطات کن فی راسہ فعلت متفق علیہ وفی روایۃ المسلم قال انما کان البیاض فی عنفقتہ وفی الصدغین وفی الراس نبذ" مخفی نہ رہے کہ حدیث اول میں جو ستین کا لفظ آیا ہے۔ دوسری احادیث میں اس کے خلاف آیا ہے۔ بعض میں ثلث وستین اور بعض میں خمس وستین ہے۔ "قال العلماء الجمع بین الروایات ان من روی خمسا وستین عدسنتی المولد والوفاۃ من روی

ثلث وستين لم يعدهما ومن روى ستين لم يعد الكسور كذافي تهذيب الاسماء" اور آنحضرت ﷺ کے اس قدر بالوں کا اس عمر میں سپید ہو جانا اصحاب رسول ﷺ خلاف عادت سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس پر یہ حدیث دال ہے۔" عن ابی جحیفة قال قالوا یا رسول الله قد شبت قال شیبتنی هود اخواتها رواه الترمذی" اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے چھ سو برس پہلے تھے اور ظاہر ہے کہ اس زمانہ کے قوی بہ نسبت آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے ضرور قوی تر ہوں گے۔ پس ہرگز یہ بات عقل میں نہیں آتی ہے کہ تینتیس برس کی عمر میں جو صحیح روایت رفع کی باب میں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بالوں میں سپیدی ظہور ہوئی ہو۔ بلکہ ظاہر یہی ہے کہ اس وقت بال ان کے بالکل سیاہ ہوں گے تو تعریف کہل کے ان پر صادق آئی اور سوا اس کا ہے وللفظ جو اثر کہ ابن عباس میں کہ حکما مرفوعاً ہے۔ وارد ہے۔" فقام شباب من احدثهم سنا" ماسوا اس کی عبارت فتح الباری سے معلوم ہے کہ قریب مراہقہ کا قول راجح و قوی ہے اور دیگر اقوال ضعیف ہیں۔ عبارت فتح الباری کے یہ ہے۔" قال ابو جعفر النحاس ان هذا لا یعرف فی اللغة وانما الکهل عندهم من ناهز الاربعین اوقاربها وقیل من جاوز الثلثین وقیل ابن ثلث وثلثین انتهی" پس موافق اس قول راجح کے کہل ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قبل رفع مابعد نہیں ہوتا ہے۔ یہ آیت اگرچہ قطعیۃ الدلالۃ حیات مسیح علیہ السلام پر نہیں۔ لیکن ادلہ ظنیہ میں سے ایک قوی دلیل ہے اور یہ قول بعض مفسرین کا کہ یا استدلال ضعیف ہے۔ خطا میں ہے۔ کیونکہ ہم نے اوپر حدیث صحیح سے ثابت کر دیا کہ جس سن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے ہیں وہ سن شباب تھا۔ نہ سن کہولت۔ مرزا قادیانی نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ آپ کہل کے لفظ سے درمیان عمر کا آدمی مراد لیتے ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح بخاری اور قاموس وتفسیر کشاف وغیرہ میں کہل کے معنی جوان مضبوط کے لکھے ہیں۔ اس کا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ صحیح بخاری میں تو یہ ہے۔ "وقال مجاهد الکهل الحلیم" جوان مضبوط اس سے کس طرح سمجھا جاتا ہے۔ اس کا جواب مرزا قادیانی نے یہ دیا کہ حلیم وہ ہے جو بلغ الحلم کا مصداق ہو اور جو حلم کے زمانہ تک پہنچے وہ جوان مضبوط ہی ہوتا ہے۔ اس کا جواب خاکسار کی طرف سے یہ ہوا کہ یہ حصر غیر مسلم ہے۔ کیونکہ حلیم قرآن مجید میں صفت غلام کی آئی ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔" فبشرناه بغلام حلیم" اور غلام کے معنی کو دک صغیر کے ہیں۔ کمافی الصراح۔ پس محتمل ہے کہ حلیم اس جگہ پر ماخوذ ہو حلم

سے جو آہستگی اور بعد باری کے معنی میں ہے۔ اس کا جواب مرزا قادیانی نے کچھ نہیں دیا۔

اب میں یہ کہتا ہوں کہ حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے: "وقد قال ابو جعفر النحاس ان هذا لا يعرف في اللغة وانما الكهل عندهم من ناهز الاربعين او قاربها وقيل من جاوز الثلثين وقيل ابن ثلث وثلثين انتهى. والذي يظهر ان مجاهد افسره بلازمه الغالب لان الكهل يكون غالباً فيه وقار وسكينة انتهى"

قسطلانی لکھتا ہے: "فلعل مجاهد افسره بلازمه الغالب لان الكهل غالباً يكون فيه وقار وسكينة انتهى"

قاموس میں ہے: "الكهل من وخطه الشيب ورأيت له بجالة او من جاوز الثلثين او اربعا وثلثين الى احدى وخمسين انتهى"

کشاف میں ہے: "ومعناه ان يكلم الناس في هاتين الحالتين كلام الانبياء من غير تفاوت بين حال الطفولة وحال الكهولة التي يستحكم فيها العقل ويستنبأ فيها الانبياء انتهى"

ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ کہل کے معنی جوان مضبوط کے نہ صحیح بخاری میں ہیں اور نہ قاموس میں نہ کشاف میں اور کہل کے معنی جوان کے کیونکر ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ شباب اور کہولت میں تضاد ہے۔ مصباح المنیر میں ہے: "شب الصبي يشب من باب ضرب شباباً وشبيبة وهو شاب وذلك قبل سن الكهولة" اور یہ معلوم ہے کہ اجتماع النقیضین محال ہے۔

چھٹی دلیل سورۂ زخرف کی یہ آیت ہے: "وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها واتبعون هذا صراط مستقيم"

ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ: "وہر آئینہ عیسیٰ نشانہ است قیامت را پس شبہ مکنید در قیامت و پیروی من کنید این است راہ راست۔"

ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحبؒ: "اور تحقیق وہ البتہ علامت قیامت کی ہے۔ پس مت شک کرو ساتھ اس کے اور پیروی کرو میری یہ ہے راہ سیدھی۔"

ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ: "اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا سو اس میں دھوکا نہ کھاؤ اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے۔ فائدہ حضرت عیسیٰ کا آنا نشان ہی قیامت کا ہے۔"

(تفسیر ابن کثیر ج۴ص۱۳۲) میں ہے۔"وقوله سبحانه وتعالى وانه لعلم للساعة تقدم تفسير ابن اسحق ان المراد من ذلك مابعث به عيسى عليه الصلوٰة والسلام من احياء الموتى وابراء الاكمه والابرص وغير ذلك من الاسقام وفي هذا نظر وابعد منه ماحكاه قتادة عن عن الحسن البصري وسعيد بن جبير ان الضمير في وانه عائد على القرآن بل الصحيح انه عائد على عيسى عليه الصلوٰة والسلام فان السياق في ذكره، ثم المراد بذلك نزوله قبل يوم القيامة كما قال تبارك وتعالى وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته قبل موت عيسى عليه الصلوٰة والسلام ثم يوم القيامة يكون عليهم شهيداً ويؤيد هذا المعنى القرأة الاخرى وانه لعلم للساعة اي امارة ودليل على وقوع الساعة قال مجاهد وانه لعلم للساعة اي آية للساعة خروج عيسى بن مريم عليه السلام قبل يوم القيمة وهكذا روى عن ابي هريرة وابن عباس وابي العالية وابي مالك وعكرمة والحسن وقتادة وضحاك وغيرهم وقد تواترت الاحاديث عن رسول الله ﷺ انه اخبر بنزول عيسى عليه السلام قبل يوم القيامة اماماً عادلا وحكماً مقسطاً انتهى"

(درمنثور ج۶ص۲۰) میں ہے۔"وقال الامام احمد حدثنا هاشم بن القاسم حدثنا شيبان عن عاصم بن ابي النجود عن ابي رزين عن ابي يحيى مولى ابن عقيل الانصاري قال قال ابن عباس لقد علمت آية من القرآن ماسالني عنها رجل ولا ادري اعلمها الناس فلم يسألوا عنها ام لم يفطنوا لها فيسألوا عنها في حديث طويل في آخره قال فانزل الله عزوجل ولما ضرب ابن مريم مثلاً اذا قومك منه يصدون قال يضحكون وانه لعلم للساعة قال هو خروج عيسى ابن مريم عليه الصلوٰة والسلام قبل يوم القيمة انتهى"

معالم میں ہے۔"وانه يعني عيسى عليه السلام لعلم للساعة يعني نزوله من اشراط الساعة يعلم به قربها وقرأ ابن عباس وابوهريرة وقتادة وانه لعلم للساعة بفتح اللام والعين اي امارة وعلامة وروينا عن النبي ﷺ ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً يكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويهلك في زمنه الملل كلها الاالاسلام انتهى"

فتح البیان میں ہے: ”وانہ لعلم للساعة قال مجاهد والضحاك والسدی وقتادة ان المراد المسیح وان خروجه ای نزوله مما یعلم به قیام الساعة ای قربها لکونه شرطاً من اشراطها لان اللہ سبحانه ینزله من السماء قبل قیام الساعة کما ان خروج الدجال من اعلام الساعة وقال الحسن وسعید بن جبیر المراد القرآن لانه یدل علی قرب مجیئ الساعة وبه یعلم وقتها و اهوالها واحوالها وقیل المعنی ان حدوث المسیح من غیر اب واحیاءه للموتی دلیل علی صحة البعث وقیل الضمیر لمحمد ﷺ والاول اولی قال ابن عباس ای خروج عیسی بن مریم علیه السلام قبل یوم القیامة واخرجه الحاکم وابن مردویه عنه مرفوعاً وعن ابی هریرة نحوه اخرجه عبد بن حمید انتهی“

معالم التنزیل میں لکھتے ہیں: ”فیه نزول عیسی قربها روی الحاکم عن ابن عباس فی قوله وانه لعلم للساعة قال خروج عیسی انتهی“

کشاف میں ہے: ”وانه وان عیسی علیه السلام لعلم للساعة ای شرط من اشراطها تعلم به فسمی الشرط علماً لحصول العلم به وقرأ ابن عباس لعلم وهو العلامة وقرئ للعلم وقرأ ابی لذکر علی تسمیة ما یذکر به ذکرا کما سمی ما یعلم به علما وفی الحدیث ان عیسی علیه السلام ینزل علی ثنیة بالارض المقدسة یقال لها افیق وعلیه ممصرتان وشعر رأسه دهن وبیده حربة وبها یقتل الدجال فیاتی بیت المقدس والناس فی صلوٰة الصبح والامام یؤم بهم فیتأخر الامام فیقدمه عیسی ویصلی علی شریعة محمد علیه السلام ثم یقتل الخنازیر ویکسر الصلیب ویخرب البیع والکنائس ویقتل النصاری الا من آمن به“

بیضاوی میں ہے: ”وانه وان عیسی لعلم للساعة لان حدوثه او نزوله من اشراط الساعة یعلم به دنوها او لان احیاءه الموتی یدل علی قدرة اللہ علیه قرئ لعلم ای علامة ولذکر علی تسمیة ما یذکر به ذکرا وفی الحدیث ینزل عیسی علی ثنیة بالارض المقدسة اه“

تفسیر ابوالسعود میں ہے: ”وانہ وان عیسی لعلم للساعۃ ای انہ بنزولہ شرط من اشراطہا وتسمیۃ علما لحصولہ بہ اوبحدوثہ بغور اب اوبلہ حیاء الموتیٰ ودلیل علی صحتہ البعث الذی ہو معظم ماینکرہ الکفرۃ من الامور الواقعۃ فی الساعۃ“

جلالین میں ہے: ”وانہ ای عیسیٰ لعلم للساعۃ تعلم بنزولہ“

معالم میں ہے: ”والمعنی وان نزولہ علامۃ علی قرب الساعۃ مدارک“ میں ہے: ”ای وان نزولہ علم الساعۃ انتہی“ جامع البیان میں ہے: ”وانہ عیسیٰ لعلم للساعۃ ای علامتہا فان نزولہ من اشراطہا انتہی“

وجہ استدلال کی یہ ہے کہ انہ کی ضمیر میں مفسرین نے تین احتمالات لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ عائد ہے طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ دوسرا یہ کہ وہ عائد ہے طرف قرآن مجید کے۔ تیسرا یہ کہ وہ عائد ہے طرف آنحضرت ﷺ کے احتمالین اخرین بالبداہت باطل ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید وآنحضرت ﷺ کا اوپر کہیں ذکر نہیں ہے۔ بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ ان کا ذکر قبل بعد موجود ہے۔ پس یہ بات متعین ہوئی کہ مرجع انہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اب یہاں تین احتمالات ہیں یا نزول مقدر مانا جاوے یا معجزات یا حدوث احتمالین اخرین صحیح نہیں ہیں اور ان کی عدم صحت کی وجہ تحریر اوّل خاکسار میں مرقوم ہے اور مرزا قادیانی نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ من شاء فلیرجع الیہ!

علاوہ اس کے یہ دونوں احتمال غیر ناشی عن الدلیل ہیں اور نزول کی مقدر ماننے پر دلیل موجود ہے۔

اوّل حدیث ابن عباسؓ جس کو امام احمد نے موقوفا اور حاکم اور ابن مردویہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ دوسری حدیث حذیفہ بن اسید غفاریؓ ”قال اطلع النبی ﷺ علینا ونحن نتذاکر فقال ماتذکرون قالوا نذکر الساعۃ قال انہا لن تقوم حتی تروا قبلہا عشر آیت فذکر الدخان والدجال والدابۃ وطلوع الشمس من مغربہا ونزول عیسیٰ بن مریم الحدیث رواہ مسلم ج ۲ ص ۳۹۳“

ودیگر احادیث صحیحہ بخاری ومسلم وغیرہما کہ جو بکثرت نزول عیسیٰ علیہ السلام میں وارد ہوئی ہیں اور نیز قول ابن عباسؓ وابو ہریرہؓ ومجاہد وابو العالیہ وابو مالک وعکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک

وسدی وغیرہم کا ہے اور سب مفسرین نے اس احتمال کو ترجیح دی ہے۔ یہ دلیل اگر قطعی نہیں ہے تو قریب قطعی کے تو ضرور ہے۔ مرزا قادیانی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے کسی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں اور اگر خواہ نخواہ تحکم کے طور پر اس جگہ نزول مسیح مراد لیا جاوے اور وہی نزول ان لوگوں کے لئے جو آنحضرت ﷺ کے عہد میں تھے۔ نشان قیامت ٹھہرایا جاوے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا اور جن کو یہ خطاب کیا گیا کہ مسیح آخری زمانہ میں نزول کر کے قیامت کا نشان ٹھہرے گا۔ اب تم باوجود نہ ہونے نشان کے قیامت سے کیوں انکاری ہوتے ہو۔ وہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ دلیل تو ابھی موجود نہیں۔ پھر یہ کہنا کس قدر عبث ہے کہ اب قیامت کے وجود پر ایمان لے آؤ کہ شک مت کرو۔ ہم نے تو دلیل قیامت کے آنے کی بیان کر دی۔ انتہی!

میں کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ اس آیت کو حضرت مسیح کے دوبارہ نزول سے کسی طور پر بھی کچھ تعلق نہیں۔ آنحضرت ﷺ وابن عباسؓ وابوہریرہؓ ومجاہد وابو العالیہ وابو مالک وعکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک وسدی وسائر مفسرین پر جنہوں نے اس آیت سے نزول عیسیٰ علیہ السلام سمجھا ہے۔ جہالت کا الزام لگاتا ہے۔ معاذ اللہ منہ اور مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ اگر نزول مسیح مراد لیا جاوے تو یہ استدلال وجود قیامت تک ہنسی کے لائق ہوگا۔ الیٰ آخر ما قال! نہایت ہنسی کے لائق ہے۔

مرزا قادیانی آیت کا مطلب ہی نہیں سمجھے اور منشاء غلط یہ معلوم ہوتا ہے کہ "فلا تمترن بہا" میں جو فاء آئی ہے وہ چاہتی ہے اس امر کو کہ اس کا ماقبل سبب ہو اور مابعد مسبب پس نزول عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کی نشانی ہونا سبب ہوا۔ قیامت میں شک نہ کرنے کا اور نزول ابھی متحقق ہی نہیں ہے۔ پس کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ابھی قیامت میں شک مت کرو۔ جواب اس کا یہ ہے کہ نفس تحقق نزول عیسیٰ علیہ السلام قطع نظر اس سے کہ حق تعالیٰ نے اس کے علم ساعۃ ہونے کی خبر دی ہے۔ کسی طرح پر قیامت یا قرب قیامت پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ ہاں حق تعالیٰ کا یہ خبر دینا کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام علم ساعۃ ہے۔ البتہ قطعاً وقوع قیامت پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اگر قیامت کا وقوع ہی نہ ہو تو نزول عیسیٰ علیہ السلام کا علم ساعۃ ہونا باطل ہوا جاتا ہے۔ پس عیسیٰ کا علم ساعۃ ہونا اس جہت سے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے۔ بے شک سبب ہے عدم امترا یا تیقن کا اور اس کے نظائر قرآن مجید میں بکثرت ہیں کہ ماقبل فاء سبب کا بنظر نفس ذات

اتباع کے سبب نہیں ہے۔ مابعد کا لیکن اس اعتبار سے کہ حق تعالیٰ نے اس ما قبل کی خبر دی ہے۔ وہ سبب ہے مابعد کا سورہ بقرہ میں ہے۔" الحق من ربك فلا تكونن من الممترين (بقره:۱۴۷) " یہاں مراد استقبال عیب کا حق ہونا ہے اور یہ خبر حق تعالیٰ کے اخبار کے سبب عدم امتراء کا نہیں ہو سکتا۔ سورہ آل عمران میں ہے۔" الحق من ربك فلا تكن من الممترين "

سورہ نساء میں ہے:" انما المسيح عيسى بن مريم رسول الله وكلمته القها الى مريم وروح منه فامنوا بالله ورسله ولا تقولوا ثلثة انتهوا خيرا لكم (نساء:۱۷۱) "

سورۂ شعراء میں ہے:" انى لكم رسول امين فاتقوا الله واطيعون (شعراء:۱۰۷،۱۰۸) "

سورۂ فاطر میں ہے:" ان الشيطان لكم عدو فاتخذوه عدوا (فاطر:۶) "

سورۂ حم سجدہ میں ہے:" قل انما انا بشر مثلكم يوحى الىّ انما الهكم اله واحد فاستقيموا اليه واستغفروه (حم سجده:۶) "

سورۂ تغابن میں ہے:" زعم الذين كفروا ان لن يبعثوا قل بلىٰ وربى لتبعثن ثم لتنبؤن بما عملتم وذلك على الله يسير فآمنوا بالله ورسوله والنور الذى انزلنا (تغابن:۷،۸) "

سورۂ کوثر میں ہے:" انا اعطينك الكوثر فصل لربك وانحر "

ساتویں دلیل۔ سورہ حشر کی آیت ہے:" وما اتكم الرسول فخذوه ومانهاكم عنه فانتهوا "

شاہ ولی اللہ صاحبؒ: وہر چہ بدہد شمارا پیغامبر بگیرید وہر چہ منع کند شمارا ازاں باز ایستید۔

شاہ رفیع الدین صاحبؒ:" اور جو کچھ دیوے تم کو رسول پس لے لو اس کو اور جو کچھ منع کرے تم کو اس سے پس باز رہو۔"

شاہ عبدالقادر صاحبؒ:" اور جو دیوے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو۔"

موافق اس آیت کے جو احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کی گئی تو بکثرت اس بات میں

احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ جن کا تواتر مرزا قادیانی نے (ازالہ اوہام کے ص۵۵۷، خزائن ج۳ ص۴۰۰) میں تسلیم کیا ہے۔ ان میں سے یہ حدیث متفق علیہ ابوہریرہؓ کی: "قال قال رسول اللہﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لایقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا ومافیہا ثم یقول ابوہریرۃ فاقرؤا ان شئتم وان من اہل الکتاب الالیؤمنن بہ قبل موتہ " کہا ابوہریرہؓ نے کہ فرمایا رسول مقبولﷺ نے قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ البتہ بیشک قریب ہے یہ کہ اترے گا تم میں بیٹا مریم کا حاکم منصف ہوکر پھر توڑے گا صلیب کو اور قتل کرے گا سور کو اور موقوف کرے گا جزیہ اور بہے گا مال یہاں تک کہ نہ قبول کرے گا اس کو کوئی یہاں تک کہ ہوگا ایک سجدہ بہتر دنیا ومافیہا سے پھر کہتے تھے ابوہریرہؓ پڑھو تم اگر چاہو تم یہ آیت "وان من اہل الکتاب الالیؤمنن بہ قبل موتہ (نساء:۱۵۹)" یعنی اور نہیں ہوگا اہل کتاب میں سے کوئی مگر البتہ ضرور وہ ایمان لاوے گا عیسیٰ پر قبل مرنے ان کے۔ سب سے اچھی تقریر استدلال کی یہ ہے کہ معنی حقیقی ابن مریم کے خود عیسیٰ بن مریم ہیں۔ قرآن مجید واحادیث صحیحہ میں بکثرت یہ لفظ وارد ہوا ہے اور سب جگہ حضرت عیسیٰ ہی مراد ہیں۔ مثیل ایک جگہ بھی مراد نہیں ہے۔ والنصوص تحمل علی ظواہرہا وصرف النصوص عن ظواہرہا بغیر صارف قطعی الحاد اور یہاں کوئی صارف قطعی موجود نہیں ہے۔ "ومن یدعی فعلیہ البیان" پس ان احادیث سے نزول خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قطعاً ثابت ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اس دلیل کا اپنی کسی تحریر میں جواب نہیں دیا۔ اگر کہا جاوے کہ اخیر کی تین دلیلوں سے نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ثابت ہوتا ہے اور مقصود ثبوت حیات تھا۔ پس تقریب تمام نہ ہوئی تو جواب یہ ہے کہ مقصود بالذات اثبات نزول ہے اور حیات مقصود بالعرض ہے۔ پس اگر نزول موقوف حیات پر ہے اور مستلزم ہے۔ حیات کو تو ملزوم کے ثابت ہونے سے لازم خود ثابت ہوگیا۔ تو بھی حیات ثابت ہوئی۔ "وھو المطلوب فی ھذا المقام" اور اگر نزول حیات کو مستلزم نہیں ہے تو اگرچہ حیات ثابت نہ ہوئی۔ لیکن جو مقصود بالذات تھا یعنی نزول خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہی ثابت ہوگیا۔ جس کے لئے حیات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کی جاتی تھی۔ پس اثبات حیات کی کچھ حاجت نہ رہی۔

آٹھویں دلیل صحیح بخاری کی یہ حدیث ہے۔ "عن ابن عباسؓ قال خطب

رسول اللہ ﷺ فقال یا ایھا الناس انکم محشورون الی اللہ حفاۃ عراۃ غرلا ثم قال کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین الخ! ثم قال الا وان اول الخلائق یکسیٰ یوم القیامۃ ابراھیم الا وانہ یجاء برجال من امتی فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصیحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم فیقال ان ھؤلاء لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم "روایت ہے۔ ابن عباسؓ سے کہا کہ خطبہ پڑھا رسول اللہ ﷺ نے پس فرمایا اے لوگو! بے شک تم جمع کئے جاؤ گے اللہ کی طرف ننگے پاؤں ننگے بدن بغیر ختنہ کئے۔ پھر پڑھی یہ آیت "کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین الی آخر الآیہ" پھر فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ۔ سب مخلوق سے پہلے قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جاویں گے۔ آگاہ ہو جاؤ اور بے شک لائے جاویں گے چند مرد میری امت میں سے پھر لے جاویں گے۔ ان کو بائیں طرف پھر کہوں گا میں۔ اے رب میرے یہ میرے چھوٹے ساتھی ہیں۔ پس کہا جاوے گا بے شک تو نہیں جانتا ہے کہ کیا نئی چیزیں نکالیں۔ انہوں نے بعد تیرے پس کہوں گا میں مانند اس کی کہ کہا بندہ صالح عیسیٰ نے "عیسیٰ نے وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم (مائدۃ:۱۱۷)" پس کہا جاوے گا کہ بے شک یہ لوگ پھر گئے اپنی ایڑیوں پر جب سے کہ چھوڑا تو نے ان کو۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنے قول کو تشبیہ دی۔ ساتھ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور بے شک فرمایا کہ "فاقول ماقال العبد الصالح" یعنی پس کہوں گا میں جو کہا بندہ صالحؑ نے اور مشبہ اور مشبہ بہ میں مغایرت ہوتی ہے۔ نہ عینیت۔ پس معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے توفی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے توفی میں مغایرت ہے۔ نہ عینیت اور آنحضرت ﷺ کے توفی تو قطعاً بذریعہ موت کے ہوئی۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی بذریعہ موت کے نہیں ہوئی۔ بلکہ بذریعہ رفع والصعود کے ہوئی جو مشابہ بشکل موت کا ہے اور یہی مدعا تھا۔

نویں دلیل: قول ابن عباس ہے جو حکما مرفوع ہے۔ فتح البیان میں ہے۔ "اخرج سعید بن منصور والنسائی وابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابن عباسؓ قال

لما اراد الله ان يرفع عيسى الى السماء خرج الى اصحابه وفي البيت اثنا عشر رجلاً من الحواريين فخرج عليهم من عين فی البيت وراسه يقطر ماء فقال ان منكم من يكفربي اثنى عشر مرة بعد ان آمن بي ثم قال ايكم يلقى عليه شبهي فيقتل مكاني فيكون معي في درجتي فقام شاب من احدثهم سناً فقال له اجلس ثم اعاد عليهم ثم قام الشاب فقال اجلس ثم اعاد عليهم فقام الشاب فقال انا فقال انت ذاك فالقى عليه شبه عيسى ورفع عيسى من روزنة في البيت الى السماء قال وجاء الطلب من يهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه فكفر به بعضهم اثنى عشر مرة بعد ان آمن به وافترقوا ثلاث فرق فقالت طائفة كان الله فينا ماشاء ثم صعد الى السماء فهؤلا اليعقوبية وقالت فرقة كان فينا ابن الله ماشاء ثم رفعه الله اليه وهؤلاء النسطورية وقالت فرقه كان فينا عبدالله رسوله وهولاء المسلمون فتظاهرت الكافرتان على المسلمة فقتلوها فلم يزل الاسلام طامساً حتى بعث الله محمداً صلى الله عليه وسلم فانزل الله عليه فآمنت طائفة من بنی اسرائيل يعنى الطائفة التى آمنت فی زمن عيسى وكفرت طائفة يعنى التى كفرت فی زمن عيسى فايدنا الذين آمنوا فی زمن عيسى باظهار محمد دينهم على دين الكافرين قال ابن كثير بعد ان ساقه بهذا اللفظ عند ابن ابي حاتم قال ثنا احمد بن سنان ثنا ابومعاوية عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن سعيد بن جبير عن ابن عباس فذكره وهذا اسناد صحيح الى ابن عباس وصدق ابن كثير فهؤلاء كلهم من رجال الصحيح واخرجه النسائی من حديث ابی كريب عن ابی معاوية بنحوه " روایت کیا سعید بن منصور و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے کہا انہوں نے جب ارادہ کیا اللہ نے یہ کہ اٹھا دے حضرت عیسیٰ کو آسمان کی طرف نکلے۔ حضرت عیسیٰ اپنے یاروں کی طرف اور گھر میں بارہ مرد تھے۔ حواریوں میں سے پس نکلے ان پر ایک چشمہ سے جو گھر میں تھا اور سر سے ان کے پانی ٹپکتا تھا۔ پس فرمایا کہ تحقیق بعض تم میں سے وہ ہے کہ کفر کرے گا میرے ساتھ بارہ بار بعد اس کے کہ ایمان لایا مجھ پر۔ پھر فرمایا کہ کون تم میں ہے کہ ڈالی جاوے اس پر شبیہ میری پھر قتل کیا جاوے۔ وہ میری جگہ اور میرے ساتھ

میرے روبرو میں پس کھڑا ہوا ایک جوان تو عمروں میں سے۔ پس فرمایا واسطے اس کے بیٹھ جا پھر اعادہ کیا ان پر اس بات کا پھر کھڑا ہوا وہی جوان پھر فرمایا کہ بیٹھ جا پھر اعادہ کیا۔ ان پر اس بات کا پھر کھڑا ہوا وہی جوان پس کہا اس نے میں پس فرمایا کہ تو وہی ہے۔ پس ڈالی گئی اس پر شبیہ عیسیٰ کی اور اٹھائے گئے عیسیٰ روشندان سے جو گھر میں تھا آسمان کی طرف کہا اور آئے تلاش کرنے والے یہود کی طرف سے پس پکڑ لیا انہوں نے شبیہ کو پس قتل کیا اس کو پھر سولی پر چڑھایا اس کو پس کفر کیا ساتھ ان کے بعض ان کے نے بارہ بار بعد اس کے کہ ایمان لایا ان پر اور متفرق ہو گئے تین فرقے۔ پس کہا ایک فرقہ نے رہا اللہ ہم میں جب تک کہ چاہا اس نے پھر چڑھ گیا آسمان کی طرف۔ پس یہ یعقوبیہ ہیں اور کہا ایک فرقہ نے تھا ہم میں بیٹا اللہ کا جب تک کہ چاہا اس نے پھر اٹھا لیا اس کو اللہ نے اپنی طرف اور یہ نسطوریہ ہے اور کہا ایک فرقہ نے تھا ہم میں بندہ اللہ کا اور رسول اس کا یہ مسلمان تھے پھر چڑھائی کی کافروں نے مسلمانوں پر۔ پس قتل کیا ان کو پس ہمیشہ رہا اسلام مٹا ہوا۔ یہاں تک کہ بھیجا اللہ نے محمد ﷺ کو پس اتاری اللہ نے ان پر یہ آیت فآمنت طائفة من بنی اسرائیل۔ یعنی پس ایمان لایا ایک گروہ بنی اسرائیل میں سے یعنی وہ گروہ جو ایمان لایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اور کفر کیا ایک گروہ نے یعنی اس نے کہ کافر ہوا حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں پس تائید کی ہم نے ان لوگوں کی کہ ایمان لائے۔ زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس طرح پر کہ محمد ﷺ نے ان کے دین کو کافروں کے دین پر غالب کیا۔ کہا ابن کثیر نے بعد اس کے کہ چلایا اس حدیث کو اس لفظ سے نزدیک ابن ابی حاتم کے کہا حدیث کی ہم کو احمد بن سنان نے حدیث کی ہم کو ابو معاویہ نے اعمش سے انہوں نے منہال بن عمرو سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس سے پس ذکر کیا اس کو اور یہ سند صحیح ہے ابن عباس تک اور سچ کہا ابن کثیر نے۔ پس یہ کل رجال رجال صحیح میں سے ہیں اور روایت کیا اس کو نسائی نے حدیث ابی کریب سے انہوں نے ابو معاویہ سے مثل اس کے انتہی کہتا ہوں میں کہ اس ناچیز نے سب رجال کو دیکھا تو سب رجال اس کے رجال بخاری و مسلم کے ہیں۔ سوائے منہال بن عمرو کے کہ وہ صرف رجال بخاری سے ہے۔ اور ہمارا اس اثر کی حکماً مرفوع ہونے پر یہ عبارت سخاوی کی دال ہے۔" قال شیخنا فيه ان اباهريرة لم يكن ياخذ عن اهل الكتاب وان الصحابي الذي يكون كذلك اذا اخبر بما لا مجال للراي والاجتهاد فيه يكون للحديث حكم الرفع انتهى وهذا يقتضي تقييد الحكم بالرفع بصدوره عن من لم ياخذ

عن اهل الكتاب انتهى ”اور بھی اس میں ہے۔“ واصرح منه منع ابن عباس له اى للكعب ولو وافق كتابنا وقال انه لا حاجة وكذا نهى عن مثله ابن مسعود وغيره من الصحابة انتهى“

ساتویں دلیل حدیث مرسل حسن کی ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔“ وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا احمد بن عبدالرحمن حدثنا عبدالله بن ابی جعفر عن ابيه حدثنا الربيع بن انس عن الحسن انه قال في قوله تعالى انى متوفيك يعني وفاة المنام رفعه الله في منامه قال الحسن قال رسول الله ﷺ لليهود ان عيسى لم يمت وانه راجع اليكم قبل يوم القيامة (تفسير ابن كثير ج ۲ ص ۱۰) ”کہ حسن نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہود سے کہ تحقیق عیسیٰ نہیں مرے اور بے شک وہ رجوع کرنے والے ہیں۔ تمہاری طرف دن قیامت سے پہلے اگر کہا جاوے کہ یہ حدیث مرسل ہے تو جواب یہ ہے کہ اس مرسل کی تقویت چند طرح پر ہوگئی ہے۔

اول... یہ کہ حسن بصریؒ نے قسم کھا کر یہ بات کہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔
تفسیر ابن کثیر میں ہے۔“ وقال ابن جرير حدثني يعقوب حدثنا ابن علية حدثنا ابو رجاء عن الحسن وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موت عيسى والله انه لحي الآن عند الله ولكن اذا نزل آمنوا به اجمعون انتهى“ پس معلوم ہوا کہ یہ مرسل حسن کے نزدیک قوی ہے۔ ورنہ قسم نہ کھاتے۔

دوم... تہذیب میں ہے۔“ وقال يونس بن عبيد سالت الحسن قلت يا ابا سعيد انك تقول قال رسول الله ﷺ وانك لم تدركه قال يا ابن اخي لقد سالتني عن شئ ما سالني عنه احد قبلك ولولا منزلتك مني ما اخبرتك اني في زمان كما ترى وكان في عمل الحجاج كل شئ سمعتني اقول قال رسول الله ﷺ فهو عن علي بن ابي طالب غير انى في زمان لا استطيع ان اذكر عليا انتهى“ یہی تہذیب میں ہے۔ قال محمد بن احمد بن محمد بن ابي بكر المقدمي سمعت علي بن المديني يقول مرسلات يحيى بن ابي كثير شبه الريح ومرسلات الحسن البصري التي رواها عنه الثقات صحاح ما اقل ما يسقط منها انتهى“

غایہ میں ہے: "قال ابوزرعة كل شيء قال الحسن قال رسول الله ﷺ وجدت له اصلا خلا اربعة احاديث انتهى"

جامع ترمذی کی کتاب العلل میں ہے: "حدثنا سوار بن عبدالله العنبري قال سمعت يحيى بن سعيد القطان يقول ما قال الحسن في حديثه قال رسول الله ﷺ الا وجدنا له اصلا الا حديثا او حديثين انتهى"

سوم یہ مرسل معتضد ہے۔ ساتھ تین آثار ابن عباس کے ایک بیان میں کیفیت رفع عیسیٰ علیہ السلام کی دوسرا تفسیر آیت کریمہ "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته" کی تیسرا تفسیر آیت کریمہ "وانه لعلم للساعة" کی "كما تقدم"۔ ان آثار میں سے دو کے رجال رجال صحیح ہیں اور ایک حکماً مرفوع ہے اور ایک کو بعض مخرجین نے مرفوع کیا ہے اور معتضد ہے۔ ساتھ اثر ابوہریرہؓ کے جس سند کے ساتھ صحیح بخاری میں مذکور ہے اور معتضد ہے۔ ساتھ حدیث مرفوع ابن عباس کے جو مسنداً صحیح بخاری میں مروی ہے اور معتضد ہے۔ ساتھ آیات کریمہ "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته (نساء:۱۵۹)" اور دیگر آیات شریفہ کے جو اثبات حیات کے لئے بیان کی گئیں ہیں اور مرسل اس سے کم میں قابل احتجاج ہو جاتا ہے۔

التقریر میں ہے: "لكن ان اصح لنا مخرجه بمسند او مرسل يخرجه من ليس يروي عن رجال الاول نقبله"

سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں: "وكذا يعتضد بما ذكر مع مذهب الشافعي كما سياتي من موافقة قول بعض الصحابي او فتوى عوام اهل العلم انتهى"

پس اس مرسل کے قوی و قابل احتجاج ہونے میں کیا شک باقی رہا۔ تلک عشرة کاملة یہ پوری دس دلیلیں ہوئیں حیات مسیح علیہ السلام پر۔

مخفی نہ رہے کہ جو عبارات مفسرین کی تحریر چہارم میں نقل کی گئیں ہیں۔ ان سے صاف واضح ہے کہ سب اہل اسلام آنحضرت ﷺ کے وقت سے لے کر اس زمانہ تک صحابہ و تابعین و تبع تابعین و فقہاء و ... وعامہ مفسرین سب کا اعتقاد یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں ... کوئی نہیں کہتا ہے کہ وہ مردہ ہیں۔ اگرچہ اہل اسلام کا اس میں

اختلاف ہے کہ آیا قوم نے جانب سے بیہوشی پر موت طاری ہوئی یا نہیں۔ جمہور اہل اسلام کا یہ مذہب ہے کہ موت طاری نہیں ہوئی اور کہا گیا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ موت طاری ہوئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پھر زندہ کر کے ساتھ اٹھا لیا۔ یہ کوئی نہیں کہتا ہے کہ اب وہ مردہ ہیں۔ جس جو مذہب مرزا قادیانی نے ایجاد کیا ہے یہ قول کسی کا اہل اسلام میں سے نہیں ہے۔ اب یہاں سے شروع کی جاتی ہے نقل ان رقعوں و پرچوں کی جو مباحثہ دہلی کے متعلق فریقین سے لکھی گئی۔

نقل جواب اشتہارات مرزا قادیانی از جانب راقم

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

حامداً ومصلیاً ومسلماً

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب۔ اما بعد!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے اتباع پر مخفی نہ رہے کہ آپ کے اشتہارات مورخہ ۲؍اکتوبر ۱۸۹۱ء ومورخہ ۶؍اکتوبر مشتہرہ مذکورہ مقابلہ جناب مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی کے شائع ہوئے ہیں۔ دیکھنے سے آپ کو معلوم نہیں کہ جناب میاں صاحب نے کیا جواب دیا لیکن خاکسار محض بنظر احقاق حق وابطال باطل صرف حق تعالیٰ کی نصرت پر بھروسہ کر کے آپ کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے تیار ہے اور شروط مسلمہ مندرجہ اشتہار ۲؍اکتوبر کو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن شرط ۴ نمبر میں تھوڑی ترمیم چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ تو آپ خود ہی صاف اقرار کرتے ہیں کہ اگر میں اس بحث وفات مسیح میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعویٰ خود چھوڑ دوں گا۔ اس قدر اس میں اور زیادہ کیجئے کہ اگر میں اس بحث وفات مسیح میں صواب پر نکلا تو صرف اتنی بات سے میرا اصل دعویٰ یعنی عدم نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور میرا مسیح موعود ہونا ثابت نہ ہوگا۔ بعد انفصال بحث وفات مسیح علیہ السلام کے ان دونوں امور میں بھی علیحدہ بحث ضروری ہوگی۔ اور جو دلائل طرفین میں سے مقرر رہے گا جو کہ یہ پختہ کیا جائے گا اور دلائل حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف ثبوت وفات عیسیٰ علیہ السلام سے بالکل ختم نہ ہوگا۔ آپ کا دعویٰ جو تمام اہل اسلام کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ وہ تو یہی ہے کہ عدم نزول عیسیٰ علیہ السلام اور دعویٰ آپ کے مسیح موعود ہونے کا ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ!

الراقم: خاکسار محمد بشیر عفی عنہ   از بھوپال محلہ ... ۹ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ

جواب مرزا قادیانی

مجھے یہ منظور ہے کہ اول حضرت مسیح ابن مریم کی وفات حیات کے بارے میں بحث ہو۔ اس بحث کے تصفیہ کے بعد پھر ان کے نزول اور اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں مباحثہ کیا جائے اور جو شخص طرفین میں سے ترک بحث کرے گا اس کا گریز کرنا سمجھا جائے گا۔

رقعہ مرزا قادیانی موسومہ حاجی محمد احمد صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نحمدہ ونصلی

مکرمی اخویم مولوی محمد احمد صاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ! حسب استفسار آپ کے عرض کیا جاتا ہے کہ مجھے حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سے مسئلہ حیات وفات مسیح ابن مریم علیہ السلام میں بحث کرنا بدل وجان منظور ہے۔ لیکن بہرحال یہی بحث ہوگی۔ بعد اس کی حضرت مولوی صاحب ان کے نزول کے بارے میں بھی بحث کر لیں۔ بحث تحریری ہوگی۔ ہر ایک فریق سوال یا جواب لکھ کر حاضرین کو سنا دے گا۔

والسلام! خاکسار غلام احمد عفی عنہ

۱۵ اکتوبر ۱۸۹۱ء

رقعہ اول از جانب راقم جو دہلی پہنچ کر لکھا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

حامداً مصلیاً مسلماً

جناب مرزا غلام احمد صاحب دام مجدکم! بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خاکسار حسب طلب جناب آ گیا ہے اور جناب کی سب شرائط کو پہلے ہی تسلیم کر چکا ہے اور آپ بھی میری ترمیم کو قبول فرما چکے ہیں۔ آپ تاریخ ووقت واسطے مناظرہ کے تجویز فرما کر خاکسار کو مطلع کیجئے۔ تاکہ واسطے مناظرہ کے حاضر ہوں۔

والسلام! محمد بشیر عفی عنہ

۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ

جواب رقعہ اول

حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مجھے آپ کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی اور عزیزی اخویم مولوی سید محمد احسن صاحب سے آپ کے اخلاق اور متانت اور تہذیب کا حال معلوم ہو کر دل پہلے سے ہی مشتاق

ہورہا تھا کہ اس مسئلہ میں آپ سے اظہار الحق بحث ہو۔ سو الحمد للہ! آپ تشریف لے آئے۔ آج مجھے بوجہ ضروریات فرصت نہیں کل انشاء اللہ القدیر کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دوں گا۔ لیکن بحث تحریری ہوگی۔ تا ہر ایک فریق کا بیان محفوظ رہے اور دور دست کے لوگوں کو بھی رائے لگانے کا موقع مل سکے۔ سب سے اوّل مسئلہ حیات و وفات مسیح میں بحث ہوگی۔ حیات مسیح علیہ السلام کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا۔ اس ثبوت کے بعد آپ دوسری بحث کر سکتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں ایک اشتہار بھی بھیجا جاتا ہے۔ جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حیات وفات مسیح میں کن شرائط کی پابندی سے آپ کو بحث کرنا ہوگا۔

والسلام!

خاکسار عبداللہ الصمد غلام احمد عفی عنہ

۲۱ اکتوبر ۱۸۹۱ء

رقعہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

حامداً مصلیاً مسلماً

جناب مرزا غلام احمد صاحب دام مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دیروز آپ کا رقعہ مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۱ء وصول ہوا۔ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ کل انشاء اللہ القدیر کوئی تاریخ مقرر کر کے اطلاع دوں گا۔ اب تک آپ کے ایفاء وعدہ کا انتظار رہا۔ اب گزارش ہے کہ آج اس وعدہ کا ایفا ضرور فرمائیے۔ آپ کی یہ بات کہ بحث تحریری ہوگی۔ خاکسار پہلے سے تسلیم کر چکا ہے اور یہ بھی کہ سب سے اوّل مسئلہ حیات و وفات مسیح میں بحث ہوگی۔ اب آپ کا یہ ارشاد ہے کہ حیات مسیح علیہ السلام کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا۔ یہ بھی بسر و چشم قبول کرتا ہوں۔ اس کے بعد نزول حضرت مسیح علیہ السلام کا آپ کو ثبوت دینا ہوگا۔ یہ بھی بسر و چشم قبول کرتا ہوں۔ اس کے بعد نزول حضرت مسیح علیہ السلام میں بحث کی جائے گی۔ کن بعد آپ کے مسیح موعود ہونے میں اور آپ بھی پہلے سے اس کو تسلیم فرما چکے ہیں۔ والسلام خیر الختام!

خاکسار محمد بشیر عفی عنہ

۱۸ ربیع الاوّل ۱۳۰۹ھ

جوابِ رقعۂ دوم

مکرمی اخویم مولوی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل دس بجے کے بعد بحث ہو یا اگر ایک ضروری کام سے فرصت ہوئی تو پہلے ہی اطلاع دے دوں گا۔ ورنہ انشاء اللہ دس بجے کے بعد تو ضرور بحث شروع ہوگی۔ صرف اس بات کا التزام ضروری ہوگا کہ بحث میں نے جس کے مکان پر ہو۔ اس کی ضرورت خاص وجہ سے ہے جو زبانی بیان کر سکتا ہوں۔ جلسہ عام نہیں ہوگا۔ صرف دس آدمی تک جو معزز ہوں۔ آپ ساتھ لا سکتے ہیں۔ مگر شیخ بٹالوی اور مولوی عبدالمجید ساتھ نہ ہوں اور نہ آپ کو ان بزرگوں کی کچھ ضرورت ہے۔

والسلام!

مرزا غلام احمد عفی عنہ

۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء

جوابِ رقعہ سوم جو گم ہوگیا

جناب مولوی صاحب مکرم بندہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان تمام شرطوں کو جو میں اپنے کل کے پرچہ میں لکھ چکا ہوں قبول کرنے سے کسی قسم کا انحراف یا میلان انحراف ظاہر نہ کریں گے۔ میں نے جن لوگوں کو آنے سے روکا ہے تجربہ اور مصلحت سے روکا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ خیر وبرکت اسی میں ہے۔ بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعد از فراغ نماز جمعہ بحث شروع ہو اور شام تک یا جس وقت تک ممکن ہو سکے سلسلہ بحث جاری ہو اور دس آدمیوں سے زیادہ ہرگز ہرگز کسی حال میں آپ کے ساتھ نہ ہوں اور اس لحاظ سے کہ بحث کو بیجا طول نہ ہو۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔

محمد بشیر سہسوانی کا پہلا پرچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی. اما بعد!

ارباب علم ودین پر مخفی نہ رہے کہ اصل دعویٰ مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونے کا ہے۔ لیکن جناب ممدوح نے محض اصرار بلیغ سے مباحثہ حیات ووفات مسیح کو منظور کیا ہے اور اس مسئلہ میں بھی اصل منصب مرزا قادیانی کا مدعی کا ہے۔ لیکن صرف جناب ممدوح کے اصرار سے ہی

یہ بھی قبول کیا گیا کہ پہلے یہ عاجز ادلہ حیات مسیح تحریر کرے اور بعد اس میں بحث صعود ونزول وغیرہ کا طے کیا جائے۔ "فاقول بحول اللہ وقوتہ وما توفیقی الابہ علیہ توکلت والیہ انیب" جاننا چاہئے کہ منجملہ دلائل حیات مسیح کی پانچ آیتیں ہیں۔ دلیل اولیٰ یہ ہے:" وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیدا (نساء:۱۵۹)" وجہ استدلال کی یہ ہے کہ لیؤمنن میں نون تاکید کا آیا ہے اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے۔ ماضی اور حال کی تاکید کے لئے نون نہیں آتا ہے۔

زمخشری تصریح میں لکھتا ہے:" ولا یؤکد بہما الماضی لفظاً ومعنی مطلقاً لانہما یخلصان مدخولہما للاستقبال وذلک ینافی المضی"

اور دوسری جگہ لکھتا ہے: ولا یجوز تاکیدہ بہما اذا کان منفیاً او کان المضارع حالاً کقرأۃ ابن کثیر لاقسم بیوم القیامۃ وقول الشاعر ؎

یمینا لا ابغض کل امرئ
یزخرف قولاً ولا یفعل

فاقسم فی الآیۃ وابغض فی البیت معناہما الحال لدخول اللام علیہما وانما یؤکدا بالنون لکونہا تخلص الفعل للاستقبال وذلک ینافی الحال"

فوائد ضیائیہ میں ہے:" تختص ای نون بالفعل المستقبل فی الامر والنہی والاستفہام والتمنی والعرض والقسم وانما اختصت ہذہ النون بہذہ المذکورات الدالۃ علی الطلب دون الماضی والحال لانہ لایؤکد الا ما یکون مطلوباً"

عبدالحکیم تکملہ میں لکھتے ہیں:" لان النون تخلص المضارع للاستقبال فکرہوا الجمع بین حرفین لمعنی واحد فی کلمۃ واحدۃ"

مغنی میں ہے:" ولا یؤکد بہما الماضی مطلقاً واما المضارع فان کان حالاً لم یؤکد بہما وان کان مستقبلاً اکدتہما وجوباً فی نحو واللہ لاکیدن اصنامکم"

شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھتے ہیں:" واعلم الاصل فی نون التاکید ان تلحق بآخر فعل مستقبل فیہ معنی الطلب کالامر والنہی والاستفہام والتمنی والعرض نحو اضربن زیداً ولاتضربن وہل تضربنہ ولیتک تضربین مثقلۃ ومخففۃ واقتضی بما فیہ معنی الطلب [illegible] للتاکید

والتاكيد انما يليق بما يطلب حتى يولد ويحصل فيغتنم هو بوجدان المطلوب ولا يليق بالخبر المحض لانه قد وجد وحصل فلا يناسبه التاكيد واختص بالمستقبل لان الطلب انما يتعلق بما لم يحصل بعد ليحصل وهو المستقبل بخلاف الحال والماضي لحصولهما والمستقبل الذي هو خبر محض لا تلحق نون التاكيد بآخره الا بعد ان يدخل على اول الفعل مايدل على التاكيد كلام القسم وان لم يكن فيه معنى الطلب لان الغالب ان المتكلم يقسم على مطلوبه"

اور ایسا ہی بلا خلاف تمام کتب نحو میں مرقوم ہے۔

قرآن مجید اور سنت مطہرہ میں بھی نون بہت مواضع میں خاص مستقبل کے لئے آیا ہے اور ماضی اور حال کے لئے ایک جگہ بھی پایا نہیں جاتا۔ اس مقام پر چند آیات نقل کی جاتی ہیں۔

سورۂ بقرہ میں ہے۔

"فاما يأتينكم مني هدى فمن تبع هداى فلا خوف عليهم ولاهم يحزنون (بقره:۳۸)"

اور"فلنولينك قبلة ترضاها (بقره:۱۴۴)"

اور"ولنبلونكم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات (بقره:۱۵۵)"

سورۂ آل عمران میں ہے"واذ اخذ الله ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتاب وحكمة ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه (آل عمران:۸۱)"

اور"لتبلون في اموالكم وانفسكم ولتسمعن من الذين اوتوا الكتاب من قبلكم ومن الذين اشركوا اذى كثيراً (آل عمران:۱۸۶)"

اور"واذ اخذ الله ميثاق الذين اوتوا الكتاب لتبيننه للناس ولا تكتمونه (آل عمران:۱۸۷)"

اور"فالذين هاجروا واخرجوا من ديارهم واوذوا في سبيلي وقاتلوا وقتلوا لاكفرن عنهم سيأتهم ولادخلنهم جنت تجرى من تحتها الانهار (آل عمران:۱۹۵)" الخ

سورۃ نساء میں ہے:"ولاضلنھم ولامنینھم ولامرنھم فلیبتکن آذان الانعام ولآمرنھم فلیغیرن خلق اللہ (نساء:۱۱۹)"

سورہ مائدہ کے رکوع گیارہ میں ہے:"لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ (مائدہ:۸۲)"

سورہ مائدہ کے تیرھویں رکوع میں ہے:"یا ایھا الذین آمنوا لیبلونکم اللہ بشئ من الصید تنالہ ایدیکم ورماحکم (مائدہ:۹۴)"

سورہ انعام کے دوسرے رکوع میں ہے:"لیجمعنکم الیٰ یوم القیامۃ لاریب فیہ (انعام:۱۲)"

سورہ اعراف کے پہلے رکوع میں ہے:"فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین. فلنقصن علیھم بعلم وماکنا غائبین (اعراف:۶،۷)"

سورہ اعراف کے رکوع ۱۴ میں ہے:"لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ثم لاصلبنکم اجمعین (اعراف:۱۲۴)"

سورہ اعراف کے رکوع ۲۱ میں ہے:"واذ تاذن ربك لیبعثن علیھم الیٰ یوم القیامۃ من یسومھم سوء العذاب (اعراف:۱۶۷)"

سورۃ ابراہیم کے دوسرے رکوع میں ہے:"ولنصبرن علیٰ ما آذیتمونا (ابراھیم:۱۲)"

سورہ ابراہیم کے تیسرے رکوع میں ہے:"وقال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا اولتعودن فی ملتنا فاوحیٰ الیھم ربھم لنھلکن الظالمین. ولنسکننکم الارض من بعدھم (ابراھیم:۱۳،۱۴)"

سورہ نحل کے رکوع ۱۳ میں ہے:"ولیبینن لکم یوم القیامۃ ماکنتم فیہ تختلفون (النحل:۹۲)"

اسی میں ہے:"ولتسئلن عما کنتم تعملون (النحل:۹۳)"

اسی میں ہے:"من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم (النحل:۹۷)"

بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں ہے: "وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیرا (بنی اسرائیل:۴)"

سورۃ حج کے چھٹے رکوع میں ہے: "ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز (الحج:۴۰)"

سورۃ نور کے ساتویں رکوع میں ہے: "وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضیٰ لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا (النور:۵۵)"

سورۃ نمل کے دوسرے رکوع میں ہے: "لاعذبنہ عذابا شدیدا او لاذبحنہ او لیاتینی بسلطان مبین (النمل:۲۱)"

سورۃ عنکبوت کے ساتویں رکوع میں ہے: "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (عنکبوت:۶۹)"

سورۃ محمد کے ۳ رکوع میں ہے: "ولتعرفنہم فی لحن القول (محمد:۳۰)"

سورۃ تغابن کے پہلے رکوع میں ہے: "قل بلیٰ وربی لتبعثن ثم لتنبؤن بما عملتم (تغابن:۷)"

سورۃ انشقاق میں ہے: "لترکبن طبقاً عن طبق (انشقاق:۱۹)"

اگر مرزا قادیانی ایک آیت یا ایک حدیث یا کوئی کلام عرب عرباء کا ایسا پیش کریں کہ اس میں نون تاکید حال یا ماضی کے لئے یقینی طور پر آیا ہو تو کوئی عبارت کتاب نحو کی جس میں تصریح اس امر مذکور کی ہو تو میں اپنے اس مقدمہ کو غیر صحیح تسلیم کر لوں گا۔

بعد اس کے تمہید کے میں کہتا ہوں کہ لفظی ترجمہ اس آیت کا یہ ہوا۔

اور نہیں ہوگا اہل کتاب میں سے کوئی مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے مرنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

اور ماحصل ترجمہ یہ ہے کہ آئندہ زمانے میں ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ سب اہل کتاب اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ایمان لاویں گے یہی ایک معنی اس آیت کے موافق محاورہ عرب و قواعد نحو اور محاورہ کتاب و سنت کے صحیح ہیں اور اس کے ماسوا جتنے معنی ہیں سب غلط اور باطل ہیں۔ کیونکہ کسی معنی کی بناء پر لیؤمنن کا لفظ خالص استقبال کے لئے نہیں باقی رہتا۔ وہ چار معنی یہ ہیں۔

اوّل وہ جو عامہ تفاسیر میں منقول ہے کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف عائد ہے اور معنی یہ ہیں کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ ایمان لاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے مرنے سے پہلے یعنی نزع روح کے وقت اس تقدیر پر لیؤمنن کا خالص استقبال کے لئے نہ ہونا ظاہر ہے اس لئے یہ معنی باطل ہیں۔

دوسرے معنی وہ ہیں جو مرزا قادیانی نے مستقل طور پر (ازالہ اوہام ص۳۷۲، خزائن ج۳ ص۲۹۱) میں لکھے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ:

ہر اہل کتاب ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے ایمان رکھتا ہے قبل اس کے کہ وہ ایمان لاوے کہ مسیح اپنی موت سے مر گیا۔ ملخصاً:

یہ معنی بھی بسبب اس کے کہ اس تقدیر پر لیؤمنن خالص استقبال کے لئے نہیں رہتا ہے۔ باطل ہیں اور اس معنی مستقل کے بطلان کے اور بھی وجوہ ہیں۔ مگر ان کو اس بحث سے علاقہ نہیں ہے۔ اس لئے ہم ان کو یہاں بیان نہیں کرتے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان وجوہ کا ذکر ازالہ اوہام کے رد میں بہ بسط کیا جائے گا۔

تیسرے وہ معنی ہیں جو مرزا قادیانی نے (ازالہ اوہام ص۵۸۹، خزائن ج۳ ص۲۹۸) میں لکھے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ:

مسیح تو ابھی مرا بھی نہیں تھا کہ جب سے یہ خیالات شک وشبہ کے یہود ونصاریٰ کے دلوں میں چلے آتے ہیں۔ ملخصاً:

یہ معنی بھی اسی وجہ سے باطل ہیں کہ لیؤمنن اس تقدیر پر خالص استقبال کے لئے نہیں رہتا۔ بلکہ ماضی کے لئے ہو جاتا ہے۔

چوتھے وہ ہیں جو مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی سیالکوٹی مرید مخلص مرزا قادیانی نے (القول الجمیل ص۲۸) میں لکھے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

اور ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کے لئے ضروری ہے کہ اس بات کو اپنے مر جانے سے پیشتر ہی تسلیم کر لے۔

اس عبارت کا مطلب اگر یہ ہے کہ ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کو چاہئے کہ اس بات کو اپنے مرنے سے پہلے ہی تسلیم کرے۔ یعنی یہ جملہ انشائیہ ہے۔ جیسا کہ بعض عبارات القول الجمیل اس پر قرینہ ہے تو اس معنی کے غلط ہونے کی یہ وجہ ہے کہ صاحب القول الجمیل اس

مقام پر غلط فاحش کا مصدر ہوا۔ کیونکہ لیؤمنن میں لام مکسورہ لام امر سمجھا ہے۔ حالانکہ قرآن خواں اطفال بھی جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں نام مفتوحہ لام تاکید ہے اور آیت کے معنی ہیں کہ ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص اس بات کو اپنے مرنے سے پہلے تسلیم کر لیتا ہے۔ یعنی یہ جملہ خبر یہ ہے تو اس وقت لیؤمنن خاص استقبال کے لئے نہیں رہتا ہے۔ اس لئے یہ معنی غلط ہوئے اور وہ معنی اس آیت کے جو خاکسار نے اوپر بیان کئے۔ سلف میں سے ایک جماعت کثیرہ اسی طرف گئی ہے۔ ان میں سے ہیں۔ ابوہریرہؓ اور ابن عباسؓ اور ابو مالکؒ اور حسن بصریؒ وقتادہ وعبدالرحمن بن زید بن اسلم۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے: ”حدثنا ابن بشار حدثنا عبدالرحمن عن سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته. قال قبل موت عیسیٰ بن مریم قال العوفی عن ابن عباس مثل ذلك قال ابومالك فی قوله الا ليؤمنن به قبل موته قال ذلك عند نزول عیسیٰ وقبل موت عیسیٰ بن مریم علیه السلام لا یبقی احد من اهل الكتاب الا امن به وقال الضحاك عن ابن عباس وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته یعنی الیهود خاصة وقال الحسن البصری یعنی النجاشی واصحابه رواهما ابن ابی حاتم وقال ابن جبیر حدثنی یعقوب حدثنا ابورجاء عن الحسن وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته قال قبل موت عیسیٰ والله انه لحی عند الله ولكن اذا نزل آمنوا به اجمعون وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا علی بن عثمان اللاحقی حدثنا جویریة بن بشیر قال سمعت رجلاً قال للحسن یا ابا سعید قول الله عزوجل وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته قال قبل موت عیسیٰ ان الله رفع الیه عیسیٰ وهو باعثه قبل یوم القیامة مقاماً یؤمن به البر والفاجر وكذا قال قتادہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم وغیر واحد وهذا القول هو الحق كما سنبینه بعد بالدلیل القاطع انشاء الله وبه الثقة وعلیه التكلان (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۰۱)“

اور ابوہریرہؓ کا اس طرف جانا حدیث صحیحین سے ظاہر ہے۔ مخفی نہ رہے کہ مرزا قادیانی

نے اس معنی پر جس کو ہم نے صحیح اور حق لکھا ہے (ازالہ اوہام ص ۳۶۸، ۳۶۹، خزائن ج ۳ ص ۲۸۹)
میں چار اعتراض کئے ہیں۔ ان سب کا مسکت جواب بلطفہٖ تعالیٰ ہمارے پاس موجود ہے۔

اعتراض اوّل: آیت موصوفہ بالا صاف طور پر قاعدہ تعمیم کا فائدہ دیتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے لفظ سے تمام وہ اہل کتاب مراد ہیں۔ جو مسیح کے وقت میں یا مسیح کے بعد برابر ہوتے رہیں گے اور آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو آیت کو کسی خاص محدود زمانے سے متعلق اور وابستہ کرتا ہو۔ انتہیٰ:

جواب اس کا یہ ہے۔

اوّل ... یہ کہ آیت میں نون تاکید ثقیلہ موجود ہے۔ جو آیت کو خاص زمانہ مستقبل سے وابستہ کرتا ہے۔

دوم ... یہ کہ اس تعمیم کے موافق آپ کے معنی اوّل جو ازالہ اوہام میں لکھے گئے ہیں بھی باطل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے نزدیک لفظ اہل کتاب کا آیت موصوفہ میں ان سب اہل کتاب کو بھی شامل ہے جو مسیح کے وقت میں ان کو صلیب پر چڑھانے سے پہلے موجود تھے۔ حالانکہ ان کا بیان مذکورہ بالا پر ایمان رکھنا کہ اس کے سو وہ اس پر ایمان لاویں کہ مسیح طبعی موت سے مرا۔ غیر متصور ہے اور ایسا ہی آپ کے دوسرے معنی بھی باطل ہو جاتے ہیں۔" وھذا غیر خفی علی من له ادنی تامل"

اعتراض دوم:

احادیث صحیحہ باواز بلند پکار رہی ہیں کہ مسیح کے دم سے اس کے منکر خواہ اہل کتاب یا غیر اہل کتاب کفر کی حالت میں مریں گے۔

جواب اس کا یہ ہے:

اوّل ... یہ کہ آیت میں کہیں تصریح اس امر کی نہیں ہے کہ مسیح کے آتے ہی سب اہل کتاب مسیح پر ایمان لے آویں گے۔ بلکہ آیت میں تو صرف اس قدر ہے کہ مسیح کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں گے۔ پس ہو سکتا ہے کہ جن کفار کا علم الٰہی میں مسیح کے دم سے کفر کی حالت میں مرنا مقدر ہو۔ ان کے مرنے کے بعد سب اہل کتاب ایمان لے آویں۔

دوم ہو سکتا ہے کہ مراد ایمان سے یقین ہو نہ ایمان شرعی۔ جیسا کہ آپ کے دوسرے معنی کے موافق ایمان سے مراد ایمان شرعی نہیں ہے بلکہ یقین مراد ہے۔

اعتراض سوم

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ دجال بھی اہل کتاب میں سے ہوگا اور یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ مسیح پر ایمان نہیں لائے گا۔

اس کا جواب بھی اسی دو وجہ سے ہے۔ جو اعتراض دوم کے جواب میں لکھی گئیں۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔

اعتراض چہارم

مسلم میں موجود ہے کہ مسیح کے بعد شریر رہ جائیں گے۔ جن پر قیامت آئے گی۔ اگر کوئی کافر نہیں رہے گا تو وہ کہاں سے آ جائیں گے۔

جواب :- یہ اعتراض مرزا قادیانی کی شان سے نہایت مستبعد ہے۔ کیا مرزا قادیانی یہ نہیں خیال فرماتے کہ یقیناً دنیا میں ابتداءً ایک ایسا زمانہ بھی گزر چکا ہے کہ کوئی کافر نہ تھا۔ پھر یہ کفار جو اب تک موجود ہیں۔ کہاں سے آ گئے۔ جیسے یہ کفار ہو گئے ایسا ہی بعد عیسیٰ علیہ السلام کے بھی ہو جائیں گے۔

دوسری دلیل: یہ آیت سورۃ آل عمران کی ہے۔ ”ویکلم الناس فی المھد وکھلا ومن الصالحین (آل عمران:۴۶)“

اس آیت سے علماء نے استدلال حیات مسیح پر کیا ہے۔ تفسیر ابوالسعود میں ہے۔ ”وبہ استدل علی انہ علیہ السلام سینزل من السماء لما انہ علیہ السلام رفع قبل التکھل قال ابن عباس ارسلہ اللہ تعالیٰ وھو ابن ثلاثین سنۃ ومکث فی رسالتہ ثلاثین شھراً ثم رفعہ اللہ تعالیٰ الیہ“

تفسیر کبیر میں ہے: ”قال الحسین بن الفضل وفی ھذہ الآیۃ نص فی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سینزل فی الارض“

بیضاوی میں ہے: ”وبہ استدل علی انہ سینزل فانہ رفع قبل ان اکتھل“

جلالین میں ہے: ”یفید نزولہ قبل الساعۃ لانہ رفع قبل الکھولۃ“

معالم میں ہے: ”وقیل للحسین بن الفضل ھل تجد نزول عیسیٰ فی القرآن قال نعم قولہ وکھلا وھو یکتھل فی الدنیا وانما معناہ وکھلا بعد نزولہ من السماء“

یہ آیت اگرچہ فی نفسہا قطعیۃ الدلالۃ حیات مسیح پر نہیں ہے۔ مگر باانضمام آیت "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به (نساء:۱۵۹)" کے قطعی الدلالۃ ہوجاتی ہے اور اس بناء پر ایک حسن اس آیت میں یہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ "کلام فی المهد" ایک آیت اور معجزہ ہے۔ ایسا ہی "کلام فی الکهولة" معجزہ ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ اس زمان دراز تک جسم کا بغیر طعام وشراب کے زندہ رہنا اور اس میں کچھ تغیر نہ آنا خارق عادت ہے۔ ورنہ "کلام فی الکهولة" تو سب ہی کیا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح کا اس میں کیا کمال ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے فہرست نعم جلیلہ میں ذکر فرمایا ہے۔

دلیل سوم

سورۂ نساء میں ہے۔ "وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما (نساء:۱۵۷،۱۵۸)"

یہ آیت بھی "فی نفسہا" اگرچہ قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر نہیں ہے۔ مگر ظاہر اس سے "رفع الروح مع الجسد" ہے۔ کیونکہ "وما قتلوه" اور "وما صلبوه" کے ضمیر منصوب کا مرجع تو قطعاً روح مع الجسد ہے۔ پس یہ امر دال ہے۔ اس پر کہ مرجع رفع کے ضمیر منصوب کا بھی روح مع الجسد ہے۔ علی الخصوص جب آیت "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به" اس کے ساتھ ضم کی جاوے تو یہ بھی قطعی الدلالت ہوجاتی ہے۔

دلیل چہارم

سورۂ زخرف میں "وانه لعلم للساعة فلا تمترن بها واتبعون هذا صراط مستقيم (زخرف:۶۱)"

یہ آیت بھی "فی نفسہا" اگرچہ قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر نہیں ہے۔ مگر ظاہر یہی ہے۔ کیونکہ ارجاع ضمیر "انہ" کا طرف قرآن مجید کے بالکل خلاف سیاق وسباق ہے۔ پس ضرور مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔ اب یہاں تین احتمال ہیں۔ یا حدوث مقدر مانا جاوے یا ارادہ معجزات یا نزول۔ اول باطل ہے۔ اس لئے کہ ہمارے آنحضرت ﷺ کا حدوث علامت قربیہ قیامت کے ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔

"بعثت انا والساعة كهاتين (بخاری ج۲ ص۹۶۳، مسلم ج۲ ص۴۰۶)"

پس حضرت عیسیٰ کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں اور ایسا ہی احتمال دوم بھی باطل ہے۔ کیونکہ

معجزات سب دلالت علی قدرۃ اللہ تعالیٰ میں برابر ہیں۔ تخصیص معجزات عیسویہ کی کیا ہے۔ جس شخص کا کوئی امر خلاف عادت ہو۔ وہی زیادہ مستحق ہے۔ خاص کر جب کہ آیت "وان من اهل الکتاب" جو قطعی الدلالت ہے اور احادیث صحیحہ بخاری و مسلم اس کی تفسیر میں واقع ہوئی ہیں تو اس حیثیت میں یہ آیت بھی قطعی الدلالۃ حیات مسیح پر ہوگی۔

دلیل پنجم

آیت "وما آتاکم الرسول فخذوه ومانهاکم عنه فانتهوا (حشر:۷)"

ہے۔ جو موافق اس آیت کے جو احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کی گئی تو بکثرت اس باب میں احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ جن کا تواتر تو مرزاقادیانی نے ازالہ اوہام ص۵۵۷، خزائن ج۳ ص۴۰۰) میں تسلیم فرمایا ہے۔ ان میں سے حدیث متفق علیہ ابوہریرہؓ کی ہے: "قال قال رسول اللہﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتیٰ لا یقبله احد حتیٰ تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیها ثم یقول ابوهریرةؓ فاقرأوا ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته (بخاری ج۱ ص۴۹۰، مسلم ج۱ ص۸۷)"

معنی حقیقی ابن مریم کے عیسیٰ بن مریم ہیں اور صارف یہاں کوئی موجود نہیں۔ بلکہ آیت "وان من اهل الکتاب" اس معنی کی تعیین کر رہی ہے۔ پس نزول عیسیٰ متعین ہوگیا۔ اس سے ظاہر یہی ہے کہ وہ زندہ ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے: "وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا احمد بن عبدالرحمن حدثنا عبداللہ بن جعفر عن ابیه حدثنا الربیع بن انس عن الحسن انه قال فی قوله تعالیٰ انی متوفیک یعنی وفاة المنام رفعه اللہ فی منامه قال الحسن قال رسول اللہﷺ للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۴۰)"

یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے۔ لیکن "وان من اهل الکتاب" اس کی صحت کی شاہد ہے۔ یہ تمام چار آیات اگرچہ ہر واحد ان میں سے مستقل دلیل قطعی حیات مسیح علیہ السلام پر نہیں۔ مگر تاہم بہ نسبت ان تیس آیات کے جو مرزاقادیانی نے ازالہ اوہام میں واسطے اثبات وفات

حضرت مسیح کے لئے نکلتی ہیں۔ یہ آیات قوی الدلالۃ حیات مسیح پر ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ مرزا قادیانی نے جن آیات سے وفات مسیح علیہ السلام کے لئے نکالی ہیں، سو ان کا جواب اجمالی یہ ہے کہ یہ آیات تین قسم کی ہیں۔

اول..... وہ جن میں لفظ "توفی" یا مشتقہ حضرت مسیح کی نسبت واقع ہوا ہے۔

دوم..... وہ آیات جو عموماً سب انبیاء گذشتہ کی وفات پر دلالت کرتی ہیں۔

سوم..... وہ آیات کہ نہ ان میں حضرت مسیح کی وفات کا خصوصاً ذکر ہے نہ عموماً صرف مرزا قادیانی نے ان سے محض اجتہاد استنباط وفات کیا ہے۔

قسم اول کا جواب یہ ہے کہ بعد فرض یا تسلیم اس کے کہ لفظ توفی کے حقیقی معنی موت یعنی قبض روح کے ہیں اور دوسرے معنی مجازی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آیت "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته" سے جو قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ ہے، حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہوگئی تو اب یہ آیت صاف ہوگئی۔ آیات مذکورہ کے حقیقی معنی مراد نہیں لئے جائیں گے۔ آیات "توفی" کے معنی مجازی پر محمول کی جاویں گی اور وہ معنی مجازی جو یہاں مراد ہو سکتے ہیں، وہ اخذ تام یا قبض ہے، جس کو اردو میں پورا لینا کہتے ہیں اور توفی کا استعمال بمعنی اخذ تام وقبض لغت سے ثابت ہے۔

قاموس میں ہے: "وأوفى عليه اشرف وفلانا حقه اعطاه وافيا كتوفاه ووفاه فاستوفاه وتوفاه"

صحاح میں ہے: "أوفاه حقه ووفاه بمعنى أي أعطاه حقه وافيا واستوفى حقه وتوفاه"

مصباح المنیر میں ہے: "وتوفيته واستوفيته بمعنى"

مجمع البحار میں ہے: "واستوفيت حقي اي اخذته تاما"

صراح میں ہے: "ايفاء گزاردن حق کسے بتمام وكذلك منه ارفاه حقه ووفاه استيفاء توفى تمام گرفتن حق"

قسطلانی میں ہے: "التوفي اخذ الشيء وافيا والموت نوع منه"

اور دوسرے معنی مجازی "اماتت" ہیں۔ جن کو اردو میں مار ڈالنا کہتے ہیں اور "توفی" بمعنی اماتت قرآن مجید سے ثابت ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ زمر میں: "الله يتوفى الانفس حين موتها والتي لم تمت في منامها فيمسك التي قضى عليها الموت ويرسل الاخرى (الزمر:۴۲)"

اور فرمایا سورہ انعام میں ''وهو الذی یتوفاكم باللیل ویعلم ماجرحتم بالنهار ثم یبعثكم فیه لیقضی اجل مسمی (انعام - ٦٠)''

اور قسم دوم کا جواب بعد تسلیم کے یہ ہے کہ آیت ''وان من اهل الکتاب'' جو قطعی الدلالۃ ہے۔ ان آیات کی مخصص واقع ہوئی ہے۔

اور قسم سوم کا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض تسلیم کیا جاوے کہ الفاظ ''فی نفسها'' ان معانی کے محتمل ہیں جو مرزا قادیانی نے بیان کئے ہیں۔ لیکن آیت ''وان من اهل الکتاب'' جو قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ ہے۔ ان احتمالات کو رد کرتی ہے۔ لہٰذا وہ معنی باطل ہو گئے۔ صحیح معنی ان آیات کے وہ ہیں جو تفاسیر معتبرہ میں مذکور ہیں اور وہ موافق ہیں آیت ''وان من اهل الکتاب'' کے اور جواب تفصیلی ان آیات کا جن کو مرزا قادیانی نے واسطے ثبوت وفات پیش کیا ہے۔ ازالہ اوہام کے جواب میں انشاء اللہ بسط لکھا جاوے گا۔

''وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام علی خير خلقه محمد وآله وصحبه اجمعين''

محمد بشیر سہسوانی کا دوسرا پرچہ

بسم الله الرحمن الرحیم. اللهم انصر من نصر الحق واخذل الباطل واجعلنا منهم واخذل من خذل الحق ونصر الباطل ولا تجعلنا منهم اما بعد!

واضح ہو کہ مرزا قادیانی نے بہت امور کا جواب اپنی تحریر میں نہیں دیا ہے۔ ناظرین کو مطالعہ سے معلوم ہو جاوے گا اور اصل امور بحث خاکسار کی تحریر میں توضیح کی ہے۔ مرزا قادیانی نے اس کے جواب میں نہ کوئی عبارت کسی کتاب نحو کی نقل کی اور نہ ان عبارات میں جو خاکسار نے نقل کی تھیں۔ کچھ جرح کی۔

اور یہ امر بھی قابل تنبیہ ہے کہ میری اصل دلیل حیات مسیح علیہ السلام پر آیت اولیٰ ہے۔ میرے نزدیک یہ آیت اس مطلوب پر دلالت کرنے میں قطعی ہے۔ دوسری آیات محض تائید کے لئے لکھی گئی ہیں۔ مرزا قادیانی کو چاہئے کہ اصل بحث آیت اولیٰ کی رکھیں۔ دوسری آیات تو محض واسطے تائید کے تصور فرمائیں۔

قولہ۔ (قادیانی) یہ بات صحیح نہیں ہے کہ مسئلہ وفات حیات مسیح میں بار ثبوت اس عاجز کے ذمہ ہے۔

اقول۔ (محمد بشیر) اس میں کلام ہے۔ سنئے اور سمجھئے۔

اوّل ... یہ کہ جب حسب ارشاد آپ کے بار ثبوت حیات خود خاکسار نے اپنے ذمے لے لیا ہے تو اب یہ بحث بے فائدہ ہے۔

دوم ... بار ثبوت وفات کا آپ کے ذمے نہ ہونا خاکسار کی سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ کیونکہ آپ نے توضیح مرام میں دعویٰ کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام دنیا میں نہ آویں گے اور جو دلیل اس پر پیش کی ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ مسیح وفات پا چکے اور جو کوئی وفات پا چکا ہے وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور جو جنت میں جاتا ہے وہ جنت سے نکالا نہیں جاتا۔ پس یہ دلیل متضمن تین مقدموں کو ہے اور دلیل کے ہر مقدمہ کا بار ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے۔

سوم ... آپ نے اپنے خط موسومہ مولوی محمد حسین صاحب نمبر ۱۲ میں لکھا ہے:

جناب آپ خوب جانتے ہیں کہ اصل امر اس بحث میں جناب مسیح ابن مریم کی وفات ہے اور میرے الہام میں بھی یہی اصل قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ الہام یہ ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو (اے مرزا قادیانی) آیا ہے۔ سو پہلا اور اصل امر الہام میں بھی یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔

پس وفات مسیح ابن مریم آپ کا مستقل دعویٰ ہے اس لئے بار ثبوت وفات آپ کے ذمہ ہے۔ بالجملہ بار ثبوت وفات دو حیثیت سے آپ کے ذمہ ہے۔ ایک اس حیثیت سے کہ یہ اصل دعویٰ آپ کا ہے۔ دوسرے اس حیثیت سے کہ مسیح موعود ہونے کے دعویٰ کی دلیل کا یہ ایک مقدمہ ہے۔

چہارم ... اگر بار ثبوت آپ کے ذمہ نہیں ہے تو پھر کاہے کو بحث آپ نے کیوں کیا کہ آپ نے ادلہ وفات مسیح توضیح مرام و ازالہ اوہام میں بہ بسط تمام بیان کئے۔

قول ... (قادیانی) مولوی صاحب نے اس کامیابی کی امید پر کہ کسی طرح آیت موصوفہ بالاقطعیۃ الدلالت ہو جاوے۔ یہ ایک جدید قاعدہ یوں فرمایا ہے کہ آیت کے لفظ ”لیؤمنن“ میں نون تاکید ہے اور نون تاکید مضارع کو خالص استقبال کے معنی کر دیتا ہے۔

اقول ... (محمد بشیر) اس قاعدہ کو جدید کہنا نہایت محل استبعاد ہے۔ اگر مرزا قادیانی میری کل تحریر کو غور سے پڑھ لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ ازہری اور ملا جامی اور عبدالحکیم اور صاحب مغنی اور شیخ زادہ نے اس قاعدہ کی تصریح کی ہے اور سب کتب نحو میں یہ قاعدہ مرقوم ہے۔ کسی نے اس میں خلاف نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مبتدی نحو خوان اطفال بھی جانتے ہیں کہ نون تاکید مضارع کو بمعنی استقبال کر دیتا ہے۔

قول...... (قادیانی) چنانچہ انہوں نے اپنے خیال میں اس مدعا کے اثبات کے لئے قرآن کریم سے تفسیر کے طور پر ایسے الفاظ نقل کئے ہیں۔ جن کی وجہ سے ان کے زعم میں مضارع استقبال ہو گیا ہے۔

اقول..... (محمد بشیر) خاکسار کی اصل وکل اتفاق آئمہ نحات کا ہے۔ اس قاعدہ پر اس کا جواب مرزا قادیانی نے مطلق نہیں دیا۔ ہاں آیات اس قاعدہ کی تائید کے لئے البتہ نقل کی ہیں۔ مرزا قادیانی پر واجب ہے کہ اس قاعدہ کو توڑنے کے لئے کوئی عبارت کسی کتاب معتبر نحو کی پیش کریں۔

قول... (قادیانی) کیا استقبال کے طور پر یہ دوسرے معنی بھی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا۔

اقول..... (محمد بشیر) کلام تو یہ ہے کہ اس معنی کا مدار اس پر ہے کہ احتضار کے وقت ہر شخص پر وہ حق کھل جاتا ہے جس کو وہ نہ جانتا تھا۔ جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے اور یہ امر نفس الامر میں تینوں زمانوں کو شامل ہے۔ یعنی نزول آیت کے قبل کا زمانہ اور وقت نزول کا زمانہ اور بعد کا زمانہ۔ اب آیت اگر خالص استقبال کے لئے سمجھی جاوے تو یہ شبہ ہوگا کہ یہ امر زمانہ حال کو شامل نہیں ہے اور یہ خلاف نفس الامر ہے۔ یعنی اس کلام میں یہ عیب ہوا کہ خلاف نفس الامر کا موہم ہے اور قاعدہ کلی نہیں ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اس آیت میں وعید ہے اہل کتاب کے لئے اور تحریض ہے ان کو ایمان لانے پر قبل اس کے کہ مضطر ہوں اس کی طرف۔ جیسا کہ بیضاوی وغیرہ میں لکھا ہے اور اس وعید و تحریض سے وہی اہل کتاب مستفع ہو سکتے ہیں جو بعد نزول آیت کے مرنے والے ہیں۔ نہ وہ جو پہلے مر چکے اور نہ وہ جو وقت نزول کے زہوق روح کی حالت میں تھے۔ اس فائدہ کے لئے تخصیص استقبال کی گئی تو جواب یہ ہے کہ اگر یہ لفظ اختیار کیا جاتا جو تینوں زمانوں کو شامل ہوتا تو بھی وعید و تحریض ان اہل کتاب کی حاصل ہوتی جو بعد نزول آیت کے مرنے والے ہیں اور خلاف نفس الامر کا بھی موہم نہ ہوتا۔ یعنی بجائے "لیؤمنن" کے لفظ "یؤمن" اختیار کیا جاتا۔ یعنی یوں کہا جاتا۔ "وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ"

یہ عبارت بھی اسی معنی کی ہے کہ اس میں وعید و تحریض جو مطلوب ہے وہ بھی حاصل ہے اور موہم خلاف نفس الامر بھی نہیں ہے اور اختصار بھی حاصل ہے۔ یعنی لام بانون نہیں۔ یعنی قرآن مجید کی بلاغت سے دور اور نکمی گئی ہے۔ خلاف ہے کہ کسی مقصد کو چھوڑ کر بجائے اس کے

ہاں کیا یہی مقتضائے دیانت و انصاف ہے کہ جس چیز کو وہ خود نفس الامر میں غیر صحیح جانتے ہیں۔ اس کو مقابلہ خصم میں صحیح بتادیں تو یہ مناظرہ ہوا یا محض چالبازی ٹھہرا۔

قولہ (قادیانی) یہی آیت نظیر کیا خوب پیش فرماتے ہیں "ولنولینک قبلة ترضها فول وجهك شطر المسجد الحرام (بقرہ:۱۴۴)" اب ظاہر ہے کہ اس جگہ دوامی مراد ہے۔

اقول (محمد بشیر) قرآن مجید میں "فلنولینک" ہے نہ "ولنولینک" جیسا کہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔ یہاں ارادہ دوامی تحقق غلط ہے۔ بلکہ یہاں تولی مستقبل مراد ہے۔ بچند وجوہ:

اول: یہ کہ بیضاوی میں مرقوم ہے۔ "فول وجهك واصرف وجهك شطر المسجد الحرام" "نحوه وجهته" "واصرف وجهك" کے تحت میں لکھتے ہیں۔ "ولم يجعله من المتعدي الى المفعولين فان يكون شطر مفعوله الثاني لان ترتبه بالفاء وكونه انجاز الموعد بان الله تعالى يجعل النبي مستقبلا القبلة او قريباً من سمتها مان يأمر بالصلوة اليها يناسبه ان يكون النبي مأموراً بصرف الوجه اليها لا بان يجعل نفسه مستقبلاً اياها اوقريباً من جهتها"

اس عبارت میں صاف ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے قول "فلنولینک" میں وعدہ فرمایا اور "فول وجهك" کے ساتھ اس کا انجاز کیا۔

دوم: یہ کہ اگر یہاں حال مراد لیا جاوے تو "فلنولینک" کے یہ معنی ہوں گے۔ ہم پھیرتے ہیں ہم تجھ کو اور پھیرنے سے یہ تو مراد نہیں کہ ہم تجھ کو ہاتھ پکڑ کے قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم تجھ کو قبلہ کی طرف پھرنے کا حکم کرتے ہیں۔ اس تقدیر پر قول اللہ تعالیٰ کا "فول وجهك" زائد ولا حاصل ہوگا۔

سوم: یہ کہ شاہ ولی اللہ و شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالقادر نے ترجمہ اس لفظ کا بمعنی مستقبل کیا ہے۔ عبارت شاہ ولی اللہ کی یہ ہے۔ "پس متوجہ گردانیم ترا البتہ بقبلہ کہ خوشنود شوی۔"

لفظ شاہ رفیع الدین کا یہ ہے۔ "پس البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو اس قبلہ کو کہ پسند کرے اس کو" شاہ عبدالقادر کا ترجمہ یہ ہے۔ "سو البتہ پھیریں گے تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے۔"

قولہ (قادیانی) اور ایسا ہی یہ آیت "وانظر الى الهك الذي ظلت عليه عاكفاً لنحرقنه (طہ:۹۷)"

اقول..... (محمد بشیر) ارادہ حال اس آیت میں غلط ہے بدووجہ:

اوّل ... یہ کہ آیت میں وعید ہے اور جس چیز کی وعید کی جاتی ہے وہ اس کے بعد متحقق ہوتی ہے۔ پس استقبال یہاں متعین ہوا۔

دوم یہ کہ تراجم ثلاثہ سے معنی استقبال واضح ہیں۔ عبارت شاہ ولی اللہ کی یہ ہے: "البتہ بسوزانیم آن را پس پراگندہ سازیم آن را۔"

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے: "البتہ جلا دیں گے ہم اس کو پھر اڑا دیں گے ہم اس کو۔"

لفظ شاہ عبدالقادرؒ کا یہ ہے: "ہم اس کو جلا دیں گے پھر بکھیر دیں گے۔"

ان دونوں آیتوں میں جو مرزا قادیانی نے حال کے معنی سمجھے تو منشاء غلط یہ معلوم ہوتا ہے کہ استقبال دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک استقبال قریب دوسرا استقبال بعید۔ مرزا قادیانی استقبال قریب کو قرب کی وجہ سے حال سمجھ گئے ہیں۔

قولہ... (قادیانی) اور دوسری آیات جو حال اور استقبال کے سلسلہ متصلہ و پر استمرار کے طور پر مشتمل ہیں۔ ان کی نظیر ذیل میں پیش کرتا ہوں۔ پہلی یہ آیت: "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (عنکبوت:۶۹)"

اقول..... (محمد بشیر) اس میں کلام ہے بدووجہ:

اوّل ... یہ کہ یہ امر مسلّم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ مجاہدہ کرنے والوں کو اپنی راہیں دکھلایا کرتا ہے۔ لیکن یہاں اس عادت کا بیان مقصود نہیں۔ مقصود بالذات صرف وعدہ ہے اور امر موعود وعدہ کے بعد متحقق ہوتا ہے۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی نے آیت "وان من اھل الکتاب" کے معنی دوم کی تائید میں بیان فرمایا ہے اور تصریح خاص استقبال کی کی ہے۔ حالانکہ اہل کتاب کا زہوق روح کے وقت ایمان لانا امر مستمر ہے۔ خصوصیت کسی زمانہ کی اس میں نہیں۔

دوم ... یہ کہ تراجم ثلاثہ تعیین استقبال کرتے ہیں۔ لفظ شاہ ولی اللہ کا یہ ہے: "وآنانکہ جہاد کردند در راہ ما البتہ دلالت کنیم ایشاں را براہ ہائے خود"

عبارت شاہ رفیع الدینؒ یہ ہے: "اور جن لوگوں نے محنت کی بیچ راہ ہمارے کے البتہ دکھا دیں گے ہم ان کو راہیں اپنی۔"

عبارت شاہ عبدالقادرؒ کی یہ ہے: "اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں۔"

قول...... (قادیانی) دوسری آیت یہ ہے "کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی"
اقول...... (محمد بشیر) یہاں ارادہ امر قطعاً باطل ہے اور ارادہ استقبال متعین ہے دو وجہ:
اول... چنانچہ بخاری میں لکھا ہے "کتب اللہ فی اللوح لاغلبن انا ورسلی بالحجة" ظاہر ہے کہ لوح محفوظ میں جب لکھا ہے اس وقت اور اس سے پہلے غلبہ متصور نہیں ہے۔ کیونکہ غلبہ کے لئے غالب و مغلوب ضروری ہے۔ اس وقت نہ رسل تھے نہ ان کی امت تھی۔ یہ سب بعد ان کے ہوئے ہیں۔
دوم...... تراجم ثلاثہ استقبال پر دلالت کرتے ہیں۔ ترجمہ شاہ ولی اللہ کا یہ ہے: "حکم کردہ خدا البتہ غالب شوم من و رسولان من۔"
ترجمہ شاہ رفیع الدین کا یہ ہے: "لکھ رکھا ہے خدا نے البتہ غالب آؤں گا میں اور پیغمبر میرے۔"
ترجمہ شاہ عبدالقادر کا یہ ہے: "اللہ لکھ چکا کہ میں زبر ہوں گا اور میرے رسول۔"
قول... (قادیانی) تیسری آیت یہ ہے: "من عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینه حیوة طیبة ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون (نحل:۹۷)"
اقول...... (محمد بشیر) اس آیت میں بھی استقبال مراد ہے بچند وجوہ:
اول...... چونکہ یہ وعدہ ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں مرقوم ہے: "ھذا وعد من اللہ تعالیٰ لمن عمل صالحاً وھو العمل المتابع لکتاب اللہ وسنة نبیه ﷺ من ذکر او انثی من بنی آدم وقلبه مؤمن باللہ ورسوله وان ھذا العمل المأمور به مشروع من عند اللہ بان یحییه اللہ حیوة طیبة فی الدنیا وان یجزیه باحسن ما عمله فی الدار الآخرة (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۱۱۰)"
اور جس کا وعدہ ہوتا ہے وہ تحقق وعدہ کے بعد پائی جاتی ہے۔
دوم...... تراجم ثلاثہ سے استقبال معلوم ہوتا ہے۔ ترجمہ شاہ ولی اللہ کا یہ ہے: "ہر کہ عمل نیک کرد مرد باشد یا زن و او مسلمان است ہر آئینہ زندہ کنیم او را بزندگی پاک۔"
ترجمہ شاہ رفیع الدین کا یہ ہے: "جو کوئی کرے اچھے کام مردوں سے یا عورتوں سے اور وہ ہو ایمان والا پس البتہ زندہ کریں گے ہم اس کو زندگی پاکیزہ۔"

عبارت شاہ عبدالقادرؒ یہ ہے: "جس نے کیا نیک کام مرد ہو یا عورت ہو اور وہ یقین پر ہے تو اس کو ہم جلا دیں گے ایک اچھی زندگی۔"

قولہ...... (قادیانی) چھٹی آیت یہ ہے: "ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز (حج:۴۰)"

اقول...... (محمد بشیر) یہاں استقبال مراد ہے۔ بچند وجوہ:

اوّل: یہ کہ یہ وعدہ مہاجرین و انصار سے ہے۔ "قال البیضاوی وقد انجز وعدہ بان سلط المہاجرین والانصار علی صنادید العرب واکاسرۃ العجم وقیاصرتہم واورثہم ارضہم ودیارہم" اور جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ چیز بعد زمانہ وعدہ کے پائی جاتی ہے۔

دوم... یہ کہ تراجم ثلاثہ میں استقبال مصرح ہے۔ عبارت شاہ ولی اللہؒ یہ ہے: "والبتہ نصرت خواہد داد خدا کسے را کہ قصد نصرت دین او مے کند۔"

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے: "اور البتہ مدد دیوے گا اللہ اس کی کہ مدد دیتا ہے اس کی۔"

لفظ شاہ عبدالقادرؒ کا یہ ہے: "اور اللہ مقرر مدد دیوے گا اس کی جو مدد کرے گا اس کی۔"

قولہ... (قادیانی) پانچویں آیت یہ ہے: "والذین آمنوا وعملوا الصالحات لندخلنہم فی الصالحین (عنکبوت:۹)"

اقول... (محمد بشیر) یہاں بھی مستقبل مراد ہے۔ بدو وجہ:

اوّل... یہ کہ یہ وعدہ ہے اور جس چیز کا وعدہ دیا جاتا ہے وہ وقت وعدہ کی محقق نہیں ہوتی ہے۔ بعد کو پائی جاتی ہے۔

دوم... تراجم ثلاثہ اس پر دال ہیں۔ عبارت شاہ ولی اللہؒ یہ ہے: "وآنانکہ ایمان آوردند وکارہائے شائستہ کردند البتہ در آریم ایشاں را در زمرہ شائستگان۔"

لفظ شاہ رفیع الدینؒ کا یہ ہے: "اور وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے البتہ داخل کریں گے ہم ان کو بیچ صالحوں کے۔"

لفظ شاہ عبدالقادرؒ کا یہ ہے: "اور جو لوگ ایمان لائے اور بھلے کام کئے ہم ان کو داخل کریں گے نیک لوگوں میں۔"

آپ کا مقصد اور مطلب لازم آوے کہ یہاں ہو عادت کا بلکہ یہ تو وعدہ ہے۔

قولہ... (قادیانی) اب میں آپ کے اس قاعدہ کو توڑ چکا کہ نون ثقیلہ کے داخل ہونے سے خواہ مخواہ اور ہر ایک جگہ خاص طور پر استقبال کے معنی ہی ہوا کرتے ہیں۔

اقول... (محمد بشیر) یہ تو معلوم ہوا کہ آپ نے جتنی آیتیں ذکر کی ہیں۔ سب میں مراد معنی مستقبل ہے۔ نہ حال اور نہ استمرار۔

قولہ... (قادیانی) اور آپ کو معلوم ہے کہ تمام مفسرین قدیم وجدید جن میں عرب کے رہنے والے بھی داخل ہیں۔ لیومنن کے لفظ کے حال کے معنی بھی کرتے ہیں۔

اقول... (محمد بشیر) ان لوگوں کے کلام میں کہیں تصریح حال کی نہیں ہے۔ محتمل ہے کہ ان کی مراد استقبال ہو۔ جیسا کہ آپ خود اوپر لکھ چکے ہیں۔ کیا استقبال کے طور پر دوسرے معنی بھی نہیں ہو سکتے کہ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لاتے۔ دیکھو یہ بھی تو خاص استقبال ہی ہے۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ پھر اس دوسرے معنی کا رد قاعدہ مقررہ نحاۃ کے موافق کیسے ہوگا۔ تو جواب یہ ہے کہ بے شک اس صورت میں قاعدہ مقررہ کی بنا پر ابطال نہ ہو سکے گا۔ بلکہ اس کا رد مضبوط ہوا۔ امر آخر پر جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔ یعنی یہ کہ اس صورت میں کلام الٰہی بعض وجہ بلاغت سے نازل ہوا جاتا ہے۔ "فليتأمل فانه احرى بالتأمل"

قولہ.. (قادیانی) اور آپ نے تفسیر ابن کثیر کے حوالے سے جو لکھا ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام ہوگا اور کوئی اہل کتاب میں سے نہیں ہوگا جو اس کے نزول کے بعد اس پر ایمان نہیں لائے گا۔ یہ بیان آپ کے لئے کچھ مفید نہیں۔ (الیٰ قولہ) اور پھر اس قول کو ما نحن فیہ سے تعلق کیا ہے۔

اقول... (محمد بشیر) اس مقام پر آپ نے میرے کلام کو غور سے ملاحظہ نہیں فرمایا۔ میرا مطلب وہ نہیں جو آپ سمجھے ہیں۔ میرا مطلب تو عبارت ابن کثیر کی نقل سے صرف اس قدر ہے کہ یہ معنی بعض نے اختیار کئے ہیں۔ اس طرف ایک جماعت سلف میں سے گئی ہے اور یہ امر میری تحریر میں مصرح ہے۔ چنداں غور کا بھی محتاج نہیں ہے۔

قولہ... (قادیانی) واضح رہے کہ آپ اس عاجز کے اعتراضات کو جو ازالہ اوہام میں آیت موصوفہ بالا کے ان معنوں پر وارد ہوتے ہیں جو آپ کرتے ہیں۔ اٹھا نہیں سکے۔ بلکہ رکیک عذرات سے میرے اعتراضات کو اور بھی ثابت کر دیا۔

اقول..... (محمد بشیر) میرے ادلہ کا قوی ہونا ابھی ثابت ہو چکا۔ پس یہ آپ کا فرمانا بجا سے خود نہیں ہے۔

قول..... (قادیانی) آپ کے نون ثقیلہ کا حال تو معلوم ہو چکا۔

اقول ... (محمد بشیر) آپ نے نون ثقیلہ کے بارہ میں جو کچھ تقریر فرمایا وہ سب "ھباء منبثا" ہو گیا۔

قول ... (قادیانی) اور "لیؤمنن" کے لفظ کی تعمیم بدستور قائم رہی۔

اقول .. (محمد بشیر) جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ نون مضارع کو خالص استقبال کے لئے کر دیتا ہے تو اب تعمیم کہاں قائم رہی۔

قول۔ (قادیانی) اب فرض کے طور پر اگر آیت کے یہ معنی لئے جاویں کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کے وقت جس قدر اہل کتاب ہوں گے۔ سب مسلمان ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ابو مالک سے آپ نے روایت کیا ہے تو مجھے مہربانی فرما کر سمجھاویں کہ یہ معنی کیونکر درست ٹھہر سکتے ہیں۔

اقول... (محمد بشیر) آپ نے اس معنی کی تقریر میں جو میرے نزدیک مسلّم ہیں تھوڑی سی خطا کی ہے۔ آیت کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت جس قدر اہل کتاب ہوں گے سب مسلمان ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اور ان کی موت سے پہلے ایک زمانہ ایسا ضرور ہوگا کہ اس وقت کے اہل کتاب سب مسلمان ہو جائیں گے اور ابو مالک کے کلام کا بھی یہی مطلب ہے۔ ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے۔

قول.. (قادیانی) آپ تسلیم کر چکے ہیں۔ (الی قولہ) پھر اس لفظ کے لانے سے فائدہ کیا ہے۔

اقول ... (محمد بشیر) حضرت من! اس مقام پر بھی آپ نے میرے مطلب پر مطلق غور نہیں کیا۔ اس لئے میں پھر اس تقریر کا اعادہ کرتا ہوں۔ امید ہے کہ اگر آپ توجہ فرمائیں گے تو سمجھ میں آ جائے گا اور تسلیم بھی کر لیجئے گا۔

حاصل میری کلام کا یہ ہے کہ آپ کے اعتراض کا جواب بدو طور ہے:

اوّل .... یہ کہ آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے نزول کے فوراً بعد سب اہل کتاب ایمان لے آویں گے۔ بلکہ یہ کہ بعد نزول مسیح اور قبل موت مسیح ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ میں سب اہل کتاب ایمان لے آویں گے۔ پس احادیث صحیحہ اس کے منافی نہ ہوئیں۔ کیونکہ جو کفار مسیح کے دم سے مرنے والے ہوں گے وہ پہلے مریں گے۔ باقی ماندہ سب ایمان لے آویں گے۔

دوم .. یہ کہ مراد ایمان سے یقین ہو نہ ایمان شرعی۔ اس تقریر پر بھی احادیث صحیحہ آیت کے اس معنی کے معارض نہیں ٹھہرتی ہیں۔ اہل علم مقصود رفع تعارض ہے جو آپ نے آیت کے معنی اور

احادیث صحیحہ میں بیان فرمائی ہے۔ آپ معلوم نہیں کہ کہاں سے کہاں چلے گئے۔ غور کر کے جواب لکھا کیجئے۔ اب انصاف سے غور فرمایئے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ ان کا لفظ تو ایسا کامل حصر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک فرد بھی باہر رہ جائے تو یہ لفظ بے کار اور غیر موثر ٹھہرتا ہے۔ کیسا بے محل ہے۔ کیونکہ جس زمانہ کے لئے یہ حصر کیا گیا ہے۔ اس کی نسبت پورا حصر ہے اور ایسا ہی یہ فرمانا کہ اول تو آپ نے ان کے لفظ سے زمانہ قبل از نزول کو باہر کیا۔ پھر اب زمانہ بعد از نزول میں بھی اس کا پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا تو پھر اس لفظ کے لانے سے کیا فائدہ ہوگا۔ محض بے موقع ہے۔ کیونکہ خاکسار نے از خود زمانہ قبل از نزول کو باہر نہیں رکھا اور نہ زمانہ بعد از نزول میں پورا پورا اثر ہونے سے انکار کیا۔ بلکہ یہ تو مقتضی قرآن شریف والفاظ حدیث ہے جو کلام الٰہی میں واقع ہوا ہے اور ایسا ہی آپ کا یہ فرمانا کہ اب اگر ان کفار کو جو کفر پر مر گئے مؤمن ٹھہراتے ہیں یا اس جگہ ایمان سے مراد یقین رکھتے ہیں تو اس دعویٰ پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ محض بے ربط ہے۔ کیونکہ خاکسار اس مقام پر مدعی ان کے ایمان کا ہے اور نہ مدعی اس امر کا ہے کہ مراد ایمان سے یقین ہے۔ مقصود اس مقام پر صرف دفع تناقض ہے جو آپ نے درمیان آیت و احادیث کے سمجھا ہے۔ اس امر کے فیصلہ کے لئے خاکسار آپ کے دو معتقد خاص حکیم نورالدین اور مولوی سید محمد احسن امروہی کو حکم تسلیم کرتا ہے کہ آپ میری اس کلام کا مطلب بالکل نہیں سمجھے۔

قولہ (قادیانی) یا حضرت آپ ان آیتوں پر متوجہ ہوں۔ (الیٰ قولہ) اب دیکھئے کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ کا صاف وعدہ ہے کہ قیامت کے دن تک دونوں فرقے یہودی اور نصاریٰ رہیں گے۔

اقول (محمد بشیر) اس میں کلام ہے۔ چند وجہ:

اوّل۔ یہ کہ آیت ''وان من اہل الکتٰب (نساء:۱۵۹)'' میں صاف وعدہ ہے کہ قبل موت حضرت عیسیٰ نبی اسلام کے سب اہل کتاب مؤمن ہو جائیں گے۔ پس یہ آیت مخصص ہے آیت ''وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ (آل عمران:۵۵)'' کی۔

دوم۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ قبل قیامت سب شریر رہ جائیں گے۔ جن پر قیامت قائم ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ آیت عام مخصوص البعض ہے۔

قولہ… (قادیانی) پھر اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ''فاغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء

الی یوم القیامة (سورہ مائدہ) " اب ظاہر ہے کہ قیامت سے پہلے تو ایک فرقہ ان دونوں میں سے نابود ہو جاوے تو پھر عداوت کیونکر باقی رہے گی۔

اقول۔ (محمد بشیر) یہ آیت بھی عام مخصوص البعض ہے۔ مخصص اس کا آیت "وان من اھل الکتاب" ہے۔

قولہ (قادیانی) دوسری آیت آپ نے پیش کی ہے "ویکلم الناس فی المھد وکھلا (آل عمران: ۴۶)"

اقول (محمد بشیر) کہل کے معنی میں تو اہل لغت نے اختلاف کیا ہے۔ اسی واسطے اس آیت کو "قطعیة الدلالة لذاتھا" نہیں کہا گیا۔ بلکہ "قطعیة الدلالة لغیرھا" کہا گیا۔ یعنی بانضمام آیت "وان من اھل الکتاب" قطعیۃ الدلالات ہے۔ پس جو خدشہ کہ ہوتی ہے وہ۔ آپ نے جو آیت "وان من اھل الکتاب" کے قطعیۃ الدلالات ہونے میں کیا ہے وہ باطل ہو گیا۔

قولہ (قادیانی) صحیح بخاری میں دیکھئے جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے۔ اس میں کہل کے معنی جوان مضبوط کے لکھے ہیں۔

اقول۔ (محمد بشیر) یہ عبارت بخاری کی یہ ہے "وقال مجاھد الکھل الحلیم" آپ پر واجب ہے کہ یہ امر ثابت کیجئے کہ اس سے جوان مضبوط کس طرح سمجھا جاتا ہے۔

قولہ (قادیانی) حضرت ابن "رافعک الی" میں جو "رفع" کا وعدہ دیا گیا ہے۔ یہ وہی وعدہ تھا جو آیت "بل رفعہ اللہ" میں پورا کیا گیا۔

اقول (محمد بشیر) مسلم ہے کہ آیت "انی متوفیک ورافعک" میں جو وعدہ تھا وہ آیت "بل رفعہ اللہ" میں پورا کیا گیا۔ لیکن "انی متوفیک" میں موت مراد ہونا غیر مسلم ہے۔ جیسا کہ اس کی تقریر تحریر اول میں لکھ چکا ہوں۔ اور آپ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔

قولہ (قادیانی) نزول مسیح موعود سے کس کو انکار ہے۔

اقول (محمد بشیر) آپ کو نزول عیسیٰ بن مریم سے انکار ہے اور حالانکہ تحریر اول میں لکھا گیا ہے کہ حدیث میں لفظ ابن مریم جس کے معنی حقیقی عیسیٰ ابن مریم ہے موجود ہے اور صارف یہاں کوئی پایا نہیں جاتا ہے۔ آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔

قولہ (قادیانی) اور فہم ابوہریرہ حجت کے لائق نہیں۔

اقول ۔۔ (محمد بشیر) قسم ابو ہریرہؓ تو میں حجت نہیں کہتا۔ استدلال تو لفظ ابن مریم سے ہے جو حدیث میں واقع ہے۔

قول ۔ (قادیانی) یہ حدیث مرسل ہے۔ پھر کیونکر قطعیۃ الدلالت ہوگی۔

اقول ۔ (محمد بشیر) اس حدیث کو قطعیۃ الدلالت نہیں کہا گیا۔ صرف تائید کے لئے لائی گئی ہے۔

قول ۔ (قادیانی) یہ بخاری کی حدیث مرفوع متصل سے جو حضرت مسیح کی وفات پر دلالت کرتی ہے اور نیز قرآن کی تعلیم سے مخالف ہے۔

اقول ۔۔ (محمد بشیر) آپ وہ حدیث صحیح مرفوع متصل بیان فرمائیے۔ تا کہ اس میں غور کی جاوے اور مخالفت تعلیم قرآن غیر مسلم ہے۔ "ومن یدعی فعلیہ البیان"

محمد بشیر عفی عنہ

۲۵ را کتوبر ۱۸۹۱ء

محمد بشیر بھوپالی کا تیسرا پرچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً مصلیاً مسلماً۔ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب!

قول ۔ (قادیانی) میں کہتا ہوں کہ اس بات کو ادنیٰ استعداد کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ بات تو تسلیم امر متنازعہ فیہ کی نسبت اس فریق پر ہوا کرتی ہے کہ جو ایک امر کا کسی طور پر ایک مقام میں اقرار کر کے پھر کسی دوسری صورت اور دوسرے مقام میں اسی امر قبول کردہ کا انکار کر دیتا ہے۔

اقول ۔۔ (محمد بشیر) یہ بیان کلام ہے۔ چند وجوہ:

اوّل ۔ یہ کہ آپ قبل ادعاء مسیحیت براہین احمدیہ میں اقرار حیات مسیح کا کر چکے ہیں اور اب آپ حیات کا انکار کرتے ہیں تو موافق اپنی تعریف کے آپ مدعی ٹھہرے۔

دوم ۔ خاکسار آپ سے سوال کرتا ہے۔ لہٰذا اس کا جواب دیجئے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کا یہ خیال کہ مسیح علیہ السلام وفات پا چکے۔ بعد آپ کے اس الہام کے پیدا ہوا ہے کہ مسیح فوت ہو گیا یا قبل اس کے۔ اگر بعد پیدا ہوا ہے تو گویا یہ کہنا ہوا کہ الہام سے پہلے میرا اس خیال سے کچھ واسطہ نہ تھا اور یہ میرا دعویٰ نیا ہے۔ جو وقت الہام کے پیدا ہوا۔ اس وجہ سے آپ مدعی ہوئے اور ثبوت آپ کے ذمہ ہوا کہ آپ بعد اس اقرار کے کہ الہام سے پہلے مجھ کو اس خیال سے کچھ واسطہ نہ تھا۔ پھر مخالف بیچارہ اس پہلے بیان کے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وقت الہام سے مجھ کو یہ خیال ہے کہ

معنی رابع باطل ہے۔ اس لئے کہ ایسا مضارع کہ اس کے اول میں لام تاکید اور آخر
میں نون تاکید ہو۔ بمعنی ماضی کہیں نہیں آیا۔ آپ قواعد نحو کو مانتے ہی نہیں۔ ایسے مضارع کا معنی
ماضی آپ قرآن یا صحیح حدیث سے ثابت کیجئے۔ ودونہ خرط القتاد!

افسوس کہ آپ کو جب الزام موافق قواعد نحو یہ اجماعیہ کے دیا جاتا ہے تو اس کو آپ تسلیم
نہیں کرتے اور اگر آپ کے مسلمات سے آپ کو الزام دیا جاتا ہے تو بھی آپ قبول نہیں کرتے۔
یہ امر اول دلیل ہے۔ اس بات پر کہ آپ کو احقاق حق اور اظہار صواب مد نظر نہیں ہے۔

قولہ ... (قادیانی) پھر اس کے بعد آپ نے نصوص صریحہ بینہ قرآن وحدیث سے ناامید ہو کر
اور زور آیت "لیؤمنن" کے نون ثقیلہ پر زور دیا ہے۔

اقول .. (محمد بشیر) "ان من اھل الکتاب" صریح دلیل ہے اور نون ثقیلہ کا معنی استقبال کر
دینا اس کے قطعیہ میں مخل نہیں ہے۔

قولہ .... (قادیانی) اور جمہور مفسرین صحابہ اور تابعین سے تفرد اختیار کر کے محض اپنے خیال خام
کی وجہ سے اس بات پر زور دیا ہے کہ آیت بوجہ نون ثقیلہ کے خالص استقبال کے لئے ہوگئی ہے۔

اقول۔ (محمد بشیر) یہ قول غلط محض ہے۔ جمہور مفسرین صحابہ و تابعین نے اس آیت کا ہرگز
بمعنی حال یا استمرار نہیں لیا ہے۔ اگر سچے ہو تو ثابت کرو۔ رہی یہ بات کہ بعض مفسرین نے ضمیر
کتابی کی طرف راجع کی ہے۔ اس سے معنی حال یا استمرار لینا کسی طرح لازم نہیں آتا۔ سوائے
آپ کے کوئی اہل علم ایسی بات منہ سے نہیں نکال سکتا۔ علاوہ اس کے اس تقدیر پر بھی استقبال ہو سکتا
ہے۔ جیسا کہ آپ پہلی تحریر میں اقرار کر چکے ہیں۔

قولہ .. (قادیانی) ان معنوں پر زور دینے کے وقت آپ نے اس شرط کا کچھ خیال نہیں رکھا۔
جو پہلے ہم دونوں کے درمیان قرار پا چکی تھی کہ "قال اللہ وقال الرسول" سے باہر نکل
جائیں گے۔

اقول ... (محمد بشیر) آپ قاعدہ نحویہ اجماعیہ کو "قال اللہ" میں جاری کرنا "قال اللہ" سے
کیونکر خارج ہونا ہے۔ یہ صرف آپ کا اجتہاد ہے۔ جس کا ثبوت آپ نہیں دے
سکتے۔ بلکہ یہ خروج بقول آپ کے آپ پر لازم آگیا۔ کیونکہ آپ خود (ازالہ اوہام ص ۲۰۲ خزائن
ج ۳ ص ۴۲۵) میں اس کے مرتکب ہوئے ہیں۔ عبارت آپ کی یہ ہے۔

دیکھو سوچو کہ آیت "فلما توفیتنی" سے پہلے یہ آیت ہے "واذ قال اللہ

یا عیسیٰ ابن مریم أأنت قلت للناس (مائدہ:۱۱۶) ''ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے نزول از منہ موجود ہیں جو آج ان کے واسطے ماضی کے آتا ہے۔

''اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون (بقرہ:۴۴)''

قولہ ..... (قادیانی) اور شاں ان بزرگوں کی عزت ومرتبت کا کچھ پاس کیا جو اہل زبان اور صرف اور نحو کو آپ سے بہتر جاننے والے تھے۔

اقول ..... (محمد بشیر) آپ ایسی باتیں کرنے سے لوگوں کو مغالطہ دینا چاہتے ہیں۔ بھلا صاحب اس قاعدہ کے جاری کرنے سے ان بزرگوں کی عزت ومرتبت میں معاذ اللہ کس طرح نقصان آسکتا ہے۔ ان کے کلام میں تصریح حال یا استمرار کی کہاں ہے؟ یہ تو صرف آپ کا اجتہاد ہے۔ آپ اپنے ساتھ ان بزرگوں کو ناحق شریک کرتے ہیں۔

قولہ ..... (قادیانی) ہمارے خدا اور اللہ ورسول نے یہ فرض نہیں کیا کہ ہم انسانوں کے خود تراشیدہ قواعد صرف ونحو کو اپنے لئے ایسا رہبر قرار دیں کہ باوجودیکہ ہم پر کافی وکامل طور پر کسی آیت کے معنی کھل جائیں اور اس پر اکابر مؤمنین اہل زبان کی شہادت بھی مل جائے تو پھر بھی ہم اس قاعدہ صرف ونحو کو ترک نہ کریں۔

اقول ..... (محمد بشیر) یہ بھی آپ کی سراسر مغالطہ دہی پر مبنی ہے۔ کافی وکامل طور پر آیت کے معنی کا کھل جانا اور اس پر اکابر مؤمنین اہل زبان کی شہادت کا ملنا غیر مسلم ہے۔ ''وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم ظلماً'' علاوہ اس کے آپ نے جو بزعم خود تمہ کھلے معنی آیت کے اور عدم شہادت اکابر مؤمنین اہل زبان کے ایک قاعدہ نحو یا جماعیہ کا محض اپنی بات بنانے کی غرض سے انکار کیا ہے۔ اس سے یہ احتمال قوی پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ کو الزام علوم لغت ونحو ومعانی اصول فقہ واصول حدیث سے جو کہ خادم کتاب وسنت ہیں، دیا جاوے گا تو آپ فوراً اس قاعدہ کا انکار کر جائیں گے اور یہ بات آپ کے علم ودیانت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اہل علم کو ان علوم سے چارہ نہیں ہے اور ہم کو الفاظ قرآن وحدیث کے موافق لغت ومحاورہ عرب کے سمجھنا ضروری امر ہے۔ ورنہ کسی مسئلہ پر استدلال نہیں ہو سکتا ہے اور یہ امر ''فی زماننا'' غیر ممکن ہے کہ خود عرب جا کر ہر لغت ومحاورہ اور جمیع قواعد صرف ونحو ومعانی وغیرہ کی تحقیق کی جاوے۔ پس اگر آپ کو کسی اہل اسلام سے مباحثہ کرنا منظور ہے تو پہلے ان دو کاموں سے ایک کام کیجئے۔ پورا کریں گی تو آپ قبول نہ کریں گے تو یہ امر آپ کی گریز پر محمول ہوگا۔

یا تو لغت صرف ونحو ومعانی واصول فقہ واصول حدیث کی اجماعی باتوں کو تسلیم کرنے کا اقرار کیجئے۔ یا بالفعل مناظرہ سب اہل اسلام سے موقوف کر کے ایک الگ کتاب علوم مذکورہ میں تصنیف فرمائیے اور جو کچھ ان علوم میں آپ کو تسلیم کرنا ہو وہ درج کیجئے۔ اس کے بعد مباحثہ کیجئے تاکہ آپ کی مسلمات سے آپ کو الزام دیا جاوے۔ ورنہ موافق اس طریق کے جو آپ نے اختیار کیا ہے کوئی عاقل کسی عاقل کو الزام نہیں دے سکتا۔

قولہ۔۔ (قادیانی) آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں "ان ھذان لساحران" آیت موجود ہے۔

اقول۔ (محمد بشیر) اس کا جواب عامہ تفاسیر میں موجود ہے۔ عبارت بیضاوی کی اس مقام پر نقل کی جاتی ہے۔ "وھذان اسم ان علی لغۃ بلحارث ابن کعب فانھم جعلوا الالف للتثنیۃ واعربوا المثنی تقدیرا وقیل اسمھا ضمیر الشان المحذوف وھذان لساحران خبرھا وقیل ان بمعنی نعم وما بعدھا مبتداء وخبر فیھما ان اللام لا یدخل خبر المبتداء وقیل اصلہ انہ ھذان لھما ساحران فحذف الضمیر وفیہ ان المؤکد باللام لا یلیق بہ الحذف۔"

قولہ۔ (قادیانی) جس میں بجائے ان ہذان کے ان ہذین لکھا ہو۔

اقول۔۔ (محمد بشیر) یہ غلطی فاحش ہے۔ صواب یہ ہے کہ جس میں بجائے ان ہذین کے ان ہذان لکھا ہو۔

قولہ۔۔ (قادیانی) آپ کو یاد ہوگا کہ میرا یہ مذہب نہیں ہے کہ قواعد موجودہ صرف ونحو غلطی سے پاک ہیں۔ یا بہر وجوہ متمم ومکمل ہیں۔

اقول۔۔۔ (محمد بشیر) یہ بات اگر قواعد اختلافیہ کی نسبت کی جائے تو مسلم ہے۔ لیکن قواعد اجماعیہ کی نسبت ایسا کہنا گویا دروازہ الحاد کا کھولنا اور سب احکام شرعیہ کا باطل کرنا ہے۔ کیونکہ قواعد جب غلط ٹھہرے خود عرب میں جا کر نئی زبان کا تحقیق لغت، قواعد صرف ونحو غیر ممکن۔ پس پابندی قواعد کی باقی نہ رہے گی۔ ہر شخص اپنی ہوا کے موافق قرآن وحدیث کے معنی کرے گا۔ آپ کو چاہئے کہ قواعد اجماعیہ کے تسلیم کا جدا اشتہار دے دیجئے یا کوئی کتاب لغت وقواعد صرف ونحو موافق قرآن وحدیث کے اپنے اجتہاد سے بنا کر جلد شائع کیجئے۔ تاکہ انہی قواعد کے بنا پر آپ سے بحث کی جاوے۔

قول۔ (قادیانی) قرآن کریم ان کی غلطی ظاہر کرتا ہے اور اکابر صحابہ اس پر شہادت دے رہے ہیں۔

اقول (محمد بشیر) "سبحانک ہذا بہتان عظیم (النور:۱۶)"

قول۔ (قادیانی) اور اسی خیال خام کی نحوست سے آپ کو تمام اکابر کی نسبت بدظنی کرنی پڑی۔

اقول (محمد بشیر) آپ ان اکابر کا مطلب نہیں سمجھے۔ فافہم!

قول۔ (قادیانی) ابھی میں انشاء اللہ تعالیٰ! آپ پر ثابت کروں گا کہ آیت "لیؤمنن بہ" آپ کے معنوں پر اسی صورت میں قطعیۃ الدلالۃ ٹھہر سکتی ہے۔ جب ان سب بزرگوں کے قطعی الجہالت ہونے پر فتویٰ لکھا جائے اور نعوذ باللہ نبی معصوم کو بھی اسی میں داخل کر دیا جائے۔

اقول (محمد بشیر) توضیح مرام سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت "وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ" بتصریح وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے۔

(ازالہ اوہام ص ۵۰۶، خزائن ج ۳ ص ۳۷۱) میں مرقوم ہے: "اور قرآن شریف میں اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونے کا بتصریح کہیں ذکر نہیں۔ لیکن ان کے وفات پا جانے کا تین جگہ ذکر ہے۔"

حاشیہ میں وہ تینوں آیتیں آپ نے لکھی ہیں۔ ان میں سے آیت "وان من اہل الکتاب" بھی ہے۔

(ازالہ اوہام ص ۶۰۶، خزائن ج ۳ ص ۴۲۶) میں ہے: "غرض قرآن شریف میں تین جگہ مسیح کا فوت ہو جانا بیان کیا گیا ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۶۰۳، خزائن ج ۳ ص ۴۲۵) میں ہے: "چوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے وہ یہ آیت ہے کہ ان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ"

جاننا چاہئے کہ آپ کی یہ تقریر بادنیٰ تغیر آپ پر منعکس ہو جاتی ہے۔ تقریر اس کی یہ ہے کہ آیت "لیؤمنن" کے وفات مسیح پر اس وقت صریحۃ الدلالۃ ٹھہر سکتی ہے کہ ان سب بزرگوں کی جہالت پر فتویٰ لکھا جاوے۔ "نعوذ باللہ" نبی معصوم کو بھی ان میں داخل کیا جاوے۔ ورنہ آپ بھی اور کسی صورت میں دلالت کا فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔

قول۔ (قادیانی) اب میں آپ پر واضح کرتا ہوں کہ کیا کیا مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے لئے قطعیۃ الدلالۃ قرار دیا ہے یا کچھ اور بھی معنی لکھے ہیں۔

اقول ... (محمد بشیر) یہ طعن تو دونوں تقریر آپ پر بھی وارد ہوتے ہیں۔ بلکہ جو آپ نے طعن کی
ہے ان سے اشد ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ آیت "وان من اھل الکتاب" موت
مسیح پر دلالت کرتی ہے اور آپ کی بعض عبارات سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہ دلالت صریح
ہے۔ جب کیا اکابر مفسرین نے اس آیت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر دلیل ٹھہرایا
ہے۔ ایک نے بھی نہیں۔

قولہ (قادیانی) الحاشیہ ص ۱۹۹ "لیؤمنن بہ" کی آیت کے نیچے یہ تفسیر ہے۔

اقول (محمد بشیر) اس عبارت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ مرجع موتہ میں اختلاف
ہے مفسرین نے قطعیۃ الدلالۃ ہونے کی تصریح نہیں کی۔ کئی معنی لکھے ہیں۔ لیکن مفسرین کا قطعی
الدلالۃ صریح نہ کہنا قطعیۃ کو باطل نہیں کرتا۔ آپ کے نزدیک "انی متوفیک" اور "فلما
توفیتنی" قطعیۃ الدلالۃ ہے موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حالانکہ مفسرین نے اس آیت کو
حضرت عیسیٰ کی موت کے لئے قطعی الدلالۃ نہیں قرار دیا ہے۔ بلکہ اور بھی معنی لکھے ہیں۔

قولہ ... (قادیانی) پھر نووی نے یہ عبارت لکھی ہے۔

اقول ... (محمد بشیر) نووی کی عبارت سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اکثرون نے ضمیر
موتہ کی کتابی کی طرف راجع کی ہے۔ اس سے آپ کے نزدیک بھی قطعیۃ الدلالۃ میں فرق نہیں
ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک آیت "انی متوفیک" اور آیت "فلما توفیتنی"
قطعیۃ الدلالۃ ہے وفات مسیح پر حالانکہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے "وقال الاکثرون المراد
بالوفاۃ ھھنا النوم" اور ایسا ہی آپ کے نزدیک آیت "وان من اھل الکتاب"
دلیل صریح ہے وفات مسیح پر اور حالانکہ وفات مسیح کا اس میں راجح بھی نہیں ہے۔ بنا بر تقدیر اس
قول کے جس کو نووی نے اکثرین کا قول قرار دیا ہے اور بنا بر تقدیر قول آخر کے جو اس کا مقابلہ
ہے۔ اس کے بعد آپ نے عبارت مدارک اور بیضاوی و تفسیر مظہری کی نقل کی ہے اور ہر ایک کا
ترجمہ کر کے اوراق کو بڑھایا ہے اور حاصل ان سب سے اور کسی امر جدید کا فائدہ نہیں ہوا۔
سوائے اس کے ضمیر موتہ میں اختلاف ہے اور وہ پہ ثابت ہوا کہ مجرد اختلاف منافی قطعیت
دلالت صریحہ کے نہیں۔ ورنہ چاہئے کہ آپ کے ادلہ قاطعہ آیت "انی متوفیک" اور آیت
"فلما توفیتنی" اور آیت "وان من اھل الکتاب" ادلہ قطعیہ اور دلیل صریح نہ ہوں۔
"وھو خلاف ما ادعیتم"

اور تفسیر مظہری والے کا یہ قول "وکیف یصح هذا التاویل مع أن کلمة ان من اهل الکتاب شامل للموجودين في زمن النبي ﷺ البتة سواء كان هذا الحكم خاصا بهم اولا فان حقيقة الكلام في الحال ولا وجه لان يراد به فريق من اهل الكتاب يوجدون حين نزول عيسى عليه السلام"
مخدوش ہے اور مخالف ہے جمہور تفاسیر کے، کیونکہ کلام کا حال کے لئے حقیقت ہونا اس تقدیر پر ہے کہ کوئی صارف نہ پایا جائے اور یہاں نون تاکید صارف موجود ہے اور کوئی وجہ ہے اس امر کی کہ اہل کتاب سے ایک فریق خاص مراد لیا جاوے۔ پس صاحب تفسیر مظہری کا یہ قول لا وجہ کوئی وجہ نہیں رکھتا۔

اور یہ جو تفسیر مظہری میں ہے: "اخرج ابن المنذر عن ابي هاشم وعروة قال في مصحف ابي بن كعب وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موتهم"
مخدوش ہے کہ تفسیر مظہری میں اس قرأت کی پوری سند مذکور نہیں۔ ابن کثیر نے اس قرأت کو اس طرح پر روایت کیا ہے: "حدثني اسحاق بن ابراهيم ابن حبيب الشهيد حدثنا عتاب بن بشير عن خصيف عن سعيد بن جبير عن ابن عباس وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موتهم"

اس میں دو راوی مجروح ہیں۔ اول خصیف، دوم عتاب ابن بشیر۔

خصیف کے ترجمہ میں تقریب میں لکھا ہے: "صدوق سيء الحفظ خلط بآخره رمي بالارجاء"

میزان میں ہے: "ضعفه احمد وقال ابوحاتم تكلم في سوء حفظه وقال احمد ايضا تكلم في الارجاء وقال عثمان بن عبدالرحمن رأيت على خصيف ثيابا سوادا كان على بيت المال. انتهى ملخصا"

عتاب کے ترجمہ میں میزان میں مرقوم ہے: "قال احمد اتى عن خصيف بمناكير اراها من قبل خصيف قال النسائي ليس بذلك في الحديث وقال ابن المديني كان اصحابنا يضعفونه وقال علي ضربنا على حديثه. انتهى ملخصا"

قولہ (قادیانی): پس یہ قرأت شاذہ حکم صحیح حدیث کا رکھتی ہے۔

قولہ ... (محمد بشیر) محض یہ بات غلط ہے۔ ہاں قرأت شاذہ جو بسند صحیح متصل کہ ثابت ہو دیگر علی خبر واحد کے مفاد دینے سے خالی نہ ہو۔ البتہ محض بحث کی کارگیری ہے ورنہ بھی واضح ہو کہ اس کی سند میں دو مجاہیل مجروح ہیں۔

قولہ ... (قادیانی) اب فرض کے طور پر اگر قبول کر لیں کہ اگر ابن عباسؓ اور علی ابن طلحہؓ اور عکرمہ وغیرہ صحابہ ان معنوں کی سمجھ میں خطا پر تھے اور قرأت ابیؓ بن کعب بھی جس کی "قبل موتہم" کامل وجہ پر ثابت نہیں تو کیا آپ کے دعویٰ قطعیۃ الدلالت ہونے آیت "لیؤمنن بہ" پر اس کا کچھ بھی اثر نہ پڑا کیونکہ وہ دعویٰ جس کے مخالف صحابہ کرام جلد "وانت شہادت دے رہے ہیں اور دنیا کی تمام مبسوط تفسیریں باتفاق اس پر شہادت دے رہی ہیں۔ کب قطعیۃ الدلالۃ ہے۔

اقول ... (محمد بشیر) نہ معنی پر کا اتفاق خلاف پر ہے اور نہ تمام تفسیروں کا۔ ہاں دو قول مرجع ضمیر قبل موتہ میں البتہ منقول ہیں۔ اس سے البتہ قطعیۃ الدلالۃ اور صریح الدلالۃ ہونے میں فرق نہیں آتا ہے۔ کیونکہ اقوال ضعیفہ تو ہر وقت میں بکثرت موجود ہیں۔ "من شاء فلیرجع الیہا" علاوہ اس کے اس بنا پر آپ کے دلائل میں جیسا آیت "انی متوفیک" آیت "فلما توفیتنی" اور آیت "وان من اہل الکتاب" بھی نہ قطعیۃ الدلالت ٹھہرتی ہے۔ نہ صریحۃ الدلالۃ کیونکہ ان آیات میں چند اقوال منقول ہیں۔ "فما ہو جوابکم فہو جوابنا"

قولہ ... (قادیانی) اگر آپ چاہتے ہیں ہمارا صحابہ اور تابعین سے کسی گروہ نے آپ کے معنی قبول نہیں کئے ہیں۔

اقول ... (محمد بشیر) یہ کذب صریح ہے۔ تحریر اول میں عبارت ابن کثیر نقل کی گئی ہے۔ اس سے ابن عباسؓ و ابو مالکؒ و حسن بصری و قتادہ و عبدالرحمن بن زید بن اسلم وغیر واحد کا اس معنی کو قبول کرنا ثابت ہے اور ابوہریرہؓ کا اس معنی کا قبول کرنا صحیحین میں مصرح ہے۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ معنی بدلیل قاطع ثابت ہیں اور یہی ابن کثیر کا قول ہے۔ "واولی هذه الاقوال بالصحة القول الاول وهو انه لا يبقى احد من اهل الكتاب بعد نزول عيسى عليه السلام الا آمن به قبل موت عيسى ولا شك ان هذا الذي قاله ابن جرير هو الصحيح المقصود من سياق الآي في تقرير بطلان ما ادعته اليهود من قتل عيسى وصلبه وتسليم من سلم لهم من النصارى الجهلة ذلك. انتهى (تفسير ابن كثير ج ص ۲۰۲)"

قولہ ... (قادیانی) اور میں نے جو آپ کے قاعدہ نون ثقیلہ کا نام جدید رکھا تو اس کی یہ وجہ ہے کہ اگر آپ کا یہ قاعدہ تسلیم کر لیا جاوے ''نعوذ باللہ'' بقول آپ کے ابن عباسؓ جیسے صحابی کو جاہل و نادان قرار دینا پڑے گا۔

اقول ... (محمد بشیر) میں نے تو وہی معنی جو تمام صحابی و تابعین وغیرہم سے منقول ہیں اور وہی قاعدہ جو تمام مسلمین کا معمول رہا ہے۔ لکھے ہیں البتہ آپ کے مسائل مخترعہ کی بناء پر سارے صحابہ کو جاہل ماننا پڑتا ہے۔ فما هو جوابكم فهو جوابي! علاوہ اس کے اقوال صحابہ کے کلام میں کہیں تصریح معنی حال کی نہیں ہے۔ ان کا کلام معنی مستقبل پر بھی محمول ہو سکتا ہے جیسا کہ آپ تحریر اول میں اس امر کا اعتراف کر چکے ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ جن لوگوں نے ضمیر کتابی کی طرف پھیری ہے۔ وہ اس امر میں خطا پر ہیں۔ یہ کوئی مقام استبعاد نہیں۔ آپ بہت سے صحابہ کو اکثر مسائل میں خطا پر جانتے ہیں۔

قولہ (قادیانی) اور قرأت قبل موتہم کو خواہ نخواہ شاذ قرار دینا پڑے گا۔

اقول .... (محمد بشیر) خواہ نخواہ چہ معنی دارد! قرأت مذکورہ فی الواقع ضعیف ہے۔ لائق احتجاج نہیں۔ ''كما مر بيانه آنفا''

قولہ (قادیانی) کیا آپ کا یہ نحوی قاعدہ ان اکابر کو جاہل قرار دے سکتا ہے اور کیا صدہا مفسرین کو بلکہ خود صحابہ تک یہ معنی کرتے آئے۔ وہ جاہل مطلق اور آپ کے نحو سے غافل تھے۔

اقول ... (محمد بشیر) یہ قول سراسر مبنی سوء فہم پر ہے۔ معنی مذکور کا ضعف اس وجہ سے نہیں کہ وہ مخالف ہے قاعدہ نحو کے بلکہ یہ معنی تو سراسر موافق ہیں قاعدہ نحو کے کیونکہ اس معنی پر تو مضارع صریح بمعنی استقبال لیا گیا ہے۔ ذرا سوچ کر جواب دیجئے۔

قولہ (قادیانی) کوئی مبسوط تفسیر تو پیش کرو۔ جو ان معنوں سے خالی ہے۔ جس نے ان معنوں کو سب سے مقدم نہ رکھا۔ (الی قولہ) بلکہ سب کے سب آپ ہی کے معنوں کو ضعیف ٹھہراتے ہیں۔

اقول ... (محمد بشیر) دو بڑی تفسیریں معتبر پرانی پیش کرتا ہوں۔ ایک تفسیر ابن کثیر دوسری تفسیر ابن جریر کہ ان دونوں نے معنی مذکور کو مقدم نہیں رکھا اور نہ میرے معنی کو ضعیف کہا۔ بلکہ صحت کی تصریح کی ہے۔ یہیں اس مقام پر آپ کے اس قول کا کہ ''كالشمس في نصف النهار'' ظاہر ہو گیا۔

قول ۔ (قادیانی) حضرت ابی کی قرأت سے حضرت مسیح ابن مریم کی زندگی کیونکر اور کہاں ثابت ہوتی ۔ (آپ نے) تو قبل موتہ کی ضمیر سے مسیح کی زندگی ثابت کر لی تھی ۔

اقول ۔۔ (محمد بشیر) یہ قول بھی سوء فہم پر مبنی ہے۔ میں نے یہ کب کہا ہے کہ قرأت مذکورہ سے مسیح ابن مریم کی زندگی ثابت ہے۔ میں نے صرف یہ کہا ہے کہ قرأت مذکورہ مخالف ہمارے معنی کے نہیں۔ بالجملہ مقصود رفع مخالفت ہے نہ اثبات دعویٰ۔ وبینہما فرق جلی!

قول ۔ (قادیانی) ہم نے تو یہ سمجھا تھا کہ قرأت کے ذریعے سے اس کی اعانت چاہتے ہیں۔

اقول ۔۔۔ (محمد بشیر) سمجھ میں تو جو آتا ہے وہ میں نے اپنا بیان کر دیا۔ فتدبر!

قول (قادیانی) بھلا اگر آپ حق پر ہیں تو تیرہ سو برس کی تفسیروں میں سے کوئی ایک تفسیر تو پیش کیجئے جو ان معنوں کی صحت پر متعرض ہو۔

اقول ۔۔ (محمد بشیر) تفسیر ابن جریر و تفسیر ابن کثیر و تفسیر فتح القدیر اور تفسیر فتح البیان اس معنی کی صحت پر متعرض ہیں۔

قول (قادیانی) ایسا کوئی معنی جو آپ نے لئے ہیں وہ درحقیقت ان معنوں کے معارض نہیں۔

اقول (محمد بشیر) یہ کہنا غلط ہے۔ کیونکہ پہلے معنی کا مدار اس پر ہے کہ ضمیر موتہ کی راجع طرف عیسیٰ کے ہے اور معنی ثانی کا مدار اس پر ہے کہ ضمیر موتہ کی راجع طرف کتابی کے ہے۔ پس تحت تعارض میں تو اختلاف صورتا ہے۔ مجھ کو سخت تعجب ہے۔ آپ کی دیانت سے کہ آپ خود بھی ضمیر موتہ کا مرجع عیسیٰ ہونا پہلے ہی تسلیم کر چکے ہیں اور آیت "وان من اهل الكتب" کو صریح ابطال و وفات عیسیٰ پر سمجھتے ہیں۔ پھر اس تقریری حق سے کیوں اعراض کرتے ہیں اور "جحدوا بها واستيقنتها انفسهم" کی وعید سے نہیں ڈرتے۔

قول ۔ (قادیانی) کیونکہ ہمارے نزدیک حال کی تعبیر آنے والے زمانہ کا نام نہیں ہے۔

اقول (محمد بشیر) یہ امر مسلم ہے۔ بے شک زمانہ حال مقدار غیر قارہ ہے۔ ہر حال ایک فرد ہے زمانہ کا اور صدق حال کی باعتبار عرف کی ہی ہے کہ تکلم فعل سے پہلے زمانہ کا تو ماضی ہے اور تکلم فعل کے بعد کا زمانہ مستقبل ہے اور تکلم فعل کے مبداء سے ختم تک زمانہ حال ہے۔ اس بنا پر ظاہر ہے کہ استقبال قریب ہرگز حال نہیں ہو سکتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قول کے تکلم کا زمانہ بعد ہے زمانہ تکلم "فلنولينك" سے۔ پس اس کے استقبال ہونے میں کیا شک ہے۔

قول ۔۔ (قادیانی) جب آپ تو مستقبل قریب کے قائل ہو گئے۔ اسی طرح ہم بھی قائل ہیں۔

پر ہیں اور بات کو دوسرا جھگڑے جا کر ملا رہے ہیں۔ لہٰذا آئندہ آپ کو اس پر مجبور کیا جاتا ہے کہ اگر آپ کو بحث منظور اور الزام فرار سے احتراز مد نظر ہو تو زائد باتوں کو چھوڑ کر میری اصل دلیل پر کلام و بحث کو محدود و محصور کریں۔

اور جو شق پر شہادت قواعد نحو یہ بتاعیہ مضمون آیت کا زمانہ استقبال سے مخصوص ہونا اور بصورت صحت تخصیص اس مضمون کا وقت نزول مسیح سے مخصوص ہونا ثابت کیا ہے۔ اس کا جواب در صورت تسلیم قواعد نحو یہ جاننا چاہیے کہ تمام قواعد نحوی بیکار و بے اعتبار ہیں یا خاص کر یہ قاعدہ غلط ہے اور اس کو فلاں شخص نے غلط قرار دیا ہے اور اس کی غلطی پر قرآن یا حدیث صحیح یا اقوال عرب عرباء سے یہ دلیل ہے اور یا یہ کہ اس کے قاعدہ کہنے والا ہے۔

یا یہ کہ فہم معنی قرآن کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہے جس طرح کوئی چاہے قرآن کے معنی کر سکتا ہے۔ اور در صورت تسلیم قاعدہ اور تسلیم تخصیص مضمون آیت بزمانہ استقبال اس مضمون کے تخصیص بزمانہ نزول مسیح سے فلاں دلیل کی شہادت سے باطل ہے یا اس تخصیص سے جو قاعدہ بیان کیا ہے وہ اور صورتوں اور معنی سے بھی جو بیان کئے گئے ہیں۔ حاصل ہو سکتا ہے۔

اور اگر مجرد اختلاف مفسرین تفسیر آیت میں اس تخصیص کا معارض ہو سکتا ہے اور مجرد اقوال مفسرین آپ کے نزدیک لائق استدلال و استناد ہیں تو آپ مفسرین صحابہ و تابعین کے ان اقوال کو جو در باب حیات مسیح وارد ہیں۔ تحریر یا بیان کر کے اپنے معنی بتا دیں جن سے وفات مسیح ثابت ہو۔

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ جہاں تک مفسرین اور بالخصوص صحابہ و تابعین ہمارے ساتھ ہیں۔ ان میں کوئی اس کا قائل نہیں کہ مسیح ابن مریم اب زندہ نہیں ہیں۔ آپ ایک صحابی یا ایک تابعی یا ایک امام مفسر سے بسند صحیح اگر یہ ثابت کر دیں کہ حضرت مسیح اب زندہ نہیں ہیں تو ہم دعویٰ حیات مسیح سے دست بردار ہو جائیں گے۔ مجھے ایک ہی بات میں بات طے ہوتی ہے اور صحیح ہاتھ آتی ہے۔ جب اگر آپ یہ ثابت نہ کر سکے تو ہم سے بہت سے مفسرین و صحابہ و تابعین کے اقوال سنیں۔ جن کو ہم آئندہ پرچہ میں نقل کریں گے۔ آپ تو نہ مانیں گے۔ عام ناظرین تو اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور اس سے نتیجہ بحث نکالیں گے۔ آپ سے ہم کو امید نہیں رہی کہ آپ اصل مدعا کی طرف آئیں گے اور زائد باتوں کو چھوڑ کر صرف دو حرفی جواب دیں جو اس متعلقہ جواب میں آپ سے طلب کیا گیا ہے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین! محمد بشیر عفی عنہ ۲۷ / اکتوبر ۱۸۹۱ء

مضمون جو وقت قطع مباحثہ کے سنایا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الھادین وعلیٰ آلہ واصحابہ الراشدین المھدیین. اما بعد!

بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں نے سب شرطیں بو رضد یں مرزا قادیانی کی منظور کیں اور مرزا قادیانی نے پھر بھی اپنے تحریر وتقریر کی خلاف کیا۔ حضرات سامعین وناظرین آپ کو یاد رہے کہ مجھ کو مرزا قادیانی نے بوساطت حاجی محمد احمد صاحب طلب کیا۔ میں آیا مرزا قادیانی نے تحریری بحث کی شرط کی۔ میں نے منظور کی مرزا قادیانی نے پہلے مجمع عام میں بحث کا وعدہ کر کے پھر اپنے مکان پر تخلیہ کی قید لگائی۔ وہ بھی میں نے منظور کی پھر اس تخلیہ میں بھی۔ یہ شرط کی کہ مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی عبدالمجید صاحب نہ ہوں۔ میں نے اتنا تکلیف بھی قبول کیا۔ حالانکہ یہ امر نہ مجھ کو زیبا تھا اور نہ مرزا قادیانی کے لئے قابل اظہار تھا۔ مرزا قادیانی نے گفتگو تحریری بالمواجہ کرنی ٹھہرائی تھی۔ مگر جس وقت میں نے اپنا دعویٰ ان کے مکان پر لکھ کر پیش کیا تو کہا اس کو چھوڑ جاؤ۔ کل دس بجے جواب دوں گا۔ میں نے یہ بھی منظور کیا اور دوسرے دن دس بجے مرزا قادیانی کے مکان پر گیا اور تھوڑی دیر بیٹھ رہا۔ مرزا قادیانی کو اطلاع کرائی گئی تو خود نہ آئے اور کہلا بھیجا کہ ابھی پورا لکھا نہیں گیا۔ سہ پہر کو آتا۔ مرزا قادیانی نے خود اپنی تحریر میں لکھا تھا کہ جانبین کی پانچ پانچ تحریریں ہوں۔ تاکہ بحث میں طول نہ ہو۔ میں نے یہ بھی منظور کیا۔ مگر ہنوز میری اور مرزا قادیانی کی تیسری تحریر ہے اور آپ بحث ختم کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے ذمہ ثبوت تھا باوجود اس کے چنانچہ وہ تکلیف میرے ذمہ رکھا میں نے یہ بھی منظور کیا اور ثبوت حیات حضرت مسیح علیہ السلام قرآن وحدیث سے پیش کیا۔ مرزا قادیانی نے نہ اس کو قبول کیا اور نہ اس کا جواب حسب قاعدہ مناظرہ دیا۔ بلکہ فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع کیا۔ جس سے خود ناظرین اور سامعین نتیجہ بحث سمجھ سکتے ہیں۔ آخر میں یہ بھی کہنا لازم ہے کہ سب کوئی سمجھتا ہے کہ قطع بحث باوجود ان تمام امور مذکورہ کے مرزا قادیانی ہی کرتے ہیں اور اپنے ان تمام رقعات کو ردی کرتے ہیں۔ جن میں یہ وعدہ لکھ چکے ہیں کہ اول بحث وفات وحیات مسیح میں ہوگی اور پھر نزول مسیح میں اور تیسری بحث میرے مسیح موعود ہونے میں جو کوئی اس میں انکار کرے اس کی گریز متصور ہوگی۔ پس سب صاحب ایمانا اور انصافا کہہ دیں کہ حق انواقع مرزا قادیانی اپنے خیالات اور مقالات اور ایفاء وعدہ میں کس قدر سچے اور پکے اور مضبوط وقائم ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

تحریر چہارم راقم مولانا بشیر سہسوانی جو بعد انقطاع مناظرہ لکھی گئی ہے

الحمد لله الذی هدانا بالاسلام وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله والصلوٰة والسلام علیٰ سیدنا محمد سید کل صدیق اواب اواہ وعلیٰ آله وصحبه واتباعه الرادین علی کل دجال کذاب تیاہ. اما بعد!

قولہ..... اے ناظرین! آپ صاحبوں پر واضح ہے کہ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب نے مجھ سے تحریری مباحثہ شروع کر کے اس بات کا ثابت کرنا اپنے ذمہ لیا تھا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم زندہ اپنی خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور آسمان پر اس خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہیں۔

اقول..... حضرت مسیح بن مریم کا زندہ اپنی خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا اور آسمان پر اسی خاکی جسم کے ساتھ موجود ہونا اگرچہ میرے نزدیک حق ہے۔ مگر ابھی تک مرزا قادیانی کے مقابلہ میں یہ دعویٰ میں نے نہیں کیا ہے۔ بالفعل جو دعویٰ مرزا قادیانی کے مقابلہ میں کیا گیا ہے۔ وہ صرف یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہیں۔ مرزا قادیانی نے یہ تدلیس دعویٰ کی شاید اس غرض سے کی ہے کہ آیت "وان من اهل الكتاب" سے تو صرف حیات ثابت ہوتی ہے نہ خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا اور نہ آسمان پر اس خاکی جسم کے ساتھ زندہ موجود ہونا "وهذا البعيد من التقوىٰ والديانة"

قولہ..... پھر چار آیتوں کو تو خود اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دیا کہ ان سے حضرت مسیح علیہ السلام کا جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہونا قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ یعنی کئی احتمال رکھتے ہیں اور قطعیۃ الدلالۃ نہیں ہیں۔

اقول..... محض تمرد ہے۔ قطعیۃ الدلالۃ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قطعیۃ الدلالۃ لذاتہا اور دوسری قطعیۃ الدلالۃ لغیرہا۔ پہلی آیت قطعیۃ الدلالۃ لذاتہا ہے اور دوسری آیات قطعیۃ الدلالۃ لغیرہا ہیں۔ یعنی بضم آیت وان من اهل الكتاب اور اس امر کی تصریح پہلی ہی تحریر میں خاکسار کر چکا ہے۔ پس مرزا قادیانی کا کہنا اور مطلقاً یہ قول کہ پھر چار آیتوں کو تو خود اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دیا کہ ان سے حضرت مسیح کا جسم خاکی کے ساتھ زندہ ہونا قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ محض افتراء و بہتان ہے۔ کیونکہ جس اعتبار اور حیثیت سے ان کو میں نے قطعی کہا ہے اس اعتبار سے میں نے ان کو ہرگز نہیں چھوڑا۔ میں ان کو اب بھی قطعی کہتا ہوں۔

قولہ ... اور فرماتے ہیں کہ جو حضرت ابن عباس وغیرہ صحابہ نے اس کے مخالف معنی کئے ہیں۔

اقول۔ ... اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں سے سوائے ابن عباسؓ کے دوسروں نے بھی اس کے مخالف معنی کئے ہیں۔ حالانکہ تفسیر معتبرہ میں سوائے ابن عباسؓ کے دوسرے کا قول منقول نہیں۔ "ومن یدعی فعلیہ البیان" اگر کہا جائے کہ ابی بن کعب کی قرأت میں قبل موتہم ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابی بن کعب کے نزدیک بھی معنی آیت کے وہی ہیں جو ابن عباس کے نزدیک ہیں تو جواب یہ ہے کہ اس قرأت سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ معنی کے ابی بن کعب کے نزدیک بھی وہی ہوں جو ابن عباس سے منقول ہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ اہل کتاب موجودہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی موت سے پہلے ایمان نہ دیں گے مگر نزع روح کے وقت ہر ایک اہل کتاب ان پر ایمان لاتا ہے اور مجرد موتہم کی ضمیر کتابی کی طرف عائد کرنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس کے قائل کے نزدیک یہ معنی ہوں کہ ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے نزع روح کے وقت حضرت عیسیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ بلکہ محتمل ہے کہ ان قائلین کی یہ مراد ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے ایمان لائے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے تصریح اس کے خلاف کی کر دی ہے۔

قولہ ... مولوی صاحب کی اس تقریر کا حاصل کلام یہ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ابن عباس اور عکرمہ اور ابی بن کعب وغیرہ صحابہ نحو نہیں پڑھے ہوئے ہیں۔

اقول۔ ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ عکرمہ صحابہ میں سے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط محض ہے۔ عکرمہ تو تابعین میں داخل ہے۔ علاوہ اس کے یہ قول دلالت کرتا ہے۔ اس پر کہ سوائے ابن عباس اور ابی بن کعب کے اوروں نے بھی یہ معنی کئے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی غلط محض ہے۔ "ومن یدعی فعلیہ الاثبات"

قولہ ... اور اگر مولوی صاحب نحوی غلطی کا ابن عباس پر الزام قائم نہیں کرتے تو پھر کیا کوئی اور بھی وجہ ہے۔ جس کے رو سے مولوی صاحب کے خیال میں ابن عباس کے وہ معنی اس آیت متنازع فیہ میں رد کے لائق ہیں۔ جس کی تائید میں ایک قرأت شاذہ بھی موجود ہے۔

اقول۔ ... مخفی نہ رہے کہ ابن عباس سے جو معنی منقول ہیں اس سے ابن عباسؓ پر الزام نحوی غلطی کا نہیں لگایا جاتا ہے۔ بلکہ اس معنی کی اور وجوہ میں حاصل یہ ہے کہ جو معنی ابن عباسؓ سے منقول ہیں اس میں دو احتمال ہیں۔

اوّل۔۔۔۔ یہ کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے خواہ زمانہ ماضی میں ہو یا حال میں یا استقبال میں۔ مگر وہ ایمان لاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے مرنے سے پہلے زہوق روح کے وقت۔

دوم۔۔۔ یہ کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے جو زمانہ نزول آیت میں زندہ موجود تھے۔ مگر وہ ایمان لاوے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے مرنے سے پہلے زہوق روح کے وقت۔ پہلے معنی کے موافق الزام نحوی غلطی کا آتا ہے۔ نہ دوسرے معنی کے موافق۔ پس محتمل ہے کہ ابن عباس نے دوسرے معنی مراد لئے ہوں۔ پس الزام نحوی غلطی کا ان کی طرف عائد نہ ہوگا۔ ہاں جو لوگ کلام ابن عباسؓ سے پہلے معنی سمجھے ہیں۔ جیسے مولوی صاحب تفسیر مظہری وغیرہما ان پر البتہ الزام نحوی غلطی کا عائد ہوگا۔ رہی یہ بات کہ کوئی اور بھی وجہ ہے کہ جس کی رو سے ابن عباسؓ کے یہ معنی رد کے لائق ہیں تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ابن عباسؓ کے یہ معنی علاوہ ضعف روایت کے قابل تسلیم نہیں۔ بچند وجوہ:

اوّل۔۔۔ وہ وجہ جو تحریر دوم میں خاکسار نے بیان کی ہے اور مرزا قادیانی نے اپنی تحریر دوم وسوم میں اس کا جواب نہیں دیا۔ پس بمقتضائے السکوت فی معرض البیان بیان کے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی نے اس کو تسلیم کر لیا۔ محصل اس کا یہ ہے کہ اس معنی کا مدار اس پر ہے کہ احتضار کے وقت ہر شخص پر وہ حق کھل جاتا ہے جس کو وہ نہ جانتا تھا اور یہ امر نفس الامر میں تینوں زمانوں کو شامل ہے۔ اب آیت کو اگر خاص استقبال کے لئے لیجئے گا تو یہ شبہ پیدا ہوگا کہ یہ امر زمانہ ماضی وحال کو شامل نہیں ہے اور یہ خلاف نفس الامر ہے۔ پس اس کلام میں یہ عیب ہوا کہ خلاف نفس الامر کا موہم ہے اور فائدہ کوئی نہیں۔ اگر بجائے لیؤمنن لفظ یؤمن بزمانہ مضارع اختیار کیا جاتا تو وہ عیب اور تعمیم جو مطلوب ہے وہ بھی حاصل ہوتی اور اختصار بھی۔ پس قرآن مجید کی بلاغت جو حد اعجاز کو پہنچ گئی ہے۔ اس کے خلاف ہے کہ ایسی عمدہ عبارت چھوڑ کر بجائے اس کے لیؤمنن اختیار کیا جاوے کہ جس میں ایہام خلاف نفس الامر ہے اور مطلوب بلا فائدہ۔

دوم۔۔۔ وہ وجہ ہے کہ جس سے سب معانی کا بطلان جو ہمارے مدعا کے مثبت نہیں ہیں ثابت ہوتا ہے۔ خواہ وہ معانی ہوں جو اگلے مفسرین نے آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے اب تک لکھے ہیں خواہ وہ جو اس زمانہ میں مرزا قادیانی اور ان کے اتباع نے اختراع کئے ہیں یا آئندہ قیامت تک کوئی اختراع کرے اور یہ وجہ میرے نزدیک اقوی الوجوہ ہے۔ اخیر تحریر کے لئے میں نے اس کو رکھ چھوڑا تھا اگر مرزا قادیانی خلاف معاہدہ کے مباحثہ کو ناتمام چھوڑ کر دہلی سے نہ چلے جاتے تو

انشاء اللہ تعالیٰ چوتھی یا پانچویں تحریر میں ذکر اس کا ضرور کرتا۔ اب میں اس کو لکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی دو حال سے خالی نہیں یا تو راجع ہے طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تو مطلوب حاصل ہے۔ یعنی ثبوت حیات مسیح علیہ السلام خواہ لیؤمنن کو استقبال کے لئے خاص کیجئے یا نہیں۔ بر تقدیر استقبال تو ثبوت مدعا ظاہر ہے اور بر تقدیر حال قطع نظر اس احتمال کے صحت و فساد سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ نزول آیت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ تھے جو زمانہ رفع عیسیٰ علیہ السلام سے چھ سو برس سے زائد کے بعد آیا ہے اور اس زمانہ کے بعد وفات پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ پس حیات ثابت ہوئی اور بر تقدیر استمرار قطع نظر اس احتمال کے صحت و فساد سے ثبوت مدعا اظہر من الشمس ہے اور لیؤمنن کو ماضی کے لئے لینا قطع نظر اس احتمال کے صحت و فساد سے صریح البطلان ہے۔ کیونکہ ایسا فعل مضارع جس کے اوّل میں لام تاکید اور آخر میں نون تاکید ہو۔ کہیں بمعنی ماضی نہیں آیا ہے۔ "ومن یدعی فعلیہ البیان" اور یا ضمیر قبل موتہ کی راجع طرف کتابی کے ہے۔ پھر یہاں تین احتمالات ہیں یا تو ضمیر بہ کی راجع ہے۔ طرف عیسیٰ علیہ السلام کے پس ضمائر ماقبل یعنی ضمائر وما قتلوہ وما صلبوہ وغیرہ وغیرہ و بہ وما قتلوہ و بل رفعہ و یہ سب آٹھ ضمائر راجع ہوئے طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور ضمیر مابعد یعنی ضمیر یکون بھی راجع ہے۔ طرف عیسیٰ علیہ السلام کے۔ پس اس سے ہر منصف سمجھ سکتا ہے کہ ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی بھی راجع ہے طرف عیسیٰ علیہ السلام کے اور صرف نص کا ظاہر سے بلا معارض قطعی کے جائز نہیں۔ کما تقرر فی الاصول والکلام اور یہاں کوئی معارض قطعی موجود نہیں ہے۔ اثر ابن عباسؓ معارض قطعی ہو نہیں سکتا ہے۔ کیونکہ:

اوّل... تو حدیث موقوف حجت ہی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ قطعی ہو۔

دوم... اس اثر کا معارض دوسرا اثر ابن عباسؓ کا صحیح موجود ہے۔

"قال ابن کثیر فی تفسیرہ ذکر من قال ذلک حدثنا ابن بشار حدثنا عبدالرحمن عن سفیان عن ابی حصین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته قال قبل موت عیسیٰ ابن مریم علیه السلام وقال العوفی عن ابن عباس مثل ذلک (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۴۰۰)" اس اثر کے سب رجال رجال صحیحین ہیں۔

سوم... اثر مذکور کی رواۃ مجروح ہیں۔ بیان اس کا یہ ہے کہ یہ اثر چند طرق سے منقول ہے۔

پہلا طریق یہ ہے "حدثنا ابوحذیفة حدثنا سهیل عن ابن ابی نجیح عن مجاهد فی قوله الا لیؤمنن به قبل موته کل صاحب کتاب لیؤمنن بعیسیٰ قبل موته قبل موت صاحب الکتاب وقال ابن عباس لو ضربت عنقه لم تخرج نفسه حتی یؤمن بعیسیٰ کذا فی تفسیر ابن کثیر راوی"

اوّل ... ابوحذیفہ ہے۔ یہ ابوحذیفہ یا موسیٰ بن مسعود ہے یا شیخ ہے یحییٰ بن ہانی بن عروہ کا موسیٰ بن مسعود کا حال یہ ہے۔ تقریب میں ہے۔ "صدوق سیئ الحفظ وکان یصحف من صغار التسعة مات سنة عشرین او بعدها وقد جاوز التسعین وحدیثه عند البخاری فی المتابعات "میزان الاعتدال میں ہے:" تکلم فیه احمد وضعفه الترمذی وقال ابن خزیمة لا یحتج به وقال عمرو بن علی لا یحدث عنه من ینصر الحدیث وقال ابواحمد الحاکم لیس بالقوی عندهم وقال ابراهیم بن یعقوب سمعت احمد یقول کان سفیان الذی یحدث عنه ابوحذیفة لیس هو سفیان الذی یحدث عنه الناس وقال ابوحاتم صدوق معروف بالثوری کان سفیان لما نزل البصرة ینفذه فی حوائجه ولکن کان یصحف "اور یحییٰ بن ہانی بن عروہ کا شیخ مجہول ہے۔ تقریب میں ہے۔ ابوحذیفہ غیر منسوب شیخ یحییٰ بن ہانی بن عروۃ مجہول من السادسة اور اس طریق میں عبداللہ بن ابی نجیح یسار مکی ابو یسار ثقفی واقع ہے۔ وہ مدلس ہے۔ تقریب میں ہے۔ "وربما دلس من السادسة "میزان میں ہے۔" قال یحییٰ القطان لم یسمع التفسیر کله من مجاهد بل کله عن القاسم بن ابی بزة "اور معنعن مدلس کا مقبول نہیں ہے۔ دوسرا طریق یہ ہے۔ "حدثنا ابن حمید حدثنا ابوتمیلة یحییٰ بن واضح حدثنا حسین بن واقد عن یزید النحوی عن عکرمة عن ابن عباس قال لایموت الیهودی حتی یشهد ان عیسیٰ عبدالله ورسوله ولو عجل علیه بالسلاح کذا فی تفسیر ابن کثیر"

پہلا راوی اس کا محمد بن حمید رازی ہے۔ وہ ضعیف ہے۔ تقریب میں ہے۔ "محمد بن حمید بن حیان الرازی حافظ ضعیف انتهی "کاشف میں ہے۔" محمد بن حمید الرازی الحافظ عن یعقوب بن بشیر کثیر المناکیر وقال البخاری فیه نظر وقال س لیس ثقة "خلاصہ میں ہے۔" وکذبه الکوسج وابوزرعة وصالح بن محمد وابن فراش"

میزان الاعتدال میں ہے ”محمد ابن حمید الرازی الحافظ عن یعقوب القمی وابن المبارک من بحور العلم وھو ضعیف قال یعقوب بن بشیر کثیر المناکیر وقال البخاری فیه نظر وکذبه ابوزرعة وقال فضلك الرازی عند ابن حمید خمسون الف حدیث ولا احدث عنه بحرف وروی محمد بن شاذان عن اسحق الکوسج قال قرأعلینا ابن حمید کتاب البخاری عن سلمة فقلت اقرة علیه ابن حمید یعنی عن سلمة فتعجب علی وقال سمعه محمد بن حمید منی وعن الکوسج قال اشهد انه کذاب وقال صالح جزرة کنااتهم ابن حمید فی کل شئ یحدثنا مارأیت اجرء علی اللّٰه منه کان یاخذ احادیث الناس فیقلب بعضه علی بعض وقال ابن فراش ثنا ابن حمید وکان واللّٰه یکذب رجله عن غیر واحد ان ابن حمید کان یسرق الحدیث وقال النسائی لیس بثقة وقال صالح الجزری مارأیت احذق بالکذب من ابن حمید ومن ابن الشاذ کوفی وقال ابوعلی النیشاپوری قلت لابن خزیمة لوحدث الاستاد عن ابن حمید فان احمد بن حنبل قد احسن الثناء علیه قال انه لم یعرفه ولوعرفه کما عرفناه لما اثنی علیه اصلاً وقال ابو احمد العسال سمعت فضلك الرازی یقول دخلت علی محمد بن حمید وھو یرکب الاسانید علی المتون“

تیسرا طریق یہ ہے: ”حدثنی اسحق بن ابراھیم بن حبیب بن الشھید حدثنا عتاب بن بشیر عن خصیف عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته قال ھی فی قرأت ابی قبل موتھم لیس یھودی یموت ابداً حتی یومن بعیسی الحدیث“ اس میں راوی عتاب بن بشیر ضعیف ہے اور وہ خصیف سے روایت کرتا ہے اور روایات اس کی خصیف سے منکر ہیں۔

کاشف میں ہے۔ ”قال احمد احادیثه عن خصیف منکرة“ ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔ میزان میں ہے۔ ”قال احمد ارجوان لایکون به باس الی من خصیف یمنا کیر اراھا من قبل خصیف وقال النسائی لیس بذاك فی الحدیث وقال ابن المدینی کان اصحابنا یضعفونه وقال علی ضربنا علی حدیثه ملخصاً“

اور اس طریق میں راوی خصیف ہے اور وہ بہت مجروح ہے۔ تقریب میں ہے: "الخصیف بالحاء المهملة مصغرا ابن عبدالرحمن الجزری ابوعون صدوق سیء الحفظ خلط بآخره ورمی بالارجاء من الخامسة"

کاشف میں ہے: "خصیف بن عبدالرحمن الجزری ابوعون مولیٰ بنی امیة عن سعید بن جبیر ومجاهد وعنه سفیان وابن فضیل صدوق سیء الحفظ ضعفه احمد"

میزان میں ہے: "ضعفه احمد وقال مرة لیس بقوی وقال ابوحاتم تکلم فی سوء حفظه وقال احمد ایضا تکلم فی الارجاء" چوتھا طریق یہ ہے: "روی ابوداؤد الطیالسی عن شعبة عن ابی هرون الغنوی عن عکرمة عن ابن عباس" اس میں راوی سلیمان بن داؤد طیالسی ہے۔ اس نے بہت احادیث کی روایت میں خطا کی ہے۔ تقریب میں ہے: "سلیمان بن داؤد بن الجارود ابوداؤد الطیالسی البصری ثقة حافظ غلط فی احادیث من التاسعة" میزان میں ہے: "قال ابراهیم بن سعید الجوهری الحافظ اخطا ابوداؤد فی الف حدیث وقال ابوحاتم ابوداؤد محدث صدوق کثیر الخطاء وقال محمد بن المنهال الضریر کنت اتهم اباداؤد وقال لی لم اسمع من ابن عون ثم سألته بعد سنة اسمعت من ابن عون قال نعم نحو عشرین حدیثا"

پانچواں طریق میں علی بن ابی طلحہ راوی ہے۔ اس نے ابن عباسؓ سے تفسیر نہیں سنی ہے اور یہ راوی ضعیف بھی ہے اور قراۃ شاذہ ابی بن کعب بھی معارض قطعی نہیں ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں دو راوی ضعیف ہیں۔ ایک عتاب بن بشیر۔

دوم ... نصیف اگر کہا جاوے کہ آیت "انی متوفیک ورافعک الیّ (آل عمران:۵۵) وآیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم (مائدہ:۱۱۷)" اس کی معارض قطعی ہے تو جواب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں کی بحث تحریر ہذا کے آخر میں ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کی جاوے گی اور اگر ضمیر بہ کی عائد کی جاوے طرف اللہ تعالیٰ یا محمد رسول اللہ ﷺ کے تو ان دونوں تقدیروں پر آیت "وان من اهل الکتب الا لیؤمنن به قبل موته (نساء:۱۵۹)" کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے کچھ تعلق نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اجنبیت محض ہے اور حالانکہ ماقبل ومابعد

میں بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے اور اجنبی کلام کا وسط قصہ میں بغیر کسی فائدہ کے لانا نظم قرآن کو بلاغت سے گراتا ہے۔ علاوہ اس کے ان دونوں تقدیروں کے ابطال کے اور وجوہ بھی ہیں۔ جن کو انشاء اللہ تعالیٰ مقدمہ میں بیان کیا جاوے گا۔ پس کتابی کی طرف ضمیر کے راجع کرنے میں تین احتمالات تھے۔ وہ تینوں باطل ہو گئے۔ پس متعین ہوا کہ ضمیر قبل موتہ کی عائد طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہے اور اس پر اور بھی دلیل ہے جو مقدمہ میں انشاء اللہ تعالیٰ لکھی جاوے گی اور یہ امر معطل ہے اور ابن عباس کے معنی مذکور کا۔ وھو المطلوب!

وجہ سوم لیؤمنن میں ایمان کا لفظ واقع ہے اور یہ لفظ سارے قرآن مجید و احادیث میں اس ایمان کے لئے استعمال کیا گیا ہے جو شرعاً نافع و معتد بہ ہے۔ یعنی ایمان قبل زہوق روح کسی ایک جگہ بھی قرآن و حدیث میں بغیر قرینہ صارفہ کے ایمان یاس کے لئے نہیں آیا ہے۔ پس ظاہر ایمان سے ایمان قبل الیاس ہے اور صرف آیت کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی کے جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی صارف قطعی پایا نہیں جاتا اور یاد نہ ظاہر ہوا کہ اثر ابن عباس اور قرأت شاذہ و ابی بن کعب مطلق صارف ہونے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ چہ جائیکہ صارف قطعی ہو اور ابن عباس کے معنی مذکور کے موافق ایمان سے ایمان یاس مراد ہے۔

چہارم .. ابن عباسؓ کے معنی مذکور کے موافق قبل موتہ کی قید لغو ہوتی ہے۔ کیونکہ اس تقدیر پر موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف عائد ہوگی اور ظاہر ہے کہ ہر ایمان لانے والا اپنی موت سے پہلے ایمان لاتا ہے۔ بعد الموت تو متصور ہی نہیں۔ یہ قید اس تقدیر پر کلام الٰہی کو ایسا لغو کئے دیتی ہے۔ جیسا فارسی کا یہ شعر۔

دندان تو جملہ در دہان است

چشمان تو زیر ابروان است

پنجم ... ابن عباسؓ کے اس معنی کے موافق صرف لفظ قبل کا ظاہر معنی سے نازم آتا ہے۔ کیونکہ ظاہر قبل موتہ کا عام ہے۔ اس سب زمانہ کو شامل ہے جو موت سے پہلے ہے اور مقصود زمانہ زہوق روح کا ہے۔ اس تقدیر پر بجائے قبل موتہ کے عند موتہ یا وقت موتہ یا حین موتہ مناسب تھا۔

ششم ...... یہ معنی ابن عباسؓ کے نہیں ہیں۔ روایت مذکورہ پر اور روایات مذکورہ کے سب طریق ضعیف ہیں۔ کما مر آنفاً!

قولہ .. فرض کرو کہ وہ قرأت بقول حضرت مولوی صاحب کے ایک ضعیف حدیث ہے۔ مگر

حدیث تو ہے یہ ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افتراء ہے۔ پس کیا وہ ابن عباس کے معنوں کو ترجیح دینے کے لئے کچھ بھی اثر نہیں ڈالتی۔

اقول..... اگرچہ حدیث ضعیف تائید کے لئے کافی ہے۔ لیکن ظاہر نص قرآنی یہ ہے کہ ضمیر بموتہ کی عائد طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہے اور معارض نص کا ظاہر سے قطعی چاہئے اور روایت اس قرأت کی قطعی نہیں ہے۔

قول..... ابن عباسؓ اور عکرمہ پر یہ الزام دینا کہ وہ نحوی قاعدہ سے بے خبر تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔

اقول..... میں نے ابن عباسؓ اور عکرمہ پر ہرگز یہ الزام نہیں دیا ہے۔ یہ تو عوام کے فریب دینے کے لئے آپ کی چالاکی ہے۔ خدا سے ڈریئے اور ایسے افتراء سے پرہیز کیجئے۔ میں نے تو صرف ابن عباسؓ کی ایک روایت کو ضعیف وغیر معتبر کہا ہے اور اس کے ایک معنی پر اعتراض کیا ہے کہ اس معنی کی بناء پر مخالفت قاعدہ نحویہ اجماعیہ کی لازم آتی ہے۔ پس کیا ضرور ہے کہ بر تقدیر ثبوت اس روایت کے ابن عباسؓ کی وہی مراد ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ابن عباسؓ کی مراد دوسرے معنی ہوں جو اوپر مذکور ہوئے۔ ہاں دوسرے معنی کو بھی اول سے میں نے رد کیا ہے۔ مگر اس کو الزام مخالفت قاعدہ نحویہ سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔ بالجملہ میں نے ابن عباسؓ اور عکرمہؓ پر ہرگز الزام نحوی قاعدہ سے بے خبری کا نہیں دیا ہے۔ میں نے صرف تین کام کئے ہیں۔ ایک تکلم کیا ہے اس روایت کے رواۃ میں۔ دوسرے یہ اس روایت کے ایک معنی پر الزام دیا ہے۔ مخالفت قاعدہ نحویہ کا تیسرے اس روایت کے دوسرے معنی کو باطل کیا ہے۔ بادلہ قاطعہ صریحہ اور ان امور میں سے کوئی امر سبب طعن نہیں ہوسکتا ہے۔

قول..... اگر وہ اپنے معنوں کو قطعیۃ الدلالۃ بنانا چاہتے ہیں تو ان پر فرض ہے کہ ان دونوں باتوں کا قطعی طور پر پہلے فیصلہ کر دیں۔ کیونکہ جب تک ابن عباسؓ اور عکرمہ کے مخالف معنوں میں احتمال صحت باقی ہے اور ایسا ہی کو قرأت شاذہ بقول مولوی صاحب کے ضعیف ہے۔ مگر احتمال صحت رکھتی ہے۔ تب تک مولوی صاحب کے معنی باوجود قائم ہونے ان تمام احتمالات کے کیونکر قطعی ٹھہر سکتے ہیں۔

ناظرین! آپ لوگ خود سوچ لیں کہ قطعی معنی تو ان ہی معنوں کو کہا جاتا ہے۔ جن کی دوسری وجوہ سے پیدا نہ ہوں یا پیدا تو ہوں۔ لیکن قطعیہ کا مدعی دلائل شافیہ سے ان تمام مخالف معنوں کو توڑ دے۔

قولہ: مکمل شدہ ہے کہ اس ناچیز نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وہ تمام معانی جو مخالف پیر صاحب مدعا کے حسب منشا کے زمانہ تک ظاہر ہوئے تھے۔ دلائل شافیہ سے توڑ دیئے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے اب تک مفسرین نے اس آیت کے دو ہی معنی لکھے ہیں۔ ولا ثالث لہما۔ ایک یہ کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد کی جاوے۔ مگر اس سے کہ پہلی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد ہو یا اللہ تعالیٰ کی طرف یا آنحضرت ﷺ کی طرف سب کا مآل ایک ہے۔ یعنی آخری زمانہ میں ایک زمانہ آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ایمان لاویں گے۔ یہ معنی کس نے اختیار کئے ہیں اور یہی مثبت حیات مسیح ہیں۔ دوسرے یہ کہ ضمیر قبل موتہ کی کتابی کی طرف عائد ہو۔ مگر اس سے کہ پہلی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف پھرے یا محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف پھرے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مآل ایک ہے۔ یعنی ہر ایک کتابی اپنے مرنے سے پہلے نزع روح کے وقت اللہ تعالیٰ و آنحضرت ﷺ و حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتا ہے۔ اس معنی کو مع دونوں احتمالوں کے مؤلف رسالہ نے باطل کر دیا اور مرزا قادیانی سے اس کا کچھ جواب نہ ہو سکا اور وہ تین معانی جو مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کے مخترعات سے تھے۔ وہ بھی باطل کر دیئے کہ جن کا کچھ جواب مرزا قادیانی کی طرف سے نہ ہو سکا۔ پھر ایک تقریر آپ کی مصنفات کی بناء پر ایسی لکھی گئی ہے۔ جس سے سارے معنی جو مخالف پیر صاحب کے دعوے کے ہیں۔ اگر اس سے کہ حضرت ﷺ کے زمانہ سے اب تک کسی مفسر نے لکھے ہوں یا حال کے زمانہ میں کسی نے ایجاد کئے ہوں یا آئندہ قیامت تک کوئی ایجاد کرے سب باطل ہو گئے اور آپ سے اس کا کچھ جواب نہ ہو سکا۔ اب تحریر ہذا میں ایک دلیل تحقیقی طور پر ایسی لکھی گئی ہے۔ جس سے معانی مذکورہ وغیرہ جو وہ جدید تمام مخترعات عقلیہ جو مخالف پیر صاحب کے دعوے کے ہیں۔ قطعاً باطل ہو جاتے ہیں۔ اس دلیل کا تحریر چہارم یا پنجم میں لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر چونکہ مرزا قادیانی مباحثہ کو تمام چھوڑ کر فرار کر گئے۔ لہٰذا نوبت لکھنے کی نہ آئی۔ اس لئے تحریر ہذا میں لکھی گئی۔ الحمدللہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ علی ما احق الحق وابطل الباطل فماذا بعد الحق الا الضلال!

جب ناظرین با انصاف نے غور سے قرار دیا کہ احتمالات معانی مخالفہ کا توڑنا مافوق اس کے متصور نہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس عاجز کے واسطے توڑ کر ظاہر کر دیا۔

قولہ۔ مجرد ضعیف حدیث کا بیان کرنا اس نکلی اثر سے روک نہیں سکتا۔

اقول۔ مسلم ہے کہ نکلی اثر سے روک نہیں سکتا۔ مگر صارف قطعی ہونے سے روک سکتا ہے اور بغیر صارف قطعی صرف نصوص کی ظواہر چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

قولہ۔ امام بزرگ حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے مروی ہے کہ میں ایک ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں۔

اقول۔ امام بزرگ نے تو صرف یہی کہا ہے کہ ضعیف حدیث کے ساتھ میں قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ یہ تو نہیں کہا کہ ضعیف حدیث کے ساتھ ظاہر نص قرآنی کو چھوڑ دیتا ہوں۔ فاین هذا من ذلك!

قولہ۔ اب کیا جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں بوجہ ضعف راویوں کے قابل جرح یا مرسل یا منقطع الاسناد ہیں۔ وہ بالکل پایۂ اعتبار سے ساقط اور بے اعتبار محض ہیں اور کیا وہ حدیثیں ان کے نزدیک موضوعات کے برابر سمجھی جاتی ہیں۔

اقول۔ سب بے اعتبار محض اور موضوعات تو نہیں ہیں لیکن صارف قطعی بھی نہیں ہو سکتی ہیں۔

قولہ... ازانجملہ ایک یہ کہ اہل کتاب کا نفع، کہ قرآن کریم میں موجود اہل کتاب سے ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے بیان فرمایا گیا ہے۔ الی قولہ! پھر مولوی صاحب کے پاس باوجود اس دوسرے معنی ابن عباسؓ اور عکرمہ کے کون سی قطعی دلیل اس بات پر ہے کہ اس ذکر والی کتاب سے وہ لوگ قطعاً باہر رکھے گئے ہیں۔

اقول۔ دلیل اس پر یہی ہے کہ ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ دونوں ضمیریں بہ وحدت کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہی عائد ہیں اور کوئی یہاں صارف قطعی پایا نہیں جاتا اور اصول و کلام میں ثابت ہے کہ ''النصوص تحمل علی ظواهرها و صرف النصوص عن ظواهرها الحاد''

قولہ... ازانجملہ ایک یہ کہ مولوی صاحب نے تعیین مرجع نفی یعنی موتی کی قطعی ثبوت پیش نہیں کیا۔

اقول... قطعی ثبوت یہی ہے کہ ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ ضمیر بہ کی عائد ہے۔ طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور کوئی صارف یہاں متحقق نہیں ہے۔ وقد مر تفصيله فتذكر!

قولہ... کیونکہ تفسیر معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں حضرت عکرمہ وغیرہ صحابہؓ سے یہی روایت ہے کہ ضمیر بہ کی جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی طرف پھرتی ہے۔

اقول...... ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ عکرمہ صحابہ میں داخل ہیں۔ حالانکہ یہ غلط محض ہے۔ اس روایت کی سند اگر چہ عکرمہ تک نہایت صحیح ہے۔ مگر یہ قول تابعی ہے۔ مخالف ظاہر نص قرآنی کے اور قول تابعی معارض نص کا ظاہر سے ہو نہیں سکتا ہے۔ علاوہ اس کے اس تقریر پر آیت "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته (نساء:۱۵۹) " کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اجنبیت محضہ ہے۔ حالانکہ ما قبل و مابعد میں ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے اور اجنبی کے ساتھ بلا فائدہ فصل خلاف بلاغت ہے۔ بالجملہ اس معنی کے رد کے لئے بھی وہ دلیل تحقیقی جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ جو سارے معانی و احتمالات مخالفہ کو رد کرتی ہے کافی ہے۔

قولہ... اور یہ روایت قوی ہے کیونکہ مجرد مسیح ابن مریم پر ایمان لانا موجب نجات نہیں ٹھہر سکتا۔

اقول .... بعد نزول مسیح ابن مریم کے مجرد مسیح ابن مریم پر ایمان لانا موجب نجات ہے۔ اس لئے کہ بعد نزول کے حضرت مسیح ابن مریم شریعت محمدیہ ﷺ کے متبع ہو کر رہیں گے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ پس مسیح پر ایمان لانا مستلزم ہے۔ خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لانے کو اور خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لانا بلاشبہ موجب نجات ہے۔ کیونکہ وہ ایمان تمام نبیوں پر ایمان لانے کو مستلزم ہے۔

قولہ .... اور بموجب روایت عکرمہ بہ رعایت آپ کے نحوی قاعدہ کے یہ معنی ٹھہریں گے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے موجودہ اہل کتاب سب کے سب نبی ﷺ پر اپنی موت سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔ جس ایمان کے طفیل مسیح ابن مریم پر بھی ایمان لانا انہیں نصیب ہو جائے گا۔

اقول .... یہ معنی باطل ہیں۔ چند وجوہ:

اول .... یہ کہ ظاہر قرآن یہ ہے کہ ضمیر موتہ کی راجع طرف حضرت مسیح کے ہے اور صارف قوی یہاں کوئی موجود نہیں ہے اور بغیر صارف قوی صرف النص عن الظاہر نہیں جائز ہے۔

دوم .... قبل موتہ کی قید اس وقت لغو ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر ایمان لانے والا اپنی موت سے پہلے ایمان لاتا ہے۔ ایمان بعد الموت متصور نہیں۔ اس وقت اسی قدر کہنا کافی تھا۔ "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به"

سوم .... یہ کہ آیت "ويوم القيمة يكون عليهم شهيدا (نساء:۱۵۹)" میں ضمیر کان

قطعاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور ضمیر علیہم کا مرجع یقیناً وہ اہل کتاب ہیں۔ جن کے ایمان لانے کا اس آیت میں ذکر ہے اور گواہ ہونا جب ہی ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ایمان لانے کے زمانہ میں ان میں زندہ موجود ہوں۔

چہارم..... اگر ضمیر بہ کی آنحضرت ﷺ کی طرف ہوتی تو واجب تھا کہ بجائے بہ کے بک ہوتا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے لئے ماقبل اس آیت کی ضمیر خطاب کی ہے۔ "قال اللہ تعالیٰ یسئلک اہل الکتاب ان تنزل علیہم کتاباً (نساء:۱۵۳)" اور مابعد بھی ضمیر خطاب کی ہے۔ "قال اللہ تعالیٰ لکن الراسخون فی العلم منہم والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (النساء:۱۶۲)"

"قال تعالیٰ انا اوحینا الیک (النساء:۱۶۳)"

"وقال تعالیٰ ورسلاً قد قصصنٰہم علیک من قبل ورسلاً لم نقصصہم علیک (النساء:۱۶۴)"

"وقال تعالیٰ لکن اللہ یشہد بما انزل الیک (النساء:۱۶۶)"

پس درمیان میں جو ضمیر غائب کے لائی گئی۔ اس کے تصریح کی کوئی وجہ سوائے قاعدہ التفات کے نہیں معلوم ہوتی ہے۔ پس یہاں قاعدہ التفات موافق علم معانی کے بیان کرنا چاہئے۔

پنجم..... جب ضمیر بہ موتہ کی غیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہوئی تو اس کو کچھ علاقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے نہ ہوا۔ حالانکہ ماقبل و مابعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ پس درمیان میں بلا قاعدہ کلام اجنبی کا لانا خلاف بلاغت ہے۔

ششم..... روایت عکرمہ کی یہ معنی جو آپ نے کہے ہیں۔ اس کے لئے کوئی مثبت نہیں ہے۔ خود عکرمہ کا لفظ بھی صراحۃً اس کے خلاف پر دلالت کرتا ہے۔ ابن کثیر میں یہی روایت میں ہے۔ "قال عکرمۃ لایموت النصرانی ولا الیہودی حتی یؤمن بمحمد ﷺ" اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ ہر اہل کتاب اپنے مرنے کے وقت آنحضرت ﷺ پر ایمان لاتا ہے۔ یعنی زہوق روح کے وقت پس وہ معنی جو آپ نے بیان کئے ہرگز صحیح نہیں ہو سکتے ہیں۔ بالجملہ اس معنی کے رد کے لئے وہی دلیل تحقیقی جو اوپر لکھی گئی کافی ہے۔

قولہ..... اور اگر آپ اپنی ضد نہ چھوڑیں اور ضمیر لیؤمنن بہ کو خواہ مخواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہی پھیرنا چاہیں تو باوجود اس فساد کے جس کا نقصان آپ کی طرف عائد ہے۔ ہماری طرز

بیان کا کچھ بھی حرج نہیں۔ کیونکہ ہمارے طور پر برعایت خاص استقبال کے پھر اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ کے سب اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔ الی قولہ اب اگر ہماری اس تاویل میں آپ کوئی جرح کریں گے تو وہی جرح آپ کی تاویل میں ہوگی۔

اقول ...... یہ معنی بھی آپ کے باطل ہیں۔ بچند وجوہ

اوّل ...... یہ کہ اس معنی پر صرف نص کا ظاہر سے لازم آتا ہے۔ بغیر صارف قطعی کے کیونکہ ظاہر نص یہی ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی راجع ہے۔ طرف عیسیٰ علیہ السلام کے اور صارف قطعی کوئی یہاں پایا نہیں جاتا ہے۔

دوم ...... قبل موتہ کی قید اس وقت لغو ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر ایمان لانے والا اپنے مرنے سے پہلے ہی ایمان لاتا ہے۔ ایمان بعد الموت تو متصور ہی نہیں۔ اس وقت یہ کلام مجانین کا سا کلام ہوا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ آج میں نے مرنے سے پہلے نماز پڑھ لی اور مرنے سے پہلے کھانا کھا لیا اور مرنے سے پہلے کچہری گیا اور مرنے سے پہلے سبق پڑھا۔ اگر ایسا کہا تو کیا اس کو کوئی شخص عاقل سمجھے گا۔ ہرگز نہیں۔

قولہ ...... پس گو ابن جریر یا ابن کثیر کا اپنا مذہب کچھ ہو یہ شہادت تو انہوں نے بڑے بسط سے بیان کر دی ہے کہ اس آیت کے معنی اہل تاویل میں مختلف فیہ ہیں اور ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ مسیح ابن مریم کے نزول اور حیات پر قطعی دلالت اس آیت کی ہرگز نہیں اور یہی ثابت کرنا تھا۔

اقول ...... اگرچہ اس آیت کی تاویل میں اختلاف ہے۔ مگر پھر اختلاف قطعیہ کو رد نہیں کر سکتا ہے۔ ہم نے اوپر ثابت کر دیا کہ ظاہر نص قرآنی یہی ہے کہ ضمیر موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عائد ہے اور اس ظاہر سے کوئی صارف قطعی پایا نہیں جاتا ہے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی جائز نہیں بلکہ الحاد ہے اور بقیہ احتمالات ومعانی کو تحقیقی والزامی دونوں طور پر بفضلہ تعالیٰ باطل کر کے ہم نے دکھلا دیا۔" الحمد لله علیٰ ذلک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه کما یحب ویرضیٰ "

قولہ ...... واضح ہو کہ قرآن میں "یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی (نساء:۵۵)" موجود ہے۔ قرآن کریم کے عموم محاورہ پر نظر ڈالنے سے قطعی ویقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تمام قرآن میں توفی کا لفظ قبض روح کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ یعنی اس قبض روح میں جو موت

کے وقت ہوتا ہے دو جگہ قرآن مجید میں وہ قبض روح بھی مراد لیا ہے۔ جو نیند کی حالت میں ہوتا ہے۔ لیکن اس جگہ قرینہ قائم کر دیا ہے۔ جس سے سمجھا گیا ہے کہ حقیقی معنی توفی کے موت ہی ہیں۔

اقول..... یہ کلام چند امر پر دال ہے۔

اوّل..... یہ کہ توفی کے معنی حقیقی موت ہی ہیں اور دیگر معنی مجازی ہیں۔

دوم..... یہ کہ موت کے ارادہ کے لئے قرینہ قائم نہیں کیا جاتا ہے اور دیگر معانی کے لئے قرینہ قائم کیا جاتا ہے اور یہ دونوں امر منظور فیہ ہیں۔ بیان اس کا یہ ہے کہ توفی کے اصلی معنی نہ موت کے ہیں نہ اس قبض روح کے جو موت کے وقت ہوتا ہے۔ بلکہ اصلی معنی اس لفظ کے قبض تمام کے ہیں۔

بیضاوی میں ہے: ''والتوفی اخذ الشئ وافیا والموت نوع منه''

اور بیضاوی میں ہے: ''فان اصله قبض الشئ بتمامه''

تفسیر ابوالسعود میں ہے: ''التوفی اخذ الشئ وافیاً والموت نوع منه''

تفسیر کبیر میں ہے: ''التوفی اخذ الشئ وافیاً والموت نوع منه''

اور بھی اسی میں ہے: ''التوفی جنس تحته انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الی السماء''

تفسیر ابوالسعود میں ہے: ''واصله قبض الشئ بتمامه''

تفسیر کبیر میں ہے: ''فثبت ان الموت والنوم یشترکان فی کون کل واحد منهما توفیا للنفس''

قسطلانی میں ہے: ''والتوفی اخذ الشئ وافیاً والموت نوع منه''

اور موت ونوم کو توفی اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اخذ الشئ پایا جاتا ہے۔ یہی معنی حقیقی واصلی موضوع لہ توفی کا یہ معنی کلی ہیں اور موت ونوم وغیرہ با معنی حقیقی ومعنی موضوع لہ کے افراد ہیں اور علم اصول وبلاغت میں ثابت ہوا ہے کہ وہ لفظ جو ایک معنی کلی کے لئے وضع کیا گیا ہے جب بعض افراد میں استعمال کیا جائے گا تو یہ استعمال مجازی ہوگا اور وہ بعض افراد معنی مجازی قرار پائیں گے۔ یا قرینہ معارف ومعنی کلی ہی سمجھے جائیں گے اور بعض بعض افراد کے لئے قرینہ کی ضرورت ہوگی۔ اسی لئے قرآن مجید میں جہاں توفی کا لفظ بمعنی موت آیا ہے وہاں قرینہ قائم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ نوم کے لئے قرینہ قائم کیا گیا ہے۔ مرزا قادیانی نے جو قول (ازالہ اوہام ص ۳۳۲ تا ۳۳۳ خزائن

ج۳ ص ۱۸ و ۲) تک تئیس مقامات قرآن مجید کے لکھے ہیں۔ جن میں لفظ توفی بمعنی موت آیا ہے انہی کو ہم نے بہت غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ سب جگہ قرینہ قائم ہے۔ وہ مقامات حسب تفصیل ذیل ہیں۔ مقام اول سورۂ نساء میں ہے۔ ”حتی یتوفهن الموت (النساء:۱۵)“ اس کو مرزا قادیانی نے یوں نقل کیا ہے۔ ”ثم یتوفهن الموت“ یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ توفی سے مراد ”اخذ الشیء وافیا“ ہے۔ نہ موت ورنہ لفظ موت بیکار ہے۔ اور اگر لفظ موت قرینہ تعیین معنی موت کا ٹھہرایا جاوے تو معلوم ہوا کہ توفی سے موت سمجھنا قرینہ سے ہے۔ مقام دوسرا سورۂ آل عمران میں ہے۔ ”وتوفنا مع الابرار (آل عمران:۱۹۳)“ یہاں مع الابرار قرینہ ہے ارادہ موت کے لئے۔ وھو ظاہر!

مقام تیسرا سورۂ سجدہ میں ہے۔ ”قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم (سجدہ:۱۱)“ یہاں لفظ ملک الموت قرینہ ہے ارادہ موت کے لئے۔

مقام چوتھا سورۂ نساء میں ہے۔ ”ان الذین توفهم الملائکة ظالمی انفسهم (نساء:۹۷)“ یہاں لفظ ملائکہ قرینہ موجود ہے۔

مقام پانچواں سورۂ مؤمن میں ہے۔ ”فاما نرینک بعض الذی نعدهم او نتوفینک فالینا یرجعون (مؤمن:۷۷)“ یہاں لفظ الینا یرجعون صریح قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام چھٹا سورۂ نحل میں ہے۔ ”الذین تتوفهم الملائکة ظالمی انفسهم (النحل:۲۸)“

مقام ساتواں بھی اسی میں ہے۔ ”الذین تتوفهم الملائکة طیبین (نحل:۳۲)“ مرزا قادیانی نے تتوفہم کی جگہ توفیہم لکھا ہے۔ یہاں لفظ ملائکہ بدستور واضح قرینہ ہے ارادہ موت کا۔

مقام آٹھواں حسب تحریر مرزا قادیانی سورۂ بقرہ میں ہے۔ ”یتوفون منکم (بقرہ:۲۴۰)“ یہ مقام خاکسار کو نہیں ملا۔

مقام نواں سورۂ بقرہ میں ہے۔ ”والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا (بقرہ:۲۳۴)“ یہاں لفظ ویذرون ازواجا تربصن بلکہ سارے احکام جو اس مقام پر مذکور ہیں قرینہ ہیں۔ ارادہ موت پر۔ اسی سورۂ پارہ میں

دوسری جگہ لکھا ہے: "الذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة لازواجهم متاعاً الی الحول غیر اخراج (بقرہ:۲۴۰)" یہاں بھی لفظ یذرون اور سارے احکام قرینہ ہیں۔ ارادہ موت پر بھی تو ہے کیا تعجب یہی مقام میں شاید ہو کا تب سے ترانہ اوہام میں جگہ ہے کہ لکھا گیا ہے۔

مقام دسواں سورۂ انعام میں ہے: "حتیٰ اذا جاء احدکم الموت توفته رسلنا وهم لا یفرطون (انعام:۶۱)" یہاں لفظ موت ورسل قرینہ ہے۔ ارادہ موت پر۔

مقام گیارھواں سورۂ اعراف میں ہے: "حتیٰ اذا جاءتهم رسلنا یتوفونهم (اعراف:۳۷)" یہاں لفظ رسل بلکہ سارا قصہ قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام بارھواں سورۂ اعراف میں ہے: "توفنا مسلمین (اعراف:۱۲۶)" یہاں سارا قصہ قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام تیرھواں سورۂ انفال: "یتوفی الذین کفروا الملائکة یضربون وجوههم وادبارهم (انفال:۵۰)" یا دجوہ اس کے خاکسار نے نہیں پایا۔

مقام چودھواں سورۂ محمد میں ہے: "فکیف اذا توفتهم الملائکة یضربون وجوههم وادبارهم (محمد:۲۷)" یہاں لفظ الملائکة بعد ضرب الوجوہ والادبار قرینہ ہے۔ ارادہ موت پر۔

مقام پندرھواں سورۂ یونس میں ہے: "واما نرینك بعض الذی نعدهم او نتوفینك فالینا مرجعهم (یونس:۴۶)" یہاں کلمہ قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام سولھواں یوسف میں ہے: "توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین (یوسف:[illegible])" یہاں حالت دعا ولفظ مسلما والحقنی بالصالحین قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام سترھواں سورۂ رعد میں ہے: "واما نرینك بعض الذی نعدهم او نتوفینك (رعد:۴۰)" یہاں کلمہ قرینہ ہے ارادہ موت پر۔

مقام اٹھارواں مومن میں ہے: "ومنکم من یتوفی من قبل (مومن:۶۷)" یہاں ما قبل اس کا یعنی "ثم لتبلغوا اشدکم ثم لتکونوا شیوخا" قرینہ ہے ارادہ موت پر۔ اتنا اوہام میں غلطی سے بجائے ۶۷ کے لکھا گیا۔

مقام ستائیسواں سورۂ مؤمن میں ہے: ''او نتوفینک'' اتزاالہام میں بھی یہاں دو غلطیاں ہیں۔ اول یہ کہ ۲۲۲۰۱۳ لکھا ہے۔ دوم یہ آیت مکمل ہو چکی ہے۔ یہاں مکرر لکھی گئی ہے۔

مقام اٹھائیسواں نحل: ''واللہ خلقکم ثم یتوفکم ومنکم من یرد الی ارذل العمر (نحل:۷۰)'' یہاں ومنکم من یرد الی ارذل العمر قرینہ ہے ارادۂ موت پر۔

مقام انتیسواں حج: ''ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر (الحج:۵)'' یہاں ومنکم من یرد قرینہ ہے ارادۂ موت پر۔

مقام تیسواں سورۂ زمر میں ہے: ''اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا (زمر:۴۲)'' یہ آیت اول دلیل ہے مرزا قادیانی کے خلاف مطلوب پر۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ توفی کا لفظ موت و نوم دونوں کے لئے آتا ہے اور دونوں استعمالوں میں قرینہ کی حاجت ہے۔ موت کے لئے یہاں قرینہ لفظ حین موتہا اور نوم کے لئے والتی لم تمت فی منامہا موجود ہے۔

مقام اکتیسواں الانعام: ''ھو الذی یتوفکم باللیل (انعام:۶۰)'' یہاں توفی سے نوم مراد ہے اور قرینہ لفظ باللیل ہے۔ یہاں سے بخوبی ثابت ہوا کہ لفظ توفی کا موضوع لہ معنی کلی یعنی اخذ الشئ وافیاً ہے اور موت اور نوم کے معنی کے لئے قرینہ کی حاجت ہے۔ یعنی جب تک کوئی قرینہ قطعیہ قائم نہ ہوگا تو اس معنی کلی سے صرف نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ النصوص تحمل علی ظواہرھا وصرف النصوص عن ظواہرھا الحاد قاعدہ مقررہ ہے اور یہی دوسری جگہ ثابت ہوا ہے کہ اللفظ یحمل علی الحقیقۃ مالم یصرف عنہا صارف۔

قولہ... بہرحال جب کہ تمام قرآن میں لفظ توفی کا قبض روح کے معنوں میں آیا ہے اور احادیث میں ان تمام مواضع میں جو خدا تعالیٰ کو فاعل ٹھہرا کر اس لفظ کو انسان کی نسبت استعمال کیا ہے۔ جابجا موت ہی کے معنی لئے ہیں تو بلاشبہ یہ لفظ قبض روح اور موت کے لئے قطعیۃ الدلالۃ ہو گیا۔

اقول... اس میں کلام ہے چند وجہ:

اوّل... یہ کہ اگرچہ لفظ توفی قرآن واحادیث میں بہت جگہ موت کے معنی میں آیا ہے۔ مگر کوئی ایک جگہ بھی ایسی نہیں کہ قرینہ وہاں قائم نہ کیا گیا ہو اور معنی حقیقی ہوا موت کا جب ثابت ہو کہ کوئی ایسی جگہ قرآن وحدیث میں آپ بتا سکتے کہ بلا قیام قرینہ حقیقی طور پر وہاں موت مراد ہو۔

دوم...... یہ کہ یہ آیت "ذو الوجوہ" ہے اور مفسرین قدیماً وحدیثاً اس کے معنی میں چند تاویلات لکھتے چلے آتے ہیں اور جو معنی آپ نے کیے وہ کسی نے نہیں کیے ہیں اور جب آپ نے آیت "وان من اھل الکتاب" کو اس وجہ سے کہ وہ ذوالوجوہ ہے قطعیۃ الدلالۃ ہونا تسلیم نہیں کیا۔ حالانکہ وہ معنی بھی تفسیروں میں موجود ہیں جو حضرت نے بیان کئے۔ تو کیا آیت "انی متوفیک" کو جو ذوالوجوہ ہے اور آپ کے مخترع معنی ایک تفسیر میں بھی نہیں لکھے ہیں۔ معنی مخترع کو قطعیۃ الدلالۃ کہنا کیسی جسارت وجرأت ہے۔ حدیث "اذا لم تستحی فاصنع ما شئت" کو یاد کیجئے اور "وعید من فسر القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار" کا بھی لحاظ رکھئے۔ اب ہم اس آیت کے ذوالوجوہ ہونے کے لئے چند تفاسیر کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

معالم میں ہے "واختلفوا في معنى التوفي منها قال الحسن والكلبي وابن جريج اني قابضك ورافعك من الدنيا الي من غير موت بدنك يدل عليه قوله تعالى فلما توفيتني اي قبضتني الى السماء وانا حي لان قومه انما تنصروا بعد رفعه لا بعد موته فعلى هذا للتوفي تاويلان احدهما اني رافعك الي وافياً لم ينالوا منك شيئاً من قولهم توفيت منه كذا وكذا واستوفيته اذا اخذته تاماً والآخر اني متسلمك من قولهم توفيت منه كذا اي تسلمته وقال الربيع بن انس المراد بالتوفي النوم وكان عيسى قد نام فرفعه الله نائماً الى السماء معناها اني منيمك ورافعك الي كما قال الله تعالى وهو الذي يتوفكم بالليل اي ينيمكم وقال بعضهم المراد بالتوفي الموت وروى علي بن طلحة عن ابن عباسؓ ان معناه اني مميتك يدل عليه قوله تعالى قل يتوفكم ملك الموت فعلى هذا له تاويلان احدهما ما قاله وهب توفى الله عيسى ثلث ساعات من النهار ثم احياه ورفعه الله اليه وقال محمد بن اسحق ان النصارى يزعمون ان الله تعالى توفاه سبع ساعات من النهار ثم احياه ورفعه اليه والآخر ما قاله الضحاك وجماعة ان في هذه الآية تقديما وتاخيرا معناه اني رافعك الي ومطهرك من الذين كفروا ومتوفيك بعد انزالك من السماء انتهى"

تفسیر ابن کثیر میں ہے: ''اختلف المفسرون فی قوله تعالیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ فقال قتادة وغیره هذا من المقدم والمؤخر تقدیره انی رافعك الیّ ومتوفیك یعنی بعد ذلك وقال علی بن ابی طلحة عن ابن عباس انی متوفیك ای ممیتك وقال محمد اسحق عمن لایتهم عن وهب بن منبه قال توفاه الله ثلث ساعات من اوّل النهار حین رفعه الله قال ابن اسحق والنصاریٰ یزعمون ان الله توفاه سبع ساعات ثم احیاه قال اسحق بن بشیر عن ادریس عن وهب اماته الله ثلثة ایام ثم بعثه ثم رفعه قال مطر الوراق انی متوفیك فی الدنیا لیس بوفات موت وکذا قال ابن جریر توفیه هو رفعه وقال الاکثرون المراد بالوفاة هنا النوم کما قال الله تعالیٰ وهو الذی یتوفکم باللیل الآیة وقال الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها الآیة وکان رسول الله ﷺ یقول اذا قام من النوم الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا الحدیث انتهی''

تفسیر بیضاوی میں ہے: ''یاعیسیٰ انی متوفیك ای مستوفی اجلك ومؤخرك الی اجلك المسمی عاصما ایاك من قتلهم اوقابضك من الارض من توفیت مالی اومتوفیك نائما اذروی انه رفع نائما اوممیتك عن الشهوات العائقة عن العروج الی عالم الملکوت وقیل اماته الله سبع ساعات ثم رفعه الی السماء والیه ذهب النصاریٰ انتهی''

کشاف میں ہے: ''انی متوفیك ای مستوفی اجلك ومعناه انی عاصمك من ان یقتلك الکفار ومؤخرك الی اجل کتبته لك وممیتك حتف انفك لاقتلا بایدیهم ورافعك الیّ الی سمائی ومقر ملائکتی ومطهرك من الذین کفروا من سوء جوارهم وخبث صحبتهم وقیل متوفیك قابضك من الارض من توفیت مالی علی فلان اذا استوفیته وقیل ممیتك فی وقتك بعد النزول من السماء ورافعك الآن وقیل متوفی نفسك بالنوم من قوله والتی لم تمت فی منامها ورافعك وانت نائم حتی لایلحقك خوف وتستیقظ وانت فی السماء من مقرب انتهی''

تفسیر کبیر ص ۶ج ۲:" الصفة الاولیٰ انی متوفیك ونظیره قوله تعالی حکایة عنه فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم واختلف اهل التاویل فی هاتین الآیتین علی طریقین احدهما اجراء الآیة علی ظاهرها من غیر تقدیم ولاتاخیر فیها والثانی فرض التقدیم والتاخیر فیها اما الطریق الاولیٰ فبیانه من وجوه الاول معنی قوله انی متوفیك ای انی متمم عمرك فحینئذ اتوفك فلا اترکهم حتی یقتلوك بل انا رافعك الیٰ سمائی ومقربك بملائکتی واصونك عن ان یتمکنوا من قتلك وهذا تاویل حسن والثانی متوفیك ای ممیتك وهو مروی عن ابن عباس ومحمد بن اسحٰق قالوا والمقصود ان لایصل اعداءہ من الیهود الیٰ قتله ثم انه بعد ذلك اکرمه بان رفعه الی السماء ثم اختلفوا علی ثلثة اوجه احدها قال وهب توفی ثلث ساعات ثم رفع ثانیها قال محمد بن اسحٰق توفی سبع ساعات ثم احیاه الله ورفعه الثالث قال الربیع بن انس انه تعالیٰ توفاه حین رفعه الیٰ السماء قال تعالیٰ الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها الوجه الرابع فی تاویل الآیة ان الواو فی قوله متوفیك ورافعك لایفید الترتیب فالآیة تدل علی انه تعالیٰ یفعل به هذه الافعال فاما کیف یفعل ومتی یفعل فالامر فیه موقوف علی الدلیل وقد ثبت بالدلیل علی انه حی وورد الخبر عن النبی ﷺ انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالیٰ یتوفاه بعد ذلك الوجه الخامس فی التاویل ماقاله ابوبکر الواسطی وهو ان المراد انی متوفیك عن شهواتك وحظوظ نفسك ثم قال ورافعك الیّ وذلك لان من لم یصر فانیا عما سوی الله لایکون له وصول الیٰ مقام معرفة الله وایضا فعیسیٰ لمارفع الیٰ السماء صار حاله کحال الملائکة فی زوال الشهوة والغضب والاخلاق الذمیمة والوجه السادس ان التوفی اخذ الشئ وافیاً ولما علم ان من الناس من یخطر بباله ان الذی رفعه الله هو روحه لاجسده ذکر هذا الکلام لیدل علی انه علیه الصلوٰة والسلام رفع بتمامه الیٰ السماء بروحه وبجسده ویدل علی صحة هذا التاویل قوله تعالی وما یضرونك من شئ والوجه السابع انی متوفیك

اي اجعلك كالمتوفى لانه اذا رفع الى السماء وانقطع خبره واثره عن الارض كان كالمتوفى واطلاق اسم الشئ على مايشابهه في اكثر خواصه وصفاته جائز حسن الوجه الثامن ان التوفي هو القبض يقال وفاني فلان دراهمي واوفاني وتوفيتها منه كما يقال سلم فلان دراهمي الىّ وتسلمتها منه وقد يكون ايضا توفى بمعنى استوفى وعلى كلا الوجهين كان اخراجه من الارض واصعاده الى السماء توفيا له فان قيل فعلى هذا الوجه كان التوفي عين الرفع اليه فيصير قوله ورافعك الىّ تكرارا قلنا قوله اني متوفيك يدل على حصول التوفي وهو جنس تحته انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الى السماء فلما قال بعده ورافعك الىّ كان هذا تعيينا للنوع ولم يكن تكراراً الوجه التاسع ان يقدر فيه حذف المضاف والتقدير متوفي عملك بمعنى مستوفي عملك ورافعك الىّ اي رافع عملك الىّ وهو كقوله اليه يصعد الكلم الطيب والمراد من هذه الآية انه تعالى بشره بقبول طاعته واعماله وعرفه ان مايصل اليه من المتاعب والمشاق في تمشية دينه واظهار الشريعة من الاعداء فهولا يضيع اجره ولايهدم ثوابه فهذه جملة الوجوه المذكورة على قول من يجري الآية على ظاهرها الطريق الثاني وهو قول من قال لابد في الآية من تقديم وتاخير من غيران يحتاج فيها الى تقديم اوتاخير قالوا ان قوله رافعك الىّ ليقتضي انه رفعه حيا والو او لا يقتضي الترتيب فلم يبق الا ان يقول فيها تقديم وتاخير والمعنى اني رافعك ومطهرك من الذين كفروا ومتوفيك بعد انزالي اياك في الدنيا ومثله من التقديم والتاخير كثير في القرآن واعلم ان الوجوه الكثيرة التي قدمناها تغني عن التزام مخالفة الظاهر والله اعلم انتهى "

فتح البيان میں ہے:" قال الفراء ان في الكلام تقديما وتاخيراً تقديره انى رافعك ومطهرك ومتوفيك بعد انزالك من السماء قال ابوزيد متوفيك قابضك وقيل الكلام على حاله من غير ادعاء تقديم وتاخير فيه والمعنى كما قال في الكشاف مستوفي اجلك ومعناه اني عاصمك من ان يقتلك الكفار

ومؤخر اجلك الى اجل كتبته لك ومميتك حتف انفك لا قتلا بايديهم عن مطر الوراق قال متوفيك من الدنيا وليس بوفاة موت وانما احتاج المفسرون الى تأويل الوفاة بما ذكر لان الصحيح ان الله تعالى رفعه الى السماء من غير وفاة كما رجحه كثير من المفسرين واختاره ابن جرير الطبري ووجه ذلك انه قد صح في الاخبار عن النبي ﷺ نزوله وقتله الدجال وقيل ان الله سبحانه توفاه ثلاث ساعات من نهار ثم رفعه الى السماء وفيه ضعف وقيل المراد بالوفاة هنا النوم ومثله هو الذي يتوفاكم بالليل اي ينيمكم وبه قال كثيرون وقيل الواو في قوله ورافعك لا تفيد الترتيب لانها لمطلق الجمع فلا فرق بين التقديم والتاخير قاله ابو البقاء قال ابوبكر الواسطي المعنى اني متوفيك عن شهواتك وحظوظ نفسك وهذا بالتحريف اشبه منه بالتفسير انتهى" یہاں سے ذو الوجوہ ہونا اس آیت کا ثابت ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو معنی مرزا قادیانی نے کیے وہ کسی مفسر نے نہیں لکھے۔ مفسرین کے دو ہی مذہب اس بات میں ہیں یا تو یہ کہ زندہ اٹھا لے گئے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مار کر پھر زندہ کیا اور زندہ اپنی طرف اٹھالیا۔ یہ کسی کا مذہب نہیں ہے کہ وہ اب بھی مردہ ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ ابن عباس نے تفسیر انی متوفیک کی انی ممیتک کے ساتھ کی ہے تو جواب یہ ہے کہ اہل تفسیر نے ابن عباس کے اس قول کی تاویل کی ہے اور تاویل ضروری ہے۔ اس لئے کہ وہ آثار ابن عباسؓ کے جو بسند صحیح مروی ہیں، اس اثر کے معارض و مخالف ہیں۔

اوّل۔۔ وہ جو ابن کثیر وغیرہ میں مرقوم ہے: "عن ابن عباسؓ وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته قال قبل موت عيسى ابن مريم عليه السلام" اور اس کی سند اوپر مرقوم ہوتی ہے۔

دوم۔۔ وہ جو فتح البیان وغیرہ میں مرقوم ہے: "اخرج سعيد ابن منصور والنسائي وابن ابي حاتم وابن مردويه عن ابن عباسؓ قال لما اراد الله ان يرفع عيسى الى السماء خرج الى اصحابه وفي البيت اثنا عشر رجلا من الحواريين فخرج عليهم من عين في البيت وراسه يقطر ماء فقال ان منكم من يكفربي اثنى عشر مرة بعد ان آمن بي ثم قال ايكم يلقى عليه شبهي فيقتل مكاني

ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد علیهم فقام الشاب فقال اجلس ثم اعاده علیهم فقام الشاب فقال انا فقال انت ذاك فالقی علیه شبه عیسی ورفع عیسی من روزنة فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب من الیهود فاخذوا الشبه فقتلوه ثم صلبوه فکفربه بعضهم اثنی عشر مرة بعد ان آمن به وافترقوا ثلث فرق فقالت طائفة کان الله فینا ماشاء ثم صعد الی السماء فهولاء الیعقوبیة وقالت فرقة کان فینا ابن الله ماشاء ثم رفعه الله الیه وهولاء النسطوریة وقالت فرقة کان فینا عبدالله ورسوله وهولاء المسلمون فتظاهرت الکافرتان علی المسلمة فقتلوها فلم یزل الاسلام طامساً حتی بعث الله محمداً ﷺ فانزل الله علیه فآمنت طائفة من بنی اسرائیل یعنی طائفة التی آمنت فی زمن عیسیٰ وکفرت طائفة التی کفرت فی زمن عیسیٰ فایدنا الذین آمنوا فی زمن عیسیٰ باظهار محمد دینهم علی دین الکافرین قال ابن کثیر بعد ان ساقه بهذا اللفظ عند ابن ابی حاتم قال حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابومعاویة عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فذکره وهذا اسناد صحیح الی ابن عباسؓ وصدق ابن کثیر فهولاء کلهم رجال الصحیح واخرجه النسائی من حدیث ابی کریب عن ابی معاویة بنحوه وقدرویت قصة علیه السلام من طرق بالفاظ مختلفة وساقها عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر علی صفة قریبة مما فی الانجیل انتهی'' یہاں سے تاویل کی ضرورت ثابت ہوئی۔ اب اگر کوئی کہے کہ اگرچہ آیت ذوالوجوہ ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے سب وجوہ واحتمالات باطل کردیے۔ اس طرح پر کہ معنی حقیقی توفی کے موت کے ہیں تو جواب یہ ہے کہ اوپر معلوم ہوا کہ توفی معنی حقیقی موت کے ہرگز نہیں۔ بلکہ معنی حقیقی اخذ الشی وافیا ہیں اور موت معنی مجازی توفی کے ہیں اس واسطے جس جگہ قرآن مجید وحدیث میں توفی بمعنی موت آیا ہے تو وہاں قرینہ قائم ہے علاوہ اس کے آیت وان من اھل الکتاب میں بھی جتنے احتمالات ہمارے مخالف تھے۔ سب ہم نے بفضلہ تعالیٰ اظہار الحق میں خود بہ باطل کردیے۔ خواہ وہ احتمالات عرب کہ زمانہ نزول آیت سے آج تک مفسرین لکھتے چلے آئے ہیں۔ خواہ وہ جو مرزا قادیانی اور ان کے اتباع

سے فی زمانا گزر گئے ہیں۔ خواہ وہ جو قیامت تک "نکلنے والے ہوں۔ پس اس آیت کا قطعیۃ الدلالۃ ہونا بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔

قولہ.. اور بخاری جو اصح الکتب ہے۔ اس میں بھی تفسیر آیت فلما توفیتنی کی تقریب میں متوفیک کے معنی ممیتک لکھا ہے۔

اقول.. جواب اس کا بدو وجہ ہے۔

اوّل.. یہ روایت مخالف و معارض ہے ان دو روایتوں صحیح کے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ اسی ضرورت سے علماء نے اس روایت کو مؤول کیا ہے۔

دوم.. راوی اس کا علی بن طلحہ ہے۔ قسطلانی میں ہے: "وقال ابن عباسؓ فیما رواہ ابن ابی حاتم من طریق علی بن طلحۃ عنہ فی قولہ تعالیٰ یا عیسیٰ انی متوفیک معناہ ممیتک" اور علی بن ابی طلحہ کو ابن عباسؓ سے ملاقات نہیں ہے اور ضعیف ہے۔

تقریب میں ہے: "علی بن ابی طلحۃ سالم مولیٰ بنی العباس سکن حمص ارسل عن ابن عباسؓ ولم یرہ من السادسۃ صدوق قد یخطی"

خلاصہ میں ہے: "عن ابن عباسؓ مرسلاً وعن مجاھد والقاسم وعنہ ثور بن یزید ومعمر والثوری قال احمد لہ اشیاء منکرات وقال القسوی ضعیف"

کاشف میں ہے: "قال احمد لہ اشیاء منکرات"

میزان میں ہے: "قال احمد بن حنبل لہ اشیاء منکرات وقال دحیم لم یسمع علی بن ابی طلحۃ التفسیر عن ابن عباسؓ انتھی ملخصاً"

اور بخاری جو اصح الکتب ہے۔ اس سے مراد بخاری کی وہ احادیث مرفوعہ ہیں جو سند کے ساتھ بخاری اپنی صحیح میں لاتا ہے نہ تعالیق۔ چنانچہ فتح المغیث میں لکھتے ہیں کہ: "وبما تقدم تأید حمل قول البخاری ما ادخلت فی کتابی الا ماصح علیٰ مقصودہ بہ وھو الاحادیث الصحیحۃ المسندۃ دون التعالیق والآثار الموقوفۃ علی الصحابۃ فمن بعدھم والاحادیث المترجم بھا ونحو ذلک انتھی"

قولہ.. اور اگر کوئی کہے کہ ممیتک مقدم اور متوفیک مؤخر ہے۔ یعنی رفعت آیت کے سر پر اور "متوفیک فقرہ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا (آل عمران:۵۵)" کے بعد اور بیچ میں یہ فقرہ محذوف ہے: "ثم منزلک الی الارض" سو یہ ان یہودیوں کے طرح

تحریف ہے۔ جس پر یہود تحریف کے لعنت ہو چکی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں آیت کو اس طرح پر زیروزبر کرنا پڑے گا۔ "یا عیسیٰ انی رافعك الیٰ السماء ومطهرك من الذین كفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین كفروا الی یوم القیمة ثم منزلك الی الارض ومتوفیك (آل عمران:۵۵)"

اقول:...... ایک جماعت سلف میں سے اس تقدیم وتاخیر کی قائل ہوئی ہے۔ ان میں سے ہیں۔ ابن عباسؓ وضحاک وقتادہ وفراء وغیرہم ضحاک وقتادہ وفراء کا قائل تقدیم وتاخیر ہونا تو مصرح ہے اور ابن عباسؓ کا اس لئے کہ ابن عباس سے تفسیر متوفیک ممیتک مروی ہے اور حالانکہ موت قبل از رفع معارض ہے۔ اگر ان میں کے جو ابن عباس سے منقول ہوئے توجیہ توفیق نہیں ہے۔ مگر یہی قول بالتقدیم والتاخیر۔ پس اب یہ کہنا کہ یہودیوں کی طرح تحریف ہے۔ ان سب سلف پر تحریف کا الزام لگاتا ہے۔

ناظرین! اب اسے خدا غور فرمائیں کہ کیا مرزا قادیانی اس بات کے مجاز ٹھہر سکتے ہیں کہ ابن عباس وقتادہ وضحاک وفراء وغیرہم جلیل الشان اکابر کو یہودیوں کی سی تحریف کا الزام دیویں ان اکابر پر یہودیوں کی سی تحریف کا الزام دینا میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ نے کچھ ان بزرگوں کی عزت ومرتبت کا پاس نہ کیا جو تفسیر قرآن کو آپ سے بہتر جاننے والے تھے۔ علاوہ اس کے مجرد تقدیم وتاخیر موجب تحریف نہیں ہے۔ موجب تحریف وہ تقدیم وتاخیر ہے جو خلاف قواعد اس زبان کے ہو جس میں وہ کتاب نازل ہوئی ہے اور اس کے نظائر کتاب اللہ میں نہ پائے جاتے ہوں اور کوئی دلیل اس پر نہ ہو اور اس تقدیم وتاخیر میں کوئی قاعدہ موافق علم بلاغت کے نہ ہو اور یہاں چاروں امور غیر متحقق ہیں۔ خلاف قاعدہ تو اس لئے نہیں کہ (واو) لغت عرب میں ترتیب کے لئے نہیں آتا ہے۔ مطلق جمع پر دلالت کرتا ہے نظائر اس تقدیم وتاخیر کے بکثرت قرآن مجید میں موجود ہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے۔ "ومثله فی التقدیم والتاخیر كثیر فی القرآن" دلیل اس پر آیۂ "وان من اهل الكتاب الالیؤمنن به قبل موته واثر" صحیح ابن عباسؓ جو حکماً مرفوع ہے موجود ہے۔ اس تقدیم وتاخیر میں فائدہ موافق علم بلاغت کے یہ ہے کہ چونکہ کفار درپے قتل وصلیب تھے۔ اس لئے توفی جو واقع میں بعد رفع ہونے والی تھی۔ اس کا ذکر اہم تھا۔ مقصود یہ کہ ہم تم کو تمہاری اجل معلوم کے وقت ماریں گے۔ کفار تم کو قتل نہ کر سکیں گے۔ ان کے قتل سے ہم

تم کو بچا لیں گے اور بالفرض اگر یہی معنی آپ کے نزدیک خطا تھے تو تخطیہ کافی تھا۔ افتراءِ تحریف ابن عباسؓ سے جلیل القدر صحابی کو اور دیگر بزرگوں کو کمال سوءِ ادب ہے۔ اعاذنا اللہ منہ ۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

قولہ... اگر جسمانی طور پر رفع مراد لیا جائے تو سخت اشکال پیش آتا ہے۔ اس سے لازم آئے گا کہ خدا تعالیٰ دوسرے آسمان میں بیٹھا ہوا ہے تو دوسرے آسمان میں ہونا رافعک الی کا مصداق ہو جائے۔

اقول اس اشکال کو خصوصیت رفع جسمانی کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ اشکال تو رفع روحانی پر بھی وارد ہوتا ہے اور تقریر اس کی بعینہٖ یہی ہے جو آپ نے کی یعنی احادیث صحیح بخاری سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح مع اپنے خالہ زاد بھائی کے دوسرے آسمان پر ہیں۔ تو کیا خدا تعالیٰ دوسرے آسمان میں بیٹھا ہوا ہے تا دوسرے آسمان میں ہونا رافعک الی کا مصداق ہو جائے۔ اور حل اس اشکال کا یہ ہے کہ فوقیت و استواء علی العرش کی صفت اللہ تعالیٰ کے لئے کتاب و سنت سے ثابت ہے اور کیفیت اس کی مجہول ہے۔ پس فوق السموات عرش کی طرف اٹھانا اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھانا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا دوسرے آسمان میں بیٹھا ہونا کہاں لازم آتا ہے۔ یہ جواب تو موافق مذہب سلف کے ہے جو آیات صفات میں تاویل نہیں کرتے ہیں اور موافق خلف کے وہ تاویل ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھی ہے۔ لفظ بیضاوی یہ ہے: "الی محل کرامتی ومقر ملائکتی" شیخ زادہ اس کے تحت میں لکھتا ہے: "لما كان ظاهر الآية مشعر بكونه تعالى متمكناً في مكان يستعلي عليه بين ان المراد برفعه رفعه الى مكان رفيع الا انه عبر عن رفعه الله برفعه الى نفسه تشريفا لذلك المكان وتعظيما كما قال ابراهيم عليه السلام اني ذاهب الى ربي وانما ذهب عليه السلام من العراق الى الشام ويسمى الحجاج زوار الله والمجاورون جيران الله كل ذلك لتعظيم الاماكن وتفخيماً فكذا هذا"

قولہ۔ بلکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فاعل ہونے اور انسان کے مفعول ہونے کی حالت میں بجز قبض روح کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر میں نے ہزار روپیہ کا اشتہار بھی دیا ہے۔

اقول... اوپر ہم نے ثابت کر دیا کہ جس مقام پر توفی کے معنی موت کے آتے ہیں وہاں قرینہ موجود ہے جو علامت مجاز کی ہے۔ پس مجھے جھوٹا اشتہار دینا تو منظور نہیں۔ لیکن میں یہ سچا اشتہار دیتا

یوں کہا کہ اگر آپ قرآن مجید میں توفی بمعنی موت کے بغیر قرینہ مقالیہ یا حالیہ کے ایک جگہ بھی ثابت کر دیں تو میں آپ کو اس دعویٰ میں کہ یہ آیت قطعیۃ الدلالۃ ہے۔ حیات مسیح علیہ السلام پر صادق مان لوں گا۔ پھر اس میں بحث رہے گی کہ کوئی دوسری آیت قطعیۃ الدلالۃ اس کے معارض ہے یا نہیں۔

قولہ..... اب اگر یہ آیت مسیح ابن مریم کی وفات پر قطعیۃ الدلالۃ نہیں تو دلائل مذکورہ بالا اور نیز دلائل مفصلہ مبسوطہ ازالہ اوہام کا جواب دینا چاہئے۔

اقول..... دلائل مذکورہ بالا کا تو جواب بفضلہ تعالیٰ ہو گیا۔ رہی دلائل مفصلہ مبسوطہ ازالہ اوہام ان کا جواب بھی انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہونے والا ہے منتظر!

قولہ..... تو کیا آپ کو ہزار روپیہ بھی مل جائے اور اپنے بھائیوں میں علمی شہرت بھی حاصل ہو جائے۔

اقول..... تعجب کہ آپ باوجود دعوے مسیحیت خاکسار کو طمع روپیہ شہرت کا دیتے ہیں۔ خاکسار کی تو یہ دعا ہے کہ حق تعالیٰ مجھے اور آپ کو اور سب اہل اسلام کو طمع روپیہ و شہرت سے بچا دے۔

قولہ..... دوسری دلیل مسیح ابن مریم کی وفات پر خود جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔ جس کو امام بخاری اپنی کتاب التفسیر میں اسی غرض سے لایا ہے کہ تا ظاہر کرے کہ لما توفیتنی کے لما اتی ہے۔ ایسی قول اس میں تو کچھ شک نہیں کہ ہمارے نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور مدینہ منورہ میں آپ کا مزار ہے۔ پھر جب کہ آنحضرت ﷺ نے وہی لفظ فلما توفیتنی کا حدیث بخاری میں اپنے لئے اختیار کیا ہے اور اپنے حق میں ویسا ہی استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں مستعمل تھا تو کیا اس بات کے سمجھنے میں کچھ کسر رہ گئی کہ جیسا کہ آنحضرت ﷺ وفات پا گئے۔ ایسا ہی حضرت مسیح ابن مریم بھی وفات پا گئے۔

اقول..... اس مقام پر آپ نے بڑا مغالطہ کھایا ہے یا دیا ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ لفظ صحیح بخاری کا یہ ہے: "فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم" یہاں کاف تشبیہ ہے۔ جو مغایرت پر دلالت کرتا ہے اگر حضرت یوں فرماتے۔ "فاقول ما قال العبد الصالح" تو استدلال آپ کا درست ہوتا جب حضرت نے کاف تشبیہ اس پر داخل کیا تو یہ دلیل مغایرت ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضرت کے توفی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے توفی میں یک مشابہت تو ہے۔ مگر عینیت نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی تو بطور اصعاد ہوئی اور حضرت ﷺ کی توفی بطور موت سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے حضرت کی زبان سے کیسا لفظ نکلوایا کہ جس سے حیات مسیح میں شبہ کرنے والوں کے شبہ کا استیصال کلی ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذالک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ!

دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول سورۂ مائدہ میں یوں حکایت کی ہے۔"ماقلت لهم الا ما امرتني به ان اعبدوا الله ربي وربكم (مائده:۱۱۷)" یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے "کما امرتنی" نہیں کہا۔ پس معلوم ہوا کہ ما امرتنی اور کما امرتنی میں فرق ہے۔ ایسا ہی ما قال العبد الصالح اور کما قال العبد الصالح میں فرق ہے۔"ومن لم يفرق بينهما فقد اخطأ خطأ فاحشا" پس یہاں استدلال آپ کا اوہن من بیت العنکبوت نکلا۔ الحمد لله على ذالك!

قولہ..... کیا قطعیۃ الدلالۃ اسی کو کہتے ہیں کہ کوئی اس کے ضمیر خدا کی طرف پھیرے اور کوئی ہمارے سید و مولیٰ نبی عربی خاتم الانبیاء کی طرف اور کوئی حضرت عیسیٰ کی طرف اور کوئی قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرے اور کوئی کتابی کی طرف۔

اقول..... اوپر ثابت ہوا کہ کتابی کی طرف قبل موتہ کی ضمیر پھیرنا باطل ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرنا متعین ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر به کی ضمیر قبل موتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اثبات مدعی کے لئے کافی ہے۔ به کی ضمیر خواہ حق تعالیٰ کی طرف پھیری جاوے یا آنحضرت ﷺ کی طرف یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اختلاف ضمیر به قطعیۃ میں کچھ مخل نہیں ہے۔

قولہ..... اور پھر اہل کتاب کے لفظ میں بھی تفرقہ اور اختلاف ہے کہ وہ کس زمانے کے اہل کتاب ہیں۔

اقول..... جتنے احتمالات مخالف مطلوب ہیں ان سب کا ابطال اوپر ہو چکا۔ فتذکرہ!

قولہ..... پھر بقول آپ کے ایمان لانے والوں کا زمانہ بھی ایک نشان دہی کے ساتھ مقرر اور متعین نہیں۔

اقول..... جتنے اس زمانہ کا تو لفظ قبل موتہ سے سمجھا جاتا ہے اور سیاق و قرینہ حالیہ سے یعنی بعد نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالجملہ وہ زمانہ بعد نزول و قبل الموت کے درمیان میں ہوگا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا تعیین ہوگی۔ علاوہ اس کے زمانہ کا عدم تعین قطعیۃ الدلالۃ ہونے میں مخل نہیں ہو سکتا ہے۔ دیکھو قیامت کا زمانہ کوئی متعین نہیں ہے۔ حالانکہ نصوص دال علی القیامۃ قطعی ہیں۔

قولہ..... قرآن کریم کے کتنے مقامات سے ثابت ہوا ہے کہ اس دنیا کے زوال تک کفار اہل کتاب باقی رہیں گے۔

اقول..... آپ نے اس باب میں تحریر اول میں دو آیتیں لکھی ہیں۔ ایک "وجاعل الذين

اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيمة (آل عمران:۵۵)" دوسرے" واغرينا بينهم العداوة والبغضاء الى يوم القيمة" پہلی آیت کا آپ نے اپنی تحریر دوم میں دو طرح پر جواب دیا اول یہ کہ آیت "وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته (نساء:۱۵۹)" اس کی تخصیص ہے۔ دوم: احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ قبل قیامت سب شریر رہ جاویں گے۔ جن پر قیامت قائم ہوگی۔ پس معلوم ہوا کہ آیت عام مخصوص البعض ہے اور دوسری آیت کا یہ جواب دیا کہ یہ آیت بھی عام مخصوص البعض ہے۔ آپ نے اپنی تحریر دوم وسوم میں اس جواب پر کچھ اعتراض نہیں کیا اور پھر بار بار ان ہی آیات کو جن کا جواب ہو چکا ہے۔ لکھے جاتے ہیں یہ امر آداب مناظرہ کے خلاف ہے۔ اگر آپ کے نزدیک جواب میرا صحیح تھا تو استدلال ان آیات کے ساتھ ترک کرنا واجب تھا اور اگر غیر صحیح تھا تو اس کے عدم صحت کے وجوہ لکھنا واجب تھی اور اگر صرف یہی وجہ ہے کہ آیت "وان من اهل الكتاب" ذوالوجوہ ہے۔ قطعیۃ الدلالۃ نہیں ہے۔ اس لئے تخصیص نہیں ہو سکتی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ اول تو ہم نے آیت کا قطعیۃ الدلالۃ ہونا دلیل الزامی وتحقیقی سے ثابت کر دیا۔ فتذکر!

علاوہ اس کے ان دونوں آیتوں کی دلالت اس معنی پر کہ اس دنیا کے زوال تک کفار اہل کتاب باقی رہیں گے۔ صرف آپ کا فہم ہے یا سلف وخلف میں سے کسی نے یہ معنی بھی لکھے ہیں۔ اگر کسی نے لکھے ہیں تو سند دیجئے اور اگر صرف آپ کا فہم عالی ہے تو ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ آپ تو فہم معانی آیات میں بہت غلط کیا کرتے ہیں۔ دیکھئے اسی آیت "اغرينا بينهم العداوة والبغضاء الى يوم القيمة (مائدة:۱۴)" میں ضمیر کا مرجع آپ نے یہود ونصاریٰ کو تحریر اول میں ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے۔ مفسرین نے اس کو قیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اصل مرجع اس کا فرق نصاریٰ میں سیاق قرآن مجید بھی اسی پر دال ہے۔ کیونکہ اس سے پہلی یہ آیت ہے "ومن الذين قالوا انا نصارى اخذنا ميثاقهم فنسوا حظا مما نكروا به (مائدة:۱۴)" مطلب پہلی آیت کا یہ ہے کہ میں تیرے تابعداروں کو کافروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔ یعنی وقت بعث سے لے کر قیامت تک جس زمانہ میں یہ دونوں پائے جائیں گے۔ تیرے تابعدار غالب رہیں گے۔ نہ یہ کہ ان دونوں کا قیامت تک پایا جانا بھی ضرور ہے اور مطلب دوسری آیت کا یہ ہے کہ ہم نے نصاریٰ کے فرقوں میں عداوت ودشمنی لازم کر دی ہے۔ قیامت تک یعنی جس زمانہ میں یہ فرقے پائے جائیں گے تو ان

میں عداوت بھی رہے گی۔ نہ یہ کہ ان سب فرقوں کا قیامت تک پایا جانا بھی ضرور ہے۔ اس معنی کے مؤید وہ حدیث ابوہریرہؓ ہے۔ جس کو باسناد صحیح امام احمد وابوداؤد نے روایت کیا ہے: "قال الحافظ فی الفتح وروی احمد وابوداؤد وباسناد صحیح من طریق عبدالرحمن بن آدم عن ابی هریرة مثله مرفوعاً وفی هذا الحدیث ینزل عیسیٰ علیه السلام ثوبان ممصران فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویدعو الناس الی الاسلام ویهلك الله فی زمانه الملل کلها الا الاسلام وتقع الامنة فی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل وتلعب الصبیان بالحیات وقال فی آخره ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون"

قول.... پھر وہب اور محمد بن اسحق اور ابن عباسؓ واقعہ موت کے قائل ہیں۔

اقول.... وہب ومحمد بن اسحق اگرچہ واقعہ موت کے قائل ہیں۔ مگر اس امر کے بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پھر زندہ کر کے مع الجسد ان کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اس سے ان کی حیات ثابت ہوئی اور ابن عباسؓ کا واقعہ موت کا قائل ہونا کہیں مصرح نہیں ہے۔ ہاں تفسیر متوفیک کی ممیتک البتہ ان سے منقول ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ واقعہ موت کے وہ قائل ہیں۔ محتمل ہے کہ وہ آیت میں انتشار وشک وغیرہ کے تقدیم وتاخیر کے قائل ہوں۔ بلکہ راجح یہی ہے بدلیل اثر ابن عباسؓ کے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ علاوہ اس کے آپ کے نزدیک لفظ ممیتک کا دلیل موت حقیقی پر نہیں۔ جیسا کہ ازالۃ الاوہام میں مصرح ہے اور ابن عباسؓ کے اس روایت میں جو جرح ہے وہ اوپر بیان کی گئی۔ تدبر!

قول.... اور رسول اللہ ﷺ موت مسیح پر صریح شہادت دیتے ہیں۔

اقول.... یہ غلط محض ہے۔ کیونکہ حدیث صحیح البخاری میں صرف یہی ہے۔ "اقول کما قال العبد الصالح "اس کاف تشبیہ دلالت تمام وجوہ پر کرتا ہے نہ عینیت پر اور تشابہ میں دو احتمال ہیں یا تو لفظی یا معنوی لفظی کی یہ صورت ہے کہ مثلاً آنحضرت ﷺ لفظ توفیتنی نہ فرما دیں بلکہ بجائے اس کے لفظ اخری فرما دیں اور معنوی کی یہ صورت کہ آنحضرت ﷺ لفظ توفیتنی ہی فرما دیں۔ مگر لفظ توفیتنی سے اخری مراد لیں۔ دونوں تقدیر پر موت مسیح پر شہادت مفقود ہے۔

قول.... اور امام بخاری خود اپنا مذہب بھی یہی ظاہر کرتے ہیں۔

اقول.... امام بخاری نے ہرگز اپنا یہ مذہب ظاہر نہیں کیا۔ جیسا کہ ہمارا بھائی حکیم الہند امام

بخاری نے سورۂ مائدہ کی تفسیر میں یہ لکھا ہے: "وقال ابن عباسؓ متوفیک ممیتک" اور اسی سورۃ کی تفسیر میں باب "وکنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شئ شہید (مائدہ:۱۱۷)" میں حدیث ابن عباسؓ لایا ہے۔ جس میں یہ لفظ ہے: "فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم" اس سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی ہے کہ امام بخاری کا یہ مذہب ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پاچکے ہیں۔ بلکہ بخاری کا مذہب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں۔ دلیل اس پر یہ ہے کہ بخاری نے کتاب احادیث الانبیاء میں ایک قول نزول عیسیٰ ابن مریم لکھا ہے۔ ابوذر کی روایت میں بغیر لفظ باب کے ہے اور غیر ابوذر کی روایت میں باب ہے۔ اس باب میں بخاری نے دو حدیثیں لکھی ہیں۔ ان میں سے پہلی حدیث ابوہریرہؓ کی ہے۔ "والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم" جس میں یہ لفظ موجود ہے۔ "ثم یقول ابوھریرۃ واقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیدا"

بخاری کا اس حدیث کو لانا دلالت کرتا ہے۔ اس پر کہ حضرت مسیح علیہ السلام بخاری کے نزدیک زندہ ہیں۔

قولہ ..... تو پھر باوجود ان مخالفانہ ثبوتوں کے قبل موتہ کی ضمیر کیونکر قطعی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف پھر سکتی ہے۔

اقول ..... اوپر ہم نے دلیل الزامی و تحقیقی سے ثابت کر دیا کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف پھرتی ہے۔ نہ کتابی کی طرف اگر ضمیر قبل موتہ کی کتابی کی طرف ہو تو مراد ایمان سے یا وہ ایمان ہے جو نزع روح کی وقت ہوتا ہے تو لفظ قبل کا کہنا بے محل ہے۔ بجائے اس کے عین یا عند یا وقت چاہئے یا وہ ایمان جو اس سے پہلے ہوتا ہے۔ یعنی ایمان نافع معتد بہ تو اس وقت قبل موتہ کی قید لاطائل ہوتی ہے۔ کلام الٰہی کو معاذ اللہ مہمل کلام بنانے والا ہی ہے۔

قولہ ..... اور میں نے آپ کے خاص مستقبل کا بھی پورا پورا فیصلہ کر دیا۔

اقول ..... تحقیقی مذہب ہے کہ ہم نے اوپر ثابت کر دیا کہ ہمارے مدعیٰ کے اثبات کے لئے صرف یہی امر کافی ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہو۔ لیونن کو خاص مستقبل

کے لئے لکھے یاد لیجئے۔ ثانیاً مستقبل کی بحث تو صرف اس لئے کی گئی تھی کہ بغیر مستقبل کے معنی فاسد ہوتے ہیں اور فساد معنی و عدم تعلق وحی استمرار ظاہر ہے۔ احتمال ماضی تو صریح البطلان ہے۔

قولہ ... اگر آپ کے ساتھ کوئی عالم اور بے خبر مفسر ہوگا۔ ہمارے ساتھ اللہ جل شانہ اور اس کا پیارا اور برگزیدہ رسول ہے۔

اقول .... سب مفسرین کو جن میں صحابہ میں سے ابن عباسؓ وابو ہریرہؓ اور من بعد الصحابہ میں سے حسن بصری وضحاک وابن جریج وربیع بن انس وقتادہ ومطر وراق وابو مالک وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ووہب بن منبہ ومحمد بن اسحٰق وابن جریر وابن کثیر اور صاحب تفسیر درمنثور وکشاف ومعالم التنزیل وبیضاوی ومدارک وغیرہم سب داخل ہیں۔ ان سب کو عامی و بے خبر کہنا نہایت گستاخی و بے ادبی ہے۔

چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکان برد

اور ہم نے اوپر ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور نہ اس کا رسول۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ ہیں۔

قولہ ... کیا اس حدیث کے موافق جو کتاب التفسیر میں امام بخاری نے لکھی ہے اپنی قول لیکن ایمانہ کو یہ آیت لیومنن کی طرح کوئی ذوالوجوہ اور مجوب الصحوم حدیث پیش کر دیا۔

اقول .... ان سب امور کے جواب سے بفضلہ تعالیٰ ہم فارغ ہوگئے۔ الحمدللہ علی ذالک! اب ہم اس مقام پر اپنی دلیل کا آپ کی دلیل سے موازنہ کرتے ہیں تاکہ سب اہل انصاف پر ظاہر ہو جائے کہ آپ کی دلیل کی ترجیح کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر آپ کی دلیل کی ترجیح کی یہ وجہ ہے کہ توفی سے ظاہر موت ہے تو ہم بھی اوپر ثابت کر آئے کہ ظاہر آیت ”وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ“ سے حیات ہے اور اگر یہ وجہ ہے کہ ”انی متوفیک“ کی تفسیر جناب رسول اللہ ﷺ نے حدیث بخاری میں اس طرح فرمائی ہے کہ ”فاقول کما قال العبد الصالح“ تو میں کہتا ہوں کہ حدیث بخاری میں تفسیر اس آیت ”وان من اہل الکتاب“ کے جناب رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمائی ہے۔ ”والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من

الدنیا وما فیہا " کیونکہ اس حدیث سے صاف خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جسمانی ثابت ہوتا ہے اور نزول فرع صعود کی ہے تو ثابت ہوا کہ صعود بھی جسمانی ہوا۔

مگر یہ حدیث صعود جسمانی کے اثبات کے لئے کافی نہیں ہے۔ حدیث " فاقول کما قال العبد الصالح " سے اثبات وفات کے لئے اگر کہا جائے کہ حدیث نزول بسبب معارضہ آیت انی متوفیک کے مصروف عن الظاہر ہے تو ہم کہیں گے کہ حدیث " فاقول کما قال العبد الصالح " بھی بسبب معارضہ آیت " وان من اھل الکتاب " کے مصروف عن الظاہر ہے۔ اگر وجہ ترجیح یہ ہے کہ بخاری میں ہے کہ ابن عباسؓ نے متوفیک کی تفسیر ممیتک کی ہے تو بخاری میں ہے کہ ابوہریرہؓ نے " وان من اھل الکتاب " کی ایسی تفسیر کی ہے کہ جس سے قطعی حیات ثابت ہوتی ہے۔ اب ہماری دلیل کے وجوہ ترجیح سنئے۔ ہم نے قطعی طور پر ثابت کر دیا کہ ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے۔ جس سے قطعاً حیات ثابت ہے اور آپ سے لفظ توفی کا بمعنی موت حقیقی ہونا ثابت نہ ہو سکا۔ کیونکہ مدار اس کا اس امر پر ہے کہ آپ کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش کریں کہ وہاں بلا قیام قرینہ موت مراد ہو۔ " وانی لکم ھذا حدیث والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم " صاف نزول جسمانی پر دلالت کرتی ہے اور آیت انی متوفیک اس کے معارض نہیں ہے۔ بخلاف " فاقول کما قال العبد الصالح " کے کہ یہ وفات پر مطلق دلالت ہی نہیں کرتی۔ کیونکہ اس میں لفظ تشبیہ موجود ہے اور بغرض دلالت آیت " وان من اھل الکتاب " اس کی معارض و صارف عن الظاہر ہے اور تفسیر ابن عباسؓ پر تفسیر ابوہریرہؓ کو دو طرح ترجیح ہے۔

اوّل..... تو تفسیر ابن عباسؓ کو بخاری تعلیقاً لایا ہے اور تفسیر ابوہریرہؓ کو مسنداً!

دوم...... یہ کہ راوی تفسیر ابن عباسؓ کا علی ابن ابی طلحہ ہے اور وہ مجروح ہے۔ بالجملہ ہماری دلیل کو آپ کی دلیل پر تین وجوہ سے ترجیح ہے۔

قولہ..... آپ جانتے ہیں کہ آیت لیؤمنن بہ کے متعلق چند روز کس قدر ہم دونوں کا وقت ضائع ہوا اور آخر آپ کا دعویٰ قطعیۃ الدلالۃ صریح باطل نکلا۔

اقول..... آیت کے متعلق بحث میں بنظر احقاق حق جو وقت صرف ہوا اس کو ضائع کہنا آپ ہی کا کام ہے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید اجر کی رکھتا ہوں۔ آپ کو نہ ہو تو نہ سہی اور ظاہر بھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آیت کا قطعیۃ الدلالۃ ہونا ثابت ہو گیا اور حجت آپ پر اور آپ کے اتباع پر تمام

ہوگئی۔ حجت پوری ہوگئی تو آپ پر یعنی مناظرہ ہی میں تمام ہوگئی تھی اور قریب تھا کہ تحریر چہارم یا پنجم میں بحث تحقیق بھی جو تحریر ہذا میں لکھی گئی ہے لکھی جاتی۔ مگر آپ اس کے خوف سے پہلے ہی خلاف معاہدہ و شرط مباحثہ ناتمام چھوڑ کر تشریف لے گئے۔

قولہ ...... اور آپ نے جن پانچ دلیلوں پر حصر کیا تھا وہ ہباءً منثورا کی طرح نابود ہو گئیں۔

اقول..... سبحانک ہذا بہتان عظیم! وہ کون کلمہ حصر کا ہے اگر آپ سچے ہیں تو ارشاد فرمایئے۔ میرے پاس بفضلہ تعالیٰ اور بھی دلائل سوائے ان پانچ کے موجود ہیں جن کو ان شاء اللہ میں مقدمہ میں لکھوں گا۔ فافہم! ان پانچ میں سے ایک کی قطعیت تو میں نے ثابت کر دی۔ جس کی قطعیت کا دعویٰ کیا گیا تھا اور باقی اول کو قطعی نہ سہی۔ مگر ادلہ ظنیہ تو ہیں جن کی طور پر اثبات مدعی کے لئے کافی ہیں۔ دلیل ظنی کا منکر اگر چہ کافر نہیں۔ مگر مبتدع تو ہے۔

قولہ .. حضرت آپ ناراض نہ ہوں۔ اگر پہلے سے آپ سوچ لیتے تو میرا عزیز وقت ناحق آپ کے ساتھ ضائع نہ ہوتا۔

اقول ... آپ اپنے وقت کو اس مباحثہ میں ضائع سمجھتے ہیں تو آپ کا وقت ضائع ہوا ہوگا۔ لیکن حضرت من اس کا سبب میں نہیں ہوا۔ بلکہ اس کا سبب آپ کا پہلے سے باطل پر ہونا اور بعد تبین ظہور حق کے اس کا نہ تسلیم کرنا ہے۔ آپ اگر پہلے سے سوچ لیتے یا بعد ظہور حق کے تسلیم کر لیتے تو یہ وقت آپ کا ضائع نہ ہوتا۔ میں بھی آپ کے اس قول کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں کہ فی الواقع آپ کا وقت ضائع ہوا۔ عنداللہ اس لئے کہ بعد ظہور حق کے باطل پر آپ اڑے رہے اور عندالناس اس لئے کہ آپ کو شکست فاحش اس مباحثہ میں ہوئی کہ زبانی عذر بارد مرض خسر صاحب خود کا کر کے پہلے ہی بحث کا ناتمام چھوڑ کر چل دیئے۔ ذالک ہو الخسران المبین اور میرا وقت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ضائع نہیں ہوا۔ بلکہ میرے مخالف پر حجت تمام ہوگئی اور مجھ کو تو سر تحقیق نے فتح نمایاں نصیب کی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک! اور چونکہ احقر نے حتی الوسع اس مناظرہ کو محض احقاق حق کے لئے کیا۔ ریا و سمعہ یا کسی اور غرض دنیوی و نفسانی کے ساتھ منسوب ہونے سے اس کو بقدر استطاعت بچایا۔" واللہ علی ما نقول وکیل "اس لئے مجھ کو اپنے رب سے امید قوی ہے کہ اس کا اجر آخرت میں ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے ملے گا۔" وما توفیقی الا باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ"

قولہ.. اب جب کہ آپ کے ان اول درجے کے دلائل کی جن کو آپ نے تمام ذخیرہ سے چن کر پیش کیا تھا۔ آخر میں یہ کیفیت ہوئی تو میں کیونکر اعتبار کروں کہ آپ کے دوسرے دلائل میں جان ہوگی۔

اقول: یہاں سے آپ نے تمہید تحریر کی شروع کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب وہ پانچ اولہ جو سرسری طور سے چشمۂ واحدہ میں بالمشافہ لکھ کر آپ کو دیئے گئے اور اس جلسہ میں ان کا جواب آپ سے نہ ہو سکا اور مہلت آپ نے طلب کی اور شرط بلا نشان تحریر کو آپ نے حذف کر دیا اور غائبانہ جو جواب آپ نے لکھا وہ سراسر باطل اور ہیچ اور لغو تھا۔ اس لئے آپ کو یہ دھڑکا پیدا ہوا کہ ان اولہ سرسری کے جواب میں تو یہ حال ہے۔ پس اگر دوسرے اولہ جو اطمینان سے لکھے جاویں گے اس کا جواب دینا کیونکر ہو سکے گا اور جب بحث حیات و وفات میں جس کو میں نے اپنی وکیل آوری سمجھتا تھا یہ حال ہے تو بحث نزول بحث مسیح موعود میں کیا حالت گزرے گی۔ اس لئے آپ نے ذلت فرار کو اختیار فرمایا۔ یہ خیال نہ کیا کہ یہاں تو فرار کر کے اپنی جان بچالی۔ لیکن رب السموات والارض سے جان بچا کر کہاں جائے گا۔ اگر آپ کو کچھ حیاء و غیرت یا خوف حق تعالیٰ کا ہے تو پھر آپ دہلی میں تشریف لائیے اور مباحثہ حیات و وفات کو حسب معاہدہ و شرط تمام کیجئے اور اس کے بعد نزول مسیح میں موافق عہد و شرط کے مباحثہ کیجئے اور پھر موافق وعدہ کے مباحثہ اپنے مسیح موعود ہونے میں۔ اگر آپ سچے مسیح موعود ہیں تو ضرور یہ ابحاث آپ کو پورے کرنے چاہئے۔ ورنہ یہی علامت آپ کی مسیح کاذب ہونے کے لئے کافی سمجھی جاوے گی۔ "فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للکافرین (بقرہ: ۲۴)"

کچھ شک نہیں ہے کہ آپ نے اول یہ ظاہر کیا کہ خاکسار نے پانچ دلیلوں پر حصر کیا تھا۔ مگر یہاں آپ کے اقرار سے ثابت ہوا کہ آپ کے گمان میں میرے پاس دوسرے دلائل بھی موجود ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ قصداً بھی جھوٹ بولا کرتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ میں نے خلاف اپنی عادت کے کچھ کلمات سخت یہاں آپ کو لکھے ہیں۔ مگر وہ کلمات آپ کے کلمات طیبہ کے مقابلہ و موازنہ میں کچھ سخت نہیں ہیں۔ اگر آپ فرمائیے گا تو موازنہ کر کے دکھا دیا جاوے گا۔ پس میرا اس قدر سختی کرنی بھی میں اپنی جبلت کے خلاف سمجھتا ہوں۔ میں گمان کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے اس حکمت و مصلحت سے یہ لکھوائے ہیں کہ آپ غیرت میں آکر پھر تینوں ابحاث کے لئے تیار ہو جاویں گے تو آپ کا دجل و تلبیس کھل جاوے گی۔

قولہ: اور آج جیسا کہ آپ کی طرف سے تین پرچے لکھے جاچکے ہیں۔ میری طرف سے بھی تین پرچے ہو گئے۔ اب یہ چھ پرچے ہم دونوں کی طرف سے بجنسہ چھپ جانے چاہئیں۔ پبلک خود فیصل کر لے گی۔

اقول...... جب مباحثہ ابھی ناتمام ہے تو پبلک کیسے فیصلہ کر سکتی ہے۔

قولہ..... چونکہ مساوی طور پر ہم دونوں کے پرچے تحریر ہو چکے ہیں۔ تین آپ کی طرف سے اور تین میری طرف سے اس لئے یہی پرچے بلا کم وبیش چھپ جائیں گے اور ہم دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا کہ نفس کتاب میں کچھ اور زیادہ یا کم کرے۔

اقول... یہ عجیب آپ کا انصاف ہے۔ آپ اپنے رقعہ مورخہ ۲۲ مارچ میں لکھ چکے ہیں اور "اس لحاظ سے کہ بحث کو بے قاعدہ طول نہ ہو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو"

اس کلام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے پانچ پرچوں تک کی احقر کو اجازت دی تھی اور مدعی بھی احقر کو بنایا تھا اور طبعی طور پر یہ امر ثابت ہے کہ مدعا علیہ کا پرچہ ایک کم ہونا چاہئے۔ مرزا قادیانی نے خط موسومہ مولوی محمد حسین صاحب مورخہ ۱۶ جون ۱۸۹۱ء میں خود لکھا ہے: "پرچے پانچ ہونے چاہئیں جو صاحب اول لکھیں۔ ایک پرچہ زائد ان کا حق ہے"

اس خاکسار نے اول لکھا ہے۔ اس نے ایک پرچہ زائد میرا حق ہے اور مرزا قادیانی کا ایک پرچہ کم ہونا چاہئے۔ پس جب احقر کو پانچ کی اجازت ہوئی تو آپ کو چار کی۔ اب اگر اس سے کم پر مقرر کرنا منظور تھا تو اس کی تین صورتیں تھیں یا تو ہر دو کو مستقل کم کرنے کا اختیار دیا جاتا تو اس صورت میں تو مناظرہ ہی متصور نہیں۔ کیونکہ احد المناظرین مثلاً اگر دو تحریروں پر قصداً کرتا چھوڑتا ہے اور دوسرا تین پر یا احد المناظرین تین پر اور دوسرا چار پر یا احد المناظرین چار پر اور دوسرا پانچ پر تو مناظرہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس سے تو اجتماع اضداد لازم آتا ہے اور اگر احد المناظرین کو اختیار دیا جاوے نہ دوسرے کو تو ترجیح بلا مرجح خلاف عدل ہے یا دونوں کو باتفاق رائے کم پر قصر کرنے کا اختیار ہے۔ یہی شق متعین ہے اور یہ آپ نے اختیار نہیں کی۔ اگر آپ کو میری تین تحریروں پر قصر کرنا تھا تو آپ پر دو امر واجب تھے۔

اول... یہ کہ قبل قطع مباحثہ احقر سے رضامندی حاصل کر لیتے۔

دوم... جس تقدیر پر احقر تین پرچوں پر راضی ہو جاتا تو آپ اپنے دو ہی پرچے رکھتے۔ تیسرا نہ لکھتے۔ جب آپ نے دونوں جہتوں کا ترک کیا تو اب نقض معاہدہ وخلاف آپ سے صادر ہوئی۔ اس لئے اب مجھے عقلاً وشرعاً وعرفاً آپ کی اخیر تحریر کے جواب لکھنے کا اختیار باقی ہے۔ ہاں جو تحریرات مباحثہ میں ہوئی ہیں۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ بجنسہ محفوظ رہیں گے۔ اس میں کچھ کم وبیش نہ کیا جاوے گا۔ علاوہ اس کے وفات کی دلیل جو آپ نے اخیر پرچہ میں لکھی اور وہ لکھ کر آپ الگ ہو بیٹھے

اور احقر کو مطلق موقع جواب کا نہ دیا۔ کیا یہی انصاف ہے۔ اگر آپ کو تیسرے پرچہ پر قطع بحث منظور تھی تو دلیل وفات دوسرے ہی میں لکھ دی ہوتی۔ کیا مسیح موعود کی ایسی دیانت ہونی چاہئے۔ ہاں مسیح کاذب کے لئے یہی زیبا ہے۔ سوائے اس کے آپ تحریر اخیر میں چند امور کا مطالبہ فرماتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''بلکہ اگر وہ اپنے معنوں کو قطعیۃ الدلالۃ بنانا چاہتے ہیں تو ان پر فرض ہے کہ ان دونوں باتوں کا قطعی طور پر فیصلہ کر لیں۔''

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''پھر مولوی صاحب کے پاس باوجود اس دوسرے معنی ابن عباسؓ اور عکرمہ کے کون سی قطعی دلیل اس بات پر ہے کہ اس ذکر اہل کتاب سے وہ لوگ قطعاً باہر رکھے گئے ہیں اور کون سی حجت شرعی یقینی قطعیۃ الدلالۃ اس بات پر ہے کہ اہل کتاب سے مراد اس زمانہ نامعلوم کی اہل کتاب ہیں۔ جس میں تمام وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔''

تیسری جگہ لکھتے ہیں: ''اب فرمایئے کیا اس تعریف پر کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل مل سکتی ہے۔''

چوتھی جگہ ہے: ''اگر کسی حدیث صحیح میں ایسی تحریف کی اجازت ہے تو بسم اللہ دکھلایئے۔''

پانچویں جگہ ہے: ''آپ اگر سچے ہیں تو اس کتاب اصح الکتب سے کوئی حدیث اس پایہ کی پیش کریں۔''

وغیرہ وغیرہ مقامات میں چند امور کا آپ مطالبہ کرتے ہیں اور یہاں یہ ارشاد ہے کہ پرچے بلا کم وبیش چھپ جائیں گے اور ہم دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا کہ ناجائز طور پر کچھ اور زیادہ یا کم کریں۔ یہ اجتماع النقیضین کیا ہے۔

قولہ..... یہ بھی یاد رہے کہ تین پرچوں پر قطعی طور پر فریقین کے بیانات ختم ہو گئے ہیں۔

اقول..... یہ غلط محض ہے اور دعویٰ بلا دلیل اور کذب صریح ہے۔ عقل ونقل کے مخالف کیونکہ میرے بیانات کا ختم ہونا آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ علاوہ اس کے ابھی تک اس خیال سے کہ یہ مقدمہ آپ کے مسلمات سے ہے کہ کل موتہ کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ دلیل تحقیقی اس پر تمام نہیں کی گئی تھی۔ آپ کے مسلمات پر جاری کی گئی تھی اور یہ ارادہ تھا کہ اگر آپ مطالبہ دلیل تحقیقی کریں گے تو دلیل تحقیقی بیان کی جاوے گی۔ سو آپ نے اس آخر تحریر اخیر میں مطالبہ تو کیا اور جواب کا انتظار آپ نہیں کرتے ہیں۔ کیا یہی قطعی طور پر فریقین کے بیان پر ختم ہوتا ہے تو یہ ظلم صریح ہے۔

''وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون''

علاوہ اس کے باوجود مطالبہ آپ نے کسی پرچہ میں دلیل وفات مسیح علیہ السلام تحریر نہیں فرمائی۔ ہاں پرچہ اخیر میں دو دلیلیں لکھی ہیں تو اب مہلت آپ جواب کی نہیں دیتے ہیں۔ کیا یہی طریق طور پر فریقین کے بیانات کا ختم ہوتا ہے۔ اس سے صریح آپ کی چالاکی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کو کتمان حق و دیگر وجوہ یہ مقصود ہے۔ اظہار صواب و احقاق حق ہرگز مطلوب نہیں۔ اگر احقاق حق منظور ہوتا تو ایسے امور کا ارتکاب آپ ہرگز نہ کرتے۔ آپ اگر سچے ہیں تو پھر دہلی میں آ کر مبحث حیات و وفات کو ختم کیجئے۔ اس کے بعد نزول مسیح علیہ السلام میں پھر اپنے مسیح موعود ہونے میں بحث کیجئے۔ ورنہ آپ مسیح کاذب تصور کئے جاویں گے۔

قولہ ... اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جب پبلک کی طرف سے منصفانہ رائیں شائع ہوں گی اور حالتوں کے ذریعہ سے کھل جائے جو حق کی مؤید ہو پیدا ہو جائے گی تو اس تصفیہ کے بعد آپ تحریری طور پر دوسرے امور میں بحث کر سکتے ہیں۔

اقول ...... یہ امر معاہدہ و شرط کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ تین رقعوں میں تحریر فرما چکے ہیں کہ: "پہلے مسئلہ حیات و وفات مسیح ابن مریم میں بحث ہوگی۔ اس کے بعد نزول مسیح ابن مریم میں اور عاجز کی مسیح موعود ہونے میں یہ قید جو اب آپ نے زیادہ کی ہے۔ یعنی اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جب پبلک کی طرف سے منصفانہ رائیں شائع ہوں گی اور حالتوں کے ذریعہ کھل جائے جو حق کی مؤید ہو پیدا ہو جائے گی۔"

کسی رقعہ میں نہیں تحریر فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دفع الوقتی مقصود ہے۔ احقاق حق سے کچھ کام نہیں بھلا یہ تو فرمایئے کہ وہ پبلک کون ہوگی اور وہ حالت کون ہوں گے۔ اگر میری جماعت نے فیصلہ کیا تو آپ اس کو تسلیم نہ کریں گے اور آپ کی جماعت نے فیصلہ کیا تو میں اس کو تسلیم نہ کروں گا۔ پھر وہ فیصلہ کرنے والی جماعت کون ہوگی۔ میرے نزدیک اگر جماعت پر ہی فیصلہ کرنا رکھا جاوے تو یہ شکل عمدہ معلوم ہوتی ہے کہ میری چاروں تحریریں اور آپ کی تین تحریریں ایک جماعت کے سامنے پیش ہوں کہ ان میں دو آدمی میرے مذہب کے میری پسند کی موافق ہوں۔ اور دو آدمی آپ کے مذہب کے آپ کی پسند کے مطابق اور ایک وہ شخص ہو کہ نہ میری جماعت میں داخل ہو اور نہ آپ کی جماعت میں جیسے کوئی عیسائی عالم یا کوئی آریہ سماج عالم یا کوئی نیچری عالم مانند سید احمد خان صاحب وغیرہ کے اور اس کا منتخب کرنا بھی ہم دونوں کے اتفاق سے ہو۔ پھر فیصلہ کثرت رائے پر کیا جاوے اس کے سوا اور کسی طرح پر کسی جماعت کا فیصلہ قابل قبول نہیں معلوم ہوتا۔

قولہ ..... لیکن اس تحریری بحث کے لئے میرا اور آپ کا وطن میں مقیم رہنا ضروری نہیں۔ جب کہ تحریری بحث ہے تو دور رہ کر بھی ہو سکتی ہے۔

اقول ..... یہ امر بھی معاہدہ و شرط کے خلاف ہے۔ کیونکہ معاہدہ و شرط یہ ہے کہ تحریری بحث بالمشافہ ہو ورنہ آپ کا وطن میں آنا عبث تھا اور مجھ کو وطن میں طلب فرمانا بھی عبث۔ اگر آپ پہلے سے یہ سوچ لیتے تو مجھے اور آپ دونوں کو وطن کے جانے کی تکلیف کیوں کرنی پڑتی۔ پس آپ کی اس تحریر سے ہر منصف مزاج بخوبی آپ کی گریز تسلیم کرے گا اور غالباً آپ کو بھی اس تحریر کے بعد جس سے صریح گریز ٹپک رہی ہے۔ پشیمانی ہوئی ہوگی اور آئندہ آپ کسی سے مناظرہ کا نام نہ لیں گے اور نہ کوئی اہل علم آپ کو بایں پریشان خیالی مناظر ماننا چاہے گا۔ جب تک کہ آپ کے حیلے حوالوں کا پردہ بستہ نہ کرے۔ والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاهراً و باطناً وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین!

نظم دلپذیر نتیجہ طبع وقاد و ذہن نقاد گلشن آرائی شیوا بیانے

منشی سید شکیل احمد صاحب سہسوانی سلمہ اللہ تعالیٰ

دین احمد کا زمانہ سے مٹا جاتا ہے
قہر ہے اے مرے اللہ یہ ہوتا کیا ہے

عافیت تنگ ہے بدعتوں سے دینداروں کی
قائم اب تک ہے یہ دنیا سبب اس کا کیا ہے

نفخ میں صور کے یارب ہے تامل کیسا
اب قیامت کے بپا ہونے میں وقفہ کیا ہے

ٹوٹ پڑتا نہیں کس واسطے یارب یہ فلک
کیوں زمیں شق نہیں ہوتی یہ تماشا کیا ہے

کس لئے مہدیٔ برحق نہیں ظاہر ہوتے
دیر عیسیٰ کے اترنے میں خدایا کیا ہے

عالم الغیب ہے آئینہ ہے تجھ پہ سب حال
کیا کہوں ملت اسلام کا قصہ کیا ہے

رات دن فتنوں کی بوچھاڑ ہے بارش کی طرح
گر نہ ہو تیری حمایت تو ٹھکانا کیا ہے

مضمحل ملت بیضا ہے مسلمان ضعیف
ملحدوں کی جو بن آئے تو اچنبا کیا ہے

فکر بے دینوں کو بس یہ ہے کہ ہر پہلو سے
مال دنیا کا ملے دولت عقبیٰ کیا ہے

حائل منزل مقصود ہیں تمہارے طریق
نقد ایمان کے تحفظ کا طریقہ کیا ہے

مشغلہ یاروں کا ہے تحریف کتاب و سنت
دین جاتا ہے تو جائے انہیں پروا کیا ہے

یارب اس دور پر آشوب میں ایمان قائم
تو ہی رکھے تو رہے ورنہ بھروسا کیا ہے

قادیانی نے نیا فتنہ کیا ہے برپا / میں مسیحا ہوں وہ کہتا ہے مسیحا کیا ہے

یعنی قائل زندگی و رفع و نزول عیسیٰ / سب کا منکر ہے اس آفت کا ٹھکانا کیا ہے

صاف کہتا ہے کہ نجار کے بیٹے تھے مسیح / ہوئے بے باپ کے پیدا یہ عقیدہ کیا ہے

کی ہے وہ جرأت و ایذا کہ معاذا باشد / ٹکڑے ٹکڑے ہوئے دل ان کے کلیجا کیا ہے

پہلے خود تھا یہ الہامی نبا پھر عیسیٰ / قابل دید تماشا ہے یہ مرزا کیا ہے

ان سے کیا ضد قرآن پہ نری حاصل / دم اسے صحت نظر آتا کیا ہے

حوصلہ اس کا سمجھ میں کہتا ہے ابھی / دیکھتے جائیں ابھی آپ نے دیکھا کیا ہے

دیکھتے ہیں جو دکھاتا ہے تو ہم کو یارب / سنتے ہیں تو جو سنا ہے یہ نیا کیا ہے

صرف تحصیل زر و مال و وجاہت ہے غرض / اور اس دعویٰ باطل کا نتیجہ کیا ہے

موجود ایک قرینہ میں تو تھا اس کے / ایک ہی فتنہ ہے تم نے اسے سمجھا کیا ہے

نہ سمجھ بیٹھنا اس کو کبھی عیسیٰ کا مثیل / دیکھو قرآن و احادیث کا فتویٰ کیا ہے

جانئے و ہنگام و علامات نزول عیسیٰ / سب احادیث میں موجود ہیں جھوٹا کیا ہے

کوئی انصاف سے دیکھے اگر اس نامہ کو / ابھی کھل جائے وہ سچا ہے کہ جھوٹا کیا ہے

موجزن اس میں ہیں حقیقت حق کی مضمون / یہ رسالہ ہے خدا جانے کہ دریا کیا ہے

ہوا قرآن سے اثبات حیات عیسیٰ / یہ کرامت ہے کہ اعجاز مسیحا کیا ہے

رہنما ہے یہ کتاب اہل سعادت کے لئے / جو ازل کے ہیں شقی تذکرہ ان کا کیا ہے

کٹ گئے دشمن دین دیکھ کے اس کے مضمون / سیف مسلول کہوں اس کو تو بیجا کیا ہے

آخری وقت کے فتنوں سے بچانا یارب / ہے یہی دل کی مراد اور تمنا کیا ہے

قطعہ تاریخ طبع کتاب منہ سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ اپنے دعویٰ بے اصل میں کاذب / خوب آیات و احادیث سے مردود ہوا

پڑھ کے اس نامہ کو دیندار بھی کہتا ہے / آج ارمان مرا حاصل مرا مقصود ہوا

فوج مرزا کا کھلا نور صداقت سے بچے / تیری کاوش سے ہی اے مرے محمود ہوا

طبع کے سال کا اس نامہ کے الہام مجھ کو

مثبت زندگی عیسیٰ موجود ہوا

۱۳۲۹ھ

حاشیہ جات

۱؎ مقصود اس مقام پر ابطال ہے۔ اول تمام احتمالات کا جو مفسرین لکھتے ہیں۔ سوائے معنی مختار رقم کے باعتبار ان کے ظاہر معنی کے اور نیز ابطال معنی کا جس کو مرزا قادیانی اور ان کے اتباع زمانہ تحریر ہذا تک لکھ چکے ہیں۔ پس جاننا چاہئے کہ وہ احتمالات جو مفسرین نے لکھے ہیں وہ تین ہیں۔ ایک یہ کہ ضمیر موتہ کی کتابی کی طرف عائد ہے اور ضمیر بہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف دوسرا یہ کہ ضمیر موتہ کی کتابی کی طرف عائد ہے اور ضمیر بہ کی آنحضرت ﷺ کی طرف تیسرا یہ کہ ضمیر موتہ کی کتابی کی طرف عائد ہے اور ضمیر بہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف اور ان تینوں احتمالات کا مرجع ایک ہے۔ جیسا کہ تفسیر مظہری وغیرہ میں مرقوم ہے اور ظاہر معنی اس کے یہ ہیں کہ نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ ایمان لاتا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا آنحضرت ﷺ یا اللہ تعالیٰ پر اپنے مرنے سے پہلے یعنی وقت نزع روح کے اور اس معنی کا بھی مطلب علماء سمجھے ہیں۔ حافظ فتح الباری میں نقل عن النووی لکھتے ہیں۔ ”وھذا المذھب اظھر لان الاول یخص الکتابی الذی یدرک نزول عیسیٰ وظاھر القرآن عمومه فی کل کتابی فی زمن نزول عیسیٰ وقبله انتھی“ اور ایسا ہی قسطلانی نے لکھا ہے۔ فتح البیان میں ہے۔ ”وقال الزجاج ھذا القول بعید لعموم قوله تعالیٰ وان من اھل الکتاب والذین یبقون یومئذ یعنی عند نزوله شرذمة قلیلة منھم تفسیر مظھری میں ھے۔ وکیف یصح ھذا التاویل مع ان کلمة ان من اھل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی ﷺ سواء کان ھذا الحکم خاصابھم اولا فان حقیقة الکلام للحال ولا وجه لان یراد به فریق من اھل الکتاب یوجدون حین نزول عیسیٰ عم فالتاویل الصحیح ھو الاول انتھی“ اور تقاریر مذکورہ بے شک ان معانی کے ابطال کے لئے کافی ہے یا ابطال اس معنی کا باعتبار دوسرے مطلب کے جو غیر ظاہر ہے اور اس احتمال کا جو مرزا قادیانی نے بعد کو پیدا کیا۔ سو وہ اس تقریر سے ہوتا ہے جو مقدمہ اور تحریر چہارم میں مذکور ہے۔ بلکہ وہ تقریر سب احتمالات عقلیہ کے ابطال کے لئے کافی ہے۔

۲؎ فتح البیان میں ہے۔ ”وقد اختار کون الضمیرین لعیسیٰ ابن جریر وبه قال جماعة من السلف وھو الظاھر لانه تقدم ذکر عیسیٰ وذھب کثیر من التابعین فمن بعدھم الی ان المراد قبل موت عیسیٰ کما روی عن ابن عباس قبل ھذا انتھی ملخصاً“ فتح الباری میں ہے۔ ”ونقله عن اکثر اھل العلم ورجحه

ابن جریر وغیرہ انتہی ''تفسیر جلالین کے حاشیہ جلالین میں ہے۔''قال عطاء اذا نزل عیسیٰ الی الارض لایبقی یہودی ولا نصرانی ولا احد یعبد غیر اللہ الا آمن بعیسیٰ وانہ عبداللہ وکلمتہ انتہت جامع البیان میں ہے۔ ای قبل موت عیسیٰ بعد نزول عند قیام الساعۃ فیصیر الملل واحدۃ وھی ملۃ الاسلام ''الحسنیۃ اکلیل میں ہے۔'' قولہ تعالیٰ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ فیہ نزول عیسیٰ اخرجہ الحاکم عن ابن عباس انتہی''

۳ مرزا قادیانی نے وجہ چہارم کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اس خیال سے کہ اگر موتہ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم کرتے ہیں تو حیات ثابت ہوتی ہے اور اگر نہیں تسلیم کرتے تو توضیح المرام اور ازالہ اوہام کی خطا ثابت ہوتی ہے۔ مگر یہ دیانت کے خلاف ہے۔ مرزا قادیانی پر احد الامرین واجب ہے یا تو توضیح المرام اور ازالہ اوہام کی خطا کا اقرار کریں یا حیات کو تسلیم کریں اور اگر دونوں میں سے ایک بھی نہ کریں گے تو یہ علامت ہے ان کے مسیح کاذب ہونے کی۔

۴ ان وجوہ کا جواب مرزا قادیانی نے کچھ نہیں دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اپنا دعویٰ غلط ہونا تسلیم کر لیا۔ مرزا قادیانی نے ان وجوہ کے جواب سے خلاصی کر کے وجہ دوم کے جواب سے اس لئے گریز کی ہے کہ اس میں پہلے ضمہ ہونا ثابت کرنا پڑتا ہے اور اس کے اثبات کے لئے مرزا قادیانی کے پاس کچھ نہیں ہے۔ مرزا قادیانی اس وجہ میں ایسے بند کئے گئے ہیں کہ کوئی شق اختیار نہیں کر سکتے ہیں۔ ہر شق پر ان پر سخت الزام آتا ہے۔ مرزا قادیانی کے پاس اگر کچھ جواب ہے تو تحریر فرماویں۔ ورنہ مسیح کاذب تصور کئے جائیں گے۔ اگر کچھ جواب نہیں تو ابھی دروازہ توبہ کا کھلا ہے۔ نہ ہوتی روح سے پہلے توبہ کر لیں اور دعویٰ مسیح موعود و الہامات کاذبہ سے دست بردار ہو جاویں۔ ''وما علینا الا البلاغ والا راہ فاعلا '' خود مرزا قادیانی سے اگر اس کا جواب نہ ہو سکے تو یہ بھی ان کو اختیار ہے کہ اپنے شہداء و انصار کو جمع کر لیں۔ میرے نزدیک یہی ایک وجہ مرزا قادیانی کی پردہ دری و کشف حقیقت کے لئے کافی ہے۔

۵ اس تقریر پر ایک قباحت یہ بھی ہے کہ جب خود آپ کو مسیح کے فوت ہونے کا یقین قانون قدرت و آیات قرآن کریم سے حاصل نہیں ہوا تھا تو دوسروں کو آپ صرف قانون قدرت و آیات قرآن کریم کی بناء پر اس یقین پر کیوں مجبور کرتے ہیں۔

۶ اس وقت تک ان حسن تقریر کا جواب مرزا قادیانی سے کچھ نہ ہو سکا۔ کل حجت ان پر تمام ہوگئی۔ الحمدللہ علیٰ ذلک! سخت بے غیرتی و بے حیائی کی بات ہے کہ ایسے سخت الزام کا کچھ جواب نہ

دیا جاوے۔ اگر مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کے پاس کچھ جواب ہے تو دیں۔ ورنہ اپنے دعاوی باطلہ سے رجوع کریں۔ ابھی باب توبہ مفتوح ہے۔ ولا اراھم فاعلین!

۷ یہ جواب تو الزامی ہے اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ جس قدر آثار صحابہ و اقوال تابعین ہمارے معنی کے مخالف ہیں اور قرأت ابی بن کعب یہ سب ضعیف و بلا سند ہیں۔ اس لئے ان کی بناء پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے۔ علاوہ اس کے خاص استنباط بھی دوہی ہو سکتا ہے۔

۸ یہ جواب تو الزامی ہے اور جواب تحقیقی یہ ہے کہ دیگر معانی کا محتمل ہونا منافی قطعیہ نہیں ہے کیونکہ دیگر معانی تو ہم نے دلیل سے باطل کر دیئے۔

۹ یہ جواب تو الزامی ہے اور تحقیقی یہ ہے کہ جب ہم نے سب احتمالات مخالفہ کو باطل کر دیا تو اب اس آیت کے قطعیۃ الدلالۃ ہونے میں کیا شک رہا۔

۱۰ یہ جواب الزامی ہے۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ ہم نے احتمالات مخالفہ کو بدلیل باطل کر دیا تو اب آیت کے قطعیۃ الدلالۃ ہونے میں کیا شک رہا۔

۱۱ یہ جواب الزامی ہے اور تحقیقی یہ ہے کہ جب ہم نے سب احتمالات مخالفہ کو دلیل سے باطل کر کے دکھلا دیا تو اب آیت کے قطعیۃ الدلالۃ ہونے میں کیا شبہ رہا۔

۱۲ اور تفسیر فتح القدیر اور تفسیر فتح البیان اور تفسیر جامع البیان سے بھی کذب اس قول کا ظاہر ہوتا ہے۔

۱۳ یہ تو دلیل الزامی ہے اور تحقیقی دلیل یہ ہے کہ ہم نے بدلیل قطعی ثابت کر دیا کہ مرجع موتہ کا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ فتدبر!

۱۴ مرزا قادیانی سے اس کا جواب کچھ نہ ہو سکا اور اقرار حق تو ان کے جبلت میں ہی نہیں ہے۔

۱۵ مرزا قادیانی سے اس کا جواب کچھ نہ ہو سکا۔ یہ اول دلیل ہے۔ مرزا قادیانی کے کذب پر میں آپ اور آپ کے سب اتباع کے لئے اشتہار دیتا ہوں کہ اگر قرآن مجید یا حدیث صحیح میں سوائے احادیث نزول مسیح کے ابن مریم کا لفظ ایسا نکال دیں کہ دو معنی مسیح بن مریم مراد ہو سکیں اور یقیناً مثیل عیسیٰ مراد ہو تو میں آپ کے دعویٰ مسیح موعود ہونے کو تسلیم کر لوں گا۔ ورنہ آپ کو اس دعویٰ سے توبہ کرنی لازم ہوگی۔

۱۶ یہ تو دلیل الزامی ہوئی اور دلیل تحقیقی مقدمہ تحریر رابع میں مذکور ہے۔

فلیراجع الیھما

بیان
للناس
حضرت مولانا عبدالمجید دہلوی

اعوذ باللہ السمیع العلیم من وسوسۃ الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

الحمد للہ الذی شرفنا بالعلم الراسخ وانزل فی محکم کتابہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولو الالباب وامرنا بقولہ المجید ما آتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا واتقو اللہ ان اللہ شدید العقاب وان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیر واحسن تاویلا وعرفتنا بالدین الناصح وعلمنا حقائق الاخبار ودقائق الاحکام وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شئ علیما۔ واخرجنا من طبقۃ الاثام بفضلہ التام نعمہ الکاملۃ التی ذکرھا فی کتابہ المبین الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ وصلی اللہ تعالی علی خیر عبادہ وسید البشر الذی ارسل الی الناس کافۃ بشیراً ونذیرا۔ ونصرہ بیشرن قولہ انا فتحنا لک فتحاً مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک ویھدیک صراطاً مستقیما۔ وینصرک اللہ نصراً عزیزاً وعلی الہ الاطھار الذین یوفون بالنذر ویخافون یوماً کان شرہ مستطیراً ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً ویتیما واسیراً واصحابہ الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنۃ لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابدا!!

یعنی سب تعریف اس ذات پاک کی ہے جس نے ہم کو علم راسخ بخشا اور اپنی کتاب محکم میں نازل فرمایا کہ جو علم میں راسخ ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے ساتھ ایمان لائے۔ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے اس سے نصیحت پکڑتے ہیں اور اپنے کلام بزرگ میں ہم کو اس بات کی ہدایت کی کہ جو کچھ رسول تم کو دے اس کو لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو

ہو، اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ کا عذاب سخت ہے اور اگر تم میں کسی امر میں جھگڑا واقع ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پھیرو۔ اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر اور ٹھیک کام یہی ہے اور ہم کو دین حج کی معرفت دی اور اس کے حقائق و دقائق سے آگاہ فرمایا۔ کسی مومن مرد اور عورت کو لائق نہیں کہ جب اللہ اور رسول کوئی حکم فرما دے تو کسی طرح کی چون و چرا کریں اور جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی وہ صریح گمراہ ہوا۔ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں۔ لیکن رسول ہے اللہ کا اور ختم کرنے والا نبیوں کا اور اللہ ہر چیز جانتا ہے اور ہم کو اپنے پورے فضل اور کامل نعمت سے مشرف فرمایا۔ چنانچہ کتاب مبارک میں ارشاد ہوتا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل اور اپنی نعمت کو پورا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا اور اللہ تعالیٰ سب کے سردار اور ساری مخلوق سے بہتر پر رحمت کرے۔ جس کو تمام جہان پر رسول کر کے بھیجا۔ بشارت سنانے والا اور ڈرانے والا اور جس کو اس بشارت سے خود ممتاز فرمایا کہ ہم نے تم کو فتح ظاہر دی اور تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخشے اور اپنی نعمت تم پر پوری کی اور سیدھا راستہ بتایا اور پوری مدد کی اور اس کی آل پاک پر جو نذروں کو پورا کرتے اور قیامت کے دن سے ڈرتے تھے اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے تھے اور اس کے اصحاب پر جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا وہ لوگ اللہ کے نزدیک بڑے درجے والے ہیں اور وہی مراد کو پہنچے۔ اللہ ان کو اپنی رحمت اور رضامندی اور بہشتوں کی بشارت دیتا ہے۔ جس میں ان کے لئے نعمت ہے ہمیشگی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اما بعد اگرچہ انسان کی ابتدا ایک نطفہ ناپاک ہے اور آخر ایک مشت خاک۔ مگر صانع حقیقی نے اس نطفہ و گل کو اپنی صنعت کاملہ سے ایسا بنایا ہے کہ گویا اس کا نمونہ بنایا۔ "ان اللہ خلق آدم علی صورۃ الرحمن" اور اس بے ارادہ و بے حس مشت خاک کو اپنی قدرت تامہ سے وہ عزم اور ارادہ عنایت فرمایا کہ اس نے اپنی ترقی کی حد سے بھی کہیں بڑھ کے نشاں بنایا۔ لیکن اس میں چونکہ کوئی ذاتی قوت نہیں ہے۔ صرف عنایت ہی عنایت ہے۔ لہٰذا جب تک اپنی حقیقت اور صانع حقیقی کی قدرت کاملہ اور منعم کے انعام عام پر نظر رکھتا ہے اور محض اس کی عنایت پر بھروسہ کر کے کسی میدان میں قدم بڑھاتا ہے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ "لئن شکرتم لازیدنکم" اور جب بچے سے بچے کچھ گھمنڈ آ گیا تو خودی کا پردہ چھا گیا۔ وہیں سے اوندھے منہ آتا ہے گرایا جاتا ہے۔ کیا گرایا سب گنوا دیتا ہے" ولئن کفرتم ان عذابی لشدید" اس واسطے

ایک مقام پر اس کا اتفاق حقیقی ہے اور وہ مرزا ضل الضالین۔ "ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب" چونکہ مجھے اس بیان میں اختصار مدنظر ہے۔ اس لئے نظائر وامثال سے تو معذور ہے۔ زمانہ کی تاریخ پر جس کی نظر وسیع ہے۔ اس پر بخوبی ظاہر ہے کہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں اس کی بے شمار مثالیں مل سکتی ہیں۔ انسان کی حالت ہی کچھ اس قسم کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت و توفیق میر و قناعت میں اس کی رفیق نہ ہو تو کسی ترقی پر اس کو بس نہیں ہوتی اور اپنے آپ سے کبھی نہیں رہا جاتا۔ بادشاہوں پر خروج کرنے اور بادشاہ بننے کا خیال تو عام لوگوں میں رہا ہے اور رہتا ہے۔ ولی، غوث، قطب، ابدال ہزاروں بنے۔ نبوت پر بھی بہت ہی لوگوں نے ہاتھ مارے۔ خدائی کے دعوے کئے گئے اور عرش پہنچنے کی ہوس تو اس قدر لوگوں نے کی جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

اسی کے قریب قریب مرزا غلام احمد قادیانی کا حال ہے کہ اوّل جناب الٰہی کے ولی ہوئے۔ پھر حضرت غوث الاعظمؒ کی ہمسری کا خیال ہوا۔ پھر ان سے بڑھ کر تمام اولیاء اللہ سے جو اس وقت تک گذرے ہیں تفوق اور بڑائی کا اشتہار دیا کہ میں سب سے افضل اولیاء ہوں۔ پھر کبھی مثیل آدم اور کبھی مثیل نوح، کبھی مثیل ابراہیم و یوسف اور کبھی مثیل موسیٰ و داؤد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوئے۔ یہاں تک کہ درجہ بدرجہ مدت تک مثیل عیسیٰ علیہ السلام رہے۔ اب حضرت کے خیال نے اور ترقی کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مار کر ان کے عہدہ پر ہاتھ بڑھایا اور مسیح موعود بن بیٹھے۔ لیکن یہ نہ سمجھے جس کو خدا نہ بنائے وہ کیا بن سکتا ہے۔

رباعی

دوں ہمت اگر بال زرے پیدا کرد
چوں مور ہوائے خود پرے پیدا کرد
گئی مرتبہ عقل فزاید اسباب
عیسیٰ نشود ہر کہ خرے پیدا کرد

یہ سب دعوے مرزا قادیانی کے اشتہارات ورسائل سے ظاہر ہیں۔ دیکھو (ازالہ اوہام ص ۵۰۳، خزائن ج ۳ ص ۲۷۲، تحفہ گولڑویہ ص ۱۸، ۱۹، خزائن ج ۱۷ ص ۵۹، ۲۰۰ ملخص، حج الاسلام ص ۱۵، ۱۹، خزائن ج ۳ ص ۱۸، ۱۸۱ ملخص) چونکہ مرزا قادیانی ترکیب اور تدریج سے چلے ہیں۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ میرا نیا نہیں ہے۔ براہین احمدیہ میں اس کی تمہید میں کر چکا تھا۔ لوگ نہیں سمجھے

بحجاب ازالہ میں ایک اور دعویٰ کی تمہید آپ نے ڈالی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ" بار بار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر (اللہ تعالیٰ نے مرزا قادیانی کو) مثیل سید الانبیاء و امام الاصفیا حضرت مقدس ﷺ قرار دیا۔"

دیکھو (ازالہ اوہام ص۱۸۵، خزائن ج۳ ص۳۲۸) میں فرماتے ہیں: "اور اس آنے والے (یعنی مرزا قادیانی) کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور محمد جلالی اور احمد دونوں اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے۔"

"مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد" (یعنی اس آیت میں مرزا قادیانی ہی کا ذکر ہے)

دیکھو (ازالہ اوہام ص۶۷۳،۶۷۵، خزائن ج۳ ص۴۶۳،۴۶۴) میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت "هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله" اسی مسیح ابن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے۔ یعنی مرزا قادیانی ہی کے حق میں ہے تو مرزا قادیانی کی یہ ایک اور نئی تمہید ہے اور اس کے متعلق یہ کشف کہ" تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن مجید میں لیا گیا ہے۔ مکہ اور مدینہ اور قادیان۔" (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۷۷، خزائن ج۳ ص۱۴۰ حاشیہ)

اور اسی کے متعلق یہ الہام اور اس قسم کے دیگر الہام ہیں۔ جیسے "انا انزلناہ قریباً من القادیان" (ازالہ اوہام ص۷۶ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۱۳۹)

مرزا قادیانی نے ایک کمال اور کیا ہے کہ صرف اپنے ہی حق میں ان مراتب کو تمام نہیں کیا۔ بلکہ اپنی اولاد کو بھی اس میں شریک کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔ "خدا تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیش گوئی میں میرے پر ظاہر کیا ہے کہ میری ہی ذریت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی۔ وہ آسمان سے اترے گا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دے گا۔ وہ اسیروں کو رستگاری بخشے گا اور ان کو جو شبہات کی زنجیروں میں مقید ہیں رہائی دے گا۔ "فرزند دلبند گرامی ارجمند مظهر الحق والعلاء کان الله نزل من السماء" لیکن یہ عاجز (یعنی مرزا قادیانی) ایک خاص پیش گوئی کے مطابق جو خدائے تعالیٰ کی مقدس کتابوں میں پائی جاتی ہے مسیح موعود کے نام پر آیا ہے۔"

(ازالہ اوہام ص۱۵۵،۱۵۶، خزائن ج۳ ص۱۸۰)

مرزا قادیانی نے دعوؤں کو بذریعہ رسائل و اشتہارات بارہ سال کے عرصہ میں بہت کچھ شائع کیا۔ مگر ان کا ذکر خیر ملک پنجاب سے بہت ہی کم باہر نکلا۔ جب اس طرح کام نہ چلا تو مرزا قادیانی خود نکلے اور پنجاب کے بڑے بڑے شہروں میں دورہ کرنے لگے۔ گو پنجاب میں مرزا قادیانی کے کچھ لوگ معتقد ہیں۔ مگر باوجود کوشش بسیار اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں مرزا قادیانی کا ثمرہ کامیابی کے بہت ہی قریب پہنچا اور ہے۔ "وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ" شہر دہلی جس طرح ایک مدت بادشاہان سلف کا دارالخلافہ رہا ہے۔ اسی طرح بیت العلوم بھی اس کا نام ہے اور واقعی یہ وہ مقام ہے کہ بڑے بڑے دور دراز سفر طے کر کے لوگ صرف اس کو دیکھنے آتے ہیں اور جن علماء کی لیاقت علوم کی چاردانگ ہندوستان میں دھاک اور یکتائی ہنر وفنون کے تمام عالم میں دھوم ہے۔ وہ اسی خاک میں سوتے ہیں۔ مبارک ہے یہ زمین جس میں رنگ برنگ کے گل پھول ہیں جو اپنے رنگ و بو سے عالم کو معطر کر گئے۔ حقیقت میں یہ وہ جگہ ہے جس کے در و دیوار سے یہ صدا آتی ہے۔ "فاعتبروا یا اولی الابصار" اور جس کے ہر برگ شجر پہ یہ نظر آتا ہے۔ "فانتظروا یا اهل الانتظار" ہندوستان میں جس قدر علوم کی خاص کر علم دین کی ندیاں جاری ہیں۔ اگر چشم غور سے دیکھو گے ان کا چشمہ ضرور دہلی کو پاؤ گے۔ مرزا قادیانی نے جس قدر اور جتنا پڑھا ہے۔ کل دہلی شدہ سے اور وہ بھی ایک مدت دہلی میں رہے اور جو کچھ پڑھا بھی پڑھا۔ انہیں وجوہ سے مرزا قادیانی کو یہ خیال ہوا کہ اس نامور شہر میں چل کر چھٹکارا "ھل من مناظر" کا ڈنکا ترتیب بجانا چاہیے۔ اگر وہاں کچھ بھی کامیابی ہوئی تو گویا مدعا المقصود کا فتح الباب ہے۔

یہ خیال مرزا قادیانی کو دہلی لے گیا۔ مگر افسوس کہ اس ارادہ میں وہ بالکل ناکامیاب ہوئے اور گو انہوں نے دہلی میں پہلا اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو بہت ہی پیچ کھا کر بنام شیخ الکل جناب مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے دیا۔ جس کی عمر قریب سو برس کی ہے اور بسبب پیرانہ سالی کس طرح مرزا قادیانی کو یہ امید تھی کہ وہ مناظرہ کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ مگر خلاف امید وہ بڑی مستعدی سے اپنی جماعت کے ساتھ تیار ہو گئے۔ چنانچہ ان کے مطبوعہ خطوط سے ظاہر ہے۔

دوسری غلطی مرزا قادیانی سے یہ ہوئی جس کا ان کو ۶ اکتوبر ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں خود اقرار کرنا پڑا کہ ۲ اکتوبر کے اشتہار میں مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب کو بھی شریک کر دیا۔ جس کے

عوض مرزا قادیانی کو ان کے مکان پر جا کے بیحد خوشامد کرنی پڑی۔ پھر بھی مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کا پیچھا نہ چھوڑا۔ خوشامد کی ندامت رونی میں ملے بندگی بات یہ ہے۔ مگر نے والی بات جس قدر دباؤ بگڑتی ہی چلی جاتی ہے۔ کسی طرح دبا دو تھمتی نہیں بنتی۔ تب مرزا قادیانی نے چند حواریوں کو بھی بلا لیا اور کسی کے مشورہ دیا یعنی اپنے سے کل اہل دہلی خاص کر مولانا صاحب پر بے حد سب و شتم کرنا شروع کیا۔ ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں ایسے ۸۲ لفظ ہیں۔ جو کوئی شریف کسی کو نہیں کہہ سکتا مگر واہ جناب مولانا صاحب آپ کا تحمل کہ ان سب گالیوں کے جواب میں یہ ایک شعر لکھ دیا۔

دشنام خلق رانہ دہم جز دعا جواب
ابرم کہ تلخ گیرم و شیریں عوض دہم

مرزا قادیانی اور ان کے اتباع نے یہ پالیسی کہ اہل دہلی پر سب و شتم کیا جاوے۔ اس واسطے شاید اختیار کی تھی اور اب تک اس کو برتا رہے ہیں کہ ان کے فرقے کی نظر میں اہل دہلی کی وقعت کم ہو جاوے اور مرزا قادیانی کی ناکامی بڑی چیز نہ دکھائی دے اور جہاں تک غور کرتے یہ پہلو اچھا سوجھا۔ مگر واقعی یہ ناکامی اتنی بڑی چیز ہے کہ مرزا قادیانی کی ہر تحریر سے اس کا افسوس ٹپک رہا ہے اور ہر فقرہ سے حسرت برس رہی ہے اور عاجز کے خیال میں مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کا تمام اہل دہلی پر اور خاص کر مولانا ممدوح پر تبرا کرنا ایک حکمت الٰہی کا تقاضا تھا جس نے ان کو اس وجہ سب و شتم پر لا ڈالا۔

[illegible] یہ ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

مرزا قادیانی نے بہت سے مسائل کو الٹ پلٹ کیا ہے۔ مگر ان میں سے دو پر بہت زور دیا ہے۔ ایک وفات حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام، دوسرے مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونا۔ مسئلہ اول کی نسبت رسالہ الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح جس کا اول حصہ مرزا محمد بشیر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے بہت کافی ثبوت کے ساتھ لکھا ہے۔ جو مطبع انصاری میں چھپ کر تیار ہو گیا (یہ رسالہ بھی احتساب کی اسی جلد میں شامل اشاعت ہے۔ فالحمدللہ) اور دوسرا حصہ مؤلفہ مولوی جمیل احمد زیر طبع ہے اور مسیح موعود ہونے کی بحث مکمل طور سے عاجز کے خط نمبر ۲ کے جواب الجواب

ے

نمبر ۸ میں ملاحظہ ہو اور مفصل شفاء الناس (یہ کتاب بھی احتساب کی اسی جلد میں موجود ہے)
جواب اعلام الناس میں ہے۔ جو عنقریب شائع ہونے والا ہے اور عاجز کی اس تحریر کا یہ باعث ہوا
کہ جب مرزا قادیانی دہلی تشریف لائے تو عاجز ان کی خدمت میں گیا اور کمال عجز سے دوستانہ طور
پر یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر جناب کو صرف تحقیق مسائل منظور ہے تو یہ عاجز حاضر ہے اور اگر سرعام
مدعوں سے گفتگو کی خواہش ہے تو یہ امر بھی بہت آسان ہے۔ اشتہار وغیرہ دینے اور دھوم مچانے کی
حاجت نہیں۔ مگر مرزا قادیانی کی اصل غرض چونکہ سوائے شہرت و کچھ نہ تھی۔ اس وجہ سے عاجز کی
رائے منظور نہ ہوئی۔ کوئی بات نہ مانی اشتہار پر اشتہار دینے شروع کر دیئے اور اہل دہلی کی طرف
سے اس کے جواب چھپے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مرزا قادیانی کے ایک معتقد نے مشتری
دعوت دہلی لکھی جس کا جواب کسی نے "صداقت دہلی" لکھا ہے۔ یہ سب تحریریں مطبع انصاری دہلی
میں چھپی ہیں۔ جس سے مفصل حال معلوم ہوسکتا ہے۔ اسی اثناء میں خاکسار نے نوٹس نمبر ا لکھا اور
اس میں مولوی محمد احسن صاحب (قادیانی) اور مولوی حکیم نورالدین صاحب (قادیانی) کو اس
لئے مخاطب کیا کہ مرزا قادیانی کے معتقدین کے یہ دونوں صاحب اعلیٰ درجہ کے ممبر ہیں۔ مرزا قادیانی
نے عاجز کے نوٹس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اسی خیال سے یہ عاجز بھوپال گیا اور احسن الامتحرین
صاحب سے جو تحریر ہوئی وہ آپ دیکھ ہی لوگے۔ بھوپال سے آکر عاجز بتقریب جلسہ انجمن
حمایت الاسلام لاہور گیا اور وہاں نوٹس نمبر ۲ شائع کیا۔ اتفاقاً جناب مولوی حکیم نورالدین صاحب
بھی لاہور میں آگئے اور نوٹس نمبر ۲ عاجز کا ان کو پہنچ گیا اور عاجز خود بھی ان کی خدمت میں کئی مرتبہ
حاضر ہوا۔ مگر خوبی اتفاق سے ان کو فرصت بالکل نہ ہوئی جو گفتگو ہوتی۔ چنانچہ ایک روز تریدہ تاکھا
جناب حکیم غلام نبی صاحب (قادیانی) کے مکان پر حکیم صاحب کی دعوت تھی۔ عاجز بھی بعد وقت
کھانا کھانا وہاں حاضر ہوا کہ منشی عطاء اللہ خان صاحب (قادیانی) نے عاجز سے مخاطب ہوکر
فرمایا کہ مولوی صاحب کا فقدی گھوڑ ے کو آپ نے بہت دوڑا نے۔ ہم نے آپ کے نوٹس بھی
دیکھے۔ اس وقت اتفاق سے آپ دونوں صاحب یہاں موجود ہیں۔ حکیم صاحب (قادیانی) سے
کچھ گفتگو کیجئے۔

میں نے عرض کیا کہ جس بات کو میں حق جانتا ہوں اس کے بیان کرنے اور اس میں
کلام کرنے سے مجھے کب تامل ہے۔ مگر حکیم صاحب کی اجازت ضرور ہے۔ آپ حکیم صاحب کو
راضی کریں۔ مجھے کچھ عذر نہیں حکیم صاحب نے فرمایا کہ میں بھی مرزا قادیانی کے کلام کو حق جانتا

ہوں اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ ان کا کوئی ارشاد غلط نہیں ہے۔ مگر مولوی صاحب (عبدالمجید دہلوی) کو فرصت ہے مجھے (نور الدین) فرصت نہیں اور نہ میں تقریر کو پسند کرتا ہوں۔ جانبین سے تحریریں ہو رہی ہیں۔ آپ لوگ تامل کریں اور طرفین کی تحریروں کو ملاحظہ فرمائیں۔ عاجز کو اس امر کے اظہار میں بھی تامل نہیں ہے کہ حکیم صاحب نہایت درجہ وسیع الاخلاق اور خلیق آدمی ہیں۔ جس طرح مرزا قادیانی و مولوی محمد احسن کی تنگ اخلاقی اور درشتی کا میں شاکی ہوں اسی طرح حکیم صاحب کے اخلاق کی شکر گزاری بھی میرا فرض ہے۔ حکیم صاحب عاجز سے اچھی طرح خندہ پیشانی سے ملے اور کمال مہربانی سے پیش آئے۔ جیسا کہ شرافت کا مقتضاء ہے اور ان کی مجلس کا رنگ بھی ایسا نہ تھا۔ جیسا کہ دہلی میں مرزا قادیانی کی مجلس کا رنگ دیکھا کہ جب کوئی ان کے پاس گیا ادھر ادھر سے حواریوں نے آوازے کسنے شروع کئے اور تمسخر سے اڑانے لگے۔ جو شریف گیا افسردہ ہو کر آیا اور جو ذرا کوئی بولا مجلس سے نکلوا دیا۔ چنانچہ مولوی محمد مطیع انصاری کے ساتھ جو بے تہذیبی برتی گئی وہ مرزا قادیانی کی مجلس کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔ مرزا قادیانی کی مجلس میں کئی شخص تو ایسے تھے جن کی زبان قابو سے باہر تھی۔ جہاں کوئی شریف گیا اور تنگ کیا وہ اپنی شرافت سے چپ ہوا اور انہوں نے قہقہہ اڑایا کہ ہم نے شرمندہ کر دیا۔ آخر کار اس کا نتیجہ کس قدر اپنے ہم پلہ لوگوں سے ان کو نہ گیا۔

مجھے یاد آیا کہ بھوپال سے نواب ممتاز الدولہ مولوی سید عبدالحی خان صاحب انہیں ایام میں تشریف لائے تھے۔ انہوں نے مرزا قادیانی سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ میں ان کو لے گیا ان کے ہمراہ جناب حکیم حاتم علی صاحب رئیس آگرہ اور جناب منشی عبدالعزیز رئیس دھولپور بھی تھے۔ جس وقت یہ صاحبان مرزا قادیانی کے مکان پر پہنچے حواریوں نے اپنی عادت کے موافق آوازے کسنے اور تمسخر کرنے شروع کئے اور ان کے سامنے ایسے نالائم اور بے جا الفاظ کہے کہ وہ حیرت سے منہ دیکھ کر رہ گئے اور مجھے مفت شرمندہ ہونا پڑا۔ آخر میں نے مرزا قادیانی سے عرض کیا کہ حضرت موجود صاحب تو اہل دہلی ہیں۔ یہ لوگ تو مسافر آپ کی زیارت کو آئے ہیں۔ ان سے تو براہ مہربانی دو باتیں کر لیجئے۔ اس وقت جناب کو ہوش آیا اور فرمایا کہ کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں؟ مگر حواری اس وقت بھی خاموش نہ ہوئے۔ میں کئی بار حکیم صاحب (نورالدین) کی مجلس میں گیا۔ کبھی کوئی لفظ کسی سے ایسا نہ سنا جو باعث ملال ہوتا۔ یا طبیعت کو ناگوار گذرتا۔ حکیم صاحب کی مجلس میں کبھی کوئی گفتگو کسی کی زبان پر ایسی نہیں آئی جس سے بوجہ ملال آتی۔ عاجز کی رائے

باقص میں مرزا قادیانی کے مشن میں اگر کوئی آدمی ہے تو حکیم نورالدین صاحب تھا اور اگر کوئی ذی گفتگو ہے تو حکیم صاحب۔ افسوس کہ ان کو فرصت نہ ملی۔ ورنہ گفتگو کا لطف آتا۔

چونکہ حکیم صاحب سے بھی بالفعل گفتگو کی امید قطع ہوئی۔ لہٰذا اس عاجز نے اپنے خطوں کو طبع کر دینا مناسب سمجھا۔ یا اللہ تیرا یہ عاجز بندہ نہایت عاجزی سے تیرے حضور میں بکمال ادب اس دل سے عرض کر رہا ہے جس کو تو دیکھ رہا ہے کہ میرے قلم و زبان سے وہ الفاظ نہ نکلیں جن سے مجھے تیرے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ الٰہی مجھ کو تو اور تیری رضا مطلوب ہے۔ تو میری اس تحریر میں مدد کر۔ آمین! واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔ علی کل امر به استعین هو المستعان نعم المعین!

نوٹس اتمام حجت مرزا

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے معتقد مولوی حکیم نورالدین بھیروی اور مولوی محمد احسن امروہی وغیرہم کے نام خاکسار محمد عبدالمجید مالک مطبع انصاری دہلی کا نوٹس

مرزا قادیانی کے یہ دعوے ہیں:

۱..... میں مسیح موعود ہوں۔

۲..... عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول یعنی دوبارہ دنیا میں آنے کا خیال غلط ہے۔

۳..... عیسیٰ ابن مریم مر کر جنت میں داخل ہوگئے۔

۴..... مر کر کوئی زندہ نہیں ہوتا۔

۵..... جنت میں داخل ہو کر پھر کوئی باہر نہیں آسکتا۔ باوجود ان دعوؤں کے مرزا قادیانی اقرار کرتے ہیں کہ میں مسلمان اہل سنت والجماعت ہوں اور اہل سنت کی سب کتابوں کو مانتا ہوں۔

اور (۲۶؍ مارچ ۱۸۹۱ء، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۰۳) تحریر فرماتے ہیں کہ: ''میرے مسیح موعود ہونے کا سارا قرآن مجید مصدق اور تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں۔''

لہٰذا یہ عاجز بذریعہ نوٹس ہذا مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کو اطلاع دیتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی کو اپنے دعوؤں کی صداقت پر کامل اطمینان ہے اور وہ جانتے ہیں کہ میں سچا ہوں تو بسم اللہ دیگر کار خیر منتظر چیست۔ آپ تو فرماتے ہیں کہ: ''سارا قرآن میرے دعوؤں کا مصدق اور تمام احادیث صحیحہ شاہد ہیں۔'' میں عرض کرتا ہوں کہ اگر ایک آیت صریح الدلالت اور حدیث اس کے صدق کی ہے اپنے دعوؤں کی تائید میں بطریق اہل سنت والجماعت ثابت کر دیا

گے تو میں مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد ان کی خدمت میں پیش کروں گا اور ایک سال تک ہر روز بشرط صحت وحیات مرزا قادیانی کی صداقت کا اپنے وعظ میں اظہار کیا کروں گا اور جس ادب وعزت کے ساتھ مرزا قادیانی فرمائیں گے ان کے ساتھ گفتگو کی جائے گی۔ مرزا قادیانی اس ثبوت کے لیے مناظرہ کرنے کو تیار ہو جائیں۔ مکان اور پولیس کے انتظام اور اس کے آپ خود ذمہ دار ہو چکے ہیں اور اگر مرزا قادیانی ایک ہفتہ میں اس مناظرہ کے لئے تیار نہ ہوئے تو ضرور یقین کر لیا جائے گا کہ مرزا قادیانی خود اپنے دعووں کی صداقت پر مطمئن نہیں ہیں اور ان کا دل ان کی تکذیب کرتا ہے۔ فقط انعام بحالت پوری کرنے شرط کے مرزا غلام احمد قادیانی کو مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد دیا جائے گا اور ایک سال ان کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ اطلاعاً آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ ایک ہفتہ کی میعاد میں کوئی تاریخ مقرر کر کے دو روز پہلے مجھے اطلاع دیں اور ثبوت کے لئے تیار نہ ہوئے تو آپ کے مرشد کی تکذیب کے لئے یہ کافی ثبوت ہے۔

۱۳ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء

راقم محمد عبد المجید عفی عنہ

مالک مطبع انصاری دہلی

خط نمبر: ۱

از جانب فقیر عبد المجید بخدمت جناب مولوی محمد احسن صاحب امروہی

بعد سلام مسنون اسلام کے واضح رہے کہ نوٹس جو اس خط کی پشت پر ہے۔ آپ کے مرزا قادیانی نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا جو ان کے سرمایہ علم وحجت کی ایک کافی وافی دلیل ہے۔ چونکہ اس میں احقر کا خطاب آپ سے بھی ہے۔ لہذا بذریعہ اس تحریر کے آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ مسافر دور دراز سفر طے کر کے آپ کے پاس بارادہ طلب دلیل حاضر ہوا ہے۔ تم کو قسم ہے اس خدا بزرگ وبرتر کی جس نے تم کو پیدا کیا ہے کہ اگر تمہارے علم میں تمہارے مسیح کی صداقت پر کوئی دلیل شرعی ہے تو اسے میرے سامنے مجمع اہل اسلام میں بیان کر دیجئے۔ ہرگز نہ چھپائیے۔ "ومن یکتمها فانه اثم قلبه" اور "الساکت عن الحق شیطان اخرس" کی وعید کو خیال فرمائیے اور اگر آپ بغیر دلیل ان پر ایمان لائے ہیں تو یہ امر آخر ہے پھر عذر اور حیلہ کیا ضرور صاف صاف فرما دیجئے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ!

یکم ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ ۴ نومبر ۱۸۹۱ء

جواب

از ہیچمدان احقر الزمن سید محمد احسن

بخدمت محب مکرم حضرت مولوی عبدالمجید صاحب

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آنکہ ہیچمدان کو جو جناب نے اس نوٹس میں مخاطب فرمایا ہے۔ اس سے مجھ کو نہایت درجہ کا تعجب لاحق ہوا۔ کیونکہ احقر نے تو کسی تحریر میں آپ جناب کو مخاطب نہیں کیا اور نہ احقر کسی امر کا مدعی۔ البتہ یہ اپنا شعار ہے کہ اپنے مومن بھائی کو غیبت وغیرہ سے یاد نہیں کرتا اور جملہ اپنے مومنین اخوان کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے۔ "لـــــولا ظـــــن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسهم خيراً والغيبة اشد من الزنا" ہاں البتہ مرزا قادیانی کو جو ہمہ تن تائید اسلام میں اپنے اوقات کو صرف کر رہے ہیں اور بعض صاحب جو ان کی تکفیر وتضلیل کرتے ہیں۔ احقر نے اپنے رسائل میں ان کی طرف سے ذب ودفع کیا ہے۔ اگر وہ ذب ودفع آپ کے نزدیک ایک اپنے مومن بھائی سے صحیح نہیں ہے تو آپ کو اختیار ہے اور طلب دلیل تو مدعی سے ہوا کرتی ہے۔ نہ حسن ظن رکھنے والے سے اگر آپ کو طلب دلیل منظور ہے تو خود مرزا قادیانی سے طلب فرمایئے۔ خاکسار کو مخاطب نہ کیجئے اور نہ میں آپ کا مخاطب ہوں۔

والسلام! خیر ختام کیم رجمادی الاوّل ۱۳۰۹ھ فقط ......

مکرر اور نہ ہیچمدان کو جناب سے مباحثہ منظور ہے۔ فقط!

جواب الجواب

خط نمبر:۳...... از مولانا عبدالمجید دہلوی، بنام محمد احسن قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الكريم!

زائل بہار حسن ہوئی خط یار سے

اس باغ میں خزاں نظر آئی بہار سے

از حقیر فقیر عبدالمجید! بخدمت جناب مولوی محمد احسن صاحب احسن اللہ قرین نزیل بھوپال زاد عنایۃ!

بعد سلام کہ سنت الاسلام ہے۔ واضح رائے ہو کہ نامہ گرامی آن سامی وصول ہوکر باعث استعجاب ہوا۔ اور یہ استعجاب شاید اتنی نہایت درجہ تعجب کا اثر ہے جو جناب کو لاحق ہوا اور

زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ جناب نے انکار مناظرہ کا اوّل سبب بھی تعجب فرمایا باقی اس کے دلائل۔ لہذا بعد ورود دلائل تعجب مجھے امید ہے کہ آپ اپنے دعویٰ کے موافق مناظرہ کو ضرور تیار ہوں گے۔

قولہ..... "چونکہ ان کو جو جناب نے اس پالیسی میں مخاطب فرمایا ہے۔ اس سے مجھ کو نہایت درجہ کا تعجب لاحق ہوا۔ کیونکہ احقر نے تو کسی تحریر میں اپنے آپ کو مخاطب نہیں کیا اور نہ احقر کسی امر کا مدعی۔"

جواب ..... حضرت مولوی صاحب آپ نے دعویٰ بھی کیا ہے اور خطاب بھی۔ شاید آپ کو یاد نہیں رہا۔ لہذا یہ فقیر آپ کو یاد دلا کر امید کرتا ہے کہ آپ حسب وعدہ اس عاجز مسافر کے حال پر توجہ فرمائیں گے۔

نزیل بھوپال مولوی محمد احسن صاحب احسن المناظرین کے وہ اقوال جن سے ان کا دعویٰ و خطاب عام ثابت ہے۔

۱ ..... آپ کی کتاب کا نام اعلام الناس ہے۔

۲ ..... "یہ بندہ سید محمد احسن امروہی نزیل بھوپال بخدمت شریف در بحث علماء ذوالالباب عرض کرتا ہے۔" (اعلام الناس حصہ اول ص۱)

۳ ..... "اشتہار بخدمت علماء امصار و دیار المشتہر خاکسار محمد احسن امروہی نزیل بھوپال۔" (ایضاً حصہ دوم ص۲۲)

۴ ..... "میں اظہار حق میں مجبور ہوں۔

مری آہ و فغاں سے نفرت ہو تو اے گلرو
تنگ پڑ جاتا ہے اک حسن گل میں شور بلبل سے"

(ایضاً ص۱۷)

۵ ..... "اگر مرزا قادیانی اس بحث کی طرف توجہ نہ فرمائیں گے تو یہ خاکسار (احسن المناظرین) تو موجود ہوگا۔" (ایضاً ص۱۳)

اے جناب احسن المناظرین صاحب اگر آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ یہ خطاب میرا علماء سے ہے اور تو ایک جنوناً فقیر حقیر تجھے اس سے کیا۔ تو علم سے دور، سلسلہ علماء سے بھی دور۔ تو میں عرض کروں گا مگر الحمدللہ کہ میں مسلمان ہوں اور اہل اسلام کے سلسلہ میں شامل اور آپ کا خطاب عام اہل اسلام سے ہے۔

کیوں جناب احسن الناظرین صاحب یہ دعویٰ کس کے واسطے ہے جو آپ تک نہ آسکیں؟ یا جو آپ کے اشتہاروں کو دیکھ کر طالب وجویا ہو کر دور دراز سفر طے کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہو۔ اس میں اب کا کیا حصہ ہے؟ بیٹھے بٹھائے ان کی دعوت کا اشتہار دیا اور گھر پہ آئے ہوؤں کو کھڑا جواب دیا کیا انصاف ہے؟ افسوس کہ میں اس قدر دور دراز سفر طے کرکے آپ کے دروازہ پر آؤں اور آپ گھر سے باہر نکلنے کی بھی تکلیف نہ فرمائیں اور اگر آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ میرے ان اقوال میں کہیں دعویٰ کا لفظ نہیں ہے تو میرا ہی قول صحیح ہے کہ حضرت کسی امر کا مدعی تو جواب اس کا یہ ہے کہ آپ کی تحریر میں دعویٰ کا لفظ بھی موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ا۔۔۔ "یہ دعویٰ میرا بلا وجہ نہیں ۔۔۔ اگر کسی کی آنکھوں میں کچھ نور ہو تو کحل الجواہر بھی حاضر ہے۔" "حضرت احسن الناظرین صاحب میدان مناظرہ میں حسب اقرار خود تشریف لائیے اور دو چند بیان فرمائیے اور کحل الجواہر کی ڈبیہ بھی کھولیے۔ یہ فقیر انہیں بیند کا طالب اور اسی کحل الجواہر کا مشتاق ہو کر آیا ہے۔ دل آرزومند کو ان بیند سے اور دیدۂ مشتاق کو اس کحل الجواہر سے محروم رکھنا نا انصافی نہیں تو کیا ہے؟ اب رہی یہ بات کہ آپ کا شعار کسی مومن بھائی کی غیبت کرنا نہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

قول۔ "الحمد یہ اپنا شعار ہے کہ کسی اپنے مومن بھائی کو غیبت وغیرہ سے یاد نہیں کرتا اور جملہ اپنے مومنین اخوان کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے۔"

جواب۔۔۔ کیا جملہ اخوان میں مولوی عبدالحق صاحب نہیں ہیں۔ جن کے الہام پر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر ایک ہزار الہام کا دعویٰ کریں گے تو بلا وجہ و برہان اس کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔" (اعلام الناس حصہ اول ص ۱۵)

اور اگر یہی حسن ظن ہے تو سرسید بھی تو مسلمان ہے۔ اس کے ساتھ بدظنی کا کیا سبب۔ اب میں آپ کے شیخ کے چند اقوال پیش کرکے آپ سے جواب کا طالب ہوں کہ یہ کس کا شعار ہے

اقوال مرزا غلام احمد قادیانی شیخ احسن الناظرین مولوی محمد احسن امروہی

ا۔۔۔ "اے نفسانی مولویو اور خشک زاہدو تم پر افسوس۔۔۔ تم ان یہودیوں اور فریسیوں سے کچھ کم ہو جو حضرت مسیح کے وقت میں دن رات نفس پرستی میں لگے ہوئے تھے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر کا مومن ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ تر آسان ہے۔"
(ازالہ اوہام حصہ اول ص ۹،۱۰ خزائن ج ۳ ص ۱۰۵ ملخص)

۲..... ''اس جگہ حضرت مسیح کی تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ مسیح نے یہودیوں کے ان معزز بزرگوں کے حق میں جو قیصر کے دربار میں بڑی عزت کے ساتھ خاص ریئسوں میں بٹھائے جاتے تھے۔ نہایت غیر مہذب الفاظ استعمال کئے۔''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص ۹،۱۰ خزائن ج ۳ ص ۱۰۲ حاشیہ)

۳..... ''تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔''

(ازالہ اوہام ص ۱۳،۱۲ خزائن ج ۳ ص ۱۰۹)

افسوس اب غیرت شیں کیا کہیں گی؟

۴..... ''قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔''

(ازالہ اوہام ص ۲۵ خزائن ج ۳ ص ۱۱۵ حاشیہ)

پھر اس آیت کا بیان کر کے کہ "اذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتیٰ باذنی. الخ!" احسن المناظرین صاحب آپ کے مسیح فرماتے ہیں۔

۵..... ''یہ اعتقاد مشرکانہ خیال ہے اور ایسا خیال رکھنے والا بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ سراسر مشرکانہ باتیں ہیں اور کفر سے بدتر۔''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص ۲۹۶،۲۹۷ خزائن ج ۳ ص ۲۵۱ ملخص حاشیہ)

۶..... ''حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام در حقیقت ایسا کام ہے جس میں کلوں کی ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص ۳۰۳ حاشیہ خزائن ج ۳ ص ۲۵۴،۲۵۵)

(اس کا نام حسن ظن ہے) پھر مسیح کے معجزات کی نسبت ایک نیا حسن ظن بتا اور دیتے ہے۔

۷..... ''بہر حال مسیح کی یہ تربی (شعبدہ) کارروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں۔ جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص ۳۰۹ خزائن ج ۳ ص ۲۵۷،۲۵۸)

جواب..... کیوں حضرت احسن المناظرین صاحب! اس آیت کے وقت نزول سے لے کر اس وقت تک کروڑہا ہو چکے ہیں۔ ہر طبقہ میں دس دس بیس بیس نہیں تو دو دو چار چار تو ایسے مسلمان گذرتے رہے ہیں۔ جن کا معاذ اللہ یہ عقیدہ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ شعبدہ باز تھے اور آیت متعلق کلام کا یہ مطلب ہے کہ مسیح نجاری کی قوت سے چڑیاں بناتے تھے اور ان کا باپ یوسف تھا اور اگر آپ نہ دکھا سکے تو پھر ان سب مسلمانوں کو بلا شبہ خارج از دائرہ اسلام کہنا اور اس آیت پر اعتقاد رکھنے والوں کو کافر اور مشرک سے بدتر سمجھنا کیسا شعار ہے اور اسی کا نام حسن ظن ہے؟ کیا اپنے بھائی مومن کی غیبت نہ کرنا ہے اور ایمان سے فرمایئے کہ قبل از ایمان لانے ان مسیح قادیانی کے کیا آپ کا بھی اعتقاد تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے اور وہ شعبدہ باز اور ان کے یہ معجزے جن کا قرآن کی آیت مذکورہ بالا میں ذکر ہے۔ مکروہ اور قابل نفرت ہیں۔ معاذ اللہ! "کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم" حضرت مولوی صاحب آپ تو آپ، آپ کے قادیانی مسیح اپنے ایک اظہار میں جو ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دستخط شدہ میرے پاس موجود ہے۔ اپنے ہاتھ سے تحریر فرماتے ہیں کہ دس بارہ برس قبل میرا بھی یہی اعتقاد اور خیال تھا جو سب مسلمانوں کا ہے۔ دس بارہ سال سے میں نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ گویا اعلان کئے ہوئے دو چار برس ہوئے اور پھر جواب دیں اس سوال کے کہ تم مقلد ہو یا غیر مقلد!

مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں۔ "میرا مذہب یہی ٹھیک ہے۔" اب فرمایئے یہ کیا ہوا اور کیسا شعار ہوا۔ اے جناب احسن المناظرین! آپ تو احسن المناظرین بن گئے۔ ذرا حسن خاتمہ کا بھی فکر کیجئے اور بھول لیجئے مت۔ دیکھئے حضرت عیسیٰ کون ہیں۔ "وجیھاً فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین" اور ایسے مقرب کے حق میں آپ اپنے مسیح کے اقوال ملاحظہ فرمایئے۔ حوالہ کے طور پر بھی ان الفاظ کے لکھنے سے میرا قلب کانپتا ہے لکھا نہیں جاتا جو زیادہ افسوس آپ نے تمام اقوال ملاحظہ فرمائے ہوں گے۔ کیوں حضرت اس بزرگ پیغمبر کے مقابلہ میں جس کو اللہ تعالیٰ وجیہ فرماتا ہے۔ آپ کے مسیح کا یہ فرمانا بے ادبی نہیں ہے۔

٨..... س

ایک منعم کے حسب بشارات آدم
عیسیٰ کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم

(قصیدہ الہامیہ ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۵۸ خزائن ج ۳ ص ۱۸۰)

قولہ ''اور طلب دلیل تو دلیل سے کام لینا ترقی ہے نہ حسن ظن رکھنے والے سے۔ اگر آپ کو طلب دلیل منظور ہے تو خود مرزا قادیانی سے طلب فرمائیے۔ خاکسار کو کیا طلب نہ کیجئے۔''

جواب.... اب تو آپ کو بھی یاد آ گیا ہو گا کہ آپ نے لکھا ہے کہ میرا دعویٰ بلا تحقیق نہیں ہے اور آپ احسن المناظرین بھی ہیں۔ لہٰذا اب کوئی عذر آپ کو انعقاد جلسہ مناظرہ میں باقی نہیں رہا۔ مرزا قادیانی سے بھی دلیل طلب کی تھی۔ چنانچہ اس کا شاہد میرا یکی نوٹس ہے جو آپ کو بھیجا تھا اور میرے خطوط مطبوعہ ۱۳، ۱۸، ۱۹ اکتوبر ۱۸۹۱ء جن کے جواب میں مرزا قادیانی کا حال مطابق اس شعر کے ہے جو آپ نے اعلام الناس حصہ دوم ص ۲۸ میں لکھا ہے۔

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لے کر
چپکے ہی بیٹھے رہے دم کو مسیحا لے کر

اب آپ بموجب اپنے وعدے کے جس کو کرر یاد دلاتا ہوں۔ مناظرہ کے لئے میدان میں آئیے اور کوئی عذر و حیلہ نہ فرمائیے۔

قولہ ''اگر مرزا قادیانی اسی بحث کی طرف توجہ نہ فرماویں گے تو یہ خاکسار احسن المناظرین آموجود ہو گا۔'' (اعلام الناس حصہ دوم ص ۲۳)

اب آپ تشریف لانے کی مہربانی فرمائیے۔ یہ عاجز مشکور ہو گا۔

بہو تم تنہا کہیں ایسا تو ہو سکتا نہیں
اور تم میں چپکے وہیں ایسا تو ہو سکتا نہیں

یاد رکھئے! والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ!

خط نمبر:۳..... بہ طلب مناظرہ وبجائے جواب خط نمبر:۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

اللہ تعالیٰ بچشم شاہد کی قسم دے کر احسن المناظرین مولوی محمد احسن صاحب امروہی نزیل بھوپال اور حکیم نور الدین صاحب بھیروی و مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مسیح کی خدمات میں بحث کی درخواست۔

خدا را کسے با تو نہ گفتہ کار
ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

اے حضرات! آپ لوگوں نے دنیا میں شور ڈال دیا ہے کہ مرزا قادیانی مسیح موعود اور

نبی ہیں کسی وجہ سے اور اہل اسلام کو دھوکہ میں ڈالنے کی غرض سے بڑے بڑے لمبے چوڑے
اشتہار اور رسائل شائع کر کے ایک آفت برپا کر رکھی ہے اور شور مچا رکھا ہے کہ خدا رسیدہ ہوں اور قرآن
و حدیث گواہ ہے اور جس کا جی چاہے ہم سے بحث و مناظرہ کر لے۔ جس کی وجہ سے ہزارہا
مسلمانوں میں تفرقہ پڑ گیا ہے۔ لہذا آپ پر فرض ہے کہ اس فقیر سے اس بات کا تصفیہ کر لیں۔
میں نے بارہا آپ کے مرزا قادیانی کو بھی لکھا اور کئی مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر بھی ہوا اور آپ
تینوں صاحبوں کے نام نوٹس بھی دیا اور اب اس قدر سفر دور دراز طے کر کے آپ کے پاس بھوپال
میں حاضر ہوں اور آپ کو دو خط بھی لکھے۔ ایک ماہ کامل مجھے انتظار جواب میں یہاں بیٹھے ہوئے
گزرا۔ مگر آپ نے جواب نہیں دیا۔ آپ کو چاہئے کیا اپنے دعوے اور تحریر کا خیال اور " لم
تقولون ما لا تفعلون " پر غور کر کے بحث کو تیار ہو جائیے۔ میں آپ کو اس ذات وحدہ لا
شریک تعالیٰ و تقدس کی قسم دیتا ہوں۔ جس نے آپ کو پیدا کر کے اپنی بے حد و بے شمار نعمتوں سے
سرفراز کیا ہے کہ اگر آپ کا بھی مذہب ہے کہ قرآن مجید کی آیت صریحہ بینہ قطعیۃ الدلالت
مرزا قادیانی کے مسیح موعود ہونے پر اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا عہدۂ رسالت
مرزا قادیانی کو مل جانے پر موجود ہیں اور اس کی تائید میں احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ حضور سے
شہادت دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے آپ کو اپنے مزعومات عقیدہ کو الوداع کہہ کر طریق اسلام سلف
صالحین سے سخت انکار کرنا پڑا ہے تو اسی خداوند کریم سے ڈر کر جس کی میں نے ابھی آپ کو قسم دی
ہے۔ میرے ساتھ اظہار حق بحث کیجئے۔ آپ کو اس بحث میں انشاء اللہ تعالیٰ کچھ بھی تکلیف نہ
ہوگی۔ اگر آج کوئی عدالت کسی دنیوی مقدمہ میں آپ سے اظہار لینا چاہے تو آپ جس قدر وہ
چاہے مبسوط بیان لکھوا سکتے ہیں۔ بلکہ ایک اطلاع سے بلا توقف تاریخ مقررہ پر عدالت میں حاضر
ہو جاؤ گے اور بڑی شد و مد سے اظہار دو گے۔

اے حضرات! اپنے دنیوی کام آپ سب کرتے ہو نوکری پر ہر روز حاضر ہوتے ہو۔
آواز بلند سے تعریف ہو۔ احسن الناظرین ہو۔ صفتیں سب قائم ہیں۔ بقول مرزا قادیانی آپ
فرشتہ ہو اور مرزا قادیانی کی مدد کو بقول ان کے ہزاروں فرشتے حاضر رہتے ہیں۔ ہر وقت الہام
ہوتے ہیں اور ماشاء اللہ آپ لوگوں کو اپنے علم اور اپنے قرآن و حدیث دانی کا بھی بڑا دعویٰ ہے اور جو
کہ آپ اور آپ کے معمولی تک کئی رسالے بھی اس باب میں لکھ چکے ہیں تو اس بحث میں کچھ فکر
و سوچ کا کام بھی نہیں ہے تو پھر خدا تعالیٰ کی حقیقی عدالت سے کیوں نہیں ڈرتے اور سچی شہادت کو

عام جلسہ میں کیوں نہیں ظاہر کرتے اور کیوں بیہودہ عذر بہانے اور غلط حیلے کر رہے ہو اور تعجب ہے آپ کا یہ عذر کہ بھوپال میں سرکار عالیہ دام اقبالہا کے بے جا تعصب کا خوف ہے۔ بالکل بیجا ہے۔

حضرت! مجھے آپ کا وہ خط دیکھ کر جس میں بحث کرنا نہیں چاہتا۔ مرزا قادیانی سے ان کے دعوے کی دلیل طلب کرو۔ بہت خوف آیا کہ آپ لوگوں کا کیا خیال ہے۔ آپ احسن المناظرین بن گئے۔ آدمی سے فرشتہ ہو گئے۔ غلام احمد کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عہدۂ رسالت دلوا دیا۔ امتی سے نبی بنا دیا۔ افسوس فتنہ ڈالنے کے لئے تو آگے ہو اور اصلاح کے کاموں میں پیچھے ہٹتے ہو۔ جن کا نمک کھاتے ہو ان پر بے جا تعصب کا الزام لگاتے ہو۔ آپ ایمان سے تو کہو سرکار عالیہ دام شوکتہا نے (اللہ تعالیٰ ان کے سایۂ عاطفت کو ہمیشہ ہمارے سر پر قائم رکھے) کبھی کسی اہل مذہب سے کوئی بے جا تعصب کیا ہے۔ جو آپ ہر ایک کے سامنے یہ غلط عذر کرتے ہو۔ حضور سرکار عالیہ دام سلطنتہا کی رعایا میں تو نصرانی اور ہنود سب آباد ہیں اور نوکر بھی ہیں۔ افسوس کہ وہ سرکار عالیہ کو متعصب نہ سمجھیں اور آپ مولوی کہلا کر بلکہ فرشتہ بن کر ناحق ان کی نسبت بے جا تعصب کے گمان فاسد کو اپنے دل میں رکھیں۔ آپ کے اس گمان پر افسوس۔ خدا سے ڈرو۔ اس محسن کی ناشکری نہ کرو جس کے الطاف خسروانہ اور کرم مادرانہ نے ایک عالم کو شکر گزار بنا رکھا ہے۔ ڈرو کہیں اس کفران نعمت کا عوض اسی عالم ہی میں نہ ہو جائے۔ ”من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ“

اے حضرات مولوی صاحب! یہ سرکار وہ عادل دوران اور حاتم زمان ہے جس کے حق میں حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ چھ سو برس پہلے یہ پیش گوئی فرما گئے ہیں گو حاسد کی سمجھ میں نہ آئے۔

سر سرفرازان و تاج مہان
بہ دوران عدلش بنازد جہان
اگر از فتنہ آید کسے در پناہ
ندارد جز ایں کشور آرام گاہ
ندیدم چنیں گنج و ملک و سریر
کہ وقفست بر طفل و درویش و پیر
طلب گار خیر است امیدوار
خدایا امیدے کہ دارد برآر

اے حضرات! آپ لوگوں کا دعویٰ کچھ چھوٹا سا دعویٰ نہیں ہے۔ کیا آپ سارے جہاں پر سبقت لے گئے۔ کوئی آپ میں سے نبی و مسیح و ابن اللہ بنا۔ کوئی فرشتہ کسی نے اپنا خطاب احسن المناظرین رکھا۔ کیا خوب تمام دنیا کے عہدے آپ ہی بانٹ لئے اور مرزا قادیانی نے تو کمال یہ کیا کہ پہلے ہی سے اپنے بعد اپنے بیٹے کو اپنا نائب بھی بنا دیا اور اس کے حق میں پیشین گوئیاں بھی گھڑ دیں۔ نعوذ باللہ!

شاید یہ سمجھے کہ میرے بعد نہیں معلوم خدا اس کو کیا بنائے۔ خود ہی جو کچھ چاہا بنا دیا۔ ''اعوذ باللہ السمیع العلیم من وسوسۃ الشیطان الرجیم'' لیکن اپنے ان عہدوں پر اگر آپ لوگوں کو خود بھی اطمینان ہے تو اپنی اس قوت اور وسیع معلومات سے جلسۂ عام میں مناظرہ کر کے تمام خلق خدا کو فائدہ کیوں نہیں پہنچاتے۔ کیا یہ معلومات اور قوت صرف عوام ہی کے دھمکانے اور وہم کر دینے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ مسلمان جس نازک حالت میں آج کل جتلا ہیں۔ اہل علم کو اس سے خوف اور حیرت اور مسلمانوں پر رحم کرنا چاہئے۔ ان کی بھی خیر خواہی کرنی اور ان کو سنبھالنا چاہئے نہ کہ ان کے حماقت کے حق سے فائدہ اٹھانا اور ان کو مغالطہ اور دھوکے میں ڈالنا۔ میں نے اچھی طرح تحقیق کیا۔ مرزا قادیانی نے مسلمانوں کی یہ ابتر حالت دیکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ ان میں بعض حماقت بھی ہیں۔ ان کے حمق سے فائدہ اٹھانا چاہا ہے۔ کیا یہ آپ لوگوں کا صاف اور صریح دھوکہ نہیں ہے کہ بڑے بڑے اشتہار اور رسائل طبع اور مشتہر کر دیئے کہ ہم گفتگو میں ہر طرح کی آزادی دیتے ہیں۔ تقریراً و تحریراً جس مسئلہ میں منظور ہو ہم سے گفتگو اور مناظرہ کر لو۔ کیونکہ مناظرہ اور مباحثہ تو ایک بہت بڑا آلہ تحقیق علوم اور تعلیم مسائل غیر معلومہ کا ہے۔ اس سے ترقی علوم ہوتی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ملک بے سیاست اور مال بے تجارت اور علم بے بحث بالکل بیکار رہتے ہیں اور اشتہاروں میں انعام بھی مقرر کر دیئے۔ مگر جب کوئی آپ کو بحث ومناظرہ کے لئے طلب کرتا ہے تو گھر میں مہندی لگا کر پائوں بیٹھ جاتے ہو۔ کہاں جناب احسن المناظرین صاحب۔ یہ اشتہار صرف عوام ہی کے دیکھنے اور دکھانے اور سنانے کے لئے ہیں کہ بیوقوف لوگ سمجھیں کہ حضرت سے کوئی مناظرہ نہیں کر سکتا۔ یا کچھ خدا کا خوف کر کے اس پر عمل بھی کرنا چاہئے۔ آپ لوگوں کے دل میں کچھ اظہار حق کا خیال ہوتا تو ضرور مناظرہ کرنے کو تیار ہو جاتے اور مرزا قادیانی نے تو غضب یہ کیا کہ دہلی کے واقعہ کو جس کے ہزارہا مسلمان گواہ ہیں بالکل برعکس خلاف واقع صریح صریح کذب و بہتان کے ساتھ اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا ہے۔ ''لا حول

ولا قوۃ الا باللہ "ذرا اپنے پیر بھائی محمد اسلم کا خط مرسلہ ملاحظہ فرمایئے۔ یہ اچھا آپ کا حسن ظن ہے کہ بڑا ہو مسلمانوں کے سامنے جو واقعہ گزرا ہو اس کو ایک شخص خلاف اور بالکل غلط لکھے اور ایک عالم سید محدث پر بہتان باندھے اور اس کو سینکڑوں گندی گالیاں دے۔ مگر آپ اپنے حسن ظن سے اس کو انہام سمجھے جائیں۔ اگرچہ مرزا قادیانی کی حقیقت بالکل کھل چکی ہے۔ مگر عاجز کو چونکہ تحقیق حق اور اظہار باطل منظور ہے۔ اس لئے بغرض اتمام حجت آپ کو بحث کے لئے بلاتا ہوں۔ جب ہر طرح کی حجت تمام ہو جائے گی تو آپ کے الہام کا جواب اور آپ کے معنوی مسیح کے ازالہ کا ازالہ بفضلہ تعالیٰ تیار ہے وہ طبع کیا جائے گا۔ مگر بہتر ہے کہ آپ سے اول تصفیہ کرالیا جائے۔ واللہ باللہ مجھ کو اظہار حق کے سوا کوئی اور خیال نہیں ہے۔ مگر آپ اس طرف توجہ فرماتے ہی نہیں۔ ناحق مسلمانوں کا وہ وقت عزیز اور روپیہ ان ناکارہ جھگڑے میں صرف کراتے ہو۔ جو غیر قوموں کے رد میں صرف ہوتا۔" انا للہ وانا الیہ راجعون "

خیر اللہ تعالیٰ کافی ہے اور مسلمانوں کا وہی حامی و والی ہے۔ جو چاہیں آپ طبع کریں اور جو چاہیں بنیں اور مرزا قادیانی کو بنائیں۔ پہلے بھی بہت لوگ بہت کچھ بن چکے ہیں اور جو ان کا انجام ہوا اس سے بھی آپ بے خبر نہیں ہیں۔ مرزا قادیانی نے وقت اور موقع اور مسلمانوں کی ابتری کا حال دیکھ کر یہ ڈھنگ سوچا اور یہ رنگ جمایا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جو اسلام اور اہل اسلام کا حافظ و ناصر ہے وہ اب بھی ویسا ہی قدرت والا ہے۔ جیسا ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ "الآن کما کان" مگر حضرات! آپ خوب سمجھ لو کہ اگر آپ نے اس بارہ میں مناظرہ و مباحثہ کیا تو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر آپ اپنے خیال میں ٹھیک بھی کہتے ہو تو پکڑے جاؤ گے یا حضرت لب بام کی حالت ہے اللہ تعالیٰ بے ڈرو۔ سفر آخرت نزدیک ہے۔ اگر حق جان کر اس کو چھپاؤ گے تو آپ تحکم حقیقی کے اخذ شدید سے ہرگز نہ بچو گے۔ بھلا یہ کیسی ایمانداری ہے کہ معمولی طور پر مشتہر کردیا اور اپنے ہم طریق لوگوں کو خبریں پہنچادیں کہ مولوی محمد حسین مناظرہ نہ کر سکے۔ مولوی سلامت اللہ کو میں نے ساکت کردیا۔ مولوی محمد بشیر کسی قدر میرے ہم خیال ہوگئے۔ میں نے تمام امصار و دیار کے علماء کو اشتہار دیا کوئی مقابل نہ آیا۔ حضرت حیا شعبہ ایمان ہے۔ اگر دیانت و راست بازی کا کچھ خیال ہوتا تو ایسے فرضی و مصنوعی دعوے آپ لوگ مطبوع و مشہور نہ کرتے اور اگر کئے بھی تھے تو ضرور مناظرہ کے لئے تیار ہو جاتے اور اظہار حق میں کوئی عذر و حیلہ نہ کرتے۔ پہلے صفائی اور راست بازی سے مناظرہ و بحث کر لیتے۔ اگر کامیاب ہو جاتے تو شہرت

دیجئے۔ حضرت احسن المناظرین صاحب یہ عاجز اس قدر سفر کی دقت اٹھا کر صرف اسی غرض سے آیا ہے اور آپ کے مکان پر بھی حاضر ہوا اور آپ کے مرزا قادیانی اور دیگر آپ کے ہم طریق لوگوں کی گالیوں اور لعن طعن کی برداشت کر کے محض آپ سے بحث کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہوا ہے اور جب آپ سے حجت تمام کر چکے گا تو پنجاب میں آپ کے ہم مشرب جناب حکیم نورالدین صاحب کی خدمت میں جائے گا۔ اگر ان کا حال بھی ایسا ہی ہوگا جیسا کہ آپ کا اور مرزا قادیانی کا ہے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے رسائل کے رد کا طبع کرنا شروع کرے گا۔

اے حضرات! اگر آپ لوگ حق پر ہیں اور آپ کو اس بات کا واقعی طور پر یقین ہے کہ درحقیقت آپ کے مرزا قادیانی مسیح موعود ہیں اور آپ لوگوں کا دعویٰ قرآن مجید کے آیات صریحہ قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے منطوق سے محقق اور ثابت شدہ امر ہے تو پھر ایسے رکیک عذر اور بہانے کر کے مناظرہ سے گریز کرنا کیسے بزدلی کی بات ہے۔ بسم اللہ! آئیے اور اپنا وہ عجیب ثبوت دکھلایئے۔ اگر آپ اس صورت میں کہ میں آپ کے مصنوعی مسیح اور ان کے حواریوں یا بقول مرزا قادیانی ان کے فرشتوں کو نوٹس دے کر ایک عالم میں مشتہر کر چکا ہوں۔ جس سے اچھی طرح یہ بات اشاعت پا چکی ہے کہ درحقیقت آپ کے مرزا قادیانی کا دعویٰ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور جو شخص مرزا قادیانی کے مسیح موعود ہونے کا مدعی ہے وہ بالکل مفتری علی اللہ والرسول ہے۔ میدان میں آکر مصنوعی مسیح کا کچھ ثبوت نہیں دیں گے۔ تو پھر آپ کس مرض کی دوا ہیں اور اپنا خطاب احسن المناظرین کیوں رکھا ہے۔ حضرت بحث کرنے کے لئے تشریف لائیے کہ میں بحث کے لئے تیار بیٹھا ہوں۔ آپ کیوں باوجود احسن المناظرین ہونے کے بحث کرنے سے کنارہ کرتے ہیں اور حق الامر کو چھپاتے ہیں اور حق کو اس کے ظہور سے روکتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ حق کھل جائے۔ آپ لوگوں کو ڈرنا چاہئے کہ آپ یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق نہ ہو جائیں۔ کیونکہ جس حالت میں آپ کے مقابل آنے سے حق کھلتا ہے اور آپ نامعلوم کوٹھری میں چھپے بیٹھے ہیں تو پھر آپ یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق ہوتے یا کچھ اور ہوئے۔ تائیے! آپ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور بحث کے میدان میں آکر یہ کوشش کریں کہ حق کھل جائے اور گریز وفرار اختیار نہ کریں اور یصدون عن سبیل اللہ کے مصداق نہ بنیں اور میں تو اے حضرات! اس عظیم الشان بحث کے لئے ہر وقت حاضر ہوں اور ہرگز آپ لوگوں کی طرح تخلف نہ کروں گا۔'' لعنة اللّٰه علیٰ من تخلف وصد عن سبیل

الله " اب میں پھر آپ کو اور آپ کے معنوی مسیح قادیانی کو جو مدعی بنے ہیں اور آپ کے تمام ہم مذہب اور ہم مشرب لوگوں کو بحث کے لئے بلاتا ہوں۔ "ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین وادعوا شھداءکم من دون الله ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا " کا ڈنکا بجاتا ہوں۔ آپ جب تیار ہوں میں حاضر ہوں۔ دہلی، لاہور، بمبئی، کلکتہ جہاں بلاؤ آ جاؤں۔ آپ لوگ یقیناً یاد رکھیں کہ یہ آپ کا غلط اور سراسر غلط اور واہی غلط خیال ہے کہ مرزا قادیانی مسیح موعود یا کسی درجہ کے نبی ہیں۔ جس دن آپ یا آپ میں سے کوئی بحث کے لئے میرے سامنے آئے گا۔ اس دن انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے خیالات سب مبدل ہو جائیں گے اور سخت افسوس و ندامت کے ساتھ آپ کو اپنے اس خیال سے رجوع کرنا پڑے گا۔ اگرچہ آپ کے مرزا قادیانی اور آپ ایک عرصہ سے اس وہم کو پکار رہے ہیں مگر سامنے آنے کے بعد آپ پر اپنے وہم کی حقیقت کھل جائے گی اور پھر آپ کو اپنا یہ خیال اور وہم سخت مذموم اور باعث رسوائی معلوم ہوگا۔ آپ کو شرم کرنی چاہئے کہ احسن المناظرین ہونے کا دعویٰ اور مناظرہ سے کس قدر دور اور اس درجہ گریز اور فرار۔ "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" اگر آپ کو اور آپ کے مرزا قادیانی کو کچھ شرم ہے تو اب بلا توقف بحث کے لئے میدان میں آ جائیے۔

تا سیہ روشود ہر کہ دروغش باشد

اگر آپ بحث کرنے کے لئے نہ آئے اور کوٹھری میں چھپے ماؤں جیسے رہے تو یاد رکھو کہ تمام ہندوستان و پنجاب میں بدنامی کے ساتھ آپ مشہور ہو جائیں گے اور آپ کے مرزا قادیانی کے سچائی اور آپ کے احسن المناظرین ہونے کی تمام رونق جاتی رہے گی۔ میں متعجب ہوں کہ آپ کیسے احسن المناظرین ہیں اور آپ کے مرزا قادیانی کیسے مسیح نبی ہیں۔ جن کو شرم نہیں۔ قرائن سے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ آپ ہی نے مرزا قادیانی کو اس غلط وہم میں ڈال کر دیا ہے اور پھر آپ ہی چھپے بیٹھے جاتے ہو اور آپ پر واضح رہے کہ کسی قدر درشت الفاظ جو اس خط میں تحریر ہوئے ہیں۔ یہ تمدنی نہ بیہودہ آپ کے مرزا قادیانی کے الہامی الفاظ کا جواب ہے اور جو جو گندے اور درشت الفاظ مرزا قادیانی نے استعمال کئے ہیں وہ تو پورے پورے نہ میری زبان سے نکل سکتے ہیں نہ قلم سے۔ کیونکہ علماء کی طرح سب و شتم میری فطرت کے مخالف ہے۔ یہ شیوہ تو آپ کے مرزا قادیانی اور ان کے معتقدوں ہی کے لئے موزوں ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور رحمت وسیع سے جوش نفس سے محفوظ ہوں اور اس کی تصدیق میرے وہ مناظرے ہیں جو ہمیشہ

دہلی، لاہور، بمبئی، مدراس، لکھنؤ وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں ہوئے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ میرے پاس اس امر میں ثقہ اشخاص کی شہادتیں موجود ہیں اور اس تحریر میں بھی میری ہر ایک لفظ کی صحت نیت پر منحصر ہے۔ آپ کے جگانے کے لئے کسی قدر بلند آواز کی ضرورت پڑے۔ ورنہ مجھے مرزا قادیانی اور ان کی امت کی گالیوں پر نظر نہیں۔ "کل یعمل علی شاکلته"

مجھے اس کا بھی اظہار کرنا ضروری ہے کہ اگر آپ کو مرزا قادیانی کی درشت کلامی اور سخت زبانی اور گالیوں کی بوچھاڑ کا یقین نہ ہو تو مرزا قادیانی کا اشتہار ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۹ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳ ص ۲۳۱ تا ۲۳۹ اور تقریر واجب الاعلان جلسہ بحث ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۱ ص ۲۵۰ تا ۲۶۴ کو ملاحظہ فرمائیں۔ بعد ملاحظہ آپ خود جان لیں گے کہ کس قدر مکروہ اور قابل نفرت الفاظ کا مرزا قادیانی نے استعمال کیا ہے اور یہ بھی روشن ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی کا یہ الہام بھی ان کے بھائی صاحب کی طرح لال بیگی الہام ہے۔ "اعوذ برب الناس۰ ملک الناس۰ اله الناس۰ من شر الوسواس الخناس۰ الذی یوسوس فی صدور الناس۰ من الجنة والناس۰ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب" اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو بھی توبہ کی ہدایت نصیب کرے اور اپنے اور اپنے رسول کے خلاف سے بچا لے۔ واللہ باللہ مجھے مرزا قادیانی کے حال پر افسوس اور بہت افسوس ہے۔

وہم باطل نے نکما کر دیا
ورنہ مرزا آدمی تھے کام کے

چونکہ آپ کو نظم سے ایک تعلق ہے۔ اس لئے آپ کی ایک بھائی کا تحفہ آپ کے مذاق کے موافق اس قدر بعد تھوڑی سی اصلاح کے پیش کرتا ہوں۔ گر قبول افتد۔

مرزا صاحب سچ ادا نے آپ کی — اور یہاں سے انتہائی آپ کی
خلق کو دھوکے میں ڈالا سربسر — واہ طرفہ پارسائی آپ کی
افتراء پہ افتراء کرتے رہے — بڑھ گئی ہر جو سرائی آپ کی
سیدھے سادھوں کو مکدر کر دیا — ہو چکی حق سے صفائی آپ کی
ہو سکے کیسے ابن مریم کے مثیل — دیکھ لی ہم نے بڑائی آپ کی
آیت قرآن نہ لائے تم دلیل — کھل گئی بس بے نوائی آپ کی
لاؤ گے جب تک نہ آیت یا حدیث — کس طرح ہو گی رہائی آپ کی

کر کے تاویلیں تمسخر سے گر جواب — خوب ہو گی جگ ہنسائی آپ کی
بحث میں بیٹھے ہو مغلوب الغضب — بحث ہے گویا لڑائی آپ کی
مرزا صاحب لنگوٹا باندھئے — دیکھیں پھر زور آزمائی آپ کی
یوں البتہ میرزا جی اچھا نہیں — کیا کرے گی ہاتھا پائی آپ کی
آپ سے ظاہر ہوا بغض و فساد — کوئی کیا مانے گواہی آپ کی
حامی دین شیخ کل کے سامنے — حق نے یوں عزت گھٹائی آپ کی
دلی والوں کے نہ آگے چل سکے — عیسویت اور خدائی آپ کی

والسلام علی من اتبع الہدیٰ!

فہرست کاغذات..... جو اس خط کے ساتھ خدمت عالی میں مرسل ہیں
مطبوعہ مطبع انصاری دہلی

۱.....	جواب اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء	۲.....	اعلام عام اہل اسلام
۳	اشتہار صدق آثار	۴.....	اشتہار ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء
۵.....	کیفیت مناظرہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۹۱ء	۶.....	مسیح موعود علوی کا تیسرا اشتہار
۷..	نوٹس اتمام حجت	۸.....	اعلام بجناب جمیع اہل اسلام
۹..	اطلاع برائے عام اہل اسلام	۱۰.....	اعلان محمد علی خان صاحب
۱۱.....	اشتہار مولوی عبدالمجید	۱۲.....	اشتہار قربان علی لکھنوی

اگر مہربانی کر کے اپنے اعلام الناس کے تینوں حصے بھیج دیں حسب بابے قیمت تو بعید از عنایت نہ ہوگا۔ آپ کا خادم عبدالمجید عفی عنہ۔ ۵ جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ، ۷ جنوری ۱۸۹۲ء

از احقر الزمن: بخدمت فیض درجت حضرت مکرم بندہ محمد سردار حسین خان صاحب
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ! آج تک جس قدر اشتہارات جناب والا نے سوائے خط کے اس احقر کو عطا فرمائے ہیں۔ وہ سب اس خاکسار کے پاس موجود ہیں۔ مگر بہ تعمیل امر جناب، ان کو لے کر رسید پیش کرتا ہوں۔ مورخہ ۸ جمادی الثانی ۱۳۰۹ھ — محمد احسن مہتمم مصروف!

خط نمبر ۳..... جواب الجواب خط نمبر ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!
ایک مدت سے جس کا انتظار دل کو تڑپا رہا تھا اور بے اختیار زبان پر بیآ رہا تھا۔

دل تو بیتاب ہے تسکین و شکیبا پڑا
یا الٰہی یہ کسی سے کام پڑا

شکر اور صد ہزار شکر کہ وہ تمنا بر آئی۔ شاہد مقصود نے صورت دکھائی۔ اگلی جناب مولوی محمد احسن صاحب احسن المناظرین کا وہ مضمون جو جناب موصوف نے اس عاجز مسافر کے جواب میں لکھا ہے جناب سردار حسین خان صاحب بہادر کپتان گل کی معرفت اخر تک آیا۔ دل سے چوما آنکھوں سے لگایا۔

ہزار شکر کہ خط تیغ یار کا پہنچا
دل فسردہ کو مژدہ بہار کا پہنچا

میں مشکور ہوں کہ مولوی صاحب نے اس جواب سے خاکسار کی عزت بڑھائی۔ مگر ساتھ ہی نامہ بر نے یہ افسوس ناک خبر بھی سنادی کہ جناب موصوف مجھ سے ملنا نہیں چاہتے۔ گو میں نے بہت سمجھایا۔ مگر وہ کسی طرح راہ پر نہیں آتے۔ مناظرہ کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس عاجز مسافر نے اس سفر کا بار اسی لئے اٹھایا تھا اور یہاں تک آیا تھا مگر مولوی صاحب کو رحم نہ آیا۔ خیر یا قسمت یا نصیب۔

یہ کہاں قسمت کہ کانوں سے سنوں وہ گفتگو
ہاں مگر قاصد ہو پیدا بعد بے حد جستجو
ہائے ناکامی رہے دل کی ہی دل میں آرزو
ہر مگر وو قاصد از شرم جواب تلخ او
چوں نیام گفت بہ شیریں کلام گفتہ بود

اور نہ صرف نامہ بر ہی نے یہ پیام سنایا بلکہ مولوی صاحب کے تمام مضمون کا ماحصل بھی یہی ہے۔ کیوں جناب مولوی صاحب باوجود دعوت کوئی کسی کو یوں صاف جواب دیتا ہے۔ کیا یہ اس عاجز مسافر پر صریح ظلم نہیں ہے۔

رحم ہرگز نہیں آتا تجھے ہم پر ظالم
دل ٹھہرتا نہیں ٹھہرتے کوئی کیونکر ظالم
تیری محفل سے چلے سخت مکدر ظالم
اے دل آزار جفا کیش ستمگر ظالم
لطف کر لطف کہ ایں یار جو رحم رحم

ہر چند کہ مجھے ان کے جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں نے تو احسن المناظرین صاحب کو مناظرہ کے لئے طلب کیا تھا۔ جس کے وہ داعی تھے۔ انہوں نے اس سے صاف انکار کیا۔ دوسری بات قابل جواب یہ تھی کہ وہ اپنے مقتول نبی کے مسیح موعود ہونے کا کچھ ثبوت دیتے۔ یہ بھی نہ کر سکے۔ تیسری بات یہ تھی کہ وہ درحقیقت دس بیس نہیں تو دو چار چار تو ایسے مسلمان بتا دیتے اور گواہ دیتے جن کے خیالات اور اعتقادات ایسے ہی ہوتے جو مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کے ہیں۔ مگر ان باتوں کا جواب (قادیانی) مولوی صاحب دے ہی نہیں سکتے۔ دیتے کیا ان کے پاس جواب کے سوا جواب ہی کیا ہے۔

حسرت سے اس کے ہم سخن کی تھی آرزو
اب عین وصل ہے تو نہیں تاب گفتگو
اے جوش گریہ بس یہ فقط تھی آرزو
او مختصر سوال مرا در جواب او
از اضطراب دل نتواند سخن کند

اب رہی جناب احسن المناظرین صاحب کی بیجا تعلی اور لاف زنی۔ اس سے مجھے کیا

ابن مریم تو ہو نہیں سکتے
یاں مسیحا بنا کرے کوئی

لیکن مجھ سے چند احباب نے ذکر کیا کہ (احسن قادیانی) مولوی صاحب نے اس مضمون کو طبع کروا لیا ہے یا کروا رہے ہیں۔ اس لئے ناظرین کو جواب کا انتظار ہوگا۔ بپاس خاطر انتظار ناظرین جواب الجواب لکھے دیتا ہوں اور یک اس حیثیت سے بھی کہ

گفتگو ہائے یار بھی دیدار سے کچھ کم نہیں
آرزوئے وصل وصل یار سے کچھ کم نہیں

مگر اس سے پہلے مجھے ناظرین کی خدمت میں اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ مجھ سے مولوی صاحب کے ایک دوست نے فرمایا کہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی بے مثل فاضل جامع علوم عقلیہ ونقلیہ ہیں۔ احسن المناظرین ان کا خطاب ہے۔ حضرت مولوی محمد بشیر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے مقابل انہوں نے اپنے کس قدر علوم کا اظہار و افتخار کیا ہے۔ ایسا لائق اور فائق جو عدیل و بے نظیر فاضل ہو مجھ جیسے بے علم آدمی سے خطاب کرے۔ یہ کب ہوسکتا ہے؟

جواب۔ یہ فخر و تعلّی عند اللہ و عند الرسول ناپسند ہے۔ ان اللہ لا یحب کل مختال فخور اور اہل علم و عقل کے نزدیک مذموم اور مولوی صاحب فرضی مسیحوں میں بے مثل ہیں۔ نہ تمام اہل اسلام میں اور ان کا خطاب بھی شاید الہامی ہو۔ کسی نے ان کو یہ خطاب دیا نہیں۔ اپنے منہ آپ میاں مٹھو کی مثل صادق ہے اور عاجز تو سائل ہے "واما السائل فلا تنہر" حکم خالق ہے اور مخاطب تو مولوی صاحب عاجز کو اپنا چکے۔ مثل مشہور ہے۔ ساتھ خدا کے ذات پوچھنا فعل عبث ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ عاجز کو جناب مولوی صاحب کا سا علم نہیں ہے۔ مگر مولوی صاحب کو بھی مولانا محمد بشیر صاحب کی ہمسری کا خیال غلط ہے۔ اس لئے کہ مدتوں مولانا موصوف سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ جس سے اگر سچ بولیں تو انکار نہیں کر سکتے۔ پس جن سے برسوں استفادہ کیا ہو آج ان کے مقابل ہمسری کیسی بلکہ تمرد کرنی کہ مجھ سے مولانا صاحب مناظرہ کی درخواست کرتے ہیں۔ کتنی شرم کی بات ہے۔ سچ فرمایا سعدی نے۔

کس نیاموخت علم تیر از من
کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد

اور احسن المناظرین کی لیاقت کا حال تو بطور نمونہ کچھ ان ظاہر کئے دیتا ہے۔ جو مولانا صاحب کو تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں۔

گو کہ ہم صفحۂ ہستی پہ تھے ایک حرف غلط
لیکن اٹھے بھی تو ایک نقش بٹھا کے اٹھے

مرزا غلام احمد قادیانی مصنوعی مسیح اور فرضی مسیحوں کے افضل الفضلاء
جناب مولوی محمد احسن صاحب احسن المناظرین امروہی کی
لیاقت علوم اور کمال فنون کے چند نمونے

از رسالہ الحق جلد اول نمبر ۵ مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ

ہر چند جناب احسن المناظرین صاحب کی تحریر اس وجہ لیاقت سے بھری ہوئی ہے کہ اگر قرآن مجید کی کوئی آیت بھی آپ نے نقل کی ہے تو خوبی قسمت سے سہو کاتب اس میں بھی ہو گیا سہو ہوئے دوسری عبارتوں کا تو کیا ذکر اور فہم معانی اور مطالب میں ماشاء اللہ جو خداداد مولانا کی ذہن کو رسائی ہے۔ اس کا حال تو بطریق مشتے نمونہ از خروارے واقعہ کے ازدیاد سے ملاحظہ فرمائیے۔

نقد ایمان سے خدا اس غارت گر دین کو بچی
تجھ سے اے احسن خدا سمجھے یہ تو نے کیا کیا

اوّل نمونہ اصول فقہ میں احسن المناظرین صاحب کی لیاقت کا کمال

(ص ۹۹) میں آپ نہایت فخر اور بے حد تعلّی کے ساتھ فرماتے ہیں کہ: "مولوی صاحب نے اس علم کی طرف بالکل توجہ نہیں فرمائی۔ اگرچہ احقر کا منصب مدعی کا نہیں ہے۔ لیکن اس غرض سے کہ مولوی صاحب اس طرف توجہ فرمائیں۔ یہ عرض کرتا ہے کہ وفات عیسیٰ ابن مریم آیت "انی متوفیک" سے بروایت صحیح بخاری ابن عباس "انی ممیتک" کے بطور عبارت النص کے ثابت ہے۔"

پھر (ص ۱۰۰) میں فرماتے ہیں کہ: "آیت "انی متوفیک" حسب روایت صحیح بخاری کی وفات عیسیٰ ابن مریم میں محکم ہے۔" اس سے جناب احسن المناظرین کی لیاقت اور فن اصول فقہ میں یکتائی ظاہر ہوا کہ آپ نے اس جگہ نص اور محکم کو جمع کر دیا ہے۔ حالانکہ علم اصول فقہ میں یہ دونوں قسمیں جدا جدا اور متباین ہیں۔ دیکھو مسلم الثبوت عبارت مسلّم "النظم ان ظهر معناه فان لم يسق له فهو الظاهر وان سيق له فان احتمل التخصيص والتاويل فهو النص ويقال ايضاً لكل سمعي فان لم يحتمل فان احتمل النسخ فهو المفسر فهو مما لا شبهة فيه ولهذا يحرم التفسير بالرأي دون التاويل ويقال ايضاً لكل مبين بقطع ولمبين بظني مأول وما لا يحتمل النسخ فهو المحكم"

اصول فقہ میں احسن المناظرین کی کمال لیاقت کا دوسرا نمونہ

(ص ۱۰۰) میں نہایت زور کے ساتھ آپ کی تحریر ہے کہ آیت "وان من اهل الكتب" کی دلالت اگر حیات مسیح ابن مریم پر تسلیم کی جاوے تو یہ دلالت بطور اشارۃ النص کے ہے۔"
اور (ص ۱۰۲) میں لکھتے ہیں: "اور بفرض تسلیم قبل موتہ حیات پر دلالت بھی کرے تو یہ دلالت واضح نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں ضمائر وغیرہ ذوالوجوہ ہیں اور روایات و درایات مفسرین کا ان میں بہت سا کچھ اختلاف ہے اور اس کو متشابہ کہتے ہیں۔" واہ جناب احسن المناظرین صاحب یہ تو اصول فقہ میں خدام والا کی عجیب لیاقت اور نیا کمال ظاہر ہوا کہ اشارۃ النص اور متشابہ کو آپ نے جمع کر دیا۔ حالانکہ اتباع اشارۃ النص کا حرام نہیں ہے اور متشابہ کا اتباع مطلقاً حرام ہے۔ بقولہ سبحانہ وتعالیٰ "فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله" اور اس لیاقت پر یہ فخر کہ جناب تحریر فرماتے ہیں کہ: "اگر مگر قواعد علم اصول کی طرف رجوع کی جاوے تو مباحثہ چار پانچ سطروں میں ختم ہو سکتا ہے۔" اے جناب ہو کیا سکتا ہے حضور کی طرف سے تو خاتمہ ہو گیا۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ خدام والا کی لیاقت بھی ختم ہو گئی۔

فہم عالی کے کمال کا تیسرا نمونہ

آپ کے نزدیک جب آیت "وان من اھل الکتاب" حیات مسیح علیہ السلام پر دلالت کرنے میں متشابہ ہے تو نہ صرف مولانا محمد بشیر صاحب بلکہ سب اکابر جنہوں نے اس آیت سے حیات عیسیٰ علیہ السلام سمجھی ہے۔ جیسے ابو ہریرہؓ ابن عباسؓ وابو مالکؒ وحسن بصریؒ وقتادہؒ وعبد الرحمن بن زید بن اسلم اور ابن جریر وابن کثیر وغیرہم یہ سب متشابہ کا اتباع کرنے والے ہوئے اور معاذ اللہ سب آپ کے نزدیک مرتکب حرام ٹھہرے کیونکہ اتباع متشابہ کا بنص قطعی حرام ہے۔

"لا حول ولا قوۃ الا باللہ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا"

زدی آتش بپا یک شیر ظالم نیستانے را
غرض دل بود بیجا سوختے ہر ناتوانے را

اور جوش تعلّی میں جناب احسن المناظرین صاحب یہ بھی بھول گئے کہ ان کے معنوی مسیح نے بھی وفات عیسیٰ علیہ السلام پر اس آیت سے استدلال کیا ہے تو وہ ضرور ہی مرتکب حرام کے ٹھہر گئے۔ اس لئے کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ان کا مسلّم ہے۔

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

چوتھا نمونہ علم منطق میں احسن المناظرین کی لیاقت کا کمال

(ص ۱۰۳) میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: "اجتماع الضدین یا ارتفاع الضدین تو محالات سے ہے۔" (واضح ہو کہ مطبوعہ میں لفظ ارتفاع الضدین کا سہو کاتب سے رہ گیا ہے۔ مگر مولوی صاحب کے وقتی خط میں موجود ہے اور وہ خط مولانا صاحب کے پاس ہے اور عبارت مطبوعہ بھی کہہ رہی ہے) اس سے علم منطق میں آپ کی لیاقت کا اندازہ اور کمال کا اظہار ہو گیا۔ اس لئے کہ اجتماع الضدین تو سب کے نزدیک محال ہے۔ مگر ارتفاع الضدین کس کے نزدیک محال نہیں؟ دیکھو سواد و بیاض دونوں ضدین ہیں۔ مگر ارتفاع ان کا ممکن ہے۔ اس طرح پر کہ سواد ہو نہ بیاض بلکہ حمرۃ ہو۔ البتہ ارتفاع النقیضین محال ہے۔ لیکن ارتفاع النقیضین اور ارتفاع الضدین میں فرق سمجھنا ہے۔ دونوں کو متحد بتانا آپ کے کمال تبحر کی دلیل ہے۔

پانچواں نمونہ

(ص ۱۰۷) میں آپ فرماتے ہیں کہ: "مولوی صاحب نے اس مباحثہ میں علم منطق سے بھی کام نہیں لیا۔ ورنہ شکل اوّل بدیہی الانتاج سے ایک دو سطر میں فیصلہ ہو جاتا۔ مگر یاد رہے کہ

میں مدعی نہیں ہوں (ذرا سے کیوں ہو) بطور نمونہ کے تقریر اس کی یہ ہے۔ "عیسیٰ ابن مریم کان نبیا من الناس ومات الناس حتی الانبیاء یعنی کلهم ماتوا فعیسیٰ ابن مریم ایضا مات" مقدمہ صغریٰ تو مسلم ہی ہے اور مقدمہ کبریٰ ایسا مشہور ہے کہ اطفال کتب منطق حتیٰ کہ مثالوں میں پڑھا کرتے ہیں۔ اس سے اور کوئی فیصلہ ہو یا نہ ہو۔ مگر آپ کی لیاقت کا تو فیصلہ ہو گیا اور آپ کا کمال منطق خوب معلوم ہو گیا۔ کیونکہ صغریٰ کبریٰ پڑھنے والا بھی جانتا ہے کہ شکل اول کے انتاج کی شرط کلیت کبریٰ ہے اور "ومات الناس کلهم" محمولہ کسی زمانہ میں اور خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سے اب تک بھی صادق نہیں آیا۔ کیونکہ حاصل اس کا یہ ہے۔

کل انسان قد مات فی الزمن الماضی

اور یہ قضیہ کاذب ہے اور بجمیع المخلصین بالبداہت باطل ہاں یہ کلیہ نفخ صور کے بعد جب سب انسان مر چکیں گے البتہ صادق آ جائے گا۔

چھٹا نمونہ علم بلاغت میں احسن المناظرین کی لیاقت کا کمال

(ص ۱۰۸) میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: "اس غرض صرف بھی مولوی صاحب نے رخ تک نہیں کیا۔ ورنہ بہت آسانی سے فیصلہ ہو سکتا تھا۔ مطول اور اس کے حواشی میں لکھا ہے۔" بعد اس کے آپ نے مطول کی عبارات نقل کی ہیں۔ جن میں یہ ذکر ہے کہ مضارع سے کبھی دوام تجددی مراد ہوتا ہے اور دو مثالیں ان میں مذکور ہیں۔ اول انزاهد لیشرب ویطرب! دوسری مثال "اللہ یستهزئ بهم ویمدهم" پھر آپ فرماتے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی نے حسب تقاضائے مقامات قرآن مجید میں مستقبل کے معنی دوام تجدد کے مراد لئے تو کون سا محذور لازم آیا۔ اس سے احسن المناظرین صاحب کی کمال لیاقت علم بلاغت میں ثابت ہوگی کہ آپ کو یہ بھی خیال نہیں آیا کہ ان دونوں مثالوں میں جو دوام تجددی مراد لیا گیا ہے۔ ان میں قول محکیہ کہاں ہے؟ اور مرزا قادیانی قرآن مجید میں جہاں دوام تجددی مراد لیتے ہیں۔ وہاں قول محکیہ موجود ہے۔ "فقیاس احدهما علی الآخر قیاس مع الفارق" علاوہ اس کے دوام تجددی کا مضارع کے لئے معنی حقیقی ہونا عبارات مذکورہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے۔ غایت ما فی الباب یہ ہے کہ یہ معنی مجازی ہوں۔ جیسا کہ لفظ قد اس پر صاف دلالت کرتا ہے اور مجاز پر حمل جائز نہیں ہے۔ جب تک کہ قرینہ صارفہ حقیقت سے پایا جاوے۔ ومن یدعی فعلیه البیان!

ساتواں نمونہ زبان اردو میں احسن المناظرین کی لیاقت کا کمال

(ص ۱۱۱) میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اردو میں لفظ ابھی کا جو خاص حال کے واسطے آتا ہے۔ مولوی صاحب نے اس کو ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب میں ''یحییٰ ابھی جلاویں گے۔'' ہم اس کو خاص استقبال کے واسطے مقرر فرمایا ہے۔ جب اردو میں خدام والا کی لیاقت اس درجہ کمال پر پہنچی ہوئی ہے۔'' تو فارسی اور عربی میں جو کچھ ارشاد ہو سب درست ہے۔ جناب من آپ کو یہ خیال نہیں رہا کہ گا اور گے اردو میں استقبال کی علامت ہے۔ اگر کبرسنی کی وجہ سے خیال نہیں رہا تو مصدر فیوض میں بحث فعل مستقبل ملاحظہ فرما لیجئے۔ رہا لفظ ''ابھی'' وہ حال اور استقبال قریب دونوں کے لئے آتا ہے۔ یہاں چونکہ علامت استقبال کی موجود ہے۔ اس لئے استقبال کے واسطے متعین ہوا۔

آٹھواں نمونہ علم نحو میں احسن المناظرین کی لیاقت کا کمال

(ص ۱۲۳) میں آپ ارشاد فرماتے ہیں: ''اگر فقہ حدیث کی طرف مولوی صاحب توجہ فرماتے تو فیصلہ اس مباحثہ کا بہت آسان تھا۔ بیان اس کا یہ ہے کہ صاحب صحیح مسلم نے روایۃ دوسرا تا اس امر کا فیصلہ کر دیا ہے۔'' واماکم منکم ''جو صحیحین کی حدیث میں واقع ہے۔ اس سے کوئی دوسرا امام سوائے ابن مریم کے مراد نہیں ہے۔ کیونکہ یہ جملہ تو بطور صفت کے اسی ابن مریم کا وصف واقع ہوا ہے۔''

اس سے احسن المناظرین صاحب کی لیاقت کا کمال علم نحو میں ثابت ہوتا ہے۔ نحو میر پڑھنے والا بھی جانتا ہے کہ موصوف اور صفت کے درمیان میں واو عاطفہ نہیں آتا ہے اور یہاں ابن مریم اور ''امامکم منکم'' کے درمیان میں واو عاطفہ موجود ہے۔ شاید جناب کو شرح جامی کی اس عبارت سے دھوکہ ہوا۔ جہاں قیل کے لفظ سے لکھا ہے کہ واو کا آنا درمیان صفت و موصوف کے زمخشری نے تجویز کیا ہے۔ اگر واقعی آپ کی اس غلطی کا یہی سبب ہے تو آپ جس وقت اس بات کو پیش کریں گے اس کا جواب بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس وقت سن لیں گے اور اگر'' واماکم منکم '' کے جملے کو صفت ابن مریم کے قرار دیں تو اس پر علاوہ اعتراض مذکور ایک یہ بھی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابن مریم معرفہ ہے اور جملہ حکم میں نکرہ کے ہوتا ہے۔ پس مطابقت درمیان صفت و موصوف کے نہ پائی گئی۔

نواں نمونہ علم قرأت میں احسن المناظرین کی لیاقت کا کمال

(ص۱۱۰) میں آپ تحریر فرماتے ہیں: "اس علم کی طرف مولوی صاحب نے بالکل توجہ نہیں فرمائی۔ ورنہ چند سطور میں فیصلہ ہو جاتا۔ اگر تسلیم کیا جاوے کہ قرأت مندرجہ مصحف ابی بن کعب بالکل قرأۃ شاذہ ہے تو قرأت مشہورہ کے لئے اس کے مبین اور مفسر ہونے میں کیا کلام ہے۔ یہ مسئلہ بھی قراء وغیرہ کے نزدیک مسلم ہے۔ اتقان وغیرہ میں لکھا ہے۔" وقال ابو عبیدۃ فی فضائل القرآن "سبحان اللہ! جناب احسن المناظرین صاحب کیا کہتے ہیں۔

چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا

حضرت اتقان میں قراء نے فضائل القرآن میں لکھا ہوگا۔ مگر اتقان کوئی قرأت کی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ علم تفسیر کی کتاب ہے اور اس مسئلہ کو کہ قرأۃ شاذہ قرأت مشہورہ کے مبین و مفسر ہوتے ہے۔ علم قرأت کا مسئلہ قرار دینا محل نظر ہے۔ ہاں اگر مسئلہ علم تفسیر یا اصول فقہ کہا جائے تو مستبعد نہیں۔ مگر اس مسئلہ میں تو یہ بات عموماً غیر مسلم ہے کہ ہر قرأت شاذہ مبین و مفسر ہو سکے۔ کیونکہ اصول فقہ میں حکم قرأت شاذہ کا حکم خبر آحاد کا ہے۔ جن شروط سے خبر آحاد مبین و مفسر ہو سکتے ہے۔ انہیں شروط سے قرأت شاذہ بھی مبین و مفسر ہو سکتی ہے اور یہاں ان سب شروط کا تحقق غیر مسلم ہے اور ایک جماعت اہل تحقیق کی خلاف حنفیہ وغیرہ کے اس طرف گئی ہے کہ روایت شاذہ اگر بسند صحیح بھی ثابت ہو تو بھی مبین و مفسر نہیں ہو سکتی ہے۔

دسواں نمونہ علم نحو و علم تفسیر میں احسن المناظرین کی لیاقت کا کمال

(ص۱۱۲) میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: "نحو کی کتابوں میں لکھا ہے کہ "نون التاکید لا یؤکد الا مطلوبا والمطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلا" اس سے ثابت ہوا کہ "لیؤمنن بہ قبل موتہ" جملہ خبریہ نہیں ہے۔ بلکہ جملہ قسمیہ انشائیہ ہے۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں واللہ کو پہلے لیؤمنن کے مقدر مانا ہے اور جملہ قسمیہ انشائیہ ہی قرار دیا ہے اور جب کہ جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا تو پیشین گوئی یعنی خبر مستقبل کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیا جملہ خبریہ اور کیا جملہ انشائیہ۔" اس سے آپ کا کمال اور لیاقت علم نحو اور علم تفسیر میں ظاہر ہوگی۔

اما علم نحو

پس بیان اس کا یہ ہے کہ اس فن کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ: "نون التاکید لا

یؤکد الا مطلوبا والمطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلا" اس سے یہ غرض نہیں ہے کہ نون تاکید غیر مطلوب کی تاکید کے لئے نہیں آتا ہے۔ صرف مطلوب کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وضع تو نون تاکید کی مطلوب کی تاکید کے لئے ہے اور غیر مطلوب کی تاکید کے لئے بھی بسبب دیگر وجوہ کے آ جاتا ہے۔ تکملہ میں ہے۔" ای لا یؤکد النون الا مطلوبا لان وضعه لتاکید طلب حصول شئ اما فی الخارج او فی الذهن والمطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلا" اور تکملہ میں ہے۔" واما فی دلالة القسم علی الطلب ففیه تامل لان الانسان یقسم علی ما یعمله مما هو لیس مطلوبه کقول من ابی بکبیرة واللّٰه لا عاقبن الا ان یقال الغالب ان یقسم المتکلم علی ما هو مطلوب وحمل بقیة الباب علیه" شیخ زادہ حاشیہ بیضاوی میں لکھتا ہے۔" والمستقبل الذی هو خبر محض لا تلحق نون التاکید باخره الا بعد ان یدخل علی اول الفعل ما یدل علی التاکید کلام القسم وان لم یکن فیه معنی الطلب لان الغالب ان المتکلم یقسم علی مطلوب" تمام کتب نحو میں غیر مطلوب کی تاکید کی تین صورتیں لکھی ہیں۔ عبارت کافیہ کی یہ ہے۔

"وتلحق فی النفی والزمت فی مثبت القسم وکثرت فی مثل اما تفعلن"

انا علم التقسیم

لیکن بیان اس کا یہ ہے کہ اہل تفسیر نے جس جملہ کو انشائیہ کہا ہے۔ اس کو مولانا صاحب شیخین کوئی نہیں فرماتے اور جس کو مولانا صاحب شیخین کوئی فرماتے ہیں اس کو اہل تفسیر نے انشائیہ نہیں کہا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اہل تفسیر نے "لیؤمنن به قبل موته" کو جو جملہ قسمیہ انشائیہ قرار دیا ہے مراد اس سے "واللّٰه لیؤمنن به قبل موته" ہے اور شیخین کوئی صرف "لیؤمنن قبل موته" ہے جو جواب قسم ہے اور وہ جملہ خبریہ ہے اور قسم کا جواب جملہ خبریہ ہونا تمام کتب نحو سے ثابت ہے اور قرآن مجید اور سنت مطہرہ میں بہت واقع ہوا ہے۔ جیسے "لقد خلق المسجد الحرام" اور "لیستخلفنهم فی الارض" وغیرہ وغیرہ اور علاوہ اس کے یہ اعتراض اس تقریر پر بھی وارد ہو سکتا ہے کہ ضمیر قبل موتہ کی طرف کتابی کے عائد کی جاوے جیسا کہ مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں۔ کیونکہ اس تقریر پر بھی اہل تفسیر نے اس جملہ کو بتقدیر یا انشائیہ ہی لکھا ہے اور سب سے بڑی قباحت اس اعتراض سے یہ پیش آئی کہ شیخ علی کی طرح مرزا قادیانی کا تو

ہاتھ آیا گھر فن نحو گیا۔ واہ حضرت احسن الناظرین آپ نے اچھی مرزا قادیانی کی تائید کی۔ اس طرح آنکھیں بند کر کے حنہ کھولا اور اعتراض کا گولا تو عادۃً حسد پھینکا کہ غریب مرزا قادیانی کی تمام قلعی بنائی عمارت اڑ گئی۔ حضرت آپ کو کچھ خبر بھی ہے۔ یہ گولہ کہاں جا کے لگا۔ کیا ہوا ذرا آنکھیں کھول لیجئے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ جس قدر پیشین گوئیاں قرآن مجید و احادیث شریف سے مؤکد بقسم ہیں۔ ان سب میں پر آپ کا یہ اعتراض وارد ہوتا ہے اور آپ کے نزدیک مسیحائی کی جو بنیاد ہے یعنی جس حدیث سے مرزا قادیانی نے اپنے مسیح موعود ہونے کا استدلال کیا ہے وہ یہ حدیث ہے۔ ''عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم'' یہی اور تو جو کچھ ہوگا وہ ہو رہے گا۔ آپ مرزا قادیانی کا گھر تو سنبھالئے۔ ''فما ھو جوابکم فھو جوابنا''

گیارھواں نمونہ

(ص۱۱۹) میں احسن الناظرین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: ''یہ جو بعض کتب نحو میں لکھا گیا ہے کہ زمانہ حال کا ایسا نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل واقع ہو سکے اور اسی بناء پر مولوی صاحب نے زمانہ استقبال کی دو قسمیں کی ہیں۔ اوّل استقبال قریب دوم استقبال بعید۔'' یہاں سے بھی احسن الناظرین صاحب کی لیاقت کا کمال علم نحو میں ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ زمانہ استقبال کی تقسیم جو استقبال قریب اور استقبال بعید کی طرف کی گئی ہے۔ اس سے حضرت یہ سمجھے ہیں کہ زمانہ حال کا ایسا نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل واقع ہو سکے۔ حالانکہ تقسیم مذکور اس پر مبنی نہیں ہے۔ دیکھو عامہ نحات استقبال کی دو قسمیں کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس امر کے قائل نہیں ہیں کہ زمانہ حال کا ایسا نہیں ہے کہ اس میں کوئی فعل واقع ہو سکے۔ شرح جامی میں ہے۔ ''وبدخول السین وسوف لکنہا الاول علی الاستقبال القریب والثانی علی الاستقبال البعید'' اور تمام بصریوں کا بھی مذہب ہے۔

بارھواں نمونہ لیاقت فہم وکمال علم احسن الناظرین

(ص۱۲۱) میں آپ لکھتے ہیں کہ: ''زبیری وغیرہ نے تصریح میں تصریح کی ہے کہ لام تاکید کا حال کے واسطے آتا ہے۔ اب تسلیم کیا کہ فقط نون تاکید صرف استقبال کے واسطے ہے۔ لیکن جب کہ کسی صیغہ میں لام تاکید بھی ہو جو حال کے واسطے آتا ہے اور نون تاکید بھی ہو جیسے ''مانحن فیہ'' میں ہے تو وہاں پر خالص استقبال بالضرور لینے کی کیا وجہ۔ کہ صرف نون

تاکید استقبال کے واسطے نون میں لکھا ہے۔ امر نہی استفہام تمنی عرض وغیرہ ان میں صرف نون تاکید ہوتا ہے۔ بغیر لام تاکید کے پس ان صیغوں میں صرف استقبال ضرور مراد ہو سکتا ہے۔ لیکن جس صیغہ میں لام تاکید بھی ہو اور نون تاکید بھی اس میں خالص ہونے استقبال کے کیا دلیل ہے۔"
یہاں تو حضرت احسن المناظرین صاحب نے کمال ہی لیاقت خرچ کر دی اور بالکل آپ نے قلعی کھول دی۔ اے حضرت ذرا سمجھ کے بات کیا کیجئے۔ یہ تو فرمائیے کہ آپ نے کچھ اپنے استاد کی خدمت بھی کی تھی یا نہیں۔ چونکہ اس وقت جناب کو وطن کے جانب زیادہ خیال ہے اور شاید ادھر سے کچھ شیخ صاحب کی توجہ بھی ادھر ہو اس لئے یہاں ہے۔ ورنہ جس کے ہاتھ میں کتاب ہو اور وہ ایسے بے تکے بات کہے یہ عقل سے بعید ہے۔ مولوی صاحب "انتم تتلون الکتاب افلا تعقلون" کیا کچھ دیکھ سمجھا ہی نہیں۔ یا تجاہل عارفانہ کر کے تھوڑی دیر کے مزہ میں احسن المناظرین تو بن گئے۔ اے مولوی صاحب ذرا خدا سے ڈرو۔ مسلمانوں کو دھوکہ مت دو۔

وعظ گولی قہوہ تیاری ،، عمل
جنم پوتھی بھجن شیطان دکھن
رام اندازی برائی مردہ زات
خوشی راٹوں منم شیخ ذبحن

جناب مولوی صاحب جہاں یہ لکھا ہے کہ وہ نون تاکید جو امر نہی استفہام تمنی عرض میں آتا ہے وہ خالص استقبال کے لئے ہوتا ہے۔ وہیں تو یہ بھی لکھا ہے کہ جس صیغہ میں نون تاکید لام تاکید کے ساتھ جمع ہوتا ہے وہ بھی خالص استقبال کے لئے ہوتا ہے۔ شرح جامی آپ کے پاس موجود ہے۔ ذرا تکلیف فرما کے ہاتھ میں لیجئے اور ملاحظہ فرمائیے غور سے نظر بلند کیجئے۔ شاید حضور کی عینک پرانی ہو گئی ہے۔ عبارت شرح جامی "تختص بالفعل المستقبل فی الامر والنهی والاستفهام والتمنی والعرض والقسم نحو والله لا فعلن" یعنی جناب مولوی صاحب والعرض تک تو جناب نے ملاحظہ فرمایا اور لفظ "والقسم نحو والله لا فعلن" پر شیخ صاحب کے نگاہ خطا کر گئی۔ یا یوں کہوں کہ شیخ صاحب کی آنکھوں پر اندھیری چھا گئی۔ اب تو تارے دکھائی دینے لگے۔ کہیں حضرت کی تقویٰ اور دیانت اور اظہار حق وصواب ہے۔ اے مولوی صاحب ذرا اللہ تعالیٰ حضرات ناظرین! آپ نے احسن المناظرین صاحب کی حسن دیانت کو ملاحظہ فرمایا کیا اس جگہ میں صاف نہیں لکھا ہوا ہے کہ جیسا نون تاکید امر نہی استفہام عرض

تمنی میں خاص مستقبل کے ساتھ ہے۔ ویسا ہی قسم میں بھی خاص مستقبل کے لئے ہے اور قسم کے
ہے بھی۔ وہی مثال لکھی ہے۔ جس میں نون تاکید لام تاکید کے ساتھ آیا ہے۔ کیا احسن التقریر
صاحب کا یہ ارشاد لا تقربوا الصلوٰۃ سے کچھ آگے بڑھا ہوا نہیں ہے اور یہاں فعل مستقبل سے مراد
یقیناً وہ فعل ہے جو مقابلہ میں ماضی وحال کے آتا ہے۔ نہ صرف مضارع اور دلیل اس کی یہ ہے کہ
حضرت احسن التقریر صاحب خود اقرار کرتے ہیں کہ دو نون تاکید جو امر نہی استفہام تمنی عرض
میں ہوتا ہے۔ وہ صرف مستقبل کے لئے ہوتا ہے اور مراد مستقبل سے آپ نے بھی یہاں مقابل
ماضی وحال کا لیا ہے۔ نہ مضارع اور انہیں چیزوں کے ساتھ قسم کا بھی ذکر ہے اور اس کے مثال میں
نون ولام دونوں موجود ہیں۔ پس یہاں بھی مراد مستقبل سے مقابل ماضی وحال کا لینا چاہئے۔ نہ
مضارع۔ علاوہ اس کے شرح جامی میں اس مقابلہ کی تصریح بھی موجود ہے۔ عبارت اس کی یہ
ہے۔ "وانما اختصت هذه النون بهذه المذكورات الدالة على الطلب دون
الماضي والحال آہ" اور ایسا ہی ازہری نے بھی لکھا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے۔ "لانهما
تخلصان مدخولهما للاستقبال" اور خوب سمجھ لیجئے اور سمجھے ہوئے تو ہو کر پڑھ جاتے ہو کہ
استقبال سے وہی استقبال مراد ہے۔ جو مقابلہ میں ماضی اور حال کے بولا جاتا ہے اور آپ کا یہ
قول کس قدر قابل افسوس ہے اور تعجب خیز ہے کہ باوجود مطالعہ ان کتب کے آپ یہ فرماتے ہیں۔
اگر مراد ازہری کی تخلیص زمانہ استقبال سے ہوتی تو کہتے "وذلك ينافي المضي والحال" مولوی
صاحب آپ کا یہ فرمانا سخت حیرت اور نہایت عبرت کا مقام ہے۔ اگر واقعی آپ نے اسی طرح
پڑھا تو حیرت ہے کہ آپ نے یہ کیا سمجھا اور کہاں پڑھا اور کس سے پڑھا اور عبرت اس لئے ہے کہ
معتزلی شیخ صاحب کا کیسا اثر آپ پر پڑا کہ جو پڑھا لکھا تھا اس کے سمجھنے میں بھی آپ کا فہم اس
درجہ قاصر ہو گیا۔ "انا لله وانا اليه راجعون"

وہ باتیں ہیں کہ جن کو دس گیارہ برس کے بچے بھی بخوبی سمجھتے ہیں۔ مجھے شرم
آتی ہے کہ یہ کیوں کہوں کہ یہ قول ہمارے قوم کے ایک مولوی صاحب کا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ احسن
التقریر کا ہے۔ مولوی صاحب آپ ضرور استغفار کا ورد زیادہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگئے
اور "حبك الشيء يعمي ويصم" کے مارے سے نکلئے اور اپنے پر طلب کوشش فرمائیے۔

اے حضرت! کیا آپ واقعی اس قدر بھی نہیں سمجھتے کہ اس جگہ ازہری کا مقصود صرف
اثبات اس امر کا ہے کہ یہ دونوں نون ماضی کی تاکید کے لئے نہیں آتے ہیں اور یہ مطلب صرف

ان کہنے سے "وذلك بينا في المضي" حاصل ہو جاتا ہے۔ "والحال" کے لفظ کو اس جگہ بڑھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہاں اگر اس کو یہ خبر ہوتی کہ چودھویں صدی میں ایک ایسے مسیح موعود ہوں گے اور ان کی امت میں ایسے عالی فہم احسن الناظرین پیدا ہوں گے تو کہا! بے ضرورت بلکہ زائد اور محض بے فائدہ بات تھی۔ شاید اس طرف توجہ کرتا اگر اپنے کلام میں زوائد کے عیب سے اس کو مضائقہ نہ ہوتا اور صورت بڑا شمس تو ادنیٰ استعداد والا بھی سمجھتا ہے کہ زیادہ والحال محض لغو ہے۔ واسطے ملاحظہ طلباء کے پوری عبارت از ہری کی نقل کی جاتی ہے۔ جناب احسن الناظرین صاحب ذرا مہربانی فرما کر اپنے عینک لگا لیجئے۔ عبارت از ہری "ولا يؤكد بهما الماضي لفظا ومعنى مطلقا الانهما يخلصان مدخولهما للاستقبال وذلك لاينافي المضي" اگر اس سے بھی اطمینان کلی نہیں ہوا تو دوسری عبارت از ہری کی اور ملاحظہ ہو۔ لیکن ذرا روشنی کے رخ پر تشریف لے آئیے اور غور فرمائیے۔ عبارت از ہری "او كان المضارع حالا كقراة ابن كثير لاقسم بيوم القيامة وقول الشاعر ؎

يمينا لا بغض كل امرئ
يزخرف قولا ولا يفعل

فالقسم في الاية وابغض في البيت معناهما الحال لدخول الام عليهما وانما لم يؤكدا بالنون لكونها تخلص الفعل اللاستقبال ذلك ينافي الحال" چونکہ اس جگہ مقصود صرف اثبات اس امر کا تھا کہ نون تاکید حال کی تاکید کے لئے نہیں آتا ہے۔ اس لئے "وذالك ينافي الحال" کہا۔ ماضی کا ذکر نہیں کیا۔ اب دونوں عبارتوں کے ملانے سے تو آفتاب نیمروز کی طرح روشن وظاہر ہو گیا کہ مراد مستقبل سے وہ مستقبل ہے جو مقابل ماضی وحال کا ہے۔ نہ مضارع۔ جیسا کہ جناب احسن الناظرین صاحب کا خیال محال ہے۔ مگر واقعی احسن الناظرین کچھ بھی نہیں سمجھے۔ افسوس۔ ذرا اگر کچھ عقل اپنے ہم مذہب اور ہم طریق لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے یوں چپڑ راتی ہیں تو افسوس پر افسوس۔ بلکہ صد افسوس۔۔

فان كنت لا تدري فتلك مصيبة
وان كنت تدري فالمصيبة اعظم

اور جناب نے عبدالحکیم کے تمسک کا ذکر تو اپنی تحریر میں فرمایا ہے اور یہ عبارت بھی ملاحظہ کی ہوگی۔ شاید بسبب تقاضائے سن نگاہ چوک گئی ہو تو مکرر اس طرف نظر توجہ کیجئے ہمارے جناب حکیم

نورالدین صاحب ذرا آپ بھی ملاحظہ فرمایئے گا۔ عبارت یہ ہے "لان النون تخلص
المضارع للاستقبال فكرهوا الجمع بين حرفين لمعنى واحد في كلمة
واحدة" کیوں حضرات! اس تقریر کا ماحصل کہ جناب حکیم نورالدین کیا یہ عبارت صاف اس
پر دلالت نہیں کرتی کہ مراد استقبال سے مضارع نہیں ہے۔ ورنہ یہ عبارت بالکل لغو ہوتی ہے۔
ضرور دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ جناب حکیم صاحب مولوی صاحب کا مطلب اگر صحیح ہو تو اس تقریر
پر اس عبارت کے یہ معنی ہوں گے۔ "لان النون تخلص المضارع للمضارع وهذا
الغو لغو" جناب احسن المناظرین صاحب آپ جاتے کہاں ہیں اور لیجئے یہ محقق کی عبارت
بھی ملاحظہ فرمایئے۔ جناب حکیم صاحب براہ مہربانی آپ بھی ادھر توجہ فرمائیں۔ عبارت "ولا
يؤكد بهما الماضي مطلقا واما المضارع فان كان حالا لم يؤكد بهما وان كان
مستقبلا اكد بهما وجوبا في نحو تالله لا كيدن اصنامكم" ملاحظہ فرمایا یہ عبارت
کیسی صاف دلالت کرتی ہے۔ اس پر کہ مراد مستقبل سے مضارع نہیں ہے۔ اس لئے کہ مضارع
حال کا واقع ہوتا ہے۔ مگر اس پر بھی آپ کی تسلی نہ ہو تو شیخ زادہ کی عبارت بغور ملاحظہ فرمایئے کہ شیخ زادہ
نے تو آپ کی ساری شیخی جو خلاف عادت آپ کے عقل میں آئی تھی کرکری کردی۔ ہاں آپ نے
اسی وجہ سے شاید شیخ جی کی طرف عنان عزیمت کرم فرمائی ہے۔ مگر جناب مولوی صاحب جب
آپ کے معنوی شیخ کی توجہ بھی کام نہ آئی تو شیخ جی غریب کیا کریں گے۔ میرے نزدیک تو آپ
امروہہ جائیے تو بہتر ہے اور بیت اللہ شریف کو چلئے۔ "ففروا الى الله اني لكم منه نذير
مبين" اگر یہ ارادہ ہو جائے تو فریق ثانی کا مدار جائز ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ بشرط خلوص ارادت
بہت بہتر ہے اور اس وقت تو یہ ملاحظہ فرمایئے کہ شیخ زادہ کیا کہتا ہے۔ عبارت شیخ زادہ
"واختص بالمستقبل لان الطلب انما يتعلق بما لم يحصل وهو المستقبل
بخلاف الحال والماضي لحصولهما" افسوس کہ یہ سب عبارتیں مناظرہ میں نقل ہوئی
ہیں۔ مگر اس فہم کا کیا کیجئے۔

آپ جناب حکیم نورالدین سے مشورہ لے لیجئے۔ وہ انہیں یہ مضمون دکھا دیجئے تو انکی
بھی میرے خیال ناقص میں ان کے فہم سے دور ہے۔ آپ مرزا قادیانی و مولوی عبدالکریم
صاحب و لدکی صاحب و شیخ صاحب وغیرہم کے بھروسہ پر مست ہو گئے۔ حکیم صاحب کو یہ مضمون
نہیں دکھایا اور اگر یہ بھی ہے تو اصل بات یہ ہے کہ مولوی عبدالکریم صاحب کی نگاہ پر کوئی عبارت نہ

کوئی لفظ نہ چھپا تو وہ معذور ہیں۔ ان کا کیا قصور۔ شیخ صاحب و مرزا قادیانی بھی بے قصور ہیں۔
ان کی جانب والی گلی مشکل ہے۔ ہاں حضرت نولکی صاحب نے جان بوجھ کر آپ سب کو اپنے
ساتھ گھر الیا اور آپ کے مضمون کو اپنا سا بنا لیا۔ خیر حضرت مفتی بالطبع آئندہ احتیاط چاہئے۔ لو
جناب یہ دو خطائیں تو اس مسئلہ میں آپ کی ثابت ہو گئیں۔ اب تیسری خطا سنئے۔ تاکہ امروہی
کی وہ مثل پوری ہو جائے کہ ایک خطا دو خطا تیسری خطا اور اس تیسری خطا میں تو احسن الناظرین
نے اپنی لیاقت کا پورا ہی کمال ظاہر فرما دیا۔ بیان اس کا مختصر یہ ہے کہ شرح جامی کی عبارت منقولہ
سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نون جو قسم میں آتا ہے تو وہ نون استقبال کے لئے خاص ہوتا
ہے۔ جیسا کہ وہ نون جو امر و نہی و استفہام و تمنی و عرض میں آتا ہے استقبال کے لئے خاص ہوتا ہے
اور مغنی کی عبارت سے خصوصاً یہ بات ثابت ہوئی کہ قسم کے جواب مثبت میں استقبال شرط ہے اور
اگر اس پر بھی تسکین خاطر نہ ہو تو مغنی کی ایک عبارت اور سن لیجئے۔ عبارت مغنی "وتارة يمتنعان
وذلك فيما بقي نحو تالله لاكيدن اصنامكم" اور اس کے تحت میں لکھا ہے۔ "اى
بان كان مضارع مثبت ولم يفصل بينه وبين اللام فاصل ولم يرد فيه
الحال بل الاستقبال ففى هذه الحالة تجب النون واللام عند الجمهور" اب
تصریح کی بھی ملاحظہ فرمائیے۔ "واما المضارع فله حالات احدها ان يكون توكيده
بهما اى لا بد منه وذلك اذا كان مثبتاً مستقبلا جوابا لقسم غير مفصول من
لامه اى لام القسم بفاصل نحو تالله لاكيدن اصنامكم" اسی طرح ابن عقیل کی
شرح الفیہ میں لکھتے ہیں۔ "اى تلحق نون التاكيد الفعل المضارع الواقع جواب
قسم مثبتاً مستقبلاً نحو والله لتضربن زيدا فان لم يكن مثبتا لم يؤكد
بالنون نحو والله لا تفعل كذا وكذا ان كان حالا نحو والله ليقوم زيد الان"
کیوں جناب احسن الناظرین صاحب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان سب علمائے نحات نے قسم
کے جواب مثبت میں شرط استقبال کی لگائی ہے۔ اب آپ خلاف اس کے ان آئمہ کبار نحو میں سے
کسی ایک سے بھی اس کا خلاف ثابت کر دکھائیے۔ جن کے نام نامی لے کر آپ نے بے حد تعلی
کر لی ہے اور بے انتہا شیخی بگھاری ہے کہ اوّل تو مولوی صاحب نے اس مسئلہ کو ایسی کتابوں سے
نقل فرمایا ہے کہ ان سے ہر ایک طالب علم نقل کر سکتا ہے۔ مولوی صاحب کو اس میں کوئی مابہ
الامتیاز خصوصیت جیسا کہ ان کی شان عالی ہے۔ حاصل نہیں ہوئی۔ کاش اگر ائمہ کبار نحو میں سے

زجاج جوہری سیرافی ابو علی فارسی خلیل ابن احمد اخفش مبرد اصمعی کسائی سیبویہ مبرد زمخشری وغیرہ
ہے۔ کچھ اقوال اس بارہ میں نقل فرماتے تو یہ مباحثہ محض مولوی صاحب کا کسی قدر مابہ الافتخار ہو
جاتا۔ اگرچہ بمقابل مرزا قادیانی جیسے مدعی من اللہ کے ان ائمہ کے منقول اقوال بھی کچھ وقعت نہیں
رکھتے۔ نہ حقہ فرماویں۔ کتب قراء اگر میسر نہ ہوں تو مطالعہ کریں۔ کتب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب اگر
وہ بھی باسہل نہ ملیں تو دیکھو تو ذرا کیسے۔

اب اگر آپ ان ائمہ کے اقوال سے خلاف ثابت نہ کر سکے اور ضرور نہ کر سکو گے اور
آپ نیز آپ کا تمام گروہ اور آپ کے معنوی شیخ جو ہم وسوسوں کو الہام جانتے ہیں۔ سب مل کر
بھی اس کا خلاف ثابت نہ کر سکو گے۔ تو پھر اس بے جا تعلی کرنے اور شیخی بگھارنے سے کیا
حاصل ہوا۔ اے احسن المناظرین اگر فقط نام گنوا دینے سے کچھ فخر ہو تو ایک بچہ آپ سے دو چار
نام زیادہ گنوا دے گا۔ پھر اس سے فائدہ اس کے خلاف ان ائمہ کے اقوال سے ثابت کر کے
دکھاؤ۔ کوئی ایک قول تو ان ائمہ کا نقل کر دو ورنہ خدا سے ڈرو اور اس تعلی سے توبہ کرو۔

ناظرین! اب یہ بتانا ہے آپ کو جناب احسن المناظرین کی ایک عجیب لیاقت اور کمال فہم
اور غایت تدبر کا حال بتاتا ہے۔ چونکہ آپ علاوہ فہم عالی کے مؤید بالہام بھی ہیں۔ اس وجہ سے
حضرت شرح جامی کی اس عبارت سے دھوکا کھا بیٹھے ہیں۔ جواب میں نقل کرتا ہوں۔ عبارت
شرح جامی "ولزمت ای نون التاکید فی مثبت القسم ای فی جوابه المثبت لان
القسم محل التاکید" مگر جناب احسن المناظرین حضور کے خیال میں یہ نہیں آیا کہ شرح جامی
والے کو اس شرط کے لگانے سے اس وجہ سے فخر ہو گیا کہ وہ پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ نون تاکید جو امر
نہی استفہام تمنی عرض قسم میں آتا ہے وہ مستقبل کے ساتھ خاص ہے۔ اب فرمائیے کہ بعد اس
تصریح کے شرط لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر جناب معنوی شیخ صاحب کی توجہ سے کچھ ایسے ہو گئے ہیں
کہ جناب کو پیچھے کی کچھ خبر نہ آگے کی۔ پھر خدا بھلا کرے علم میں آئے تو کیونکر۔ اور جناب نے جو
عبارت تکملہ کی پیش کی ہے۔ اس سے بھی یہ شرط ثابت ہوتی ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ مرزا قادیانی
کی توجہ سے فرصت ہو تو ادھر توجہ ہو اور کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگے۔ حضرات! اب آپ لوگوں کو علمی بحث
ومباحثہ کو ترک کرنا چاہئے۔ ایک ہی کہے جاؤ کہ یوں ہی الہام ہوا ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانو۔ اس کا
جواب کوئی بھی نہ دے سکے گا۔ عبارت تکملہ "وان کان مضارعا استقبالیا یلزمها اللام
مع النون التاکید ان دخلت اللام علی نفس المضارع الا نادرا ولا یکتفی عن

الّا م بالنون الا فی ضرورۃ الشعر واذا لم یدخل اللام علی نفس المضارع یکتفی باللام نحو لئن متم او قتلتم لالی اللہ تحشرون وان کان مضارعا حالیا یکون باللام من غیر النون "اب تو خداوند کریم ہی اپنے فہم کی رسائی اور لیاقت علمی اور کمال تدبر کا علم ہو گیا ہوگا۔ لہذا عاجز نہایت عجز سے عرض کرتا ہے کہ جلد جواب عنایت ہو۔

مگر ہاں یہ بھی کہ مصرعہ

خود ڈالی کمند گرنے جیسے جال میں

جناب مولوی صاحب یہ عاجز ہرگز حضور کے علم و تبحر کو نہیں پہنچ سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کوئی بات سمجھا دے۔

دیکھ پھولوں کو ہے خدا بڑائی دیتا
آسمان آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

خیر جناب آپ کو تو علم و فہم و تبحر و تدبر کے علاوہ الہام پر بھی بہت بڑا گھمنڈ ہے مگر یہ عاجز تو سوائے فضل و رحمت اپنے رب کریم کے اور کوئی پونجی اپنے پاس نہیں رکھتا اور خاص اس ذات تعالیٰ و تقدس کی تائید پر عاجزانہ طور پہ یہ عرض کرتا ہے اگر حضور کے خیال عالی میں آ جائے ۔

سما دل میں تو اتنا کہ سمجھ اپنے کو ہم
لاکھ نادان ہوئے کیا تجھ سے بھی نادان ہوں گے

آمدم برسر مطلب

اب (قادیانی) مولوی (احسن امروہی) صاحب کے خط کا جواب شروع ہوتا ہے۔

بعون اللہ تعالیٰ وقوتہ!

قولہ... "عذر تقصیر جواب عنایت نامہ"

اقول... اگرچہ عذر بدتر از گناہ مشہور ہے مگر آپ کے ارشاد کو رد کیونکر کروں۔ قبول ہے۔

اب تو یہ حال ہے کیا ہووے گا آگے آگے
دل میں یہ خوف سمایا ہے خدا خیر کرے

قولہ... "آپ نے تمام عمر میں"

اقول... حضرت من! میں نے جناب کی اہانت کی ہو تو بندہ مجرم ہے اور اتہام لگایا ہو تو افترا پرداز مگر آپ کے سامنے کسی آپ کے ہم خیال نے یہ افترا پردازی کی ہو تو عجب نہیں اس کا علاج

میرے پاس کچھ نہیں جو لوٹ مفتری کی فی اللہ والرسول ہیں۔ اگر عاجز پہ افتراء کریں کیا عجب ہے۔

قیل ان الالٰه ذو ولد

قیل ان الرسول قد کھنا

ما نجا اللہ والرسول معاً

من لسان الوریٰ فکیف انا

ہاں اگر جناب کو تحقیق منظور ہے جامع مسجد میں جمعہ پڑھنے کے بعد نمازوں دریافت فرمایئے۔ اگر ہزاروں میں سے دو چار معتبر آدمی بھی آپ کے ارشاد کو درست کہہ دیں گے تو میں ملزم۔ آپ کو تشریف لانے میں کچھ عذر ہو تو اپنے کسی معتمد کو بھیج دیجئے وہ تحقیق کر لے۔ میں نے ایک لفظ بھی آپ کی نسبت اہانت کا نہیں کہا۔ ہاں اگر آپ کا ہر بات میں یہی طریق ہے کہ بلا تحقیق جو جس نے کہہ مان لیا تو میری عرض جس کو میں بعد تحقیق منوانا چاہتا ہوں۔ آپ کب مانیں گے۔ مولوی صاحب! تحقیق کرو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

کس سے بگڑے ہو کس پہ غصہ ہے

کس پہ بھرتے ہو تم خفا صاحب

کس نے دیں تم کو گالیاں حضرت

کون کہتا ہے نا روا صاحب

بلا تحقیق یہ افتراء آپ کرتے ہیں یا میں؟ ہاں یہ بات بنا کر عاجز کو بدنام کرنا حضور کو منظور ہو تو کیجئے۔ "واللہ المستعان علی ما تصفون" قیامت قریب ہے اور قاضی خبیر و بصیر "وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد" میں آپ کو کچھ نہیں کہتا اور اس کا جواب کچھ نہیں دیتا۔

ہوں آپ کے کہنے ہی سے ہم اف نہ کریں گے

چپ بیٹھ کے ہم کو نہیں کچھ غم اف نہ کریں گے

سر تک بھی اگر کاٹ کے بھیجو گے ہمارا

کچھ سمجھے ہیں واللہ کہ ہم اف نہ کریں گے

قولہ ... تنبیہ! مولوی صاحب نے جس قدر اشعار اردو لکھے ہیں وہ سب (میرے) اعلام الناس میں مندرج ہو چکے ہیں۔ احقر کو ان کے ساتھ کچھ غرض نہیں۔ یہاں پر مولوی صاحب کی ہمہ دانی جتانی منظور تھی۔ بس"

اقول.... غیر ہوئی حضرت کے وہ اشعار جن کو میں نے اپنے خط میں لکھا ہے آپ کے طبع زاد نہ تھے ورنہ سخت نالائق سمجھا جاتا اور شاید مجھ پر حق تلفی کا دعویٰ ہو جاتا اور بے پروائی تو عاجز کی اس پر عمل کی کہ آپ سے کیا اجازت اس میں وہ اشعار مندرج تھے کو کسی کے تھے اور جناب کو بھی کوئی خاص حق ان کے مندرج کرنے کا ایسا حاصل نہ تھا جو اس عاجز کو نہیں اور یہ تو ماشاء اللہ اگر آپ سمجھ بھی گئے ہوں گے تو کیوں فرمانے لگے کہ اس میں درج کیا تھی۔ جو وہی اشعار عاجز نے نقل کئے اور بعد نقل اکثر جگہ نشان بھی بتا دیا کہ اعلام الناس صفحہ فلاں اور پھر اس پر یہ تحریر یا اظہار کہ احقر کو اس کے ساتھ فخر نہیں۔ اگر فخر نہ ہو تو اس کا ذکر ہی کیا ضرور؟ اور اس پر طرہ یہ کہ تنبیہ کے ساتھ۔ مولوی صاحب یہ فخر حقیقی حضور کو مبارک ہے

مولوی صاحب فرشتہ ہو تو ہو
آدمی ہونا بہت دشوار ہے

کیوں جناب مولوی صاحب اگر یہ قصور ہے تو جناب نے تاریخ قوم ہوا کا نام ""اعلام الناس"" کیوں غصب کر لیا اور آپ کے مرزا قادیانی نے مولوی رحمت اللہ کی کتاب ""ازالہ اوہام"" کا نام کیوں چھین لیا اور آپ نے جو اشعار مناجات عربی لکھے ہیں وہ تو فرمائیے کس کے ہیں؟ آئے جناب مولوی صاحب اس کا مجھے جواب تو دو کہ یہ کیا لکھا اور کیوں اپنا اور میرے وقت کا اس تحریر میں ناحق خون کیا۔ مولوی صاحب بات یہ ہے۔ مصرعہ

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز

قولہ.. ""ہمارے ناجی ہمدست چند صاحبان اہل علم مع بعض صاحبان اہل قلم صادر ہوئے""

اقول. جناب مولوی صاحب عاجز نے اہل علم کو جناب کی خدمت میں بھیجا اور نہ کسی اہل قلم کو اور نہ عاجز خود صاحب حشم جو اس کے پاس اہل علم و اہل قلم ہوں۔ جناب مولوی نواب سید علی حسن خان صاحب زید مجدہم نے ایک خادم کو خط دے کر آپ کے پاس بھیجا تھا جس کو آپ نے کسی حیثیت سے شاید اہل علم بنا دیا اور کسی حیثیت سے اہل قلم ورنہ وہ غریب اہل قلم۔ جناب صاحب علم ایسی باتوں میں وقت ضائع کرنا نہیں معلوم جناب کو کیوں پسند خاطر ہے؟ وہ بات بتا کر چند الزام عاجز پر گھڑ دیئے یہ بات بجز اس کے چند طعن کر دیئے تھے ان سے کچھ حاصل۔ جناب کو چونکہ عمر میں زیادہ تشریف لکھنے کی عادت ہے۔ یہی علت اس طعنہ دینے کی معلوم ہوتی ہے۔ مگر عاجز اس کا جواب جناب کو کیا دے کہ جناب بزرگ اور عاجز خرد اور اصل بات یہ ہے کہ طبیعت ہی اس کے مناسب نہیں۔

ہم سمجھ رہے ہیں زحمت خوردہ ہے
دل تو حاضر نہیں رہے افسردہ ہے

رہا یہ ارشاد جناب کا کہ: "پھر اگر خلوت سے کام نہ چلے تو جلسہ عام بھی کیا جاتا۔"
اس کے جواب میں عاجز پھر (اعلام الناس حصہ دوم ص ۹۹ تا ۱۰۰) کو پیش کرتا ہے اور یہ جواب شرف حفاظت نہ پا سکا رہا ہے کہ الغرض جناب مولانا صاحب کے پاس محفوظ رکھوا رکھا ہے۔

میرے لکھنے کا نہ باور ہو تو نوشتہ لے لو
شہ مت انسان کی عوض چاہو فرشتہ لے لو

قولہ... "مثل مشہور ہے۔ اول خویش بعد درویش۔"
اقول... حضرت کو اگر واقعی یہ منظور ہے کہ عاجز تنہا حاضر ہو کر کچھ عرض کرے تو اب کیا گیا ہے۔ جب اور جس وقت ارشاد ہو اور یہ دریافت بھی اس لئے ہے کہ عاجز نے کبھی ملنا چاہا تو حضور نے وقت ٹال دیا اور تحریر بھی فرمایا ہے کہ مجھے فرصت کم ہے۔ ورنہ یہ عاجز حاضر ہوتا۔

بگڑتے ہو کیوں اب بھی کہتا ہوں میں
یہاں صلح پھر کس کی تاوان سے ہے

قولہ... "تو جناب والا ان رسائل کا جواب شافی وکافی تحریر فرماتے۔"
اقول... بحمد اللہ جناب! اکثر جواب تیار ہے اب طبع بھی ہوا جاتا ہے۔ مگر عاجز نے یہ سنا ہوا تھا کہ "تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں" اسی شوق میں یہاں چلا آیا اور اب تو آ گیا۔ اگر آپ مہربانی فرمائیں اور نامہربانی کو دل سے اٹھائیں عاجز نے پہلے بھی عرض کیا تھا اور اب مکرر عرض کرتا ہوں کہ کسی روز آپ تشریف لے آئیں یا عاجز کو بلالیں۔ مگر جناب نے توجہ نہ فرمائی۔ یہ تو عاجز پر کمال نامہربانی ہے۔ جیسے ہر طرح کی آزادی عطا فرمانا کمال مہربانی تھی۔ افسوس وہ عنایت یا عتاب۔

اس قدر تھا یا کرم یا ظلم ڈالی اس قدر
مہربانی اس قدر نامہربانی اس قدر

یا وہ عنایت اوروں ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور عاجز اس سے محروم۔ جناب مولوی صاحب ایسا نہ چاہئے جناب تو مسیح صاحب کے پیرو ہیں۔ جناب کو تو سب کو ایک آنکھ دیکھنا چاہئے نہ یہ کہ کسی سے کچھ برتاؤ اور کسی سے کچھ۔

غیروں سے باتیں جو کچھ کیں تو نے وہ سب مانیاں
اور ہم سے تیری اے ظالم یہ نافرمانیاں

قولہ۔ "جیسا کہ دأب مناظرین دینا کا ہے۔"

اقول۔ ہاں جناب مولوی صاحب دینداری اسی کا نام ہے کہ اپنی طرف سے بہتان تراش کے خلق میں اپنے ایک مومن بھائی کو بدنام کرے۔ بلا تحقیق بدظن ہو جائے۔ گھر میں بیٹھا باتیں بنائے۔ دل کے بخار نکالنے ہرگز تحقیق نہ کرے۔ سبحان اللہ۔ یہی تو دأب مناظرین دین اور دین پر عمل کرنا بھی جناب کا حصہ ہے۔ اصلی بات کہنے میں تو مرزا قادیانی کا اور آپ کا جوڑ خوب ملا۔

کیا لاجواب جوڑ خدا نے ملائے ہیں
جیسی ہے روح ویسے فرشتے بھی پائے ہیں

قولہ۔ "لہٰذا اس عاجز نے اپنے دل نیاز منزل کو بہت سا صبر کر کے سنبھالا اور تھاما۔"

اقول۔ مولوی صاحب میں نہیں جانتا وہ کون سے جناب کے دشمنوں کے دوست تھے۔ جنہوں نے محض بے اصل خبریں سنا کر جناب کو اس قدر رنج میں ڈال کر حضور کے دماغ میں حواس تحقیق ہی باقی نہ رہنے دیے۔ جناب مولوی صاحب میں نے جس وعظ میں ازالہ اوہام اور اعلام الناس کے چند مقام سنائے ہیں۔ خوب جتا جتا کر اول یہ کہہ دیا کہ میں اپنی طرف سے ایک لفظ نہ کہوں گا اور ایسا ہی کیا اور میں شرعی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے نہ جناب کو نہ جناب کے نبی مرزا قادیانی کو کسی خلوت وجلوت میں بھی کسی لفظ کا قریباً مترادف یہ کوئی لفظ گندہ نہیں کہا اور نہ کہتا ہوں۔ ہاں اگر نقل عبارت بھی گناہ ہے تو اس میں اول مرزا قادیانی کا حصہ ہے۔ پھر جناب کا۔ بعد عاجز کا بہر صورت عاجز تو پیچھے ہے۔ مولوی صاحب غضب تو یہ ہے کہ نہ مجھے بلاتے ہو نہ آپ تشریف لاتے ہو۔ جس طرح سیدھے سادے بلا تحقیق مرزا قادیانی کے معتقد ہو گئے۔ اسی طرح عاجز سے ناراض ہو گئے۔ میں اس قدر سفر طے کر کے آیا خدا کے واسطے دو چار قدم کی تکلیف تو آپ بھی گوارا فرمائیں۔ پہلے کہنی میری سنیں۔

میرے قاصد سے ذرا میری کہانی سن تو لو
طیش کر کے چیرے خط پہلے زبانی سن تو لو
داد میری جانفشانی کی نہیں دیتے نہ دو
پر کروں جو کچھ بیاں میں جانفشانی سن تو لو
جو کہا میں نے کہ ہو غیروں کے تم بھی رازدار
پر کہوں میں بھی جو کچھ راز نہانی سن تو لو

نمبر ۱ ..... احسن المناظرین صاحب کے خط کی اول عبارت۔

"کیونکہ احقر نے تو کسی تحریر میں آپ کو مخاطب نہیں کیا اور نہ احقر کسی امر کا مدعی۔"

نمبر ۲ ..... عاجز کے دوسرے خط کی وہ سرخی جس کے تحت میں احسن المناظرین صاحب کے گیارہ قول نقل کئے ہیں اور جناب موصوف نے خطاب عام کے لفظ کو قصداً یا سہواً نظرانداز کر کے دعویٰ کا لفظ پکڑ لیا ہے۔

ذیل بھوپال مولوی محمد احسن صاحب احسن المناظرین کے وہ قول جن سے ان کا دعویٰ اور خطاب عام ثابت ہے۔

جناب مولوی صاحب اب حضور سمجھے اور یاد آ گیا کہ یہ ایک اور ایک گیارہ دلائل حضور کے مدعی ہونے کے نہ تھے۔ بلکہ ان سے جناب کا خطاب عام یاد دلایا تھا اور ثبوت دعویٰ میں تو لفظ دعویٰ کا موجود ہے۔ جس کا جناب کو بھی اقرار کرنا پڑا۔ شاید حضور دو بارہ بھی بھول گئے اور اب کچھ اور بھول لیجئے گا اور ضرور بھول لے گا۔ کیونکہ دشمنوں کا حافظہ ٹھیک نہیں رہا۔ جناب عالی بادام کا حریرہ پیجئے یا آب برہمی پیجئے اور تب کا لفظ عاجز نے بےادبی کی راہ سے عرض نہیں کیا ہے۔ سوء حافظہ کا یہ بھی ایک علاج ہے۔ عاجز اپنے حق میں بھی کثرت استغفار کو بہتر جانتا ہے۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فاوصانی الی ترک المعاصی
لان العلم فضل من الله
وفضل الله لا یعطی العاصی

قولہ..... "لہٰذا وہ سب دلائل اس عاجز کے قلب وجگر میں مثل زخم کاری کے اثر کر گئے۔ اب ان زخموں کو مخفی کر رہا ہوں اور کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ کیوں ظاہر نہیں کرتا۔ اس لئے
نظر لگے نہ کہیں ان کے دست وبازو کو
یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں"

اقول..... ناظرین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مولوی صاحب کس قدر مطلب سے الگ الگ عبث اور بے سود باتوں میں طول دیتے چلے جاتے ہیں اور چونکہ خدام والا کی یہ فطرت ہے۔ اسی لئے کچھ سوچ سمجھ کر عام جلسہ میں گفتگو سے انکار فرما دیا کہ مواجہ میں یہ بیکار طعن وطنز یا اشارے یہ فضول جناب کیونکر کر سکتے تھے۔

ہر بات ان کی طعنہ وہر اک سخن ہے رمز
ہر آن ہے کنایہ وہر دم ٹھٹولیاں

اور جناب کے احسن المناظرین ہونے کی حقیقت تو پہلے ہی کھل چکی ہے۔ اب مرد میدان بنا اور سوا بیس کنگر کے لئے آنا معلوم کیوں اس واسطے ۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
وہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

قولہ۔ ".... سب سے اول کوئی رسالہ صغیر یا کبیر فن مناظرہ کا آپ ان کو پڑھا دیا جاوے۔"

اقول ..... اگر چہ مسافر اور کثیر الاشتغال ہوں۔ مگر آپ کی درخواست منظور جناب مولوی صاحب کی طرح ہو سمجھے تو آپ سے ایک مرتبہ ملا ہے، استاذی سے، شاگردی سے، دوستی سے، مہربانی سے، محبت سے، اخلاق سے، بدخلقی سے ایک مرتبہ ملئے۔ اگر جناب کا یہ خیال ہے۔ اسی طرح جب اور جس وقت جی چاہے بے تامل اور بے تکلف تشریف لائے۔

اس قدر آہ کیا عشق نے رنجور ہمیں
دیکھنا ایک نظر تم کو ہے منظور ہمیں

اس واسطے کہ ۔

خفا جادہ ہوں یا مثل نقش پا ہوں
غرض افتادہ گان کا زور تھا ہوں

مگر میں خوب سمجھے ہوئے ہوں۔ یہ سب آپ کی باتیں ہیں۔ آپ کب تشریف لاسکتے ہیں۔

نہ پہچانو مجھے گر آپ تو کیا
مگر میں آپ کو پہچانتا ہوں

قولہ ..... "مگر شرط یہ ہے کہ شب کو مکان احقر پر آپ تشریف لایا کیجئے اور سب مذکورا پا کیجئے۔ یعنی آپ تنہا آویں یا تین چار آدمی ۔"

اقول..... مجھے ڈر ہے ۔

کہیں میری زبان نہ کھل جائے
اب وہ باتیں بنانے لگے

ہے کہا!

حضرت مولوی صاحب ذرا تحمل اور سمجھ کر فرمائیے اور کوئی اور ہوتا تو یوں کہتا۔

حوصلہ تنگ ہے یہاں بیہودہ گوئی تا بچند
بس زبان کھینچئے کوتاہ مجھے تاب نہیں

جناب من! اگر یہ درخواست محض بوجہ امتحان علم و تعلم ہے تو یہ شرط خلاف ہے اور اگر بہانے میں جناب کو خلاف اس کے کوئی اور مطلب ہے۔ جس کے لئے شب اور تنہائی کی شرط ضروری ہے تو اس عاجز کو معاف فرمایا جائے۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" مولوی صاحب اس بحث میں یہ خباثت بے محل اور بے موقع ہے۔

کچھ مناسب نہیں ہے کیا کہئے
جی میں جو کچھ کہ اپنے آتی ہے

لیکن یہ عاجز کمال ادب اور نہایت عجز سے عرض کرتا ہے کہ آپ اس سے باز رہیں اور اگر جناب نے اب بھی بے محل اپنی جیب کھولی تو یاد رہے کہ پاس و لحاظ خوردی و بزرگی ایک طرف بھر کی نہ ہوگی۔

ہم رونے پہ آجاویں تو دریا ہی بہا دیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

مکرر عرض کرتا ہوں کہ آپ کی اس سفید ریش پر یہ خباثت بے ڈھب ہے۔

تو پیر شدی حافظ از میکدہ بیرون آ
رندی و خراباتی در عہد شباب اولیٰ

قولہ..... "کیونکہ اگر اس جماعت فوج اور گروہ سوج کے ساتھ ورود ہوگا تو اس عاجز پر اس قدر حیرت غالب ہو جاوے گا کہ ان کی لوج سوج کو دیکھ کر مجھ سے پڑھا بھی نہ جاوے گا۔"

اقول..... کیوں جناب مولوی صاحب ایک عاجز مسافر پر یہ باتیں بناتے ہو اور خدا سے نہیں ڈرتے۔ ذرا اس خدا سے جس کا یہ ارشاد ہے "ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید" میں نہیں سمجھتا کہ اس گفتار سے کیا فائدہ۔ آپ کے سمجھ میں آیا ہے اور آپ کے جی میں کیا سمایا ہے۔

وہ چال چلو جس سے کہ دنیا رہے قائم
کچھ فرض نہیں ہے کہ قیامت ہی اٹھا دو

اور اگر واقعی جناب پر کوئی خوف غالب ہو گیا ہے تو یہ نصیب اللہ ہے۔ "وقذف فی

قلوبهم الرعب "ہیبت حق است ایں از صاحب دلق نیست" اور اگر کوئی فوج بھی میرے ساتھ آپ کو دکھائی دیتی ہے اور آپ اس بیان میں سچے ہیں تو وہ ملائکہ منزلین ہوں گے۔ جن کا واللہ عاجز کو علم نہیں ہے اور یہ عاجز ایک حقیر فقیر مسافر ہے۔ چہ نسبت مسکین صاحب ارج مذکر کے پاس فوج ظفر موج۔ ہاں سیف لسانی اور فوج حق بیانی بحمت خداوندی ہے واللہ الحمد۔

دیکھ کر سیف زبانی میری
معترض دل میں کٹا کرتے ہیں

قولہ۔۔ "تقریری مباحثہ چندان کو اب کسی سے منظور نہیں۔"

اقول۔۔۔ حضور میں کب اور کس دن یہ جرأت ہوئی تھی کہ کسی سے زبانی گفتگو کی جو جواب ارشاد ہوا کہ منظور نہیں یا منظوری تو حضور کے حق میں ازلی ابدی اور امر فطری ہے۔

قولہ۔۔ "کیونکہ بسبب شیوع تعصبات تقاضائے تہذیب بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ بلکہ منجر بتحس و تفاسد ہو جاتا ہے۔ الخ من جرب المجرب فقد حلت به الندامة!"

اقول۔۔۔ وہ اس وقت کون سے تھے کہ حضور کو کب اور کہاں تقریری مباحثہ کا اتفاق ہوا؟ جو تجربہ کار ہو گئے۔ خاص کر اس اشتہار کے بعد جو (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۹۹ تا ۱۰۰) میں ہے۔ کبھی کسی مجمع میں گفتگو کا اتفاق ہوا ہو تو اس سے عاجز کو بھی مطلع فرما دیجئے کہ کہاں کیا مجمع ہوا؟ اور کس سے جناب کی گفتگو ہوئی اور کیا خرابی اس میں پیش آئی؟ اور اس عاجز کو تو بارہا یہ موقع پیش آیا ہے اور سال گزشتہ میں بھی چار ماہ تک ہفتہ وار پادری جی ایل ٹھاکر داس صاحب سے گفتگو ہوتی رہی جو اپنے مذہب کا ایک جلیل القدر فاضل ہے اور ہر جلسہ میں تخمیناً تین چار ہزار آدمی ہوتے تھے اور اگرچہ یورپین افسر بھی دوستانہ طور پر گفتگو سننے کو کوئی ایک آجاتے تھے۔ مگر پولیس وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا اور کبھی کسی جلسے میں باہم مناظرہ کی بدمزگی تک نہ ہوئی۔ جھگڑا اور فساد تو کیسا؟ اور اسی طرح بمبئی اور مدراس وغیرہ بڑے بڑے شہروں کے بڑے بڑے مجمعوں میں عاجز کو گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا جہاں کبھی درشتی تک کی نوبت نہیں آئی اور فساد تو کیسا؟ ہاں آپ اپنی حالت کے موافق جو کچھ چاہیں خیال فرمائیں۔ مگر عاجز کا تجربہ تو اس کے خلاف ہے۔ جناب مولوی صاحب یہ تو باتیں ہیں صاف یہ ہے کہ کبھی جناب کو ایسا اتفاق ہی نہیں ہوا۔ ہمیشہ گھر میں بیٹھے باتیں بنایا کرتے ہو اس وقت یہ حیلے کرنے اور بہانے کرنے لگے۔

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا
تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

ناظرین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ احسن امروہی صاحب کی تحریر کا بڑا حصہ صرف بے جا اور خلاف واقع اور غلط شکایت یا ظرافت میں اور بہت ہی کم کار درست اور محض مطلب میں ضائع ہوا ہے۔ اگر مجھ کو یہ خیال نہ ہوتا کہ بعض احباب کو اس کے جواب کا انتظار رہے گا تو ہرگز اپنا اوقات عزیز کو اس بیکار اور بے سود تحریر کے جواب میں ضائع نہ کرتا۔ بات یہ ہے کہ لمبے چوڑے اشتہار دے کر عوام کو دام میں لانے کے لئے مرزا قادیانی کی یہ ایک چال ہے اور یہی طریقہ حضرت (احسن امروہی قادیانی) نے بھی اختیار کیا ہے۔ ورنہ جیسا مباحثہ تقریری ویسا تحریری تقریری کا تو حوصلہ ہی مشکل ہے اور تحریر کا حال بھی ظاہر ہے۔

اٹھ جا کہیں ملک کوئی باتیں بنائے گا

باتیں تو خود غلط تری گفتار ہے غلط

قولہ: ..... "آپ کے ہم تحریری مباحثہ سو وہ بھی آپ ان جناب سے کرنا نہیں چاہتا مولوی محمد حسین صاحب لاہوری اختر کے پورے مخاطب ہیں اور نیز مولانا محمد بشیر صاحب درخواست کر رہے ہیں۔ لیکن یہ بھی ان پورے طور پر راضی نہیں ہوا مجھ کو تم راضی سا ہو گئے۔"

اقول: ..... مولوی صاحب عاجز تو آپ کے اشتہار کے موافق تقریری تحریری کے لئے حاضر ہوا تھا یہ علم نہ تھا کہ آپ کے اشتہار بھی مثل اشتہارات مرزا صاحب کے محض کاغذی گھوڑے ہیں۔ جو صرف باندھنے کی غرض سے ہوا پر اڑا دیئے جاتے ہیں ورنہ مباحثہ سے آپ صاحبوں کو کیا کام۔ مگر یہ یاد رہے کہ آپ کا خطاب عام ثابت ہے اور یہ فرمانا آپ کا کہ پورے مخاطب ان کے مولوی محمد حسین صاحب ہیں۔ کون جان سکتا ہے آپ کی نیت کی کس کو خبر ہے؟ ہاں اس قدر عرض خدمت عالی میں ہے۔ اگر قبول ہو جائے کہ مولوی محمد حسین صاحب پر اس وجہ سے کہ وہ یہاں نہیں ہیں اور ان کا آنا بھی مشکل ہے پوری عنایت ہے تو عاجز چونکہ حضور کے پاس حاضر و موجود ہے۔ لاہوری تو اس پر بھی عنایت ہونی چاہئے۔

گل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی

اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

اور چونکہ مولانا محمد بشیر صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اس لئے باوجود کہ درخواست کے وہ بھی ناکام ہی رہے معلوم ہوتے ہیں۔

نہ پہچانو مجھے گر آپ تو کیا

مگر میں آپ کو پہچانتا ہوں

اور مولوی محمد حسین صاحب پر بھی آپ کی عنایت تو ہے مگر کم ہے۔

اب انہیں لکھتے ہو تم خط میں سراسر دشمن
جن کو لکھتے تھے سدا یار سراپا اخلاص

قول.... "بحکم آنکہ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔ آپ مصرانہ فرما رہے ہیں۔"

اقول.... مولوی صاحب مہمان بلایا ہوا چپکایا ہوا ہے جناب آپ انکار کریں یا نہ، یہ تو امر دیگر ہے۔ کیا آپ کا اشتہار نسبت علماء امصار و دیار نہیں ہے اور کیا آپ کے اعلام میں خطاب عام نہیں ہے۔ مصرع

انصاف کیجئے پوچھتے ہیں آپ ہی سے ہم

قول.... "کیا جنگ و جدال سب و شتم اور لڑائی کا نام مباحثہ ہے۔"

اقول.... ؎

خبر ہے کس نے کیا شور قیامت تم کو
نالہ ہائے سحری دھوم مچائے کیوں

مولوی صاحب! آپ کو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے۔ آپ میری طرف ایسے جرم کی نسبت کرتے ہوئے خدا سے نہیں ڈرتے۔ جس کا واللہ میں مکتسب و مرتکب نہیں ہوں۔ "ان الذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتاناً واثماً مبیناً" کی وعید آپ کے دل سے بالکل نکل گئی ہے۔ اگر کسی نے آپ سے کہا ہے تو آپ کا اور میرا دشمن جھوٹا ہے۔ آپ کو بھی بغیر تحقیق کے اس قدر خلاف واقع بیان کرنا بالکل نازیبا ہے۔

کہے جو عدو سچ نہ جانا کرو
محبت اب نہ مجھ سے بہانہ کرو

قول.... "جس امر سے اختر کو فراغت ہو چکی ہے پھر دوبارہ اس امر کے واسطے کیوں طلب کیا جاتا ہوں۔"

اقول.... فراغت ہو چکی تھی تو آخر میں اشتہار کیوں دیے۔ اس وقت کیسے نہ تھے یا اس وقت بھول گئے۔ دوسری وجہ آپ کے بلانے کی یہ بھی ہے کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان مولوی صاحب خود کردو علاوہ بریں اگر جناب کی ایسی ہی طبیعت تھی۔ تو ہرگز اشتہار دینا نہ چاہئے تھا۔

ہم تو کہتے تھے نہ تم راہ کسی کے لگ چلو
اب بھلا تم ہوئے رسوا سر بازار کہ تو

قولہ..... ''اگر آپ اعلام الناس کا جواب کسی سے تحریر کرائیں گے۔''

اقول..... یہ عادت تو آپ کے مرزا قادیانی کی ہے کہ وہ آپ سے اور اپنے مریدوں سے بھی تحریر کروایا کرتے ہیں اور عاجز کو تو جو کچھ آتا ہے خود ہی تحریر کر دیتا ہے۔ مگر آپ نے بدگمانی کی وجہ سے ایسا فرما دیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

جب نہ ہو سے آشنا کوئی حقیقت آشنا
فی الحقیقت بے حقیقت ہم نہیں تو کون ہو

قولہ..... ''جس بحث میں اس ہیچمدان کی خطا ہوگی بعد تصفیہ ایسے ثالثوں کے جن کو علوم رسمیہ میں پورا دخل ہو وہ اس طرف کے ہوں اور وہ اس طرف کے۔ میں ضرور بالضرور اس خطا سے رجوع کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس پر گواہ کرتا ہوں۔ ''کفی باللّٰہ شہیداً''

اقول..... الحمد للہ! کہ آپ اس طرف آئے خدا کرے جو زبان سے کہا آپ کے دل میں بھی ہو اور اگر واقعی یہ بات آپ نے سچ کہی ہے اور آپ کے دل میں بھی ہے تو اپنی طرف کے دو ثالثوں کا نام بیان فرما دیجئے۔ اگر وہ ثالث اچھے ہوں گے تو میں بھی انہیں پر صبر کر دوں گا۔

اس حال کو پہنچے ترے قصہ سے کہ اب ہم
راضی ہیں گر اعداء بھی کریں فیصلہ اپنا

لیجئے اب بات بڑھانی کچھ ضرور نہیں۔ آپ ثالثوں کے نام بتا دیجئے۔ مجھے منظور ہے۔

کیجئے اقرار کچھ ایسا کہ پھر انکار نہ ہو
یعنی آپس میں کسی قول کی تکرار نہ ہو

قولہ..... ''حضرت مولوی صاحب اعلام الناس کا جواب دو اور ضرور جواب دو۔ یعنی تو مباحثہ ہو جاوے گا اور پھر دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ یہی تو مباحثہ ہے۔ دیکھو!''

اقول..... حضرت احسن الناظرین صاحب آپ تو کیسی سے چالاکی بھولے اعلام الناس کا جواب تو چھپ چکا۔ اگر وہ کافی نہ ہوا تو میں بھی حاضر ہوں۔ مگر آپ کو تو اب ثالثوں ہی پر قائم رہنا چاہئے۔ ثالثوں کے نام بتائیے اور ضرور بتائیے تاکہ صورت تصفیہ کی ہو جائے اور تحریرات تو اب جانبین سے تاحیات جاری رہیں گی۔ اس سے کیا ہوتا ہے کوئی سوال بے جواب اور کوئی جواب بے جواب الجواب نہیں رہ سکتا۔ تصفیہ کی وہی صورت ہے جو جناب نے اقول بیان فرمائی ہے اور یہ صورت عاجز کو بدل منظور ہے۔

ایک دم عمر طبیعی ہے یہاں مثل حباب
رکھ کدورت بھی اے یار نہ اتنا ہم کو

قول..... ''منبروں پر بیٹھ کر مجالس وعظ میں غیبت سب وشتم آبروریزی کی مومن مسلمان کی کرنے سے کچھ کامیابی نہ ہوگی۔''

اقول..... یہ بات تو درحقیقت ٹھیک ہے۔ لیکن اس کی نسبت عاجز کی طرف غلط ہے۔ اگر ذرا بھی غور کیجئے گا تو جناب کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کا مصداق کون ہے عاجز یا جناب؟ کیونکہ میں مختلف عرض کر چکا ہوں مگر آپ بار بار یہی شکایت جو محض بہتان ہے کئے جاتے ہیں۔ اب اس کا فیصلہ انشاء اللہ تعالیٰ فیصلے کے دن ہو جائے گا۔ ''تر کت حسابی لیوم الحساب'' مگر بہتر ہے کہ آپ غصہ سے درگزر کر کے کچھ عاجز کی بھی سنیں۔

چند گو اب تو ہی فرما کس کو سودا ہے یہ کون
اور کی سنتا نہیں اپنی ہی کہتا جائے ہے

قول..... ''اب چند گزارش در بارہ اقوال یازدہ گانہ جناب کے مختصر مختصر عرض کرتا ہوں۔''

اقول..... بہتر ہے عاجز بھی اسی کو پسند کرتا ہے۔

قول..... ''نمبر ۱ میں الفاظ اعلام او ردعوے میں کچھ نسبت اربعہ کی کون سی نسبت ہے۔''

اقول..... نمبر ۱ ہم بریں عقل و دانش بباید گریست۔ جناب مولوی صاحب اگر حضور کسی کی نہیں رکھتے تو جواب کے وقت تھوڑی دیر کے لئے کسی سے ادھار ہی لے لیا کیجئے کہ دوسرے کی بات تو سمجھ میں آ جائے۔ عاجز نے اعلام او ردعوے میں کب نسبت مساوات وغیرہا اعلام سے آپ کا دعویٰ ثابت کیا ہے۔ بلکہ نمبر ۱ سے تک ثبوت خطاب عام میں نقل ہوئے ہیں اور وہ عظیم من الشمس ہے نہ ثبوت دعویٰ میں۔ لہٰذا گزارش ہے کہ نمبر ۱، ۲، ۳ کو ذہن لے کر اپنے اقوال اور عاجز کے دوسرے خط کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیے اور اب سوچ سمجھ کر جواب عنایت فرمائیے۔

قول..... ''یہ خطاب کس سے ہے آپ سے یا مولوی محمد حسین صاحب سے پھر اس میں دعویٰ کہاں ہے۔''

اقول..... جب خطاب عام کا آپ اقرار کر چکے تو اس باب میں اب زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں۔ علاوہ اس کے احسن انتما طرین ہونے کا تو آپ کا اقرار ہی ہے تو مولوی محمد حسین صاحب کی کیا خصوصیت ہے؟ جو جو نے حق آپ کے پاس آئے۔ آپ کو اس کی طمانیت لازم ہے اور

مدعی بنانے میں مجھے اور کسی قاعدے کے بتانے کی ضرورت نہیں۔ مرزا قادیانی کا الہام آپ کے واسطے کافی ہے۔ دیکھو اشتہار مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو۔ پس جس قاعدہ سے مرزا قادیانی نے شیخ الکل سید نذیر حسین محدث کو مدعی بنانا قرار دیا ہے وہ جناب ملاحظہ کرلیں۔ یہی جواب کافی ہے۔

قولہ... "نمبر ۶ تا ۹۔"

اقول... اس کو بھی تامل کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے اور عاجز کے خطوط کو غور سے دیکھئے۔ خاص کر اس خط کا جواب الجواب نمبر ۵ اچھی طرح ملاحظہ ہو۔ بعد ملاحظہ کے آپ خود دوبارہ جواب کی تکلیف فرمائیں گے اس میں عاجز کو زیادہ گزارش کی ضرورت نہیں۔

قولہ..... "مولوی محمد حسین کے خطاب میں عرض کیا تھا کہ جناب کے۔"

اقول . ناظرین! اب میرے خط نمبر ۲ میں مولوی صاحب کے فقرہ نمبر ۱ کو اور میری اس جگہ کی گزارش کو اور مولوی صاحب کے اس جواب کو غور سے ملاحظہ فرما کر ذرا انصاف فرمائیں کہ مولوی صاحب کے جواب کو اس عاجز کی گزارش سے کچھ بھی تعلق ہے۔ عاجز کیا گزارش کرتا ہے مولوی صاحب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

قولہ. "لیکن بسبب اصرار بار بار کے جناب کو بھی پوری آزادی دی جاتی ہے کہ جواب اعلام الناس کا تحریر کرائیں اور ضرور تحریر کرائیں۔"

اقول.. حضرات ناظرین اب مولوی صاحب سے تو انصاف کی امید معلوم؟ آپ ہی انصاف کریں اور عنقریب جواب اعلام الناس بھی شائع ہوا جاتا ہے۔ پھر دیکھیں مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں؟

قولہ.. "لیکن جو کوئی صاحب بھوپال میں تشریف لاکر اس فقیر کی آبرو ریزی کریں۔"

اقول مولوی صاحب نے پھر ڈیڑھ صفحہ اسی شکایت بے جا سے بھر دیا۔ مگر میں اس کے جواب میں سوا اس کے اور کچھ نہیں عرض کرتا۔ "واللہ المستعان علیٰ ما تصفون" "مولوی صاحب جو لوگ آپ کی باتوں کو بلا تحقیق باور کرلیں گے۔ ان کے سامنے تو آپ نے انکار مناظرہ کی ایک صورت دکھا دی۔ مگر جب یہ معاملہ علیم وخبیر کے سامنے پیش ہوگا۔ وہاں کے واسطے بھی کوئی جواب سوچ لیجئے۔ وہاں کیا جواب دو گے۔

بہ اہل عشق ہمدردی وہ اگر اپنا بھلا سمجھے
برا سمجھے بھلا سمجھے بھلا سمجھے برا سمجھے

کی طرح مشہور عالم ہے۔ آپ کا ہی وطن شریف ہے یا قادیان۔ زیادہ نیک نام ہے۔ دہلی امروہہ اور قادیان کے مقابل کیا قدر نیک نام ہو کر آج تک نہ کوئی دہلی کا جاہل نبی بنا نہ کوئی عالم اس کا فرشتہ بنا۔ (گو فرشتہ سیرت بہت ہوئے) نہ دہلی کے حق میں مثل قادیان کوئی آیت قرآن مجید میں نازل ہوئی (دیکھو ازالہ اوہام حاشیہ ص ۷۷ عوض ازالہ ص ۱۳۲ حاشیہ) واقع میں نیک نام تو اول قادیان ہے۔ اس کے بعد امروہہ۔ کیونکہ وہاں شیخ سدو صاحب کا مقام ہے۔ مگر جناب من سزاوار عتاب تو عاجز ہے۔ دہلی نے کیا قصور کیا جو اس پر عتاب ہو رہا ہے۔

ہے وجہ عداوت کا سزاوار تو میں ہوں
اوروں پہ ہے کیوں ظلم گنہگار تو میں ہوں

قولہ..... "اس مقدمے کے لئے دو دفتیوں کا پیٹ خالی کروا دیا گیا ہے۔"

اقول..... چونکہ جناب نے آگے تجارت کا ذکر کیا ہے۔ عاجز کو دفتیوں کا شبہ ہوا۔ خیر ہوئی کہ دوبارہ خیال میں آ گیا۔ بیٹا ہے۔ حضرت! اگر اس بیان میں سچے ہو تو قربان علی صاحب لکھنوی کے ایک ہزار روپے تو مرزا قادیانی سے دلوا دیجئے کہ مجھے بھی دس ہزار کی امید ہو۔ اگر پوری نہ دلوا سکو آدھے پونوں ہی پر معاملہ کرا دیجئے۔ انہی اشتہاروں نے آپ کو تنگ کر دیا ہے۔ ورنہ اس بیجا تعلّی سے کیوں خلق کی نظر میں سبک ہوتے ہو۔ غیرت مند تم پر تھوکتی ہیں اور تمہیں شرم نہیں آتی۔

قولہ..... "یہ دس ہزار پانچ سو روپیہ ہو گیا۔ آپ کی تجارت کی بھی بڑی ترقی ہو جائے گی اور اگر اطمینان نہ ہو تو حضرت اقدس مرزا قادیانی تمسک لکھنے کو بھی کہتے ہیں۔ تمسک لکھوا لیجئے وہ ایک رئیس اور تعلقہ دار اور جاگیردار آدمی ہیں۔ کسی اچھی جائیداد کو مکفول کر دیں گے۔"

اقول..... معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کو ایک رئیس اور جاگیردار آدمی سمجھ کر آپ ان پر ایمان لائے ہیں اور اپنی طبیعت کے موافق عاجز کو بھی یہ لالچ دلاتے ہیں۔ "اعوذ باللہ السمیع العلیم من وسوسة الشیطان الرجیم" جناب من میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ یہ سب مرزا قادیانی کے ڈھونگ اور ڈھکوسلے ہیں۔ اگر آپ سے مرزا قادیانی نے کوئی وعدہ کیا ہے تو آپ اپنا اطمینان کر لیجئے۔ ورنہ کھانے کو وہاں سوائے گنتی چپڑی باتوں کے کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ حکیم نورالدین کی عمر اور روزگار میں برکت دے کہ پچاس روپے ماہوار کے علاوہ سینکڑوں روپے سے مرزا قادیانی کی مدد کرتے ہیں۔ کیا تعلقہ، کیسی جاگیر، کہاں کے رئیس، کیسے جاگیردار۔ یہ سب حاتم علی کی سی باتیں ہیں۔ ازالہ (ازالہ اوہام) کو ملاحظہ فرمایئے مرزا قادیانی کیا لکھتے ہیں: "حبس

فی اللہ "مولوی حکیم نورالدین بھیروی مولوی صاحب ممدوح کا حال کسی قدر رسالہ فتح الاسلام میں لکھ آیا ہوں۔ لیکن ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کر سکوں۔ (ازالہ اوہام ص ۷۷۷، خزائن ج ۳ ص ۵۲۰) "لیکن پھر بھی انہوں نے بارہ سو روپے نقد متفرق حاجتوں کے وقت اس سلسلہ کی تائید میں دیا اور اب بیس روپے ماہواری دینا اپنے اوپر واجب کر لیا اور اس کے سوا اور بھی ان کی مالی خدمات ہیں جو طرح طرح کے رنگوں میں ان کا سلسلہ جاری ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۹۲۳، خزائن ج ۳ ص ۶۲۳) "عالی ہمت دوستوں کی خدمت میں گذارش۔ چونکہ طبع کتاب (ازالہ اوہام) میں معمول سے زیادہ مصارف ہو گئے ہیں اور مالک مطبع اور کاتب کا حساب بے باق کرنے کے لئے روپے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا بخدمت جمیع مخلص دوستوں کے التماس ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس کتاب کی خریداری سے بہت جلد مدد دیں جو صاحب چند نسخے خرید سکتے ہیں۔ وہ بجائے ایک کے اس قدر نسخے خرید لیں۔ جس قدر ان کو خریدنے کی مقدور مقدرت حاصل ہے اور اس جگہ اخویم مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب معالج ریاست جموں کی تازہ امداد جو انہوں نے کئی نوٹ اس وقت بھیجے قابل اظہار ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر بخشے۔ ایسا ہی اخویم مکرم فضل دین صاحب بھیروی نے علاوہ اس تین سو روپے کے جو پہلے بھیجا تھا اب ایک سو روپے اور بھیج دیا۔"

مجھے اس امر پر اعتراض نہیں ہے کہ یہ لوگ مرزا قادیانی کو دیتے ہیں یا مرزا قادیانی ان سے کیوں لیتے ہیں۔ اس کا دینا ان کے اعتقاد کے موافق سعادت ہے۔ مگر مولوی صاحب کی تعلّی اور لاف زنی کا جواب ہے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ ازالہ اوہام کی کل لاگت تخمیناً چار سو کی ہے اور چار سو فضل دین نے آ چکا اور حکیم نورالدین کے نوٹ علاوہ رہے اور فی جلد تین روپے اس کی قیمت رکھی ہے۔ جس کے حساب سے اکیس سو ہوتے۔ اب فرمائیے کہ یہ لالچی کون ہے؟ اور یہ کیسے رئیس اور تعلقہ دار مالدار ہیں؟ گر اس ریاست پر یہ حال ہے تو اور تو میں کچھ نہیں کہتا۔ مگر آپ کے حال پر "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھتا ہوں۔

قولہ..... "پھر گزارش یہ ہے کہ اعتراض نے کون سے الہام کو بلا وجہ تسلیم کر لیا ہے۔"

اقول..... گزارش یہ ہے کہ جناب نے مرزا قادیانی کے الہام کو جس وجہ سے تسلیم کیا ہے۔ مہربانی فرما کر ان کو بیان کر دیجئے اور براہین احمدیہ کے الہاموں کا حال اکثر تو ظاہر ہو گیا اور ظاہر

ہوتا ہے اور عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہو جائے گا اور تاویل بعید تو ہر شخص اپنے کلام کی کر لیتا ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کی کیا خصوصیت ہے؟

قولہ..... ''حسن ظن کی تعریف سے کچھ ان کو آگاہ کیا جاوے۔''

اقول... مرزا قادیانی کو جو الہام ہو وہ گو اگرچہ قرآن و حدیث کے خلاف ہو۔ مرزا قادیانی کے مطابق خدا کا کلام ہو یا رسول کا اس کی تحریف کرنی۔ اس کا نام تاویل رکھنا۔ تمام مسلمانوں کو خلف سے سلف تک غلطی پر، بلکہ گمراہ جاننا مرزا قادیانی کی جماعت میں مسلمانوں کو جھوٹا سمجھنا یہی تعریف حسن ظن کی ہوگی۔

قولہ..... ''چند اقوال مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ الغفران کے تقویۃ الایمان سے نقل کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ جناب ان اقوال کی نسبت کیا فرماتے ہیں۔ نمبر ۱ تا ۲۴۔ الی قولہ یہ چند اقوال لکھے گئے اور بھی بہت ایسے اقوال تقویۃ الایمان میں ہیں۔''

اقول..... آپ کے بہت سے برادر وہ سب اقوال بلکہ جو آپ نے چھوڑ دیئے ہیں۔ لکھ کر طبع کر چکے ہیں اور اس کے جواب بھی چھپ چکے ہیں۔ دیکھو اور عاجز کو ان اقوال و دیگر آپ کے برادران کے اقوال کے باب میں جو کچھ عرض کرنا تھا۔ وہ رسالہ ہدایت المؤمنین میں عرض کر چکا ہے۔ آپ اس کا جواب دیجئے اور ضرور دیجئے عاجز بھی جواب الجواب لکھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

دوسری عرض اس بات میں یہ ہے کہ مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کو میں کسی درجہ کا بھی نبی نہیں جانتا اور نہ ان کے کلام کو انبیاء کی وحی کی طرح دخل شیطان سے منزہ مانتا ہوں اور آپ کا اعتقاد مرزا قادیانی کی نسبت یہی ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی ارشاد فرماتے ہیں: ''عاجز اس امت پر محدث بامر اللہ ہے اور محدث بھی ایک نبی ہی ہوتا ہے اور اس کی وحی بھی انبیاء کی وحی کی طرح دخل شیطان سے منزہ ہوتی ہے۔'' (توضیح مرام ص۱۸،۱۹، خزائن ج۳ ص۶۰ ملخص)

لہٰذا اس صورت میں مرزا قادیانی کا کلام آپ پر حجت ہے اور مولانا صاحبؒ کا کلام عاجز پر حجت نہیں۔ میں ان کے کلام کو مثل وحی اور وہ بھی مثل وحی انبیاء کے دخل شیطان سے منزہ ہرگز ہرگز نہیں جانتا بلکہ میرے اعتقاد میں مولانا غیر معصوم تھے اور ان کے کلام میں بھی غلطی کا امکان ہے۔

قولہ..... ''اور صراط مستقیم میں لکھا ہے۔''

اقول..... مرزا قادیانی اور جو اقوال صوفیہ کے آپ نے نقل فرمائے ہیں وہ اور ان کے علاوہ اور بہت سے اقوال پادری فنڈر صاحب نے مفتاح الاسرار میں نقل کئے ہیں۔ آپ جواب مفتاح الاسرار کو

ملاحظہ فرما لیجئے اور اگر حوصلہ ہو تو اس کا جواب لکھئے۔ عاجز جواب الجواب لکھے گا ان شاء اللہ تعالیٰ!

قول...... "جو اقوال ٹائٹل پیج جناب نے مرزا قادیانی کے ازالہ سے نقل فرمائے ہیں۔ وہ یا تو جناب کی خوش فہمی ہے یا محض خلاف نفس الامر۔"

اقول..... ناظرین مولوی صاحب کے اس قول کو ضرور یاد رکھیں (یا محض خلاف نفس الامر) اب اگر مولوی صاحب قصداً جھوٹ نہیں بولتے تو ان اقوال ٹائٹل پیج میں سے ایک تو خلاف نفس الامر بتلا دیں گے اور اگر ان میں سے ایک کو بھی مولوی صاحب خلاف نفس الامر نہ فرمائیں گے تو تمہید میں محض خلاف نفس الامر کہہ دینے سے مولوی صاحب کا اپنا جھوٹ بولنا خود قبول کرنا پڑے گا۔

قول . "یہ خطاب نفسانی مولویوں اور خشک ملاؤں سے ہے جو آسمانی دروازوں کو بند کرنا چاہتے ہیں۔"

اقول . یہ تو آپ ارشاد ہو کہ یہ عرض میری محض خلاف نفس الامر تو نہیں ہے۔ جب واقعی ہے تو مجھے کچھ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں آپ جیسے خوش فہم لوگوں کے لئے کسی قدر تشریح کی ضرورت ہے۔ کیوں جناب مولوی صاحب وہ کون سے مولوی صاحبان ہیں۔ جن کی نسبت مرزا قادیانی ایسا فرماتے ہیں۔ وہی جو مرزا قادیانی کو کسی وجہ کا بھی نبی نہیں جانتے۔ وہی جو مرزا قادیانی کی وحی کو انبیاء علیہم السلام کی وحی کی طرح دخل شیطان سے منزہ نہیں مانتے۔ وہی جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی جسمی معراج کے ملاحظہ خیال میں بچے ہوئے ہیں۔ وہی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کو شعبدہ نہیں کہتے۔ وہی جو مرزا قادیانی کو استعارہ کے طور پر حقیقت میں شریک نہیں سمجھتے اور نہ مرزا قادیانی کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ وہی جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضور پاک ﷺ کے پاس آنا بموجب حدیث متفق علیہ بروایت عمر بن الخطابؓ مانتے ہیں اور ملائکہ کو ارواح کواکب نہیں جانتے۔ وہی جو لیلۃ القدر کو درحقیقت ایک رات مانتے ہیں اور آیت مقدسہ میں ذکر سجدہ آدم کو حضرت آدم ہی کے حق میں جانتے ہیں۔ وہی جو قادیان کی عزت مثل مکہ شریف اور مدینہ منورہ کے قبول نہیں کرتے۔ وہی جو مرزا قادیانی کو مسیح موعود نہیں کہتے۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے ابھی تک منتظر ہیں۔ وہی جو انگریزوں کو دجال نہیں کہتے بلکہ دجال کے حال کو بموجب احادیث صحیحہ کے مانتے ہیں اور ریل کو بموجب ارشاد مرزا قادیانی دجال کا گدھا نہیں کہتے۔ جس پر مرزا قادیانی اقدس سفر کیا کرتے تھے۔ شاید انہیں معاندوں کی وجہ سے مرزا قادیانی ان علماء کے حق میں فرماتے ہیں کہ: "میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک کافر مومن ہو جانا تمہارے ایمان لانے سے زیادہ قریب قیاس ہے۔" (ازالہ اوہام ص۲، خزائن ج۳ ص۱۰۴)

اور آیت "واذ تخلق من الطین" کے ماننے والوں کو تھوڑا سا پھیر پھیر کر کے
مرزا قادیانی نے صاف فرما دیا کہ "ایسے خیال رکھنے والے بلاشبہ دائرہ اسلام سے خارج
ہیں۔" (ازالہ اوہام ص ۱۲۹، ۱۳۰، خزائن ج ۳ ص ۱۲۵ حاشیہ) اسی واسطے تو عاجز نے عرض کیا تھا کہ ہر
طبقہ میں دس دس بیس بیس نکلیں تو دو دو چار چار تو ایسے مسلمان نکل آتے جو مرزا قادیانی کے ہم اعتقاد
اور ہم خیال ہوں تو ماسوا کو پھر دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ جناب تو دو
چار نام بھی ایسے نہیں بتا سکے اور نہ بتا سکتے ہو۔ کیونکہ ایسا اعتقاد کا ایک مسلمان بھی اس تیرہ سو برس
میں نہیں گزرا تو اس صورت میں مرزا قادیانی اور ان کے دو چار مخلصوں کے علاوہ سبھی کو کافر سمجھنا
پڑے گا۔ نعوذ باللہ منہا! اور پھر باوجود اس کے کیسی سادگی سے مولوی صاحب فرماتے ہیں
کہ: "مرزا قادیانی نے تو کسی مسلمان کو کافر یا مشرک نہیں کہا اور ایک لفظ بھی دشنام کا استعمال نہیں
کیا۔ مولوی اسماعیل شہیدؒ نے مسلمانوں کو مشرک لکھا ہے۔ تقویۃ الایمان کو دیکھو۔"

آفریں بادبریں ہمت و تراب شیوہ
عشق کافر کا کیا آپ مسلمان رہا

قول... "آپ کے وعظ میں تو کہیں اس سے زیادہ سخت الفاظ ہوتے ہیں۔"

اقول... اگر سچے ہو تو تحقیق کراؤ۔ ورنہ اس قدر دروغ بے فروغ میری طرف سے کافی ہے۔ "لعنۃ اللہ علی الکاذبین"

قول... "پھر اس پر طرہ یہ کہ خاص خاص اشخاص کا نام لے کر۔"

اقول... اگر سچے ہو تو خود آ کر یا کسی معتبر کو بھیج کر جامع مسجد میں کسی معتبر کی گواہی سے اس
کی تصدیق کروا دیجئے اور آپ کی مگر مرزا قادیانی کا خاص خاص اشخاص کو نام لے کر برا کہنا تو میں
ثابت کئے دیتا ہوں۔ اگر ایمان ہے تو شرماؤ گے۔ کیونکہ حیاء شعبہ ایمان ہے۔ دیکھو (اشتہار
۱۰/ اکتوبر ۱۸۹۱ء) جس میں حضرت شیخ الکل کی نسبت لاف وگزاف بکا ہے اور دیکھو تقریر واجب
الاعلان (۲۳/ اکتوبر ۱۸۹۱ء) جس میں علاوہ درشتی کوئی دقیقہ کذب کا بھی اٹھا نہیں رکھا اور کتاب
"سجلناہ من عندنا" کو بھی ملاحظہ فرمائیے اور مولوی اسماعیل صاحب علی گڑھی کی نسبت
رسالہ فتح الاسلام میں دیکھو کیا کیا لکھا ہے اور مولوی عبدالرحمن لکھو کے والے اور مولوی عبدالحق
وغیرہم کی نسبت جو جو کچھ لکھا ہے اس سب حال سے آپ خبردار ہیں۔ کیوں جناب مولوی
صاحب یہی انصاف ہے۔ یہی حسن ظن ہے۔ یہی ادب مناظرین دین ہے۔ اسی کا نام تقویٰ
ہے؟ "کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون"

قولہ: ۔ ''بعض صاحبوں نے اس کے استفاثہ کا مجھ کو مشورہ دیا۔''

اقول... اگر اللہ تعالیٰ کے مواخذہ پر چھوڑتے تو اس قدر اسباب بے جا اور غلط شکایت میں اوراق سیاہ نہ کرتے۔ کیونکہ عند اللہ اگر وہ اقوال قابل مواخذہ ہیں تو بغیر آپ کی طول بیانی کے بھی اللہ تعالیٰ مواخذہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کے بیان اور نیت سے واقف ہے۔ ہماری شکایت سے کچھ نہیں ہوتا اور وہ ارحم الراحمین مجھ پر اور آپ پر رحم فرمائے ورنہ ہر بات ہماری قابل مواخذہ ہے۔ ''وما ابرئ نفسی ان النفس لامارة بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی لغفور رحیم'' مولوی صاحب اگر یہ ارشاد آپ کا سچ ہے تو بے شک مواخذہ کے قابل ہے اور اگر آپ نے گریز مناظرہ کے حیلے کے لئے عاجز پر تہمت لگائی ہے تو میری حمایت کو اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ آپ ضرور استغاثہ کریں۔ غریب مجھ سے مکالمہ ان شاء اللہ تعالیٰ بے تہمت و تکرار پیش کروں گا اور عاجز تو کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ جو کچھ آپ فرماتے ہیں اگر چہ یہ بالکل غلط ہے۔ مگر نہ اس کا استغاثہ کرنے کو دل چاہتا ہے نہ یہ منظور ہے کہ میری وجہ سے آپ اللہ تعالیٰ کے مواخذہ میں گرفتار ہوں یا کوئی شخص کہ جو مجھ کو کچھ کہتا ہے یا کوئی بدسلوکی کرتا ہے میری یہ خواہش نہیں کہ یوم حساب میں اس سے مواخذہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے اور مجھ پر بھی اور اللہ کی حکمت ''لاملئن جهنم'' پر میرا ایمان ضرور ہے۔ مگر دل نہیں چاہتا کہ ایک شخص بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہو۔ ''ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزيز الحكيم'' اور کسی کے برا کہنے کا برا ماننا والحمد للہ اچھا ہے۔

گر از دشنام رنجی وشوی از مدح خوش طبعے
دے مرد آزمان گردی کہ ہر دو گردت یکساں

قول نمبر ۲ ''مولوی صاحب ذرا اللہ تعالیٰ سے بھی خوف کرنا چاہئے یہ تقریر تو کسی معترض کے اعتراض کی ہے۔ جو مرزا قادیانی نے واسطے جواب دینے کے ازالہ میں نقل کی ہے۔ نہ اس واسطے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک حضرت عیسیٰ بن مریم فی الحقیقت اس اعتراض کے مورد ہیں۔''

اقول..... مولوی صاحب یہ نصیحت تو آپ کی بہت ہی پسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو توفیق عنایت کرے۔ مگر یہ ارشاد آپ کا بالکل غلط ہے۔ یہ تقریر کسی معترض کے اعتراض کی نقل ہے۔ اگر آپ کو کچھ بھی حمیت اسلام باقی ہے تو مرزا قادیانی سے دریافت کر کے اس کتاب اور معترض کا نام تحریر فرمائیے۔ ''فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا''

قولہ..... ''اے مولوی صاحب اتق اللہ''

اقول..... اے جناب احسن المناظرین صاحب اگر واقعی آپ کو قیامت پر ایمان ہے اور اللہ اور رسول سے شرم ہے تو اوّل اس معترض اور کتاب کا نام بحوالہ سنہ طبع و صفحہ بتا دیجئے۔ جس میں بقول جناب کے کسی معترض نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر یہ اعتراض کیا ہے۔ بعد تصحیح نقل کے جو کچھ لام کاف جناب نے عاجز کے حق میں تحریر فرمایا ہے اور دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں اور بخار نکالا ہے سب بجا اور درست ہے۔ ورنہ میری طرف سے یہی جواب ہے کہ ''اتق اللہ''

قولہ..... ''حضرت میں آپ سے ہارا اور پھر ہارا۔''

اقول..... واہ جناب صدقے جایئے آپ کے قلم کے کہ اس سفید ریش پر کیا مناسب الفاظ منہ سے نکلتے ہیں۔ گویا پھول جھڑتے ہیں۔ میں سچ عرض کرتا ہوں۔ جناب کے یہ جا بے جا طعن اور طنز یہ مضمون و خرافات عاجز کو بہت ابھارتی ہے۔ نا شتعال کا سبب ہوتی ہے۔ پھر اس سے کیا فائدہ اور یہ جو کہیں کہیں عاجز کے قلم سے کوئی بات نکل گئی ہے۔ یہ جناب ہی کی تقریر کا اعجاز ہے۔ ورنہ عاجز کو اس سے پہلے کبھی اس شکایت و خرافات لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

مردے کو جلاتی ہے تری تازی تقریر
اعجاز کا اعجاز ہے تقریر کی تقریر

قولہ نمبر ۳ یہ اعتراض بھی ''لا تقربوا الصلوٰۃ'' سے آگے بڑھا ہوا ہے۔

اقول..... اے حضرات ناظرین باتمکین! اللہ تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو اپنی رحمت عامہ سے اپنی رضا جوئی کی توفیق دے اور میرے بھائی فرضی مسیحیوں کو بھی قلب سلیم اور دماغ روشن عنایت فرمائے کہ وہ حق و باطل میں تمیز کریں۔ بات یہ ہے کہ میرے مخاطب چونکہ ایک مولوی صاحب ہیں اور وہ بھی فرضی مسیحیوں میں احسن المناظرین اور اپنے مسیح کی تمام تصنیف دیکھے بھالے اس وجہ سے میرے فہم نے تصور کیا کہ تفصیل کی ضرورت نہ سمجھا۔ مولوی صاحب اب میں حضور کے ذہن کے موافق تفصیل کئے دیتا ہوں اچھی طرح سن لیں۔ اے ناظرین! اس گروہ کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی پر اعتراض کرتا یا کسی کو برا کہنا یا اس پر سب و شتم کرنا چاہتے ہیں تو اپنے دل کے بخار نکالنے کے لئے یہ ذریعہ گھڑ لیتے ہیں کہ اول کوئی اعتراض اس کی طرف سے اپنے اوپر گھڑتے ہیں۔ پھر دل کھول کر اس پر سب و شتم کرتے ہیں اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ سامعین کے دل میں اس شخص یا اس کے کلام کی وقعت مرزا قادیانی سے یا مرزا قادیانی کے کلام سے زیادہ نہ دکھائی دے یا بالکل جاتی رہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار حضرت شیخ الکل جناب مولانا سید محمد

نذیر حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت لکھا۔ مولانا صاحب نے ایک لفظ بھی تحت مرزا قادیانی
کو اپنے کسی خط میں نہیں لکھا تھا۔ جس کی نقل آپ نے ملاحظہ کی ہوگی۔ خواہ مخواہ مولانا صاحب کی
طرف سے اپنی نسبت چند بے جا تہمتیں تراش کر جناب ممدوح پر سب وشتم سے اپنا اشتہار بھر دیا۔
پھر اس پر بھی صبر نہ کیا۔ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۰ء کو ایک اور تقریر ان کی نسبت چھاپ دی جس سے
مرزا قادیانی نے ان کی وقعت کو اپنے زعم باطل اور خیال فاسد میں خلق کے دل سے بالکل اٹھا دینا
چاہا تا کہ مرزا قادیانی کے مقابل میں مولانا صاحب کی کسی تقریر یا تحریر یا کسی فتوے کا اثر نہ رہے۔
ابھی جناب احسن المناظرین صاحب نے عاجز کے مقابل اس بہتان بندی اور افترا پردازی
سے خیال کر لیا ہے کہ ضعف سے ... مضمون حضرت کا رنگ برنگ سے اسی میں رنگا ہوا ہے۔

افسوس بھول گئے۔ ’’فللہ العزۃ جمیعا‘‘ اور ’’وتعز من تشاء وتذل من
تشاء‘‘ اور ’’فللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین‘‘ چونکہ مرزا قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا
دعویٰ کیا ہے اور اپنے کلام والہام کو مثل وحی انبیاء کے دخل شیاطین سے منزہ ہونے کا دعویٰ کرتے
ہیں۔ اس وجہ سے مرزا قادیانی نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ آپ مسیح موعود
ہیں تو مثل مسیح کوئی معجزہ دکھلائیے۔ اس بناء پر چند اعتراض اپنی طرف سے تراش کر اپنے بیان
میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی ایسی صورت دکھائی ہے کہ وہ بالکل بیہودہ اور بے وقعت
معلوم ہوں۔ چنانچہ نتیجہ اپنی لمبی چوڑی تقریر کا یہی نکالا ہے کہ ’’یہ عاجز اگر مسیح کے اس فعل کو مکروہ
اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا اور یہ کام مسیح کے ایسے قدر
کے لائق نہیں جیسا کہ عوام خیال کرتے ہیں۔‘‘ جس کی تفصیل عاجز آگے بیان کرتا ہے۔ ان شاء
اللہ تعالیٰ اسی طرح جب مرزا قادیانی نے اپنی اخلاقی حالت کو اچھا نہ پایا تو اپنے اوپر چند اعتراض
فرضی گھڑ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایسے اعتراض کئے جن سے عیسیٰ علیہ السلام کی اس اخلاقی
حالت پر جو قرآن مجید ان کی بیان فرماتا ہے دھبہ لگ جائے اور بے وقعت معلوم ہو۔ اسی طرح
جب اپنی وحی پر غور کی اور اچھا نہ دیکھا تو چند اعتراض فرضی اپنے اوپر کر کے قرآن مجید کے طرز
بیان کی نسبت بیان میں ایسی صورت دکھائی کہ مرزا قادیانی کی وحی سے اس میں کوئی بہت زیادہ
خوبصورتی اور عظمت نہ معلوم ہو۔ گویا یہ دکھایا ہے کہ جو اعتراض مرزا قادیانی کے الہام پر ہوتے
ہیں۔ وہی قرآن مجید پر بھی ہوتے ہیں۔ نعوذ باللہ! اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام پر بھی اور جو
اعتراض مرزا قادیانی پر ہوتے ہیں وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی۔ اور معجزات تو حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے مکروہ اور قابل نفرت مرزا قادیانی کی شان اس سے بالا وہ کیوں ایسے مکروہ کام کی

طرف توجہ فرمائیں۔ اب بعد اس تمہید کے عاجز مرزا قادیانی کے کلام کی تفصیل اور اپنے اعتراض
اور مولوی صاحب کا جواب اور اپنا جواب الجواب پیش کر کے ناظرین سے انصاف چاہتا ہے کہ یہ
خوش فہمی یا نادانی عاجز کی ہے یا جناب احسن المناظرین صاحب کی حسن لیاقت ہے؟

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ ”پہلی غلط فہمی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنے
مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے۔“ دیکھو (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۱، خزائن ج ۳ ص ۱۰۹)
حقیقت میں یہ نکتہ چینی مرزا قادیانی کی نسبت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ مگر مرزا قادیانی نے اس بنا پر
قرآن مجید اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے کلام پر اعتراضوں کی بوچھاڑ کر دی اور جھاڑ باندھ
دیا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”اگر ہر ایک سخت اور آزار دہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی
اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن
شریف گالیوں سے پر ہے۔“ (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۰، خزائن ج ۳ ص ۱۰۹) پھر انجیل شریف کی
نسبت مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ ”کسی نبی کے کلام میں ایسے سخت اور آزار دہ الفاظ نہیں ہیں۔
جیسے انجیل میں ہیں۔“ (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۹، خزائن ج ۳ ص ۱۱۰)

حاصل یہ کہ (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۰ تا ۳۰) تک یہ امر بھی مذکور ہے۔ جس میں سے کل تو
میں نہیں بیان کر سکتا۔ مگر نمونے کے طور پر کچھ تھوڑا سا عرض کرنا بھی ضروری جانتا ہوں۔

مرزا قادیانی کے بعض اقوال بطور نمونہ

۱..... ”قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک
غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین
کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا
ہے..... ایسا ہی کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف نہ صرف حیوان
بلکہ کفار اور منکرین کو دنیا کے تمام حیوانات سے بدتر قرار دیتا ہے..... ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی خاص
آدمی کا نام لے کر یا اشارہ کے طور پر اس کو نشانہ بنا کر گالی دینا زمانہ حال کی تہذیب کے خلاف
ہے۔ لیکن قرآن شریف میں بعض کا نام ابولہب اور بعض کا کلب اور خنزیر رکھا اور ابوجہل تو خود
مشہور ہے ایسا ہی ولید مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں
معلوم ہوتی ہیں۔ استعمال کئے ہیں۔“ (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۲۵ تا ۲۷، خزائن ج ۳ ص ۱۱۵، ۱۱۶ ملخص)

پھر ارشاد فرماتے ہیں: ”اور اس جگہ ایک نہایت عمدہ لطیفہ یہ ہے کہ ولید مغیرہ نے نرمی
اختیار کر کے چاہا کہ ہم سے نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ اس کے جواب میں اس کے تمام پردے کھولے

گئے۔"

(ازالہ اوہام حصہ اول حاشیہ ص ۱۰۵، ۱۰۶ خزائن ج ۳ ص ۱۷۴)

ناظرین! آپ کو یاد ہوگا کہ حسن بن قطرین صاحب نے فرمایا تھا کہ یہ تو کسی معترض کی تقریر مرزا قادیانی نے جواب دینے کے لئے نقل کی ہے۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ مولوی صاحب اس کا نام بتلائیں کہ کس کافر نے کون سی کتاب میں یہ تقریر کی ہے۔ ہرگز مولوی صاحب نہ بتا سکیں گے تو اب اے ناظرین! آپ غور کریں کہ جناب حسن الدین قطرین نے یہ کیسا دھوکا دینا چاہا اور کیسا صریح مغالطہ دیا ہے کہ جس کی ایک ذرہ اصل نہیں ہے۔ حضرات مرزا قادیانی نے اس لمبی چوڑی تقریر کا نتیجہ نکالا ہے کہ: "یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومنین سے معجزہ کی امید مت رکھو۔"

(ازالہ اوہام حصہ اول خزائن ج ۳ ص ۱۷۶)

اس نتیجہ سے بھی صاف یہ بات نکلتی ہے کہ یہ کسی معترض کی تقریر مرزا قادیانی نے نقل نہیں کی۔ اصل بات وہی ہے جو عاجز نے عرض کی ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ میرا کلام بھی مثل قرآن مجید بے مثل و بے مانند ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی پر جو کچھ تحدی کی تھی انہوں نے اتار دی کہ یہ اعتراض نعوذ باللہ قرآن شریف پر بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی ارشاد فرماتے ہیں: "وہ صفت جو میرے منہ سے نکلی ہے اگر کوئی بھی اس کی مانند بنا سکتا ہے تو سمجھو میں خدا کی طرف سے نہیں آیا۔"

(ازالہ اوہام حصہ اول ص ۳۰۲ خزائن ج ۳ ص ۱۰۲)

یہ ارشاد مرزا قادیانی کا مقابل اس آیت کریمہ کے ہے۔ "وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورة من مثله" یہ دعویٰ مرزا قادیانی کا بالکل اس مصرع کے مطابق ہے۔ مصرعہ

مینڈکی کو بھی لو زکام ہوا

اب چونکہ مرزا قادیانی مسیح موعود یا ان کا مثیل بننا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اسی طرح اپنی طرف سے ایک اعتراض گھڑ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اخلاق اور کلام اور معجزات پر ایسے اعتراض کئے ہیں کہ جس سے یہ نتیجہ پیدا ہو کہ حضرت عیسیٰ میں کوئی ایسی عجیب بات نہ تھی جو مرزا قادیانی میں نہیں ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی ارشاد فرماتے ہیں۔ "مشابہت کے لئے مسیح کی زندگی کے معجزات جو طلب کئے جاتے ہیں اس بارہ میں بھی بیان کر چکا ہوں کہ احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں۔ احیاء روحانی کے لئے یہ عاجز آیا ہے اور اس کا ظہور ہوگا۔ ماسوا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا۔"

(ازالہ اوہام حصہ اول ص ۴ خزائن ج ۳ ص ۱۰۵)

پھر فرماتے ہیں کہ: ''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے۔ مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔''

(ازالہ اوہام حصہ اول ص ۲، خزائن ج ۳ ص ۱۰۴)

اب اسی ازالہ بحث عیسیٰ کی بنا پر جو جو باتیں مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت بتائی ہیں۔ وہ ملاحظہ ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اخلاق کی نسبت مرزا قادیانی کا بیان

''اس جگہ حضرت مسیح کی تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کیونکہ متی ۲۳ باب میں وہ فرماتے ہیں کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہونے کے بڑے بزرگ ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہ لوگ یہودیوں کے مقتداء کہلاتے تھے اور قیصر کے دربار میں بڑی عزت کے ساتھ خاص رئیسوں میں بٹھائے جاتے تھے۔ پھر باوجود ان سب باتوں کے انہیں فقیہوں اور فریسیوں کو مخاطب کر کے حضرت مسیح نے نہایت غیر مہذب الفاظ استعمال کئے۔ بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ان یہودیوں کے معزز بزرگوں نے نہایت نرم اور مؤدبانہ الفاظ سے سراسر انکساری کے طور پر حضرت مسیح کی خدمت میں یوں عرض کی...... اور پھر اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ وہ ان معزز لوگوں کو ہمیشہ شتم موہی کے طور پر یاد کرتے رہے۔''

(ازالہ اوہام ص ۷،۸ حاشیہ خزائن ج ۳ ص ۱۰۷، ۱۰۸)

پھر لکھتے ہیں کہ: ''مسیح کا یہ کہنا سچ ہے کہ میں نیک نہیں ہوں۔''

(ازالہ اوہام ص ۱۱ خزائن ج ۳ ص ۱۰۸)

پھر لکھتے ہیں کہ: ''حضرت مسیح کی سخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے اور انجیل سے ثابت ہے کہ اس سخت کلامی کی وجہ سے کئی مرتبہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے مارنے کے لئے پتھر اٹھائے اور سردار کاہن کی بے ادبی سے حضرت مسیح نے اپنے منہ پر طمانچے بھی کھائے۔''

(ازالہ اوہام حصہ اول حاشیہ ص ۱۶ خزائن ج ۳ ص ۱۱۰)

عاجز نے مرزا قادیانی کے ان تمام بیانات کی نسبت اپنے خط نمبر ۲ میں صرف یہ لکھا ہے کہ افسوس اب غیرقومیں کیا کہیں گی۔ میری غرض ان الفاظ سے صرف اسی قدر ہے کہ جس رنگ سے مرزا قادیانی نے بیان فرمایا ہے۔ اس سے غیرقومیں فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ مثلاً ایک منکر قرآن کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کی سخت بیانی کی نسبت مرزا قادیانی کا جو مسلمان ہیں یہ بیان ہے۔ یہودی کہہ سکتا ہے کہ ایک مسلمان کا مسیح کے معجزات اور ان کی اخلاقی حالت کی نسبت یہ بیان

ہے۔ اب ناظرین غور فرما سکتے ہیں کہ اس قدر اس قول پر عاجز کا عرض کرنا بے جا ہے یا بجا اور مولوی صاحب کا اس موقع پر عاجز کی نسبت بے فضا اور طول کلامی درست ہے یا سراسر تحکم؟

قولہ…… "ایہا الناظرین ذرا ازالہ کو دیکھنا چاہیئے کہ حضرت اقدس مرزا قادیانی کیا لکھتے ہیں۔ واضح ہو کہ کوئی معترض حضرت اقدس مرزا قادیانی پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ تمہارے کلام میں سب وشتم ہے۔ حضرت اقدس مرزا قادیانی اس کا جواب یہ دیتے ہیں۔"

اقول…… اے جناب احسن الناظرین ذرا ہوش میں آ کر بات کرو۔ دوبارہ میرے خط نمبر ۲ کو ملاحظہ فرماؤ عاجز نے یہ کب لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کسی کے جواب میں نہیں لکھتے۔ میرا اعتراض تو مرزا قادیانی کی طرز ادا پر ہے۔ کیا جب کوئی ہم کو کہے کہ تم گالیاں بہت بکتے ہو تو معاذ اللہ ہم کو یہ جواب دینا روا ہے کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے بھرا ہوا ہے۔ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" مجھے یاد آیا کہ دہلی میں ایک صاحب مطبع پر جو ابھی تک زندہ ہے۔ جس کا نام ظاہر کرنا میں نہیں چاہتا۔ لذت النساء کے چھاپنے پر مقدمہ فوجداری قائم ہوا۔ فرد جرم قرار دادہ لگائی گئی۔ بحث کے وقت اس بے حیا مجرم نے مجسٹریٹ کے روبرو آیہ حرث بیان کر کے کہا کہ قرآن میں بھی فروج اور آسنوں کا ذکر ہے۔ مجسٹریٹ نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ سو روپے جرمانہ اصل جرم کی سزا میں، پچاس روپے جرمانہ بابت اس جرم کے کہ ملزم نے ہمارے روبرو قرآن شریف کی نسبت گستاخی کی۔

ناظرین! اس نصرانی مجسٹریٹ کے انصاف کو ملاحظہ فرمایئے اور قادیانی مولوی صاحب کی دلیری کو کہ کس جوش کے ساتھ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی پر کوئی معترض اعتراض کرتا ہے کہ تمہارے کلام میں سب وشتم ہے۔ مرزا قادیانی یہ جواب دیتے ہیں کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔ استغفراللہ! خوش اعتقادی اور خوش فہمی احسن الناظرین کی کس حد تک پہنچی ہے۔ اے مولوی صاحب آپ کو کیا ہو گیا۔ آپ تو بڑی استعداد مشہور تھے۔

کیفیں میں ہے مومن وہ کافر صنم
بس اب پاسبانی دین ہو چکی

قولہ …… نمبر۲: "یہ بھی بجواب معترض کہا گیا ہے۔"

اقول …… جواب مرقوم ہوا۔

قولہ…… نمبر۳: "میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ جو شخص بحوالہ آیت "انی اخلق لکم من الطین" کے یہ اعتقاد رکھے۔"

اقول...... مولوی صاحب بحوالہ آیت کسی مسلمان خاص کر کسی موحد نے کسی کتاب میں یہ اعتقاد اپنا یا کسی کا بیان کیا ہو تو اس کا حوالہ لکھ دیجئے۔ یہ تو آپ کی اور آپ کے مرزا قادیانی کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ کسی تاریخ ہی سے یہ ثابت کر دو کہ کبھی کسی زمانہ میں موحدین کا بحوالہ اس آیت کے یہ اعتقاد تھا۔ ورنہ ان کہاں سے لگانے سے کیا حاصل۔ اصل مقصود آپ کے مرزا قادیانی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات پر حملہ کرنا ہے۔ اب کوئی بہانہ تو ضرور چاہئے۔ لہٰذا خوب سے بڑا بہانہ بس یہ ہے۔ بات تحریری جس کی کوئی اصل دنیا کے تمام اہل اسلام میں خاص کر موحدین کی ذات میں تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ قیامت تک نہ ثابت کر سکیں گے۔ جب یہ بات غلط ہے تو آپ کا اس آیت کو بہ پیرایہ معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اعتراض غلط بر غلط اور اس بناء پر مسلمانوں کو بحوالہ آیت مشرک اور خارج از دائرہ اسلام کہنا بھی غلط اور مولوی محمد اسماعیل شہیدؒ نے جن کو مشرک فرمایا ہے۔ ایسے تو لاکھوں ہندوستان میں تھے اور اب بھی ہیں۔ شیخ سدو کے ماننے والے تو آپ ہی کے وطن شریف میں ہزاروں موجود ہیں اور اس پر بھی میں عرض کر چکا ہوں کہ مولوی اسماعیل کو میں کسی درجہ کا بھی نبی نہیں جانتا۔ ان کے کلام کو وحی بھی نہیں سمجھتا۔ چہ جائیکہ اس وحی کو دخل شیطان سے منزہ سمجھوں پھر ان کا قول مجھ پر کیونکر حجت ہو سکتا ہے۔ آپ ناحق بار بار ان کے حوالہ کی تکلیف فرماتے ہیں۔

ناظرین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مرزا قادیانی نے فوری اعتراض گھڑ کے اہل اسلام پر اور آیت قرآن پر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات پر حملہ کر دیا۔ تاکہ یہ آیت اور اس کے ماننے والے اور یہ معجزات جن کا اس آیت میں ذکر ہے۔ سب بے وقعت معلوم ہونے لگیں اور مرزا قادیانی کے مقابل کوئی شخص یہ آیت پیش نہ کر سکے۔ چنانچہ اس کا جواب کسی قدر تفصیل سے عاجز مولوی صاحب کے جواب الجواب نمبر ۲ میں بیان کرتا ہے۔ یہاں اسی قدر کافی ہے کہ مرزا قادیانی کا مطلب دیگر ہے۔ ''اللہم اہدنا الصراط المستقیم''

قول...... نمبر ۲: ''کیا مجازی طور پر اور عرفاً کسی مربی کو باپ نہیں کہہ دیا کرتے۔ یہ کیا ضرور ہے کہ باپ کے لفظ سے حقیقی باپ مراد ہو...... مرزا قادیانی نے مجازاً یوسف نجار کو عیسیٰ علیہ السلام کا باپ لکھ دیا ہے۔''

اقول...... آپ اس قدر تکلیف کیوں فرماتے ہیں۔ میرے نمبر ۲ کو ملاحظہ فرمائیے۔ جس میں آپ کے مسیح کا اظہار میں نے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: ''دس بارہ برس پہلے میرا بھی یہی اعتقاد اور خیال تھا جو سب مسلمانوں کا ہے۔''

پس اب جناب مولوی صاحب آپ کو مرزا قادیانی کے دوسرے اقوال نقل کرنے اور زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ جواب کافی ہے جو مرزا قادیانی نے اپنے اشتہار میں اپنے قلم سے لکھا ہے کہ دس بارہ برس پہلے یہی اعتقاد تھا۔ اب بدل گیا۔ اس میں کسی کو کیا زور۔ کیونکہ نزاد مرزا قادیانی کا اب تیار ہوا ہے اور آپ یہ بھی جواب ہے کہ عیسائیوں، آریوں، یہودیوں وغیرہ کے سمجھانے کو یہ بات لکھ دی ہے کہ مسیح یوسف نجار کا بیٹا ہے اور کوئی مسلمان دریافت کرے تو کہہ دیا کہ مجازی طور پر لکھا ہے۔ دوسرے مقاموں میں دیکھ لو۔ چنانچہ خواجہ یوسف صاحب وکیل علی گڑھ سے ۱۴ر اکتوبر ۱۹۰۱ء کی شب کو جو زبانی گفتگو مرزا قادیانی کی ہوئی۔ اس کے سننے والے ابھی زندہ ہیں۔ لیجئے حضرت مولوی صاحب وہ جواب تو میں نے بتا دیئے۔ اب حضور کے حجت کے مقابل تو جواب لکھنے کی تکلیف اٹھانی عبث ہے۔ ہاں بہت سے بھولے ناواقف ہیں کہ اندیشے ایسے بھی ہوں گے جو آپ کے ان ابلہ فریب باتوں پر فریفتہ ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وتوفیق سے بچائے۔

ہوا ہے عشق کا انجام یا رب
بچانا فتنہ آخر زمان سے

قولہ..... ’’آگے رہی بحث معجزات کی کہ فن نجاری میں بھی کوئی معجزہ واقع ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سو گزارش یہ ہے کہ فن نجاری کوئی معیوب فن نہیں ہے۔‘‘

اقول..... عاجز نے تو معیوب نہیں لکھا بلکہ صرف یہ لکھا ہے کہ جو اسے معیوب سمجھے اور کسی کی عزت پر یہ حملہ کہہ کر داغ لگانا چاہے کہ فلاں بڑھئی کا لڑکا ہے۔ اس کی کیا عزت تو کہنے والا خارج از عقل ودین سمجھے۔ تاہم اگر اس صورت میں کہ وہ بڑھئی کا لڑکا نہ بھی نکلے تو اس شخص نے جھوٹ بھی بولا۔ یہ تو جناب کی عبارت اردو میں اور وہ بھی ایک موٹی بات میں خوش فہمی ہے کہ آپ یہ فرماتے ہیں کہ فن نجاری معیوب نہیں۔

ناظرین! اب میں آپ کو مرزا قادیانی کی عبارت سناتا ہوں اور مولوی احسن صاحب کو اس اللہ تعالیٰ بزرگ وبرتر کی قسم دے کر جس کے قبضہ قدرت میں وجاہت وجلالت عزت ودولت ہے۔ یہ کہتا ہوں کہ میرے وہ الفاظ نقل کر کے بتائیں جن سے میں نے فن نجاری کے معیوب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہو یا ان سے ضمناً یا اشارۃً پیدا ہوتا ہو۔ اگر مولوی صاحب نقل نہ کر سکے اور ضرور نقل نہیں کر سکیں گے تو آپ کو میری تمہید بالا کے یقین کرنے میں کوئی شبہ کا موقع نہ رہے گا اور اس گروہ کی عادت سے واقف ہو جاؤ گے اور میرے خط نمبر۲ میں مرزا قادیانی کے فقرہ

نمبر ۹ کو اور دونوں جو کچھ میں نے اپنی رائے لکھی ہے آپ خود ملاحظہ کر لیں۔ پھر مولوی صاحب کے جواب اور عاجز کے جواب الجواب کو دیکھو اور انصاف کرو۔ مصرعہ

مصطفاؤں زنا کہتا خدا کی

ہاں اب میں چند اعتراض کرتا ہوں۔ مولوی صاحب ان اعتراضوں کو اٹھائیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول یہ نقل فرمایا ہے: ’’انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ (آل عمران:۴۹)‘‘ میں بنا دیتا ہوں تم کو مٹی سے صورت جانور کی۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جاتے ہیں اڑتا جانور اللہ کے حکم سے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول کی نسبت مرزا قادیانی کا عرفان یہ ہے۔

قولہ: ’’ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید نہیں۔ کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں کثرت سے ہیں اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں..... ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اول ص ۳۰۳،۳۰۵، خزائن ج ۳ ص ۲۵۵،۲۵۶ حاشیہ)

(سب لہو ولعب کل معجزوں کی نسبت فرما دیا)

ناظرین! آپ نے سمجھا کہ اس تقریر سے مرزا قادیانی کا مقصود صرف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات جس کا وہ دعویٰ فرماتے ہیں۔ لیکن وقعت کے قائل نہیں کہ مرزا قادیانی اس طرف توجہ فرمائیں۔ کیونکہ اس لہو ولعب سے مرزا قادیانی کا کیا تعلق۔ مرزا قادیانی کی شان تو اس سے بالا و اعلیٰ ہے۔ وہی گل پھر یہ کھلے بے وقعت دکھانے ان معجزات کے ایک یہ تقریر بھی مرزا قادیانی فرماتے ہیں۔ ’’تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۳۰۳، خزائن ج ۳ ص ۲۵۴ حاشیہ)

اور اسی موقع پر مرزا قادیانی نے بھی تقریر پہلا عوض کے ثبوت میں گزر دی۔

"حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے کہ جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔"

(ازالہ اوہام ص ۳۰۳، خزائن ج ۳ ص ۲۵۴، ۲۵۵ حاشیہ)

حاصل بات تمام تقریر یوں کا مرزا قادیانی نے یہ نکالا ہے۔

"بہر حال مسیح کی یہ تربی کارروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں ہے۔ جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے امید قوی رکھتا ہوں کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔" (ازالہ اوہام ص ۳۰۹، خزائن ج ۳ ص ۲۵۸)

ناظرین! اب تو آپ کو دل آزاری اور مقصد اصلی مرزا قادیانی کا معلوم ہو گیا۔ لو حضرت مولوی صاحب جب تو کوئی اعتراض کسی نے نہیں کیا تھا۔ اب جناب کے دل بہلانے کے لئے کچھ اعتراض کرتا ہوں اور آپ کے جواب الجواب میں ان شاء اللہ تعالیٰ پوری تفصیل کر دوں گا۔

اعتراض اوّل… مسیح علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا کہنا جھوٹ ہے اور خلاف کتاب وسنت ہے۔ خود کسی نسبت سے کیسے حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اپنی کنیت ابو القاسم مت رکھو۔ جب حضرت ﷺ اس قدر کو بھی منع کریں تو مرزا قادیانی کا بجا آپ کہنا اور آپ کا حمایت کرنا سب مردود ہے۔

اعتراض دوم… حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھئی کہنا خلاف کتاب وسنت ہے۔ اگر سچے ہو تو کتاب وسنت سے ثابت کرو۔ ورنہ خدا سے شرماؤ۔

اعتراض سوم… بڑھئی کا کام کاٹ اور لوہے سے متعلق ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں مٹی کی چیز یا اڑتی ہوئی بناتا ہوں۔ مگر کمہار کے کام سے زیادہ مشابہت کے سبب سے یہ الزام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا قادیانی لگاتے ہیں تو زیادہ بے وقوفی ظاہر ہوتی۔ کیا نجاری اور کوزہ گری کا کام قادیانی امر ہے۔ میں ایسے بڑھئی ہوں کہ جو کمہار کا کام بھی جانتے ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔

اعتراض چہارم… کسی تاریخ سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے وقت شعبدہ بازی اور صنعتوں کا زور تھا۔ اگر سچے ہو تو اس تاریخ کا حوالہ مع سنہ طبع وصفحہ وسطر بتلا دو ورنہ افتراء سے توبہ کرو۔

اعتراض پنجم… مرزا قادیانی کا یہ قول اعتقاد نہ کرنے کی وجہ سے یا صنعت وحرفت کے طور پر

یا شعبدہ اور نیرنجات کے ذریعہ بطور لہو ولعب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ معجزات دکھاتے تھے۔ بالکل غلط اور مخالف کتاب اللہ ہے۔ تمہارے مرزا قادیانی کی اس ساری تقریر کا خدا تعالیٰ رد فرماتا ہے کہ مرزا غلط کہتا ہے۔ مسیح کے معجزات میں جس قدر صورتیں مرزا قادیانی نے بیان کی ہیں وہ سب غلط ہیں۔ عیسیٰ نہ صنعت وحرفت جانتا تھا نہ شعبدہ باز تھا اور نہ نیرنجات کے طور پر مسمریزم کی طریق پر بطور لہو ولعب یہ کام کرتا تھا۔ بلکہ بات اصل یہ ہے کہ جو کچھ وہ کرتا تھا ہمارے فضل اور ہماری قوت سے کرتا تھا اور وہ کیا کرتا تھا اور کیا کر سکتا تھا۔ جو کچھ کرتے تھے ہم کرتے تھے۔ عیسیٰ ہمارا ایک خاص بندہ تھا۔ جس کو ہم نے سرفراز کیا اور اپنے خزانہ سے یہ نعمت عنایت کی جو کوئی اس کے برخلاف کہتا ہے وہ ہمارا مخالف ہے اور جھوٹا ہے۔ ’’اذ قال اللّٰه يعيسى ابن مريم اذكر نعمتي عليك وعلى والدتك اذ ايدتك بروح القدس تكلم الناس في المهد وكهلا واذ علمتك الكتب والحكمة والتورىة والانجيل واذ تخلق من الطين كهيئة الطير باذني فتنفخ فيها فتكون طيرا باذني وتبرئ الاكمه والابرص باذني واذ تخرج الموتى باذني واذ كففت بني اسرائيل عنك اذ جئتهم بالبينت فقال الذين كفروا منهم ان هذا الا سحر مبين‘‘

جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب مدد کی میں نے تیری روح پاک سے۔ تو کلام کرتا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور پکی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر دم مارتا تو اس میں تو ہو جاتا جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا ماں کے پیٹ کے اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب تو نکال کھڑے کرتا مردے میرے حکم سے اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے (یعنی قتل کرنے نہ دیا) جب تو ان کے پاس نشانیاں لایا تو جو ان میں کافر تھے کہنے لگے کہ اور کچھ نہیں یہ تو جادو ہے صریح۔

اعتراض ششم: ... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ سوا اس کے کوئی بات نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سحر ہیں۔ مرزا بھی طرح طرح کہہ رہا ہے۔ ’’فقال الذين كفروا منهم ان هذا الا سحر مبين‘‘ اور مرزا قادیانی کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی نسبت ایک یہی رائے ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ’’ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آ سکیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۳۰۵، خزائن ج ۳ ص ۲۵۶)

اب کان کھول کر سنئے کہ مسمریزم عمل کو کہتے ہیں۔ دیکھو طلسمات فرنگ و ذخائر الافکار و ذخائر المطلوب کتب علم مسمریزم سب متفق ہیں کہ مسمریزم عمل ہے اور اس کے آلہ کا نام ترشل جادو ہے اور اس کی بہت اقسام ہیں اور بہت طریقے ہیں۔ اب کے جواب الجواب میں ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیل کروں گا۔ جناب حسن الحمد قمرین صاحب مرزا قادیانی کی حمایت میں ہتھیار باندھتے اور اللہ و رسول سے لڑائی کی تیاری کیجئے۔ اب قطعاً یا توں سے مرزا قادیانی کی حمایت نہ ہو سکے گی۔

قولہ...... نمبر ۲: "مولوی صاحب گستاخی معاف۔ آپ کو حقیقت خوارق عادات کی معلوم ہی نہیں کہ کیا چیز ہیں۔"

اقول...... مولوی صاحب معلوم کہاں سے ہوں نہ دلی میں رہی نہ بھنگ کی پڑیا آئی۔ ہاں اہل سنت کے علماء نے جو عقائد کی کتابیں لکھی ہیں شاید چھوٹی بڑی ۲۳ عاجز کی نظر سے گزری ہیں۔ ان میں جو کچھ لکھا تھا دیکھ لیا اور چھوٹی بڑی کوئی چالیس تفسیریں بھی عاجز کے پاس ہیں۔ ان میں بھی جہاں کہیں جس موقع پر جس تفسیر میں یہ بحث آئی دیکھ لی۔ تفسیر کبیر میں تحت آیہ "یعلمون الناس السحر" جو کچھ امام فخر الدین رازی نے خوارق عادات کا حال لکھا ہے یا اسی موقع پر فتح العزیز میں مولانا شاہ عبدالعزیز نے لکھا ہے یا جو مدارک میں السحر حقیقة عند اہل السنة کثرہم اللہ تعالیٰ "الی آخر لکھا ہے۔ دیکھ لیا ان کے سوا سر مکتوم اور حیل و کوک وغیرہ بھی بانٹیں ہیں۔ مگر مرزا قادیانی کی طرح نہ مجھکو الہام ہوا نہ ایسا کشف ہوا۔ پھر حقیقت معلوم ہو تو کیونکر۔

تو نہ جانے عشق بازی اور ہم نادان ہوں
یہ سمجھ کہتا ہے ناسمجھ تو نے کیا جانا نہیں

قولہ...... "نزد اہل اولیاء اور صلحاء کے نزدیک خوارق عادات سوا کشوف اسرار شرعیہ والہامات غیبیہ ومقامات الہیہ کی بڑی عظمت کی چیز ہیں۔"

اقول...... تصوف میں فتوحات، رشحات، انوار اربعہ، فتوح الغیب، کشف المحجوب، مرقاۃ الاسرار، در منظوم، علم الکتاب، سر مخزن، رحمت، سلسلۃ الذہب، فصوص، نصوص اور اکثر بزرگوں کے ملفوظات ومکتوبات وغیرہ۔ عاجز کی نظر سے گزری ہیں۔ مگر واقعی بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا الہام نرالی چیز ہے۔ افسوس کہ جناب نے بھی بہت ہی ماتھ رگڑا۔ مگر کوئی عبارت ایسی پیش نہ کی جس سے مرزا قادیانی کے مضمون کی کچھ تائید ہوتی اور جو عبارت مجالس الابرار کی آپ نے نقل کی ہے وہ نہ آپ کے لئے مفید اور نہ عاجز کے لئے مضر اور منصب امامت کی عبارت تو سراسر عاجز کے لئے مفید ہے۔ نہیں معلوم اس کی عبارت سے دو صفحے آپ نے کیوں بھر دیئے۔ حضرت آپ جواب

الجواب تبصرہ کو آپ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔ مرزا قادیانی پر جو اعتراض ہیں ان کو اٹھایا گیا۔ یہ ساری تقریر تو آپ کے لئے مفید اور عاجز کے لئے مضر اس وقت ہوتی اگر عاجز یہ کہتا کہ نبی کے لئے معجزہ اور ولی کے لئے کرامت لازمی اور ضروری چیز ہے۔ میں نے تو یہ عرض کیا ہے اور کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو شعبدہ کہنا یا یہ کہنا کہ وہ آلات وادوات کے ذریعہ سے ایسے معجزے دکھاتے تھے جو خرق عادت نہ تھے اور یہ کہنا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یہ معجزات مکروہ اور قابل نفرت نہ ہوتے تو یہ عاجز ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا قابل اعتراض ہے۔ آپ اکمل اولیاء یا علماء کے اقوال میں سے ایک قول بھی ایسا نقل کر دیجئے جیسا مرزا قادیانی کا ارشاد ہے تو البتہ قابل التفات ہو۔ صاحب لمعات کی عبارت جو آپ نے نقل فرمائی ہے۔ اس کا مطلب تو صاف یہ ہے کہ افعال باستعانت ادوات وآلات ہوں۔ وہ خرق عادت میں داخل نہیں ہو سکتے اور یہ ظاہر ہے کہ جو افعال انبیاء علیہم السلام یا اولیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے صادر ہوتے ہیں۔ اسی قسم کے بلکہ اس سے بھی اقویٰ واکمل ارباب سحر واصحاب طلسم سے بھی ممکن الوقوع ہیں۔ مگر ظہور ان کا مقبولین سے از قبیل خرق عادت ہے۔ اس لئے کہ ظہور ان کا بغیر ادوات وآلات محض بقدرت الٰہی بعد تصدیق مقبولان بارگاہی ہوتا ہے اور ارباب سحر واصحاب طلسم کے وہ افعال بذریعہ ادوات وآلات ہوتے ہیں اور مرزا قادیانی کا یہی بیان ہے کہ وہ نجاری کرتے تھے۔ اس لئے بقوت نجاری یا کسی کل کے ذریعہ سے چڑیاں بنائی ہوں گی یا بطریق شعبدہ مسمریزم کی قوت سے ایسا کیا ہوگا تو اس عبارت سے آپ نے پورا پورا مرزا قادیانی کو ملزم ٹھہرا دیا اور میرے اعتراضوں کی تائید کر دی۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس عبارت کو بخیال ملاحظہ ناظرین میں بھی نقل کئے دیتا ہوں۔ وھو ھذا!

۱۱ خرق عادت نیز باشش آنکہ حق جل وعلا بقدرت کاملہ خود بجہت تصدیق انبیاء علیہم السلام چیزے اظہار می فرماید کہ صدور آن چیز بہ نسبت ایشان ممتنع می نماید اگرچہ بہ نسبت دیگر کس ممتنع نباشد تفصیلش آنکہ وجود بعضے اشیاء بحسب عادت اللہ موقوف می باشد برفراہم آمدن اسباب وادوات آن چیز پس کسے کہ ادوات وآلاتش حاصل شد اورا صدور چیز مذکور ازو خرق عادت نیست وکسے کہ ادوات مذکورہ حاصل نمی دارد البتہ صدور آن ازو از قبیل خرق عادت است مثلاً کتابت بہ نسبت نویسندہ خرق عادت نیست وبہ نسبت امی خرق عادت است ودر اصطلاح خرق عادت نیست دیگر وجہ ہست ودعا خرق عادت است پس ازیں بیان واضح گشت کہ ایں معنی لازم نیست کہ ہر خرق عادت خارج از مطلق طاقت بشری باشد بلکہ ہمیں قدر لازم است کہ بہ نسبت صاحب خارق صدور

جناب کے قاعدہ کے خلاف ہے۔ لیجئے مرزا قادیانی کے کلام سے ثبوت لیجئے۔ آپ تو ایسے بھولے بن جاتے ہو کہ گویا مرزا قادیانی کا کلام دیکھا ہی نہیں۔ خیر ملاحظہ فرمائیے۔ مرزا قادیانی کا قول

"اب جاننا چاہیے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ وہ لوگ جو فرعون کے وقت میں مصر میں ایسے ایسے کام کرتے تھے۔ جو سانپ بنا کر دکھلا دیتے تھے اور کئی قسم کے جانور تیار کر کے ان کو زندہ جانوروں کی طرح چلا دیتے تھے۔ وہ حضرت مسیح کے وقت میں عام طور پر یہودیوں کے ملکوں میں پھیل گئے تھے اور یہودیوں نے ان کے بہت سے ساحرانہ کام سیکھ لئے تھے۔ سو کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنے کے طور پر ایسا پرواز کرتا ہو۔ جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے۔ یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے۔ جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔"

(ازالہ اوہام حصہ اول ص ۳۰۲، ۳۰۳، خزائن ج ۳ ص ۲۵۴، ۲۵۵ حاشیہ)

مولوی صاحب ذرا ان الفاظ کو ٹھیک لگا کر دیکھئے گا۔ (کہ جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے) اور پھر اس کی تصریح کو بھی غور فرمائیے گا۔ (حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو۔ جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے)

اب ذرا ازالہ کو خوب اوپر نیچے سے اچھی طرح دیکھ کر آپ ہی فرما دیجئے کہ اس سے زیادہ ثبوت کی ضرورت ہے؟

قول..... "اگر آپ نے ترب بالکسر پڑھا ہے تو اس کے معنی بھی ہرگز شعبدہ کے نہیں ہیں۔ لغت میں تو اس کے معنی ہمزاد وہم عمر کے ہیں ...اگر کلمہ الترب بالضم آپ نے پڑھا ہے تو اندریں صورت سب نزاع منفصل ہوگیا۔"

اقول..... مولوی صاحب واقعی آپ ایسے ہی بھولے ہو۔ جیسے باتیں کر رہے ہو یا اس ناچیز کو بے حقیقت سمجھ کر بہلا دیتے ہو یا ظرافت کرتے ہو۔ حضرت ازالہ اوہام آپ کے پاس ہے

قولہ... ''احادیث متفق علیہ سے اعلام قصص سابقہ میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مسیح ابن مریم جو آنے والا ہے وہ اس امت میں سے ایک امام ہوگا۔''

اقول... پہلے اس سے کہ آپ کا جواب لکھا جائے۔ توضیح مطلوب کے لئے عاجز آپ کی نظر مباحثہ دہلی کے ص ۱۹۹ کی عبارت نقل کرتا ہے۔ وھو ھذا:

''پس ثابت ہوا کہ مخبر صادق نے یہ خبر ہی نہیں دی کہ مسیح ابن مریم جو اس امت میں آنے والا ہے۔ وہی عیسیٰ بن مریم نبی اسرائیلی آ وے گا۔ جو نبی و رسول بنی اسرائیل کا تھا۔ بلکہ یہ خبر دی ہے۔ وہ مسیح آنے والا تم میں سے ایک ایسا اور ایسا امام ہوگا اور اس کی امامت کتاب اللہ کے معارف و اسرار اور سنت رسول اللہ ﷺ کے بیان دقائق و حقائق میں ہوگی۔ جیسا کہ مسیح مسلم میں اس کی بحث واضح ہو چکی ہے۔''

بعد اس کے یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ آپ کی اس تقریر میں نظر ہے۔ چند وجوہ۔

اول... حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل پر نبی ہوئے تھے۔ دوبارہ بھی وہی آئیں گے۔ آپ کا انکار اگرچہ بموجب الہام مرزا قادیانی کے ہو۔ خلاف ہے قرآن مجید کے اور آپ کا خیال اور مرزا قادیانی کا یہ الہام کہ ان سے بوجہ یوسف تھے کتاب اللہ کے مقابل دونوں مردود ہیں۔

دوم.... جب آپ نے خود اقرار کر لیا کہ: ''مسیح ابن مریم جو آنے والا ہے'' تو اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ غلام احمد ابن مریم نہیں ہو سکتا۔

سوم... یہ کہ یہ دعویٰ آپ کا قصص سابقہ اعلام سے ہرگز پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ چنانچہ معاینہ جواب قصص سابقہ سے آپ خود معلوم کر لیں گے جو عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فانتظروہ!

چہارم... یہ کہ بعد فرض تسلیم اس امر کے کہ آنے والا مسیح اس امت میں سے ایک امام آپ ثابت بھی کر دیں تو بھی یہ کہاں سے ثابت کر سکتے ہو کہ وہ مثیل عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ نہ خود عیسیٰ بن مریم۔ ہو سکتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم ہو۔ بلکہ یہی متعین ہے کہ خود ابن مریم ہوں گے۔ ''کما سیظھر عنقریب''

اب رہا آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ ان کا امام اور امتی ہونا ان کی شان نبوت کا منافی ہے۔ جیسا کہ القول الفصیح وازالہ اوہام میں ہے۔ تو یہ اعتراض آپ کا قرآن و حدیث سے بے خبری پر محمول ہے۔ اگر آپ قرآن مجید و احادیث شریف کی طرف توجہ کریں تو ہرگز ایسی بے معنی اور بے تکی نہ ہانکا کریں۔ ہرگز ہرگز شان نبوت میں امام اور امتی ہونے سے فرق نہیں آ سکتا نہ کہ منافی

ہونا شان نبوت کے ہے تو آپ لوگوں کا سراسر جہل یا تجاہل ہے۔امامت کا شان نبوت کے منافی نہ ہونا تو اس لئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ کو علیہ الصلوٰۃ والسلام ''انی جاعلك للناس اماماً'' میں بناؤں گا تجھ کو سب لوگوں کا امام۔

اور امتی ہونا شان نبوت کے اس لئے منافی نہیں ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں:''واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه قال أأقررتم واخذتم علیٰ ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشاهدین فمن تولّیٰ بعد ذلك فاولٰئك هم الفاسقون'' اور جب لیا اللہ نے اقرار نبیوں کا کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آئے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتادے تمہارے پاس والی کو تو اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔فرمایا کہ تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر لیا میرا ذمہ بولے ہم نے اقرار کیا۔فرمایا تو اب شاہد رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہد ہوں۔پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں بے حکم۔

آپ نے بھی ازالہ اوہام حصہ دوم کے ص ۱۲۰ میں لکھا ہے۔آنحضرت ﷺ کا تو وہ مرتبہ ہے کہ تمام انبیاء کو تاکید تمام حکم ہوا ہے اور ان سے اقرار و میثاق لیا گیا ہے کہ وہ سب حضرت ﷺ پر ایمان لاویں اور ان کے ثبوت میں یہی آیت آپ نے لکھی ہے۔''وعن جابرؓ عن النبی ﷺ ولو کان موسیٰ حیا ما وسعه الا اتباعی رواه احمد والبیهقی فی شعب الایمان'' جابرؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا۔اگر موسیٰ علیہ السلام میرے وقت میں زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا۔

''وعن جابرؓ عن النبی ﷺ ولو کان و ادرك نبوتی لاتبعنی رواه الدارمی'' ''اگر موسیٰ علیہ السلام میری نبوت کا زمانہ پاتے تو میری اتباع کرتے۔

اور جب نص قرآنی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بحکم الٰہی اتباع حضرت محمد ﷺ کی شریعت کرنا ثابت ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر خاتم النبیین کا اتباع کریں اور ان کے امتی ہو جاویں تو کیا محل استعجاب ہے۔بالجملہ بعد تسلیم اس تقریر کے جو آپ نے حصص امام الناس میں حدیث ''وامامکم منکم'' کے متعلق لکھی ہے۔ثبوت اس امر کا مسلم ہے کہ مسیح موعود اس امت میں سے ایک امام ہوگا۔مگر یہ ہمارے لئے مضر ہے نہ مرزا قادیانی کے لئے مفید اور جو امر مرزا قادیانی کے لئے مفید اور ہمارے لئے مضر ہے۔یعنی مسیح موعود کا نبی بنی اسرائیل نہ ہونا اور

صرف اس امت میں سے ایک امام ہونا وہ تقریر مذکور سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔

نتیجہ ۔۔ وہ حدیث جس سے آپ اپنے زعم میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ مسیح بن مریم جو آنے والا ہے۔ وہ اس امت میں سے ایک امام ہوگا۔ وہ صرف ایک حدیث ہے۔ یعنی "حدیث الزهری عن نافع مولی ابی قتادة عن ابی هريرة "جس میں لفظ "وامامکم منکم" یا "فامکم منکم" وارد ہے۔ لیکن اس اولفظ احادیث متفق علیہ کہ لفظ جمع ہے کوئی وجہ صحت نہیں رکھتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ چونکہ یہ حدیث تین طرق سے مروی ہے۔ ایک وہ جس میں یونس زہری سے دوسرا وہ طریق جس میں ابن اخی الزہری زہری سے روایت کرتا ہے۔ تیسرا وہ طریق جس میں ابن ابی ذئب زہری سے روایت کرتا ہے۔ چنانچہ یہ سب طریق صحیح مسلم میں مذکور ہیں۔ پس باعتبار تعدد طرق کے اس حدیث پر اطلاق لفظ جمع درست ہوا تو جواب اس کا بہ سہ وجوہ ہے۔

اوّل ۔۔۔ یہ کہ حدیث بدلتی ہے صحابی کے یا اصل مضمون کے بدلنے سے اور یہاں صحابی اور اصل مضمون ایک ہے۔

دوم ۔۔۔ اس جواب پر متفق علیہ کہنا صحیح نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ متفق علیہ صرف طریق یونس ہے نہ طریق ابن اخی الزہری اور نہ طریق ابن ابی ذئب یہ دونوں طریق تو صرف صحیح مسلم میں ہیں نہ صحیح بخاری میں۔

سوم ۔۔ دوسرے طریق میں لفظ "منکم" نہیں ہے اس لئے وہ آپ کے لئے کچھ مفید نہیں ہے۔
اگر کہا جاوے کہ ایک حدیث اور ہے جس میں لفظ "اماما" آیا ہے۔ یعنی "حدیث الزهری عن ابن المسيب انه سمع اباهريرة يقول قال رسول الله ﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم "ابن عیینہ کی روایت میں اس حدیث میں لفظ "اماما مقسطاً و حکماً عدلاً" آیا ہے کما فی صحیح مسلم تو جواب یہ ہے کہ اول تو روایت ابن عیینہ متفق علیہ نہیں ہے۔ دوم لفظ منکم یہاں نہیں ہے جس سے آپ کا مدعا حاصل ہو۔

قولہ ..... "اول تو یہ احتمال کسی ترکیب نحوی سے درست نہیں ہو سکتا۔"

اقول ..... آپ نے وجہ عدم صحت ترکیب نحوی کی ارشاد نہیں فرمائی۔ اس کو ارشاد کیجئے۔ تا کہ اس میں غور کی جاوے۔ اس وقت جو اس عاجز کے ذہن میں وجہ آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ یہ سمجھے ہیں کہ "وامامکم منکم" میں اگر مراد امام سے غیر مسیح بن مریم لیا جاوے گا تو حال و ذوالحال میں رابطہ نہ پایا جائے گا۔ بخلاف اس کے کہ مراد امام سے مسیح بن مریم ہو تو اس صورت میں وضع مظہر کا موضع مضمر کے ہوگا۔ یعنی لفظ "امامکم" بجائے "ھو" کے تو رابطہ موجود ہوگا۔ اگر یہی وجہ ہے تو

اس کا جواب یہ سمجھئے کہ یہ بحث ہے قواعد نحو سے تعلق رکھتی ہے مختصرات نحو میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جب جملہ اسمیہ حال واقع ہو تو رابطہ اس میں یا واؤ اور ضمیر دونوں ہوتے ہیں یا فقط واؤ اور فقط ضمیر کا رابطہ ہونا ضعیف ہے۔ یہاں اگرچہ ضمیر نہیں ہے۔ لیکن واؤ موجود ہے۔ اس کے شواہد بہت ہیں۔ حدیث جابرؓ متفق علیہ میں ہے۔ "کان یصلی الظهر بالهاجرة والعصر والشمس حیة" اور اثر حضرت عمرؓ میں ہے۔ "والصبح والنجوم بادیة مشتبکة رواه مالك وعن ابی هريرة قال قالوا یا رسول الله متی وجبت لك النبوة قال وآدم بین الروح والجسد رواه الترمذی" اور اگر فرض کیا جاوے کہ ضمیر کا ہونا ضروری ہے تو بھی ترکیب درست ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ جملہ "وامامکم منکم" ابن مریم سے حال نہ ہو۔ بلکہ فیکم کی ضمیر مجرور سے حال ہو۔

قولہ..... "دوم صحیح مسلم میں اس احتمال کو باطل کر دیا ہے۔"

اقول . اس میں کلام ہے چند وجوہ

اول..... یہ کہ مسلم کی روایت جس کو متعلق اس احتمال کا آپ نے تصور فرمایا ہے۔ وہ تین ہیں ایک روایت ابن عیینہ کی جس میں لفظ اماماً مقسطاً کا وارد ہوا ہے۔ دوسری روایت ابن اخی الزہری کی جس کا لفظ یہ ہے۔ "کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم" تیسری روایت ابن ابی ذئب کی جس کا لفظ یہ ہے۔ "کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم" پہلی روایت میں یہ جرح ہے کہ سفیان بن عیینہ نے دیگر ثقات کے خلاف "اماماً" کا لفظ زہری سے روایت کیا ہے۔ لیث و یونس و صالح بن کیسان کی روایت میں یہ لفظ نہیں ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم سے ظاہر ہے اور محمد بن ابی حفصہ کی روایت میں بھی یہ لفظ نہیں ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ "ورواه ابن مردويه من طريق محمد بن ابی حفصة عن الزهری عن سعيد بن المسيب عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ یوشك ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا" اور لیث نے غیر زہری یعنی سعید بن ابی سعید سے جو اس حدیث کی روایت کی ہے۔ اس میں بھی لفظ "اماماً" نہیں ہے۔ مسلم میں ہے۔ "وحدثنيه قتيبة بن سعيد ثنا الليث عن سعيد بن ابی سعید عن عطاء بن میناء عن ابی هريرة انه قال قال رسول الله ﷺ والله لینزلن ابن مریم حکما عدلا" رہی یہ روایت کے رجال شیخین تک سفیان بن عیینہ اگرچہ ثقات اعلام میں سے ہے۔ مگر متغیر ہو گئی ہے۔ جس سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے۔ میزان میں ہے۔ "قال احمد فرجعت فاذا ما اخطا فیه

سفیان بن عیینة اکثر من عشرین حدیثا" ورخط مخالفت ثقات اثبات سے ثابت
ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظ "اماما" میں راوی نے غلطی کی ہے اور یہ موضع استدلال بھی لفظ
ہے۔ دوسری روایت میں دو جرحیں ہیں۔

اول ..... یہ کہ مسلم سے اس حدیث کو محمد بن ابی حاتم نے کن الفاظ سے روایت کیا ہے۔ اس میں بہت
کلام ہے۔ یہاں تک کہ فلاس نے کذاب لکھا ہے۔ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں "قال الفلاس
لیس بشیء وقال یحیی وابن المدینی ہو کذاب انتہی ملخصا" اھ جب کہ ہے۔
"ربما وهم" دار قطنی وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے۔ تو قول فصل اس میں وہ ہے جو حافظ نے
تقریب میں لکھا ہے۔ یعنی صدوق صاحب اوہام ہے۔ اس حدیث کی روایت میں جو تحقیق اوہام
ہیں یا تو اس راوی سے ہوئے ہیں یا ابن اخی زہری سے دونوں اوہام یہ ہیں۔ اول تبایعنا کے اوپر
زائد ہے۔ دوسرے تباعد کے امر کے منکر کیا ہے۔ تیسرے لفظ منکم کو حذف کر دیا ہے۔ دوسری
جرح اس سند میں یہ ہے کہ راوی اس میں ابن اخی الزہری ہے۔ نام اس کا محمد بن عبد اللہ بن مسلم
ہے۔ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ "قال ابن معین وابو حاتم لیس بالقوی وفی
روایة الدارمی عن ابن معین ضعیف وجعله محمد بن یحیی الذهلی فی
اصحاب الزهری مع اسامة بن زید اللیثی وابن اسحق وفلیح" حافظ مقدمہ
فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ "ذکرہ محمد بن یحیی الذهلی فی الطبقة الثانیة من
اصحاب الزهری مع محمد بن اسحق وفلیح وقال انه وجدله ثلاثة احادیث
لا اصل لها احدها حدیثه عن عمه عن سالم عن ابی هریرة مرفوعا کل امتی
معافی الا المجاهرین فیه، بهذا الاسناد کان اذا خطب قال کل ما هو آت
قریب موقوف ثالثها عن امرأته ام الحجاج بنت الزهری عن ابیها ان
النبی ﷺ کان یاکل بکفه کلها مرسل وقال الساجی تفرد عن عمه باحادیث
لم یتابع علیها کذا قال یعنی هذه" حافظ نے مقدمہ میں ان احادیث کی ذکر کی
ہیں۔ جن میں یہ راوی واقع ہوا ہے اور ہر ایک میں متابعت ثابت کی ہے اور اس کے بعد کہا ہے۔
"وله عنده غیر هذا مما توبع علیه موصولا ومعلقا" اور ایک جماعت نے
توثیق بھی کی ہے۔ قول الاقرب اس کے باب میں وہ ہے جو حافظ نے تقریب میں لکھا ہے۔
صدوق له اوہام عبارت مذکورہ سے واضح ہوا کہ تفرد اس کا مقبول نہیں ہے اور روایت مذکورہ کے
ساتھ یہ متفرد ہوا ہے۔ تین اوہام اس روایت میں ہیں۔ "کما عرفنا" یہ تینوں اوہام یا تو اسی

راوی کے ہیں یا محمد بن حاتم بن میمون کے غالباً بخاری اپنی صحیح میں اسی واسطے اس روایت کو نہیں لایا ہے۔

در تیسری روایت میں یہ جرح ہے کہ اس کا راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب زہری میں ضعیف ہے۔ "قال الحافظ في المقدمة قال ابن المديني كانوا يوهنونه في الزهري وكذا وثقه احمد ولم يرضه في الزهري وحديثه عن الزهري في المتابعات" اور یہاں زہری سے روایت کرتا ہے مخالف ثقات کے تو ثابت ہوا کہ اس سے اس روایت میں دو وہم ہو گئے ہیں۔

اوّل۔ بجائے واو کے فا لایا ہے۔ دوم "امامکم" کی جگہ "امکم" کہا ہے۔ علاوہ اس کے ابن ابی ذئب کی روایت میں اضطراب ہے۔ ایک روایت میں ابن ابی ذئب نے بھی "و امامکم منکم" موافق جمہور کے کہا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں بعد نقل روایت یونس کے لکھا ہے۔ "وهكذا رواه الامام احمد عن عبدالرزاق عن معمر وعن عثمان بن عمر عن ابن ابي ذئب كلاهما عن الزهري به" اگر کوئی کہے کہ صحیح مسلم کی روایت میں وہم و خطاء کا ہونا کل استبعاد ہے تو جواب یہ ہے کہ وہم و خطاء تو بخاری میں بھی واقع ہوا ہے۔ یہ کچھ محل استبعاد نہیں۔ بخاری و مسلم کے رواۃ اعلیٰ درجہ کے ثقات ہیں۔ مگر وہم و خطاء سے معصوم نہیں ہیں اور ضابطہ وہم و خطاء کی شناخت کا یہی ہے کہ وہ روایت مخالف ہو جمہور ثقات اثبات کے۔

تحقیق نادر ہے کہ روایت "و امامکم منکم" کو ان دونوں روایتوں پر ترجیح ہے۔

بچند وجوہ:

اوّل..... تو یہ لفظ متفق علیہ ہے۔ بخاری و مسلم دونوں نے روایت کی ہے اور علماء نے اتفاق کیا ہے اس پر کہ اصح کل احادیث متفق علیہ ہے۔

دوم..... یہ کہ یہاں زہری سے یونس روایت کرتا ہے اور یونس زہری میں اثبت الناس ہے۔ حافظ مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ "قال ابن ابي حاتم عن عباس الدوري قال قال ابن معين اثبت الناس في الزهري مالك ومعمر ويونس وعقيل وشعيب وقال عثمان الدارمي عن احمد بن صالح نحن لا نقدم على يونس في الزهري احدا قال وسمعت احمد بن حنبل يقول سمعت احاديث يونس عن الزهري فوجدت الحديث الواحد ربما سمعه مرارا وكان الزهري اذا قدم ايلة ينزل عليه وقال علي بن المديني عن ابن مهدي كان ابن المبارك يقول كتابه عن

الزہری صحیح قال ابن مہدی وکذا اقول"
سوم...... یہ کہ عقیل واوزاعی و معمر وابن ذئب نے ایک روایت میں یونس کی متابعت کی ہے۔ چنانچہ
بخاری میں ہے۔ تابعہ عقیل والاوزاعی اور متابعت معمر وابن ابی ذئب کی روایت امام احمد سے سابق
ثابت ہو چکی، فتدبر!
چہارم...... وجہ اصل سے یہ ہے کہ تیسری روایت کے موافق ایسے معنی اس حدیث کے ہو سکتے
ہیں کہ جس کی بناء پر عیسیٰ بن مریم کے غیر کا امام ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت ہم کہہ سکتے ہیں
کہ من بمعنی بعض کے ہے اور وہ ام کا فاعل واقع ہوا ہے۔ یا من تبیین کا ہے اور فاعل اس کا بسبب
قائم ہونے لفظ منکم کے مقام اس کے محذوف ہے۔ جیسا کہ جمہور نحاۃ نے "قد کان من مطر"
میں تاویل کی ہے۔ "ای قام بعضکم او واحد منکم" اگر کہا جاوے کہ حذف فاعل جمہور کے
نزدیک جائز نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ عدم جواز مقید ہے ساتھ نہ قائم ہونے کسی شے کے
مقام فاعل کے اور جب فاعل کے مقام پر کوئی چیز قائم ہو تو بالاتفاق حذف فاعل جائز ہے۔ فوائد
ضیائیہ میں بحث تنازع میں ہے۔ "دون الحذف لانہ لا یجوز حذف الفاعل الا اذا
سد شیء مسدہ" اور یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ ام اس روایت میں صیغہ فعل ماضی کا نہ ہو۔ بلکہ ام
بالضم اسم ہو اور وہ بمعنی امام ملت کے آیا ہے۔ قاموس میں ہے۔ "والامۃ بکسر الحالۃ
والشرعۃ والدین وبضم والنعمۃ والہیئۃ والشان وغضارۃ العیش والسنۃ
وتضم والطریقۃ والامامۃ والایتمام بالامام وبالضم الرجل الجامع للخیر
والامام وجماعۃ ارسل الیہم رسول والجیل من کل حی والجنس کالام
فیہا" اور بھی قاموس میں ہے۔ "وام کل شیء اصلہ وعمادہ وللقوم رئیسہم" اور یہ بھی
اسی میں ہے۔ "وام القری مکۃ لانہا توسطت الارض فیما زعموا ولانہا قبلۃ
الناس یؤمونہا" اور مؤید اس کی یہ بات ہے کہ بتقدیر فعل ماضی لفظ منکم بعد امکم کے محض
بے فائدہ ہوتا ہے۔ اس وقت صحیح عبارت یوں تھی۔ "کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم منکم
فامکم" اور یہ دونوں تاویلیں دوسری روایت میں بھی ہو سکتی ہیں۔ اس لئے کہ بقرینہ تیسری
روایت کے دوسرے میں بھی لفظ منکم مقدر مانا جائے گا۔ اب اس بیان کے موافق مطلب ان
روایتوں کا بھی وہی ہوگا۔ جو "امامکم منکم" سے ظاہر ہے۔ پس ان روایتوں سے ابطال اس
معنی کا جس کے ابطال کے آپ درپے تھے۔ حاصل نہ ہوا۔ دوسری روایت ابن عیینہ کی سو بعد تسلیم
اس کی صحت کے وہ منافی امامت غیر عیسیٰ بن مریم کے نہیں ہے۔ کیونکہ روایت ابن عیینہ میں جو لفظ

"اماماً مقسطاً" کا آیا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ بمعنی حکماً وعدلاً کے ہو اور لفظ حکماً وعدلاً اس کی تفسیر واقع ہوا ہو۔ جیسا کہ جمہور کی روایت میں ہے۔ پس امامت شرعی نماز وغیرہ میں تو غیر عیسیٰ کے لئے ہو اور حکومت وعدالت حضرت عیسیٰ کے لئے ہو اور اس میں کچھ محذور نہیں ہے۔ دیکھو آنحضرت ﷺ وحضرت ابوبکر صدیقؓ وحضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ کے زمانوں میں حکام عادلین تحت امام کے دوسرے ہوا کرتے تھے۔ مثلاً ایسا ہی حضرت امام مہدیؑ کے زمانہ میں اصل امام حضرت مہدیؑ ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکام عادلین میں سے ہوں اور مؤید اس کے ہیں۔ وہ احادیث صحیحہ جو دلالت کرتی ہیں۔ اس پر کہ خلافت وامامت مختص ہے۔ ساتھ قریش کے اور حدیث جابر بن عبداللہ جس کا ذکر عنقریب آتا ہے۔ جس میں یہ لفظ ہے۔ "فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ ہذہ الامۃ"

وجہ سوم: صحیح مسلم میں باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام میں ایک حدیث اعلیٰ درجہ کی ایک صحیح موجود ہے کہ آپ کے معنی کو بالکل باطل کرتی ہے اور جو معنی جمہور کہتے ہیں۔ ان کی تعیین کرتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ "حدثنا الولید بن شجاع وهارون بن عبدالله وحجاج بن الشاعر قالوا ثنا حجاج وهو ابن محمد عن ابن جریج اخبرنی ابوالزبیر انه سمع جابر بن عبدالله یقول سمعت النبی ﷺ یقول لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهرین الی یوم القیمة قال فینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امیرهم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله هـــــذا الامة" جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے تھے میں نے نبی ﷺ سے فرماتے تھے۔ ہمیشہ رہے گا ایک گروہ میری امت کا لڑنے والا حق پر غالب قیامت تک فرمایا۔ پھر اتریں گے عیسیٰ ابن مریم تو کہے گا امیر مسلمانوں کا آیئے ہم کو نماز پڑھایئے۔ پس فرمائیں گے حضرت عیسیٰ نہیں بعض تمہارا تمہارے بعض پر امیر ہے۔ یہ بزرگی دی ہے اللہ نے اس امت کو۔ راوی اوّل اس کا ولید بن شجاع ہے۔ اس کی نسبت تقریب میں ہے۔ "ثقة من العاشرة" اس کی متابعت ہارون ابن عبداللہ نے کی ہے۔ اس کی نسبت تقریب میں ہے۔ "ثقة من العاشرة" کا شعر میں ہے۔ "ثقة" خلاصہ اور اس کے حاشیہ میں ہے۔ "وثقه الدار قطنی والنسائی" ایسا ثقہ ہے کہ کسی نے اس میں جرح نہیں کی۔ اسی لئے ذہبی نے میزان میں اس کا ذکر نہیں کیا اور دوسرا متابع اس کا حجاج بن ابی یعقوب ہے یوسف بن حجاج الثقفی البغدادی المعروف بابن الشاعر ہے۔ جس کی نسبت تقریب میں ہے۔ "ثقة حافظ" میزان میں ہے۔ حجاج بن یوسف ابو محمد الثقفی بغدادی

ابن الشاعر مشہور حافظ روی عنہ مسلم والقزوینی الخلاصہ میں ہے۔ "قال ابن ابی حاتم ثقة" ولید بن شجاع میں اگرچہ تھوڑا سا کلام ہے مگر وہ مضر نہیں ہے۔ کیونکہ ہارون بن عبداللہ اور فرج بن الشمر نے جو ثقات میں سے ہیں یہاں اس کی متابعت کی ہے۔ دوسرا راوی فرج بن محمد الاعور المصیصی ہے۔ حافظ عسقلانی لکھتے ہیں۔ "احد الاثبات اجمعوا علی توثیقه وذکره ابو ایوب العقیلی فی الضعفاء بسبب انه تغیر فی آخر عمره واختلط لکن ما ضره الاختلاط فان ابراهیم الحربی حکی ان یحیی بن معین منع ابنه ان یدخل علیه احدا بعد اختلاطه روی له الجماعة" راوی رجال صحیحین سے ہے۔ تیسرا راوی عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج الاموی ہے۔ تقریب میں ہے۔ "ثقة فقیه فاضل وکان یدلس ویرسل" یہ راوی رجال صحیحین سے ہے۔ اس میں علت تدلیس کی ہے۔ مگر یہاں اس نے اخبرنی کہا ہے۔ اس لئے علت تدلیس زائل ہوگئی۔ چوتھا راوی محمد بن مسلم ابوالزبیر کی ہے۔ تقریب میں ہے۔ "صدوق الا انه یدلس" مقدمہ میں ہے۔ "احد التابعین مشهور وثقه الجمهور" اس میں بھی بعض نے تدلیس کا ذکر کیا ہے۔ لیکن تدلیس یہاں مضر نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے "انه سمع جابر بن عبدالله" کہا ہے۔ یہ راوی بھی رجال صحیحین میں سے ہے۔ اور مؤید اس کی دو روایتیں ہیں جن کا ذکر فتح الباری میں ہے۔ عبارت اس کی یہ ہے۔ "وعند احمد من حدیث جابر فی قصة الدجال ونزول عیسی واذا هم بعیسی فیقال تقدم یا روح الله فیقول لیتقدم امامکم فلیصل بکم" یعنی لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھیں گے۔ پس کہیں گے یا روح اللہ آپ آگے ہو جائیے تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے چاہئے کہ تمہارا امام آگے ہو کر تم کو پڑھاوے۔

"ولابن ماجة فی حدیث ابی امامة الطویل فی الدجال قال وکلهم ای المسلمون ببیت المقدس وامامهم رجل صالح قد تقدم لیصلی بهم اذ نزل عیسی فرجع الامام ینکص لیتقدم عیسی فیقف عیسی بین کتفیه ثم یقول تقدم فانها لک اقیمت وقال ابو الحسن الخسعی الآبدی فی مناقب الشافعی تواترت الاخبار بان المهدی من هذه الامة وان عیسی یصلی خلفه" یعنی سب مسلمان بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کا امام نماز پڑھانے کے لئے آگے ہوگا کہ ناگاہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو امام پیچھے ہٹ جائیں گے تاکہ عیسیٰ علیہ السلام آگے ہوں تو عیسیٰ علیہ السلام امام کے پیچھے کھڑے ہو کر امام سے کہیں گے کہ تم ہی آگے ہو تمہارے ہی لئے اقامت ہوئی ہے۔ ابو

الحسن خثعمی امدی نے مناقب شافعی میں لکھا ہے کہ حدیثیں اس باب میں حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں کہ مہدی اس امت سے ہوں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ مسند احمد میں ایک حدیث عثمان بن ابی العاص سے مروی ہے۔ وہ بھی اس کی مؤید ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ "قال الامام احمد حدثنا یزید بن هارون حدثنا حماد بن سلمة عن علی بن زید عن ابی نضرة قال اتینا عثمان بن ابی العاص فی یوم الجمعة لنعرض علیه مصحفا لنا علی مصحفه فلما حضرت الجمعة امرنا فاغتسلنا ثم اتانا بطیب فتطیبنا ثم جئنا المسجد فجلسنا الی رجل فحدثنا عن الدجال ثم جاء عثمان بن ابی العاص فقمنا الیه فجلسنا فقال سمعت رسول الله ﷺ یقول یکون للمسلمین ثلاثة امصار" اس حدیث میں یہ لفظ ہے۔ "فبینما هم کذلك اذنادی مناد من البحر یا ایها الناس اتاکم الغوث ثلاثا فیقول بعضهم لبعض ان هذا الصوت رجل شبعان وینزل عیسیٰ بن مریم علیه السلام عند صلوٰة الفجر فیقول له امیرهم یا روح الله تقدم صل فیقول هذه الامة امراء بعضهم علی بعض فیتقدم امیرهم فیصلی حتی اذا قضی صلاته اخذ عیسیٰ حربة فیذهب نحو الدجال" یعنی عیسیٰ صبح کی نماز کے وقت نازل ہوں گے تو امیر مؤمنوں کا عیسیٰ سے کہے گا کہ یا روح اللہ آگے ہو کر نماز پڑھایئے تو عیسیٰ کہیں گے کہ یہی امت ایک دوسرے پر امیر ہے۔ پس امیر مؤمنوں کا آگے ہو کر نماز پڑھائے گا۔ یہاں تک کہ جب نماز پڑھ چکے گا تو عیسیٰ علیہ السلام ہتھیار لے کر دجال کی طرف جائیں گے۔

اس حدیث کے راوی بعض شیخین کی شرط پر ہیں اور بعض مسلم کی شرط پر سوائے علی بن زید بن جدعان کے کہ وہ رجال مسلم سے ہے۔ لیکن مسلم نے مقروناً بغیرہ اس سے روایت کی ہے۔ اس راوی کی اگرچہ بعض نے تضعیف کی ہے۔ مگر اکثر جلیل القدر نے جیسے منصور بن زاذان وحماد بن سلمہ وعجلی واپو حاتم ترمذی ودار قطنی ویعقوب بن شیبہ وذہبی نے توثیق کر دی ہے۔ میزان میں ہے۔ "وقال منصور بن زاذان لما مات الحسن البصری قلنا لعلی بن زید اجلس مجلسه قال موسیٰ بن اسماعیل قلت لحماد بن سلمة زعم وهیب ان علی بن زید کان لا یحفظ قال ومن این کان وهیب یقدر علی مجالسة علی انما کان یجالسه وجوه الناس وروی عباس عن یحییٰ

هو احب الی من ابن عقیل ومن عاصم بن عبداللہ قال ابو حاتم یکتب حدیثہ هو احب الی من یزید بن ابی زیاد قال الترمذی صدوق وقال الدار قطنی لا یترک عندی فیہ لین"

تہذیب میں ہے"قال یعقوب بن شیبة ثقة ذهبی ذکر من عرف بلیبه "میں لکھتے ہیں۔"ابن جدعان من صغار التابعین هو علی بن زید جدعان بصری صویلح "حافظ عبدالعظیم منذری ترغیب و ترہیب میں لکھتے ہیں۔"وصحح الترمذی لہ حدیث ما فی السلام وحسن لہ غیر ما حدیث "کاشف میں ہے۔ "احد الحفاظ بالبصرة "بالجملہ حدیث علی بن زید بن جدعان کی حسن ہے۔ علی شرط الترمذی خصوصاً تائید کے لئے کافی ہونے میں تو کلام نہیں۔

قولہ...... "اور حضور وامامکم نے فیصلہ قطعی کر دیا کہ "امامکم منکم "ابن مسیح بن مریم کی صفت واقع ہوئی ہے۔ یا اس سے حال واقع ہوا ہے۔"

اقول..... اس میں کلام ہے۔ چند وجوہ!

اول...... یہ کہ "امامکم منکم "کو جو آپ صفت مسیح بن مریم کی لکھتے ہیں تو اس سے اگر یہ مطلب ہے کہ جملہ بن کر یہ صفت مسیح بن مریم کی واقع ہوا ہے تو صریح غلط ہے۔ کیونکہ ابن مریم معرفہ ہے اور جملہ حکم میں نکرہ کے ہوتا ہے۔ پس مطابقت موصوف وصفت کی درمیان نہ پائی گئی اور اگر یہ مطلب ہے کہ "وامامکم منکم "بتقدیر جملہ بنا کے صفت واقع ہے تو اس میں یہ قباحت ہے کہ موصوف وصفت کے درمیان میں واو نہیں آتا ہے اور یہاں واو موجود ہے اور اگر آپ کو شرح جامی کی اس عبارت سے دھوکا ہوا ہے کہ جو اس نے قیل کے لفظ سے نقل کی ہے کہ زمخشری نے وقوع واو کا درمیان موصوف صفت کے تجویز کیا ہے تو اس کا جواب جب آپ اسے پیش کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس وقت اعادہ دیا جائے گا جس سے آپ کو اپنے فہم کی قلعی کھل جائے گی۔

دوم...... "امامکم منکم "کا مسیح بن مریم سے حال ہونا اس پر موقوف نہیں ہے کہ مسیح بن مریم جو آنے والا ہے وہ اس امت میں سے ایک امام ہو۔ بلکہ "امامکم منکم "مسیح بن مریم سے اس وقت بھی حال ہو سکتا ہے کہ "امامکم منکم "میں جو امام ہے وہ سوائے مسیح ابن مریم کے کوئی اور ہو اور یہ شبہ کہ جملہ یہاں نہیں ہے۔ اس کا جواب ہو چکا ہے۔ ملاحظہ کر۔

سوم...... آپ کے معنی پر جب امامکم منکم کو مسیح بن مریم سے حال کہا جائے گا تو صرف نص کا ظاہر سے لازم آئے گا۔ کیونکہ وضع مظہر موضع مضمر کا قائل ہونا پڑے گا۔ اس تقریر پر اصل عبارت

یوں ہونی چاہئے۔ "منکم"! اور وضع مظہر موضع مضمر کے خلاف ظاہر ہے اور صرف نص کا ظاہر سے بغیر صارف قطعی کے جائز نہیں ہے۔

چہارم ... روایتوں میں مسلم کی ایسے معنی بھی ہو سکتے ہیں جس سے غیر عیسیٰ بن مریم کا امام ہونا پایا جاتا ہے۔

پنجم ... مسلم کی روایتوں میں امام کا ہونا ہم نے ثابت کر دیا۔ وقد فصل انفا!

ششم ... حدیث جابر جو مسلم میں ہے اور اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اس نے فیصلہ کر دیا کہ امام غیر عیسیٰ بن مریم ہوگا۔

قولہ ... "صحیح مسلم میں اسانید متعددہ سے ثابت کر دیا کہ امامکم منکم کے معنی یہ ہیں کہ فامکم منکم بالکتاب ربکم تبارک وتعالیٰ وسنۃ نبیکم!"

اقول ... اس میں کلام ہے۔ چند وجوہ!

اول ... مسلم نے ایک سند کے بھی یہ معنی نہیں بیان کئے جو آپ نے لکھے ہیں آپ نے لفظ منکم زیادہ کر دیا ہے۔ لفظ مسلم کا یہ ہے۔ "قال ابن ابی ذئب تدری ما امکم منکم قلت تخبرنی قال فامکم بکتاب ربکم تبارک وتعالیٰ وسنۃ نبیکم ﷺ" اس جگہ زیادت لفظ منکم خطاء بین ہے۔ کیونکہ "بکتاب ربکم تبارک وتعالیٰ وسنۃ نبیکم" تفسیر منکم کی ہے۔ پس جمع بین المفسر والمفسر لازم آتا ہے۔ مطلب ابن ابی ذئب کا یہ ہے۔ "امکم منکم" کے معنی یہ کہ ابن مریم تمہاری امامت کرے گا۔ تم میں سے ہو کر یعنی تمہارے دین میں ہو کر نہ بحیثیت نبوت۔ اور تمہارے دین میں ہو کر امامت کرنے کے معنی یہی ہیں کہ کتاب وسنت کے ساتھ امامت کرے گا۔

دوم ... مسلم نے معنی مذکور ایک سند سے بیان کئے ہیں۔ نہ اسانید متعددہ سے پس اطلاق لفظ جمع کا یہاں آپ کی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

سوم ... یہ معنی صرف ابن ابی ذئب کا جو ایک تبع تابعین سے ہے۔ فہم ہے۔ نہ حدیث مرفوع اور جب فہم صحابی کا حجت نہیں ہے تو تبع تابعی کا فہم کس طرح حجت ہو سکتا ہے۔ خاص کر جب حدیث صحیح جابرؓ کی اس کی معارض موجود ہے۔

چہارم ... بر تقدیر تسلیم اس معنی کے جو ابن ابی ذئب نے بیان کئے ہیں۔ بھی آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ کا مدعا تو یہ ہے کہ ابن مریم جو نبی بنی اسرائیل تھے۔ نہیں آویں گے بلکہ امت محمدیہ میں سے ان کا ایک مثیل آوے گا اور ابن ابی ذئب کے معنی سے یہ ثابت ہوتا

ہے کہ وہی ابن مریم جو نبی اسرائیل کے نبی تھے۔ آویں گے مگر بحیثیت نبی تم پر امامت نہ کریں گے۔ بلکہ امت محمدیہ میں ہو کر تمہارے امام ہوں گے۔" وشتان بینھما" علاوہ اس کے اگر ان دونوں روایات کی صحت تسلیم کر لی جاوے تو بھی آپ کا مدعا اس سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں لفظ منکم کا نہیں ہے۔ جس پر مدار آپ کے دعوے کے اثبات کا ہے اور اگر یہ بھی معلوم ہوا کہ جس میں لفظ منکم کا ہے۔ اس سے بھی آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ امامکم منکم کا لفظ جس روایت میں ہے۔ اس سے تو ظاہر غیر عیسیٰ کا امام ہونا مراد ہے اور صرف عن الظاہر بغیر صارف کے جائز نہیں ہے اور یہاں کوئی صارف موجود نہیں ہے اور امامکم منکم جس میں ہے اس کے معنی میں ایک احتمال ہم نے ایسا بیان کر دیا ہے جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امام ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔" اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" اور اگر وہ معنی بھی تسلیم کر لئے جائیں جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا امام ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابن ابی ذئب نے کہا ہے تو بھی آپ کا مدعا (یعنی آنے والا مسیح خود ابن مریم نہیں ہے۔ بلکہ مثیل اس کا ہے) ثابت نہیں ہوتا ہے "کما مر وتقرر"

قولہ ..... "جب کہ صحیحین سے ثابت ہو چکا کہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ایک امام ہوگا۔"

اقول ..... صحیحین سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ کما مر اب رہا یہ امر کہ آنے والا مسیح وہی عیسیٰ بن مریم نبی بنی اسرائیل ہے نہ کوئی اس کا مثیل۔ اگرچہ ہم کو اس پر دلیل قائم کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ بعض احادیث صحیحہ میں ابن مریم کا لفظ واقع ہوا ہے اور بعض احادیث صحیحہ میں عیسیٰ بن مریم کا لفظ واقع ہوا ہے اور بعض احادیث صحیحہ میں مسیح بن مریم اور یہ تینوں الفاظ قرآن و حدیث میں جب بولے جاتے ہیں تو ان سے سب جگہ وہی مسیح نبی بنی اسرائیل مراد ہوتا ہے۔ ایک جگہ بھی مثیل مراد نہیں ہے۔ پس ظاہر نصوص قرآنیہ و حدیثیہ یہی ہے اور صارف اس ظاہر سے کوئی پایا نہیں جاتا ہے۔ مگر تبرعاً زیادت اطمینان کے لئے ہم لکھتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ آنے والا مسیح مرزا غلام احمد قادیانی ہرگز نہیں ہو سکتا۔

دلیل اوّل ..... احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مسیح آنے والا بعد دجال کے آئے گا اور دجال بعد فتح قسطنطنیہ کے اور فتح قسطنطنیہ بعد ملحمہ کبریٰ کے۔ ثبت امر اوّل کی یہ حدیث مسلم کی ہے۔

"حدثنا عبید اللّٰہ بن معاذ العنبری ثنا أبی ناشعبة عن النعمان بن سالم قال سمعت یعقوب بن عاصم ابن عروة بن مسعود الثقفی یقول

سمعت عبداللّٰه بن عمرو وجاء رجل فقال ما هذا الحديث الذي تحدث به تقول ان الساعة تقوم الى كذا و كذا فقال سبحان اللّٰه او لا اله الا اللّٰه او كلمة نحوهما لقد هممت ان لا احدث احدا شيئا ابدا انما قلت انكم سترون بعد قليل امرا عظيما يحرق البيت ويكون ويكون ثم قال قال رسول اللّٰه ﷺ يخرج الدجال في امتي فيمكث اربعين لا ادري اربعين يوما او اربعين شهراً او اربعين عاماً فيبعث اللّٰه تعالى عيسى بن مريم كأنه عروة بن مسعود فيطلبه فيهلكه "یعنی خروج دجال کے بعد اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا کہ عروہ بن مسعود کے ہم شکل کے مشابہ ہوں گے اور دجال کو تلاش کر کے ہلاک کریں گے۔

اس حدیث کے سب رواۃ رجال صحیحین ہیں۔ سوائے نعمان بن سالم طائفی و یعقوب بن عاصم بن عروہ ابن مسعود ثقفی کے اور یہ دونوں ایسے ثقہ ہیں کہ ان میں کوئی جرح نہیں۔ اسی لئے میزان میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ اس باب میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے بہت احادیث وارد ہیں۔

جامع ترمذی میں ہے "حدثنا قتيبة نا الليث عن ابن شهاب انه سمع عبيد اللّٰه بن عبداللّٰه بن ثعلبة الانصاري يحدث عن عبدالرحمن بن يزيد الانصاري من بني عمرو بن عوف قال سمعت عمي مجمع بن جارية الانصاري يقول سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول يقتل ابن مريم الدجال بباب لد في الباب عن عمران بن حصين ونافع بن عتبة وابي برزة وحذيفة بن اسيد وابي هريرة وكيسان وعثمان بن ابي العاص وجابر وابي امامة وابن مسعودؓ وعبداللّٰه بن عمرو وسمرة بن جندب والنواس بن سمعان و عمرو بن عوف و حذيفة بن يمان هذا حديث صحيح مثبت "اور یہ حدیث ہے: "عن عبداللّٰه بن مسعودؓ قال ان الساعة لا تقوم حتى لا يقسم ميراث ولا يفرح بغنيمة ثم قال عدو يجمعون لاهل الشام ويجمع لهم اهل الاسلام يعني الروم فيتشرط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فيقتتلون حتى يحجز بينهم الليل فيفئ هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة ثم يتشرط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فيقتتلون حتى يحجز بينهم الليل فيفئ هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة ثم يتشرط المسلمون

شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فيقتتلون حتى يمسوا فيفيء هؤلاء وهؤلاء كل غير غالب وتفنى الشرطة فاذا كان يوم الرابع نهد اليهم بقية اهل الاسلام فيجعل الله الدبرة عليهم فيقتتلون مقتلة لم ير مثلها حتى ان الطائر ليمر بجنباتهم فلا يخلفهم حتى يخر ميتا فيتعاد بنو الاب كانوا مائة فلا يجدونه بقي منهم الا الرجل الواحد فباي غنيمة يفرح او اي ميراث يقسم فبينما هم كذلك اذا سمعوا بباس هو اكبر من ذلك فجاءهم الصريخ ان الدجال قد خلفهم في ذراريهم فيرفضون ما في ايديهم ويقبلون فيبعثون عشر فوارس طليعة قال رسول الله ﷺ اني لا اعرف اسماءهم واسماء آبائهم والوان خيولهم هم خير فوارس او من خير فوارس على ظهر الارض يومئذ رواه مسلم"

اس حدیث کے سب راوی علی شرط الشیخین ہیں۔ سوائے ابوقتادہ عدوی کے کہ وہ رواۃ مسلم و ابوداؤد و نسائی سے ہے۔ یہ ایسا ثقہ ہے کہ کسی نے اس میں جرح نہیں کی۔ اس لئے میزان میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس باب میں اور احادیث بھی مسلم میں موجود ہیں۔ بعض میں نام قسطنطنیہ کا ہے اور اس ترتیب پر کہ پہلے خروج ملحمہ ہے۔ پھر فتح قسطنطنیہ پھر خروج دجال یہ حدیث ابوداؤد کی دوسری ہے۔ "عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله ﷺ عمران بيت المقدس خراب يثرب وخراب يثرب خروج الملحمة وخروج الملحمة فتح قسطنطنية وفتح قسطنطنية خروج الدجال" اس حدیث کے سب رجال اعلیٰ درجہ کے ثقات ہیں کہ ان میں کوئی جرح نہیں ہے۔ اس لئے میزان میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ سوائے عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان حمصی کے کہ وہ مختلف فیہ ہے۔ ایک جماعت کثیرہ نے اس کی توثیق کی ہے۔ میزان میں ہے۔ "وثقه دحيم وقال ابن معين ليس به باس وقال ابوداؤد كان فيه سلامة وكان مجاب الدعوة وقال ابو حاتم ثقة وقال صالح جزرة قدري صدوق حسن الترمذي حديثه وقد وثق الفلاس ابن ثوبان" ترغیب و ترہیب میں ہے۔ وثقه ابن المديني وغيره اس ترمذی وغیرہ میں کہتا ہوں۔ ترمذی نے جن احادیث کی تصحیح کی ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔

"حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن انا محمد بن يوسف عن ابن ثوبان عن ابيه عن مكحول عن جبير بن نفير ان عبادة بن الصامت

حدثهم ان رسول اللہ ﷺ قال ما علی الارض مسلم یدعو اللہ تعالی بدعوة الا آتاه اللہ ایاها او صرف عنه من السوء مثلها ما لم یدع باثم او قطیعة رحم فقال رجل من القوم اذا نکثر قال اللہ اکثر وهذا حدیث حسن غریب صحیح من هذا الوجه " یعنی عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان کی حدیث ترمذی کے شرط پر صحیح ہے اور سوائے مکحول شامی کے یہ بھی ثقہ ہیں۔ اس کی توثیق کی گئی ہے۔ یہ رجال مسلم سے ہے اور اس کی غیر احمد نے توثیق کی ہے۔ میزان میں ہے۔" وثقه غیر واحد وقال ابن سعد ضعفه جماعة قلت هو صاحب تدلیس وقد رمی بالقدر فالله اعلم یروی بالارسال عن ابی وعبادة بن الصامت وعائشة وابی هریرة وروی عن واثلة وابی امامة وعدة وعنه ثور بن یزید والاوزاعی لم یبلغنا ان احدا من التابعین تکلم فی القدر الا الحسن ومکحول فکشفنا عن ذلك فاذا هو باطل"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مکحول میں تین نقص ہیں۔ اول یہ کہ وہ مدلس ہے۔ دوم یہ کہ قدر کے ساتھ متہم کیا گیا ہے۔ سوم یہ کہ کثیر الارسال عن الصحابہ ہے۔ جرح اخیر تو اس حدیث میں باقی ہے۔ اس لئے کہ یہاں صحابی سے روایت نہیں کرتا ہے۔ بلکہ محمود بن ربیع سے اور جرح دوم یحییٰ بن معین و دوسرے ائمہ کے کلام سے باطل ہو گئی۔ رہی جرح تدلیس جس پر جرح سوائے میزان کے کسی کتاب میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ تقریب میں نہ کاشف میں نہ خلاصہ میں۔

"حدیث عبادة بن الصامت فلا تفعلوا الا بفاتحة الکتاب فانه لا صلوة لمن لم یقرأ بها " میں مکحول واقع ہے اور وہ محمود بن الربیع سے ساتھ لفظ عن کے روایت کرتا ہے اور بخاری نے جزء القراءة میں اس کی تصحیح کی ہے۔ تلخیص الحبیر میں ہے۔" احمد والبخاری فی جزء القراءة وصححه وابوداؤد والترمذی والدارقطنی وابن حبان والحاکم والبیهقی من طریق ابن اسحاق حدثنی مکحول عن محمود بن الربیع عن عبادة وتابعه زید بن واقد وغیره عن مکحول " یعنی اس کی تصحیح کی ہے۔" قال البیهقی ورواه ابراهیم بن سعد عن محمد بن اسحق فذکر فیه سماع ابن اسحق من مکحول فصار الحدیث موصولا صحیحا " اہل حدیث اس حدیث میں علت تدلیس ابن اسحاق کی بیان کرتے ہیں اور اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ دوسری روایت میں تحدیث کی تصریح ہے۔ ایک بھی تدلیس مکحول کی بیان نہیں کرتا ہے۔ یعنی

الاوطار میں ہے: ”ومحمد بن اسحق قد صرح بالتحدیث فذهب مظنة تدلیسه“ تخریج احادیث وسیط میں ہے: ”وهو حدیث صحیح رواه ابوداؤد والترمذی والدارقطنی وابن حبان والحاکم والبیهقی من روایة عبادة الصامت قال الترمذی حسن وقال الدار قطنی اسناده حسن ورجاله ثقات وقال الخطابی اسناده جید لا مطعن فیه وقال الحاکم اسناده مستقیم وقال البیهقی صحیح قلت ولا یضرکون عنعنة ابن اسحق فی بعض اسانیده فقد صرح فی بعضها بالتحدیث فزال المحذور“ ترمذی نے حدیث مکحول کی تخریج کی ہے۔ باب ”ما جاء فی سجدتی السهو“ میں لکھتے ہیں: ”حدثنا محمد بن بشار نا محمد بن خالد بن عثمة نا ابراهیم بن سعد قال حدثنی محمد بن اسحق عن مکحول عن کریب عن ابن عباس عن عبدالرحمن بن عوف قال سمعت النبی ﷺ یقول اذا سها احدکم فی صلوته الحدیث قال ابوعیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح“ جبکہ بخاری و ترمذی ایسے شخص کا عنعنہ قبول کرتے ہیں اور حدیث عبادہ مذکور میں کوئی شخص بھی تدلیس کے ساتھ موصوف قرار نہیں دیا جاتا تو یہ امر قول باطل ہے۔ اس پر کہ قول ان معنی میں سے نہیں ہے کہ جن کا معنی معتبر ہوا اور یہ حدیث بھی ترتیب مذکورہ پر دال ہے۔ ”عن عبداللّٰہ بن بسر ان رسول اللّٰه ﷺ قال بین الملحمة وفتح المدینة ست سنین ویخرج الدجال فی السابعة رواه ابوداؤد وقال هذا اصح“ تحقیق ثابت ہے کہ شہر قسطنطنیہ ابھی تک بفضل اللہ تعالیٰ اہل اسلام کے قبضہ میں ہے۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کفار کے قبضہ میں آ جائے گا۔ اس کے بعد ملحمہ کبریٰ واقع ہوگا۔ اس کے بعد فتح قسطنطنیہ ہوگی۔ اس کے بعد خروج دجال ہوگا۔ اس کے بعد مسیح موعود تشریف لائیں گے۔ مرزا قادیانی جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور ابھی تک وقائع مذکورہ وقوع میں نہیں آئے تو یہ امر اول دلیل ہے۔ مرزا قادیانی کے کاذب ہونے پر۔

دلیل بست و دوم، سوم، چہارم، پنجم، ششم حدیث نواس بن سمعان ہے جو کہ صحیح مسلم میں مروی ہے۔

”وعن النواس بن سمعان قال ذکر رسول اللّٰه ﷺ الدجال وقال ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجه دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسه واللّٰه خلیفتی علیٰ کل مسلم انه شاب قطط عینه طافئة کانی اشبهه

بعبد العزى ابن قطن فمن ادركه منكم فليقرأ عليه فواتح سورة الكهف فانها جوازكم من فتنة انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يمينا وعاث شمالا يا عباد الله فاثبتوا قلنا يا رسول الله وما لبثه في الارض قال اربعون يوما يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر ايامه كايامكم قلنا يا رسول الله فذلك اليوم الذي كسنة ايكفينا فيه صلوة يوم قال لا اقدروا له قدره قلنا يا رسول الله وما اسرعه في الارض قال كالغيث استدبرته الريح فيأتي على القوم فيدعوهم فيؤمنون به فيأمر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم اطول ما كانت ذرى واسبغه ضروعا وامده خواصر ثم يأتي القوم فيدعوهم فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بايديهم شيء من اموالهم ويمر بالخربة فيقول لها اخرجي كنوزك فتتبعه كنوزها كيعاسيب النحل ثم يدعوا رجلا ممتلئا شبابا فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل ويتهلل وجهه يضحك فبينما هو كذلك اذ بعث الله المسيح ابن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق بين مهرودتين واضعا كفيه على اجنحة ملكين اذا طأطأ راسه قطر واذا رفعه تحدر منه مثل جمان كاللؤلؤ فلا يحل لكافر يجد من ريح نفسه الامات ونفسه ينتهي حيث ينتهي طرفه فيطلبه حتى يدركه بباب لد فيقتله ثم يأتي عيسى قوم قد عصمهم الله منه فيمسح عن وجوههم ويحدثهم بدرجاتهم في الجنة فبينما هو كذلك اذ اوحى الله الى عيسى اني قد اخرجت عبادا لي لا يدان لاحد بقتالهم فحرز عبادي الى الطور ويبعث الله ياجوج وماجوج وهم من كل حدب ينسلون فيمر اوائلهم على بحيرة طبرية فيشربون ما فيها ويمر آخرهم فيقول لقد كان بهذه مرة ماء ثم يسيرون حتى ينتهوا الى جبل الخمر وهو جبل بيت المقدس فيقولون لقد قتلنا من في الارض هلم فلنقتل من في السماء فيرمون بنشابهم الى السماء فيرد الله عليهم نشابهم مخضوبة دما ويحصر نبي الله واصحابه حتى يكون راس الثور لاحدهم خيرا من مائة دينار لاحدكم اليوم فيرغب نبي الله عيسى واصحابه فيرسل الله عليهم النغف في رقابهم فيصبحون فرسى

كموت نفس واحدة ثم يهبط نبي الله عيسىٰ واصحابه الى الارض فلا يجدون في الارض موضع شبر الا ملأه زهمهم ونتنهم فيرغب نبي الله عيسىٰ واصحابه الى الله فيرسل الله طيرا كاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حيث شاء الله وفي رواية تطرحهم بالنهبل ويستوقد المسلمون من قسيهم ونشابهم وجعابهم سبع سنين ثم يرسل الله مطراً لا يكن منه بيت مدر ولا وبر فيغسل الارض حتىٰ يتركها كالزلفة ثم يقال للارض انبتي ثمرتك وردي بركتك فيومئذ تاكل العصابة من الرمانة ويستظلون بقحفها ويبارك في الرسل حتىٰ ان اللقحة من الابل لتكفي الفئام من الناس واللقحة من البقر لتكفي القبيلة من الناس واللقحة من الغنم لتكفي الفخذ من الناس فبينما هم كذالك اذبعث الله ريحا طيبة فتاخذهم تحت آباطهم فتقبض روح كل مؤمن وكل مسلم ويبقى شرار الناس يتهارجون فيها تهارج الحمر فعليهم تقوم الساعة رواه مسلم الا الرواية الثانية وهي قوله فتطرحهم بالنهبل الى قوله سبع سنين رواه الترمذي"

نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا کہ اگر دجال نکلا اور میں تم لوگوں میں موجود ہوا تو تم سے پہلے میں اس کو الزام دوں گا اور تم کو اس کے شر سے بچاؤں گا اور اگر وہ نکلا اور میں تم لوگوں میں موجود نہ ہوا تو ہر مرد مسلمان اپنی طرف سے اس کو الزام دے گا اور حق تعالیٰ میرا خلیفہ اور نگہبان ہے ہر مسلمان پر۔ تحقیق دجال نوجوان گھونگر والے بالوں والا ہے۔ اس کی آنکھ میں ٹینٹ ہے۔ گویا کہ میں اس کی مثال بہت دیتا ہوں۔ عبدالعزیٰ بن قطن کے ساتھ (عبدالعزیٰ نامی ایک کافر تھا) سو جو شخص کہ تم میں سے اس کو پاوے تو چاہئے کہ سورۂ کہف کے سر کی آیتیں اس پر پڑھے۔ مقرر وہ نکلے گا شام اور عراق کے درمیان کی راہ سے تو خرابی ڈالے گا داہنے اور بائیں طرف اے خدا کے بندو ایمان پر ثابت رہیو۔

اصحاب بولے یا رسول اللہ اور کس قدر اس کو زمین پر درنگی اور اقامت ہوگی۔ حضرت ﷺ نے فرمایا چالیس دن ان میں سے ایک دن تو سال کے برابر اور دوسرا دن جیسے مہینہ اور تیسرا دن جیسے ہفتہ اور باقی دن جیسے کہ ابھی تمہارے دن ہیں۔ اصحاب بولے یا رسول اللہ ﷺ سو وہ دن جو سال کے برابر ہوگا کیا ہم کو ایک ہی دن کی نماز کفایت کرے گی۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تم اندازہ کر لینا اس دن میں بقدر اس کے۔ اصحاب بولے یا رسول اللہ ﷺ اس کی

شتاب روی زمین میں کیونکر ہوگی۔ حضرت ﷺ نے فرمایا جیسے وہ مینہ جس کو ہوا پیچھے سے اڑاتی ہے۔ سو وہ ایک قوم کے پاس آوے گا تو ان کو کفر کی طرف بلاوے گا۔ سو وہ اس کے ساتھ ایمان لاویں گے تو آسمان کو حکم کرے گا تو وہ پانی برسا دے گا اور زمین کو حکم کرے گا تو وہ گھاس اگاوے گی تو شام کو ان کے مویشی آویں گے بہ نسبت سابق کے دراز کوہان ہو کر اور کشادہ تھن ہو کر اور کوکھیں خوب تن کر یعنی موٹے تازے ہو جاویں گے۔ پھر دجال دوسری قوم کے پاس آوے گا اور ان کو کفر کی طرف بلاوے گا۔ سو وہ اس کے قول کو رد کر دیں گے تو ان کی طرف سے ہٹ جاوے گا تو ان پر قحط پڑے گا کہ ان کے ہاتھوں میں ان کے مالوں میں سے کچھ باقی نہ رہے گا اور دجال ویران زمین پر نکلے گا اور اس سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال تو خزانے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیں گے۔ جیسے شہد کی مکھیاں بڑی مکھی کے پیچھے ہوتی ہیں۔ پھر دجال ایک جوان مرد کو بلاوے گا اور اس کو تلوار سے دو ٹکڑے کر ڈالے گا اور ٹکڑے تیر کے مسافت کے قدر دور جا پڑیں گے۔ پھر اس کو بلاوے گا تو وہ جوان چہرہ دمکتا ہوا اور ہنستا اس کے سامنے آوے گا۔ پس دجال اسی حال میں ہوگا کہ ناگاہ اللہ تعالیٰ مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا تو وہ دمشق کے شرقی منارہ کے پاس اتریں گے۔ زرد رنگین جوڑا پہنے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے جب وہ سر جھکاویں گے تو پسینہ ٹپکے گا اور جب سر اٹھاویں گے تو ٹپکے گا مثل موتی کے حتی بدن اور عرق کی شفافی اور صفائی کی وجہ سے موتی کی طرح چمکتا معلوم ہوگا۔ پس جس کافر کو ان کی سانس کی بھاپ لگے گی۔ وہ فی الفور مر جاوے گا اور ان کا سانس ان کی نظر کے منتہی تک پہنچے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے۔ یہاں تک کہ لد (کوہ شام) کے دروازے پر اس کو پاویں گے۔ پس اس کو قتل کریں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ لوگ آویں گے۔ جن کو خدا نے دجال سے بچایا۔ سو شفقت سے ان کے چہروں کو سہلاویں گے اور ان کو بہشت کے درجات کی خوشخبری دیں گے۔ سو اسی حال میں ہوں گے کہ ناگاہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ کسی کو ان سے لڑنے کی طاقت نہیں سو میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جا کر محفوظ رکھو اور اللہ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر ایک بلندی سے نکل پڑیں گے تو ان کے پہلے لوگ طبرستان کے دریا پر گزریں گے تو جتنا پانی اس میں ہوگا سب پی جاویں گے اور ان کے پچھلے لوگ جب وہاں آویں گے تو کہیں گے کبھی اس دریا میں بھی پانی تھا۔ پھر چلیں گے یہاں تک کہ اس پہاڑ پر پہنچیں گے جہاں درختوں کی کثرت ہے۔ یعنی بیت المقدس کا پہاڑ تو وہ کہیں گے۔ البتہ ہم زمین والوں کو تو قتل کر چکے آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں تو

اپنے تیروں کو آسمان پر ماریں گے۔ سو خدا ان کے تیروں کو خون آلودہ کر ڈالے گا اور خدا کا پیغمبر
عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب گھرے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے نزدیک بیل کا
سر افضل ہوگا۔ سو اشرفی سے آج تمہارے نزدیک یعنی کھانے کی نہایت تنگی ہوگی۔ پھر خدا کا پیغمبر
عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے اصحاب دعا کریں گے۔ سو خدا ان یاجوج ماجوج پر عذاب بھیجے گا۔ ان
کی گردنوں میں کیڑا پیدا ہوگا تو صبح تک سب مر جاویں گے۔ ایک جان کا سا مرنا۔ پھر خدا کا پیغمبر
عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے اصحاب زمین پر اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت برابر جگہ ان کی
سڑاند اور گندگی سے خالی نہ پاویں گے۔ یعنی تمام زمین پر ان کی سڑی لاشیں پڑی ہوں گی۔ پھر خدا
کا پیغمبر عیسیٰ اور اس کے اصحاب خدا سے دعا کریں گے۔ حق تعالیٰ یاجوج ماجوج پر پرند جانور بھیجے
گا۔ جیسے بڑے اونٹوں کی گردنیں سو وہ ان کو اٹھا لے جاویں گے اور ان کو پھینک دیں گے۔ جہاں
خدا کو منظور ہوگا۔ (اور ایک روایت میں ہے (یہ روایت ترمذی کی ہے) کہ مقام نہبل میں ان کو
پھینک دیں گے اور مسلمان ان کے کمانوں اور تیروں اور ترکشوں سے سات برس تک آگ
جلائیں گے) پھر خدا ایسا پانی برساوے گا کہ کوئی گھر مٹی کا اور اون کا باقی نہ رہے گا اور زمین کو دھو کر
ایسا صاف کر دے گا۔ جیسے حوض وغیرہ پھر زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھل اگا اور اپنی برکت دکھا تو اس
دن ایک انار کو ایک جماعت کھاوے گی اور اس کے چھلکے کو چھتا کر اس کے سایہ میں بیٹھیں گے اور
دودھ میں اس قدر برکت ہوگی کہ دودھار اونٹنی آدمیوں کے بڑے گروہ کو کفایت کرے گی۔ سو لوگ
ایسی حالت میں ہوں گے کہ یکایک حق تعالیٰ ایک پاک ہوا بھیجے گا کہ ان کے بغلوں کے نیچے لگے
گی اور اثر کر جاوے گی تو ہر مومن اور ہر مسلم کی روح کو قبض کرے گی اور شریر بدذات لوگ باقی رہ
جاویں گے۔ مرد عورت آپس میں گدھوں کی طرح علانیہ بدکاری کریں گے۔ سو ان پر قیامت قائم
ہوگی۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلم[1] نے۔

---

[1] اس حدیث کے تین راوی علی شرط الشیخین ہیں اور تین رواۃ یعنی یحییٰ بن جابر الطائی
و عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر و جبیر بن نفیر رواۃ مسلم سے ہیں۔ ان میں سے یحییٰ و جبیر بن نفیر تو ایسے
ثقہ ہیں کہ ان میں کوئی جرح نہیں ہے۔ اسی لئے میزان میں ان کا ذکر نہیں اور عبدالرحمٰن بن جبیر کی
نسبت میزان میں مرقوم ہے۔ "ثقة مشهور وثقه ابو زرعة والنسائي وقال ابن سعد
ثقة بعضهم يستنكر حديثه" بہرحال یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔

ف۔ یہ حدیث چند وجوہ سے مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونا باطل کرتی ہے۔

اوّل۔ یہ کہ حدیث سے صاف ثابت ہے کہ نزول مسیح موعود سے پہلے دجال آئے گا۔ جس کے وہ صفات ہوں گے جو اس حدیث اور دیگر احادیث میں مذکور ہوئے۔ ابھی تک دجال نکل آیا اور مرزا قادیانی جو گروہ پادریان کو دجال کا مصداق بتاتے ہیں۔ سو یہ صریح البطلان ہے۔ کیونکہ اس حدیث اور دوسری احادیث صحیحہ میں تصریحاً موجود ہے کہ وہ دجال ایک مرد معین ہے۔ کافر یہودی ہے۔ سرخ جوان بہت گھنگروالے بال والی آنکھ کا کانا اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں۔ آنکھ اس کی ابھری ہوئی انگور ہے۔ عبدالعزیٰ بن قطن کے مشابہ اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں ک ف ر لکھا ہے۔ ہر مومن کاتب وغیر کاتب اس کو پڑھ لے گا۔ اس کے ساتھ جنت و دوزخ ہوگی۔ بانجھ ہوگا اس کے اولاد نہ ہوگی۔ مکہ مدینہ میں نہ داخل ہوگا۔ وہ کہے گا میں تمہارا رب ہوں اور سب کو زندہ کروں گا۔ جب تک کہ نہ مرو گے۔ چالیس دن زمین میں رہے گا ایک دن ایک سال کے برابر اور ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن تمہارے دنوں کی طرح۔ چال اس کی ابر کی سی ہوگی۔ ایک قوم کے پاس آئے گا پھر ان کو بلائے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے۔ پس حکم کرے گا آسمان کو تو آسمان مینہ برسائے گا اور حکم کرے گا زمین کو تو وہ اگائے گی پھر ان کے مویشی بہت موٹے اور بہت دودھ دینے والے زیادہ سیر ہو جائیں گے۔ پھر آئے گا دوسری قوم کے پاس پھر ان کو بلائے گا تو وہ اس کی بات نہ مانیں گے تو پھر جائے گا وہ ان سے پھر ان سے مینہ کا برسنا موقوف ہو جائے گا اور زمین خشک ہو جائے گی۔ ان کے ہاتھ میں کچھ مال نہ رہے گا اور گزرے گا ویرانہ پر پھر اس سے کہے گا نکال اپنے خزانے پس خزانے پیچھے اس کے ہو جائیں گے۔ جیسا کہ شہد کی مکھیاں اپنے بادشاہ کے پیچھے چلتی ہیں۔ پھر بلائے گا ایک مرد جوان کو پھر تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر کے تیر کے نشانہ کے فاصلہ پر پھینک دے گا۔ پھر اس کو بلائے گا تو وہ زندہ ہو کر آئے گا کہ چہرہ اس کا روشن ہوگا۔ ختم ہوا حدیث متفق علیہ میں ہے کہ اس کے پاس ایک مرد آئے گا اور وہ بہترین مردم ہوگا۔ دجال سے کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک تو دجال ہے جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے ہم کو دی ہے۔ دجال لوگوں کو خطاب کر کے کہے گا بھلا بتاؤ اگر میں اس کو مار ڈالوں پھر زندہ کروں تو میرے خدا ہونے میں اس کو شک رہے گا۔ لوگ کہیں گے نہیں۔ پس مار ڈالے گا وہ اس کو پھر اس کو زندہ کرے گا۔ پھر وہ شخص کہے گا کہ اب تو مجھ کو تیرے دجال ہونے کی اور زیادہ بصیرت ہوگئی۔ پھر دجال اس کے قتل کا ارادہ کرے گا تو قتل نہ کر سکے گا۔ ان سب امور پر حدیث مذکور اور احادیث ذیل دلالت کرتی ہیں۔

[1]عن انس قال قال رسول اللهﷺ ما من نبی الا قد انذر امته الا عور الکذاب الا انه اعور وان ربکم لیس باعور مکتوب بین عینیه ك ف ر متفق علیه۔

وعن عبداللہ قال قال رسول اللہﷺ ان اللہ لا یخفی علیکم ان اللہ تعالی لیس باعور وان المسیح الدجال اعور عین الیمنی کأن عینه عنبة طافئة متفق علیه۔

وعن ابی هریرة قال قال رسول اللہﷺ الا احدثکم حدیثا عن الدجال ما حدث به نبی قومه انه اعور وانه یجئ معه بمثل الجنة والنار فالتی یقول انها الجنة هی النار وانی انذرکم کما انذر به نوح قومه متفق علیه۔

وعن حذیفة عن النبیﷺ قال مکتوب بین عینیه کافر یقرأه کل مؤمن کاتب وغیر کاتب۔

وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہﷺ یأتی الدجال وهو محرم علیه ان یدخل نقاب المدینة فینزل بعض السباخ التی تلی المدینة فیخرج الیه رجل وهو خیر الناس اومن خیار الناس فیقول اشهد انك الدجال الذی حدثنا رسول اللہﷺ حدیثه فیقول الدجال أرأیتم ان قتلت هذا ثم احییته هل تشکون فی الامر فیقولون لا فیقتله ثم یحییه فیقول واللہ ما کنت فیك اشد بصیرة من الیوم فیرید الدجال ان یقتله فلا یسلط علیه متفق علیه۔

وعن ابی هریرة عن رسول اللہﷺ قال یأتی المسیح من قبل المشرق همته المدینة حتی ینزل دبر احد ثم تصرف الملائکة وجهه قبل الشام وهنالك یهلك متفق علیه۔

---

[1] ان سب حدیثوں میں علامات دجال مذکورہ بالا کا بیان ہے۔ اس لئے ترجمہ کی ضرورت نہ تھی۔

وفي حديث فاطمة بنت قيس فاذا فيه اعظم انسان مارأيناه قط خلقا وفيه فلا ادع قرية الا هبطتها في اربعين ليلة غير مكة وطيبة هما محرمتان على كلتاهما رواه مسلم.

وفي حديث عبدالله بن عمران رسول الله ﷺ قال الحديث وفيه ثم اذا انا برجل جعد قطط اعور العين اليمنى كأن عينه عنبة طافئة كاشبه من رأيت من الناس بابن قطن واضعاً يديه على منكبي رجلين يطوف بالبيت فسألت من هذا فقالوا هذا المسيح الدجال متفق عليه.

وفي رواية قال في الدجال رجل احمر جسيم

وقال ابن شهاب واخبرني عمر بن ثابت الانصاري انه اخبره بعض اصحاب رسول الله ﷺ ان رسول الله ﷺ قال يوم حذر الناس الدجال انه مكتوب بين عينيه كافر يقرؤه من كره عمله اويقرؤه كل مؤمن وقال تعلموا انه لن يرى احدمنكم ربه عزوجل حتى يموت رواه مسلم.

وفي حديث ابي سعيد قال صحبت ابن صائد الى مكة فقال لي اماً لقيت من الناس يزعمون اني الدجال الست سمعت رسول الله ﷺ يقول انه لا يولد له قال قلت بلى قال فقد ولدلي اوليس سمعت رسول الله ﷺ يقول لا يدخل المدينة ولا مكة قلت بلى قال فقد ولدت بالمدينة وهذا انا اريد مكة رواه مسلم وفي رواية الم يقل نبي الله ﷺ انه يهودي وقد اسلمت وفي رواية اليس قد قال رسول الله ﷺ هو كافر وانا مسلم اوليس قد قال رسول الله ﷺ عقيم لا يولد له وقد تركت ولدي بالمدينة"

ہجدہم..... حدیث نواس بن سمعان کے یہ الفاظ "اذ بعث الله المسيح بن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق بين مهرودتين واضعاً كفيه على اجنحة ملكين اذا طأطأ رأسه قطر واذا رفعه تحدر منه مثل جمان كاللؤلؤ فلا يحل لكافر يجد من ريح نفسه الامات ونفسه ينتهي حيث ينتهي طرفه فيطلبه حتى يدركه بباب لد فيقتله" مرزا غلام احمد قادیانی کا مصداق مسیح بن مریم ہونا باطل کرتے ہیں۔

وجہ سوم ..... اس حدیث مذکور سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں خروج یاجوج وماجوج بصفت خاصہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ بات بھی مرزا قادیانی کے زمانہ میں اب تک مفقود ہے اور نہ ان کے زمانہ میں اس کے وقوع کی امید ہے۔

وجہ چہارم ..... اس حدیث میں چار مقام پر مسیح موعود کے لئے لفظ نبی اللہ کا آیا ہے۔ پس اگر آپ آپ کو نبی اللہ کہا جاتا ہے تو یہ مخالف ہے۔ آیہ کریمہ ''ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین'' اور حدیث ''وانا خاتم النبیین'' کی جو متفق علیہ ہے اور اگر آپ کو نبی اللہ نہیں کہا جاتا تو مسیح موعود کا مصداق نہ ہوا۔

دلیل ہفتم، ہشتم، نہم ..... مرزا قادیانی کے مسیح موعود نہ ہونے کی یہ حدیث ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے: ''قال الامام احمد حدثنا عفان حدثنا همام انبانا قتادة عن عبدالرحمن عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال الانبياء اخوة للعلات امهاتهم شتّٰی ودينهم واحد وانی اولی الناس بعيسیٰ بن مريم لانه لم يكن نبی بينی وبينه وانه نازل فاذا رايتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبياض عليه ثوبان ممصران كأن راسه يقطر ان لم يصبه بلل فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويدعوا الناس الی الاسلام ويهلك الله فی زمانه الملل كلها الا الاسلام ويهلك الله فی زمانه المسيح الدجال ثم تقع الامانة علی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان بالحيات لا تضرهم فيمكث اربعين ثم يتوفی ويصلی عليه المسلمون وكذا رواه ابوداؤد عن هدبة بن خالد عن همام بن يحيیٰ انتهی وقال الحافظ فی فتح الباری رواه ابوداؤد باسناد صحيح''

---

[۱] اس حدیث کے سب روات رجال صحیحین ہیں۔ سوائے عبدالرحمٰن ابن آدم کے کہ وہ ایسا ثقہ ہے کہ کسی نے اس میں جرح نہیں کی۔ اسی لئے میزان میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اور قتادہ ابن دعامہ اگرچہ مدلس ہے۔ لیکن اس کے ساتھ سب اصحاب صحاح نے احتجاج کیا ہے۔ میزان میں ہے ''احتج به اصحاب الصحاح والاسيما اذا قال حدثنا'' اور حافظ نے فتح الباری میں اس حدیث ابی داؤد کو صحیح کہا ہے۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ تحقیق نبی ﷺ نے فرمایا کہ سب انبیاء علاتی بھائی ہیں کہ ان کی مائیں یعنی فروعی احکام ان کے مختلف ہیں اور اصل دین ان کا ایک ہی ہے۔ یعنی توحید و ایمانیات و معتقدات الٰہی میں متفق ہیں اور میں قریب تر ہوں عیسیٰ بن مریم کے اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں۔ جب تم ان کو دیکھو تو ان کی پہچان یہ ہے کہ ایک مرد میانہ قد گندم گوں رنگین کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ گویا ان کے سر سے قطرے ٹپکتے ہوں گے۔ اگرچہ تری ان کو نہ پہنچی ہو۔ پس صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو ہلاک کریں گے اور جزیہ اٹھا دیں گے اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے اور خدا ان کے زمانہ میں سوائے اسلام کے سب مذاہب کو نیست و نابود کر دے گا اور خدا ان کے ہی زمانہ میں مسیح دجال کو ہلاک کرے گا تو کل زمین میں امن ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ شیر اونٹ کے ساتھ اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیئے بکری کے ساتھ مل کر ایک جگہ چریں گے اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے تو ان کو کچھ ضرر نہیں پہنچائیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس برس کی (عمر) میں وفات پائیں گے اور ان پر مسلمان جنازے کی نماز پڑھیں گے۔ یہ حدیث تین وجوہ سے جو مذکور ہوں گے مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونا باطل کرتی ہے۔

اول: یہ کہ اس حدیث میں تصریح اس امر کی ہے کہ آنے والا مسیح وہی نبی بنی اسرائیل عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جن کے اور حضرت ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ نہ کوئی مثیل۔

دوم: یہ کہ مسیح موعود کے زمانے میں سب مذہب سوائے اسلام کے ہلاک ہو جائیں گے اور مرزا قادیانی کے زمانہ میں دوسرے مذاہب بڑی ترقی کے ساتھ موجود ہیں۔

سوم: مسیح موعود کے زمانے میں شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گائے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ سانپ ان کو ضرر نہ پہنچائیں گے۔ مرزا قادیانی کے زمانہ میں یہ امر مفقود ہے۔

چہارم: ... یہ حدیث ہے: "قال احمد حدثنا هشيم عن العوام بن حوشب عن جبلة بن سحيم عن مؤثر بن عفازة عن ابن مسعود عن رسول الله ﷺ قال لقيت ليلة اسري بي ابراهيم وموسى وعيسى عليهم السلام فتذاكروا امر الساعة فردوا امرهم الى ابراهيم فقال لا علم لي بها فردوا امرهم الى موسى فقال لا علم لي بها فردوا امرهم الى عيسى فقال اما وجبتها فلا يعلم بها احد الا الله وفيما عهد الي ربي عزوجل ان الدجال خارج ومعي قضيبان فاذا

رآني ذاب كما يذوب الرصاص الحديث وفيه فقيما عهد الي ربي عزوجل ان ذلك اذا كان كذلك ان الساعة كالحامل المتم لا يدري اهلها متى تفاجئهم لولا دهنا ليلا او نهارا رواه ابن ماجه عن محمد بن بشار عن زيد ابن هارون عن العوام بن حوشب به نحوه"

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے میری ملاقات ہوئی تو قیام قیامت کا ذکر آگیا کہ کب ہوگی۔ سب نے اس سوال کو ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ مجھ کو قیامت کے وقت کا کچھ علم نہیں۔ پھر اس سوال کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پیش کیا تو انہوں نے بھی کہا کہ اس کا مجھ کو کچھ علم نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ قیامت کا عین وقت وقوع تو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ لیکن اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے اور میرے ہاتھ میں دو چھڑیاں ہوں گی۔ پس جب وہ مجھ کو دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا۔ جیسے سیسا پگھلتا ہے۔ آخر حدیث تک اور اس میں یہ بھی ہے کہ مجھ سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ جب یہ واقعات ہو چکیں گے تب قیامت ایسی جلدی آئے گی۔ جیسے پورے دنوں کی حاملہ کہ اس کے گھر والے نہیں جانتے ہیں کہ رات یا دن کو کس وقت ناگہاں بچہ پیدا ہو جائے گا۔

اس حدیث کے سب رجال رجال صحیحین ہیں۔ سوائے مؤثر بن عفازہ کے کہ وہ ایسا ثقہ ہے کہ اس میں کوئی جرح نہیں ہے۔ اس لئے میزان میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ ہاں ایک علت اس میں ہے وہ یہ ہے کہ ہشیم مدلس ہے اور یہاں عن کے ساتھ روایت کی ہے۔ لیکن چونکہ متابع اس کا یزید بن ہارون موجود ہے۔ اس لئے تدلیس کچھ ضرر نہیں کرتی ہے۔ اس حدیث سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح جو آنے والے ہیں وہ وہی نبی بنی اسرائیل ہیں نہ کوئی مثیل ان کا۔

حدیث بارہویں: "عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ والذي نفسي بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال وحتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا وما فيها متفق عليه"

ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو اس ذات پاک کی قسم ہے۔ جس کی قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ بالتحقیق عنقریب ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اتریں گے تو صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو ہلاک کریں گے اور جزیہ کو اٹھا دیں گے اور مال کی کثرت

ہوگی۔ یہاں تک کہ اس کو کوئی قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے زمانے میں مال اس قدر کثرت سے ہوگا کہ کوئی قبول نہ کرے گا اور ایک سجدہ بہتر ہوگا دنیا و مافیہا سے یہ دونوں باتیں مرزا قادیانی کے زمانے میں اب تک پائی نہیں گئیں نہ ان کے زمانے میں پائی جانے کی امید ہے۔

ابوہریرہؓ کی ایک متفق علیہ حدیث میں یہ لفظ ہے۔ "وحتی یکثر فیکم المال فیفیض حتی یهم رب المال من یقبل صدقة وحتی یعرضه فیقول الذی یعرضه علیه لا ارب لی به" مسلم کی ایک روایت کے یہ لفظ ہیں۔ "لا تقوم الساعة حتی یکثر المال ویفیض حتی یخرج الرجل زکوة ماله فلا یجد احدا یقبلها" مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔ "تقیء الارض افلاذ کبدها امثال الاسطوانة من الذهب والفضة فیجیء القاتل فیقول فی هذا قتلت ویجیء القاطع فیقول فی هذا قطعت رحمی ویجیء السارق فیقول فی هذا قطعت یدی ثم یدعونه فلا یاخذون منها شیئا وان حارثة ابن وهب قال قال رسول اللہ ﷺ تصدقوا فانه یاتی علیکم زمان یمشی الرجل بصدقته فلا یجد من یقبلها یقول الرجل لو جئت بها بالامس لقبلتها فاما الیوم فلا حاجة لی بها متفق علیه"

یہ سب حدیثیں حدیث اول کی تفسیر واقع ہوئی ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کے مریدوں کی یہ تاویلیں کہ علم کے خزانے بٹیں گے یا مال سے وہ روپیہ مراد ہے جو مرزا قادیانی کے اشتہارات میں مذکور ہے کہ جو کوئی براہین احمدیہ یا سرمہ چشم آریہ وغیرہ وغیرہ کا جواب لکھے ان کو اس قدر روپیہ دیا جائے گا۔ کس قدر پوچ و لچر و بیہودہ ہیں۔

دلیل دوازدہم۔ ۔۔ مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہے۔ "ولیترکن القلاص فلا یسعی علیها ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد" اور (ابن مریم کے زمانے میں) جوان اونٹ چھوڑ دیئے جائیں گے۔ پس ان سے کوئی کام نہ لیا جائے گا اور کینہ اور بغض اور حسد نہ رہے گا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ مسیح موعود کے زمانے میں جوان اونٹ چھوڑ دیئے جاویں گے۔ نہ ان پر سواری کی جائے گی اور نہ کسی اور کام میں لگائے جائیں گے اور عداوت و بغض و حسد باقی نہ رہے گا۔ یہ بات مرزا قادیانی کے زمانے میں پائی نہیں جاتی ہے۔

دلیل سیزدہم۔ ۔۔ ابن سمعان کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے زمانے میں اس قدر

برکت ہوئی کہ ایک انار ایک جماعت کے لئے کافی ہوگا اور اس کے چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت سایہ لے گی اور دودھ میں اس قدر برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگی اور ایک گائے ایک بڑے قبیلہ کے لئے اور ایک بکری چھوٹے قبیلہ کے لئے اور مرزا قادیانی کے زمانے میں ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔

قولہ ..... ''پس بموجب حکم ان سب مقدمات مسلمہ کے۔''

اقول..... یہ سب مقدمات تو آپ کے تار عنکبوت تھے۔ ہباءً منثوراً ہوگئے۔ اب بموجب اپنے وعدہ کے ہلاکت مقرر کر کے یا خوف خدا کر کے رجوع فرمایئے۔

قولہ ..... ''پس بموجب اس تاویل صحیح اور تفسیر حقہ کے اس شعر کا مضمون بہت راست و درست معلوم ہوتا ہے۔''

اقول..... اب تو معلوم ہوگیا کہ وہ تاویل آپ کی غلط اور تفسیر مردود ہے تو مضمون شعر وہی گستاخی اور بے ادبی رہا۔ بلکہ یہ دوسری گستاخی اور بے ادبی آپ کی ثابت ہوگی اور مرزا قادیانی کا اس میں حصہ بھی ہوگیا اور عاجز نہایت وجہ فروتنی سے اپنے مولا اپنے خدا کا بہت کمزور اور ادنیٰ درجہ کا ذلیل بندہ گندہ جان کر اور اللہ تعالیٰ نے جو احقر کو خبر دی ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کر کے اور اپنے مولا کی خبر پر یقین کامل کر کے آپ کو بشارت سناتا ہے۔ کہ آپ کے قرض جیسے کو مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب مدظلہم کی سب وشتم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس گستاخی کا عوض بہت جلد ملنے والا ہے اور جہاں تک اس عاجز کو اس کے مولا نے علم دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ کسی سخت بلا میں جیسی میں جتلا ہووے اور جلد ہووے۔ واللّٰہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون الٰهی تبت من کل المعاصی استغفرك واتوب الیك ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب

نوٹس منجانب خاکسار

اے مسلمانان ہر دیار وامصار اے میرے دین اور وطن کے بھائیو! اے میرے پیارے رسول محبوب رب العالمین ﷺ کے پیارو گو تم کو کوئی کیسا ہی حقیر سمجھے۔ مگر تمہاری وہ قدر ومنزلت کسی طرح کم نہیں ہوسکتی کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخر الزمان پیغمبر ﷺ کی امت ہونے کے لئے پسند کرلیا اور اسی سبب سے تو تم کسی حال میں ہو۔ مگر جب تک تم میں یہ صفت باقی ہے۔ شیطان تمہارا اور تم شیطان کے دشمن ہی رہو گے اور یہی وجہ ظاہر اس بھید کی ہے کہ تم پر

اندرونی اور بیرونی حملے ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ اے عزیزو! تم اکثر میرے حال اور مزاج سے واقف ہو۔ میں بھی تمہارا ایک ادنیٰ خادم ہوں اور میری خدمتوں سے بھی تم کسی نہ کسی قدر واقف ہو گے۔ تم مجھ کو پسند کرو یا ناپسند۔ مگر مجھ کو اپنی قوت وطاقت کے موافق اسلام واہل اسلام کی خدمت سے دریغ نہیں۔

یہ عرضداشت محض برائے ہمدردی اپنے برادران ساتھ بخدمت جناب مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے سلسلے کے تمام بھائیوں کے لئے لکھتا ہوں۔ خاص کر جن احباب سے میں اور مجھ سے وہ واقف ہیں۔ ان سے میرا خطاب خاص ہے۔ جیسے جناب حکیم نورالدین صاحب ومولوی محمد احسن صاحب ومولوی محمد علی صاحب وڈاکٹر یوسف صاحب واحباب لاہور وغیرہ اگر آپ صاحب میری اس درخواست کو حقیر جان کر توجہ نہ فرمائیں گے تو یہ امر آخر ہے۔ مگر ذرا بھی توجہ کریں تو اس کا جواب واجب ولازم ہے۔ جناب مرزا قادیانی کی تصنیفات میں سے میں نے براہین احمدیہ، فتح الاسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام، اور مولوی محمد احسن صاحب (قادیانی) کے حصص اعلام الناس تا الحق دیکھے اور اس وقت میں میرے نزدیک مرزا قادیانی نے سخت غلطی کی اور بہت بے جا طور سے ایک پرانے جھگڑے کو جو مر چکا تھا۔ اسلام میں کھڑا کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچنے کا خیال ہے اور فائدہ کچھ نہیں۔ اگرچہ مرزا قادیانی اور ان کے اتباع نے نہایت زور سے لکھا ہے کہ اسلام میں کسی نے آج تک مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ اس طرح نہیں کیا۔ جس طرح مرزا قادیانی نے کیا ہے۔ مگر یہ فرمانا ان صاحبوں کا علم تاریخ سے غفلت کا سبب ہے اور الہام ہونا تو وہ بھی غلط کیونکہ ایسا دعویٰ پہلے بھی کیا گیا ہے۔ جس کی گنجائش کے صرف ایک نمونہ پیش کرتا ہوں۔ امام ابن تیمیہ کتاب بغیۃ المرتاد میں لکھتے ہیں۔ "قال شیخ الاسلام ابن تیمیۃ فی کتاب بغیۃ المرتاد فی رد القائلین بالحلول والاتحاد بلفظه هذا لقد کان عندنا بدمشق الشیخ المشهور الذی یقال له ابن هود وکان من اعظم من رأیناه من هؤلاء الاتحادیة زهدا ومعرفة ورياضة وكان من اشد الناس تعظيما لابن سبعين ومفضلا له عنده على ابن عربي وغلامه ابن اسحق واكثر الناس من الكبار والصغار كانوا يطيعون امره وكان اصحابه الخواص به يعتقدون فيه انه اعنى ابن هود المسيح بن مريم ويقولون ان امه كان اسمها مريم وكانت نصرانية ويعتقدون قول النبي ﷺ ينزل فيكم ابن مريم هو هذا وان روحانية عيسى تنزل عليه وقد ناظرني في ذلك من

كان افضل الناس عندهم اذ ذاك معرفة بالعلوم الفلسفية وغيرها مع دخوله في الزهد والتصوف وجرى لهم في ذلك مخاطبات ومناظرات يطول ذكرها جرت بيني وبينهم حتى بينت لهم فساد دعواهم بالاحاديث الصحيحة الواردة في نزول المسيح وان ذلك الوصف لا ينطبق على هذا وبينت فساد ما دخلوا فيه من القرمطة حتى ظهرت مباهلتهم وحلفت لهم ان ما ينتظرونه من هذا الرجل لا يكون ولا يتم وان الله لا يتم امر هذا الشيخ فأبر الله تلك الاقسام والحمد لله رب العلمين"

ہمارے پاس شہر دمشق میں ایک بڑا شیخ مشہور تھا۔ جس کو ابن ہود کہتے تھے اور فرقہ صوفیہ اتحادیہ یعنی وحدت وجودیہ جن کو ہم نے دیکھا ان میں وہ ایک بڑا پرہیزگار اور معرفت اور ریاضت میں یگانۂ روزگار تھا اور ابن سبعین کی بہت تعظیم کرتا اور اس کو اپنے زعم میں ابن عربی اور اس کے غلام ابن اسحاق پر فضیلت دیتا تھا اور بہت سے بڑے اور چھوٹے سب اس کے حکم کی اطاعت کرتے تھے اور اس کے مریدان خاص اس کے حق میں یہ اعتقاد کرتے تھے کہ ابن ہود مسیح ابن مریم موعود ہے اور کہتے تھے اس کی ماں کا نام بھی مریم ہے اور وہ نصرانیہ تھی اور نسبت حدیث آنحضرت ﷺ کی کہ اترے گا تم میں ابن مریم علیہ السلام ان کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ یہی ابن ہود ہے اور اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت نازل ہوتی ہے اور مجھ سے مناظرہ کیا اس کی طرف سے اس بارہ میں اس شخص نے جو ان لوگوں کے نزدیک اس وقت میں فلسفہ وغیرہ میں سب سے افضل تھا اور علاوہ اس کے زہد و تصوف میں بھی دخل رکھتا تھا اور اس معاملہ میں ان سے کئی مباحثے اور مناظرے واقع ہوئے کہ ان سب کا ذکر کرنے سے طول ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے ان کے دعوے کا بطلان ان احادیث صحیحہ سے اچھی طرح بیان کر دیا۔ جو نزول عیسیٰ علیہ السلام میں آئی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ وصف اور نشان اور علامات بیان کر دیئے۔ جو ابن ہود پر ٹھیک درست نہیں آتے اور میں نے ان کو غلو اور خرابی ان کے قرمطہ (یعنی تحریف) کی جس کو انہوں نے اپنے عقیدہ میں داخل کر لیا تھا بوضاحت صراحت سے بیان کر دی۔ یہاں تک کہ پھر اوران کا مباہلہ ٹھہرا اور میں نے ان سے حلف اٹھا کر کہہ دیا کہ جن باتوں کا تم انتظار کرتے ہو ہرگز ہرگز پوری نہ ہوں گی اور نہ کبھی اس کا اچھا نتیجہ ظاہر ہوگا اور یہ ڈھکوسلا اور جھوٹا دعویٰ اس شیخ کا پورا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے میری ان سب قسموں کو سچا کیا (اور وہ خوار و ذلیل ہوئے) والحمد للہ رب العالمین۔

پس یہ حملہ اسلام پر پہلے بھی لوگ کر چکے ہیں۔ مگر اسلام اور اہل اسلام نے فتح پائی اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے اب پوری اور کامل امید ہے کہ اسلام کا بول بالا ہوگا اور اہل اسلام ضرور فتح یاب ہوں گے اور چند عرصے کے بعد ابن ہود کی طرح مرزا قادیانی کو بھی لوگ بھول جائیں گے۔ مگر مرزا قادیانی سے چونکہ عاجز کی قدیم ملاقات ہے اور ان کے بعض اتباع سے بھی اس لئے اس عاجز کو یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ مرزا قادیانی کو توبہ نصیب کرے۔ یا اللہ بطفیل اپنے حبیب سید المرسلین شفیع المذنبین ﷺ کے مرزا قادیانی کو تو صراط مستقیم پر لے آ اور اس نازک وقت میں مسلمانوں کو اس فتنہ سے نجات دے۔ آمین! اے میرے رب جلیل بے شک تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے تو ضرور اپنی حکمت بالغہ سے ہمیشہ اپنے بندوں کو آزماتا رہا ہے۔ مگر اے ارحم الراحمین تو اپنے عام فضل اور وسیع رحمت اور رحمۃ للعالمین کی برکت سے ہم کو اس آزمائش سے معاف کر دے تو نے بے شک ہماری مدد کی اور کرتا ہے اور کرے گا مگر ہم آزمائش کے لائق نہیں۔ ”ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب“ جس وقت مرزا قادیانی دہلی میں آئے تھے اس وقت میں نے بہت چاہا کہ مرزا قادیانی دوستانہ طور پر گفتگو کر کے اس امر کا فیصلہ کریں۔ مگر مرزا قادیانی نے سوائے ناجائز عذر اور ترکیبی ٹال مٹول اور بے سود چالوں کے کوئی بات نہ کی باوجود یکہ میں بار بار ان کی خدمت میں گیا اور مکرر سہ کرر نوٹس بھی دیئے۔ مگر مرزا قادیانی کو گفتگو کی جرأت نہ ہوئی۔ ناچار ان کی خدمت کرنی پڑی۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ وتقدس ان کے تمام رسائل کے جواب سے اہل اسلام مستفید ہوئے اور طبع ہونے بھی شروع ہوگئے۔ مگر قبل از اشاعت مکرر اس کے ذریعہ سے تمام اتباع ومعتقدین مرزا قادیانی کو اطلاع دی جاتی ہے کہ کوئی بھی تم میں ایسا ہے کہ باہمی گفتگو اخلاق کے ساتھ تھوڑی دیر کر سکے یا ابن ہود کی طرح مرزا قادیانی کو مثل قرحیا مباہلہ پر آمادہ کرے۔

الیس منکم رجل رشید!

قطعہ تاریخ از نتائج طبع سر آمد شاعران محمد سردار خان صاحب کیفی دہلوی سلمہ اللہ الولی

آیا غلام احمد بن کر مسیح کاذب	یہاں بھی دکھائی آ کر تہذیب قادیانی
سننے کا جن کی دجالان کا نام تھا مناسب	تھی واعظوں پہ واجب تخریب قادیانی
اس وجہ سے جناب عبدالمجید صاحب	اٹھے ادھر سے بہر تادیب قادیانی
لکھی کتاب رد میں جب اس کی پھر تو کیفی	اردو کے بحث بولا تکذیب قادیانی

شفاء
للناس
حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہجہانپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی لا الہ الا ھو نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وان عیسیٰ عبداللہ ورسولہ وکلمۃ القاھا الی مریم وروح منہ صلوۃ اللہ وسلامہ علیھما وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی عبادہ الصالحین ۔ اما بعد!

یہ عاجز احقر عباد اللہ عبداللہ بن العامر الاوسی والفاضل الحقی، جامع علوم نقلیہ وعقلیہ نیک سیرت محب سلف از جماعت مجتنب منعوت بافواہ الحاضر والغائب، ولی اللہ فیما احسب مفضل بفضل معنوی وصوری، جناب مولوی محمد کفایت اللہ صاحب ادام اللہ ظلال افاداتہ علی رؤسنا ممدوحہ شاہجہانپوری خدمت میں اخوان مؤمنین کے عرض پرداز ہے کہ اس وقت میں ہوا پرستی اور احکام الٰہی کے بجا لانے میں سستی ایسی آگئی ہے کہ بیان سے باہر اور تقویٰ اور دیانت سے دوری اور صدق وامانت سے مجبوری ایسی ہوگئی ہے کہ حد سے بڑھ کر اور شر وبدو فساد اور فتن وعناد کا ایسا دروازہ کھلا ہے کہ جس سے شیاطین جن کو چنداں حاجت تکلیف دہی نہ رہی اور ایسے دجال پیشہ اور تضلیل وتلبیس شیوہ لوگ ہونے لگے جس سے ابلیس کو بھی راحت ہوگئی۔ دجالین پیدا ہو کر خلق اللہ کو گمراہ کرنے لگے دعاوی باطلہ کا دم بھرنے لگے۔ جھوٹی جھوٹی باتوں کو شائع کرنے لگے۔ یہ وہی وقت معلوم ہوتا ہے جس کی خبر مخبر صادق علیہ السلام نے پہلے ہی سے دی ہے: "یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباءکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم اخرجہ مسلم عن ابی ھریرۃ مرفوعا" یعنی آخر زمانہ میں دجال کذاب ہوں گے۔ تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جو نہ کبھی تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادوں نے تو تم ان سے بچو کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں اور آفت میں نہ ڈال دیں۔ یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے اور ایک حدیث میں یوں فرمایا: "سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (اخرجہ ابوداؤد والترمذی وصححہ ابن حبان کما فی الفتح)" یعنی میری امت میں تیس بڑے جھوٹے ہوں گے۔ ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا اور میں سب نبیوں کا پچھلا ہوں کوئی میرے بعد نبی نہیں۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اس حدیث

کو ترجیح کیا۔ چنانچہ اس وقت میری نظر سے ایک رسالہ ضلالت کا مقالہ مسمّٰی "باعلام الناس" گزرا کہ از سرتاپا پر از تضلیل ہے اور اس میں کلام رب الجلیل کی خوب ہی باطل تاویل اور اقوال نبوی کی پوری پوری تحریف و تبدیل ہے۔ صاحب رسالہ نے اس رسالہ کو تائید میں ایک پنجابی (مدعی) کے لکھا ہے۔ جس نے کلام اللہ اور کلام رسول کی تاویل فاسد اور تحریف باطل کرتے کرتے درجہ اضلال[1] اور تضلیل کو پہنچا دیا اور اپنے آپ کو مسیح کا مثیل بنا لیا۔

پس وہ اپنے زعم میں مسیح بن مریم علیہ السلام کا مثیل ہے اور بحکم شرع ایسے شخص کو کہہ سکتے ہیں کہ وہ اصل دجال کا مثیل ہے۔ بلکہ یہ اس کے لئے ایک فرط اور [illegible] ہے۔ کیونکہ جب رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اور تمام انبیاء سابقین نے ایک بڑے دجال سے تقدیری لوگوں کے دلوں میں اس سے پرہیز ڈلوا دیا اور اہل اسلام کے دل میں اس کی طرف سے ایک نفرت قوی جم رہی تھی۔ اس کو اس شخص نے اس دجال موعود کا انکار[2] کر کے نکال دیا اور لوگوں کے دل میں اپنی خوئے خناسی سے یہ ڈالا کہ وہ کوئی چیز نہیں۔ یہ صرف استعارات ہیں۔ جب وہ دجال موعود موافق فرمان ہمارے نبی آخر الزمان اور تمام انبیاء علیہم السلام کے خروج کرے گا اور اس شخص نے جو اس کا واقع میں بڑا بھائی اور میر سامان کہ راستہ صاف کرنے کو اس کے لئے آیا ہے۔ فرمان انبیاء کے برعکس جتا کر وہ سب نفرت قلوب سے سلب کر لی تو اب اس کی تضلیل کا کچھ حاجب اور مانع نہ رہا۔ بلکہ اس کے اول وقت خروج کے دجل اور خوارق دیکھ کر لوگ بہت جلد تسلیم کر لیں گے۔ کیونکہ جو اللہ جل شانہ نے بزبان انبیاء کے اس کے دجل کی حقیقت مومنین کے دلوں میں ڈالی تھی۔ اس کو اس شخص نے بھلا دی۔ پس یہ اصل میں مسیح دجال کا مثیل ہے اور معاون اس کی تضلیل کا۔ نہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا مثیل بلکہ ان کا دشمن اور ساعی ہے ان کی تذلیل کا اور مومنین کا عدو اور مجاہد ان کی تذلیل کا کیونکہ جس نزول کو شارع نے بالفاظ صریح و اصح تاکید فرما دیا۔

---

[1] جو تاویلیں کہ مرزا قادیانی نے قرآن و حدیث میں کیں۔ اگر وہ تاویلیں درست کہی جاویں تو کبھی قرآن و حدیث سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہونے کا بلکہ سب بالکل مہمل اور بیکار ہو جاوے گا۔

[2] چنانچہ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۴۲۳، خزائن ج ۳ ص ۳۲۲) میں لکھتے ہیں۔ "اس دجال کا جو اسم ہم بجز اس صورت کے اور کسی طور سے معنی نہیں سمجھتے کہ آخری زمانہ میں دجال موعود کا آنا سراسر غلط ہے۔"

الخ۔ اسلام کو اس کا انکاری ہونے والا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت مومنوں کو ان کا منکر اور کافر بنانے والا اور خاص ان کو کاذب ٹھیرانے والا اور کذب بتانے والا
اللهم احفظنا من شروره واهدنا وایاه الی طریقك السوی فانك تهدی من تشاء وتضل من تشاء تو اس رسالہ میں اس کی تائید کے نصوص کی تحریف و تسویل کر کے لوگوں کو بہکانا شروع کیا تھا۔ پس اس عاجز نے بحیثیت اسلامی کے اس کا جواب لکھنا شروع کیا۔
"نستعین بالله فانه ولی التوفیق وبیده ازمة التحقیق ونعوذ به من الزلة والضلالة ونسأله الثبات علی الحق والیه الهدایة"

قولہ...... وجو مرزا قادیانی کا الی آخرہ۔

اقول...... ممدوح وہی شخص ہے کہ اس کے افعال واقوال شریعت غراء کے موافق ہوں اور متبع ہو۔ اللہ کا اور اس کے رسول کا نہ وہ کہ جس کی پیشہ اور تحصیل شیوہ ہو اور مفتری ہو اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ پس ایسے کی مدح کچھ فائدہ بخش نہیں۔ بلکہ موجب وبال ہے اور نیز مدح لائق ہو۔ نہ کما فرمان نبوی کے "اذا رأیتم المداحین فاحثوا فی وجوههم التراب اخرجه مسلم وابوداؤد والترمذی" اور مرتکب ہوئے اس کے "اذا مدح الفاسق غضب الرب اخرجه البیهقی وابن عدی وابن ابی الدنیا وابویعلی" اور مثال ایسے اور ممدوح جو کہ خوش ہوتے ہیں بمنزلہ اس آیۃ کے ہوئے۔ "لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب ولهم عذاب الیم"

قولہ...... یہ دعویٰ میرا ایجاد نہیں بلکہ براہین احمدیہ سے ثابت وظاہر ہے۔ اگر کسی کے آنکھوں میں کچھ نور ہو تو کس الجواہر بھی حاضر ہے۔

اقول...... براہین احمدیہ اور کحل الجواہر اب تمہارے مطلب کو مفید نہیں اور اس وقت تمہارے دعویٰ حقیقت اور صداقت کی دلیل نہیں۔ (خاص کر یہ دعاوی جو کئے گئے ہیں براہین احمدیہ کے خلاف ہیں اور اس میں جو اقرار کئے گئے نزول جسمانی حضرت مسیح کے معارض) کیونکہ نبی علیہ السلام نے فرمایا: "ان الله لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر اخرجه البخاری" یعنی

۱؎ کیونکہ جب ان کے نزول کا انکار کیا تو جب وہ موافق فرمان شارع کے نزول فرمائیں گے تو لوگوں کے دل میں جو بات جم جائے گی کہ اب ان کو نزول نہ ہوگا تو لامحالہ ان کو جھوٹا کہیں گے اور ان کا انکار کریں گے اور تکذیب کریں گے۔

اللہ جل شانہ اس دین کی مدد بدکار آدمی سے بھی کرا لیتا ہے۔ قصہ جو اس حدیث کا ہے یہ ہے کہ غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے واسطے جو آپ کو مسلمان کہتا تھا فرمایا کہ یہ اہل نار سے ہے۔ جب کفار سے مقابلہ ہوا تو اس شخص نے مسلمانوں کی طرف سے بہت قتال کیا اور بہت کفار کے ساتھ لڑا تو ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ شخص تو بہت قتال کرتا ہے اور اس کے سبب سے زخمی بھی بہت ہو گیا اور اس کو آپ ﷺ نے دوزخی فرمایا۔ اس بات سے بعض آدمیوں کے دل میں شک آ گیا اتنے میں اسی شخص کو ایک زخم سے تکلیف ہوئی تو اس نے ایک تیر لے کر اس سے اپنے آپ کو قتل کر دیا تو لوگوں نے دوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر کی تو آپ ﷺ نے ایک حدیث فرمائی۔ جس کا ٹکڑا یہ حدیث ہے جو ذکر کی۔

تنبیہ

واضح رہے کہ ترجمہ عبارات کا تمام رسالہ میں حاصل معنی کے ساتھ کیا جاوے گا۔ لفظی معنی کا لحاظ نہیں۔ کیونکہ اس میں یا تطویل زائد ہوتی یا مطلب عوام کے سمجھ میں نہیں آتا۔ مگر یہ بھی واضح رہے کہ اپنی طرف سے بھی کوئی لفظ نہ بڑھایا جاوے گا۔ جو لفظوں سے نکلے گا اسی کا حاصل لکھا جاوے گا۔ (فقط)

حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سے اسلام کی مدد کا کام ہو جاوے تو یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ بس سب اس کی باتیں حق ہیں۔ جیسا کہ یہاں پر ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہی اس کی دجالیت کی دلیل ہے کہ اول دجل اور دھوکے کے ساتھ مسلمانوں کو ان کی طبیعت کے موافق ایک کام پیدا کر کے اور حمیت اسلامی کا نام کر کے اپنی طرف گرویدہ کیا اور پھر اپنا مقصد اصلی کھولا۔ چنانچہ طریقہ دجال موعود کبیر کا بھی حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ "عن عبد اللہ بن عمر عن النبی ﷺ انہ قال الدجال لیس بہ خفاء یجیئ قبل المشرق فیدعو الی الدین فیتبع ویظہر فلا یزال حتی یقدم الکوفۃ فیظہر الدین ویعمل بہ فیتبع ویحث علی ذلک ثم یدعی انہ نبی فیفزع من ذلک کل ذی لب ویفارقہ فیمکث بعد ذالک فیقول انا اللہ فتغشی عینہ وتقطع اذنہ ویکتب بین عینیہ کافر فلا یخفی علی کل مسلم الحدیث اخرجہ الطبرانی بسند ضعیف کما فی الفتح" یعنی نبی صاحب نے فرمایا کہ دجال کی بات پوشیدہ نہیں۔ مشرق کی جانب سے آوے گا تو لوگوں کو دین کی طرف بلاوے گا تو لوگ اس کے تابع ہو جاویں گے اور لوگوں کو دین کا شوق دلاوے

گا۔ پیچھے نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے گا تو کچھ لوگ اس سے الگ ہو جاویں گے۔ پھر خدائی کا دعویٰ کرنے لگے گا تو اس کی آنکھ چھپ جائے گی اور کان کٹ جائیں گے اور دونوں آنکھوں کے درمیان میں کافر لکھ دیا جاوے گا جو کسی مسلمان پر چھپا نہ رہے گا۔ تمہارے یہاں بھی دعویٰ نبوۃ پر تو نوبت آ گئی ہے۔ آگے دیکھئے۔

پار امسال دعویٰ نبوۃ کردہ است
سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

دوسری وجہ براہین احمدیہ اور کل الہامی تمہارے مدعائے اصلی کے مفید ہونے کی یہ بھی ہے کہ ایک شخص کی بعض بات حق ہونے سے اس کی سب باتوں کی حقیت لازم نہیں آتی ہے۔ تیسری یہ کہ پہلے جو اس کو اچھا جانا گیا تھا تو وہی وجہ سے کہ فقط رسول کے دین کی تائید کی بات کی تھی۔ پس جب قول رسول کی تائید اور قرآن و حدیث کی کہ جو قطعی الدلالۃ صحیح الثبوت بلکہ قطعی الثبوت تھے تحریف کی تو اس کو چھوڑ دینا چاہئے جو وجہ قبول کی تھی وہی بعینہا وجہ عدم قبولیت کی بھی پیش آ گئی۔ پھر ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح کیوں "اتبع الحق ولا تتبع الهوی خذ ما صفا ودع ما کدر"

قولہ..... مولوی محمد حسین صاحب اشاعۃ السنہ نے اس وقت کیا سنایا!

اقول..... حاصل یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب پہلے مرزا قادیانی کے بہت مداح تھے۔ یہ جب رفع کسی قدر حجاب کے اور اب جو یہ ان سے منکر مکذب ہو گئے۔ بسبب انواع تعجب کے۔ چونکہ عبارت صاحب رسالہ کی طویل تھی اور اس کے نقل میں عسرت تھی ور بغیر نقل خلاصہ مطلب نہ کھلتا۔ لہٰذا حاصل بیان کر دیا۔ اب ان کی غرض اس قصے کے نقل سے سنو۔

قولہ..... میں نے یہ عبارات ان کے رسالہ کی اس واسطے نقل کئے ہیں کہ مرزا قادیانی کو ایک الہام یہ بھی ہوا تھا کہ "جحدوا بها واستيقنتها انفسهم" چنانچہ براہین احمدیہ میں یہ الہام بشرح و تفسیر مندرج ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ بعضے لوگ میری تصدیق کر کے بعد تصدیق بھی منکر ہو جاویں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے پورے پورے مصداق بسبب عظمت شان الہٰی کے مولوی صاحب ہی ہیں۔

اقول..... تصدیق کے بعد منکر ہو جانے سے اگر یہ غرض ہے کہ اقرار کے بعد انکار کریں گے۔ تو یہ جو لفظ الہام میں بزعم مرزا ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ کیونکہ جحدوا بها کے معنی تو یہ ہیں کہ باوجود

دل میں یقین ہونے کے انکار کریں گے۔ پس یا اقرار کے بعد انکار کرنے کے معنی اگر مرزا قادیانی نے لئے ہیں تو وہ اپنے الہام کو نہیں سمجھے۔ یہ تم نے یہ اس کے معنی چلتے ہیں تو تم مرزا کے الہام کو نہیں سمجھے۔ کیونکہ جو الہام کے لفظ ہیں۔ بزعم مرزا اس کے معنی تو یہ ہیں کہ دل میں یقین ہے اور ظاہر میں انکار ہے اور اگر تصدیق کے بعد منکر ہو جانے سے یہ غرض ہے کہ باوجود دل میں یقین ہونے کے انکار کریں گے تو تمہارا اس اقرار و انکار مولوی صاحب کو اس الہام کا مصداق بنانا بڑی نادانی کی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ اب حالت انکار میں مولوی صاحب کے دل میں مرزا کی حقیقت کا یقین ہے اور پھر انکار کرتے ہیں۔

دوسرا نقص اس قول میں یہ ہے کہ مولوی صاحب کے اقرار کا زمانہ اور ہے اور انکار کا اور، اور الفاظ جو سمجھے ہیں اتحاد زمانہ کو چاہتے ہیں۔ ”واستیقنتہا“ حال ہے کما لا یخفی!

تیسرا یہ کہ الفاظ الہام صیغہ ماضی ہیں اور مولوی صاحب کا انکار مستقبل میں ہے۔ پس اس انکار کو مصداق بنانا صحیح نہ ہوگا۔ الا بالتاویل!

قولہ … پس انکار الہام سے بھی بہم ہوا مرزا قادیانی کا ثابت ہو گیا۔

اقول … کیا خوب ثابت ہو گیا اور اس کے ساتھ تمہاری خوش فہمی بھی ثابت ہو گئی۔

قولہ … جب سے مولوی محمد حسین صاحب نے مرزا قادیانی کی تکذیب شروع کی۔ بعد اس تصدیق کے جو نقل کی گئی۔ تب سے مولوی صاحب ممدوح کا وہ مرتبہ قبولیت جو تمام اہل حدیث جماعت کے دلوں میں تھا وہ اب نہیں رہا۔

اقول … اس کو ہم افتراء کہہ سکتے ہیں۔ یہ کہا جائے تو بجا ہے کہ وقعت مولوی صاحب کی جب سے علماء کے نزدیک کم ہوئی جب انہوں نے بعض بعض رسائل جس میں خلاف قرآن وحدیث واجماع امت کے لکھ کر شائع کئے تھے۔ چنانچہ یہ بات اہل علم پر پوشیدہ نہیں اور مسائل دینیہ کو موجودہ حالت کے مطابق کرنا چاہا تھا۔ چنانچہ اہل خبرت پر مخفی نہیں۔ ”فمـا لـدعيتـم كـذب صـريح وثما هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين“ ہاں! اگر یہ کہا جائے تو ٹھیک ہے کہ جب سے تم نے ان دعاوی باطلہ کی تصدیق کی اور دجل کی نصرت کی تو تمہاری جو کچھ مقبولیت تھی بالکل جاتی رہی۔ مرزا اور اہل علم سب کے نزدیک۔

قولہ … ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء وفضلاء مرزا قادیانی کی ولایت اور محدث ہونے اور ملہم ہونے کی تصدیق فرماتے ہیں۔ بلکہ ان کے فیضان سے مستفید ومستفیض ہوتے ہیں۔ اگر ان

سب کا کلام نقل کروں تو ایک دفتر طویل ہو جاوے۔ ان دو صاحبوں کا کلام اس واسطے نقل کیا ہے کہ یہ دونوں تلامذہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب مدظلہ العالی کے ہیں جو دریں زمانہ علوم ظاہر دینیہ میں ہمارے مقتدا ہیں۔

اقول..... وہ کون علماء وفضلاء ہیں جو مرزا قادیانی کے محدث وغیرہ ہونے کے قائل ہیں۔ وہ جو تم نے پیش کئے تو ایک تو رات دن ان کے رد میں مشغول رہتے ہیں اور دوسرے کے حال سے میں واقف نہیں کہ اب ان کا کیا عقیدہ ہے اور نہ آپ واقف ہیں۔ چنانچہ آپ نے یہ بات زبانی فرمائی۔ (جس کی خبر مجھ کو بہت معتبر طور سے ہے) کہ اب مجھ کو ان کی خبر نہیں کہ مرزا قادیانی کے بارہ میں اب ان کا کیا عقیدہ ہے۔ بہرحال ان قولوں سے جن کو تم نے نقل کیا اس وقت تمہارا مطلب دلی ثابت نہیں ہوتا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ تمہارے مفید مطلب ہوں۔ واضح رہے کہ صاحب رسالہ نے اس جگہ عوام کے لئے دام کے ساتھ کام لیا ہے کہ حضرت مولانا ومقتدانا شیخنا وشیخ الکل فی الکل قامع البدعۃ امام الوقت استاذی جامع الحرمین مولانا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مدظلہ العالی کی تعریف کی کہ ان کے دو شاگردوں کے قول سے مرزا قادیانی کی مدح لکھی ہے اور اس کا اظہار کیا تاکہ عوام لوگ یہ سمجھیں کہ ایسے بڑے عالم کے شاگرد یہ بات کہتے ہیں تو حق معلوم ہوتا ہے اور یہ خیال نہ کیا کہ اگر اسی شاگردی پر ہے تو اور جو ہزاروں مولانا ممدوح مدظلہ العالی کے شاگرد مخالف مرزا کے ہیں تو ان ہزاروں کا اعتبار نہ کیا جاوے گا اور ان دو کا کیا جاوے گا کہ ان سے بڑے بڑے اس کے رد میں مشغول ہیں۔ دوسرے ان دو میں کہ جو ان دیار میں مشاہیر سے ہیں وہ خود اس وقت بڑے مخالفین سے ہیں۔ تیسرے جو سب کے استاد ہیں۔ انہیں سے پوچھو وہ کیا فرماتے ہیں۔ چوتھے کسی بڑے کے شاگرد سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ شاگرد سب باتوں میں مصیب ہو۔ پانچویں شاگردی اور استادی کو اس میں کچھ دخل نہیں۔ قرآن وحدیث دیکھنا چاہئے جو اس میں ہے وہی ٹھیک وحق ہے۔ باقی سب ہیچ۔ واللہ اعلم!

قولہ..... اب یہ عاجز بخدمت ان علماء وفضلاء کے جو مرزا قادیانی کے مکذب ہیں اور ان کے وجود کو اسباب اضلال سے جانتے ہیں۔ بلکہ نوبت باین رسید کہ الحاد وزندقہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ استفسار کرتا ہے کہ مرزا قادیانی میں وہ کون سا امر الحاد وزندقہ کا ہے۔ بیان تو کیا جاوے۔

اقول.. جو امور کہ مرزا قادیانی کے موجب زندقہ والحاد کے ہیں۔ ان کے تفصیل بیان کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ یہ کیا کم الحاد ہے کہ اس دعویٰ مثلیت میں قرآن وحدیث کی اپنی تاویل

تحریف کی کہ معطل و بیکار کر دیا اور صرف نصوص کا ظاہر سے بغیر صارف صحیح و بے وجہ و جہ الحاد ہے اور انہوں نے تو ایسا صرف کیا کہ صرف کا اس سے اوپر اور وہم متصور نہیں۔ مگر چند اقوال و عقائد بطور تمثیل کے ان کی تحریرات سے بعینہ عبارات کے ساتھ (قطع نظر ان اقوال و عقائد سے کہ جو مجھ کو اخبار ثقات سے پہنچی ہیں) نقل کرتا ہوں کہ جس سے ناظرین خود غور کر سکتے ہیں اور اس وقت ان کے رد سے بخوف تطویل سکوت کیا۔ (ان کے رسائل کے جواب میں انشاء اللہ تعالیٰ جواب شافی ان کا ہو جاوے گا) و نیز مخالفت ان کی قرآن و حدیث سے ظاہر ہے۔ ایک عقیدہ ان کا یہ ہے کہ میں نبی ہوں اور نبوت مطلقاً ختم نہیں ہوئی۔ (توضیح المرام ص ۱۸، خزائن ج ۳ ص ۶۰) میں لکھتے ہیں۔ "ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں۔ مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے۔ امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں باآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوۃ کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں اور اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے۔ اس پر مہر لگ چکی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوۃ مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے۔"

اور ص ۱۹ میں کہا: "ان النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوۃ" اور یہ پہلے کہہ چکے کہ میں محدث ہوں اور (توضیح المرام ص ۲۳ تا ۲۶) تک قابل دیکھنے کے ہیں۔ حقیقت ملائکہ میں کس قدر واہیات بھرے ہیں کہ کیا بیان کیا جاوے۔ عبارت طویل ہے۔ اس واسطے نقل نہیں کر سکتا۔ بعض بعض مختصر جملوں کو بطور نمونہ کے ذکر کرتا ہوں۔

(توضیح المرام ص ۳۳، خزائن ج ۳ ص ۶۷) میں ملائکہ کے بارہ میں کہتے ہیں۔ "اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کے اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں۔ یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا ان کو لقب دیں۔"

اور (توضیح المرام ص ۶۸، خزائن ج ۳ ص ۹۰) میں لکھتے ہیں: "انہیں نفوس کے پوشیدہ ہاتھ کے زور سے تمام ستارے اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں اور جیسے خدا تعالیٰ تمام عالم کے لئے بطور جان کے ہے۔ ایسے ہی (مگر اس جگہ تشبیہ کامل مراد نہیں) وہ نفوس نورانیہ کواکب اور سیارات کے لئے جان کا ہی حکم رکھتے ہیں۔"

اور (توضیح المرام ص ۷۶، خزائن ج ۳ ص ۸۹،۹۰) میں یوں کہا: "ملک ہر ایک فرشتہ علیحدہ علیحدہ کاموں کے انجام دینے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ دنیا میں جس قدر تم تغیرات وانقلاب دیکھتے ہو یا جو کچھ ممکن قوت سے حیز فعل میں آتا ہے۔ یا جس قدر ارواح واجسام اپنے کمالات مطلوبہ تک پہنچتے ہیں۔ ان سب پر تاثیرات سماویہ کام کر رہے ہیں اور کبھی ایک ہی فرشتہ مختلف طور کے استعدادوں پر مختلف طور کے اثر ڈالتا ہے۔"

غور کرو! یہ کن معاندانہ نظریہ جن کا رد بھی قرآن وحدیث میں ہو چکا ہے۔ تعلیم کیا جاتا ہے اور کس دجل کے ساتھ مخلوق کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ اب بھی کچھ زندقہ والحاد میں شک رہ گیا۔ پھر اس کے بعد ایک طویل عبارت میں یہ بھی مضمون ادا کیا گیا ہے۔ تصریح کے ساتھ کہ کوئی فرشتہ بذات خود زمین پر نہیں آتا اور اپنے مقام سے جدا نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اس کی تاثیر نازل ہوتی اور اس کی عکسی تصویر انبیاء کے دل میں منقوش ہو جاتی ہے۔ دیکھو (توضیح المرام ص ۶۸،۷۲، خزائن ج ۳ ص ۸۷،۸۶،۹۰) میں اور پھر ذات باری تعالیٰ کے ساتھ یہ کیا گستاخی ہے کہ گو مجازاً ہی کی اپنے آپ کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے بیٹے کے ساتھ تعبیر کیا۔ چنانچہ (توضیح المرام ص ۲۷، خزائن ج ۳ ص ۶۴) میں ہے: "مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں یعنی ابن اللہ کہہ سکتے ہیں۔" نعوذ باللہ من ذالک!

ایسے ہی (توضیح المرام ص ۲۳، خزائن ج ۳ ص ۶۳) میں تثلیث ثابت کی گئی ہے۔ عبارت طویلہ کے بعد کہا: "اسی وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خدا تعالیٰ کی روح سے جو نفخ الحب ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے اور چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان دونوں کے لئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے۔"

بھلا یہ معاندانہ نظریہ کیوں پیدا عوام میں پھیلاتا ہے کہ کھلم کھلا یہ اسلام کے ساتھ کھلی دشمنی ہے کہ جس کا منصف۔ پھر (فتح اسلام ص ۵۶، خزائن ج ۳ ص ۳۳) میں لیلۃ القدر کو زمانہ ظلمانی بتایا ہے

کہ اس سے ذات مراد نہیں۔ یہ بھی قابل دید ہے اور جو (توضیح المرام ص ۴۹، خزائن ج ۳ ص ۷۶) میں بیان معنی کی آیت مخصص ہوکر سجدۂ آدم علیہ السلام اپنے آپ کو مسجود و مخدوم ملائکہ ثابت کرنا چاہا ہے۔ وہ بھی لائق غور ہے۔ بخوف طویل عبارت نہیں نقل کی گئی۔ کیسے کیسے الحادیات بیان کئے ہیں کہ الامان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین اور منقصت شان ان کی کتب میں تو اس قدر ہیں کہ کیا بیان کیا جاوے۔

(ازالہ اوہام ص ۴، خزائن ج ۳ ص ۱۰۰ تا ۱۰۶) میں جو شروع کی ہے تو کہیں صراحتاً اور کہیں اشارۃً نہ معلوم کہاں تک چلی گئی۔ بعض جگہ کے الفاظ کو لکھتا ہوں۔ ص ۶، ۷ میں لکھتے ہیں: "ماسوا اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان کے حواشی سے الگ کر کے دیکھا جاوے جو محض افتراء کے طور پر یا غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا۔ بلکہ مسیح کے معجزات اور پیشگوئیوں پر جس قدر اعتراض و شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں کبھی ایسے شبہات پیدا ہوئے ہوں کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا اور پیشگوئیوں کا اس سے بھی زیادہ تر ابتر حال ہے۔"

پھر لکھتے ہیں: "اور اس سے بھی زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں۔" (ایضاً)

اور (ازالہ اوہام ص ۱۵۸، خزائن ج ۳ ص ۱۸۰) میں لکھتے ہیں:

ایک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

اور (ازالہ اوہام ص ۴، خزائن ج ۳ ص ۱۰۶) میں ہے: "کیونکہ حضرت مسیح کی تخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے اور انجیل سے ثابت ہے کہ اسی تخت کلامی کی وجہ سے کئی مرتبہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے مارنے کے لئے پتھر اٹھائے۔"

اور اسی حصہ اول میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے بارہ میں جو صریح کلام مجید سے ثابت ہیں۔ (ازالہ اوہام ص ۳۰۳ تا ۳۲۲، خزائن ج ۳ ص ۲۵۴ تا ۲۶۳) تک کس قدر خرافات بھرے ہیں اور ان سے انکار اور کیسی ہجو کی ہے کہ نقل کرتے شرم آتی ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۳۰۳، خزائن ج ۳ ص ۲۵۵) میں لکھتے ہیں: "اور ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید نہیں۔ کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صناع ایسی ایسی چڑیاں بنا لیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلتی بھی ہیں اور دم

بھی بناتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں۔ بمبئی اور کلکتہ میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں۔''

آگے (ازالہ اوہام ص ۳۰۵، خزائن ج ۳ ص ۲۵۵) میں لکھتے ہیں: ''ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزمی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔ کیونکہ عمل الترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں۔ ایسے ایسے عجائبات ہیں۔''

اور (ازالہ اوہام ص ۳۰۹، خزائن ج ۳ ص ۲۵۷) میں لکھتے ہیں: ''مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں۔ جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔''

اور (ازالہ اوہام ص ۳۲۲، خزائن ج ۳ ص ۲۶۳) میں لکھتے ہیں: ''غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اس میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہوگیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا۔ جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہرحال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی۔ جیسے سامری کا گوسالہ۔''

مرزا قادیانی کے ان عقائد میں غور کر کے اہل حق غور کر سکتے ہیں کہ حق پر کون ہے اور ان عقائد کا معتقد بد دین اور ملحد ہے کہ نہیں۔ واللہ اعلم علمہ اتم واحکم!

قولہ… (مصنف اعلام نے مولوی عبدالحق کا قول نقل کیا) مباہلہ ایک قسم کی قسم ہے اور یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے کہ دونوں طرف اپنی جان اور اولاد سے حاضر ہوں اور دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں سے جھوٹا ہے اس پر لعنت اور عذاب پڑے ''تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم'' ان دنوں مرزا غلام احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور وارد پنجاب نے دعویٰ مسیح ہونے کا کیا ہے اور جو آیتیں اور حدیثیں عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں وارد ہیں۔ ان کا مصداق اپنی ذات کو قرار دیا ہے۔

اقول… (قول مؤلف اعلام الناس) ابھی تک مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ مرزا قادیانی نے اس درخواست مباہلہ کا کیا جواب دیا … دو حال سے خالی نہیں یا تو بشرائط مفید طرفین مباہلہ کرنا منظور

فرمادیں گے۔ یا اس وجہ سے کہ میاں عبدالحق کچھ ایسے اکابر اور مشاہیر میں سے نہیں۔ جن سے مباہلہ کرنے میں اثر تام اور نفع عام پہنچے منظور نہ فرمادیں گے۔ تو پھر ایسے مباہلوں کا ثمرہ مفید عام اور نتیجہ معتد بہا اور نفع تام کیا ہو کہ جس کا اثر ایک ملک بلند پر بھی نہ پڑے گا۔ الیٰ آخر القول!

اقول..... یہ امور جو تم نے مباہلہ کے واسطے بیان کئے آیا یہ شرط ہیں۔ مباہلہ کے واسطے یا نہیں۔ درصورت شق ثانی کیوں مباہلہ کے واسطے نہ کھڑے ہوئے اور حق کو (جو تمہارے زعم میں تھا) چھپا گئے اور درصورت شق اوّل یعنی یہ امور مباہلہ کے شروط سے ہیں (اور تمہاری عبارت رسالہ کی اس کو مقتضی ہے) تو اس پر دلائل شرعیہ سے دلیل لاؤ اور قرآن وحدیث سے ان کی شرطیت کو بیان کرو۔ ’’وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ‘‘ اور یہ جو کہتے ہو کہ جانب مخالف سے کوئی بڑا شخص ہونا چاہئے کہ اس کی ذلیلی اور مغلوبی کا اثر تمام اہل اسلام کو پہنچے۔ ورنہ ایسے مباہلوں کا ثمرہ مفید عام اور نتیجہ معتد بہا کیا ہوگا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ کچھ بہت بڑے ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر ایسے آدمی بھی مباہلہ کریں گے تو ان کی غالبی مغلوبی اخفی مقصود رہنے والی نہیں۔ ادنیٰ ادنیٰ بات تو چھپتی نہیں اس قدر بڑی بات چھپ جائے اور لوگوں پر اس کا اثر نہ پڑے۔ یہ بات خلاف عقل ہے۔ اس قدر میں بھی فائدہ عام اور نتیجہ معتد بہا ہو سکتا ہے اور تمام اہل اسلام کو کسی صورت ملکہ میں نظر نہیں آتا۔ یہ محض بہانہ ہے۔

دوسرے اللہ جل شانہ فرماتا ہے ’’فمن حاجک فیہ من بعد ماجاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا‘‘ دیکھو اللہ تعالیٰ نے من کے ساتھ فرمایا جو عام ہے۔ اعلیٰ وادنیٰ سب کو یعنی جو کوئی اس میں جھگڑا کرے اس سے مباہلہ کرنا۔ پھر تم نے یہ خاص کیسے کرلیا۔ لاؤ کوئی تخصیص والا۔ اللہ کے کلام کے مقابلہ سے ڈرو اور باز آؤ۔

تیسرے یہ کہ قصہ وفد نجران کو دیکھو جب نصاریٰ نجران کے قاصد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے آیات جو دربارہ مسیح کے ہیں پڑھیں تو وہ لوگ اس کے ماننے سے انکاری ہوئے۔ تب رسول اللہ ﷺ مباہلہ کے واسطے تیار ہوئے اور نکلے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ نہ پوچھا کہ تم لوگ بہت بڑے آدمی ہو یا نہیں اور تمہارے ساتھ مباہلہ کا اثر تمام اہل عرب کو پہنچے گا یا نہیں۔ بلکہ روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی بھی خبر نہ تھی کہ یہ لوگ نجران والوں کے بھی سردار و مقتداء ہیں کہ نہیں اور تمام نصاریٰ کا ہونا تو کیا۔ چنانچہ بیہقی کی روایت میں اس طرح ہے کہ ’’قال فتلقی شرجیل رسول اللہ ﷺ فقال لہ

انی قد رأیت خیرا من ملاعنتك فقال وما هو فقال حکمك الیوم الی اللیل ولیلتك الی الصباح فمهما حکمت فینا فهو جائز فقال رسول الله ﷺ لعل وراءك احدا یثرب علیك فقال شرحبیل سل صاحبی فسالهما فقالا ما یرد الوادی ولا یصدر الا عن رای شرحبیل فرجع رسول الله ﷺ فلم یلاعنهم "

دیکھو جب نبی علیہ السلام کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ سردار ہیں تب آپ ہوئے اور اس کی بات کا اعتبار کیا تو معلوم ہوا کہ پہلے سے آپ اس کو نہ جانتے تھے۔ پس اگر بڑا آدمی شرط ہوتا تو کیوں آپ ﷺ پہلے سے مباہلہ کے واسطے مستعد ہو جاتے اور مباہلہ کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔

پھر تمہارے بڑای درخواست مباہلہ کے جواب میں کیا فرماتے ہیں۔ دیکھو اشتہار استدعا مباہلہ بار دیگر جو جناب مولوی عبدالحق غزنوی ہے۔ مطبوعہ ۱۷ شعبان ۱۳۰۸ھ کہ اس میں ان کا جواب بھی نقل کیا ہے۔ عبدالحق کون ہے کس گروہ کا مقتدا یا مقتدی اور عبدالحق مباہلہ میں اکیلا ہے یا کوئی اور بھی اس کے ساتھ ہے۔" بہرحال میں مباہلہ کے لئے مستعد کھڑا ہوں۔ مگر اس شرط پر کہ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی احمد اللہ امرتسری باتفاق یہ فتویٰ لکھ دیں کہ مسلمانوں کا آپس میں فیصلہ مباہلہ سے جائز ہے۔"

(خلاصہ مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۰۸)

دیکھو تمہارے بڑے گرو جی جناب قادیانی کے مباہلہ میں بڑے آدمی ہونے کی شرط لگاتے ہیں یا وہ تو بہرحال مستعد اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ چاہے عبدالحق مقتدی ہو یا مقتدا اکیلے ہوں یا اور کسی کے ساتھ۔ اگر شرط ہوتا تو ویسے ہی کہتے۔ مگر یہاں تو اور ماجرا ہے کہ کہا جاتا ہے۔ عجیب بڑے بادشاہ ہے۔ دوسرے کے برابر پڑے یا ان سے کچھ دو ہاتھ اور بڑھے۔ یہ تو یہ کہہ کے مجھ سے اور ان کے ہی بہانہ تجویز کیا تھا وہ کو لائے۔ یہ عجیب بات ہے۔ جس وقت مسیح علیہ السلام کی گدی پر بیٹھے اور مشرف عالم کا کہا کہ نظارہ پھیر یا ان الفاظ لائے۔ تب کسی عالم سے فتویٰ نہ پوچھا۔ اب جب قلعی کھلنے لگی تو مولوی صاحبوں کو پکارنا شروع کیا۔ کیا جب مولوی محمد اسماعیل علی گڑھی سے مباہلہ طلب کیا تھا اس وقت وہ مسلمان نہ تھے یا تم مسلمان نہ تھے۔

"واذا دعوا الی الله ورسوله اذا فریق منهم معرضون وان یکن لهم الحق یاتوا الیه مذعنین افی قلوبهم مرض ام ارتابوا"

اصل تو یہ ہے کہ خود بھی اپنے آپ کو اس میں سچا نہیں جانتے۔ کیونکہ الہام الرحمن ...

جاتے تو پھر مباہلہ میں (کہ جس میں ان کا اس قدر فائدہ تھا کہ نہ کسی وعظ میں متصور ہے نہ کسی مناظرہ میں) کیسے وا ہیات بہانے کیوں بنائے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طرح مباہلہ کے نام سے میدان میں نکل کھڑے ہوتے۔ نصاریٰ نجران کی طرح کیوں بھاگتے یہ ہم خوب جانتے ہیں کہ چاہے زمین ٹل جائے۔ مگر مرزا قادیانی ہرگز مباہلہ نہیں کریں گے۔ ولا کچھ تحقیق مباہلہ شمشیر المسلمین لکھتے۔ مگر اب بے سود ہے۔

قولہ..... (قول الشرنوی سلمہ اللہ) جیسا کہ حدیث یکسرہا میں ہے۔ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم اسی حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی ابن مریم نہیں۔

اقول..... (قول مؤلف اعلام الناس) مرزا قادیانی آپ کہتے ہیں کہ میں حقیقتاً ابن مریم ہوں۔ بلکہ جن احادیث صحاح میں پیشین گوئی نزول ابن مریم کے نبی علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ اس میں تاویلیں کرتے ہیں جو بموجب قواعد عربیہ کے صحیح معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ وہ تاویل ہے۔ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ’’یوم یأتی تاویله یقول الذین نسوه من قبل قد جاءت رسل ربنا بالحق‘‘ اب صحت تاویل بموجب موردعربیہ کے بیان کی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ بموجب محاورہ عرب کے معنی نزول من السماء وغیرہ میں یہ کچھ ضرور نہیں کہ نازل سے نزول جسم عنصری وخاکی ہی ہو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ’’وانزلنا الحدید فیه باس شدید ومنافع للناس‘‘ اب کوئی بیان کرے کہ حدید بوجود عنصری آسمان سے اتارا گیا ہے۔

اقول..... وباللہ التوفیق جب مرزا قادیانی خود کہتے ہیں کہ میں حقیقتاً ابن مریم نہیں تو پھر نصوص شرعیہ کو کیوں بلاوجہ حقیقت سے صرف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو پیشین گوئیوں کا مصداق بناتے ہیں اور حقیقت کو بدل کر مجاز بناتے ہیں۔ مگر یہ وہی تحریف ہے۔ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ’’یحرفون الکلم عن مواضعه ونسوا حظاً مما ذکروا‘‘ اور یہ وہ تاویل نہیں جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ’’یوم یاتی تاویله‘‘ اس کو اس سے کیا نسبت ہے۔ اب جو صحت تاویل بیان کی گئی ہے۔ اس کو سنو۔

واضح رہے کہ بلاشبہ نزول صفت اجسام سے ہے اور اس میں جسم کے ساتھ ہونا پڑتا ہے جیسا کہ مجمع البحار میں ہے۔ ’’النزول والصعود والحرکات من صفات الاجسام‘‘ اور قاضی بیضاوی لکھتے ہیں۔ ’’والانزال نقل الشیٔ من الاعلیٰ الی الاسفل وھو انما یلحق المعانی بتوسط لحوقه الذوات الحاملة لها‘‘ تو جس وقت اس کی نسبت اجسام

عنصریہ خاکیہ کی طرف کی جاوے گی تو بلاشبہ اس کے معنی نزول بجسدہ العنصری وغاکی ہی کے ہوں گے۔ یہ بات ایسی ظاہر ہے کہ بیان کی چنداں حاجت نہیں۔ چنانچہ موضع متنازع فیہ میں بھی ہے کہ نسبت نزول کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے تو اس جگہ پر بھی معنی ہوں گے کہ وہ اپنے شریف جسم عنصری کے ساتھ نزول فرمائیں گے تو معنی حقیقی نزول کے یہی ہوئے۔ علاوہ اس کے ایک بات اور معنی لینے کے قابل ہے۔ وہ یہ کہ ظاہر بات ہے کہ نزول کے معنی اعلیٰ سے اسفل کی طرف نقل کے ہیں۔ (چنانچہ میں کسی کتاب لغت کو گمان نہیں کرتا کہ اس میں یہ معنی نہ ہوں۔ میں نے جہاں تک کتب لغت دیکھے سب میں یہ بات موجود پائی) پس جس وقت نزول کی نسبت کسی جسم کی طرف کی جاوے گی تو بے شک اس کے معنی اسی جسم کے نقل کے ہوں گے۔ مثلاً کہیں کہ اتاری پر سے پتھر گرا یا۔ کوٹھے پر سے زید اتر آیا آسمان سے اولے برسے تو سوائے اس کے اور کوئی معنی نہ ہوں گے کہ وہ اپنے جسم ذاتی عنصری کے ساتھ اوپر سے نیچے آئے۔ اصلی اور حقیقی معنی اس کے یہی ہوں گے۔ پھر واضح رہے کہ معنی حقیقی مقدم ہوتے ہیں اور معنی مجازی اسی وقت مراد ہوتے ہیں کہ جب معنی حقیقی سے متعذر ہو اور معنی حقیقی لینا ممکن نہ ہو اور بن نہ سکیں۔ یہ قاعدہ ایسا مسلم ہر اہل علم کا ہے اور مشہور ہے کہ جس میں کسی علم والے کو شک نہیں اور کسی زبان کا ادیب اس کا منکر نہیں۔ لہٰذا حاجت استشہاد کی نہیں۔ کتب فن معانی والبیان کی اور اصول کی اور ادب وغیرہ کے اس سے مملو ہیں۔ پس معنی حقیقی بنتے ہوئے معنی مجازی لینا نصوص شرعیہ کو تحریف کرنا ہے۔

حدیث مذکورہ بالا یوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم (یعنی قریب ہے کہ تم میں ابن مریم نزول فرماویں گے) میں معنی حقیقی لینے سے کون مانع ہے کہ جس کے سبب سے معنی حقیقی چھوڑ کر باطل معنی مجازی لئے گئے۔ پھر دوسری روایت میں لفظ ہبوط کے ساتھ بھی وارد ہے۔ وہاں کس طرح پر تحریف کی صورت نکلے گی۔ بڑی جائے تعجب ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کس کثرت سے نزول اور کہیں ہبوط کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کا بیان فرمایا۔ اگر نبی صاحب کا یہی مقصود ہوتا جو مرزا قادیانی کا مطلب ہے تو کیا رسول اللہ پر و یا اللہ فرمانا ایسا مشکل تھا اور اس کی تعبیر و تفسیر پر قادر نہ تھے کہ اس کثرت سے نزول و ہبوط کے لفظ کے ساتھ فرمایا جو صریح مرزا کے مطلب دلی کو مخل ہے۔ میری غرض یہ نہیں کہ مجاز کوئی چیز نہیں اور استعمال مجاز کہیں ٹھیک نہیں۔ (کیونکہ بہت جگہ مجاز میں حسن ہوتی اور حقیقت سے ابلغ ہوتی ہے کہ اس سے مناسبات لطیفہ پیدا کی جاتی ہیں۔ وغیرہ من الفوائد مگر جہاں کہیں حقیقت کا ارادہ متعذر ہو اور سامع کو دقت میں ڈالے

والی نہ ہو اور محل بہ لمقصود نہ ہو) بلکہ میری غرض یہ ہے کہ ایسے مجاز و استعمال کرنا کہ مقصود اصلی اور مراد وہی کو فوت کر دے اور بالکل بے قرائن ہو اور ایسی جگہ استعمال میں لاوے کہ معنی حقیقی لینے سے کوئی مانع نہ ہو اور معنی مجازی دل میں لے کر بولے۔ بالکل قبیح ہے اور عقل و نقل کے خلاف اور طرفہ یہ ہے کہ اکثر جب بولے تو اسی لفظ مجازی کے ساتھ بولے۔ بلکہ دو الفاظ دیگر بھی کہ جو مبائن ہوں۔ اس کے مجاز کے اور معنی حقیقی کی طرف مضطر کرنے والے ہوں اور طرہ اس پر یہ کہ جیسے یہ مسئلہ میں ہو کہ جس پر ایک جہان کا دارومدار ہے کہ شریعت کے ایک ارکان سے ہے اور عقائد سے اور پھر ایک کارخانہ کا کارخانہ خیالات کا جا کر کھڑا کر دے۔ ایسے مجاز کسی کلام عاقل میں نہیں اور کوئی عاقل ایسے مجاز کے استعمال کو پسند نہ کرے گا۔ یہ مجاز کیا ہے۔ بلکہ دھوکا دہی اور فریب ہے۔ ایسے مجاز ہرگز کلام شارع میں نہیں ہو سکتے۔ حاشا و کلا شارع کو ہرگز دھوکا دہی اور فتنہ میں ڈالنا منظور نہیں اور تصنیف خلائق مقصود نہیں۔ وہ تو مسلمین کی ہدایت کے واسطے ہے۔ نہ شعبدہ بازوں کے باطل عقیدہ لکھوانے کی جگہ چنانچہ یہ پیشین گوئی نزول عیسیٰ بن مریم کی ایسی ہی ہے۔ (چھوٹا طالب علم بھی تمام روایات صحاح پر نظر کر کے معلوم کر سکتا ہے) اگر میری یہ بات صحیح نہیں تو بتاؤ کہ نزول کے کیا معنی ہیں اور نزول سے ارادہ معنی حقیقی سے کون مانع ہے؟ اصل تو یہ ہے کہ مانع کوئی نہیں۔ اپنے آپ کو عیسیٰ موعود بنانے کو دل چاہتا ہے۔ اگر احادیث کا صریح انکار کریں تو کافر مطلق کہلاویں تو تدبیر یہ سے کام نکالتے ہیں۔ "اللھم احفظنا من فتن الدجال واتباعہ" تحقیق مدعا یہ ہے کہ اس جگہ دجل سے کام لیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ دھوکا دہی عوام کے واسطے الفاظ محاورہ عرب کا بولا کرتے جو حقیقت مجاز کو لازم ہے۔ چند شواہد مجاز کے پیش کر دیئے اور کہہ دیا کہ محاورہ عرب میں بغیر جسم عنصری وہاں کے بھی نزول کا استعمال آیا ہے۔ (جس کی حقیقت آگے معلوم ہو جائے گی) حالانکہ یہ عوام کو دھوکا دینے کی بات ہے۔ کیونکہ وہ یہ بات تو خیال کریں گے کہ استعمال بے شک ہے تو استعمال معنی مجازی کا بھی ہوتا ہے تو ان مثالوں سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر جگہ معنی مجازی ہو سکیں اور جہاں چاہیں معنی مجازی لے لیا کریں۔ چاہے تعذر معنی حقیقی کا ہو چاہے نہ ہو۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا اور یہ جو کہا کہ "انزلنا الحدید" میں اب کوئی بیان کرے کہ حدید یعنی عنصری آسمان سے اتارا گیا تو میں کہتا ہوں کہ کیا عجیب ہے کہ اول اللہ تبارک و تعالیٰ نے لوہے کو اوپر سے اتارا ہو۔ چنانچہ ظاہر لفظ قرآن مجید اس کی مقتضی ہیں اور مؤید اس کا ہے جو ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ہے۔ جس کو حافظ ابن کثیر نے نقل کیا۔ "عن ابن عباسؓ قال ثلاثۃ اشیاء نزلت مع آدم السندان

والکلبتان والمبقعۃ ''یعنی اعظم تفسیر ابی جامع البیان اور در منثور میں ہے۔ پس تمہارا استشہاد اس سے صحیح نہیں۔ وأما استحالہ ثابت کرو۔ لوہے کا مجسدہ اوپر سے اترنے کا۔ اور جب استحالہ ثابت کر دو گے تو ہم کہیں گے کہ بسبب استحالہ معنی حقیقی کے معنی مجازی مراد لئے گئے۔ پس تب بھی تمہارا مطلب ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ نزول بجسدہ ابن مریم کا محال نہیں۔ وأما نزول جسدہ ابن مریم کا استحالہ ثابت کرو۔ اگر کہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوفات پاچکے۔ جب وفات پاچکے تو جنت میں داخل ہوگئے۔ کیونکہ وہ برگزیدہ نبی تھے۔ ''قال اللّٰہ تعالیٰ قیل ادخل الجنۃ وادخلی جنتی'' اور جو جنت میں داخل ہوا وہ وہاں سے نہ نکلے گا۔

''قال اللّٰہ تعالیٰ وماھم منھا بمخرجین'' پس حضرت عیسیٰ کیونکر بذات خود دنیا میں آسکتے ہیں؟ تو جواب اس کا یہ ہے کہ ثبوت اس امر کا تین مقدموں پر موقوف ہے۔ اوّل! وفات عیسیٰ۔ دوسرے: موت کے بعد ہی جنت میں داخل ہو جانا۔ تیسرے: اس دخول کے بعد پھر وہاں سے نکلنا نہیں۔ جب تک یہ تینوں مقدمے ثابت نہ ہوں۔ تب تک یہ مطلب ثابت نہیں ہوسکتا اور ایک مقدمہ کے انتفاء سے بھی مقصود کا انتفاء ہو جاوے گا تو میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں مقدمے غیر صحیح اور باطل ہیں۔ عدم صحت وبطلان مقدمہ اولیٰ کا تو رسالے کے اختتام کے قریب انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا اور صحیح نہ ہونا مقدمہ ثانی اور ثالث کا کئی وجوہ سے ہے۔

وجہ اوّل! یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دخول جنت حشر کے بعد ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے۔ ''ونفخ فی الصور فصعق من فی السموٰت ومن فی الارض الیٰ قولہ تعالیٰ وسیق الذین اتقوا ربھم الی الجنۃ زمراً حتیٰ اذا جاؤھا وفتحت ابوابھا وقال لھم خزنتھا سلام علیکم طبتم فادخلوھا خٰلدین'' اور فرمایا ''ھل ینظرون الا الساعۃ ان تاتیھم بغتۃ وھم لا یشعرون الیٰ قولہ تعالیٰ ادخلوا الجنۃ انتم وازواجکم تحبرون'' اور فرمایا ''ونفخ فی الصور ذلک یوم الوعید الیٰ قولہ تعالیٰ ادخلوھا بسلام ذلک یوم الخلود'' اور حدیث میں تو بہت کثرت سے اس کا بیان ہے اور ان میں بصراحت یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دخول جنت حشر کے روز ہوگا۔ پس ضرور ہے کہ قبل اس کے وہ جنت سے باہر ہوں۔ کیونکہ داخل کے واسطے پھر دخول کیسا اور یہ بات بہت ظاہر ہے۔ دیکھو شرح جامی میں بھی لکھ دیا ہے۔ ''فانہ اذا قال الداخل فی البلد دخلت الدار لا یصح ان

یقول دخلت البلد '' تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ پہلے کبھی دخول ہوا ہی نہ ہو یا ہوا ہو مگر پھر خروج ہوا اور درصورت اوّل مقدمۂ چہارم باطل ہو گیا اور درصورت دوم مقدمۂ ثالث باطل ہو گیا۔ وھذا ھو المطلوب!

وجہ ثانی: یہ کہ میدان حشر میں سب انبیاء مصطفین، حاضر ہوں گے۔ حضرت آدم اور ابراہیم و موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سب موجود ہوں گے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی طویل حدیث باب شفاعت میں بتصریح مذکور ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''وجیئی بالنبیین والشھداء وقضی بینھم بالحق وھم لا یظلمون '' اور فرمایا ''یومئذ تعرضون لا تخفیٰ منکم خافیہ '' اگر دخول ان کا جنت میں ہو چکا ہے تو پھر کیوں نکالے جاویں گے۔ اگر نکالے گئے تو بطلان مقدمۂ ثالث کا لازم آیا۔ وجہ ثالث: یہ کہ اگر موت کے بعد ہی سے دخول جنت ہو جاوے تو لازم آوے گا۔ قیامت میں خروج جنت سے اور خروج جنت سے ممتنع ہے۔ کقولہ تعالیٰ وماھم منھا بمخرجین '' اور مستلزم ممتنع کا ممتنع ہے۔ پس دخول جنت موت کے بعد ہی ممتنع ہے۔ لہٰذا مقدمۂ ثانی باطل ہو گیا۔

وجہ رابع: یہ کہ سرورکائنات جناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ''اوّل من یقرع باب الجنۃ انا۔ اخرجہ مسلم '' اور فرمایا ''اٰتی باب الجنۃ یوم القیامۃ فاستفتح فیقول الخازن من انت فاقول محمد فیقول بک امرت لا افتح لاحد قبلک۔ اخرجہ مسلم '' یعنی سب سے پہلے جو دروازہ جنت کا کھٹکھٹاؤں گا وہ میں ہی ہوں۔ قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آکر دروازہ کھلواؤں گا تو اس کا داروغہ کہے گا تم کون ہو تو میں کہوں گا محمد تو وہ کہے گا آپ ﷺ ہی واسطے مجھ کو حکم ہوا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کسی کے واسطے دخول جنت نہیں۔ پس مقدمۂ ثانی باطل ہو گیا۔

وجہ خامس: یہ کہ شب معراج میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دوسرے آسمان پر ملے اور کلام کیا۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بتصریح موجود ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے نزول کا بھی ذکر کیا۔ چنانچہ احمد اور ابن ماجہ کی صحیح روایت میں ہے۔ (جس کا ذکر آگے آتا ہے) پھر رسول اللہ ﷺ تیسرے آسمان پر گئے۔ پھر چوتھے آسمان پر ایسے ہی پانچویں، چھٹے، ساتویں پر۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ جا کر جنت میں داخل ہوئے۔ چنانچہ صحیحین و دیگر کتب حدیث میں موجود ہے۔ دیکھو حضرت عیسیٰ جنت میں نہ تھے بلکہ باہر تھے۔ سو ھذا ھو المطلوب!

اور یہ جو کہا "قیل ادخل الجنۃ" تو اول تو یہ ایک شخص خاص کے واسطے خطاب ہے۔ یہ کوئی حکم عام نہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے یہ بات کیونکر اس سے ثابت ہوئی۔ دوسرے یہ کہ یہ شخص شہید کردیا گیا تھا۔ چنانچہ روایات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اس واسطے کہ گو انبیاء شہداء سے افضل ہیں۔ مگر شہید کے واسطے خصوصیات بھی ہیں کہ دوسرے کے واسطے نہیں۔ ذرا سی بات ہے۔ دیکھو شہداء کو اموات کہنا ناجائز ہے۔ "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات" اور انبیاء کے اوپر اطلاق اموات کا جائز ہے۔ "انک میت وانہم میتون" اور "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات" پس اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دخول جنت کیونکر ثابت ہوسکتا ہے اور یہ جو کہا "وادخلی جنتی" تو سیاق وسباق کلام سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حشر کے روز کا مذکور ہے "کلا اذا دکت الارض دکا دکا" سے پڑھ کر دیکھو۔ چنانچہ ابن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ پس اس آیت سے اور موت کے بعد دخول جنت سے کیا تعلق ہے اور اگر مان بھی لیں کہ یہ آیت اور ایسی ہی آیت سابق بعد موت کے دخول جنت پر دال ہیں تو میں کہتا ہوں کہ اس سے دخول خلدی جنت میں لازم نہیں آتا۔ یعنی اس سے مراد دخول خلدی نہیں بلکہ مراد دخول روحی ہے۔ نہ دخول جسدی کہ ہمیشہ رہنے کے واسطے داخل ہوں اور دلیل اس پر یہی مذکورات مسطورہ بالا ہیں اور آیت "وادخلی جنتی" تو خود بھی اس بات کو کھلا کھلا کہہ رہی ہے۔ چنانچہ فرمایا "یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" دیکھو خطاب خاص نفس کے ساتھ ہے اور اس بات کو احادیث بھی بتصریحات کررہی ہیں۔ چنانچہ مالک اور احمد اور نسائی نے بسند صحیح کعب بن مالکؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "انما نسمۃ المؤمن طائر یعلق فی شجر الجنۃ حتیٰ یرجعہ اللّٰہ تعالیٰ الیٰ جسدہ یوم القیامۃ" اور احمد طبرانی نے بسند حسن ام ہانیؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "تکون النسم طیرا تعلق بالشجر حتیٰ اذا کان یوم القیامۃ دخلت کل نفس فی جسدھا" ایسے ہی بہت سی روایات میں آیا تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ اس وقت میں جو جنت میں داخل بھی ہوتا ہے تو وہ دخول روحی ہوتا ہے۔ نہ جسدی وہ تو قیامت ہی کے روز ہوگا کہ پھر وہاں سے نہ نکالے جاویں گے اور یہ بھی واضح رہے کہ ارواح مؤمنین کے رہنے کے واسطے برزخ میں اماکن مختلفہ روایات میں وارد ہیں۔ بعض روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ارواح مؤمنین کی

جنت میں پھر زیرِ عرش کے بہتا دریا نکلتی ہیں۔ اس میں آ کر رہتی ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں آسمان میں جمع ہوتی ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ زمین پر جابیہ میں (کہ ملک شام میں واقع ہے) آ کر جمع ہوتی ہیں اور بعض میں چاہ زمزم کا بھی آیا ہے۔ وغیرہ!

اور بڑے بڑے ذی شان عالی مراتب نبی جناب رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں آسمانوں پر موجود پائے۔ کوئی پہلے آسمان پر کوئی دوسرے پر وقس علیٰ ہذا دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر موجود تھے اور اگر فرضاً تسلیم بھی کر لیں کہ مرنے کے بعد سے وقول غلط ہی سمجھا جاتا ہے تب بھی ہم کہتے ہیں کہ خلود کو اللہ جل شانہ نے اپنی مشیت پر رکھا ہے۔ چنانچہ فرمایا اور "اما الذین سعدوا ففی الجنة خالدین فیها مادامت السموات والارض الا ما شاء ربك" دیکھو خلود سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کا استثناء کیا ہے اور اپنے چاہنے کی قدر اس وعدہ سے نکال دیا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے واسطے اللہ تعالیٰ چاہ چکا ہے اور اس کی مشیت اس بات کے ساتھ متعلق ہو چکی ہے کہ ان کو پھر دنیا میں بھیجے۔ چنانچہ شب معراج میں خود انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آخر زمانہ میں جب دجال خروج کرے گا۔ مجھ کو دنیا میں اتارنے کا وعدہ دیا ہے۔ (یہ ایک صحیح حدیث کا مضمون ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے آتا ہے) پھر بھلا اس میں کیا استبعاد ہے اور کون سا محذور لازم آتا ہے۔ پھر دیکھو جناب رسول اللہ ﷺ شب معراج میں جنت میں گئے اور تشریف لے گئے۔ پھر وہاں سے نکل کر دنیا میں تشریف لے آئے اور دیکھو حضرت آدم علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے اور اس میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے اتارے گئے تو اگر پھر دخول خروج جنت سے ممتنع ہوتا تو کیسے باہر آتے۔ بہرحال کسی صورت سے مطلب صاحب رسالہ اور ان کے ہم خیالوں کا ثابت نہیں ہوتا اور کسی طور سے استحالہ نزول ابن مریم کا بجسدہ العنصری پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ پھر بلا وجہ کیوں صرف نصوص کا ظاہر سے کیا جاتا ہے اور کس لئے معنی حقیقی چھوڑ کر مجاز کو اختیار کیا جاتا ہے اور تحریف کا دروازہ کیوں کھولا جاتا ہے اور الحاد کے طریقوں کو کیوں رواج دیا جاتا ہے۔ اللہ جبار وقہار سے ڈرو اور طریق حق کو اختیار کرو۔ "افرأیت من اتخذ الٰهه هواه" اس جگہ اس بیان کو مختصر طور پر لکھ دیا۔ اگر اللہ جل شانہ نے توفیق دی تو ان شاء اللہ کسی تحریر میں اس کی تفصیل کی جاوے گی۔ مگر چونکہ ان لوگوں کا اس دلیل پر بڑا مدار تھا۔ اس واسطے اس جگہ اس کا جواب لکھنا ضروری سمجھا۔

اسی طرح اور بھی ان کے دلائل کا جس پر فخر کرتے ہیں اور ان کو اپنے براہین قاطعہ سمجھ کر جا بجا اپنی تحریرات میں لاتے ہیں۔ موقع موقع پر اس رسالہ میں جواب باصواب لکھا

جاوے گا۔ اگرچہ اس رسالہ مردود میں نہ موجود ہوتا۔ تا ناظرین کو فائدہ تامہ حاصل ہوتا۔" وعلی الله التوکل وبه الاعتصام"

قولہ: اور دیکھو "یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا" کسی نے دیکھا ہے کہ روئی چمڑا اور پشم۔

اقول: معنی انزال کے یہاں پر وہی اتارنا جسم کے ساتھ ہیں۔ البتہ یہاں پر اسناد میں ہے۔ یعنی انزال کی نسبت حقیقی نہیں۔ مسبب کو بجائے سبب کے بول دیا کہ پانی ہے۔ مثلاً معنی یہ ہوئے کہ اتارا ہم نے پیدائش لباس کے سبب کو یعنی پانی کہ بوجود العنصری اترتا ہے۔ پس لفظ اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہوا۔ پس اس سے صاحب رسالہ کا استشہاد صحیح نہ ہوا۔ اور اگر فرضاً مانیں بھی تو ممکن ہے کہ معنی حقیقی متعذر ہیں اور مستشہد لہ میں متعذر نہیں۔ تامل۔ پس تب بھی استشہاد صحیح نہیں۔

قولہ: اور فرمایا "قد انزلنا الیکم ذکراً رسولاً یتلوا علیکم آیات الله مبینات" یہ آنحضرت ﷺ بوجود عنصری آسمان سے نازل ہوئے تھے۔

اقول: اس آیت سے استشہاد کے واسطے انزال بہت کم ضرور ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ ہیں (ﷺ) ہم کہتے ہیں مراد اس سے جبرائیل ہیں اور نسبت "یتلوا" کی ان کی طرف بلا واسطہ ہے یا بواسطہ محمد رسول اللہ ﷺ کے کہ آپ کے پڑھنے کو جبرائیل کا پڑھنا کہہ دیا۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا "فاذا قراناه فاتبع قرانه" پس انزال اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے اور تمہارا استشہاد صحیح نہ ہوا اور قرآن مجید بھی مراد ہو سکتا ہے اور اگر محمد رسول اللہ ﷺ مراد لیں۔ تب بھی انزال اپنے ہی معنی میں رہے گا۔ انزال کی نسبت ان کی طرف تشبیہاً کی گئی۔ پس یہ مجاز نسبت میں ہے نہ لفظ انزال میں۔ فاین الہدی؟ اگر مجاز مانی بھی جاوے تو اس وجہ سے کہ حقیقت متعذر ہے اور شاہد لہ میں متعذر نہیں۔ کما مر۔ "فلا تلبسوا الحق بالباطل"

قولہ: اور دیکھو حدیث میں ہے "انزل الدواء الذی انزل الداء" کسی قصاب، عطار کی دکان پر کوئی دوا کسی نے دیکھی کہ آسمان سے بوجود عنصری اتری ہو۔

اقول: اس میں بھی وہی وجوہ جواب کے جو پہلے ذکر کئے گئے۔ جاری ہیں کہ ظاہر ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ بہرحال مقصود صاحب رسالہ کا ثابت نہیں ہوتا۔

قولہ: اور فرمایا "انزل الناس منازلهم" اور آیا ہے کہ "لما نزلت هو قريظة" اور آیا ہے "خرج من مكة ونزل يثرب"

اقول ... چونکہ صاحب رسالہ نے ان تینوں شاہدوں سے جو استدلال کو بیان نہیں کیا۔ لہٰذا ہم بھی بیان جواب سے اعراض کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے ظہور کے سبب چھوڑ دیا تو ہم بھی جواب ظاہر سمجھ کے چھوڑتے ہیں۔

قولہ ... اگر مرزا قادیانی نے نزول کے معنی میں بموجب محاورۂ کتاب و سنت کے یہ کہا کہ نزول سے مراد نزول من السماء بوجود عنصری نہیں تو کیا اور کیا فساد ہے۔ بینوا توجروا!

اقول ... مرزا قادیانی نصوص شرعیہ کو اپنے معنی سے خلاف لغت و قواعد جمیع اہل عربیہ کے تحریف کر کے مصداق ”یحرفون الکلم عن مواضعہ“ کے ہوگئے اور فرمایا ”ان الذین یلحدون فی ایاتنا لا یخفون علینا افمن یلقی فی النار خیر ام من یأتی اٰمنا یوم القیامۃ“

قولہ ... اور لفظ ابن مریم کی نسبت یہ عرض ہے کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ مسافر کو ابن السبیل بطور استعارہ کے فرمایا ہے۔ اب دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا مسافر راہ کا بیٹا ہوتا ہے؟ کیا چاند کو عرب میں ابن اللیل کہتے ہیں۔ کیا چاند رات کا بیٹا حقیقی ہوتا ہے۔

اگر تفتیش لفظ ابن کتب حدیث وغیرہ میں تفحص کی جاوے تو بہت کثرت سے اس کی ملے گی جو صرف بطور استعارہ کے کسی مناسبت کی وجہ سے وہاں ابن کا لفظ لگا دیا ہوگا کہ نہ یہ کہ بیٹا حقیقی وہاں مراد ہو۔ اگر مرزا قادیانی نے بطور استعارہ لطیفہ کے ابن مریم سے اپنا نفس مراد لیا جو بلاواسطہ ہادی و مشائخ زمان کے ان کو علوم لدنیہ حاصل ہوئے ہوں اور بغیر داخل ہونے کے کسی سلسلہ میں سلاسل اولیاء اللہ سابق سے ان کو کشوف و الہامات و معرفت کتاب و سنت جناب اللہ ان کو دیئے گئے ہوں تو کون سا استحالہ لازم آیا۔

اقول ... وباللہ التوفیق! لفظ ابن کا استعارہ بیان کرنے سے اگر آپ کی یہ غرض ہے کہ مرزا پر ابن مریم بغیر حذف و بلا حذف کے مانے ہوئے صادق آ جائے تو یہ ہرگز ممکن نہیں۔ کیونکہ اس خبر کے بعض روایات میں تو لفظ عیسیٰ ابن مریم کا وارد ہے۔ جیسا کہ مسلم کی روایت ہے اور بعض میں لفظ مسیح عیسیٰ ابن مریم کا آیا ہے۔ چنانچہ احمد کی روایت میں ہے اور بعض میں روح اللہ عیسیٰ ہے۔ جیسا مستدرک حاکم میں واقع ہے اور بعض روایات میں لفظ نبی اللہ کا بھی وارد ہے۔ ”یفسر بعضہا بعضاً“ پس ان الفاظ کو مرزا قادیانی پر بغیر حذف مانے کیونکر صادق کر سکتے ہو اور اگر تمہاری یہ غرض نہیں کہ بغیر حذف مانے مرزا قادیانی پر صادق آتا ہے۔ بلکہ حذف کرنا پڑے گا۔ پس اس وقت میں یہ استعارہ بیان کرنا بالکل لغو ہے اور بے محل۔ کیونکہ جب حذف ہوگئے تو

اس وقت ابن اللہ استعمال حقیقی ہی پر رہے گا نہ مجازی پر۔ جس کے لئے تم نے بیجا اس قدر طاقت صرف کی۔

دوسرے یہ کہ ابن کا جو استعمال استعارۃً ہوتا ہے تو اس طرح پر ہوا ہے کہ ابن کے مصداق کو اس کے مضاف الیہ کے ساتھ ایک مناسبت ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے ابن فلاں بول دیتے ہیں۔ مثلاً ابن السبیل کہ ابن کے مصداق یعنی مسافر کو اس کے مضاف الیہ یعنی سبیل کے ساتھ ایک مناسبت ہے۔ ایسے ہی ابن اللیل میں چاند و رات کے ساتھ مناسبت ہے۔ جس کے سبب سے ابن السبیل وابن اللیل بول دیتے ہیں اور صاحب رسالہ نے جو وجہ مناسبت بیان کی یعنی (اگر مرزا قادیانی نے بطور استعارہ لطیفہ کے ابن مریم سے ایسا شخص مراد لیا ہو جو بلاواسطہ آیا) تو یہ وجہ مناسبت کی بقول ان کے ساتھ ابن مریم کے ہے۔ نہ مصداق ابن کے ساتھ مریم کے۔ کما لا یخفی فتفکر فان فیہ مافیہ!

بہرصورت تمہارا مطلب فاسد بغیر حذف کے ثابت نہیں ہوا اور بغیر وجہ حذف وغیرہ ماننا کس قدر نصوص شرعیہ کی تحریف ہے۔ الغرض تمہارا جبار سے زور ہو اگر ایسے ہی جہاں چاہیں حذف مان لیا کریں تو ہرگز کسی نص سے کوئی مسئلہ شرعیہ ثابت نہ ہو سکے گا۔ حتی کہ توحید باری عزاسمہ اور رسالت رسول اللہ ﷺ کی بھی جو نصوص کہ بابت نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وارد ہیں۔ ان سے اور اس مرزا سے بالکل مناسبت نہیں اور مدعا سے موافقت نہیں۔ بڑی بے حیائی کی بات ہے۔ ان کا سچ آپ کو مصداق کہنا۔ اذا لم تستحی فاصنع ماشئت!

اگر کوئی دوسرا دعویٰ کر بیٹھے تو شاید کچھ گنجائش بھی ہو جاتا۔ کسی طرح بات کے پھیرنے کی مصداق بنے۔ ہر چند کہ احصار ان احادیث کا جو دربارۂ نزول مسیح علیہ السلام و دجال کے وارد ہیں۔ محال عادی ہے۔ مگر میں یہاں پر چند احادیث واسطے افادہ عوام کے مع حاصل ترجمہ کے لکھتا ہوں۔

حدیث اوّل

’’اخرج البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما مقسطا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا ومافیہا ثم یقول ابوہریرۃ اقرؤا ان شئتم وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ‘‘

بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بے شک قریب ہے کہ ابن مریمؑ تم میں اتریں منصف حاکم ہو کر تو صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو ماریں گے اور جزیہ کو اتار دیں گے کہ یہاں تک کثرت ہو جاوے گی کہ اس کو کوئی قبول نہ کرے گا اور ایک سجدہ اس وقت میں دنیا وما فیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر ابو ہریرہؓ بولے اگر چاہو تو (قرآن سے اس بات کی تصدیق کے لئے) اس آیت کو پڑھو ”وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته“ ابو ہریرہؓ صحابی کی یہ غرض تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے نزول کا قصہ قرآن میں فرماتا ہے کہ جو فرقہ کتاب والوں میں ہے سو اس پر یقین لاوے گا۔ اس کی موت سے پہلے، یعنی جب وہ نزول فرماویں گے۔ اس وقت اس پیشین گوئی کا ظہور ہوگا۔ سو ثابت ہوا کہ وہ فوت نہیں ہوئے۔

حدیث دوم

”اخرج مسلم عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تزال طائفة من امتى يقاتلون على الحق ظاهرين الى يوم القيامة فينزل عيسى بن مريم فيقول اميرهم تعال صل لنا فيقول لا ان بعضكم على بعض امراء تكرمة الله تعالىٰ لهذه الامة“ صحیح مسلم میں جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ قتال کرتا رہے گا حق پر غالب رہیں گے۔ قیامت تک، پس عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اتریں گے۔ پس کہے گا حاکم ان کا آئیے نماز پڑھائیے تو وہ جواب میں فرماویں گے کہ نہیں۔ تم ہی ایک دوسرے پر سردار ہو۔ اللہ تعالیٰ کی بزرگی دینے کے سبب سے اس امت کو۔

حدیث سوم

”اخرج ابوداؤد عن ابى هريرةؓ مرفوعا ليس بينى وبين عيسىٰ نبى وانه نازل. فاذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع الى الحمرة والبياض ينزل بين ممصرتين كأن راسه يقطر وان لم يصبه بلل فيقاتل الناس على الاسلام فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويهلك الله فى زمانه الملل كلها الا الاسلام ويهلك الله فى زمانه المسيح الدجال فيمكث فى الارض اربعين سنة ثم يتوفى فيصلى عليه المسلمون“ ابوداؤد میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں سو ان کو پہچان لینا۔ میانہ قد سرخی اور سفیدی کے درمیان اتریں گے دو زرد کپڑوں میں گویا کہ ان کے

سر کے بال ٹپک رہیں۔ اگرچہ انکو تری نہ پہنچی ہو تو لوگوں سے اسلام کے لئے لڑیں گے۔ سو صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو اٹھا دیں گے اور اللہ جل شانہ ان کے وقت میں سوا ملت اسلام کے سب مذہبوں کو کھو دے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے وقت میں مسیح دجال کو ہلاک کرے گا۔ سو مسیح علیہ السلام زمین پر چالیس برس رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے تو ان پر مسلمان نماز پڑھیں گے۔ ایسے ہی امام احمدؒ نے بھی روایت کیا۔ مگر بعض لفظ کا فرق ہے۔ علامہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا۔ چنانچہ ان کے الفاظ اس حدیث کے بیان کرتے اور کہا روی احمد و ابوداؤد باسناد صحیح اور اس عاجز نے بھی جو رجال اسناد کی طرف مراجعت کی تو سب راوی اس کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی پائے۔ سوا عبدالرحمن بن آدم کے کہ وہ صرف مسلم کے رواۃ سے ہیں تو ان کا بھی کچھ بھی حال اور ثقاہت ثابت ہے۔

حدیث چہارم

"اخرج الحاکم فی المستدرک بلفظ ان روح اللہ عیسیٰ نازل فیکم فاذا رأیتموہ فاعرفوہ فانہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض علیہ ثوبان ممصران کأن راسہ یقطر وان لم یصیبہ بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویدعو الناس الی الاسلام فیہلک اللہ فی زمانہ المسیح الدجال وتقع الامنۃ علی اھل الارض حتی ترعی الاسود مع الابل والنمور مع البقر والذئاب مع الغنم ویلعب الصبیان مع الحیات فیمکث اربعین سنۃ ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون" حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ روح اللہ عیسیٰ تم میں نزول فرمانے والے ہیں۔ سو جب تم ان کو دیکھنا تو پہچان لینا۔ میانہ قد سرخی و سفیدی کے درمیان ان پر دو کپڑے زعفرانی ہوں گے۔ گویا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہو۔ اگرچہ تری نہ پہنچی ہو۔ (یہ ان کی کمال نظافت وصفائی کا بیان ہے) تو صلیب کو توڑیں گے۔ (یہ وہ ہے جس کو نصاریٰ پوجتے ہیں) اور خنزیر کو (کہ شریعت محمدی میں سخت حرام ہے اور نصاریٰ کھاتے ہیں) ماریں گے اور جزیہ اٹھا دیں گے اور لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلا دیں گے تو ان کے وقت میں اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو ہلاک کرے گا اور اہل زمین میں امن ہو جاوے گا کہ شیر اونٹ کے ساتھ چرنے لگیں گے اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیئے بھیڑ بکریوں کے ساتھ اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ سو زمین میں چالیس برس رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان پر نماز پڑھیں گے۔

حدیث پنجم

''اخرج احمد وابن ماجه وصححه الحاكم (كما في الفتح) وهذا اللفظ احمد عن ابن مسعودؓ عن رسول اللهﷺ قال لقيت ليلة اسري بي ابراهيم وموسیٰ وعيسیٰ عليهم السلام فتذاكروا امر الساعة فردوا امرهم الیٰ ابراهيم فقال لاعلم لي بها فردوا امرهم الیٰ موسیٰ فقال لا علم بها فردوا امرهم الیٰ عيسیٰ فقال اما وجبتها فلا يعلم بها احد الا الله وفيما عهد الیٰ ربي عزوجل ان الدجال خارج ومعي قضيبان فاذا رآني ذاب كما يذوب الرصاص (ولفظ ابن ماجة مكان هذا اللفظ هكذا) فذكر خروج الدجال قال فانزل فاقتله فيرجع الناس الیٰ بلادهم قال فيهلكه الله اذا راني حتیٰ ان الحجر والشجر يقول يا مسلم ان تحتي كافر افتعال فاقتله قال فيهلكم الله ثم يرجع الناس الیٰ بلادهم واوطانهم فعند ذلك يخرج ياجوج وماجوج وهم من كل حدب ينسلون فيطؤن بلادهم فلا يأتون علی شئ الا اهلكوه ولا يمرون علی ماء الا شربوه قال ثم يرجع الناس يشكونهم فادعو الله عليهم فيهلكم ويميتهم حتیٰ تجوی الارض من نتن ريحهم وينزل الله المطر فيجترف اجسادهم حتیٰ يقذفهم في البحر ففيما عهد الیٰ ربي عزوجل ان ذلك اذا كان كذلك ان الساعة كالحامل المتم لا يدري اهلها متی تفاجئهم بولادها ليلا او نهارا'' امام احمد اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ معراج کی رات میں میں ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملا تو انہوں نے قیامت کا ذکر کیا۔ تو پہلے ابراہیم پر چھوڑا سو ابراہیم علیہ السلام نے کہا مجھ کو اس کا علم نہیں۔ (یعنی کب واقع ہوگی) پھر موسیٰ علیہ السلام پر چھوڑا تو انہوں نے کہا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام پر چھوڑا تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ وقت وقوع کا تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور اللہ جل شانہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ دجال نکلے گا اور میرے ساتھ دو قضیاں ہوں گی۔ جب مجھ کو دیکھے گا تو سیسہ کی طرح پگھلنے لگے گا (اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے) کہ عیسیٰ علیہ السلام نے دجال کے نکلنے کا ذکر کر کہا کہ پھر میں اتروں گا تو اس کو قتل کروں گا۔ کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہ پس اللہ ہلاک کرے گا۔ اس کو جب مجھے دیکھے گا۔ یہاں تک کہ پتھر اور درخت کہیں گے کہ اے مسلمان میرے پیچھے کافر چھپا ہوا ہے۔ سو آ کر اس کو قتل کرو تو اللہ سب کفار کو

ہلاک کر دے گا۔ پھر لوگ اپنی اپنی بستیوں اور گھروں کی طرف لوٹیں گے تو اب یاجوج و ماجوج نکلیں گے۔ وہ ہر اونچے سے پھسلتے آویں گے تو ان کی بستیوں کو روند دیں گے۔ سو جس چیز پر جاویں گے اس کو ہلاک کر دیں گے اور جس پانی پر گذریں گے اس کو پی جاویں گے تو پھر لوگ آکر ان کی شکایت کریں گے تو میں اللہ سے ان کے لئے بددعا کروں گا تو ان سب کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا اور ان سب کو موت دے گا۔ یہاں تک کہ ان کی بدبو تمام زمین میں بھر جاوے گی۔ تو اللہ پانی برساوے گا۔ جس سے وہ تمام دریا میں بہ جاویں گے تو اللہ عزوجل کے اس وعدہ میں یہ ہے کہ جب ایسا حال ہوگا اس وقت قیامت کا حال ایسا ہوگا جیسے کہ پوری دنوں کی گابھن کہ معلوم نہیں ہوا کس وقت رات یا دن میں اچانک جن پڑے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا اور ابن ماجہ نے بھی جو روایۃ اس حدیث کے دیکھے احمد اور ابن خیرویوں کے تو سب راوی اس کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے راوی پائے سوا جبلہ بن سحیم کے اور موثر بن عفازہ کے کہ وہ دونوں بھی ثقہ ہیں۔ جیسا کہ خلاصہ اور تقریب میں ہے واللہ اعلم!

حدیث ششم

"اخرج مسلم عن النواس بن سمعان قال نكر رسول الله ﷺ الدجال فقال ان يخرج وانا فيكم فانا حجيجه دونكم وان يخرج ولست فيكم فامرؤ احجيج نفسه والله خليفتي على مسلم انه شباب قطط عينه طافية كأني اشبهها بعبد العزى بن قطن فمن ادركه منكم فليقرأ فواتح سورة الكهف وفي رواية فليقرأ عليه بفواتح سورة الكهف فانها جواركم من فتنة انه خارج خلة بين الشام والعراق فعاث يمينا وشمالا يا عباد الله فاثبتوا قلنا يا رسول الله وما لبثه في الارض قال اربعون يوما يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر ايامه كايا مكم قلنا يا رسول الله فذلك اليوم الذي كسنة ايكفينا فيه صلاة يوم قال لا اقدرو اله قدره قلنا يا رسول الله وما اسراعه في الارض قال كالغيث استدبرته الريح فيأتي على القوم فيدعوهم فيؤمنون به فيأمر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم اطول ماكانت ذرى واسبغه ضروعا وامده خواصر ثم يأتي القوم فيدعوهم فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بايديهم شيء من اموالهم ويمر بالخربة فيقول لها اخرجي كنوزك فتتبعه كنوزها كيعا

سیب النحل ثم یدعوه رجلا ممتلیا شبابا فیضربه بالسیف فیقطعه جزلتین رمیة الغرض ثم یدعوه فیقبل ویتهلل وجهه یضحك فبینما هو كذالك اذ بعث الله المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهرودتین واضعا كفیه علی اجنحة ملكین اذا طاطا راسه قطر واذا رفعه تحدر منه مثل جمان كاللؤلؤ فلا یحل لكافر یجد من ریح نفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه فیطلبه حتی یدركه بباب لد فیقتله ثم یاتی عیسی علیه السلام قوما قد عصمهم الله منه فیمسح عن وجوههم ویحدثهم بدرجاتهم فی الجنة فبینما هو كذلك اذ اوحی الله عزوجل الی عیسی انی قد اخرجت عبادا لی لایدان لاحد بقتالهم فحرز عبادی الی الطور ویبعث الله یاجوج ماجوج وهم من كل حدب ینسلون فیمر اوائلهم علی بحیرة طبریة فیشربون مافیها ویمر اخرهم فیقول لقد كان بهذه مرة ماء ثم یسیرون حتی ینتهوا الی جبل الخمر وهو جبل بیت المقدس فیقولون لقد قتلنا من فی الارض فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابهم الی السماء فیرد الله علیهم نشابهم مخضوبة دما ویحصر نبی الله واصحابه حتی یكون رأس الثور لاحدهم خیرا من مائة دینار لاحدكم الیوم فیرغب نبی الله عیسی واصحابه الی الله فیرسل الله علیهم النغف فی رقابهم فیصبحون فرسی كموت نفس واحدة ثم یهبط نبی الله عیسی واصحابه الی الارض فلا یجدون فی الارض موضع شبر الا ملاه زهمهم ونتنهم فیرغب نبی الله عیسی واصحابه الی الله فیرسل الله طیرا كاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حیث شاء الله ثم یرسل الله مطرا لا یكن منه بیت مدر ولا وبر فیغسل الارض حتی یتركها كالزلفة ثم یقال للارض اخرجی ثمرك وردی بركتك فیومئذ تاكل العصابة من الرمانة الحدیث الی قوله ویبقی شرار الناس یتهارجون فیها تهارج الحمر فعلیهم تقوم الساعة" صحیح مسلم میں نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا۔ سو فرمایا۔ اگر میری موجودگی میں نکلا تو میں تمہاری طرف سے جھگڑ لوں گا۔ اور اگر میرے پیچھے نکلا تو ہر شخص اپنے لئے جھگڑ لے گا اور میرے بعد اللہ ہر مسلمان کا نگہبان ہے۔ وہ جوان ہوگا بہت پیچیدہ بال۔ آنکھ اس کی اٹھی ہوئی مجھ کو اس کی مشابہت عبدالعزیٰ بن قطن سے دی گئی ہے۔ سو جو

کوئی تم میں کا اس کو پاوے تو اس پر سورۂ کہف کا شروع پڑھے۔ اس کے سبب سے اس کے فتنے سے بچا رہے گا۔ وہ نکلے گا اس راستے پر جو شام و عراق کے درمیان میں ہے تو اس کا فساد دائیں بائیں پھیل جائے گا۔ اے اللہ کے بندو اس وقت مضبوط رہنا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کب تک وہ رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس روز ایک دن مثل ایک برس کے ہوگا اور ایک دن مثل ایک مہینے کے اور ایک دن ہفتہ کی طرح اور باقی دن مثل اور تمہارے دنوں کے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جو دن سال کا سا ہوگا کیا اس میں ایک دن کی نماز کافی ہو جاوے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اندازہ کر لینا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ زمین پر اس کا جلدی پھرنا کیونکر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جیسے ابر کہ اس کو ہوا لے کر چلتی ہے تو آوے گا ایک گروہ پر اور ان کو اپنی طرف بلاوے گا۔ سو وہ اس کے تابع ہو جاویں گے تو وہ آسمان سے کہے گا۔ پس وہ برسنے لگے گا اور زمین سے کہے گا تو وہ اگے گی تو ان کے مواشی خوب موٹے ہو کر تھن پھولے رکھیں بھیڑیں چر کر لوٹیں گی۔ پھر ایک گروہ پر آوے گا اور ان کو اپنی طرف بلاوے گا تو وہ لوگ اس کی بات نہ مانیں گے۔ تب وہاں سے پھر جاوے گا تو اس پر خشکی پڑ جاوے گی اور بالکل خالی ہاتھ ہو جاویں گے اور وہ دجال اجڑی زمین پر گزرے گا تو اس سے کہے گا کہ اپنے خزانوں کو نکال تو سب خزانے نکل کر اس کے ساتھ ہو جاویں گے۔ جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے ساتھ، پھر بلاوے گا ایک بھری جوانی والے کو تو اس کو تلوار سے مار کر دو ٹکڑے کر دے گا۔ ایک ایک ٹکڑا تیر کے نشانہ کی دوری پر جا پڑے گا۔ پھر اس کو بلاوے گا آ جاوے گا اور اس کا منہ چمکتا ہوگا۔ ہنستا سو وہ اس حالت میں ہوگا کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم علیہا السلام کو بھیجے گا تو وہ اتریں گے سفید منارہ کے نزدیک شرقی جانب دمشق کے دو رنگین کپڑوں میں اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر جب سر جھکائیں گے تو ٹپکے گا اور جب اٹھائیں گے تو اس سے موتی سے گریں گے۔ سو جس کافر کو ان کی سانس پہنچ گئی مر جاوے گا اور ان کی سانس وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جاوے گی تو وہ دجال کو تلاش کر کے باب لد میں پا کر قتل کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ ان لوگوں کے پاس آویں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے فتنہ سے بچایا تھا تو ان کے منہ پر ہاتھ پھیریں گے اور جنت کے ان کے درجات بیان کریں گے۔ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے بندوں کو نکالا ہے جن کے ساتھ لڑنے کی کسی کو قوت نہیں تو میرے بندوں کو طور پر لے جا کر بچا اور بھیج دے گا یعنی اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو اور وہ ہر اونچے سے پھسلتے آویں گے تو گزرے گا اگلا ان کا بحیرہ طبریہ پر سو لے لے گا جو اس میں ہوگا اور پچھلا جو آوے گا تو کہے گا کہ اس میں کبھی پانی تھا پھر

پھر تے پھرتے جبل خمر تک پہنچیں گے۔ یہ بیت المقدس میں پہاڑ ہے تو کہیں گے زمین میں جو تھے ان کو تو ہم نے قتل کر لیا۔ اب آسمان والوں کو قتل کرنا چاہئے تو اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون سے بھرا ہوا پھیرے گا اور نبی اللہ اور ان کے اصحاب گھرے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے نزدیک سری ایک بیل کی بہتر ہو گی۔ تمہارے نزدیک سو دینار سے تو نبی اللہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب اللہ سے دعا مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسا مرض بھیجے گا کہ سب کے سب ایک بارگی مر جاویں گے۔ پھر نبی اللہ اور ان کے اصحاب نیچے اتریں گے۔ زمین پر تو کہیں بالشت بھر جگہ یعنی یاجوج ماجوج سے زمین پر ان کی گندگی اور بو سے خالی نہ پاویں گے تو اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ ایسے پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں اونٹوں کی سی ہوں گی تو وہ انہیں اٹھا کر جہاں اللہ چاہے گا پھینک دیں گے۔ پھر اللہ پانی بھیجے گا کہ جس سے کوئی مقام نہ بچے گا تو زمین کو دھو کر آئینہ سا صاف کر دے گا۔ پھر زمین کو حکم ہو گا کہ اپنے پھلوں کو نکال اور اپنی برکت لوٹ دے۔ (یعنی پھر پہلے کی سی برکت آ جاوے) تو اس وقت ایک گروہ ایک انار سے کھا لے گا۔ (حدیث میں برکت بیان کر کے پھر فرمایا کہ اللہ ایک ہوا بھیجے گا جس سے سب ایمان والے اٹھ جاویں گے) اور بدترین خلائق رہ جاویں گے تو انہیں پر قیامت آوے گی۔

یہ الفاظ صحیح مسلم کے بیان کئے گئے اور ابن ماجہ اور ترمذی میں بھی اسی طرح ہے۔ بلکہ کچھ زائد تفصیل کے ساتھ ہے۔

حدیث ہفتم

"اخرج الحاکم عن ابی هریرة مرفوعا لیهبطن عیسیٰ بن مریم حکما واماما مقسطا ولیسلکن فجا حاجا او معتمرا اولیأتین قبری حتی یسلم علی ولاردن علیه" حاکم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک عیسیٰ بن مریم ضرور اتریں گے۔ حاکم اور انصاف والے پیشوا اور البتہ چلیں گے راستہ میں حج کرتے یا عمرہ کرتے اور البتہ آویں گے میری قبر پر کہ سلام کریں گے مجھ پر اور میں جواب ان کا دوں گا۔

حدیث ہشتم

"اخرج مسلم عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ لا تقوم الساعة حتی ینزل الروم بالاعماق او بدابق فیخرج الیهم جیش من المدینة من خیار اهل الارض یومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بیننا وبین الذین

سبوا منا نقاتلهم فيقول المسلمون لا والله لا نخلي بينكم وبين اخواننا فيقاتلونهم فينهزم ثلث لا يتوب الله عليهم ابدا ويقتل ثلثهم افضل الشهداء عند الله ويفتتح الثلث لا يفتنون ابدا يفتتحون قسطنطنيه فبينما هم يقتسمون الغنائم قد علقوا سيوفهم بالزيتون اذ صاح فيهم الشيطان ان المسيح قد خلفكم في اهليكم فيخرجون وذلك باطل فاذا جاؤا الشام خرج فبينما هم يعدون للقتال يسوون الصفوف اذا اقيمت الصلوة فينزل عيسى بن مريم فامهم فاذا رآه عدو الله ذاب كما يذوب الملح في الماء فلو تركه لانذاب حتى يهلك ولكن يقتله الله بيده فيريهم دمه في حربة" صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہ آوے گی جب تک کہ رومی لوگ (یعنی نصاریٰ) اعماق یا دابق میں نہ اتریں تو ان کی طرف شہر مدینہ سے لشکر نکلے گا۔ جو اس زمانہ کے بہترین لوگوں سے ہوں گے تو جب صف باندھیں گے (یعنی لڑائی کے واسطے) تو رومی کہیں گے۔ ہم میں سے جو لوگ قید کئے گئے ہیں۔ (یعنی غلام جو مسلمان ہو گئے ہیں) وہ ہم کو دو ہم ان سے لڑیں گے تو مسلمان کہیں گے کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا وہ ہمارے بھائی ہیں تو ان سے قتال ہوگا پس تہائی لوگ (مسلمانوں کے) بھاگ جاویں گے۔ کبھی ان کی طرف اللہ متوجہ نہ ہوگا اور تہائی شہید ہو جاویں گے۔ وہ اللہ کے نزدیک افضل الشہداء ہیں اور تہائی فتح کریں گے کبھی وہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں گے تو قسطنطنیہ کو فتح کرلیں گے۔ سو وہ غنیمتوں کو تقسیم کر رہے ہوں گے کہ شیطان پکارے گا کہ مسیح (یعنی دجال) تمہارے اہل میں تمہارے پیچھے آ گیا تو وہ نکلیں گے اور یہ بات شیطان کی جھوٹی ہوگی (کیونکہ مسیح دجال مدینہ میں نہ جا سکے گا) پس جب وہ شام میں آویں گے تو وہ نکلے گا تو جس وقت وہ قتال کے لئے تیار ہوں گے اور صفیں درست کرتے ہوں گے کہ نماز کے لئے تکبیر ہوگی پس عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں گے تو ان کے امام ہوں گے سو جب ان کو اللہ کا دشمن (یعنی دجال) دیکھے گا تو جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے گھلنے لگے گا۔ سو اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے چھوڑ دیں تو گھلتے ہی گھلتے ہلاک ہو جاوے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ سے اس کو قتل کروائے گا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا خون بھالے میں لگا ہوا لوگوں کو دکھاویں گے۔

حدیث نہم

"اخرج الترمذی واحمد عن مجمع بن جارية عن رسول الله ﷺ قال يقتل ابن مريم الدجال بباب لد رقال الترمذي هذا حديث صحيح قال

وفی الباب عن عمران بن حصین ونافع بن عیینة وابی برزة وحذیفة بن اسید وابی ہریرة وکیسان وعثمان بن ابی العاص وجابر وابی امامة وابن مسعود وعبداللہ بن عمرو وسمرة بن جندب والنواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذیفة بن الیمان "امام احمد اور ترمذی نے مجمع بن جاریہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابن مریم دجال کو باب لد میں قتل کریں گے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور کہا کہ اس بارہ میں اتنے صحابیوں سے روایت ہے۔ عمران بن حصین اور نافع بن عیینہ اور ابی برزہ اور حذیفہ ابن اسید اور ابی ہریرہ اور کیسان اور عثمان بن ابی العاص اور جابر اور ابی امامہ اور ابن مسعود اور عبداللہ ابن عمرو اور سمرہ بن جندب اور نواس بن سمعان اور عمرو بن عوف اور حذیفہ الیمانی رضی اللہ عنہم اجمعین احادیث جو نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں وارد ہیں۔ اس کثرت سے ہیں کہ جو ان میں کے کل الوصول اور موجود ہیں ان کے لئے ایک بڑا دفتر چاہئے۔ ان چند احادیث کو بطور نمونہ کے سنا دیا۔ ناظرین منصفین ان احادیث کو دیکھ کر غور کر سکتے ہیں کہ الفاظ رسول اللہ ﷺ کیا کہتے ہیں اور متنبی مسیح کیسی کیسی تحریف کرتا ہے اور کیسی صحیح صریح احادیث کا رکیک تاویل میں انکار کرتا ہے۔ اے اہل اسلام ایسے دعوے جھوٹے کرنے والا تم لوگوں کا نہایت دشمن ہے۔ اس سے بچتے رہو۔ اپنے نبی رحمت کی کامل تعلیم کو (جو ان پڑھوں کی تعلیم کے لئے بھیجے گئے تھے) چھوڑ کر دشمن بنا دینے والے کے تابع نہ ہو یہ اللہ کی طرف سے جانچ کا وقت معلوم ہوتا ہے کہ کون اپنی عقل کو شرع کے تابع کرتا ہے اور کون شیطانی وسوسے کی طرف جاتا ہے۔

"ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب" علامہ شوکانی بعد نقل احادیث کے اپنی کتاب توضیح میں کہتے ہیں۔ "وجميع ما سقناه بالغ حد التواتر كما لا يخفى على من له فضل اطلاع فتقرر بجميع ما سقناه في هذا الجواب ان الاحاديث الواردة في المهدي المنتظر متواترة والاحاديث الواردة في الدجال متواترة والاحاديث الواردة في نزول عيسى متواترة في هذا المقدار كفاية لمن له هداية والله ولي التوفيق"

قولہ۔۔۔ اگر کہا جاوے کہ مرزا قادیانی اگر ایسا استعارہ اپنے کلام میں استعمال کرتے تو کوئی قباحت نہ تھی۔ کلام رسول مقبول ﷺ میں انہوں نے ویسی تاویل کی جو تمام علماء سلف وخلف کو معلوم نہ ہوئی اور صرف مرزا قادیانی کو ہی سوجھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جتنے امور مستقبلہ کی خبر مخبر صادق نے دی ہے۔ ان کی حقیقت اور پوری پوری ماہیت جب تک کہ وہ واقع نہ ہولیں۔ صرف علوم ظاہر

سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ البتہ ان پر ایمان لانا جیسا کہ ان کے الفاظ اور معانی ظاہرہ سے مفہوم ہوتا ہے۔ ضروری ہے اس کی چند نظیریں بطور شواہد کے میں پیش کرتا ہوں۔ تا کہ اصل مدعیٰ ہر فہیم منصف کے سمجھ میں آجاوے علاوہ اس مقدمہ کا ثبوت بھی اس سے ہو جاوے۔

اقول...... ''بعون اللہ تعالیٰ'' صاحب رسالہ نے جو قیاس کا جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ نزول ابن مریم کا ان امور مستقبلہ سے ہے کہ جن کی خبر مخبر صادق نے دی ہے اور جتنے امور مستقبلہ کی خبر مخبر صادق نے دی ان کی حقیقت اور پوری پوری ماہیت جب تک کہ وہ واقع نہ ہولیں صرف علوم ظاہر سے نہیں معلوم ہو سکتی۔ پس نزول ابن مریم کی حقیقت اور پوری پوری ماہیت جب تک کہ واقع نہ ہووے صرف علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہو سکتی تو واضح رہے کہ اس کلام میں کئی وجوہ سے فساد ہے۔ اول یہ کہ کبریٰ قیاس مسلم نہیں۔ مطالب بالبرہان ہے۔ یعنی اس بات کا دعویٰ کہ جتنے امور مستقبلہ کی خبر مخبر صادق نے دی ہے۔ ان کی حقیقت بغیر وقوع کے علوم ظاہر سے معلوم نہیں ہو سکتے۔ بغیر دلیل مسلم نہیں اس کی دلیل بیان کرنا چاہئے اور جو شواہد بیان کئے تو اول تو وہ تمہارے مدعا کے موافق نہیں یا خود ان کے ثبوت میں کلام ہے۔ چنانچہ آگے انشاء اللہ ظاہر ہو جاوے گا۔ دوسرے یہ کہ بعض افراد پر حکم سے کل افراد پر وہ حکم لازم نہیں آتا۔ کیالازم ہے کہ تمہارا یہ کلیہ ٹھیک ہو جاوے۔ لہٰذا قیاس نتیجہ نہ ہوگا۔ پس آپ کا مدعا بھی ثابت نہ ہوگا۔

دوسری وجہ فساد کی یہ ہے کہ حقیقت اور پوری پوری ماہیت معلوم نہ ہونے سے دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ غرض ہے کہ طریق وقوع کا علم حاصل نہیں ہوتا کہ جس طرح ظاہر الفاظ خبر کے مقتضی ہیں۔ اسی طرح واقع ہوگی یا دوسری طرح کہ قول مخبر ماؤل ہو یا یہ غرض ہے کہ اس کا علم تو ہو جاتا ہے۔ مگر اس کی صورت کذائی اور پوری پوری حالت جیسا جو ظہور میں آوے گی بتمامہا معلوم نہیں ہوتی۔ شق ثانی مسلم ہے کہ جہاں تک خبر نہیں دی گئی اس کی صورت تفصیلی کا حال کیونکر قبل وقوع معلوم ہو جاوے۔ مگر اس کی خصوصیت اخبار مستقبلہ کے ساتھ کیا ہے۔ بلکہ جو اخبار ماضیہ یا موجودہ غیر مشاہد ہیں وہ بھی ایسے ہیں۔ دوسرے یہ بات تمہارے مدعا اصلی کو بالکل مفید نہیں۔ کیونکہ اس سے تو اس قدر نکلتا ہے کہ نزول حضرت عیسیٰ روح اللہ نبی اللہ ابن مریم کی صورت کذائی تفصیلی اور حالت بتمامہا معلوم نہیں۔ جب تک کہ وقوع میں نہ آوے اور نزول ان کا بذات خود یقینی ہے نہ یہ کہ ان کے ذاتی نزول میں شک ہے اور در صورت شق اول یہ قاعدہ مسلم نہیں۔ کیونکہ جہاں پر الفاظ اخبار مستقبلہ کی باعتبار قواعد عربیہ کے محتمل کئی معانی کے ہیں۔ مثلاً کئی معنی کو مشترک ہیں اور کوئی قرینہ قوی مرجح نہیں یا کوئی مجاز اس لفظ میں ایسا مشہور ہو کر قریب حقیقت کے ہو مثلاً طویل

ایسے کہ بعض معنی کے مشہور ہے اور وہاں پر کوئی وجہ ہے اور جب قوی اطلاق مجاز پر قائم ہو تو البتہ وہاں پر قبل وقوع علم یقینی حاصل نہیں ہوتا اور جہاں پر یہ بات نہیں بلکہ الفاظ قطعی الدلالۃ ہیں تو وہاں پر کوئی شک و شبہ نہیں۔ کیونکہ جب مخبر صادق نے ایسے الفاظ فرمائے کہ جن کی معنی میں کسی طرح کا شک اور کسی نوع کا احتمال نہیں۔ باعتبار قواعد عربیہ کے (جو محاورہ اہل زبان کو جاننے والے ہیں اور خادم ہیں کتاب و سنت کے) پھر اس میں شک کرنا نادانی اور وسوسہ شیطانی ہے۔ کیونکہ اگر مخبر صادق کو دوسرے معنی مقصود ہوتے تو جو الفاظ صاف قطعی الدلالۃ غیر معنی مقصود پر ہیں ان کو بولنا کہ خاص کر معظم امور میں کہ جن سے ایک جماعت دین کا بہت ہو امت کو فتنہ میں ڈالنا ہے اور لوگوں کو حق کا منکر بنانا حاشا وکلا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو یہ پیشین گوئی نزول نبی اللہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بھی اسی قبیل سے ہے کہ کس کثرت سے شارع نے اور کیسی کیسی تفصیلوں اور تاکیدوں اور تشریحوں کے ساتھ صاف صاف الفاظ صریح الدلالۃ کے ساتھ بیان فرمایا۔ (چنانچہ بابت الفاظ حدیث دیکھ کر کم استعداد آدمی پر بھی کھل سکتی ہے) اب اس میں شارع کا کیا قصور ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

پس اس میں باب تحریف باطل اور تاویل فاسد کا کھولنا بڑی الحادی کی بات ہے۔ اللہم احفظنا منہ۔ پس قاعدہ موضوعہ تمہارے مقصود فاسد کو مفید نہ ہوا۔ تیسری وجہ فساد یہ ہے کہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا کہ حقیقت پیشین گوئی کی قبل وقوع کے علوم ظاہرہ سے معلوم نہیں ہو سکتی تو تمہارے پیر جی جو اس پیشین گوئی کے معنی مثیل کے کرتے ہیں تو ہم اس کو کس طرح تسلیم کریں۔ کیونکہ جب قاعدہ یہ ٹھہرا کہ قبل وقوع کے پوری پوری حقیقت نہیں معلوم ہو سکتی تو پھر قطعاً یہ کیسے تسلیم کیا جاوے کہ اس کے معنی مثیل کے ہیں۔ اگر کہو کہ مرزا قادیانی اس کے مصداق ہو گئے اور پیشین گوئی واقع ہو گئی تو ہم کہیں گے کہ مرزا قادیانی کا اس پیشین گوئی کا مصداق ہونا موقوف ہے اس پر کہ اس پیشین کے معنی مثیل کے ہیں اور یہ معنی معلوم ہونا موقوف ہیں مرزا قادیانی کے مصداق ہونے پر۔ پس لازم آیا دور اور دور باطل ہے اور مستلزم باطل کا باطل ہے۔ پس مرزا قادیانی کے یہ معنی کرنا یا تمہارا یہ قاعدہ بنانا صاف باطل ہے۔ اگر کہو کہ تمہارے پیر جی کو الہام اور علوم باطنیہ سے معلوم ہوا تو ہم کہیں گے کہ یہ ان کے احتمالات اور ظنیات ان کے ہی واسطے ہیں۔ دوسروں پر حجت نہیں۔ اگر کہو کہ خارجاً دوسرے طور سے مرزا قادیانی کا مصداق ہونا معلوم ہوا تو ہم کہیں گے کہ لاؤ وہ کیا ہے۔ بسبب امکان معنی مجازی کے اور وسعت زمانی کے کہ واقع ہونا پیشین گوئی کا اپنے معنی اصلی میں خوب ممکن ہے۔ مجبوری نہیں کہ خواہ مخواہ معنی مجازی لئے جاویں۔ عاقل منصف کے لئے اس قدر

کافی ہے اور سمجھدار پر خوب ظاہر ہوگیا کہ منشاء وہ تھی جو صاحب رسالہ کا تھا وہ باطل ہوگیا۔ اب چنداں ضرورت جواب شواہد کی نہ تھی۔ مگر اتماماً للنفع اور ایضاحاً للحق ہر ایک کو علیحدہ بیان کر کے جواب دیتا ہوں تو واضح رہے کہ غرض صاحب رسالہ کی ان شواہد کے بیان کرنے سے دو ہیں۔

ایک یہ کہ یہ قاعدہ ثابت ہو جاوے کہ پیشین گوئی کی حقیقت اور پوری ماہیت قبل وقوع کے سوء ظاہر کے نہیں معلوم ہو سکتی۔

دوسرے یہ کہ اصل مدعا ہر شخص منصف کے سمجھ میں آ جاوے یعنی یہ بات معلوم ہو جاوے کہ اس پیشین گوئی، نزول ابن مریم میں معنی حقیقی مراد نہیں۔ یہ دونوں باتیں ان کی عبارت سے ظاہر ہیں۔ مگر چونکہ جب اجمال کے تفصیل کی ضرورت پڑتی ہے تو یاد رہے کہ ان ہی امور پر جواب شواہد میں بحث کی جاسکی۔

قولہ...... انجاح الحاجہ شرح ابن ماجہ میں لکھا ہے کہ ''ان عثمان لما جمع المصاحف روی له ابوهريرة انه سمع النبی ﷺ يقول ان اشد امتی حبالی قوم يأتون من بعدی يؤمنون بی ولم يرونی يعملون بما فی الورق قال ابوهريرة فقلت ای ورق حتی رأيت المصاحف ففرح بذلك عثمان واجازا باهريرة بعشرة الاف درهم وقال انك لتحفظ علينا حديث نبينا '' دیکھو حضرت ابوہریرہؓ کو حقیقت اور پوری صورت معلوم نہ ہوئی۔

اقول...... یہ روایت انجاح الحاجہ شرح ابن ماجہ میں نہیں۔ اگر صاحب رسالہ (احسن قادیانی) انجاح الحاجہ میں نکال دیں ابھی ہم ان کی علمیت کے قائل ہو جاویں۔ بلکہ یہ روایت مصباح الزجاجہ حاشیہ ابن ماجہ میں بیان نزول عیسیٰ علیہ السلام میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب رسالہ رموز حواشی کی تمیز نہیں رکھتے۔ بھلا یہ رطب ویابس روایتیں مطلب کو کیونکر مفید ہو سکتی ہیں۔ اول قائل احتجاج ہوتا روایت کا بیان کرے پیچھے اس سے نتیجہ نکالے۔ نتیجہ فرع ہے۔ روایت کا جب روایت کا ثبوت نہیں تو نتیجہ کا کیا ذکر صاحب مصباح الزجاجہ نے نہ تخریج روایت کا بیان کیا نہ خود سند بیان کی۔ پھر بے سند بات کیونکر قبول ہو سکتی ہے۔ ابھی ہم کو صحت روایت مسلّم نہیں تو دوسرے جواب کی کیا ضرورت۔ جب وہ روایت کا ثبوت دیں گے اس وقت ہم بھی جواب اس کا دیں گے۔

قولہ...... ''عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ هلكة امتی علی يدی غلمة من قريش رواه البخاری'' باتفاق شارحین حدیث یہ پیشین گوئی واقع ہو چکی۔ مراد امت سے صحابہ اور اہل بیت ہیں اور مراد غلمہ قریش سے یزید اور عبداللہ بن زیاد وغیرہ ہیں۔ اب جو

مخصص معنی ظاہر میں قریش کی حکومت مراد لے لیا اور لفظ امت سے جو معنی متعارف دوسرا مراد لئے جاویں تو اس کے نزدیک یہ پیشین گوئی اب تک واقع نہیں ہوئی۔

اقول۔۔۔ واضح رہے کہ صاحب رسالہ نے ان شواہد کو دو غرض سے بیان کیا۔ جیسا کہ اوپر ظاہر ہوا تو غرض اول (یعنی قبل وقوع کے حقیقت پیشین گوئی کی معلوم نہیں ہوتی) اس روایت سے اصلاً ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے یہاں معلوم ہوا کہ اصحاب کو قبل وقوع کے اس کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ بلکہ دیکھو ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ جو صحیح بخاری میں اسی روایت کے ساتھ موجود ہے۔ "فقال ابوهريرة لو شئت ان اقول بنى فلان وبنى فلان لفعلت" یعنی ابوہریرہؓ بعد بیان اس حدیث کے کہتے تھے کہ اگر میں چاہوں تو بتا دوں وہ فلانے اور فلانے کی اولاد ہیں اور ابن ابی شیبہ میں ہے۔ "ان اباهريرةؓ كان يمشى فى السوق ويقول اللهم لاتدركنى سنة ستين ولا امارة الصبيان" یعنی ابوہریرہؓ بازار میں چلتے ہوئے کہتے تھے اے اللہ مجھ سنہ ساٹھ تک نہ پہنچیوں اور نہ لڑکوں کی امارت تک۔ "قال الحافظ ابن حجر وفى هذا اشارة الى ان اول الاغيلمة كان فى سنة ستين وهو كذالك فان يزيد بن معاوية استخلف فيها" ان اقوال ابوہریرہؓ سے یہ بات کھل گئی کہ حقیقت پیشین گوئی کی ابوہریرہؓ کو پہلے سے معلوم تھی اور وہ اس کے مصداق واقعی سے قبل وقوع خوب واقف تھے۔ پس اس سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قبل وقوع حقیقت پیشین گوئی کی معلوم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا کہ ان کو قبل وقوع کے خوب معلوم تھی اور اس کی ماہیت سے پورے پورے طور پر واقف تھے۔ ثبوت غرض اول کا تو معلوم ہوا۔ اب غرض ثانی کا حال سنو۔ (یعنی اس پیشین گوئی میں مجاز ہونے سے نزول ابن مریم مجاز مانا جاوے) اقوال ابوہریرہؓ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جناب نبی کریم ﷺ نے بالتصریح ان کو حقیقت پیشین گوئی پر مطلع فرما دیا تھا۔ ورنہ وہ عالم الغیب تو تھے نہیں یہ بات کیسی کہتے کہ میں ہر ایک کا نام لے کر بتا سکتا ہوں۔ مگر ابوہریرہؓ نے مصلحت سے قول مجمل کے ساتھ روایت کی۔ اب آپ بتایئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا کہ یہ جو سب بڑی علامات اور تشریحات نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بیان کی گئی ہیں۔ ان سے یہ ظاہری معنی مراد نہیں ہیں۔ بلکہ مطلب دوسرا ہی ہے۔ کیسا بے جا قیاس مع الفارق کرتے ہو۔ حاصل یہ کہ نبی صاحب نے مجاز غلام کے ساتھ تعبیر کے واسطے بولی۔ چونکہ اس میں ابہام دیکھا تو اپنی مراد سے مطلع فرما دیا۔ اس پیشین گوئی نزول عیسیٰ بن مریم میں اگر مجاز مراد ہوتی تو یہاں پر کہ اس سے زائد ابہام ہے۔ در صورت ارادہ مجاز کے کہ سب قرائن متقضی

حقیقت کے ہیں۔ کیوں نہ مطلع فرمادیجئے اور اپنی مراد سے کہ جس کا بغیر اطلاع کیے سمجھنا موافق قواعد
کے متعذر ہے۔ مفصل تحریر فرمادیجئے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ اس پیشین گوئی نزول میں مجاز
مراد نہیں۔ اس سے تو خلاف تمہارے مطلب کے ثابت ہوا نہ موافق۔

دوسرے یہ کہ غلام کا استعمال "جوان" کے معنی میں کلام عرب میں بہت شائع وجاری
ہے۔ "قال فی مصباح المنیر وسمعتهم یقولون للکهل غلام وهو فاش فی
کلامهم" تم اپنی عبارات میں جو ہزاروں الفاظ صحیحہ میں تحریف کرتے ہو ثابت کرو۔ شیوع ان
کے استعمال کا ان باطل معنی میں۔

تیسرے یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ غلمہ اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے۔ مراد غلمہ سے اولاد
ہیں امراء وقت کے، دیکھو فتح الباری میں ہے۔ "الا ان یکون المراد بالاغیلمة اولاد
بعض من استخلف فوقع الفساد بسببهم فنسب الیهم" یہ ترجمہ باب کے شرح میں
لکھا ہے اور آگے لفظ حدیث بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں۔ "قوله فاذا رایتهم غلمانا ....
الخ! هذا یقوی الاحتمال الماضی وان المراد اولاد من استخلف منهم" یعنی یہ
لفظ روایت "اذا رأیتهم غلمانا" پچھلے احتمال کو قوی کرتے ہیں اور یہ کہ مراد غلمہ سے ان خلفاء کی
اولاد ہے۔ تو اب پیشین گوئی اپنے معنی حقیقی پر رہی اور لفظ غلمہ اپنے معنی اصلی میں مستعمل ہوا
پھر تمہارا مطلب کدھر گیا۔ امت کے معنی خود تو آپ بیان نہیں کئے گئے۔ نہ معلوم وہ کیا سمجھے
ہیں۔ جس سے یہ گمراہی کا دروازہ کھولنا چاہا ہے۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود بھی اس میں متردد تھے۔
پھر اوزبان پر نہیں لائے۔ مگر اپنا پیشہ چھوڑا نہیں جاتا۔ واللہ اعلم!

قوله..... "عن عائشة ان بعض ازواج النبی ﷺ قلن للنبی ﷺ اینا اسرع
بك لحوقا قال اطولكن یدا فاخذوا قصبة یذرعونها فكانت سودة اطولهن
یدا فعلمنا بعد انما كان طول یدها الصدقة وكانت اسرعنا لحوقا به زینب
وكانت تحب الصدقة متفق علیه ولفظه للبخاری" مولوی محمد بشیر صاحب نے مجھ
سے یہ حدیث بیان کرکے کہا کہ دیکھو اس پیشین گوئی کی تاویل قبل وقوع اصحاب کو معلوم نہ ہوئی۔

اقول..... معلوم کہ اس پیشین گوئی کی تاویل قبل وقوع کے ازواج کو معلوم نہ ہوئی۔ مگر طویل الید
سخی کے معنی میں بھی مشہور ہے۔ دیکھو امام نووی لکھتے ہیں۔ "قال اهل اللغة یقال فلان
طویل الید والباع اذا كان سمحا جوادا وضده قصیر الید والباع" اسی کے قبیل
سے ہے جو اللہ جل شانہ نے فرمایا۔ "وقالت الیهود ید الله مغلولة غلت ایدیهم ولعنوا بما

قالوا بل يداه مبسوطتان ينفق كيف يشاء "ابن عباسؓ سے مروی ہے: "مغلولة ای بخيلة" اور انہوں نے شان نزول بھی اس آیت کا یہی کہا کہ یہود نے کہا تھا کہ اللہ بخیل ہے۔ خرچ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اپنے موقع میں مختص ہے اور فرمایا: "ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك ولا تبسطها كل البسط" تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اسی معنی مشہور کے اعتبار سے فرمایا اور ازواج کا خیال دوسری طرف گیا۔ چونکہ یہ بات احکام تکلیفیہ میں سے نہ تھی اور اس کے عدم علم سے کوئی موجب فساد دینی کا نہ تھا۔ بلکہ ایسا امور ہے کہ جن کے اظہار کو اللہ جل شانہ نے مناسب نہ سمجھا اور اس کی تفصیلی کیفیت سے کسی کو مطلع نہ فرمایا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے مجمل لفظ کے ساتھ فرمایا کہ وہ بات مبہم ہی رہے۔

اور زین بن منیر نے یوں کہا: "لما كان السوال عن آجال مقدرة لا تعلم الا بالوحى اجابهن بلفظ غير صريح واحالهن على مالا يتبين الا بآخره وساغ ذلك لكونه ليس من الاحكام التكليفية انتهى من فتح البارى شرح البخارى" پھر بھی لحاظ اس میں اس بات کا رکھا کہ ایسے لفظ کے ساتھ بولے کہ جو معنی مقصود بھی مشہور بھی ہیں نہ یہ کہ ایسی بے تکی بولیں جس سے کلام فہم عقلاء سے خارج ہو جاوے۔ جیسا کہ صاحب رسالہ اور ان کے پیر نے جس پیشین گوئی نزول ابن مریمؑ کو بگڑوں الفاظ حدیث میں مجاز ناجائز کر کے اور تاویل باطل کر دیا اور ان تصریحات کو جن کو شارعؑ نے عقائد اور معظم امور اور ایک بڑی دین کی بات بیان کر کے طرح طرح سے تشریح اور صاف صاف علامات کے ساتھ تصریح کر کے فرما دیا تھا۔ ان کو بے جا تاویلیں اور فاسد مجازیں بنا بنا کر کلام عقلاء و خطاب بلغاء سے خارج کر دیا۔ پس اس پیشین گوئی کو تمہارے مدعا اصلی سے کیا نسبت ہے۔ انتہا درجہ یہ ہے (موافق رائے بعض علماء کے جس میں ابھی ہم کو کلام باقی ہے) کہ مجاز کا ایک جگہ استعمال بلا قرینہ درست ہے جہاں موجب خرابی کا نہ ہو۔ "قال فى الفتح وفيه جواز اطلاق لفظ المشترك بين الحقيقة والمجاز بغير قرينة وهو لفظ اطول لكن اذا لم يكن محذور" اور موقع متنازع فیہ میں جو کچھ محذور ہے اہل علم پر مخفی نہیں اور کہیں کہیں یہ عاجز بھی تصریح کرتا جاتا ہے تو واضح ہو گیا کہ فرمانا جامع علوم، حاوی فنون، ناصر دین متین جناب مولوی محمد بشیر صاحب مدظلہ کا صحیح ہے۔ مگر صاحب رسالہ کے مطلب کو بالکل مفید نہیں اور صاحب رسالہ کا ان کے اس قول کو اس جگہ ذکر کرنا عوام کو دھوکہ دہی سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم!

قولہ ..... میں کہتا ہوں۔ مسلک سلف صالح کا یہی تھا کہ کل وقائع واقعہ سے کسی مسئلہ میں تحقق

اور یہاں تعین نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ اولاً حسب سائل محل وقت دریافت کر کے جواب دیتے تھے۔ پس جب کہ اسوہ انبیاء کا یہ حال تھا تو پیشین گوئیوں مستقبلہ کی تحدید کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بجز اس کے کہ ان کے الفاظ ظاہرہ پر ایمان لایا جاوے۔

اقول.... میں کہتا ہوں کہ مسلک سلف صالح کا یہی تھا کہ کسی نص شرعیہ میں تاویل بیجا کر کے اپنی ہوا و خواہش کے موافق نہ بناتے تھے۔ بلکہ جس بات کو محاورہ کے موافق کلام شارع سے پاتے تھے اس کے موافق عمل و اعتقاد کرتے تھے۔ جب نصوص عملیہ میں یہ حال تھا تو جو نصوص عقائد کے ساتھ متعلق ہیں اور جن پر مدار دین کا ہے۔ ان میں تحریف کرنے کی ان کو کیا ضرورت تھی اور کیوں تحریف کر کے ملحد بنتے۔ بجز اس کے کہ الفاظ و معانی ظاہرہ جو ان سے مستفید ہوتے ہیں۔ ان پر ایمان لاویں۔ "ومن اضل ممن اتبع هواه بغير هدى من الله"

قولہ.... ایضاً فرمایا اللہ تعالیٰ نے "لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله" اس آیت کی شان نزول میں لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ساتھ اصحاب کے آپ ﷺ مکہ کو تشریف لے گئے اور وہاں بفراغ خاطر عمرہ کیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس پیشین گوئی کی تعیین وقت میں صحابہ کرامؓ سے بھی خطا واقع ہوئی اور آنحضرت ﷺ کی رائے عالی بھی اولاً صحابہ کرامؓ کے ہی موافق رہی۔ لیکن اصل حال یہ تھا کہ خواب بے شک سچا تھا۔ لیکن اس میں پھر اسی سال کی تعیین نہ تھی۔

اقول.... بعون اللہ تعالیٰ آپ نے جو اس شاہد کو اس واسطے پیش کیا کہ قبل وقوع کے پیشین گوئی کی حقیقت نہیں معلوم ہوتی تو حقیقت نہ معلوم ہونے سے اگر آپ کی یہ غرض ہے کہ وقت وقوع معین طور پر نہیں معلوم ہوتا تو مسلم اگر شارع یا مخبر کی جانب سے تعیین وقت نہ ہوتی تو وقت معین کیونکر معلوم ہو سکتا ہے تو یہ مطلب آپ کے کچھ مفید نہیں۔ کیونکہ یہ قاعدہ آپ نے اس قائل کے جواب میں بیان کیا۔ جس کا اعتراض کہ وقت معین معلوم ہو گیا۔ نزول ابن مریم کا معنی نہ معلوم ہونے میں نہ کہ تعیین وقت میں۔ پس بجز آپ کے مقصد اصلی کو کچھ مفید نہیں۔ اگر قیاس کرتے ہو معنی نہ معلوم ہونے کو وقت نہ معلوم ہونے پر تو یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ وقت نہ معلوم ہونے کی وجہ تو یہ ہے کہ مخبر صادق نے کوئی وقت معین نہیں کیا۔ بخلاف معنی کے جب الفاظ صریح المعنی قطعی الدلالۃ بتا دیے تو پھر معنی میں کیا شک رہا۔ اور اگر حقیقت نہ معلوم ہونے سے یہ غرض ہے کہ معنی اصلی معلوم نہیں ہوتے تو اس پیشین گوئی کو اس مطلب سے کچھ تعلق نہیں۔ کیونکہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ اصل معنی پیشین گوئی کے نہ جانتے تھے۔ بلکہ یہ پیشین گوئی تمہارے اس قاعدہ کو توڑتی ہے جو بعد ہے۔

وجہ اوّل: یہ کہ دیکھو اصحاب کو قبل وقوع کے حقیقت پیشین گوئی کی معلوم ہوگئی تھی کہ اس سے مکہ کو جانا مراد ہے اور پھر تمیں اسی بناء پر جب نہ کہ ہر سال کے واسطے مصالحت ہوگئی۔ (چنانچہ تفصیل قصہ کی صحیح بخاری میں مذکور ہے) تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کو جاویں گے اور وہیں خانہ کعبہ کو طواف کریں گے۔ دیکھو حضرت عمرؓ نے پیشین گوئی کے معنی میں بالکل شک نہیں کیا کہ شاید اس کی کچھ اور حقیقت ہو۔ بلکہ اس کی معنی میں یقین کر کے اور جو نا اس معنی کو ان کی اپنی نظر میں خلاف وعدہ دیکھ کر عرض کیا۔

وجہ ثانی: یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے جواب میں یہ فرمایا کہ پیشین گوئی کی حقیقت قبل وقوع کے علوم ظاہرہ سے نہیں معلوم ہو سکتی ہے۔ تم ابھی کیوں اعتراض کرتے ہو۔ بلکہ ان کے جان لینے کو قبل وقوع کے مسلم رکھ کے فرمایا کہ میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال میں جاویں گے؟ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس جانا ہوگا اور طواف بھی کریں گے۔ تو اس قصہ میں تقریر نبوی ﷺ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قبل وقوع کے حقیقت پیشین گوئی کی معلوم ہو جاتی ہے۔ پس یہ حدیث قاعدہ مطلب صاحب رسالہ کو مخل ہے نہ مثبت اس کو صاحب رسالہ کا اپنا شاہد بنا پیش کیا جانا تعجب ہے۔

پھر واضح رہے کہ یہ کہنا صاحب رسالہ کا کہ آنحضرت ﷺ کی رائے عالی بھی اوّل صحابہ کرام کے ہی موافق رہی۔ جب تک کہ اس کا ثبوت کسی روایت صحیح سے نہ دیں۔ رسول اللہ ﷺ پر افتراء نہ بننے میں داخل ہوگا۔ بھلا یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ نبی صاحب بھی صحابہ کے ساتھ خطا میں شریک تھے۔ دیکھو نبی صاحب تو حضرت عمرؓ کے جواب میں فرماتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: "اولیس کنت تحدثنا انا سناتی البیت فنطوف به" یعنی آپ ﷺ تو فرماتے تھے کہ ہم لوگ بیت اللہ جاویں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: "بلی فاخبرتك انا ناتیه العام قلت لا قال فانك آتیه ومطوف به" دیکھو رسول اللہ تو فرماویں کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال میں جاویں گے اور تم کہو کہ پہلے تو رسول اللہ ﷺ کی بھی یہی رائے تھی جو صحابہ کی تھی۔ اگر آپ کو بھی یہی خیال ہوتا تو فرما دیتے کہ پہلے میں بھی یہی سمجھا تھا۔ واللہ اعلم!

قولہ: ... امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ بے شک اللہ تمہیں ایک قمیص پہناوے گا پھر اگر منافقین چاہیں کہ وہ قمیص تم اتار دو تو تم مت اتاریو۔

یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کرو۔ اس پیشین گوئی میں اگر قمیص کے معنی حقیقی مراد لیے جاویں تو
یہ پیشین گوئی واقع نہیں ہوئی۔

اقول ..... اول الفاظ روایت کو نقل کرتا ہوں۔ جس سے تصرف صاحب رسالہ کا ظاہر ہوگا۔ ابن
ماجہ کے الفاظ اس طرح ہیں۔ "عن عائشةؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ یا عثمانؓ ان
ولاك الله هذا الامر يوما فاراد ك المنافقون ان تخلع قميصك الذي قمصك
الله فلا تخلعه يقول ذلك ثلاث مرات" اور الفاظ ترمذی کے یوں ہیں۔ "یا عثمانؓ انه
لعل الله يقمصك قميصا فان ارادوك على خلعه فلا تخلعه لهم" تو واضح رہے کہ
غرض اول صاحب رسالہ کی (کہ قبل وقوع حقیقت پیشین گوئی کی نہیں معلوم ہو سکتی) بالکل اس
سے ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس سے یہ کہاں معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کو قبل وقوع کے حقیقت
پیشین گوئی کی معلوم نہ تھی۔ بلکہ اس کے خلاف پر ہم قرینے بتاتے ہیں کہ ان کو معلوم تھی۔ چنانچہ
ابن ماجہ میں اسی روایت کے بعد دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ سے موجود ہے۔ "فجاء
عثمان فخلا به فجعل النبی ﷺ يكلمه ووجه عثمان يتغير" اور یہ ہے "ان
عثمان بن عفان قال يوم الدار ان رسول الله ﷺ عهد الى عهدا فانا صابر
عليه" اور ان سب کو بیہقی نے بھی دلائل النبوة میں ذکر کیا اور بعض روایت کو ترمذی نے بھی ذکر کیا
اور کہا "هذا حديث حسن صحيح" حاصل ترجمہ یہ کہ حضرت عثمانؓ سے رسول اللہ ﷺ
اپنے مرض میں خلوت میں کچھ فرماتے تھے اور حضرت عثمانؓ کا چہرہ متغیر ہوتا جاتا تھا۔ جب حضرت
عثمانؓ کو منافقوں نے گھر میں محبوس کیا تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے عہد
کیا ہے تو میں ویسے ہی کروں گا۔ اس ابن ماجہ میں ہے "قال قيس كانوا يرونه ذلك اليوم"
قیس نے کہا لوگ وہ اسی دن کو سمجھتے تھے۔ مثل اس کے اور بھی روایتیں آئی ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے
کہ ان روایتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عثمانؓ اور دوسرے لوگ بھی پہلے سے اس کو
خوب جانتے تھے۔ دور جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی روایت کو دیکھو جس کو صاحب رسالہ اپنی
دلیل قرار دیتے ہیں۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے "ان ولاك الله هذا الامر" فرمادیا تو پھر کیا
شبہ رہ گیا۔ پس معلوم ہو گیا کہ اس شاہد سے غرض اول تو ثابت نہیں ہوئی۔ رہی غرض ثانی تو اس کو
سنو۔ جب نبی صاحب نے صاحب کے لفظ "ان ولاك الله هذا الامر" فرمادیا تو اب مجاز
لینے کی کیا ضرورت رہ گئی۔ فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک کرتہ پہنائے گا۔ اگر منافقین
اتارنا چاہیں تو نہ دینا تو خلافت چھوڑنا تو بڑی بات ہے مگر باوجود یکہ قمیص کے معنی حقیقی مراد لیے

کیونکہ پیشین گوئی واقع ہو گئی تو یہ قول صاحب رسالہ کا (اگر لیس سے معنی حقیقی مراد لئے جاویں پیشین گوئی واقع نہ ہوئی) غلط ہے لیکن نظر اس سے مطابق فہم صاحب رسالہ کے، میں کہتا ہوں حسب ترجمہ صاحب رسالہ کے پیشین گوئی تو اسی قدر ہے کہ اللہ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا تو ایک کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں قمیص نہیں پہنائے۔ پھر آگے تحریر فرمایا کہ اگر منافقین اتارنا چاہیں تو نہ اتارنا۔ پس لیس کے معنی حقیقی لے کر پیشین گوئی کیوں نہ واقع ہوئی۔ پھر ہم کہتے ہیں اگر مجازاً مان بھی لیں تو قرینہ صارفہ کیا ہے قوی (یعنی "ان ولاك الله هذا الامر" اور دوسرے تحریکات) موجود ہے آپ کوئی قرینہ صارفہ ضعیفہ ہی پیش کیجئے۔ پس یہ کیا قیاس مع الفارق ہے "ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكتموا الحق"

قولہ: تحریر الشہادتین میں لکھا ہے کہ ابن عساکر نے محمد بن عمر بن حسن سے روایت کی ہے کہ ہم کربلا میں حضرت امام حسینؓ کے ساتھ تھے۔ سو انہوں نے عمرو کو دیکھ کر فرمایا۔

اقول: بعد تسلیم صحت نقل کے اس روایت کا صحیح ہونا مسلم نہیں۔ صاحب رسالہ کا اس سے استشہاد ہے جب تک صحت روایت کو ثابت نہ کر لیں صحیح نہیں، بہر استشہاد پر تو نظر پیچھے کی جاوے گی۔ بلکہ اہل علم نے احادیث ابن عساکر کو طبقہ رابعہ سے خیال کیا ہے جن کی اکثر روایت ضعیف محتمل اور امور موضوع وغیرہ ہوتی ہے۔ "قال في حجة البالغة والطبقة الرابعة كتب قصد مصنفوها بعد قرون متطاولة جمع ما لم يوجد في الطبقتين الاوليين وكانت في المجاميع والمسانيد المختفية فنوهوا بامرها وكانت على ألسنة من لم يكتب حديثه المحدثون ككثير من الوعاظ المتشدقين واهل الاهواء والضعفاء او كانت من آثار الصحابة والتابعين او من اخبار بني اسرائيل او من كلام الحكماء والوعاظ خلطها الرواة بحديث النبي ﷺ سهوا او عمدا او كانت من محتملات القرآن والحديث الصحيح فرواها بالمعنى قوم صالحون لا يعرفون غوامض الرواية فجعلوا المعاني احاديث مرفوعة او كانت معاني مفهومة من اشارات الكتاب والسنة جعلوها احاديث مستقلة برأسها عمدا او كانت جملا شتى في احاديث مختلفة جعلوها حديثا واحدا بنسق واحد ومظنة هذه الاحاديث كتاب الضعفاء لابن حبان وكامل ابن عدي وكتب الخطيب وابي نعيم والجوزقاني وابن عساكر وابن النجار والديلمي وكاد مسند الخوارزمي يكون من هذه الطبقة واصلح هذه الطبقة

ما كان ضعيفا محتملا واسوءها ما كان موضوعا او مقلوبا شديد النكارة"
یعنی طبقہ رابعہ کی وہ کتابیں ہیں جن کے مصنفوں نے بہت مدت کے بعد ان روایات کو جمع کرنا چاہا جو پہلے دو طبقوں میں نہ تھیں اور پوشیدہ تھیں۔ ایسے لوگوں کی زبانوں پر تھیں۔ جن کی روایت محدثین لکھتے بھی نہیں۔ جیسے بہت سے واعظین ہوتے ہیں۔ بڑھا کر بات کہنے والے اور ہوا پرست اور غیر معتبر یا وہ روایتیں اقوال صحابہ تھیں۔ یا اقوال تابعین یا بنی اسرائیل کے اخبار یا عقلمندوں کا کلام یا واعظوں کا تو اس کو کسی صاحب کی حدیث کے ساتھ ملا دیا۔ دھوکے سے یا قصداً یا کوئی احتمالی معنی قرآن یا صحیح حدیث کے تھے یا کوئی اشارہ وغیرہ قرآن یا حدیث سے نکلتا تھا۔ اس کو حدیث بنا دیا یا مختلف مضمونوں کی حدیثیں تھیں۔ ان کو ایک کر دیا غرض اس طرح کی روایات کا مجمع حبان کی کتاب الضعفاء اور کامل ابن عدی اور کتب خطیب اور ابی نعیم اور جوزقانی اور ابن عساکر اور ابن نجار اور دیلمی میں ہے اور مسند خوارزمی بھی اسی کے قریب ہے اور اس طبقہ کی اصلح روایت وہ ہوتی ہے جو ضعیف محتمل ہوتی ہے اور بدتر وہ جو موضوع یا مقلوب بڑی منکر ہوتی ہے۔ اسی کتاب حجۃ اللہ میں ہے۔" واما الرابعة فالاشتغال بجمعها والاستنباط منها نوع تعمق من المتاخرين وان شئت الحق فطوائف المبتدعين من الرافضة والمعتزلة وغيرهم يتمكنون بادنى عناية ان يلخصوا منها شواهد مذاهبهم فالانتصار بها غير صحيح في معارك العلماء بالحديث والله اعلم" یعنی طبقہ رابعہ کی روایتوں میں اشتغال اس کے جمع کرنے میں اور ان سے استنباط کرنے میں متاخرین کے اوپر بہت مشکل ہے اور حق یہ ہے کہ بدعتیوں کے فرقے جیسے رافضی ہیں۔ معتزلی ہیں۔ ان کے سوا اور بدعتی ذرا سوچ کر ان سے اپنے مذہب کا شواہد بنا کر جمع کر دیتے ہیں۔ پس ایسی روایتوں سے مدد لینا علماء کے مقابلہ میں صحیح نہیں۔ چنانچہ یہ حضرت بھی انہیں میں ہیں۔ جب تک اثبات صحت روایت کا نہ کرو گے کامیاب نہ ہوگے۔ پس ابھی ہم کو دوسرے جوابات سے تطویل کی حاجت نہیں۔ واللہ اعلم!

قولہ ... تیرھویں غرر میں لکھا ہے۔ بیہقی اور طبرانی اور ابن حکیم جن نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک گھر میں ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم میں سے پیچھے مرے گا نار میں ہوگا۔

اقول...... اس میں بھی وہی جواب ہے۔ مستشہد۔ اثبات مستشہد منہ کا ضرور ہے۔ ماسبق سے یہ اس قدر کافی ہے کہ یہ کتب ایسی نہیں۔ جن کی احادیث سب صحیح ہی ہوں۔ بلکہ طبقہ ثالثہ کی روایات

سے ہے۔ جن کی روایتیں صحیح، حسن، ضعیف، معروف، غریب، شاذ، منکر، خطا، صواب، ثابت، مضطرب سبھی طرح کی ہوتی ہیں۔ چنانچہ حجۃ اللہ وغیرہ میں ہے۔ پس مستدل پر اسکی روایتوں میں سے قول قلبی ثبوت روایت بیان کرنا ضرور ہے۔ والسلام!

قولہ..... تحریر الشہادتین میں لکھا ہے۔ "قال الحسین علیہ السلام انی سمعت ابی"

اقول..... اس کا بھی وہی جواب ہے جو پہلے ذکر کیا یعنی نفس ثبوت روایت ضرور ہے۔ بعد ثبوت روایت کے وجہ استدلال میں نظر کی جاوے گی۔ ابھی تطویل کی ضرورت نہیں۔

قولہ..... بیہقی نے عروہ اور سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ابی بن خلف سے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ آپ نے اس کے حلق پر ایک جگہ زرہ سے خالی دیکھ کر ایک نیزہ مار دیا۔ ایک زخم پوست خراش لگا کہ اس میں سے خون بھی نہ نکلا۔ مگر گھوڑے سے گر پڑا اور پھر بھاگ کر قریش میں جا ملا۔ لوگوں نے کہا تجھے کچھ اندیشہ کی بات نہیں۔ لیکن ابیّ اسی زخم سے راہ میں سنے کو پھرتے ہوئے واصل جہنم ہوا اور ایک شخص کہتا ہے کہ اسے پانی مت دیجیو۔ یہ مقتول رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ ابی بن خلف۔ اس بیہقی کو یہاں کے لکھنے سے میری یہ غرض ہے کہ جو معنی ظاہر قتل کے ہیں۔ وہ یہاں پر نہیں پائے گئے۔

اقول..... اس کا بھی وہی جواب سابق ہے۔ مگر بڑی جائے تعجب ہے کہ صاحب رسالہ قتل کے معنی کیا سمجھے ہیں کہ کہتے ہیں کہ ظاہر معنی قتل کے نہیں پائے گئے۔ باوجودیکہ یہ خود لکھتے ہیں کہ اسی زخم سے جو رسول اللہ ﷺ نے مارا تھا۔ وہ مرا کیا معاذ اللہ مرنے کے مرے۔ تب بھی اس کا قتل کہلاوے گا؟ اگر کچھ دیر لگ جائے جان نکلنے میں اور مرے اسی کے مار کے سبب سے تو اس کا قتل نہ کہلاوے گا؟ "قال اللغة قتله قتلا اذ هقت روحه" اور پھر قصاص الانبیاء میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ مقتول رسول اللہ کا ہے۔ دوسرے اخبار میں بھی اس شخص پر مقتول رسول اللہ کا اطلاق آیا ہے۔

فافهم واللہ اعلم!

قولہ..... حدیث مجددیہ میں لکھا ہے جس کی عبارت یہ نقل کی جاتی ہے۔ شیخ جلال الدین نے کہ چند روز میں کا تخمینہ قیامت کا کیا ہے..... اس عبارت طویلہ کے نقل کرنے سے یہ غرض ہے کہ تمام محدثین سلف وخلف کا خیال بسبب غلط ہو جانے خیال اہل کتاب کے یہ تھا کہ عمر دنیا کی ابتداء سے تا انتہا سات ہزار برس کی ہے اور اس خیال غیر صحیح پر جو کچھ تفریعات کیں وہ سب خلاف نفس الامر نکلیں۔ اگر مسئلہ نزول عیسیٰ بن مریم کا آسمان سے بوجود مفسری بسبب غلط روایات وخیالات اہل کتاب کے ان کے ذہن نشین ہو گیا ہو تو کیا تعجب ہے۔ لیکن اس خیال کی تصریح متن احادیث

مخالف میں کچھ بھی نہیں پائی جاتی اور نہ قرآن مجید سے یہ تصریح ثابت ہوتی ہے۔ مؤلف!

مرزائی اعلام کا محدثین پر افتراء

اقول..... وباللہ التوفیق ۔ یہ کہنا کہ (تمام محدثین سلف وخلف کا یہ خیال تھا کہ عمر دنیا کی ابتداء سے تک سات ہزار برس ہے) محدثین اماکین دین پر بڑا افتراء ہے۔ "ھذا بھتان عظیم" تمام محدثین سلف وخلف سے تو کیا تم آدھوں سے ثابت کردو کہ وہ اس کے قائل تھے۔ آدھوں سے نہیں تہائی، چوتھائی سے ہم کہتے ہیں۔ وہ تمہیں ہی میسر ہے "وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ" ظاہر بات ہے کون اہل علم سے اس بات کو کہے گا کہ سراسر نصوص کے خلاف ہے کہ عمر دنیا کی اور وقت معین قیامت کا معلوم ہو گیا۔ جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے کلام پاک میں جابجا بالتصریح والتخصیص فرمایا ہے کہ سوائے ذات باری کے اور کسی کو اس کا علم نہیں۔ چنانچہ فرمایا: "یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا قل انما علمھا عند ربی لا یجلیھا لوقتھا الا ھو" تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کس وقت ہے۔ اس کا ٹھہراؤ تو کہہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے۔ نہ ظاہر کرے گا اس کو اس کے وقت پر مگر وہی۔

اور فرمایا: "یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا فیم انت من ذکراھا الیٰ ربک منتھٰھا" تجھ سے پوچھتے ہیں۔ قیامت کا ٹھہراؤ کس وقت ہے تو کس بات میں ہے اس کے ذکر سے تیرے رب کی طرف ہے اس کی انتہاء۔ یعنی پوچھنے پوچھنے اسی کی طرف پہنچتا ہے۔ یعنی سب بےخبر ہیں۔

اور فرمایا: "یسئلک الناس عن الساعۃ قل انما علمھا عند اللہ" یعنی قیامت کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔

اور فرمایا: "ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیھا" بےشک قیامت آنے والی ہے۔ نزدیک ہے کہ میں چھپا ڈالوں اس کو۔

اور فرمایا: "الیہ یرد علم الساعۃ" اللہ ہی کی طرف حوالہ کیا جاتا ہے علم قیامت کا۔

اور فرمایا: "ویقولون متیٰ ھذا الوعد ان کنتم صادقین قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین" اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ (یعنی قیامت جیسا کہ ما قبل کی آیت سے ثابت ہے) تو کہہ خبر تو ہے اللہ کے پاس اور میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں۔

اور فرمایا ''ان اللہ عندہ علم الساعۃ'' یعنی اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا۔
اور احادیث میں بیشمار جگہ موجود ہے۔ بطور مثال لکھتا ہوں۔ فرمایا ''فی خمس لا یعلمھن الا اللہ'' اور فرمایا ''ما المسئول عنھا باعلم من السائل'' غرض کہ یہ بات ایسی ظاہر و مشہور ہے کہ جس سے تمام عالم مطلع و خبیر ہے تو معاذ اللہ، پھر کون محدث اس بات کو جزماً کہہ سکتا ہے۔ مگر صاحب رسالہ کے نزدیک تو تمام محدثین اور خلف منکر صریح کلام الٰہی اور مکذب تصریح نبوی کے ہو کر دنیا کی مدت محصور کے قائل ہو گئے۔ نعوذ باللہ من ذلک!

پس تمام محدثین پر افترا کر کے اس خیال کو مرزا قادیانی کے خیال کے ساتھ تشبیہ دینا اور محدثین پر افترائی خیال کو مرزا قادیانی کے خیال کا شاہد بنانا۔ بناء فاسد کی فاسد پر ہے۔ وھو کما تری!

دوسرے! اگر مانیں بھی کہ کوئی اس بات کا قائل ہو گیا ہو تو بھی تمہارے مطلب کے مفید نہ ہوگا۔ کیونکہ وہاں تو پہلے باعتبار قواعد شرعیہ کے بڑی باطل بات تھی۔ پیچھے حق معلوم ہو گیا۔ بخلاف تمہارے مطلب کے کہ پہلا خیال بالکل قواعد شرعیہ کے موافق ہے اور اس میں کوئی محال شرعی یا عقلی لازم نہیں آتا۔ پھر حقیقت کیوں مہجور ہوگی۔ پس یہ یعنی شے کو اپنے ضد کے ساتھ تشبیہ دے کر اور مخالف کو شاہد بنا کر ثابت کرنا کون سی عقل کی بات ہے۔ وہاں تو جو پہلا خیال فرض کیا گیا ہے قواعد شرعیہ کے بالکل خلاف ہے اور خیال پچھلا موافق اور یہاں جو پہلا خیال ہے یعنی نزول ذاتی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قواعد کے موافق ہے اور پچھلا یعنی جو تمہارے ہیں اور تم معنی کرتے ہو بالکل مخالف۔ پس اس پر اس کو قیاس کرنا کیسا خلاف عقل ہے؟ اگر ایسے قیاسات صحیح ہوں تو چاہئے کہ اخبار مستقبلہ کے جہاں کہیں جو معنی کئے گئے ہیں۔ سب سے رجوع کر لینا چاہئے۔ اس پر قیاس کر کے کہ ایسے ہی کسی نص شرعی میں کوئی نئے معنی ظاہر ہونے سے لازم آوے گا کہ جب نصوص کے جو معنی کئے گئے۔ چاہے عملی ہوں چاہے اعتقادی۔ سب سے رجوع کر لیا جاوے اور ایک جگہ پچھلے معنی غلط ہونے سے سب جگہ معانی غلط ٹھہرا دیئے جائیں۔

پس یہ شریعت کیا ہنسی کھیل ہوگی؟ نعوذ باللہ من ذالک! کیا فرضاً اگر علماء کا خیال بسبب غلط خیالات اہل کتاب کے نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بوجود عنصری ہو گیا؟ کیا رسول اللہ ﷺ کو بھی اہل کتاب نے بہکا دیا کہ انہوں نے فرما دیا کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے۔ چنانچہ حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لیس بینی وبین عیسیٰ نبی وانہ نازل'' یعنی میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ (یعنی

جن کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں) اترنے والے ہیں اور دوسری روایت صحیح میں اس طرح ہے۔" الانبیاء اخوۃ لعلات امھاتھم شتی ودینھم واحد وانا اولی الناس بعیسیٰ بن مریم لانہ لم یکن بینہ وبینی نبی وانہ نازل "یعنی انبیاء باپ کی طرف سے بھائی ہوتے ہیں۔ مائیں (یعنی فروعات دین) ان کی مختلف ہوتی ہیں اور دین ایک ہی ہوتا ہے اور میں اولی الناس ہوں۔ عیسیٰ بن مریم کے ساتھ۔ کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں۔ اور بے شمار حدیثیں ہیں۔ جن میں نبی صاحب ﷺ نے نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصریح فرمائی ہے۔ چند احادیث اس عاجز نے بھی اوپر نقل کر کے سنادی ہیں اور مرزا قادیانی کتاب سے اپنے خیالوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی قبر میں ڈال دیا اور بھگا دیا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں قریب قیامت اتر کر دجال کو قتل کروں گا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ دیا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ شب معراج میں ہمارے نبی صاحب ﷺ سے انہوں نے یہ بات کی۔ چنانچہ اوپر گزر چکا۔ پس یہ کہنا کہ اس خیال کی تصریح متن احادیث صحاح میں کہیں نہیں پائی جاتی۔ کیسی نادانی کی بات ہے اور قرآن مجید سے بھی اس کا ثبوت اخیر رسالہ میں انشاءاللہ بیان کیا جاوے گا۔ ناظرین انشاءاللہ جان لیں گے کہ یہ قول صاحب رسالہ کا کہ قرآن وحدیث میں اس خیال کی تصریح نہیں محض افتراء ہے اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر۔" ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدلھم عذاباً مھینا"

قولہ ..... اندریں صورت لازم ہے کہ مرزا قادیانی کی تکذیب اس دعوے میں ہرگز نہ کی جاوے۔ کیونکہ ایسی حالت میں قاعدہ تصدیق اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یوں مقرر فرمایا ہے۔" وقد جاء کم بالبینات من ربکم وان یک کاذباً فعلیہ کذبہ وان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب"

اللہ اور اس کے رسول پر افتراء

اقول ..... وباللہ التوفیق واضح رہے کہ یہ اللہ جل شانہ نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک شخص کے قول کی حکایت بیان فرمائی ہے۔ چونکہ صاحب رسالہ کو پوری نقل کرنا مضر تھا اس واسطے تھوڑی نقل کی۔ پوری آیت کریمہ یوں ہے۔" وقال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ وقد جاء کم بالبینات من ربکم وان یک کاذباً فعلیہ کذبہ "اور بولا ایک مرد ایماندار فرعون کے لوگوں میں سے جو چھپاتا تھا۔ اپنا ایمان کیا مارے ڈالتے ہو۔ ایک مرد کو اس پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے

اور لایا ہے تمہارے پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس پر پڑے گا۔ اس کا جھوٹ اور اگر وہ سچا ہوگا تو تم پر پڑے گا کوئی وعدہ جو دیتا ہے بے شک اللہ راہ نہیں دیتا۔ اس کو جو ہووے بے لحاظ جھوٹا۔

"اول! تو مرد مومن نے قتل سے منع کیا تھا۔ نہ تکذیب محض سے اگر تکذیب محض سے بھی منع کر دیا جاوے تو معجزہ کس طرح دیکھنے میں آوے۔ پس صاحب رسالہ کا یہ کہنا کہ مرزا قادیانی کی تکذیب اس دعویٰ میں ہرگز نہ کی جاوے اور اس پر یہ قاعدہ بیان کرنا تدلیس یا سوء فہمی سے خالی نہیں۔

دوسرے اس کا آیت کریمہ میں تو یہ ہے کہ "وقد جاءکم بالبینات من ربکم" یعنی قاعدہ اس وقت کا ہے کہ مدعی دلائل ظاہرہ کے ساتھ آیا ہے اور تمہارے یہاں ظاہر کیا معنی کوئی غیر ظاہر دلیل بھی نظر نہیں آتی۔ خالی زبانی جمع خرچ ہے۔ مگر ہمارے پاس تمہارے دعاوی کے بطلان پر ثبوت ہیں۔ موقع پر انشاء اللہ بیان ہوں گے۔

تیسرے! یہ کہ تمہارے فہم کے موافق ان دجالین کے مقابلہ میں جن کی خبر نبی صاحب نے دی ہے کہ ہر ایک ان میں کا نبوت کا دعویٰ کرتا ہوگا اور مقابلہ میں دجال اکبر کے اس قاعدہ کا کیا جواب ہے۔ "فما جوابکم فیہم فہو جوابنا فی مسیحکم" مگر میرا گمان تو یہ ہے کہ تمہارے نزدیک یہ کوئی نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ سب کے سب ملکے ایک آگئی۔ واللہ اعلم!

قولہ..... واضح رہے کہ اکثر پیشین گوئیاں جن سے معنی ظاہری مقصود نہیں بلکہ استعارۃً وکنایۃً دوسرے معانی لطیف بطور استعارہ کے مراد ہیں۔ جمع کی جاویں تو ایک دفتر ہو جاوے۔ بالفعل انہیں دس پر اقتصار کیا گیا۔ وتلك عشرة كاملة!

وجہ اختصار

اقول..... واضح ہو کہ صاحب رسالہ نے یہ دس جو جمع کی ہیں۔ ان میں ایسے ایسے ہیں کہ درجہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ پھر اور کیا جمع ہوں گے کہ جو اختیار میں آویں۔ سبھی وہی ہیں جو ہوا سے تند و پر شور سے اڑ گئیں۔ "کرماد اشتدت به الریح فی یوم عاصف" ہو گئیں۔ یاد رہے کہ جواب میں تو طول سے قصداً اختصار بہت کیا گیا۔ اللہ جل شانہ شاہد ہے اس بات کا کہ اگر اس عاجز کو قلت فرصت اور عدم سامان کتب نہ ہوتا تو انشاء اللہ بہت تفصیل اور تحقیق کے ساتھ جواب لکھتا۔ بہر حال تا مطلب نہیں ہو سکتا اور طالب کے دین کا تو نقصان نہیں ہو سکتا۔

قولہ..... اب یہ غرض ہے کہ حدیث متنازع فیہ میں یہ تحسین کوئی بار بار تاکیدات کیوں مذکور ہوئی ہے۔ "والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم" اول تاکید قسم کے ساتھ دوسرے لام تاکید اور نون ثقیلہ یہ خطاب نبی علیہ السلام کا کن لوگوں سے ہے۔ آیا صحابہ کرامؓ سے ہے۔ بالکل امت اجابت وغیرامت دعوت سے جو بوقت تاکیدات تو ہوئی جاتی ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ اور امت اجابت تو مؤمنین کاملین ہیں۔ منکرین معاندین نہیں۔ جو محتاج تاکید ہوں اور جب کہ نزول عیسیٰ بن مریم باوجود عنصری مراد ہے تو بیانزول من السماء جو شخص دیکھے گا وہ انکار کیونکر کر سکتا ہے۔ پس بہر دو صورت کلام مقتضاء حال کے مطابق نہ ہوا اور بلاغت وفصاحت سے عاری ہوا۔ کیونکہ ایسے تاکیداتی خطاب میں کسی بڑے منکر معاند کے چاہیے تھیں۔

اقول..... بعون اللہ تعالیٰ تاکیدات جو انکار کے جواب میں لائی جاتی ہیں تو یہ کچھ ضرور نہیں کہ انکار تحقیقی ہو بلکہ بہت جگہ بسبب انکار حکمی کے تاکیدیں لائی جاتی ہیں اور غیر منکر کو قائم مقام منکر کے اور غیر سائل کو قائم مقام سائل کے حسب مقتضاء حال کے قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ تصریح اس کی علم معانی میں مذکور ہے اور تتبع کلام فصحاء وبلغاء میں ہزاروں جگہ موجود ہے۔ چونکہ یہ قاعدہ مسلمہ ہے۔ حاجت مثال کی نہ تھی۔ مگر چند مثالیں ابلغ الکلام کلام الملک العلام سے بیان کرتا ہوں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "لئن اشرکت لیحبطن عملك" کیا رسول اللہ ﷺ کو اس میں شک تھا اور فرمایا حکایت قول ابلیس میں "فبعزتك لا غوینہم" کیا معاذ اللہ اس میں اللہ جل جلالہ کو بھی انکار یا شک تھا کہ یہ تاکیدیں لائی گئیں اور فرمایا "والضحیٰ والیل اذا سجیٰ ما ودعك ربك وما قلیٰ وللآخرۃ خیر لك من الاولیٰ" کیا رسول اللہ ﷺ کو جو مخاطب تھے اس میں انکار تھا۔ اس قدر تاکید قسم اور پھر لام کے ساتھ فرمایا۔

اور فرمایا "والعادیٰت ضبحا فالموریٰت قدحا الیٰ قولہ ان الانسان لربہ لکنود" انسان کے ناشکرے ہونے میں کس کو شک یا انکار ہے۔ بلکہ موافق معنی قریب کے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ انسان خود بھی اس بات پر شاہد ہے۔ چنانچہ فرمایا "وانہ علیٰ ذالك لشہید وانہ یحب الخیر شدید" اور فرمایا "لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد ووالد وما ولد لقد خلقنا الانسان فی کبد" اس میں کس کو شک یا انکار ہے کہ اس قدر تاکیدات سے فرمایا گیا۔ اس طرح کی قسمیں اور تاکیدیں تو کلام مجید میں بکثرت وارد ہیں کہ ظاہر میں کوئی منکر و یا انکاری نہیں۔ مگر غیر منکر کو منکر کے قائم مقام کر کے حسب مقتضاء حال فرمایا ہے اور فرمایا "ولا تحزن علیہم ولا تك فی ضیق مما یمکرون ان اللہ مع الذین

لتقولوا: والذين هم محسنون "کیا رسول اللہ کو جو کہ مخاطب ہیں۔ نبی میں انکار پیش تھا۔
ایسے ہی" وان لك لاجراً غير ممنون وانك لعلى خلق عظيم "اور" انا اعطيناك
الكوثر "اور" ولئن اتبعت اهواءهم من بعد ما جاءك من العلم انك اذا لمن
الظالمين " جملہ ان میں رسول اللہ ﷺ کی طرف شک یا انکار کا گمان ہو سکتا ہے۔ حمل ان کے
اور بہت ہیں جمع کرنے کے لئے ایک بڑا دفتر چاہیے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ تاکیدوں کے واسطے انکار
تحقیق ضرور نہیں۔ بغیر تحقیق انکار کے بھی تاکیدات حسب مقتضاء مقام آتی ہیں تو اس پیشین گوئی
میں بھی اسی طرح ہے۔ چونکہ یہ ایک بات تعجب کی ہے اور خوارق جیسے ہے لہذا متعجب کو بجائے منکر
کے قرار دے کر خبر موکد بتاکیدات فرمایا۔

دوسرے ہو سکتا ہے کہ اللہ حکیم و علیم نے اپنے نبی کو آئندہ پیدا ہونے والے منکروں کی خبر دے دی ہو کہ
ایسے ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے اور میرا گمان بھی یہ ہے کہ ضرور خبر دی گئی ہوگی۔ کیونکہ یہ تو بڑا فتنہ عظیم
ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تو ان فتنہ والے تک کی خبر دے دی۔ جس کے ساتھ تین سو آدمی ہوں۔
قیامت تک جتنے ہوں ان کا نام اور ان کے باپ کا نام اور ان کے قبیلہ کا نام بتا دیا۔ چنانچہ ابوداؤد
کی روایت میں ہے "عن حذيفة قال والله ما ادري انسي اصحابي ام تناسوا
والله ما ترك رسول الله ﷺ من قائد فتنة الى ان تنقضي الدنيا يبلغ من معه
ثلاثمائة فصاعداً الا قد سماه لنا باسمه واسم ابيه واسم قبيلته" اس کا ذکر مجملاً نبی
حضرت حذیفہؓ سے بخاری اور مسلم میں بھی ہے۔ تو نبی صاحب نے انہیں منکروں کے واسطے یہ
تاکیدیں فرمائیں کہ ہرگز اس میں شک مت کریں۔ پس فائدہ تاکید کا ظاہر ہو گیا اور تاکید لغو نہ ہوئی۔

تفتیش ہست بے محرم اسرار کجاست

قولہ۔۔ ہاں بموجب منشا مصنف و بانی کے محمل ان تاکیدات کا بہت درست معلوم ہوتا ہے
کہ وہ نزول ایسا ہوگا جس سے تم بسبب اپنے خیالات کے منکر ہو گے اور وہ عیسیٰ بن مریم بھی ایسا
ہی ہوگا کہ تم اس کا انکار کرو گے۔

اقول۔۔ یہ تو جب ہوتا کہ مثلاً عبارت حدیث کی اس طرح ہوتی۔ "والذي نفسي بيده
ليوشكن ان يخلق فيكم (یا مثل اس کے کوئی اور لفظ) مثیل ابن مریم" اور یہاں تو کچھ اور
ہی ہے۔ جو تمہارے مطلب کی بیخ کنی کرتی ہے اور پھر اس پر اکتفا نہیں۔ بلکہ اور تصریح آخر اور
تشریح دیگر کے ساتھ کر رہا ہے۔ مصداق اس کا تمہارے تک پہنچنا مطلب حدیث کا اور مقصود مرزا
کا اور فرمان نبوی کا اور غرض مرزا کی "فبينهما بعد المشرقين"

قولہ..... مگر نفس انامر میں وہ نزول ایسا ہی ہوگا۔ جیسا کہ "قد انزلنا الیکم ذکراً رسولاً" میں ہے۔

اقول.... بلاشک ایسے ہی نزول ہوگا جو اس آیت میں ہے کہ مراد اس سے جبرائیل ہیں اور بیان اس آیت کا گزر چکا۔ فتذکر!

قولہ.... اندریں صورت علاوہ بلاغت کلام کے ایک دوسری پیشین گوئی اشارۃً اور بھی پیدا ہوگی اور قاعدہ کلیہ علم معانی کا کہ "کل حکم مع منکر یجب توکیدہ" بھی منقوض نہ ہوا۔

معانی دانی مؤلف اعلام الناس کی

اقول .... یہ بلاغت اور یہ اشارہ دوسری پیشین گوئی کا تو جب ہوتا کہ وہ عبارت ہوتی جو ابھی ہم نے لکھی ہے۔ "واین ھذا من ذلک" پھر نہیں کہ غرض صاحب رسالہ کی تو یہ ہے کہ تاکیدات کے واسطے ضرور ہے کہ خطاب ہو کسی منکر معاند کے ساتھ۔ نہ یہ کہ معاند کے مقابلہ میں تاکید ضرور ہے۔ پس اس عبارت قاعدہ کالانا "کل حکم مع منکر یجب توکیدہ" موافق مطلوب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس سے تو صرف اس قدر نکلا ہے کہ حکم مع منکر کے واسطے تاکید ضرور ہے۔ نہ یہ کہ جہاں تاکید ہوگی تو کسی منکر ہی کے مقابلہ میں ہوگی۔ پس یہ قاعدہ کلیہ اس جگہ تو ویسے بھی نہیں لوتا بس مطلوب کے لئے تو ایسی عبارت لانا چاہیے تھی۔ "التوکید انما یکون مع المنکر" یا مثل اس کے اگر کہا جاوے کہ حکم وجوب تاکید راجع ہے قید کی طرف تو ہم کہیں گے کہ قطع نظر خلاف ظاہر کے اس سے عدم وجوب در حالت عدم انکار کے نکلے گا۔ نہ عدم استحسان یا عدم جواز بھی۔ پس بہرحال اس مطلب کے واسطے یہ اس عبارت قاعدہ کالانا مفید مطلب نہ ہوگا۔ بلکہ یہ ایک کھلی دلیل مؤلف اعلام الناس کے معنی دانی کی ہوئی۔

قولہ..... دوسرے الفاظ کہ مسیح کے یہ ہیں کہ "کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم" ان الفاظ میں بھی استفہام تعجبی کا کوئی محل صحیح نہیں۔ معلوم ہوتا۔ لیکن بموجب مسلک مرزا قادیانی کے یہ استفہام تعجبی بھی اپنے محل پر ہے۔ جس کا جواب خود نبی کریم ﷺ نے اپنے کلام پاک میں دے دیا۔ "وامامکم منکم" جیسا کہ شرح بخاری میں لکھا ہے۔ او وضع المظهر موضع المضمر! حاصل مطلب یہ ہے کہ ابن مریم تمہیں میں سے ہوگا۔

اقول..... یہ استعمال لفظ استفہام کا واسطے تعظیم شان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے تعجب حالی کے لئے ہے کہ کیا اچھا تم لوگوں کا اس وقت حال ہوگا اور وہ وقت کیا خوب ہوگا۔ چنانچہ دوسری احادیث میں تفصیل اس کی فرمادی کہ کیسی اسلام کو قوت اور مؤمنین کو عزت اور کفار کو ذلت اور کفر کی

ختم کی اور برکت ہو جاوے گی اور مال کی کثرت ایسی ہوگی کہ کسی کو اس کی حاجت نہ رہے گی اور آپس کا حسد اور کینہ اور عداوت سب جاتے رہیں گے۔ اس وقت اللہ ہی کی عبادت کی طرف رغبت ہوگی۔ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ کوئی دوسرا اس وقت میں نہ پایا جائے گا تو اس کلمہ استفہام میں ان خوبیوں کی طرف اشارہ ہے اور اس تعظیم و تفہیم کے لئے لایا گیا ہے۔

گفتا ہست بے محرم اسرار کجاست

تدلیس در معنی امامکم منکم کا ازالہ

یہ کہنا کہ اس کا کوئی محل صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ نادانی کی بات ہے۔ اس طرح کے استفہام کلام عرب میں بکثرت آتے ہیں۔ کہیں تحقیر کے لئے کہیں تعظیم کے لئے، اور علم معانی میں بھی اس کا بیان واضح موجود ہے اور یہ جو کہا کہ بموجب مسلک مرزا قادیانی کے یہ استفہام بھی کسی اچھے محل پر ہے۔ تو یہ تب ہو سکتا کہ الفاظ نبوی یوں ہوتے۔ "کیف انتم اذا اتی فیکم یا ولد فیکم مثیل ابن مریم واین هذا من ذالك" واضح ہو کہ اس جگہ نفس استفہام بھی ہوتا نہ ہوتا اور وضع مظہر موضع مضمر ہوتا نہ ہوتا ہمارے لئے کچھ مضر نہیں اور اس سے چنداں ہماری غرض اصلی متعلق نہیں۔ لہٰذا ہم اس کے صحیح ہونے نہ ہونے سے اعراض کر کے اور اس کی طول بحث کو چھوڑ کر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں تو واضح رہے کہ ان کے پیر نے امامکم منکم کے معنی یہ کئے کہ وہ تمہارا ایک امام ہوگا۔ جو تم ہی میں سے پیدا ہوگا۔ دیکھو (توضیح المرام ص ۱۸، خزائن ج ۳ ص ۵۶) میں۔ سو اسی کو ان صاحب نے اس طرح تعبیر کیا کہ وہ ابن مریم تمہیں میں سے ہوگا۔ چونکہ وہ فنون رسمیہ اور علوم آلیہ سے عاری ہیں۔ لہٰذا ان کو ایسے کھلے باطل معنی کرتے عار نہ آئی۔ مگر یہ نسبت ان کے پڑھے ہوئے ہیں تو ان کو صاف صاف کہتے شرم آئی۔ لہٰذا مطلب کو زبان دبا کر ادا کیا تو میں کہتا ہوں کہ امامکم منکم کے یہ معنی کرنا کہ وہ تم میں سے پیدا ہوگا۔ افتراء ہے رسول اللہ ﷺ پر کیا منکم سے یہ لازم آتا ہے کہ تم میں سے پیدا ہوگا۔ استغفر اللہ! یہ کیا طوفان ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "یا ایها الذین امنوا لا تتخذوا الیهود والنصاری اولیاء بعضهم اولیاء بعض ومن یتولهم منکم فانه منهم" کیا اس کے بھی معنی ہیں کہ اے ایمان والو! نہ رفیق بناؤ یہود و نصاریٰ کو اور جو شخص تم میں پیدا ہوا ان کو رفیق بنائے تو وہ انہیں میں کا پیدا ہو جاوے گا اور جو فرمایا "الم تر الی الذین تولوا قوما غضب الله علیهم ماهم منکم ولا منهم" کیا اس سے یہی غرض ہے کہ وہ لوگ نہ تم میں سے پیدا ہیں نہ ان میں سے پیدا ہیں۔

اور فرمایا "ومن یرتد منکم عن دینه" کیا اس کے بھی معنی ہیں کہ جو تم میں کا پیدا مرتد ہو جاوے۔ اور فرمایا "یا ایها الذین آمنوا لا تتخذوا بطانة من دونکم" کیا اس کا مطلب یہی ہے کہ اے ایمان والو! اپنے غیر سے پیدا کو بھیدی نہ بناؤ۔

اور فرمایا "ومن یتولهم منکم فاؤلئك هم الظالمون" کیا اس کے یہی معنی ہیں کہ جو تم میں کا پیدا ہوا ان کو دوست بنائے تو وہ ظالم ہے۔ ایسے ہی اور بہت آیات ہیں اور احادیث میں بے شمار جگہ موجود ہے۔ پس بعد فرض تسلیم اس بات کے کہ امامت مظہری موضع مفسر کی ہے یہی معنی ہوں گے کہ وہ تمہارے دین کے موافق عمل درآمد کریں گے۔ جیسا کہ ان آیات میں یہی معنی ہیں۔ چنانچہ متقدمین نے بھی ایسے الفاظ کے یہی معنی کئے ہیں۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔ "قال ابن ابی ذئب اتدری ما امکم منکم قلت وتخبرنی قال فامکم بکتاب ربکم" اور فتح الباری میں ہے۔ "قال ابوذر الهروی حدثنا الجوزقی عن بعض المتقدمین قال معنی قوله وامامکم منکم یعنی یحکم بالقرآن لا بالانجیل قال الطیبی المعنی یؤمکم عیسیٰ حال کونه فی دینکم" قوله...... شراح حدیث الفاظ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ "حکماً والمعنی انه ینزل حاکما بهذه الشریعة فیکسر الصلیب والمقصود ابطال النصرانیة والحکم بشرع الاسلام وکذا قوله ویقتل الخنزیر ومعناه تحریم اقتنائه واکله واباحة قتله کذا قال الطیبی ویضع الحرب فی روایة الکشمیهنی والجزیة والمعنی ان الدین یصیر واحدا فلا یبقی احد من اهل الذمة یؤدی الجزیة" حاصل مطلب یہ ہے کہ اس جگہ دو نسخے ہیں۔ اول اور اصل یضع الحرب اور دوسرا یضع الجزیة۔ درصورت نسخہ اول کے معنا نہایت واضح ہے کہ اس میں کچھ تکلف تاویل کی نہیں ہے اور درصورت نسخہ دوم کے اگرچہ تاویل بعید خلاف مقصود بعض نے کی ہے۔ لیکن وہ مقبول نہیں کہ مخالف نسخہ اول واصل کے ہے اور تفسیر کلام نبوی ایسی چاہئے کہ مصدق ہو۔ "یفسر بعضها بعضاً" کی اور دوسری خوبی اس معنی میں یہ بھی ہے کہ منسوخ ہونا احکام شریعہ ناسخ النبیین کا بھی لازم نہیں آتا بخلاف معنی دوسرے کے کہ وہ مستلزم ہے۔ نسخ حکم جزیہ کو کہ بتاویل بعید۔

تحقیق یضع الحرب

بعون اللہ تعالیٰ اول میں کچھ ابتداء حال نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا بیان کرتا ہوں۔ جس سے ناظرین کو صاحب رسالہ کے مطلب باطل ہونے پر بصیرت ہو۔ تو واضح رہے کہ

ابوداؤد کی صحیح روایت میں (جس کو ہم اوپر لکھ چکے ہیں) یہ ہے۔ "فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام " یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول کے لوگوں سے اسلام پر لڑیں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے اور سور کو قتل کریں گے اور جزیہ کو چھوڑ دیں گے۔ (یعنی شریعت اسلام میں ان کے نزول سے قبل تک یہ حکم ہے کہ اہل کتاب اگر جزیہ دیں تو قبول کر لیا جاوے اور لڑائی ان سے موقوف رہے اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرماویں گے تو اس وقت جزیہ کا حکم نہیں رہے گا۔ ان کی لڑائی اسلام ہی سے رفع ہوگی۔ سوائے اسلام کے کچھ قبول نہ کریں گے۔ یعنی شعائر نصرانیہ کو بالکل کھو دیں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔ سور حرمت حرام ہے۔ اس کو وہ مروا دیتے ہیں۔ مار ڈالیں گے جب یہ ہوا تو) اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے وقت میں کوئی ملت سوائے ملت اسلام کے باقی نہ رہے گی۔

قتل دجال کی بحث

اور مسلم میں ہے "فاذا رآہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لا نذاب حتیٰ یھلک ولکن یقتلہ اللہ بیدہ " یعنی جب عیسیٰ اتریں گے تو ان کو عدو اللہ (دجال) دیکھے گا تو جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے پگھلنے لگے گا۔ سو اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کو چھوڑ دیں تو پگھل کر ہلاک ہو جاوے۔ لیکن اللہ تعالیٰ انہیں کے ہاتھ سے اسے قتل کراوے گا۔ اور احمد اور ابن ماجہ کی صحیح حدیث میں ہے۔ (جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں) "فانزل فاقتلہ"

اور یہ بھی ہے "قال فیھلکہ اللہ اذا رآنی حتیٰ ان الحجر والشجر یقول یا مسلم ان تحتی کافرا فتعال فاقتلہ قال فیھلکم اللہ " یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اتروں گا تو اس کو قتل کروں گا۔ سو اس پر میرے دیکھنے سے ہلاکت پڑے گی۔ یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی کہنے لگیں گے کہ اے مسلمان میری آڑ میں کافر ہے۔ اس کو آ کر قتل کر۔

اور امام احمد کی ایک روایت میں ہے۔ (جس کے راوی سب رواۃ مسلم سے ہیں)

"وینزل عیسیٰ بن مریم علیہ السلام عند صلوٰۃ الفجر فیقول امیرھم یا روح اللہ تقدم صل فیقول ھذہ الامۃ امراء بعضھم علی بعض فیتقدم امیرھم فیصلی حتیٰ اذا قضی صلاتہ اخذ عیسیٰ حربۃ فیذھب نحو الدجال ذاب کما یذوب الرصاص فیضع حربۃ بین ثندوتہ فیقتلہ ویھزم اصحاب

فلیس یومئذ شیٔ یواری منهم احداً حتی ان الشجرة تقول یا مؤمن هذا کافر ویقول الحجر یا مؤمن هذا کافر "یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فجر کی نماز کے وقت اتریں گے تو مسلمانوں کا امیر کہے گا کہ آپ نماز پڑھایئے تو انکار کریں گے۔ فرماویں گے کہ اسی امت کے بعض بعض پر سردار ہیں۔ آخر ان کا امیر نماز پڑھائے گا۔ جب نماز سے فارغ ہوویں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو مارنے چلیں گے۔ باقی ترجمہ پہلی روایت کا سا ہے۔ اس حدیث میں اول رسول اللہ ﷺ نے دجال کا بیان کیا کہ اس کے ساتھ ستر ہزار آدمی ہوں گے۔ اکثر ان کے یہودی اور عورتیں ہوں گی اور یہ بیان فرمایا کہ مسلمانوں پر بہت تکلیف ہوگی اور بھوک کی سخت آفت پڑے گی۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ اتریں گے تو ایسا کریں گے اور ابن ماجہ میں ہے "فقالت ام شریك بنت ابی العکر یا رسول الله فاین العرب یومئذ قال هم قلیل وجلهم یومئذ بیت المقدس وامامهم رجل صالح قد تقدم یصلی بهم الصبح اذا نزل عیسیٰ بن مریم علیه السلام فرجع ذلك الامام ینکص القهقری لیتقدم عیسیٰ علیه السلام فیضع یده عیسیٰ بین کتفیه ثم یقول وتقدم فصل فانها لك اقیمت فیصلی بهم امامهم فاذا انصرف قال عیسیٰ افتحوا الباب فیفتح وراءه الدجال معه سبعون الف یهودی کلهم ذو سیف محلی وساج فاذا نظر الیه الدجال ذاب کما یذوب الملح فی الماء وینطلق هارباً فیقول عیسیٰ ان لی فیك ضربة لن تسبقنی بها فیدرکه عند باب اللد الشرقی فیقتله ویهزم الله الیهود فلا یبقی شیٔ مما خلق الله یتواری به یهودی الا انطق ذلك الشیٔ لا حجر ولا شجر ولا حائط ولا دابة الا الفرقدة فانها من شجرهم لا تنطق الاقال یا عبدالله المسلم هذا یهودی فتعال فاقتله "اس کے بعد کچھ دجال کا بیان ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں فرمایا۔ "وتکون الکلمة واحدة فلا یعبد الا الله وتضع الحرب اوزارها "یعنی جب رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر فرمایا تو ام شریک نے پوچھا کہ اس وقت میں عرب کہاں ہوں گے تو فرمایا وہ بہت کم ہوں گے اور اکثر ان کے بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کا سردار ایک صالح آدمی ہوگا۔ صبح کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے گا کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے اتریں گے تو یہ امام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امام کرنے کے لئے پیچھے ہٹے گا۔ تو وہ منع فرمائیں گے۔ آخر وہی سردار نماز پڑھائیں گے۔ جب نماز سے فراغت پاویں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماویں گے

کہ یہ دروازہ کھول دو تو دروازہ کھول دیا جاوے گا تو اس کے پیچھے دجال ہوگا۔ اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے تاج پہنے ہوئے ہر ایک کے پاس تلوار ہوگی۔ زیور پہنائے ہوئے تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دجال دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا نمک کی طرح اور بھاگنے لگے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرما دیں گے مجھ کو تیرا مارنا ہے تو اس سے بچ نہیں سکتا۔ سو باب لد پر پا کر اس کو قتل کر دیں گے۔ پس شکست دے گا اللہ تعالیٰ یہود کو سو جہاں کہیں وہ چھپیں گے۔ پتھر یا درخت یا دیوار یا کسی جاندار کی آڑ میں۔ سوا ایک خاردار درخت کے تو وہ یوں اٹھے گا کہ اے اللہ کے بندے مسلمان یہ یہودی ہے۔ اس کو آ کر قتل کر اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے وقت میں سب کا قتل ایک ہی ہوگا۔ سو سوائے اللہ کے اور کوئی نہ پوجا جائے گا اور لڑائی اپنا ہتھیار رکھ دے گی۔

اور ابن جریر کی روایت میں ہے (کہ جس کے راوی سب رواۃ بخاری اور مسلم سے ہیں۔ سوا دو شخصوں کے کہ ایک عبدالرحمن بن آدم کہ وہ صرف رواۃ مسلم سے ہیں تو ان کی بھی ثقاہت میں کلام نہیں۔ دوسرے بشر بن معاذ کہ وہ بھی ثقہ ہیں۔ چنانچہ خلاصہ وغیرہ میں ہے) "یقاتل الناس علی الاسلام" (لفظ اس روایت کے مثل روایت ابی داؤد مسطورہ بالا کے ہیں) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے اسلام پر لڑیں گے۔

تو واضح رہے کہ ان روایتوں سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نزول کے بعد مقابلہ کفار کے ساتھ اور قتل و حرب ضرور کرنا ہوگا۔ گو ان کو چنداں تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ پھر سب ملتیں سوا ملت اسلام کے کھوئی جاویں گی اور ایک ملت حق کا دور دورہ ہو جاوے گا۔ پھر کس سے حرب ہوگی اور کیوں حرب ہوگی۔ لہٰذا حرب ختم ہو جاوے گی اور ان کے وقت میں تحاسد و بغض سب جاتا رہے گا۔

تنبیہ

ناظرین باانصاف ذرا غور سے ان الفاظ پیشین گوئی کو جن کو نبی صاحب ﷺ نے کیسی تصریح سے فرمایا ہے۔ دیکھیں اس سے اور مرزا قادیانی سے کیا نسبت ہے۔ اس کا اپنے آپ کو مصداق بنانا کیسی صحیح احادیث نبویہ کی تکذیب ہے۔ والسلام!

جب یہ بیان بطور مقدمہ کے ناظرین کو سنا دیا گیا تو اب صاحب رسالہ کے اس قول کی حقیقت کہ بیان کی جاتی ہے تو واضح رہے کہ اور الفاظ اس حدیث کے تو مرزا قادیانی کی غرض کے بالکل مخالف ہیں اور کھلے طور پر اس کے مطلب کو باطل کرتے ہیں۔ لہٰذا ان پر لکھنے میں مجھ کو کلام کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ چونکہ صاحب رسالہ نے یضع الحرب اور یضع الجزیۃ میں کلام کیا اور

اپنے زعم میں اپنے مطلب کے موافق بنالیا تو اس واسطے یہ عاجز بھی ان میں کلام کرکے ان کو ان
کے مطلب کے خلاف ہونا ظاہر کرتا ہے اور نیز بعض سے بطلان ان کے مقصد کا ثابت کرتا ہے۔
واللہ ولی التوفیق!

پوشیدہ نہ رہے کہ صاحب رسالہ نے اوّل اور اصل نسخہ یضع الحرب کو ٹھہرایا اور یضع
الجزیہ کو غیر اصل اور خلاف اوّل تو میں کہتا ہوں کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس کے لئے دلیل بیان
کرنا چاہئے۔ مدعی پر ثبوت ہے شاید اس وجہ سے کہتے ہوں گے کہ بعض بخاری کے نسخوں میں
نساخ نے اس نسخہ کو متن میں لکھا ہے اور دوسرے کو حاشیہ پر تو میں کہتا ہوں کہ کیا اسی پر اصل اور غیر
اصل ہونا ہے تو جہاں حفص کی قرأت کے موافق کلام مجید مطبوع ہوا ہے اور دوسری قرأت ابو بکر
وغیرہ کی حاشیہ پر لکھی ہیں تو چاہئے کہ حفص کی قرأت اصل ہو جاوے اور دوسرے ائمہ کی غیر اصل
اور جہاں دوسرے کسی امام کی قرأت کے موافق مطبوع ہوا ہے تو وہ قرأت اصل ہو جاوے اور
حفص اور دیگر ائمہ کی غیر اصل کہیں یہ سب اصل ہے اور کہیں وہ بے اصل ہے۔ یہ کیسا جہل ہے۔
دوسرے میں کہتا ہوں دیکھو بخاری مطبوعہ مصری کو کہ اس میں نسخہ یضع الجزیہ ہی کو متن میں لیا ہے
اور دیکھو علامہ قسطلانی نے اپنی شرح بخاری میں اپنے نسخہ کی کیسی تعریف کرکے اور اپنی اصل کو کیسا
وثوق بیان کرکے یضع الجزیہ ہی کو اصل متن میں داخل کیا اور یضع الحرب کو پیچھے بیان کیا اور دیکھو
صاحب مشکوٰۃ نے جس حدیث کو بخاری کی طرف نسبت کیا ہے اس میں نسخہ یضع الجزیہ ہی کو اختیار کیا
اور مصنف [illegible] نے بھی اسی نسخہ کو لیا اور علامہ ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں جو بخاری کی حدیث کو
نقل کیا تو اسی نسخہ کو اختیار کیا تو تمہارے قاعدہ کی رو سے اسی کو ترجیح ہوئی یا اس کو۔ پھر ہم کہتے ہیں
کہ دیکھو روایت انہی صحابی ابوہریرہؓ سے اسی حدیث میں صحیح مسلم میں بلا احتمال نسخہ ثانی کے یضع
الجزیہ ہے اور اسی طرح ابوداؤد میں ہے اور اسی طرح ترمذی میں ہے۔ بلا نسخہ ثانی یضع الجزیہ
ایسے ہی مستدرک حاکم میں ہے اور مسند احمد میں بھی یہی ہے اور ابن ماجہ میں بھی اسی طرح واقع
ہے اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں بھی یوں ہی ہے اور بہت روایات ہیں کہ جن میں بلا احتمال
دوسرے نسخہ کے یضع الجزیہ وارد ہے۔ پھر ایک نسخہ کو دوسرے پر بلا مرجح ترجیح دینا اور ایک کو اصل
اور دوسرے کو غیر اصل بلا دلیل کہنا خاص کر اس کے خلاف پر اس قدر قرائن تو قائم ہوں اور ایسے شواہد
موجود ہوں جہالت صریح یا تعصب قبیح سے خالی نہیں اور یہ جو کہا کہ ”درصورت نسخہ اوّل کے معنی
نہایت واضح ہے۔“ تو میں کہتا ہوں کہ جس کو نسخہ اوّل کہا وہ یضع الحرب ہے۔ یعنی لڑائی اٹھا دیں
گے۔ یہ دو معانی سے خالی نہیں یا یہ کہ ابتداء ہی سے حرب وقتال کفار کریں ہی نہیں یا یہ کہ ابتداء میں

حرب کریں۔ مگر پھر موقوف ہوجائے اور لڑائی ختم ہے۔

شق اول مسلم نہیں اس واسطے کہ مخالف ہے۔ ان روایات کے جو ابھی مقدمہ میں لکھی گئیں۔ اور تفسیر کلام نبوی ایسی چاہیے کہ مصداق ہو یفسر بعضه بعضا کی اور شق ثانی تمہارے مدعا کے بالکل مخالف ہے کہ جس سے مقصود ہی جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔ یعنی یہ کہنا کہ درصورت نسخہ اول کے مدعا نہایت واضح ہے اس میں گنجائش تاویل کی نہیں بالکل غلط ہے۔ اس میں اور بھی کلام باقی ہے۔ بمقصد اختصار چھوڑ دیا گیا اور یہ جو کہا کہ درصورت نسخہ دوم کے اگرچہ تاویل بعید خلاف مقصود بعض نے کی ہے۔ تو یہ بنا فاسد کی فاسد ہی ہے۔ جب اصل اصل نہ رہا تو تفریع اس پر بے اصل ہے۔ بلکہ مخالف اس کے برعکس کہہ سکتا ہے۔ "کما لا یخفی" اور یہ جو کہا کہ "منسوخ ہونا احکام شریعہ خاتم النبیین کا بھی لازم نہیں آتا ہے۔" تو میں کہتا ہوں کہ اگر نسخ سے یہ غرض ہے کہ نسخ من جانب خاتم النبیین ہی کے ہے تو اس میں کوئی محذور نہیں کہ جس سے بچنا ضرور ہو اور اگر یہ غرض کہ من جانب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہے تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ وہ اس کے ناسخ نہیں۔ بلکہ یہ اسی شریعت کا حکم مقید موقت ایک وقت معین تک ہے۔ یعنی شارع نے کہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اللہ کی طرف سے انہوں نے ایک وقت تک اس حکم پر عمل درآمد کرنے کو فرما دیا۔ اس کے بعد دوسرے پر۔ جب وہ وقت آ گیا اور مدت پوری ہوگئی تو پہلا حکم اٹھ گیا۔ تو دوسرا جاری ہوا تو یہ انہیں کی طرف سے ہوا نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے۔ پس لازم غیر لازم اور مدعا باطل ہوگیا۔ "قال فی الفتح قال النووی ومعنی وضع عیسیٰ الجزیة مع انها مشروعة فی هذه الشریعة أن مشروعیتها مقیدة بنزول عیسیٰ لما دل علیه هذا الخبر ولیس عیسیٰ بناسخ لحکم الجزیة بل نبینا ﷺ هو المبین للنسخ بقوله هذا" اسی طرح اور بھی شروح بخاری و مسلم وغیرہ کتب میں ہے۔ "کما لا یخفی علی واقف الفن" پس اس کلام صاحب رسالہ کی وجوہ سے فاسد ہے۔

قادیانی مؤلف کی غلطیاں

اول: یہ کہ بلا وجہ اور بغیر دلیل ایک نسخہ کو اول اور اصل اور ایک کو غیر اصل ٹھہرا لیا۔ حالانکہ جو غیر اصل ٹھہرایا گیا اس کی ترجیح کی اس قدر وجوہ موجود ہیں کہ کہنے والا اگر اسی کو اصل ٹھہرائے تو بجا ہے۔

دوسری: یہ کہنا کہ درصورت نسخہ اول کے مدعا نہایت واضح ہے کہ جس میں گنجائش

کو ویسی کی نہیں۔ حالانکہ وہ ان کے مدعا کے بالکل خلاف ہے۔

تیسری: یہ کہ اس نے حکم جزیہ کو منسوخ سمجھا۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ چنانچہ اوپر مفصل بیان ہو چکیں۔ علاوہ اس کے اور بھی بہت سی وجہیں فساد اس کلام کی ہیں جو بوجہ قلت کے چھوڑی گئیں۔ واللہ اعلم!

اس عاجز نے جہاں تک ہو سکا اس رسالہ میں علم استدلالی اور طریق اجتہادی سے کام لیا اور علم تقلیدی اور اقوال نا س سے بحث نہیں چھیڑی۔ مگر چونکہ اس جگہ صاحب رسالہ نے اقوال شراح نقل کئے۔ لہٰذا یہ عاجز بھی نقل کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب رسالہ اپنی طرف سے تقلید اور تلبیس کا موقع دیکھتے رہتے ہیں۔ اسی واسطے بغیر وجہ کے نام کتاب کا جس سے لیتے ہیں نہیں لیتے۔ کیونکہ اگر نام لے دیں گے تو ناظرین پر ان کا خیانت کرنا جلدی کھل جائے گا۔ لہٰذا نام کتاب کا نہ لو۔ کوئی کہاں تک ڈھونڈے گا۔ پس کچھ کسی پر نہ کھلے گا اور جو کچھ اس میں کتر بیونت ہوگی کسی پر ظاہر نہ ہوگی۔ اگر یہ بات نہیں تو کیوں نہیں۔ جہاں پر کسی کتاب سے نقل کرتے۔ اس کا نام لے دیتے۔ ان الفاظ کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔ ’’حکما ای حاکما والمعنی انه ینزل حاکما بهذه الشریعة فان هذه الشریعة باقیة لاتنسخ بل یکون عیسیٰ حاکما من حکام هذه الامة ..... والطبرانی من حدیث عبدالله بن مغفل ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقا بمحمد علی ملة قوله فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ای یبطل دین النصرانیة بان یکسر الصلیب حقیقة ویبطل ماتزعمه النصاریٰ من تعظیمه ویستفاد منه تحریم اقتناء الخنزیر وتحریم اکله۔ ویستفاد منه ایضا تغیر المنکرات وکسر آلة الباطل ..... قوله ویضع الحرب فی روایة الکشمیهنی الجزیة والمعنی ان الدین یصیر واحد افلا یبقی احد من اهل الذمة یؤدی الجزیة وقیل معناه ان المال یکثر حتیٰ لا یبقی من یمکن صرف مال الجزیة له فتترک الجزیة استغناء عنها وقال عیاض یحتمل ان یکون المراد بوضع الجزیة تقریرها علی الکفار من غیر محاباة ویکون کثیرة المال بسبب ذلك وتعقبه النووی وقال الصواب ان عیسیٰ لا یقبل الا الاسلام قلت ویؤیده ان عند احمد من وجه آخر عن ابی هریرة وتکون الدعویٰ واحدة قال ابن بطال وانما قبلناها قبل نزول عیسیٰ للحاجة الی المال بخلاف زمن عیسیٰ فانه لا

یحتاج فیه الی المال فان المال فی زمنه یکثر حتی لا یقبله احد ویحتمل ان یقال ان مشروعیة قبولهما من الیهود والنصاری لما فی ایدیهم من شبهة الکتاب وتعلقهم بشرع قدیم بزعمهم فاذا نزل عیسیٰ علیه السلام زالت الشبهة بحصول معاینته فیصیرون کعبدة الاوثان فی انقطاع حجتهم وانکشاف امرهم فتناسب ان یعاملوا معاملتهم فی عدم قبول الجزیة منهم هکذا ذکر بعض مشائخنا احتمالا واللّٰہ اعلم''

اور قسطلانی میں یضع الجزیۃ کی شرح میں لکھا ہے۔ ''یضع الجزیة عن اهل الکتاب لانه لا یقبل الا الاسلام ولیس عیسیٰ بناسخ لحکم الجزیة بل نبینا ﷺ هو المبین للنسخ بهذا فعدم قبولها هو من هذه الشریعة لکنه مقید بنزول عیسیٰ وللاسی ذرعن الحموی والمستملی ویضع الحرب بدل الجزیة''
مختصراً اس کے مثل اور شراح نے بھی لکھا ہے۔ غرض یہ بات ہے کہ کسی کا علف سے خفت تک یا اعتقاد باطل اور ایسا مطلب قاصد نہ تھا۔ بلکہ جو لکھتے ہیں تو ایسے ہی لکھتے ہیں۔ جس سے مطلب اصل صاحب رسالہ کا حاصل نہیں ہوتا۔ چونکہ زیادہ ترعبارات شروح نقل کر کے رسالہ کو طویل کرنا فائدہ مند نہیں۔ یہ عبارت بطور نمونہ کے نقل کر دی۔ اس کے بعد صاحب رسالہ نے اپنے مناظرہ کی کیفیت کو جو کہ جناب عالم جامع المعقول والمنقول وکرم عامل بالسنۃ قامع البدعۃ مولوی محمد سلامت اللہ صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ ہوا تھا۔ لکھا اور کچھ اور بھی اس کے متعلق بیان کیا۔ چونکہ میں پوری کیفیت مناظرہ سے واقف نہیں اور نیز اس میں بحث کر کے رسالہ کو زیادہ طول دینا مناسب نہیں سمجھتا۔ لہٰذا اس سے اعراض کیا البتہ عالم حقانی جناب مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی مدظلہ سے سوال کیا (کہ جس کی روبکاری میں باقرار صاحب رسالہ کے واقع ہوا) کہ اس گفتگو میں حق پر کون تھا اور فتح و براہین سے غلبہ کس کو رہا اور کلمات طعن و تشنیع کس کی طرف سے زائد تھے تو جناب مولوی صاحب موصوف نے جواب میں تحریر فرمایا کہ: ''حق پر مولوی سلامت اللہ صاحب تھے اور فتح و براہین سے غلبہ مولوی سلامت اللہ کو تھا اور کلمات طعن و تشنیع مولوی محمد حسن صاحب کی طرف سے زیادہ تھے۔''

قولہ۔۔ (قول اعزنوی) اور صحیح مسلم کی حدیث ''اذ بعث اللّٰہ المسیح ابن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق'' یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ سارے احادیث کو صریح جو درباره عیسیٰ کے وارد ہیں۔ ان کے لکھنے کی یہاں گنجائش نہیں اور دونوں طالب علم حدیث

ان سے واقف ہے اور اسی طرح مرزا قادیانی دجال سے وہی لوگ مراد لیتے ہیں جو حق سے کانے اور مرزا قادیانی سے منکر ہیں۔

اقول..... (قول مؤلف اعلام الناس) مجھ کو نہیں معلوم کہ مرزا قادیانی اس کا کیا جواب دیویں گے۔ مگر یہ ہیچمدان اس قدر کہتا ہے کہ اس حدیث کی تاویل کا وقت ابھی نہیں آیا ہے کیا ضروری ہے کہ ساری باتیں ایک ہی وقت میں واقع ہو جاویں۔ الیٰ آخر قولہ!

اقول..... بتوفیق اللہ تعالیٰ! واضح رہے کہ یہ حدیث مولوی عبدالحق غزنوی نے ذکر کی یہ ٹکڑا ہے۔ اس حدیث طویل کا جس کو پہلے میں ذکر کر چکا ہوں۔ حاصل مضمون اس کا یہ ہے کہ دجال موعود انہی حالات کے ساتھ جو پہلی حدیث سے ذکر کئے گئے۔ آ کر بہت فساد ڈال چکے گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام بیٹے مریم کو بھیجے گا تو وہ سفید منارہ کے پاس سے اتریں گے۔ جو شرقی جانب دمشق کے ہے۔ سو وہ اس دجال کو قتل کریں گے۔ الیٰ آخرہ تو یہ حالات نزول سے پہلے کے ہیں اور خاص وقت نزول کے ہیں۔ صاحب رسالہ کے اس قول کے کیا معنی کہ اس حدیث کی تاویل کا وقت ابھی نہیں آیا اور مسیح آ گئے۔ یہ عجب بات ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

جب حالات نزول کے قبل کے ہیں کہ اول دجال نکل کر ایسا ایسا شور و فساد پھیلا دے گا اور مؤمنوں کو ایسا ایسا ستائے گا۔ اس کے بعد فلاں فلاں جگہ پر عیسیٰ بن مریم نزول فرماویں گے۔ اس اس کیفیت کے ساتھ تو پھر یہ کہنا کہ وہی عیسیٰ تو آ گئے۔ مگر ابھی ان باتوں کا وقت نہیں آیا۔ بڑی عقل کی بات ہے۔ اگر کوئی ایسی صفت و کیفیت ہوتی کہ کسی ایسے وقت کے ساتھ مقید نہ ہوتی تو یہ بات کہنا بادی النظر میں قرین قیاس بھی ہوتا اور یہاں تو محال ہے۔ دوبارہ اگر مسیح تمہارے آ دیں اور پہلے یہ متحقق ہو جاویں۔ تب یہ بات کہہ سکتے ہو۔ پس ان مثالوں پر جو تم نے بیان کیں۔ بحث کرنے کی کچھ حاجت نہ رہی۔ اس سے ان کو کیا نسبت ہے اور یہ جو کہا یہ تمام مہدی یا عیسیٰ کے وقت میں ہوگا تو وہ کون سے عیسیٰ ہیں اور کون مہدی ہیں۔

قولہ..... اور واضح ہو کہ محل نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مختلف وارد ہوا ہے۔ "قال الحافظ ابن کثیر وقد ورد فی بعض الاحادیث ان عیسیٰ علیہ السلام ینزل بیت المقدس وفی روایۃ بالاردن وفی روایۃ بمعسکر المسلمین فاللہ اعلم" دیکھو حافظ ابن کثیر بسبب تعارض روایات محل نزول کے اس کی تاویل کو حوالہ بعلم الٰہی کرتے ہیں۔ الخ!

اقول ..... صاحب رسالہ نے اس قول ابن کثیر کو مصباح الزجاجہ سے نقل کیا۔ مگر افسوس ہے کہ مطلب کی بات کہ جس میں تعارض حدیث نبوی میں ثابت ہو نقل کر لی اور جس کے بعد صاحب مصباح الزجاجہ نے بھی علامہ سیوطی نے ان روایات میں تطبیق دی۔ اس کو چھوڑ دیا۔ وہ یہ ہے۔ ''قلت حديث نزوله بيت المقدس عند ابن ماجه وهو عندي ارجح ولا ينافي سائر الروايات لان بيت المقدس هو شرقي دمشق وهو عسكر المسلمين اذ ذاك والاردن اسم الكورة كما في الصحاح وبيت المقدس داخل فيه فاتفقت الروايات فان لم يكن في بيت المقدس الان منارة بيضاء فلا بد ان تحدث قبل نزوله'' ایسے ہی علامہ شیخ علی عزیزی نے بھی کہا۔ پھر تعارض کہاں رہا۔ تم کو چاہئے تھا کہ یا تو علامہ جلال الدین سیوطی کی تطبیق بین الاحادیث کو باطل کر کے پھر تعارض کو ثابت کرتے اور اپنے مقصود کو پہنچتے۔ یا اقرار تطبیق اور بیان توافق کرتے۔ یہ بڑی بددیانتی کی بات ہے کہ حدیث نبوی کا تعارض بیان کر کے چھوڑ دیا اور باوجود تطبیق ہونے کے کہ سامنے موجود ہے۔ اس سے منہ موڑ جانا۔ اگر کسی شخص کو تطبیق معلوم نہ ہوئی تو اس سے نفی نفس الامری یا دوسرے کے علم کی لازم نہیں آتی۔ واللہ اعلم!

قولہ ..... ایسی پیشین گوئیوں میں اسلم طریقہ یہی ہے کہ جس قدر علم یقینی کو احادیث آحاد مفید ہوں۔ اس قدر اعتقاد رکھنا چاہئے۔ باقی تفاصیل کا حوالہ بعلم الٰہی رکھنا چاہئے اور اس کی تاویل کا انتظار کرنا چاہئے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے کیا۔

اقول ..... آپ نے اس پر کہاں عمل کیا۔ جس قدر علم یقینی کو احادیث مفید ہوں۔ اس قدر اعتقاد رکھنا کیا معنی۔ اس کے الٹی کئی باطل تاویلیں اور کھلی تحریفیں کیں کہ نصوص شرعیہ کو کلام عقلاء سے ہی نکال رکھا۔ بلکہ مجانین کا کلام کر دیا۔ ''يا ايها الذين امنوا لم تقولون مالا تفعلون كبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون''

قولہ ..... اب یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے اور اکثر علماء کا بھی خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ منارہ سفید دمشق کے اوپر بجسد عنصری آسمان سے اتریں گے۔ یہ خیال کن الفاظ سے پیدا ہوا۔ الخ!

اقول ..... آسمان سے بجسد عنصری اترنا تو بالتفصیل والتحقیق اوپر دلائل واحادیث سے ثابت کر دیا گیا۔ اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ منارہ کے اوپر اترنا اس کا بار ثبوت اس کے مدعی پر ہے۔ واللہ اعلم!

قولہ..... اور "واضعا کفیۃ علی اجنحتہ ملکین" اگر یہاں بے کیفیت اترے ان کے کو تو بڑی مشکل یہ ہے کہ جو شخص اوپر سے نیچے کو کسی چیز کے سہارے سے اترتا ہے۔ وہ اس شان سے نہیں اترتا ہے!

اقول . . . اس میں باقی اور کیفیت کی تو کوئی نہیں کہ جس سے تم یہ کہنے لگے۔ دوسرے کہہ سکتے ہیں کہ جیسے ان کے اور خوارق عادات اور دوسروں سے ممتاز صفات و حالات ہیں۔ بے باپ کے پیدا ہونا مردوں کو زندہ کرنا اور مادر زاد اندھوں کو اچھا کرنا۔ بچپن میں گود کے اندر کلام کرنا۔ غیر مشاہد موجود حالات کی خبر دینا اور بہت سی ہیں۔ ایسے ہی ایک یہ بھی ہے۔ واللہ اعلم!

قولہ.. اور پھر اس حدیث کے کیا معنی ہیں کہ "ان الملائکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم" جس جو معنی اس کے ہیں وہی معنی اس کے بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ تاکہ سب تکلفات سے خلاص ہو۔ چنانچہ لکھا ہے مجمع بحار میں "وقیل ھو بمعنی التواضع تعظیما لحقہ" بلکہ اصل معنی اجنحہ ملائکہ کے وہی معلوم ہوتے ہیں۔ جو خود شرح شفا میں لکھتے ہیں "اجنــــــــــۃ الملائکۃ لیست کما یتوھم من اجنحۃ الطیور ولکنھا صفات ملائکۃ" یہاں پر ملائکہ کے بازوؤں سے صفات اور قوائے ملکیہ مراد ہیں اور قیاس نہ کرنا چاہئے۔ ان کو پرندوں کے بازوؤں پر اس لئے کہ پرندوں کے سوائے دو کے یا تین یا چار سے زائد بازو نہیں ہوتے ہیں۔ چہ جائیکہ چھ سو بازو ہوں۔ ہاں البتہ بموجب مسلک محدثین کے بازو و ملائکہ کے واسطے ثابت کرنا ضروری ہے۔ لیکن ان کی کیفیت کے بیان کرنے سے باز رہنا چاہئے۔

اقول . . . اس حدیث سے اور اس حدیث سے جو مثال میں لائی گئی۔ کیا نسبت ہے اہل علم کے نزدیک اس محاورہ "وضعت یدی علی اجنحۃ" اور اس محاورہ "وضعت اجنحتی لفلان" میں بڑا فرق ہے۔ دوسرے ہم کہتے ہیں۔ کہ اس کی معنی "واضعا کفیہ" کے وہی معنی ہیں۔ جو اس کے ہیں۔ چنانچہ مجمع البحار میں ہے۔ "ان الملائکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم ای تفرشھا لتکون تحت اقدامہ اذا مشی وقیل معناہ بسط الجناح لتحملہ علیھا وتبلغہ حیث یرید" اور دوسری جگہ کہا "الملائکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم لتکون وطأہ اذا مشی" غرض یہ کہ معنی حقیقی مراد ہیں کہ فرشتے اپنی جناح کو طالب علم کے لئے فرش کر کے بچھا دیتے ہیں کہ اس کے پیروں کے نیچے چلتے ہیں۔ پڑے ہیں اور طالب علم ان جناح پر چلتا پھرتا ہے تو ایسے ہی یہاں پر مراد ہے۔ پھر صاحب مجمع البحار نقل کر کے لکھتے ہیں۔ "وقیل بمعنی التواضع تعظیما لحقہ وقیل اراد بوضع الاجنحۃ

نزولهم عند المجالس وترك الطيران وقيل اراد به اظلالهم به " تو دیکھو دونوں جگہ اوّل و ثانی معنی بیان کئے جو اصلی معنی ہیں کہ اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ طالب علم کے روندنے کے لئے کہ اس کا فرش ہو جاوے۔ پھر اس کے بعد قیل کے ساتھ دوسرے معنی بیان کئے۔ مگر صاحب رسالہ کو اس سے کچھ کام نہیں۔ چاہے ضعیف ہو یا باطل۔ پھر چاہے سرقہ کریں چاہے تدلیس۔ مطلب ملنا چاہئے۔ پس جو اس حدیث کے اصلی معنی ہیں۔ وہی اس کے بھی تو خیال کرنا چاہئے کہ خلاصی تکلفات سے اس معنی صریح میں ہے۔ ان تاویلات میں کہ جن میں صاحب رسالہ خلاصی پاتے ہیں اور حق مذہب محدثین کا ہے۔ یہ کہ ہر شے میں تاویلات بار دہ کرنا۔ چنانچہ اس کی تحقیق اپنے موقع پر پوری موجود ہے۔ مگر یہاں تو تکلف کا نام خلاصی اور خلاصی کا نام تکلف اور حق کا نام باطل اور باطل کا نام حق ہے۔ " انشئ یعمی ویصم "

قولہ..... اور "لا یحل لکافر یجد من ریح نفسه الا مات " سے کیا مراد ہے۔ آیا یہ کرامت اور معجزہ حضرت کا ہمیشہ رہے گا کہ جب آپ کا دم اور سانس باہر آوے تو یہ معجزہ ہر شخص میں پایا جاوے۔ اندریں صورت نہ جہاد کی ضرورت رہی اور نہ قتل کرنے دجال کی حاجت ہے اور پھر باوجود اس معجزہ کے محاصرہ کیا جانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور ان کے یاروں کا کوہ طور میں کیونکر ہوگا۔ جو اسی حدیث میں مذکور ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ معنی تو ہرگز مراد نہیں ہیں۔ کوئی دوسرے معنی مراد ہیں۔ وہ بیان کئے جاویں۔ لیکن وہ معنی دوسرے آپ کو مفید اور مرزا قادیانی کو مضر ہوں گے کہ ان کے برکات انفاس سے تمام مخالفین اسلام "قل موتوا بغیظکم " کے مصداق ہو رہے ہیں۔ الیٰ آخر القول!

اقول ..... بطلان شق آخر خود دیدہ دانستہ بیان کیا۔ پھر کس طرح یہ نتیجہ نکال لیا۔ (کہ پس معلوم ہوا کہ یہ معنی تو ہرگز مراد نہیں) کیا مخالف کو اجازۃ اختیار شق ثانی کا نہیں۔ پھر تمہارا نتیجہ کدھر جائے گا۔

دوسرے یہ کہ بلاشبہ ان کی ریح نفس ایسی ہی ہوگی۔ مگر بسبب مصالح تحصیل فضیلت وغیرہ کے قتل دجال و جہاد کریں گے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔ " فاذا رآه عدو الله ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکه لا نذاب حتی یهلك ولکن یقتله الله بیده فیریهم دمه فی حربة " یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب عدو اللہ (کہ دجال ہے) دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا۔ جیسا کہ نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ سو اگر وہ اسے چھوڑ دیں تو بے شک گل کر ہلاک ہو جاوے۔ لیکن وہ اسے قتل کر کے اس کا خون اپنے حربہ میں لگا ہوا لوگوں کو دکھاویں گے۔ اسی طرح امام احمد کی بھی روایت میں اور ایسے ہی ابن ماجہ کی بھی روایت میں ہے۔ چنانچہ ہم سب کے

لکھ چکے ہیں تو معلوم ہوا کہ بے قتل کے بھی دجال اور اس کے ہمراہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سامنا نہیں کر سکتے اور ویسے ہی سامنے آنے سے ہلاک ہو جائے۔ مگر وہ قتل وجہاد کی فضیلت کو نہ چھوڑیں گے۔ رہے یاجوج ماجوج تو کسی کو سوائے ذات باری کے کمال ذاتی نہیں۔ یہ اللہ کا دیا معجزہ تھا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے چاہا دیا جس وقت چاہا لے لیا۔ بلکہ یہ ہونا تو ضروری ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ ''ان حقاً علی اللّٰہ ان لا یرتفع شیٔ من الدنیا الا وضعہ اخرجہ البخاری'' پس اس سے تمہارے گرو مسیح موعود نہیں ہو سکتے جائے کہ جو ایسے عقائد و مسائل کو شائع کرتے ہیں۔ جن سے ابلیس اور اس کے ذریات خوشی مناتے ہیں اور آرام پاتے ہیں۔ بلکہ یہ معنی ایسا باطل دعاوی کا استعمال و ترویج کیا کرتے ہیں۔

پھر واضح رہے کہ موت کے معنی جو حقیقی ہیں۔ ایسے مشہور ہیں کہ بیان و نقل سند کی حاجت نہیں۔ دور جانے کی کیا ضرورت ہے۔ نبی کے گرو۔ (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۲۳۲، خزائن ج۳ ص۲۱۷) میں بیان وفات مسیح میں لکھتے ہیں۔ ''اور موت حقیقی ایک کامل موت ہے۔'' پھر کیا شک باقی رہ گیا اور مجیب اجہار کی جو عبارت نقل کی گئی تو وہ صاف کہہ رہی اور کھلے طور سے بتا رہی ہے کہ معنی متعارف کے علاوہ یہ معانی مجازی ہیں۔ جیسی حدیث ''لا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ الامات'' میں وہی موت حقیقی مراد ہے نہ کوئی دوسرے مجازی معنی۔ کیونکہ حقیقت سے کون صارف ہے کہ مجاز کے تکلفات و تاویلات کو اختیار کیا جاوے۔

دوسرے یہ کہ اور روایتیں صاف صاف بیان کرتی ہیں اور بتصریح بتا رہی ہیں کہ موت سے سوائے معنی متعارف حقیقی کے کوئی دوسرے معنی مجازی مراد نہیں۔ چنانچہ بعض ان روایات سے اس مختصر رسالہ میں بھی کئی جگہ ذکر کئے گئے ہیں اور بہت کتب حدیث میں موجود ہیں۔ جس کو منظور ہو دیکھ لے۔ واللہ اعلم!

قولہ…… بے شک دجال کے حق میں احادیث صحیحہ کثرت سے وارد ہیں۔ مرزا قادیانی ان احادیث صحیحہ کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔

اقول…… احادیث صحیحہ صریحۃ الدلالۃ سے یہ بات ثابت ہے کہ دجال آخر زمانہ میں خروج کرے گا۔ اگر مرزا قادیانی اس کے منکر نہیں تو پھر (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۲۳۲، خزائن ج۳ ص۲۲۰) میں یہ کیسے لکھتے ہیں: ''آخری زمانہ میں دجال معہود کا آنا سراسر غلط ہے۔'' میں تعجب کرتا ہوں کہ انکار کس چیز کا نام ہے۔ دوسرے ہم کہتے ہیں کہ ہم نے مانا کہ مرزا قادیانی ان حدیثوں صحیحہ کے منکر نہیں تو انہیں احادیث صحیحہ میں تو یہ بھی ہے کہ پہلے دجال ان اوصاف و علامات کے ساتھ خروج

کر کے اپنا کام کرے گا۔ اس کے بعد مسیح ابن مریم نزول فرماویں گے۔ (چنانچہ یہ بات ہم اوپر ثابت کر چکے) تو پھر تمہارے مسیح کیوں دجال سے پہلے خروج کر کے مسیحیت کا دم بھرنے لگے۔ یہ عجب بات ہے۔ اب ہم کو معلوم ہو گیا کہ بے شک یہ مثیل مسیح ہیں۔ یہاں پہ مجھ کو یاد آیا کہ ان کے گرو مرزا قادیانی نے اپنی عادت کے موافق صحیح مسلم کی اس حدیث طویل کو جو نواس ابن سمعانؓ سے مروی ہے اور ان کے مسیح موعود ہونے کو جڑ سے اکھیڑ دیتی ہے۔ ضعیف کرنا شروع کیا اور حکمت عملی سے اس کا ضعف لوگوں کے ذہن میں ڈالنے لگے۔ چنانچہ (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۲۲۰، خزائن ج ۳ ص ۲۰۹، ۲۱۰) میں لکھتے ہیں: ''یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے۔ جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسمٰعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے۔''

یہ بات ایسی کہی کہ جس سے ہماری رونق عیسائیاں اور زینت مسیحیہ کی جاتی رہی۔ بھلا یہ کیونکر معلوم ہوا کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف سمجھا۔ اس سے کہتے ہو کہ اپنی صحیح میں نہیں لائے تو ممکن ہے کہ یہ حدیث ان کو نہ پہنچی ہو۔ چنانچہ یہ بات اہل علم واقف فن حدیث پر مخفی نہیں۔ یا ان ضعیف و صحیح سمجھنا کیسا۔ دوسرے کسی صحیح میں نہ داخل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کو ضعیف جانتے ہوں۔ ورنہ ثابت کرو کہ انہوں نے کہا کہ جو احادیث میں نے اس صحیح میں داخل نہیں کیں وہ ضعیف ہیں۔ بلکہ ان سے تو یہ منقول ہے کہ میں نے بہت سی احادیث صحیحہ کو چھوڑ دیا اور اس صحیح میں بسبب خوف طول کے داخل نہیں کیا۔ چنانچہ مقدمہ صحیح بخاری مؤلفہ مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری میں بھی یہ موجود ہے۔ وہ یہ ہے: ''(ای عن الامام محمد بن اسماعیل البخاری) قال ما ادخلت فی کتاب الجامع الا ما صح وترکت کثیراً من الصحاح لحال الطول'' پھر اگر اس اختلاف کی طرف رجوع کیا جاوے جو درمیان امام بخاری اور امام مسلم کے ہے تو اس کی بھی تحقیق ان شاء اللہ ہم کسی موقع پر لکھیں گے۔

اور پھر طرفہ تر یہ کہ چونکہ بیچارے اس فن سے بے بہرہ اور نا آشنا ہیں تو یہ بھی خبر نہیں رکھتے کہ امام بخاری کا نام کیا ہے۔ بسبب نادانی کے رواج وقت پر قیاس کر کے ان کا نام محمد اسمٰعیل رکھ دیا۔ حالانکہ ان کا نام صرف محمد ہے اور اسمٰعیل ان کے باپ کا نام ہے۔ اس میں کاتب کی غلطی کا بھی گمان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسی کتاب میں ص ۲۶۰ سطر ۹ میں لکھتے ہیں: ''دراصل حضرت اسمٰعیل بخاری کا یہی مذہب تھا۔''

اور اسی صفحہ کے سطر ۲ میں لکھا کہ: ''امام محمد اسمٰعیل صاحب جو اپنی صحیح بخاری۔''

اور ص ۳۳ میں لکھا ”نہ محمد اسماعیل صاحب بخاری نے اس بارہ میں اشارہ تک نہیں کیا۔“
اور ص ۱۸۵ میں فرمایا۔ ”یعنی حضرت محمد اسمعٰیل صاحب صحیح بخاری اور حضرت امام مسلم صاحب صحیح مسلم اپنے صحیحوں میں۔“

یہ عبارات اور بھی مختلف بیان ہے اور ان کی لیاقت کی دلیل ہو۔ پھر اسی کتاب میں نہیں۔ بلکہ اپنے پہلے رسائل میں ایسے لکھ چکے ہیں اور عجب ہے کہ کسی چیلے نے ان کو اس سے آگاہ بھی نہیں کیا۔ شاید اس میں بھی کچھ سوچ رکھا ہوگا۔

قولہ... اول تو تعدد دجاجلہ کی نسبت احادیث صحیحہ صریحہ بہت وارد ہیں۔ کسی میں تعداد ان کی تیس اور کسی میں قریباً تیس۔

اقول مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے جو دجال کا ذکر کیا تو یہ وہی دجال ہے۔ جس کے بارہ میں حدیث میں الدجال کا لفظ وارد ہے۔ جس کے بارہ میں تمہارے مسیح اچھی طرح سے سمجھتے ہیں کہ جہاں کہیں بخاری مسلم میں الدجال کا لفظ وارد ہے۔ اس سے دجال معہود ہی مراد ہے۔ کوئی دوسرا دجال مراد نہیں۔ پھر تمہارا اس کے مقابلہ میں ان دجاجلہ کو ذکر کرنا بڑی خوش فہمی اور اپنے مسیح کی مذہب دانی کی دلیل ہے۔ یکن یا دو دنیا۔ سب بھول گئے۔ ”حفظت شيئا وغابت عنك اشياء۔“ دوسرے ہم کو ان دجاجلہ کی بحث سے کچھ غرض نہیں۔ ہم کو تو دجال اکبر کی بحث مقصود ہے۔ جو قبل نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خروج کر کے فساد مچائے گا۔ وہ دجال کیا یہ تمہارے مسیح نے کیوں پہلے سے خروج کر دیا۔

قولہ... آگے رہا دجال اکبر سو اس کے بارہ میں خروج صحیح مسلم وغیرہ میں اس قدر اختلاف ہے کہ تطبیق و توفیق نہایت دشوار ہے۔ اب آپ کہیں کہ ان روایات مختلفہ کے آپ کیا کر تو فیق و تطبیق کریں گے۔ اگر قاعدہ ”اذا تعارضا تساقطا“ کا مد نظر رہے گا۔ تو اہمال ترک احادیث کثیرہ کا لازم آوے گا اور اگر کوئی وجہ جامع ایسی پیدا کی جاوے گی جو سب پر عامل ہو جاوے اور اہمال لازم نہ آوے تو وہی مسلک مرزا قادیانی کا اختیار کرنا پڑے گا۔ الیٰ آخر القول!

اقول..... تطبیق و توفیق اللہ کے فضل سے کچھ بھی مشکل نہیں۔ دیکھو شراح حدیث نے کیسی خوبی کے ساتھ تطبیق و توفیق دے دی ہے اور آپ نے خود بھی شیخ عبدالحق مترجم مشکوٰۃ سے نقل کر دی تو پھر کیسی جمع و نقل آتے اور تمہارے پیر جی کا مسلک کدھر گیا۔ اس سے تو ان کا مسلک باطل ہوا اور ثابت۔ پھر اختیار کرنا کیسا۔ فافہم واتعظ!

قولہ..... "اى قول الغزنوى "یعنی دونوں آنکھوں کے درمیان "ک ف ر" یعنی کفر لکھا ہوا ہوگا۔

اقول..... "اى قول المرزائى " اس باب میں بھی احادیث مختلف ہیں۔ بعض میں تو وہی ہے جو گزرا اور بعض میں ان سب روایتوں کی تطبیق کی وجہ یہی ہے کہ اس کی پیشانی تقدیر میں کفر ازلی لکھا ہوگا۔ جو دور نہ ہو سکے گا۔ جس کو مؤمن اپنی فراست صادقہ سے پہچانے گا۔ الیٰ آخر القول!

اقول..... نص شرعی یعنی احادیث کو ظاہر معنی سے کیوں پھیرا جاتا ہے۔ کیا اس کو تحریف نہیں کہتے اور اس بات کا تو صاحب رسالہ نے خود بھی آگے چل کر اقرار کیا کہ یہ معنی جو صفات دجال میں لکھے گئے حقیقی نہیں تو پھر بلا وجہ یہ مجازات کیوں اختیار کئے جاتے ہیں۔ میں الفاظ روایات کو نقل کرتا ہوں۔ جن سے منصف پر خوب واضح ہو جائے گا کہ یہ معنی کرنا صاحب رسالہ کا بالکل غیر صحیح ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔"وان بين عينيه مكتوب كافر"

اور صحیح مسلم میں اس طرح ہے۔"الدجال مكتوب بين عينيه ك ف ر اى كافر "اور ایک روایت میں یوں ہے۔"مكتوب بين عينيه كافر ثم تهجاها ك ف ر يقرأه كل مسلم "اور ترمذی کی روایت میں ہے:"يقرأه كل من كره عمله "اور احمد کی روایت میں ہے:"يقرأه الامى والكاتب"

اور ابن ماجہ کی روایت میں اس طرح ہے۔"يقرأه كل مؤمن كاتب وغير كاتب "اور احمد کی دوسری روایت میں ہے۔"مكتوب بين عينيه كافر مهجاة "غور کا مقام ہے کہ ان الفاظ روایت سے وہ معنی مفہوم ہوتے ہیں۔ جو صاحب رسالہ نے لکھے یا کتابت ورقہ کا حقیقی امام نووی نے یہ کہا۔"الصحيح الذى عليه المحققون ان هذه الكتابة على ظاهرها وانها كتابة حقيقة جعلها الله علامة من جملة العلامات القاطعة بكذب الدجال فيظهر المؤمن عليها ويخفيها على من اراد شقاوته"

اور علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں۔"وقوله يقرأه كل مؤمن كاتب وغير كاتب اخبار بالحقيقة وذلك ان الادراك فى البصر يخلقه الله للعبد كيف شاء ومتى شاء فهذا يراه المؤمن بعين بصره وان كان لا يعرف الكتابة ولا يراه الكافر ولو كان يعرف الكتابة لان ذلك الزمان تنخرق فيه العادات فى ذلك"

اور لکھتے ہیں۔"ولا يلزم من قوله يقرأه كل مؤمن كاتب وغير كاتب ان

لا تكون الكتابة حقيقة" اور یہ جو اشعار دیئے گئے ہیں۔ قرآن مجید میں ذو مثل لکھی ہوا فرق ہے۔ عاقل پر مخفی نہیں۔ تفصیل بخوف طوالت چھوڑی گئی۔

قولہ... "الی الغزنوی" اس کے ساتھ دوزخ اور بہشت ہوگی۔

اقول ... (البخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ) میں تو یوں لکھا ہے۔ "فیجئ معہ بتماثل الجنۃ والنار"

اور دوسرے نسخہ میں "بمثال الجنۃ والنار" اگر یہاں روایات کو روایات بخاری پر محمول کرتے ہو تو فیہما آپ کو کچھ مفید نہیں اور مرزا قادیانی کو کچھ مضر نہیں اور اگر صحیح بخاری کی روایت کو تسلیم نہیں کرتے تو ان روایات مختلف میں وجہ ترجیح کیا ہوگی۔ بہ تو جیہ کسی روایت میں تو ہے کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی اور کسی روایت میں ہے۔ "یجئ معہ بمثل الجنۃ والنار"

اقول... جو شخص نعوذ باللہ تعالیٰ تعجب ہے کہ تمثال کی صورت میں مرزا قادیانی کے کیوں نہیں معتبر ہے۔ یہ تو حال ہے اس دجال کا جو عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے خروج کرے گا۔ اگر ہم نے فرض کیا کہ تمثال کی جنت و نار کی مراد ہے تو وہ کون ہے جو مثال جنت و نار کی لے کر پھرا۔ جس کے قتل کرنے کو تمہارے یہ مسیح آئے ہیں۔ اب جب تحقیق و ترجیح ہو۔ تو قول جو شخص اللہ تعالیٰ دجال کے ساتھ جنت و نار بذات خود ہوں گے۔ کوئی ان کی خیالی صورت یا محض مثالی حالت مراد نہیں۔ چنانچہ تصریحات نبویہ بصراحت اس کو بتاتی ہیں۔

دیکھو صحیح مسلم میں ہے۔ "معہ جنتہ ونارہ فنارہ جنۃ وجنتہ نار"

اور صحیح بخاری کے باب ما ذکر عن بنی اسرائیل میں ہے۔ "ان مع الدجال اذا خرج ماء ونار افاما التی یری الناس انہا النار فماء بارد واما التی یری الناس انہ ماء بارد فنار تحرق فمن ادرک منکم فلیقع فی الذی یری انہا نار فانہ عذب بارد"

اور صحیح بخاری کی کتاب الفتن میں ہے۔ "ان معہ ماء ونارا فنارہ ماء بارد وماءہ نار" اور احمد اور طبرانی کی روایت میں اس طرح وارد ہے۔ "معہ وادیان احدہما جنۃ والآخر نار فنارہ جنۃ وجنتہ نار" اور ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے۔ "وان من فتنۃ ان معہ جنۃ ونارا فنارہ جنۃ وجنتہ نار فمن ابتلی بنارہ فلیستغث باللہ ولیقرا فواتح الکہف فتکون علیہ بردا وسلاما کما کانت النار علی ابراہیم"

ان روایت سے یہ بات نکل گئی کہ دجال کے ساتھ واقعی جنت و نار ہوگی اور یہ جو کہ بخاری کی کتاب الانبیاء میں ہے۔ ''وانه يجئ معه بمثال الجنة والنار فالتي يقول انها الجنة هي النار'' تو یہ اس وجہ سے فرمایا کہ یہ جنت و نار کہ دجال کے ساتھ ہوگی یہ وہ جنت و نار جو موعود مومنین وکافرین کے گئے ہے۔ وہی خاص نہ ہوگی۔ بلکہ یہ اس معہود کی ایک مثال ہوگی۔ اسی واسطے جہاں پر مثال کے لفظ سے فرمایا تو جنت و نار کو الف لام عہدی کے ساتھ فرمایا اور جہاں پر بغیر لفظ مثال کے وارد ہوا تو بغیر الف ولام کے ہے۔ بلکہ اس میں بعض جگہ اس کی طرف نسبت بھی کی جنة ونار ہ کر کے فرمایا کہ یہ جنت و نار کہ اس کے ساتھ ہوں گے۔ یا آن کے ہیں یہ وہ موعود نہیں ماحصل سب روایات کا یہ ہوا کہ اس کے ساتھ جنت و نار ہوں گی۔ کہ مثل ہوگی۔ اس جنت و نار موعود کے نزدیکی خاص ہا تفقیق الروایات۔

دوسری وجہ لفظ تمثال یا مثال فرمانے کی یہ ہے کہ جو نار بے صورت میں وہ جنت کے ہوگی اور جو جنت ہے تو وہ صورت میں نار کے ہوگی۔ تو جو نار ہوگی وہ واقع میں نار نہ ہوگی۔ بلکہ ایک مثالی صورت نار کی ہوگی۔ ایسے ہی جو جنت نظر آوے گی۔ وہ واقع میں نار ہوگی۔ بلکہ ایک مثالی صورت جنت کی ہوگی۔ اس وجہ سے اس کو مثال الجنة والنار فرمادیا نہ یہ کہ واقع میں جنت و نار اس کے ساتھ نہ ہوگی۔ دلیل اس پر یہ ہے کہ اسی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''فالتي يقول انها الجنة هي النار'' تو دیکھو اس کو قطعی طور پر آپ نے نار فرمایا۔ نہ یہ کہ مثال اسی طرح عکس کو خیال کرو۔ دوسری دلیل اس پر یہ ہے کہ دوسرے احادیث صحیحہ میں بکثرت اس کو نار و جنت فرمایا۔ پھر اس میں بغیر اس معنی کے لئے لازم آوے گا۔ اہمال بہت احادیث کا۔ تیسرے مسلم کی روایت میں صاف ہے۔ ''قال الله رسول ﷺ لانا اعلم بما مع الدجال منه معه نهران يجريان احدهما رأي العين ماء ابيض والآخر رأي العين نار تاجج'' آن کے سوا اور بھی الفاظ روایت آئے ہیں تو معلوم ہو گیا کہ ان احادیث کے اصل معنی یہی ہیں کہ اس کے ساتھ واقعی نار و جنت ہوگی نہ کوئی عکس تصویر یا مثالی حالت اصح الکتب بعد کتاب اللہ کی میں متعدد جگہ خود نار وجنت کے لفظ موجود ہیں۔ پھر کیونکر اس کی تغلیط کرتے۔

تو بہ...... اور پھر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس میں کیا استحالہ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے کہ اپنے وقت پر ایسی ہی دجال پیدا ہو جاوے۔ جس میں یہ سارے صفات بطور حقیقت کے بھی پائی جائیں۔

اقول...... بڑی جائے تعجب ہے۔ یہ حال تو اس دجال کا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے نکلے گا اور تمہارے مسیح پہلے ہی نکل پڑے۔ پھر اب اس کے کیا معنی کہ اپنے وقت پر ایسا دجال پیدا ہو جاوے۔ یہ وقت جو گزر گیا اب پھر عود کرے گا۔ آپ کے مسیح کے لئے سبحان اللہ کیا کہنے۔ تمہارے مسیح یہاں پر چوک گئے۔ اگر کسی فریب سے پہلے آپ گم ہو کر دجال کا کام لے لیتے پھر آپ بھی تشریف لے آتے تو شاید کچھ بات بنانے کو جگہ مل جاتی۔ مگر حق تو پھر بھی نہیں چھپتا۔

تنبیہ

اس قول صاحب رسالہ میں اعتراف ہے اس بات کا کہ یہ معانی جو صفات دجال میں کئے یہ مجازی تاویلات تھیں۔ نہ حقیقی معانی۔ تو میں کہتا ہوں کیا وجہ ہے کہ معنی حقیقی چھوڑ کر معنی مجازی لئے گئے۔ کیا اس کو تحریف نہیں کہتے۔ کیا تمہارے ہی جی نے صرف نصوص ظاہرہ سے منع نہیں کیا۔ دیکھو ازالہ اوہام کو یہ کلمۂ حق انہیں پر حجت تمام کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ سے نکلوا دیا۔

قولہ... اور مرزا قادیانی نے جو معنی دجال کے لکھے ہیں۔ اس کے مصداق وہی ہیں جو زمانہ حال میں پیچ دجل رکھتے ہیں اور ان کی کثرت احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے۔ کما مر!

اقول... ان دجاجلہ کی بحث سے کیا غرض ہے وہ دجال کیا ہوا جس کو تم نے مرد تیر مارنے آئے ہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ اگر دجال کو مارنے کو آئے ہوں تو بتائیں جو اس کا راستہ صاف کرنے کو آئے وہ کیا بتائے۔ البتہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پائیں تو ان کے ساتھ جو کچھ کریں۔ کیونکہ وہ ان کے مقصد اصلی اور مراد دلی حلیہ میں خلل انداز ٹھہریں گے اور زبانی تو اب بھی نہ چھوڑا اور اس زمانہ کے دجل پیشوں کو ان دجاجلہ کا جو حدیث میں وارد ہیں۔ مصداق بنانا نادانی کی بات معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جب مسیح آ گئے اور دجال مسیح سے پہلے خروج کرے گا اور یہ دجال اخیر ہوگا۔ ان سب دجاجلہ کا پھر اب بموجب تمہارے عقیدہ کے کہاں ان دجاجلہ کا وقت رہا۔ کیونکہ وہ دجاجلہ تو دجال اکبر سے پہلے ہوں گے۔ چنانچہ حدیث میں ہے "ولا تقوم الساعة حتی یخرج ثلاثون کذابا آخرهم الاعور الدجال اخرجه احمد والطبری واصله عند الترمذی وصححه کما فی الفتح "یعنی قیامت سے پہلے تیس دجال جھوٹے نکلیں گے۔ ان کے اخیر میں وہ دجال اعور نکلے گا۔ پس جب کہ بموجب عقیدہ صاحب رسالہ کے اس دجال اعور کا بھی زمانہ ہو گیا تو اب ان دجاجلہ کا اس وقت میں ہونا اور اس وقت کے دجل پیشوں کو ان دجاجلہ کا مصداق بنانے کے کیا معنی۔ واللہ اعلم!

قولہ۔۔ "قول القزنوی" اور زمین پر چالیس دن ٹھہرے گا۔ پہلا دن ایک برس کے برابر ہوگا
اور دوسرا دن ایک مہینے کے برابر اور تیسرا ہفتے کے برابر اور باقی ایام مثل ان دنوں کے ہوں گے۔

اقول (قول مؤلف الاعلام) اس باب میں بھی احادیث مختلف ہیں۔ بعض میں تو وہ
ہے جو گزرا اور دوسری روایت جو روایت صحیح مسلم ہی ہے "یخرج الدجال فی امتی فیمکث
اربعین لا ادری اربعین یوما او اربعین شهرا و اربعین عاما" اور تیسری روایت
شرح السنۃ کی جو مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے "عن اسماء بنت یزید بن السکن الخ"
شراح حدیث نے تطبیق اس کی یوں لکھی ہے کہ مراد اول سے ٹھہرنا اس کا ہے۔ سو تھوڑا فتنہ اور شغل اور
فساد والے کے اور اس سے مطلق ٹھہرنا باعتبار شدت کے ایک دن ماننا ایک برس کے دراز معلوم
ہوگا اور باعتبار جلدی گزر جانے کے کم ہوگا۔ حتیٰ کہ ایک دن ماننا ایک ساعت کے ہوگا۔ مگر آپ
ان روایات میں کیونکر تطبیق کر سکتے ہیں۔

اقول۔۔ معنی حدیث کے وہی ہیں جو لفظ حدیث کہتے ہیں کہ بڑے ہونا دنوں کا مراد ہے نہ کوئی
استعارہ اور مجاز چنانچہ عبارت حدیث کے بتاتے ہیں۔ اس کا مؤید ہے جو سنن ابن ماجہ میں ہے
کہ جب رسول اللہ ﷺ نے دجال کے وقت کے ایام کا چھوٹا ہونا بیان فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا۔
"یا رسول اللہ کیف نصلی فی تلك الایام القصار قال تقدرون فیها الصلوٰة
كما تقدرون فی هذه الایام الطوال" تو دیکھو نبی صاحب نے ایام قصار کی نماز کا پوچھنے
پر انکار نہ فرمایا کہ یہ مطلب نہیں کہ مقدار دن کی چھوٹی بڑی ہو جاوے گی۔ تم کیوں نماز کا پوچھتے
ہو۔ بلکہ ارشاد فرمایا کہ جیسا ان بڑے دنوں میں حساب کرنا پڑے گا۔ ایسے ہی ان چھوٹے دنوں
میں اس سے اظہر من الشمس ظاہر ہوگیا کہ اس میں کوئی دوسرے معنی دنوں کے بڑھنے گھٹنے کی مراد
نہیں۔ پھر دیکھو سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایام قصار کے باب میں فرمایا۔
"وآخر ایامه كالشررة یصبح احدکم علی باب المدینة فلا یبلغ بابها الآخر
حتی یمسی" اس سے کالشمس فی نصف النہار کھل گیا کہ طول وقصر سے مراد اسی مقدار کے
بڑھنے کے کوئی دوسرے معنی مراد نہیں۔ کما لا یخفی۔ اب تطبیق روایات کی سنو کہ مسلم کی حدیث
جس میں عدم علم تعیین ہے۔ وہ معارض اس حدیث کی نہیں جس میں تعیین ایام کی مروی نہیں ہو سکتی کیونکہ
غیر عدم علم کے معارض نہیں۔ علم عدم علم پر حجت ہے کہ ہو نظاہر رہی حدیث شرح السنۃ کی تو پہلے
مقابلہ اس کا حدیث مسلم کے ساتھ اور تساوی ثابت کرتے کہ تعارض متحقق ہوتا۔ پھر تطبیق پوچھتے
جب اس کو حدیث مسلم کے ساتھ مساوات و مقابلہ ہی نہیں۔ پھر تطبیق کی کیا ضرورت ہے۔

دوسرے یہ دجال کے وقت میں جیسا اور خوارق ہوں گے ایسے ہی یہ بھی ہوگا کہ پہلی دن طویل ہو جاویں گے اور بھی تیسرا اور بھی مثل ان ایام کے۔ چنانچہ روایت ابن ماجہ کی بتصریح اس کو بتاتی ہے۔" تقدرون فیہا الصلوٰۃ کما تقدرون فی ہذہ الایام الطوال " یعنی جیسا ایام طوال میں اندازہ کرنا پڑے گا ایسے ہی ایام قصار میں بھی کرنا ہوگا تو معلوم ہوا کہ اس کے وقت میں یہ دونوں قسم کے دن ہوں گے۔ پس کچھ تعارض نہ رہا۔ واللہ اعلم!

قولہ..... بہرحال جواب مخبر صادق ﷺ کا در جواب سوال صحابہ کرام کے "اتکفینا فیہ صلوٰۃ یوم قال لا اقدروا لہ قدرہ " کیسا مطابق واقع ہوا۔ یعنی جب صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ جب ایک دن برابر ایک برس کے ہوگا تو اس میں نماز ایک دن کی کافی نہ ہوگی۔ تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "لا" یعنی یہ بات نہیں کہ تم سمجھے ہو کہ دن کی مقدار بڑھ جاوے گی۔ الخ!

اقول..... یہاں پر تو اپنے پیر جی سے بھی بڑھ گئے۔ دیکھو عبارت یہاں پر سیدھے طور پر ترجمہ کر گئے۔ دیکھو (ازالہ اوہام ص۱۸۸، خزائن ج۳ ص۲۰۶) میں۔ "ہم نے عرض کیا کہ ان لمبے دنوں میں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ نماز کے وقتوں کی مقدار پر اندازہ کر لینا۔"

پھر لکھتے ہیں کہ: "آنحضرت ﷺ نے بلحاظ وسعت قدرت الٰہی کے مثل امر کو مطابق سوال سائل کے ظاہر پر محمول کر کے جواب دیا۔" میں کہتا ہوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا اگر یہی مطلب ہوتا کہ مقدار دن کی بھی رہے گی تو پھر یہ کیوں فرماتے۔ "اقدروا لہ قدرہ " پھر کیا حاجت قدر کی رہ گئی۔"

اور دوسرے دیکھو ابن ماجہ کی روایت میں ہے۔" قلنا یا رسول اللہ فذالک الیوم الذی کسنۃ تکفینا فیہ صلوٰۃ یوم قال فاقدروا لہ قدرہ " اب یہاں تمہارا مطلب کدھر جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب!

قولہ..... ای قول الغزنوی: دو دشمن پر ایسا تیز چلے گا جیسا بادل کہ جس کے پیچھے ہوا ہو یعنی پوری احادیث کے بیان کے واسطے بڑا اختر چاہئے۔ اقول (المرزائی) اس میں آپ کو کیا مصیبت ہے۔ ریل کا ذکر موجود ہو گیا ہے۔ الخ! تھوڑے عرصہ میں تمام دنیا میں پھیل جاوے گی۔

اقول..... یہ عجب جواب ہے یہ کیفیت تو اس دجال کی ہے جو نزول عیسیٰ علیہ السلام سے خروج کرے گا تو اب ریل کا ہونا یا آئندہ کو ہونا آپ کے کیا مفید ہے۔ ماننا ہی اب ماننا پڑے گا ریل

دجال کے واسطے راحلہ ہو جاوے۔ جب خروج کرے پھر عیسیٰ علیہ السلام نزول فرماویں۔ مگر تمہارے مسیح تو دجال سے پہلے ہی ریل پر سوار ہونے لگے۔ نعوذ باللہ!

"وزین لهم الشیطان اعمالهم فصدهم عن السبیل فهم لا یهتدون"

قولہ...... افسوس ہے کہ پہلے قرنوں میں جو پیشین گوئی حضرت کی واقع ہوئی تھی۔ سلف صالح اس واقع کو اس کا مصداق قرار دیتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ فرماتی ہیں۔ "لیکون منه الشیٔ قد نسیته فاراه فانکره کما یذکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا رآه عرفه متفق علیه" اب یہ حال ہے کہ جو پیشین گوئی مخبر صادق کی ہو بہو واقع ہو جاتی ہے اور کوئی شخص مؤید من اللہ اس کے تصدیق کے در پے ہوتا ہے تو علماء زمن اس کی تکذیب کرتے رہتے ہیں۔ "یا حسرة علی العباد ما یاتیهم من رسول الا کانوا به یستهزؤن"

اقول...... افسوس صد افسوس ہے کہ پہلے قرنوں میں جب کوئی واقعہ پیشین گوئی کے موافق ظہور میں آتا تھا تو سلف صالح اس پیشین گوئی کا مصداق سمجھ لیتے تھے اور جب تک وہ واقعہ فرمان نبوی کے ہو بہو واقع نہ ہو ہرگز اس کو مصداق بنانے کے لئے فرمان نبوی میں تحریف باطل اور تاویل بیجا سے کام نہ لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت حذیفہؓ کا قول اسی پر دال ہے کہ جیسے کوئی کسی آدمی پہچانے ہوئے کو خیال سے اترنے کے بعد دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے۔ بسبب پوری موافقت کے کہ اس آدمی کی اسی صورت حاصلہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ ایسے ہی فرمان نبوی سے کہ ایک صورت وکیفیت مفہوم ہوتی تھی۔ اس کے موافق جب کوئی واقعہ دیکھتے تھے تو جان لیتے تھے کہ یہ وہی ہے جو ہمارے نبی صاحب نے فرمایا۔ مگر اس وقت میں یہ حال ہے کہ اگر کوئی دجل پیشہ تلبیس شعار واسطے تکمیل باطل اور غفلت اندازی کے ہدایت نبوی میں ان کے تصریحات میں تاویل فاسد و تحریف کرنے لگتا ہے تو اس کے بھی لوگ پیرو ہونے لگتے ہیں۔ بلکہ اس کی تائید میں دل وجان سے حاضر ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ تو نصوص نبویہ کے ساتھ استہزاء ہے۔ "یا حسرة علی العباد ما یاتیهم من رسول الا کانوا به یستهزؤن" اس غفور رحیم کے سامنے توبہ کرو۔ کہیں قیامت کے دن یہ کہنا نہ پڑے۔ "یا ویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی وکان الشیطان للانسان خذولا"

قولہ...... ادھر تو علماء نے مذہب ظاہر پرستی اختیار کر لیا ہے اور ادھر محققین اسلام نے اپنی

اپنی عقل ناقص کی پرستش، نہ کسی مذہب کے پابند ہیں نہ کسی کتاب کے پیرو، مخالفین تو ان کی پیشین گوئیوں کو کیوں تسلیم کرنے لگے۔ لیکن موافقین بھی نہ مانیں گے۔ جب تک کہ ایسا گدھا متحقق نہ پیدا ہو۔

اقول..... اگر ظاہر پرستی کے معنی سوائے اتباع ظاہر قرآن وحدیث کے کوئی اور مراد رکھتے ہیں تو یہ تمہارا افتراء ہے ظاہر پر "والذین یؤذون المؤمنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتاناً واثماً مبینا" اور اگر ظاہر پرستی سے یہی مراد ہے کہ جو قرآن وحدیث کی نص ظاہر مقتضی ہوتی ہے۔ اس پر عمل وعقیدہ رکھتے ہیں تو بے شک یہ ہمارا عین ایمان اور اسلام کی یہی بات ہے اور جو اس پر طعن کرے اور اس سے منکر ہو وہ خارج عن ربقۃ الاسلام ہے۔ یہ بھی ایک آسمانی نشان ہے کہ تمہاری یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ جو باتیں عین ایمان تھیں۔ ان پر طعن کرنے لگے اور جس پر اسلام کی بنا ہے اس کو برائی سے یاد کرنے لگے۔ تصریحات شرعیہ پر اعتقاد رکھنے کو بیوقوفی ٹھہرایا۔ کیا جو مخالفین اسلام کی صفت بیان کرتے ہو اس کو آپ نے اور آپ کے ہم خیالوں نے اب اختیار نہیں کر لیا۔ کیا اپنی عقل ناقص سے آپ وحی کی بات کو نہیں رد کرنے لگے۔ کیا قرآن وحدیث کی تفصیلی باتوں کو محض عقلیات سے مردود نہیں ٹھہراتے کہ وہ عقلیات بھی خلاف عقل ہیں۔ ان کا عقلیات سے نام رکھنا ٹھیک نہیں۔ بلکہ ان کا نام تو ہوائے شیطانی مناسب ہے کیا تمہارے ہی جب مناظرہ میں کسی قاعدہ ادبی یا اصولی سے قائل کئے جاتے ہیں تو یہی نہیں کہہ دیتے کہ ہم اس کو نہیں مانتے۔ کیا یہ قاعدے کچھ گھر کی گھڑنت ہیں۔ پھر نہ کسی مذہب کے پابند نہ کسی کتاب کے پیرو ہوئے کہ نہیں یہ باتیں جو میں نے لکھیں کچھ جھوٹ نہیں۔ اگر کوئی صاحب اس کا ثبوت مانگیں تو میں انشاء اللہ بحوالہ صفحہ وسطر ان لوگوں کی تحریرات سے دے سکتا ہوں۔

قولہ..... بے شک اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے۔ "آمنا باللہ انہ علی کل شیئ قدیر"

اقول..... تو پھر کیوں تاویلات باردہ وتوجیہات فاسدہ سے نصوص شرعیہ بگاڑتے ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کو سچا کرے گا۔

قولہ..... مگر گذارش یہ ہے کہ ایسے کھلے کھلے نشان جب کسی نبی صادق کو بھی نہیں دیئے گئے تو دجال کو جو رسالت کا دعویٰ کاذب کرے گا کیونکر دیئے جائیں گے اور اگر دیئے جاویں تو نعوذ باللہ اس کا کرشمہ حضرت سے بھی بڑھ گیا اور تخت سلیمان بھی اس کے دیو کا بچہ رہا۔ نعوذ باللہ من ذالک!

حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا مقبول ہو چکی ہے۔ "وھب لی ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی ذیھا الناس" یہ استعارات ہیں جیسے کہ شواہد میں مذکور ہو چکے۔

اقول۔۔۔ واضح رہے کہ بعض خوارج اور معتزلہ اور جہمیہ نے دجال کے وجود کا انکار کیا اور بعض ان میں وجود دجال کے قائل ہوئے تو کہنے لگے کہ یہ اوصاف اس کے جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں یہ خیالی یا وہمی ہیں۔ حقیقتاً مراد نہیں اور وجہ اس کی یہ بیان کی کہ اگر یہ خوارق واقع میں ہوں تو پھر انبیاء کے معجزات پر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہے اور نبوۃ حقہ اور دعویٰ نبوۃ باطلہ میں تمیز کیسی ہوگی تو وہی اعتراض صاحب رسالہ بھی لائے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی حکمت سے عنوان بدل کر ظاہر کیا جواب اس کا یہ ہے کہ اگر یہ غرض ہے کہ بغیر دعوائے نبوت کے بھی خوارق عادات ممتنع ہیں تو یہ دعویٰ باطل ہے اور بداہت یہ مقولہ فاسد ہے۔ کیونکہ دیکھو اہل سحر و لے کیا کچھ کر دکھاتے ہیں اور کیسی کیسی خبریں ایک لمحہ میں دور دور کی بتا دیتے ہیں۔ یہ نظر بند نہیں۔ نظر بند دوسرے ہوتے ہیں اور جادوگر اور ایسے ہی کفار جو ریاضت کرتے ہیں کیسے کیسے خوارق دکھاتے ہیں کہ معجزات انبیاء سے کم نظر نہیں آتے۔ مگر یہاں دعویٰ نبوت نہیں۔ اس لئے کچھ التباس اور باعث حرج نہیں اور اگر یہ غرض ہے کہ حالت دعوئ نبوت کاذبہ میں یہ خوارق ممتنع ہیں تو آپ کو اس کا ثبوت دینا چاہئے کہ دجال سے یہ خوارق حالت دعوئ نبوت میں سرزد ہوں گے۔ تب یہ مدعا ثابت ہوگا۔ المدعی مطالب بالبرہان۔ ہر چند بعض روایت سے کہ جو متکلم فیہا بھی ہیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلے دعوئ نبوت بھی کرے گا پھر الوہیت مگر یہ کہیں میں نہیں پایا گیا کہ یہ خوارق دعوئ نبوت میں سرزد ہوں گے۔ علاوہ صحاح احادیث سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔ "انہ اعور وان اللہ لیس باعور" اور بخاری کی ایک روایت میں ہے۔ "الا انہ اعور وان ربکم لیس باعور وان بین عینیہ مکتوب کافر" اور بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے۔ "ان اللہ لا یخفیٰ علیکم ان اللہ تعالیٰ لیس باعور وان المسیح الدجال اعور عین الیمنیٰ" اور ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ "فان البس علیکم فاعلموا ان ربکم لیس باعور" غرض یہ کہ فرما دیا کہ اس کے خوارق دیکھ کر دھوکا پڑے تو طریقہ تمیز کا یہ ہے کہ وہ تو آنکھ کا عیب دار ہوگا اور اللہ تعالیٰ عیب سے پاک ہے اس سے معلوم ہوا کہ الوہیت کے دعوے میں خوارق دکھائے گا۔ جس کے واسطے ہمارے نبی صاحب نے تصریح فرما دی کہ اس کے خوارق پر تہ جانا ایک یہ ظاہری عیب اس کی الوہیت کو مانع ہے۔ اگر دعوئ نبوت میں دکھاتا کہ موجب التباس

ہو تو نبی الرحمۃ اس کا بھی جواب تعلیم فرما دیتے۔ اسی جواب پر اقتصار سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ خوارق اس کے دعوی الوہیت میں ظاہر ہوں گے نہ دعوی نبوت میں۔ "کما لا یخفی علی من له فهم سليم" اگر اس سے زیادہ تفصیل چاہو تو مسلم کی حدیث طویل جو بروایت ابوسعید خدریؓ کے ہے۔ جس میں دجال کے لوگ ایک شخص سے کہیں گے کہ تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتا اور دجال اسی مسلمان کو چیرے گا۔ دیکھو ابن ماجہ میں ہے۔ "وان من فتنته ان یقول للاعرابي ارايت ان بعثت لك اباك وامك اتشهد اني ربك" حاصل یہ کہ یہ روایات قرینہ ہیں۔ اس بات پر کہ یہ خوارق دعوی الوہیت میں دکھائے گا نہ دعوی نبوت میں اور جس کو اس کا دعوی ہو کہ دعوی نبوت میں دکھائے گا تو اس پر اس کا بار ثبوت ہے اور دعوی الوہیت میں یہ خوارق کچھ مضر اور موجب التباس نہیں۔ کیونکہ جب بچے تک ایسے ظاہر عیوب و نقصان ہیں تو چاہے کتنے خوارق دکھائے اللہ کیسے ہو سکتا ہے جو اپنے کو چنگا نہ کر سکے۔ وہ الہ کیسا؟ پس یہ اعتراض بعض خوارج و معتزلہ اور جہمیہ اور ان کے مجدد صاحب رسالہ (احسن قادیانی) اور ان کے ہم مذہبوں کو بیکار ہو گیا اور یہ جو کہا کہ جب کسی نبی صادق کو نشان دیئے گئے تو دجال کو کیوں دیئے جاویں گے تو اس پر کوئی دلیل نہ بیان کی۔ اس کے منع پر وہی دلیل تھی جو پہلے ہم دوسرے فرق باطلہ سے نقل کر کے بحمد اللہ جواب شافی دے چکے اور جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیا تو سلیمان علیہ السلام کے ملک سے اور اس سے کیا نسبت ہے۔ دور کی بات ہے کہ وہ جہاں چاہتے تھے۔ ہوا ان کو لے کر پہنچتی تھی۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "فسخرنا له الريح تجري بامره رخاء حيث اصاب" اور مسیح دجال جتنا سر پٹکے کر کے بیٹھ جاوے۔ ہرگز نہ جا سکے گا۔ دیکھو متفق علیہ حدیث میں ہے۔ "یاتی الدجال وهو محرم علیه ان یدخل نقاب المدینة" اور دوسری متفق علیہ روایت میں ہے۔ "یاتی المسیح من قبل المشرق همته المدینة حتی ینزل دبر احد ثم تصرف الملائكة وجهه" اور بخاری کی روایت میں ہے۔ "لا یدخل المدینة رعب المسيح الدجال لها يومئذ سبعة ابواب على كل باب ملكان" اور مسلم کی روایت میں ہے۔ "فلا ادع قرية الا هبطتها في اربعين ليلة غير مكة وطيبة هما محرمتان على كلما اردت ان ادخل واحدا منهما استقبلني ملك بيده السيف صلتا" پس حضرت سلیمان علیہ السلام سے اور اس سے کیا نسبت ہے۔ دوسرے ان کے شیاطین اور جن سب تابع تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "والشياطين كل بناء

وغواص وآخرین مقرنین فی الاصفاد" پھر دیکھو جن کے واسطے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب" بھلا جناب کو اس سے کیا نسبت ہے؟ پھر سلیمان علیہ السلام کی مقبول دعا کیونکر خلاف نا تمام آیا۔ سبحان اللہ! کیسی کیسی باتیں جہال حق کے لئے سوجھتی ہیں۔ مجھے ان کے جہل پر رونا ہے۔

فیہا الحاصل: یہ بات واضح ہوگئی کہ جس قدر نصوص کہ در بارۂ نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وارد ہیں اور جیسے تصریحات نبویہ کہ نزول کے باب میں آئی ہیں۔ سب اپنی حقیقت پر ہیں اور سب سے مراد وہی معنی ہیں کہ جن پر وہ صریح الدلالۃ و بین المراد ہیں۔ نہ کوئی مجاز ہے نہ کوئی استعارہ۔ اس میں بلاوجہ مجاز ماننا بالکل تحریف اور موجب الحاد ہے۔ جیسا کہ شواہد میں بہ تفصیل گزر چکا۔ چونکہ ہمارا مقصود بعینہٖ اسی بات کو ثابت کرنا تھا تو بحمد اللہ و حسن توفیقہ خوب مفصل ثابت ہوگئی۔ لہٰذا اب جو آگے تاویل لیلۃ القدر کی (کہ جو ان کے جیسے کی ہے) بیان کی اس میں بحث کر کے رسالہ طول دینا مناسب نہ سمجھا۔ انہیں کے رسائل کے جواب میں اس میں کلام مفصل انشاء اللہ کیا جاوے گا۔

بحث و شرائط مباہلہ

قولہ۔ اس شخص کو مسئلہ مباہلہ بھی نہیں معلوم کہ مباہلہ کس وقت میں ہوا چاہئے اور کیا کیا شرائط اس کے کتاب و سنت میں آئے ہیں۔ لہٰذا نسخہ کاشف سلطانوں کے وہ شرائط تصریح ابیان سے لکھی جاتی ہیں۔ "قال فی الجمل وقع البحث عند شیخنا العلامة الدوانی قدس سره جواز المباهلة بعد النبی ﷺ فكتب رسالة فی شروطها المستنبطة من الكتاب والسنة والآثار وكلام الائمة وحاصل كلامه فيها انها لا تجوز الا فی امر مهم شرعاً وقع فيه اشتباه وعناد ولا يتيسر دفعه الا بالمباهلة فيشترط كونها بعد اقامة الحجة والسعی فی ازالة الشبهة وتقديم النصح والانذار وعدم نفع ذلك ومساس الضرورة اليها انتهى"

قولہ۔ اگر کوئی شخص کہے کہ مرزا قادیانی نے خود مولوی اسماعیل صاحب ساکن علی گڑھ کو واسطے مباہلے کے رسالہ فتح اسلام میں طلب کیا ہے۔ الخ! تو جواب اس کا یہ ہے کہ مرزا قادیانی سے اولاً گفتگو زبانی اور بذریعہ خطوط بمقام علی گڑھ مولوی اسماعیل صاحب سے ہو چکی ہے اور مرزا قادیانی ان کے اعتراض کا جواب شافی دے چکے ہیں۔ بعدہ مولوی اسماعیل صاحب نے مرزا قادیانی پر یہ افترا کیا کہ ان کے یہاں آلات رصد اور نجوم کے موجود ہیں۔ ان کے ذریعے سے یہ اخبارات

بیان کرتے ہیں۔ الخ! تب مرزا قادیانی نے بعد ایک مدت کے مجبور ہو کر درخواست مباہلہ کی ہے۔ اب تم غور کرو کہ درخواست مرزا قادیانی دربارہ مباہلہ مولوی اسماعیل صاحب سے کیسی مطابق شرائط ہوئے کہ اس میں ایک شرط بھی فوت ہونے نہیں پائی۔ بخلاف درخواست مباہلہ مولوی عبدالحق صاحب کی کہ اس میں ایک شرط مباہلہ بھی نہیں پائی جاتی۔ بلکہ خلاف سنت ہے۔ اسی واسطے مرزا قادیانی بار بار اصرار فرماتے ہیں کہ اوّلاً ایک جلسہ علماء کا منعقد ہو۔ الخ! مرزا قادیانی نے یہ اشتہار بھی دیا ہے کہ جب تک تیسرا رسالہ ازالہ اوہام طبع ہو کر شائع نہ ہولے تب تک کوئی صاحب علم مخالفانہ تحریر نہ کریں۔ والله درمن قال!

کار مرداں روشنی و گرمی است

الیٰ آخر القول!

اقول … بحول الله تعالیٰ وتوفیقه! واضح رہے کہ مرزا قادیانی نے جو جناب مولوی اسماعیل صاحب علی گڑھی سے درخواست مباہلہ کی تھی تو اسی بات پر کہ انہوں نے یہ نقل ایک شخص سے کہا کہ مرزا قادیانی کے پاس آلات نجوم ہیں وہ ان کے ذریعے سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی اپنے رسالہ (فتح اسلام ص۲۸، خزائن ج۳ ص۲۲) میں مولوی صاحب موصوف کے اس قول کے جواب میں سید احمد عرب جن کو میں ثقہ جانتا ہوں۔ وہ مجھ سے بلاواسطہ بیان کرتے تھے کہ میں نے دو ماہ تک ان کے پاس (یعنی مرزا قادیانی کے پاس) ان کے معتقدین خاص کے زمرہ میں رہ کر بنظر تجسس وامتحان ہر یک وقت خاص پر حاضر رہ کر جانچا تو معلوم ہوا کہ در حقیقت ان کے پاس آلات نجوم ہیں۔ وہ ان سے کام لیتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ ''فقول تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنة الله علی الکاذبین'' میری طرف سے در حقیقت یہی جواب ہے۔

مرزا کے علی گڑھ آنے کی تفصیل

مرزا قادیانی پھر واضح رہے کہ چونکہ صاحب رسالہ نے اس جگہ مولوی صاحب موصوف کے ساتھ مرزا قادیانی کی گفتگو اور مغلوب کرنے کا ذکر کیا تو مجھ کو ضرور ہوا کہ پہلے اس کی واقعی کیفیت سے مطلع ہو کر قول صاحب رسالہ پر بحث کروں تو میں نے مولوی اسماعیل صاحب مرحوم علی گڑھی کو لکھا کہ آپ کے ساتھ جو کچھ گفتگو مرزا قادیانی نے کی ہے۔ واقعی طور پر کل سے مطلع فرماویں تو مولوی صاحب موصوف نے کسی اور دوسرے کے نام زد کر کے بقصد طبع تیار کر کے رکھے تھے۔ میرے خط کے پہنچتے ہی مجھ کو روانہ کر دئے۔ چونکہ وہ بیان بہت طویل ہے۔ کیونکہ سب اوّل

سے آخر تک مرزا قادیانی کے علی گڑھ میں آنے کا انہوں نے تفصیل بیان کیا ہے۔ لہٰذا ہم اس
میں سے کچھ لکھتا ہوں۔ انہیں الفاظ کے ساتھ بعینہ نقل کرتا ہوں۔ کوئی حرف اپنی طرف سے زائد
نہ کروں گا اور نہ کسی بیان کو شروع کر کے ناقص نہ کروں گا۔ چونکہ تہذیب اس فقیر کی جانب سے
کی ہے۔ لہٰذا ہر جگہ مولوی صاحب موصوف بصیغہ غائب مذکور ہیں تو کیفیت تشریف آوری
مرزا قادیانی کی علی گڑھ میں لکھ کر لکھتے ہیں۔ "مولوی صاحب بھی خبر پا کر فوراً مرزا قادیانی کی
خدمت میں حاضر ہوئے اور عجیب شوق و ذوق کے ساتھ مرزا قادیانی سے ملاقات کی مگر مولوی
صاحب نے اور لوگوں نے ہر چند مرزا قادیانی کی زیارت میں مضمون "انا اراد نکر اللہ" کو
تلاش کیا۔ مگر ہرگز اس کا نشان نہ پایا۔ زبان فیض ترجمان کو بھی افادہ فیوض ربانی میں قاصر پایا تو
مجبور ہو کر مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی رونق
افروزی اس دیار میں گویا نعمت غیر مترقبہ ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ کچھ آپ کے افادات سے
مستفید ہوں۔ آپ کسی عام جلسہ میں کچھ مطالب توحید کچھ اسرار رسالت بیان فرماویں۔
مرزا قادیانی نے اس کو قبول فرمایا اور قریب تھا کہ اس کی بابت منادی عام کی جاوے کہ اسی اثناء
میں مرزا قادیانی کا عنایت نامہ مولوی صاحب کے پاس آیا۔ مرزا قادیانی نے اس میں یہ تحریر فرمایا
تھا کہ مجھے آج صبح کی نماز میں میرے خدا نے منع کیا ہے کہ میں کچھ بیان کروں۔ مجھ کو اشارہ منع کا
ہوا ہے۔ اس وقت مولوی صاحب اور تمام مشتاقان فیض و استفادہ کو نہایت صدمہ ہوا۔ اس عرصہ
میں جوق جوق مردمان شہر مرزا قادیانی کی خدمت میں حصول برکات کے واسطے حاضر ہوئے۔ مگر
جو آیا اس نے کہا کہ مرزا قادیانی نے اہل بدعت سے ان کی حسب تمنا گفتگو کی اور دوسرے جلسہ
میں اہل حق سے ان کی مرضی کے موافق باتیں کیں۔ تیسرے جلسہ میں اہل تشیع کو راضی رکھا۔
چوتھے جلسہ میں کچھ اور عمل فرمایا۔ مولوی صاحب نے اس کو بھی سکوت سے ٹال دیا۔ اس کے بعد یہ
مرحلہ پیش آیا کہ مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کی دعوت کی اور جلسہ دعوت میں مرزا قادیانی کے
اکثر جدید الہامات کا کچھ ذکر آ گیا۔ مولوی صاحب نے مرزا قادیانی سے عرض کیا کہ الہام تو غیر
ملہم اس وجہ سے حجت سمجھا جاتا ہے کہ ملہم بواسطہ کا محتاج نہیں ہوتا اور جب ایسی زبان میں الہام ہو
جس کو ملہم نہ جانتا ہو تو لامحالہ ایسی زبان سے مراد الٰہی کے سمجھنے میں ملہم بھی محتاج واسطہ کا ہو گا۔ اس
تقدیر پر ملہم اور غیر ملہم دونوں کے حق میں یہ الہام بنظر احتیاج الی الواسطہ برابر ہو جاوے گا اور
احتیاج واسطہ میں یہ مشکل مخفی ہے کہ بعض اوقات اگر واسطہ غیر معتبر ہو یا مخالف معاند ہو اور الہام
کی مراد کو بالکل خلاف منشاء ربانی سمجھا جاوے تو اس صورت میں بجائے ہدایت کے یہ الہام

اسباب ضلالت میں سے ہو جاوے گا۔ کیونکہ اول تو پہلے ہی یہ کھٹکا نہ تھا کہ الہام ربانی اور وسوسہ شیطانی میں آسانی سے فرق ممکن ہو اور جب یہ احتمال پیش آ گیا اور فہم خود ہی مراد الٰہی سمجھنے میں متردد ہو گیا تو پھر اگلی ہی یہ الہامات بیکار ہو گئے۔ یہ خط صرف اس بات کا ہے جو مرزا قادیانی سے جلسہ دعوت میں ہوئے۔ اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے بحالت مکر میں یہ فرمایا کہ بعض اوقات انسان کو خواب میں دوسری زبان کی دعائیں تلقین کی جاتی ہیں۔ جس کے معنی وہ نہیں جانتے۔ مولوی صاحب اس جواب سے اور بھی زیادہ متحیر ہوئے اور اسی پر کلام ختم کیا اور یہ سمجھا کہ یہ جواب بھی کچھ کم الہام سے نہیں ہے۔ اس کے بعد روز جمعہ واقع ہوا۔ مولوی صاحب نے مرزا قادیانی سے تو ترجیح امامت کی نہیں کی۔ اس کے سبب سے مرزا قادیانی کو سخت پیچ وتاب ہوا اور غالباً اسی غیظ وغضب میں مرزا قادیانی نے نماز ادا فرمائی جو درحقیقت ادا نہیں ہوئی اور جس کو مرزا قادیانی نے خود بھی لکھا ہے کہ ہماری نماز نہیں ہوئی۔ جس کا اصل منشاء یہ تھا جو بیان کیا گیا۔ نماز کے بعد مرزا قادیانی مولوی صاحب کے مکان پر آئے۔ اس وقت اتفاق سے اسی جلسہ میں کنور محمد عبدالغنی خان صاحب خلف رئیس چھتاری بھی موجود تھے۔ مرزا قادیانی سے ان کی ملاقات کرائی گئی۔ مگر اس وقت ان کو دیکھ کر مرزا قادیانی کا عجیب احوال قابل دید تھا، قابل شنید۔ مرزا قادیانی فوراً پریشان ہو کر مولوی صاحب کو علیحدہ لے گئے اور مضطربانہ فرمایا کہ ان کو مجھ سے بیعت کرا دو۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ خود درخواست کرنا اور اس عجلت کے ساتھ کچھ مناسب نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ خود مرید ہو جاویں گے۔ مرزا قادیانی نے مولوی صاحب کو خارج مطلب سمجھا اور رخصت ہو گئے۔ مولوی صاحب دوسرے روز کنور محمد عبدالغنی خان صاحب کو ہمراہ لے کر مرزا قادیانی کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئے کہ اس وقت مرزا قادیانی سے سرسری ملاقات ہوئی تھی۔ اب ملاقات خاص میں کچھ بات چیت تفصیلی ہوئی۔ مگر مرزا قادیانی پھر کنور رئیس مذکور کو علیحدہ مکان میں لے گئے اور مولوی صاحب سے مخفی ان سے کہا کہ تم کو خدا کا حکم ہے کہ مجھ سے بیعت ہو جاؤ۔ رئیس مذکور نے اس وقت بلطائف الحیل اس کو ٹال دیا۔ مرزا قادیانی اور رئیس مذکور دونوں باہر آئے۔ مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کے چہرہ پر کچھ آثار خفت اور رئیس مذکور کے چہرہ پر کچھ آثار تبسم تکذیب آمیز پائے۔ رئیس مذکور نے علیحدہ ہو کر مولوی صاحب سے تمسخر آمیز لہجے کے ساتھ کہا کہ مرزا قادیانی مجھ سے بیعت ہو جانے کو فرماتے تھے۔ مولوی صاحب کو نہایت ندامت اس وجہ سے ہوئی کہ اہل اللہ کی تحقیر اسلام کی تضحیک ہے۔ پھر اس کے بعد مولوی صاحب مرزا قادیانی سے نہیں ملے اور وقت رخصت جو چندہ پچاس چالیس روپے کا مرزا قادیانی کے

واسطے مسلمانوں سے مولوی تفضل حسین صاحب نے کیا مولوی صاحب شریک نہ ہوئے اور بیٹھے۔

مسند عاقد پر ایک اور تازیانہ ہوا

یعنی ڈاکٹر جمال الدین صاحب [illegible] اور مولوی صاحب سے ملاقات کی اور مرزا قادیانی کے حالات دریافت کئے۔ مولوی صاحب نے جو کچھ دیکھا تھا مقتضائے الدین النصیحہ کے صاف صاف کہہ دیا اور جو سستی نماز اور اتباع سنت میں مشاہدہ کی تھی۔ اس کا ذکر کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مرزا قادیانی جلسہ میں لوگوں کی طرف متوجہ تھے اور عصر کی نماز فوت ہوا چاہتی تھی ان کے خادم نے کہا نماز تو پڑھ لیجئے وقت جاتا ہے۔ مرزا قادیانی نے فرمایا کیا ابھی نماز نہیں پڑھی۔ اس نے کہا نہیں پڑھی۔ تو مرزا قادیانی نے اٹھ کر بہت تنگ وقت میں نماز ادا کی جو نمونہ نقرۃ الغراب کی تھی۔ تو کیا یہ بھی رخصت سفر میں داخل تھا۔ غرضیکہ یہ سب باتیں مولوی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے بیان کردیں اور مرزا قادیانی کے الہامات کا حال مولوی صاحب سے ایک ثقہ شخص مولوی سید محمد عرب نے بیان کیا تھا کہ میں نے دو مہینے قادیان میں رہ کر اس شخص کے مخفی حالات دریافت کئے ہیں۔ یہ شخص رمال اور ماہانہ پیشین گوئیاں بذریعہ آلات نجوم کے نکالا کرتا ہے۔ اس کا نام الہام رکھ لیا ہے۔ یہ شخص پرہیز کے لائق ہے۔ یہ بھی مولوی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے کہہ دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے واپس ہوکر یہ قصہ اور بندگان الٰہی سے بیان کیا جب مرزا قادیانی کو اس کا پتہ لگا تو مولوی صاحب اول کافر به ٹھہرے۔ یہ تفصیل ہے اس قصہ کی جو علی گڑھ میں پیش آیا۔ ''انتہی ما قصدت نقله من خط مرسلہ مولوی محمد اسماعیل مدظلہ'' جب یہ [illegible] ہو چکا تو میں کہتا ہوں کہ کہنا صاحب رسالہ ([illegible] قادیانی) کا کہ درخواست مرزا قادیانی دربارہ مباہلہ مولوی اسماعیل صاحب سے کیسے مطابق شرائط ہوئے کہ اس میں ایک شرط بھی فوت نہ ہوئی۔ بخلاف درخواست مباہلہ عبدالحق صاحب کے کہ اس میں ایک شرط مباہلہ بھی نہیں پائی جاتی۔ بالکل غلط ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اول تو یہ شرائط جو فتح البیان سے نقل کیں۔ ہم لوگ اہل حدیث پر حجت نہیں تو وہی تصریح کر دی ہے کہ کتاب وسنت و آثار و اقوال سب ہی لکھے گئے ہیں۔ پھر ہم پر کیا الزام ہے۔ آپ کوئی شرائط کتاب وسنت سے ثابت کرتے مخالف ان کی جاتے تو البتہ الزام تھا۔ دوسرے اگر بطور تسلیم ہم کہتے ہیں کہ درخواست مباہلہ مرزا کی بالکل ان شرائط کے مخالف ہے اور مولوی عبدالحق کی بالکل موافق۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ان شرائط میں کی پہلی شرط یہ ہے۔ ''لا تجوز الا فی امر مهم شرعاً'' تو مرزا قادیانی نے اس بات پر درخواست مباہلہ کی کہ میرے الہامات آلات نجوم کے ذریعے سے نہیں۔ بھلا یہ

بات کون سی مہمات شرعیہ سے ہے۔ مہمات سے ہونا دوسری بات ہے۔ شرعی ہونا ثابت کرو یہ کون
سی مہمات دین سے بات ہے کہ مرزا قادیانی کی پیشگوئیاں آیات نجوم کے ذریعہ سے نہیں۔ اگر
ہو کر اس سے یہ لازم آوے گا اور وہ لازم آوے گا تو ایسی تو جس بات کو چاہو کیسی ہی چھوٹی ہو کفر تک
نوبت پہنچا دو یہاں ایک بات کہو گے کہ ان کو تو مسیح موعود بننا ہے۔ اگر ایسا نہ کریں تو جزو دین ہوا کفر
جاوے یہ تو ہم کہیں گے۔ کیا خوب اصل مطلب پر تو درخواست مباہلہ خلاف ٹھہرائے جاوے اور اس
کی لمبی زوری پر موافق وہی ادعا تھا اور درخواست مباہلہ مولوی عبدالحق صاحب کو دیکھو کیسی امر مہم
شرعی پر ہے کہ جس کے انقلاب سے ایک تختہ دین کا انقلاب ہے۔ اس مسئلہ کا امر مہم شرعی ہونا تو
اظہر من الشمس ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ درخواست مباہلہ مولوی عبدالحق صاحب کی اس شرط کی
خوب موافق ہے اور درخواست مرزا قادیانی کی مخالف ایسے امر کی "وقع فیه اشتباه و عناد"
درخواست مرزا قادیانی میں امر مہم شرعیہ ہے ہی نہیں۔ تو پھر اس کی یہ صفت وقید کا جب مطلق کا
عدم ہے تو مقید کا وجود کیسے ہوگا اور مرزا قادیانی کے اس دعوے میں جس پر درخواست مولوی غزنوی
نے کی ہے۔ جو کچھ عوام میں اشتباہ و عناد واقع ہوا وہ ظاہر ہے۔ پس اس کے بھی مخالف ہونا
مرزا قادیانی کا اور موافق ہونا مولوی عبدالحق غزنوی کا ظاہر ہو گیا اور ان میں کی ایک شرط یہ ہے۔
"فلا یتیسر رفعه الا بالمباهلة" تو درخواست مرزا قادیانی کی بالکل اس کے مخالف ہے۔
کیونکہ وہ ایسی بات پر نہیں کہ بغیر مباہلہ کے اس کا رفع نہ ہو سکے۔ دیکھو خود مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔
اسی جگہ جہاں درخواست مباہلہ تحریر ہے اور جب کہ میں ابھی تک زندہ موجود ہوں۔ اس حالت
میں مولوی صاحب دو ماہ تک آپ ہی رہ کر دیکھ لیں۔ کسی دوسرے عربی عجمی کے توسط کی کیا
ضرورت ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ جس میں چنداں مناظرہ ومباحثہ کی بھی ضرورت نہیں۔
مشاہدات سے ہے دیکھ لیجئے سب عدم وجود کھل سکتا ہے۔ مباہلہ کو اس سے کیا تعلق ہے اور
درخواست مولوی عبدالحق صاحب کی ایسے امر میں ہے کہ بلاشبہ اس کا دفع پورے طور پر بغیر مباہلہ
کے متصور نہیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول سے ایسے نصوص بین الدلالۃ میں تحریف کرتے نہ ڈرے اور
شرم نہ آئے تو مناظرہ ومباحثہ کیا اس کو قطع دے گا۔ چنانچہ ابھی کی عرصہ تقریباً پندرہ بیس روز کا ہوا کہ
دہلی میں مناظرہ کے اندر سے کہ عالم ربانی جناب مولانا مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی سے واقع
ہوا بجز ریچ کے اور کچھ نہ سوجھا اور مناظرہ کے بیچ سے باوجود کیسے عہد و پیمان اور کن کن شرطوں کے
چلدیئے۔ (جس کی تفصیل مولوی صاحب موصوف خود ہی شائع کرنے والے ہیں) کہ جس سے
شان مسیحیت کا تو کیا ذکر ہے۔ شان موعودیت کو بھی بٹا لگ گیا۔ پھر کیا مناظرہ مفید ہوا اور کون سا اس

سے کام نکلا۔ اگر مباہلہ کرتے تو اب تک فیصلہ ہو چکا اور عوام و خواص سب پر حق کھل جاتا۔ اس بات کو مولوی عبدالحق صاحب خود بھی اشتہار درخواست مباہلہ ثانی میں لکھتے ہیں۔ جو مطبوعہ ۱۷ رشعبان ۱۳۰۸ھ ہے: ''اور میرا مطلب یہ ہے کہ جھگڑا طے ہو جاوے اور حق باطل سے جدا ہو۔ کیونکہ تحریر کا سلسلہ تو منقطع نہیں ہو سکتا۔ قلم دوات کا قدر روشنائی بہت ہے اور ملک آزادی کا ہے۔ جس کا جی چاہے چھپ سکتا ہے۔ خصوصاً جس کو خدا کا خوف اور آنکھوں میں حیا کی بوند ہو وہ ایک جہان کو درہم برہم کر سکتا ہے۔'' تو ظاہر ہو گیا کہ درخواست مرزا قادیانی اس شرط کے بھی بالکل مخالف ہے اور درخواست مولوی عبدالحق صاحب کی بالکل موافق اور ان میں سے ایک شرط یہ ہے۔ ''فیشترط کونها بعد اقامة الحجة'' اول تو اقامت حجت ثبوت اور مدعی پر ہوا کرتی ہے اور مولوی عبدالحق صاحب ثانی ہیں۔ چنانچہ ان کے اشتہار سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ درخواست اس پر ہے کہ مرزا قادیانی مسیح موعود نہیں اور بادی الفکر میں مرزا قادیانی بھی اپنی درخواست میں ثانی ہیں۔ پس یہ شرط خارج از بحث ہے۔ پس اس سے مولوی عبدالحق صاحب کے اوپر کچھ الزام نہیں۔

دوسرے اگر اقامت حجت کے یہ معنی ہیں کہ کوئی مجلس مناظرہ کی منعقد کرنا ضرور ہے اور تحریریں جانبین کی سنائی جائیں تو اول تو اقامت حجت کے یہ معنی نہیں۔ دوسرے مرزا قادیانی نے مولوی محمد حسین صاحب سے جس پر درخواست مباہلہ کی اس میں کب مناظرہ کیا اور وہ جو ایک بات ہو گئی۔ (جس کو ہم اوپر مفصل لکھ چکے ہیں) تو وہ بحث غیر زبان میں الہام ہونے پر تھی۔ کچھ آلات نجوم یا خاص مرزا قادیانی کے ملہم ہونے پر بحث نہ تھی۔ ایسے تو مولوی عبدالحق صاحب بھی مرزا قادیانی سے توہین انبیاء کے بارہ میں گفتگو کر چکے تھے۔ چنانچہ ان کے اشتہار ثانی میں مذکور ہے تو مرزا قادیانی اس شرط کے خلاف ہیں۔ پہلے ہی مباہلت کر چکے تو پھر مولوی عبدالحق صاحب پر کیا الزام ہے اور اگر اقامت حجت سے یہ غرض ہے کہ اپنی حجت بیان کر دے اور دلیل کو تمام کر دے تو مولوی عبدالحق صاحب نے اپنی حجت حدیث صحیحین اور دیگر حدیث مسلم سے جو صحیح الثبوت قطعی الدلالة ہیں ثابت کر دی۔ پس تب بھی ان کے ذمہ کچھ الزام نہ رہا اور شرط فوت نہ ہونے پائی۔

تیسرے مخفی نہیں کہ مرزا قادیانی نے جو درخواست مباہلہ کی کی تھی تو اس سے محض یہ مراد تھی کہ آلات نجوم کے ذریعہ سے کاروائی نہیں۔ بلکہ غرض یہ تھی کہ واقعی الہام ہے کہ آلات نجوم کے ذریعہ سے نہیں اور جو مولوی عبدالحق صاحب نے درخواست مباہلہ کی تو وہ محض للہ اس

بات کی ہے کہ مرزا قادیانی مسیح موعود نہیں تھا اثبات کسی شے پر کیونکہ اثبات نقیض اخص مسیح کا بھی تو
درحقیقت مرزا قادیانی ہی کے ذمہ ہے۔ اس واسطے کہ بغیر اس کے ان کا مقصد دلی اور غرض اصلی
ثابت نہیں ہو سکتا۔ پس مولوی عبدالحق صاحب کو تو محض نفی مفید مطلب ہے اور مرزا قادیانی کو
مولوی اسماعیل صاحب کے مقابلہ میں محض نفی مضر مطلب اور معدم غرض ٹھہرے گی۔ پس ان کو نفی
کے مع اثبات شے دیگر کرنا ضرور ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی پر بار ثبوت ہوا اور اقامت حجت ضرور پڑی۔
بخلاف مولوی عبدالحق صاحب کے کہ وہ محض نافی ہیں۔ ان پر اقامت حجت نہیں باوجود اس کے انہوں
نے حجت قائم کر دی ہو۔ اگر مان بھی لیں کہ مولوی عبدالحق صاحب پر بھی بار ثبوت ہے۔ تب بھی
انہوں نے دلیل حجت قائم کر دی اور مرزا قادیانی نے جس کا ان پر بار ثبوت تھا۔ اب پر کوئی حجت
قائم نہ کی۔ پس اس شرط کے بھی مرزا مخالف رہے اور مولوی عبدالحق صاحب موافق فافہم فانہ
عجیب واللہ اعلم اور ان میں سے یہ بھی ہے۔" والسعی فی ازالة الشبهة وتقديم
النصح والانذار۔ الخ "اس پر بھی مرزا قادیانی نے عمل نہ کیا اور مولوی عبدالحق صاحب نے
کلمات نصائح و ارشاد اور الہامات کے ساتھ کبھی حضور سے کہہ سنایا۔ کہ پھر بھی اگر نہ مانو تو مباہلہ کے
واسطے موجود ہوں۔ چنانچہ ان کا اشتہار رسالہ کے پیچھے ہے جس کو منظور ہو دیکھ لے۔

اب ناظرین کو خوب معلوم ہو گیا ہوگا کہ درخواست مرزا قادیانی کی شرائط مسلمہ
صاحب رسالہ کے کیسی مخالف ہے اور خلاف سنت اور درخواست مولوی عبدالحق صاحب کی بالکل
موافق اور مطابق سنت اور ازالہ اوہام کا تو خالی بہانہ تھا۔ آخر دیکھو جب شائع ہوا تو اس سے کیا
ہوا۔ سوا اس کے کہ نئی دیانت اور ازالہ شائع ہو گئیں۔ ناظرین غور فرما دیں کہ اگر مرزا اپنے دعوے
میں سچے ہوتے تو ہرگز اعراض نہ کرتے۔ کیونکہ مباہلہ کے عبارت کی تقریر میں قلع مقصود ہے نہ تحریر
میں مگر گھر ہی کے شیر ہیں۔ میدان میں آ ویں تو حقیقت کھلے گی ہے۔

کار مرداں روشنی و گرمی است
کار دوناں حیلہ و بے شرمی است

جب تمہارا کام ایسا گیا ہے تو خلق اللہ کو کیوں بہکاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

ہست آخر بیک خدا کارت
نہ کسے یار وہ نہ کس یارت

قولہ ... البتہ مرزا جو وہی ہے جو کوئی درخواست مباہلہ خلاف کتاب و سنت کے کرتا ہے اور
مسلمانوں کو تیر لعنت کا نشانہ بنانا چاہتا ہے۔

اقول..... بے شک جیسے آپ کے بیرادمان کے ہم خیال کہ خلاف کتاب و سنت کے درخواست مباہلہ کر کے مسلمانوں کو تیر لعنت کا نشانہ بنانا چاہا۔ چنانچہ آپ کے مسلمات کے موافق ہم نے ثابت کر دکھایا۔ واللہ اعلم!

قولہ..... حسب اشتہار مرزا قادیانی کے کیوں نہیں۔ ایک جلسہ علماء کا منعقد کیا جاتا ہے۔ الی قولہ مسلمانوں کو خلاف کتاب و سنت تیر ملامت و لعنت کا نشانہ بنانا دشمنی کا کام ہے۔

اقول..... دہلی میں جب جلسہ علماء کا منعقد ہوا تو مناظرہ کے اندر سے کیوں شرائط توڑ کر چل دیئے۔ اپنی شرائط کے موافق کیوں نہ بحث کی نہ مباہلہ پر مستعد ہوئے نہ بحث میں قائم رہے پھر مسلمانوں کو کیوں بہکاتے ہو۔ مسلمانوں کو سیدھی راہ سے بھٹکانا شیطانوں و دجالوں کا کام ہے۔

قولہ..... آگے رہی یہ بات کہ صحابہ کرام بھی ان احادیث کا مطلب وہی سمجھے ہوئے تھے۔ جو یوم الاثنین ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ تک آپ لوگوں کے خیال میں ہے۔ سو اس کا ثبوت اس کا آپ کے ذمہ ہے۔ پہلی تمام صحابہ سے ثابت کیجئے کہ سب نے نزول عیسیٰ ہی کے نسبت یہ کہا ہو۔ نزول بوجود عنصری من السماء اور ثانیاً یہ عرض ہے کہ قبل از وقوع ہر ایک پیشین گوئی کی ماہیت۔ الخ!

اقول..... بعون اللہ تعالیٰ حدیث کا مطلب کیا طرح سے نفس حدیث معلوم ہونے کے۔ پھر کل صحابہ سے اس حدیث کا یہی مطلب جو اہل سنت والجماعت سمجھے ہوئے ہیں۔ ثابت کرنا ضرور نہیں۔ بلکہ بوقت مطالبہ کے بعض سے ثابت کر دینا کافی ہے۔ جن سے اس نفس احادیث کے علم کا ثبوت ہے تو کیل نہیں کہ جو مطلب ایسا ہے کہ جس پر لفظ حدیث صریح الدلالۃ ہیں اور احتمال دوسرے معنی صحیح کا نہیں۔ پھر اہل زبان کی طرف بغیر ان کے خلاف تصریح کے یہ کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ وہ ایسے صریح معنی کو چھوڑ کر اپنے مطلب سمجھے ہوں جو کوئی اہل زبان و غیر اہل زبان ان لفظوں سے اس مطلب کو نکال نہیں سکتا اور کوئی اہل علم قواعد سے جو محاورہ کلام بان کے ہیں۔ اس مطلب کو ان الفاظ کے ساتھ مطابقت نہیں کر سکتا۔ اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو کتب حدیث میں آثار صحابہ کو دیکھ کر تسکین حاصل کر لو۔ چنانچہ انہیں آثار میں سے ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمر اور ابن عباس اور ابن مسعود کے آثار کی طرف شوکانی نے بھی اشارہ کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے بھی بہت سے صحابہ اور تابعین سے آثار نقل کئے ہیں اور بعضوں کے نام لے کر چھوڑ دیئے۔ چنانچہ ان میں سے ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ اور قتادہ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم ہیں۔ و غیرہم اور حسن بصری کا یہ قول ذکر کیا۔ ”واللہ انہ لحی الآن ولکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون“ اور ایسے ہی حافظ

ابن جریر نے بھی ذکر کیا۔ ان کے اقوال شک کی تو رسول ﷺ نے کیسا صاف فرمادیا۔ "الانبیاء اخوۃ لعلات امہاتہم شتی ودینہم واحد انا اولی الناس بعیسیٰ بن مریم لانہ لم یکن بینہ وبینی نبی وانہ نازل" ہورا یہ ہی خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے نزول کو شب معراج میں رسول اللہ ﷺ سے کہا۔ (جیسا کہ حدیث صحیح ہے میں اوپر لکھ چکا ہوں) پھر اب کیا شک رہ گیا ہے۔ یہ لفظ نزول بوجود عنصری تو یہ جہالت آمیز لفظ وہ اہل لسان کس استعمال میں لاتے تھے اور جو کرتا یا مرکب ہے۔ اس کی تحقیق بھی اقدا ور گزر چکی۔ فتدبر!

قولہ ... ترجمے میں شاہ مولانا ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں الخ!

اقول ... یہ قاعدہ شاہ صاحب نے تحت اس آیہ کریمہ "وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ" کے لکھا ہے۔ آیت شریف سے مطابق کر کے دیکھو ہرگز علیہ مطلب تم پاؤ گے۔ ورنہ ہم ہی کسی وقت مفصلاً بیان کریں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ!

قولہ ... کس از وقوع پیشین گوئی کی صحابہ کرام سے لے کر آج تک سب لوگ متفق اس امر کے ہیں کہ ظاہر پر ایمان لاویں اور تاویل اس کی حوالہ علم الٰہی کریں اور جب وہ پیشین گوئی کس طرح پر واقع ہو۔ جز طیکہ تاویل صحیح سے ہو نہ تاویل فاسد سے تو اس کی تصدیق کرنی چاہئے۔

اقول ... پھر آپ نے کیوں وقوع اس پیشین گوئی کا تسلیم کر لیا۔ یہاں تو تاویل فاسد کیا صریح تحریف ہے۔ چنانچہ یہ بات اہل علم کے نزدیک بہت ظاہر ہے اور اس عاجز کی بھی تحریر سے خوب واضح ہو گیا۔ "یاایھا الذین آمنوا لما تقولون مالا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون" مگر میں تو ایسا جانتا ہوں کہ یہ فقط صرف چالاکی سے لکھا ہے۔ اگر اصلی مسلک بھی ہوتا تو ایسی تحریف باطل اور تاویلات فاسدہ کے مصدق و معاون کیوں بنتے۔ "یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم" اور یہ جو حدیث منام رسول اللہ کی لکھی تو اس میں ہم نے کوئی بات آپ کے مفید مطلب نہیں پائی۔ اگر ہو تو بیان کرو تا اس میں نظر کریں۔ سپ آگے مولوی عبدالحق صاحب کے الہامات کو ان پر اتارا ہے۔ چونکہ یہ بحث چنداں مفید مطلب اور قابل اعتنا نہیں۔ لہٰذا ہم نے اس میں تفصیلی جواب سے اعراض کیا۔ مگر اس قدر کہتے ہیں کہ ہماری تحریر سے یہ بات کھل گئی اور خوب واضح ہو گئی کہ کون مخالف کتاب وسنت ہے اور کس نے طریقہ سلف صالح کو چھوڑا اور کون مجدد اور محرف کتاب وسنت تھا۔ پس کون مصداق "من شذ شذ فی النار" اور "سیصلی نارا ذات لھب" کا ہوا اور "فلا تھنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون" کا مشار الیہ کون ہے اور اس سے کس بات کی طرف اشارہ ہے۔ فافہم واللہ اعلم!

قولہ ... ایھا الناس! واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صعود اولاً آسمان پر اور نزول اخیری آسمان سے بوجود عنصری جو ہمارے خیالوں میں بسا ہوا ہے۔ وہ کسی حدیث مرفوع صحیح سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ قرآن مجید میں کہیں پایا جاتا ہے بلکہ اعجاز نظام کلام اللہ الملک العلام نے اس شبہ واقعہ کا کلی رد کر دیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ "یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ الی آخر الآیۃ" دیکھو لفظ متوفیک کو اول ارشاد فرمایا اور لفظ رافعک کو بعد اس کے۔

نزول مسیح قرآن وسنت کی روشنی میں

اقول ... وباللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق ایھا الناس! واضح ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صعود اولاً آسمان پر اور نزول آخری آسمان سے بوجود عنصری جو خلف صالح سے بلکہ رسول اللہ ﷺ سے اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہم تک خیالوں میں بسا ہوا چلا آتا ہے۔ بالتصریح وبالتفصیل احادیث صحیحہ کثیرہ سے جن کو محدثین نے متواتر کہا اور آیات متعددہ سے ثابت ہے کہ جن میں شبہ اور تاویل بجا موجب ضلالت اور الحاد ہے۔ صعود کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ" ظاہر ہے کہ رفعہ کی ضمیر اسی کے طرف راجع ہے جس کے طرف ضمیر قتلوہ کی راجع ہے اور یہ بات کھلی نہیں کہ قتل روح کا نہیں ہوتا۔ پس قتلوہ کی ضمیر روح کے طرف نہیں۔ لہٰذا رفعہ کی ضمیر بھی روح کے طرف نہیں تو معلوم ہوا کہ اس سے رفع روح مراد نہیں۔ پس رفع جسمی ہی مراد ٹھہرا۔ فثبت المطلوب اور فرماتا ہے "انی متوفیک ورافعک الیّ" اس کا بیان آگے آتا ہے اور بیان صعود کا حدیث سے متواتراً واضح رہے کہ بعد تسلیم دو مقدموں کے جس قدر نصوص کہ نزول پر دلالت کرتی ہیں۔ وہی صعود پر بھی دلالت کرتی ہیں اور اس مطلب میں نص الراد ہیں۔ مقدمہ اول یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پہلے زمین پر تھے۔ مقدمہ ثانی یہ کہ نزول سے سوائے نزول ذاتی ذی جسمی کے کوئی دوسرا مطلب مراد نہیں تو مقدمہ اول تو بدیہی الثبوت اور ہمارے مسلم ہے اور مقدمہ ثانی کو بہ منی ہم بحمد اللہ بحسن توفیقہ خوب مفصل ثابت کر چکے پس جن احادیث سے نزول ان کا ثابت ہوا انہیں سے ان کا صعود بھی ثابت ہو گیا۔ کیونکہ جب وہ بذات خود آسمان سے اتریں گے اور پہلے اس سے زمین پر تھے تو لا محالہ بعد ان کے وہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ وھذا ھو الصعود وھو المطلوب!

ثانیاً یہ کہ اثر ابن عباس جس کو بسند صحیح ابن ابی حاتم نے روایت کیا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر بسندہ ذکر کیا "عن ابن عباس قال لما اراد اللہ ان یرفع عیسیٰ الی السماء خرج علی اصحابہ وفی البیت اثنا عشر رجلا من الحواریین یعنی فخرج

عليهم من عين في البيت ورأسه يقطر ماء فقال ان منكم من يكفر بي اثنا عشر مرة بعد ان آمن بي قال ثم قال ايكم يلقىٰ عليه شبهي فيقتل مكاني ويكون معي في درجتي فقام شاب من احدثهم سناً فقال اجلس ثم اعاد عليهم فقام ذلك الشاب فقال اجلس ثم اعاد عليهم فقام الشاب فقال انا فقال هو انت ذاك فالقي عليه شبه عيسىٰ ورفع عيسىٰ من روزنة في البيت الى السماء قال وجاء الطلب من اليهود فاخذوا الشبيه فقتلوه ثم صلبوه" ابن عباس سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانا چاہا تو وہ اپنے اصحاب کے پاس آئے اور گھر میں حواریوں میں بارہ آدمی تھے۔ عیسیٰ گھر میں چشمہ تھا۔ اس میں سے نکلے اور ان کے سر سے پانی ٹپکتا تھا تو فرمایا تم میں سے ایسے ہیں کہ میرے اوپر ایمان لانے کے بعد میرے ساتھ بارہ بار کفر کریں گے۔ ابن عباس نے کہا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے ایسا کون ہے کہ میرا ہم شکل ہونا اختیار کرلے کہ میری جگہ قتل کیا جاوے۔ (یعنی یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتے تھے تو ان کی جگہ پر قتل ہو جاوے اور وہ دھوکے میں رہیں) اور وہ میرے درجہ میں ساتھ رہے تو ان میں کا نوعمر کھڑا ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تو بیٹھ جا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے وہی بات ان لوگوں سے کہی تو وہی جوان پھر کھڑا ہو گیا تو فرمایا کہ تو بیٹھ جا تو پھر وہی بات ان لوگوں سے کہی تو پھر وہی جوان اٹھ کھڑا ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کام کا تو ہی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت اس پر پڑ گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گھر میں روشندان تھا۔ اس سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ ابن عباس نے کہا اور یہود کے تلاش والے لوگ آئے تو انہوں نے اسی ہم شکل کو پکڑ لیا۔ سو اس کو قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا۔ حافظ ابن کثیر نے اس روایت کی سند کے بارہ میں کہا۔ ھٰذا اسناد صحیح الی ابن عباس پوشیدہ نہ رہے کہ یہ صحیح السند اثر حکم میں حدیث مرفوع کے ہے۔ کیونکہ ایسے صحابی کا قول ہے کہ نقل کتاب سے نہیں لیتے۔ چنانچہ یہ بات اپنے موقع پر مذکور ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ جو ایسے صحابی کا ایسا اثر ہو کہ جس میں رائے کو دخل نہ ہو تو وہ حکم میں حدیث مرفوع کے ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں رائے کو بالکل دخل نہیں۔ بھلا ایسا قصہ کون اپنی رائے سے کہہ سکتا ہے اور سچا متقی آدمی ایسا حال بغیر دوسرے واقف سے سنے اپنی طرف سے کیونکر بیان کر سکتا ہے۔ پس ابن عباس کا کہنا گویا رسول اللہ ﷺ ہی کا فرمانا ہے۔ اس سے بھی بالتصریح والتحریر رفع صعود آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثابت ہو گیا۔ واللہ اعلم!

اور ان کے نزول کے بارہ میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے" وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ "اور احادیث در باب نزول کے تو اس قدر وارد ہیں کہ ان کا احصار متعذر ہے۔ ان میں سے چند احادیث صحیحہ صریحہ ہم اوپر بیان بھی کر چکے۔ پس واضح ہو گیا کہ بہت سی احادیث اور آیات سے صعود الی آسمان پر اور نزول آخری آسمان سے بوجود عنصری ثابت ہے۔ تعجب ہے کہ صاحب رسالہ کا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صعود الی آسمان پر محض افتراء ہے۔ اللہ پر اور اس کے رسول پر" ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلھم عذاباً الیما "نعوذ باللہ من ذالک!

رہی یہ بات کہ صاحب رسالہ اس آیت کریمہ" یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ "سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہو جانے پر استدلال کرتے ہیں تو اس کا جواب سنو تو واضح رہے کہ تمام کتب لغت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لفظ توفی دو معنی میں مشترک ہے اور کلام عرب میں استعمال اس لفظ کا دو معنی میں جاری ہے۔ ایک بمعنی استیفاء یعنی پورا لینا دوسرے موت مصباح المنیر میں ہے۔" وتوفیۃ واستوفیۃ بمعنی وتوفاہ اللہ اماتہ "صحاح جوہری میں بھی اسی طرح ہے اور قاموس میں بھی ایسے ہی موجود ہے اور جامع البیان میں ہے۔" التوفی اخذ الشئ وافیا "اور تفسیر فتح البیان میں ہے۔" التوفی یستعمل فی اخذ الشئ وافیاً ای کاملا "تو معلوم ہوا کہ توفی کے دو معنی آتے ہیں ایک استیفاء دوسرے موت۔ استیفاء کے معنی بھی مجمع البحار میں ہے۔" واستوفیت حقی ای اخذتہ تاما "اور لغات النغات میں ہے۔ استیفاء تمام را فرو گرفتن بتمام گرفتن حق از کسے و کنز دصراح الحق تو توفی یہاں پر معنی اول میں مستعمل ہے معنی یہ ہوئے۔ اے عیسیٰ میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں۔ یعنی میں تجھ کو مع جسم و جان سب لے کر اٹھاؤں گا۔ اب یہاں پر تقدیم لفظ کی ضرورت سے تاخیر کی آیت بے تکلف اپنا معنی دیتی ہے۔ ممات مسیح کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ ان کی حیات پر دال اور ان کے صعود جسمی کی دلیل ہے اور اس معنی کی ترجیح کے واسطے بہت قرائن ہیں کہ معنی موت کے نہیں بنتے۔

پہلا قرینہ یہ کہ آیت" بل رفعہ اللہ الیہ "بھی متعلق ہے۔ دوسرے اور آیت کہ حیات پر دال ہیں۔ اسی کے مقتضی ہیں۔ جیسے" وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ "تیسرے اثر ابن عباس کہ حکم میں حدیث مرفوع کے ہے اور بسند صحیح ثابت جو اوپر مذکور ہوا اسی کا مبین اور مصرح ہے۔ چوتھے ظاہر احادیث نزول کی اسی معنی کو چاہتی ہیں۔ پانچویں" انتقال

الله" جس کا ظرف ہے۔ لیکن اگر بفرض وہ اسی معنی کا مقتضی ہے تو بہت کا۔ کیونکہ حامی اپنے دوست کو اس وقت میں کہ دشمن اس پر حملہ کیا چاہتے ہوں اور اس کے قتل کے درپے ہوں۔ ان کے مقابلہ میں اپنے طرف سے موت کی خبر سناوے تو یہ بات ہرگز باعث تسکین نہ ہوگی اور حمایت نہ ٹھہرے گی۔ ظاہر ہے موت سے طبیعت انسانی کسی کی ہو نبی کی یا ولی کی متنفر ہوتی ہے۔ احادیث میں انبیاء کے قصص کو پڑھ کر دیکھو۔ زیادہ نہیں تو موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو دیکھو۔ اگر کہا جاوے کہ زندہ رہ کر بیکار ہو جاوے گا تو میں کہتا ہوں۔ رافعک رافع ہے ابہام متوفیک کو۔ کیونکہ استیفاء عام ہے۔ استیفاء برفع الی السماء و بغیر رفع و توفی رافعک نے اس احتمال غیر مقصود کو دور کر دیا۔ ایسے ہی صرف رافعک بھی محتمل غیر مقصود معنی کا تھا۔ لہذا دونوں ہی جملوں کا ذکر ضرور تھا۔ پس کوئی کلمہ کلام بلا فائدہ تمام کا بیکار اور خالی فائدہ سے نہیں۔ پس یہ آیت کریمہ بھی دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صعود اور رفع جسمانی کی ہے۔ اب میں اسی معنی کے چند اقوال مفسرین نقل کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ معلوم ہو جاوے کہ پہلے لوگوں نے بھی یہی معنی کئے ہیں۔ تفسیر جامع البیان میں ہے" او متوفیک من الدنیا ولیس بوفاة موت ای قابضک من الارض لم ینالوا منک شیئا من توفیت مالی "اور حاشیہ جلالین میں ہے" فیه وجهان اظهرهما ان الکلام علی ظاهره من غیر ادعا تقدیم وتاخیر فیه بمعنی انی مستوفی اجلک ومؤخرک وعاصمک من ان یقتلک الکفار الی ان تموت حتف انفک من غیر ان تقتل بایدی الکفار ورافعک الی سمائی "اور تفسیر انوار التنزیل میں ہے" ای مستوفی اجلک ومؤخرک الی اجلک المسمی عاصما ایاک من قتلهم او قابضک من الارض من توفیت مالی "ایسے ہی تفسیر کشاف میں ہے اور اگر متوفیک کے معنی ممیتک کے بھی لیں تو اس سے تقدیم موت کی رفع پر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ واو سے ترتیب مستفاد نہیں ہوتی۔ ابوالبقاء نے کہا ہے" الواو فی قوله ورافعک لا تفید الترتیب لانها لمطلق الجمع فلا فرق بین التقدیم والتاخیر "پس جب بھی موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس سے ثابت نہ ہوگی۔ لہذا یہ کہنا صاحب رسالہ کا کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اول ہوئی اور رفع بعد کو دعویٰ بلا دلیل اور ادعا مخالف منشاء قرآنی ہے۔ کیونکہ اگر وہاں یہ ترتیب مراد ہوتی تو کسی لفظ ترتیبی کے ساتھ فرمایا جاتا۔ "واین هذا من ذاک" اور ترتیب کلمات قرآنی مستلزم ترتیب زمانی کو نہیں کہ جو نظم مقدم ہے وہ وقوع میں بھی مقدم ہو۔ "ومن ادعی فعلیه البیان" پس اگر مان بھی لیں کہ توفی کے معنی یہاں پر موت کے ہیں۔ تب بھی موت تقدیم اس سے

کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔ ملا وہ وغیرہ نے اس آیت کریمہ کے معنی میں کہا ہے۔ ’’انی رافعک الیّ ومتوفیک یعنی بعد ذالک ‘‘ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ اور علامہ سعدیؒ نے اس کو نقل کیا ہے۔ یہ تقدیم وتاخیر باعث نقصان فصاحت وبلاغت نہیں۔ چنانچہ بہت جگہ کلام بلاغت نظام میں موجود ہ کہ نظم میں مقدم ہے اور معنی میں مؤخر وبالعکس چند مثالیں آیات کریمہ سے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ فرمایا اللہ جل وعلا نے ’’ولو لا کلمة سبقت من ربك لکان لزاماً واجل مسمی ‘‘ قتادہؒ نے کہا۔ ’’ھذا من تقادیم الکلام تقول لو لا کلمة واجل مسمی لکان لزاما ‘‘ اور فرمایا ’’انزل علی عبدہ الکتٰب ولم یجعل عوجاً قیما ‘‘ قتادہ نے کہا۔ ’’ھذا من التقدیم والتاخیر انزل علی عبدہ الکتاب قیما ولم یجعل له عوجا ‘‘ اور فرمایا۔ ’’واذ قتلتم نفساً فادارأتم فیھا ‘‘ بغوی نے کہا۔ ’’ھذا اوّل القصة وان کان مؤخرا فی التلاوة ‘‘ اور فرمایا۔ ’’فلا تعجبك اموالھم ولا اولادھم انما یرید اللہ لیعذبھم فی الحیوٰة الدنیا ‘‘ قتادہ نے کہا۔ ’’ھذا من تقادیم الکلام نقول لا تعجبك اموالھم ولا اولادھم فی الحیوٰة الدنیا انما یرید اللہ ان یعذبھم فی الاخرة ‘‘ قصہ کوتاہ! میری یہ غرض نہیں کہ یہ تقدیم وتاخیر قابل قطع ہے۔ بلکہ سب میں خوبیاں رکھی گئی ہیں۔ بعض بعض کا بیان تفاسیر میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے محض فضل وکرم سے ایک وجہ وجیہ میرے ذہن میں اس آیت کریمہ ’’انی متوفیك ورافعك ‘‘ میں تقدیم وتاخیر کی آئی ہے۔ کسی مصلحت سے اس وقت نہیں لکھی۔ کسی دوسری تحریر میں انشاء اللہ لکھی جاوے گی۔ واللہ اعلم وعلمه احکم!

قولہ ..... پھر اب اور دوسری آیت کو دیکھو۔ ’’اذا قال اللہ یا عیسیٰ ءانت قلت للناس ‘‘ ظاہر ہے کہ قال صیغہ ماضی ہے اور اس کے اوّل اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ معاملہ وقت نزول آیت سے زمانہ ماضی کا ہے۔

اقول ..... بتوفیق اللہ تعالیٰ وتائیدہ اوّلاً تقریر استدلال صاحب رسالہ کی بیان کرتا ہوں۔ آیت ’’فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم ‘‘ سے ممات مسیح نکالتے ہیں۔ ما حصل استدلال کا دو مقدموں پر ہے۔ اوّل یہ کہ توفی بمعنی موت کے ہے۔ دوسرے یہ کہ سوال وجواب نزول آیت سے زمانہ ماضی میں ہوا ہے۔ یہ قیامت کا قصہ نہیں۔ اس ثانی مقدمہ پر دلیلیں بیان کیں۔ پہلے یہ کہ صیغہ ماضی ہے اور اذ کے ساتھ ہے جو مخصوص بماضی کے ساتھ ہے۔ دوسری دلیل یہ کہ اگر یہ قصہ قیامت کا مانا جائے تو اگر توفیتنی کے معنی اماتتنی کے ہیں تو جو زمانہ درمیان صعود ونزول کے ہے وہ داخل

نہ ہوگا اور اگر توفی سے یہ ہیں تو وہ خلاف محاورہ و لغت ہے اور اگر بعد نزول بعد جب وفات ہوئی۔ وہ
زمانہ داخل نہ ہوا۔ پس جواب ناقص رہا۔ جواب میں یہ عاجز عرض کرتا ہے کہ مقدمہ اولیٰ کہ توفی
کے معنی اس جگہ موت کے ہیں۔ مسلم نہیں بلکہ معنی توفی کے استیفا کے ہیں۔ جس کو ہم پہلے
لغت سے ثابت کر چکے ہیں اور قرائن مسطورہ بالا یہاں پر بھی قائم ہیں۔ تقریب جب ہی تمام ہوگی
کہ جو معنی خلاف مقصود ہیں۔ ان کا تعذر ثابت کرو اور یہاں اس کے خلاف پر قرائن موجود ہیں۔
پس دلیل تام نہ ہوئی اور اس سے ممات مسیح ثابت نہ ہوئی۔ بلکہ اس سے ان کی حیات نکلتی ہے۔
چاہے یہ قصہ رفع کے بعد کا کہا جاوے یا روز قیامت کا اور مقدمہ ثانی بھی مسلم نہیں اور یہ جو کہا کہ
صیغہ ماضی اور اذ ہے تو صیغہ ماضی اور اذ سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ قصہ قیامت کا نہیں۔ کیونکہ کلام
مجید میں بہت جگہ حالات قیامت کا ذکر اذ اور صیغہ ماضی کے ساتھ آیا ہے۔ چند آیات تمثیلاً لکھتا
ہوں۔ فرمایا اللہ جل شانہ نے "اذ تبرء الذين اتبعوا من الذين اتبعو ورأوا العذاب
وتقطعت بهم الاسباب وقال الذين" اس آیت میں چار جگہ صیغہ ماضی اور اذ واقع ہے اور
فرمایا۔ "ونادى اصحاب الجنة اصحاب النار" اور فرمایا۔ "ونادوا اصحاب الجنة
ان سلام عليكم" اور فرمایا "ونادى اصحاب الاعراف رجالا" اس رکوع میں چار جگہ
صیغہ ماضی بمعنی مستقبل وارد ہے اور فرمایا "وبرزوا لله جميعا فقال الضعفاء" اس آیت
میں تین جگہ وارد ہے اور فرمایا۔ "ولو ترى اذ وقفوا على ربهم قال اليس هذا بالحق
قالوا بلى وربنا قال فذوقوا" اس آیت میں چار جگہ وارد ہے اور فرمایا "ونادوا يا مالك
ليقض علينا ربك قال انكم ماكثون" اور فرمایا۔ "ولو ترى اذ وقفوا على النار
فقالوا" اور فرمایا۔ "ونفخ في الصور فصعق من في السموت" اس رکوع میں آٹھ جگہ
صیغہ ماضی بمعنی مضارع ہے اور فرمایا "وسيق الذين كفروا الى جهنم زمرا" اس رکوع
میں بھی متعدد جگہ واقع ہے۔ حاصل یہ کہ کلام مجید میں یہ بات بہت شائع ہے کہ حالات قیامت
اور کیفیت آخرت کو کہ جو زمانہ مستقبل کے ساتھ متعلق ہیں۔ ان کو ماضی کے صیغوں اور ماضی کے
لفظوں کے ساتھ بسبب تحقق وقوع یا حکایت حال کے ذکر کیا ہے اور بہت جگہ یہ بات سیاق وسباق
سے پہچانی جاتی ہے۔ چنانچہ اس آیت میں بھی "يوم يجمع الله الرسل فيقول ماذا
اجبتم" سے پڑھ کر دیکھو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ قیامت کا قصہ ہے۔ پس یہ دلیل صاحب
رسالہ کی ان کو مفید نہ ہوئی اور ان کی تقریب ناتمام رہ گئی اور ثانی دلیل ثالث کا بیان سنو تو ہم کہتے
ہیں کہ توفی کے معنی استیفا کے ہیں۔ (یعنی شق ثانی کو اختیار کیا) اور توفی کے معنی استیفا کے

پہلے دلائل سے ثابت کر چکے ہیں اور یہ جو کہا کہ نزول کے بعد جب وفات ہوئی۔ وہ زمانہ داخل
نہ ہوا۔ تو واضح رہے کہ اللہ جل شانہ کی طرف سے پیغمبروں کے سوانح عمری اور ان کی سرگزشت کا
سوال نہیں بلکہ سوال تو اس قدر ہے کہ تم نے کیا لوگوں کو اپنی اور اپنی ماں کی عبادت کے واسطے کہا
تھا۔ یہ سوال کفار کے کہ جو حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں کو پوجتے ہیں۔ ان کے رسوا کرنے کے لئے
ہوگا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا جواب کئی طور پر دیں گے۔ اول یہ کہ میں تو تیری پاکی بولتا
ہوں کہ تو سب عیبوں سے پاک ہے جو ایسا ہو۔ اس کا کوئی شریک کیونکر ہو سکتا ہے۔ پھر بھلا
میں ایسی نالائق بات کیسے ان کو تعلیم کرتا۔ دوسرے یہ کہ تو تو علام الغیوب ہے۔ اگر میں ان کو ایسی
بات کا حکم کرتا تو تو ضرور اس سے واقف ہوتا۔ تیسرے تصریح ہے کہ میں نے تو وہی کہا تھا جو کہنے کا
تو نے مجھ کو حکم فرمایا تھا کہ اے لوگو! اس کو پوجو جو تم سب کا پروردگار ہے۔ چوتھے یہ کہ جب تک
میں ان میں موجود تھا تو ان کی خبر رکھتا تھا اور جب تو نے مجھ کو لے لیا تو تو ہی ان کا نگہبان رہا۔ غرض
یہ کہ میری موجودگی میں تو تیرے سوا اور کسی کی میری یا میری ماں کی پرستش نہ کرنے پائی۔ میری
عدم موجودگی میں جو کچھ انہوں نے کیا وہ تو ہی جانے میں اس کو کیا جانوں۔ میرے پیچھے انہوں نے
جو چاہا سو کیا۔ اگر میری مرضی اور مجھ سے ہوتا تو میرے سامنے بھی کیا جاتا۔ چنانچہ جب اول
حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر موجود تھے۔ تب بھی ان کی پرستش کوئی نہ کرتا تھا یہ تو سب پیچھے
شروع ہوا۔ پھر جب نزول فرماویں گے تب بھی سوا رب العالمین کے غیر کی عبادت نہ رہے گی۔
چنانچہ تفصیل اس کی احادیث میں موجود ہے۔ پس جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا
بہت ٹھیک اور خوب کافی ہے۔ اور اس دلیل ثانی میں بھی صاحب رسالہ کی قاصر ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ معظم
زمانہ کا ذکر جس میں کفار عیسیٰ و مریم کی عبادت کرتے تھے۔ ذکر کر دیں گے کیونکہ ظاہر معلوم ہوتا ہے
کہ مقصود انہیں کا سنانا ہے اور اس قلیل زمانہ کا ذکر چونکہ مفید مقصود نہیں۔ چھوڑ دیا گیا۔ علیٰ ہذا
تیسرے ہو سکتا ہے کہ وہ اس زمانہ کا بھی ذکر کریں۔ اللہ جل شانہ نے اس کا ذکر اس
جگہ مصلحت سے چھوڑ دیا ہو بہر صورت جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ٹھیک ہوا۔ یہ دوسری
دلیل بھی صاحب رسالہ کی باطل ہوئی اور اس آیت کے قصہ قیامت ہونے کا کوئی مانع نہ رہا۔ بلکہ
مخالف اس کے قصہ قیامت ہونے پر سیاق و سباق قرینہ تامہ رکھتا ہے۔
دوسری وجہ یہ بیان کر سکتا ہے کہ اللہ علیم و خبیر کو تو سب چیز کی خبر ہے اس کو پوچھنے کی کیا
ضرورت ہے۔ یہ پوچھنا تو دوسروں ہی کے سنانے کے واسطے ہے۔ وہ کفار ہیں جنہوں نے عیسیٰ
اور مریم کو خدا بنا رکھا ان کے رسوا کرنے کے لئے پوچھا جاوے گا۔ کہ ان کا معبود جن کی تابعداری کا

دم بھرتے تھے۔ وہی ان سے منکر ہو جاویں تو یہ قیامت ہی کا روز ہوگا۔ جس دن اولین و آخرین سب جمع ہوں گے۔ چنانچہ مؤید اس کی وہ حدیث ہے۔ جس کو ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور ابن عساکر نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے۔ "عن ابی موسیٰ قال قال رسول الله ﷺ اذا کان یوم القیامة یدعیٰ بالانبیاء واممهم ثم یدعیٰ بعیسیٰ فیذکره نعمته علیه فیقربها فیقول یا عیسیٰ بن مریم اذکر نعمتی علیك الآیة ثم یقول ءأنت قلت للناس اتخذونی وامی الٰهین من دون الله فینکر ان یکون قال ذالك فیؤتی بالنصاریٰ فیسئلون فیقولون نعم هو امرنا بذلك فیطول شعر عیسیٰ حتیٰ یاخذ کل ملك من الملائکة بشرعة من شعر راسه وجسده فیجاثیهم من یدی الله مقدار الف عام حتیٰ یوقع علیهم الحجة "اور ابن کثیر وغیرہ سے بھی اس آیت میں قیامت کے دن کا قصہ ہونا منقول ہے۔ پس اس آیت سے ممات مسیح پر استدلال کرنا بالکل باطل ہو گیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم!

قولہ ..... اگر کوئی کہے کہ پھر اس آیت کے کیا معنی ہوں گے کہ "ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته" تو جواب اس کا یہ ہے کہ ضمیر قبل موتہ میں راجع طرف کتابی کے ہے۔ اس واسطے کہ دوسری قرأت میں یوں آیا ہے جو بیضاوی وغیرہ میں لکھی ہے "الا لیؤمنن به قبل موتهم بضم النون" پس تفسیر آیت ایسی چاہئے جو موافق ہو قرأت دوسری کے نہ ایسی تفسیر جو مخالف ہو۔ الخ!

اقول ..... سبحان اللہ جل وعلا آپ کے پیر جی (توضیح مرام ص۵، خزائن ج۳ ص۵۲) میں لکھتے ہیں۔ اگرچہ حضرت مسیح کے بہشت میں داخل ہونے کا تصریحاً کہیں ذکر نہیں۔ لیکن ان کے وفات پا جانے کا تین جگہ ذکر ہے۔ اس کے حاشیہ میں تین آیتوں میں سے ایک یہ آیت بھی لکھی ہے۔ "وان من اهل الکتاب" اور (ازالہ اوہام ص۳۸۵، خزائن ج۳ ص۲۹۹) میں اسی آیت کے ذکر میں لکھتے ہیں: "غرض قرآن شریف میں تین جگہ مسیح کا فوت ہو جانا بیان کیا گیا ہے۔"

اور اسی (ازالہ اوہام ص۶۰۲، خزائن ج۳ ص۴۲۵) میں لکھتے ہیں۔ چوتھی آیت جو مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ آیت ہے "وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته" تو دیکھو آپ کے پیر جی نے ارجاع ضمیر موتہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طرف ثابت رکھ کر لفظ میں نسبت موت کی ان کے طرف دیکھ کر اس سے موت مسیح ثابت کر لی۔ جب انہوں نے ممات مسیح کی اس آیت سے ثابت کی اور اس آیت کو ممات مسیح پر دلیل بنایا تو اس وقت "قراءت

قبل موتهم ''کیوں نہیں پشت ڈالی گئی اور اس وقت یہ قاعدہ کہ (تفسیر آیت ایسی چاہیے جو موافق ہو قرأت دوسری کی نہ ایسی جو مخالف ہو) کدھر گیا تھا۔'' واذا دعوا الی اللّٰہ ورسولہ لیحکم بینهم اذا فریق منهم معرضون وان یکن لهم الحق یاتوا الیه مذعنین افی قلوبهم مرض ام ارتابوا ''ہم کہتے ہیں جس وجہ سے مرزا قادیانی نے موتہ کی ضمیر کو عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے خاص رکھا ہے۔ پھر اس سے ممات مسیح نکالی اسی وجہ سے موتہ کی ضمیر کو ہم بھی عیسیٰ کے واسطے خاص رکھ کر قطعی طور پر اس آیت سے حیات مسیح ثابت کرتے ہیں۔ بیان اس کا یہ ہے کہ اس صورت میں معنی آیت کے کہ جن پر آیت صریح الدلالۃ یقینی المراد ہے یہ ہوں گے کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ایمان لے آویں گے اور یہ بات قطعی ہے کہ اب تک تمام اہل کتاب ایمان نہیں لائے۔ پس قطعی طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک نہیں مرے اور ہماری طرف سے قرأت ''قبل موتهم واملذلها'' کا وہی جواب ہے۔ جو مرزا قادیانی کی طرف سے ان کے اثبات مطلوب میں اس کا جواب ہے۔ مگر فرق اس قدر ہے کہ اثبات وفات اس آیت سے بجائے خود محض تحریف وتبدیل کے ہے اور اثبات حیات دلالت لفظیہ اور محاورہ عربیہ پر مبنی بنابر مقدمہ مسلمہ مرزا قادیانی کے کہ ان کی دلیل کا جز ہے۔ یہ آیت قطعی الدلالت ہے حیات مسیح پر۔ وهذا هو المطلوب فافهم واتبع الحق ولا تتبع الهوی!

قولہ۔ اب میں اس آخر حصہ اول کو عرض کرتا ہوں۔ سو تجھ بعض صفات اس مسیح آخر زمان کے جو حدیثوں سے معلوم ہوتے ہیں۔ حلیہ تو اس کا صحیح بخاری میں لکھا ہے۔ وہ گندم گوں ہے اور اس کے بال گھونگھر والے نہیں اور کانوں تک لٹکتے ہیں۔

اقول..... میں پوچھتا ہوں کہ یہ صفت جو آپ نے بیان کئے آیا ہر ایک ان میں کا مسیح موعود ہونے کو بالاستقلال ثابت کرتا ہے یا دوسرے اوصاف کے انضمام کی بھی ضرورت ہے۔ شق اول باطل ہے ورنہ لازم آوے گا کہ ہر وقت میں ہزاروں مسیح موجود ہوں۔ مثلاً گندم گوں غیر گھونگھر والے بال کانوں تک لٹکتے اس وقت ہزاروں کے ملیں گے کیا یہ سب مسیح موعود ہو جاویں گے؟ در صورت شق ثانی کل اوصاف کے جو قرآن وحدیث میں بتائے گئے ہیں۔ انضمام کی ضرورت ہے یا بعض کا شق ثانی باطل ہے۔ بوجہ مسطورہ وغیرہ من الوجوه کما لا یخفی!

پس متعین ہوا کہ تمام اوصاف کے انضمام کی اور سب کے مصداق بنانے کی ضرورت ہے تو جب تک کہ سب اوصاف کا مصداق نہ بنا دیں۔ ہرگز مطلب ثابت نہیں ہو سکتا تو میں کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کو ان سب اوصاف کا جو مخبر صادق نے بتائے ہیں۔ مصداق بنانا ہرگز ممکن

نہیں۔ کیونکہ جن اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسیح موعود کے نزول سے پہلے دجال خروج کر کے روئے زمین پر فساد پھیلا رہا ہوگا اور یہ یہاں اب ممکن نہیں اور ایسے ہی بہت سے علامات اور صفات جو احادیث صحیحہ سے اور مفصلاً بیان کئے گئے ہیں کہ ان کا مصداق بنانا مرزا قادیانی کو ہرگز ممکن نہیں۔ پس یہ صفات کہ صاحب رسالہ نے بیان کئے۔ ہرگز مفید مطلب اور فائدہ بخش مدعا نہ ہوں گے۔ لہٰذا مجھ کو ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ جواب لکھنے کی حاجت نہ تھی۔ مگر ایضاحاً للحق واتماماً للحجۃ ہر ایک کا جواب لکھتا ہوں۔

قولہ... نسب اس کا مسلم وغیرہ میں لکھا ہے۔ "لوکان العلم معلقاً بالثریا لناله رجل من ابناء فارس"

اقول... یہ صفت اگر مسیح موعود ہونے کے لئے لکھی ہے تو یہ بات ہرگز مسیح موعود کے صفات سے نہیں ظاہر ہے کہ یہ دین کے صفات سے ہے اور مسیح علیہ السلام قاتل ہے نہیں۔ پھر اس سے اور مدعا سے کیا نسبت اور اگر کسی دوسری غرض سے لکھی ہے تو اس سے ہم کو اس جگہ غرض نہیں۔ مگر اس جگہ لکھنا بے موقع ہونے سے خالی نہیں۔

قولہ... ایک مرد مسلمان ہوگا اور مسلمانوں میں پیدا ہوگا۔

اقول... یہ بات ہرگز مسیح موعود کی صفات سے نہیں تھا۔ یہ کونسی آیت یا حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ مسیح موعود مسلمانوں میں پیدا ہوں گے۔ ایسا بیان کرنا یہ صریح افتراء ہے۔ اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً!

اشتہار

مخفی نہ رہے کہ صاحب رسالہ نے ازالۃ الاوہام کے ص ۲۲ میں اپنی نہایت کمال سے اس بات کا اشتہار دیا کہ جو کوئی مسیح موعود کے نزول عیسیٰ بن مریم کو بوجود عنصری کسی حدیث صحیح مرفوع متصل صریح الدلالۃ سے صاف ثابت کر دے تو مجھ کو فی حدیث اس کو بیس روپیہ انعام دوں گا تو ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ اس عاجز نے کس خوبی سے بہت آیات متعددہ اور احادیث کثیرہ صحیحہ سے مسیح موعود اور نزول حضرت عیسیٰ بن مریم کو بوجود عنصری ثابت کر دکھایا۔ جس کا مؤلف ازالۃ الاوہام کے صدق اور حق پسندی اور طلب دلائل اسی سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ اب میں بذریعہ اشتہار مؤلف ازالۃ الاوہام کے پیرو اور ان کے تمام ہم خیالوں کو اطلاع دیتا ہوں۔ جو کوئی ان میں کا کسی آیت یا حدیث صحیح مرفوع صریح الدلالۃ سے صاف ان باتوں کو ثابت کر دے کہ مسیح موعود مسلمانوں میں پیدا ہوں گے اور مسیح موعود وہی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نہیں تو میں اس کو چالیس روپے انعام دوں گا

اور میرا یہ اقرار بہت سچا اور صحیح سمجھا جاوے۔ والسلام!

قولہ۔ اور صفت یہ کی ہے کہ باطل کرے گا دین نصرانیہ۔

اقول۔ تحقیق اس کی روایت کی اوپر گزر چکی۔

قولہ۔ مگر کوئی کہے کہ قتل خنزیر اور کسر صلیب کی جو تم نے یہ معنی کئے تو یہ خلاف ظاہر ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ معنی صرف ہم نے ہی نہیں کئے۔ شروح بخاری کو دیکھو۔

اقول۔ شروح بخاری کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جس قول نبوی کے معنی یہ ہیں کہ نصرانیت کو باطل کریں گے اور کسر صلیب اور قتل خنزیر استعارہ کے طور پر بولا گیا ہے۔ اصل نص کو ظاہر سے ہٹا دینا یہ تو انہیں کا کام ہے۔ جن کو خوف اللہ کا نہ ہو۔ بلکہ شراح بخاری کی غرض یہ ہے کہ اس قتل خنزیر اور کسر صلیب سے مقصود ابطال نصرانیہ ہوگی اور وہ یہ کر کے نصرانیہ کو مٹا دیں گے۔ دیکھو فتح الباری میں ہے۔ فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر ای یبطل دین النصرانیة بان یکسر الصلیب حقیقة یعنی یہ ہے اور آپ کے دعوے سے کیا نسبت ہے۔

قولہ... بھلا کوئی بتلا دے تو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم النبیین تک کسی نبی نے یہ پیشہ اختیار کیا ہے کہ خنزیروں کا شکار کھیلتا پھرے۔ جب یہ بات عادۃ تمام انبیاء کے خلاف ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیونکر خنزیروں کا شکار کریں گے۔

اقول۔ یہ کہنا کہ یہ بات عادۃ تمام انبیاء کے خلاف ہے۔ جب صحیح ہو کہ یہ بات ثابت کر دو کہ کسی نبی نے اس کو نہیں کیا اور یہ بات ثابت نہیں۔ نہ یہ مانا جاوے کہ کسی نبی سے اس کا کرنا منقول نہیں تو عدم نقل سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں کیا نہ ہو۔ پس جب یہ بات (کہ یہ عادۃ تمام انبیاء کے خلاف ہے) صحیح اور ثابت نہیں تو جو اس پر تفریع کی (کہ پھر عیسیٰ کیونکر کریں گے) وہ بھی صحیح اور ثابت نہیں۔ وھو المطلوب!

دوسرے میں کہتا ہوں کہ عقلاً اور نقلاً اس میں ملازمت نہیں کیونکہ آدم علیہ السلام سے لے کر کسی نبی کے نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پھر کوئی نبی اس کو نہ کر سکے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "لکل جعلنا منکم شرعة و منھاجا" یعنی ہم نے ہر ایک نبی کے لئے ایک دستور اور راہ جدا اور ظاہر ہے کہ بعض بعض نبی بعض صفت اور حکم میں مخصوص ہوئے کہ دوسرے کے واسطے وہ حکم وصفت نہ ہوئی۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ پانچ صفت ہیں ہمارے

حضرت خاتم النبیین کے وقت میں حلال ہوئی کہ پہلے کسی کے واسطے حلال نہ تھی۔ ایسے ہی آپ کی ہی خاص شریعت میں تمام زمین جائے نماز ہوگئی کہ جہاں چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں اور زمین پر تیمم شروع ہوا کہ پہلے کسی کے واسطے یہ بات نہیں ہوئی تھی اور جناب خاتم النبیین کے واسطے یہ بھی بات خاص ہوئی کہ آپ تمام لوگوں کی طرف رسول کر کے بھیجے گئے اور پہلے نبی کسی خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ ایسے ہی اور بات بہت سی باتیں کہ احادیث کے مطالعہ سے ظاہر ہوتی ہیں تو اگر آدم علیہ السلام سے لے کر کسی نبی نے قتل خنزیر نہ کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔ تو کون سا محذور لازم آتا ہے۔

تیسرے صاحب رسالہ کا مقدمہ مسلمہ ہے کہ مسیح موعود ایک حاکم ہوں گے۔ احکام شریعت خاتم النبیین سے اور موافق شریعت محمدی کے عمل درآمد کریں گے تو میں کہتا ہوں کہ قتل خنزیر بھی ایک حکم ہے۔ احکام شریعت خاتم النبیین سے کہ مقید ہے ایک وقت خاص کے ساتھ وہ وقت نزول ابن مریم کا ہے اور اس پر دلیل یہی حدیث ''یقتل الخنزیر'' ہے۔ پس حضرت عیسیٰ کو اس پر عمل درآمد کرنا ضرور ہوگا۔ چاہے کسی نبی کی عادت کے موافق ہو چاہے خلاف ان کو اس سے کیا کام ان کو تو احکام شریعت محمدی کا بجالانا ہے۔ پس یہ کہنا کہ جب یہ بات عادتاً تمام انبیاء کے خلاف ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیونکر کریں گے غیر صحیح ہے۔ کما لا یخفی!

چوتھے کیا رسول اللہ ﷺ نے کتوں کو نہ مروایا تھا اور عام طور پر کتے مارے گئے۔ پھر خنزیروں میں کون سا استبعاد ہے۔ مگر اصلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ سچے مسیح کے جھوٹے جانشین ہوئے انہیں کو خنزیر محبوب ہے تو جن کی اصل ہی جھوٹی ہے یعنی ان کے مسیح ہی جھوٹے ہیں تو ان کو تو اور بھی احب ہوں گے۔ پھر بھلا ان کے مارنے کی راہ کیوں نکالنے دیں گے اور اس کی شکل کیوں تجویز ہونے دیں گے۔ جس سے خنازیر قتل ہوں۔ مگر وہ کیا کریں اللہ تعالیٰ تو اپنے نبی کی پیشین گوئیوں کو ضرور ہی سچا کرے گا۔ گو منکرین کیسے ہی ہاتھ پیر چلائیں۔ یہاں پر یہ بھی بات قابل دید و غور ہے کہ اب کہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ احادیث صحیحہ کے صریح مضامین پر کھلے کھلے طعن کرنے لگے۔ کہتے ہیں حضرت عیسیٰ کیونکر خنزیروں کا شکار کھیلتے پھریں گے۔ سبحان اللہ! یہ کیسی دیانت ہے۔ ''نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ''

قولہ ... ان کے وقت میں ایسے مطابق شریعت آ دیں گے کہ جہاد ظاہری کا وقت نہ ہوے گا۔

اقول ... کیا یہ محض افتراء کی وجہ نہیں ہے۔ بھلا یہ کون سی آیت یا حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کے وقت میں ایسے مواقع شرعیہ پیش آویں گے۔ کیا ایسی جھوٹی باتیں بنانے والا خاص کر مورد وعید میں وعید "لعنة الله على الكاذبين" میں داخل نہیں اور میں ابتداء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کفار سے قتال دجال کرنا احادیث سے اوپر ثابت کر چکا ہوں۔ فتذکر

قولہ ... چھٹی صفت اس کی یہ کہ لوگوں کو مال کے طرف بلاوے گا اور کوئی قبول نہ کرے گا۔ پڑھو اس حدیث کو "ليدعون الى المال فلا يقبله احد" تم سمجھو اس کے کیا معنی ہیں۔ ایک معنی یہ بھی ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ اس مسیح وقت نے اول تو دس ہزار روپیہ کا اشتہار متدرجہ براہین احمدیہ تمام دنیا کے اطراف میں مشتہر کیا ہے۔

اقول ... سوائے جواب مذکورہ بالا کے میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے ہرگز یہ معنی نہیں۔ دیکھو بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایت میں اس طرح ہے۔ "ويفيض المال حتى لا يقبله احد" یعنی مال کی کثرت ہوگی کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا اور احمد کی روایت میں یوں وارد ہے۔ "ويعطى المال حتى لا يقبل" یعنی لوگوں کو یہاں تک مال دیں گے کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ ناظرین ذرا غور فرماویں کہ صاحب رسالہ نے جو معنی لکھے بھلا الفاظ حدیث کے یہ معنی ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ حاصل روایات کا تو یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو مال کی بہت کثرت ہو جاوے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو اس قدر مال دیں گے کہ پھر کسی کو حاجت نہ رہے گی اور کوئی قبول نہ کرے گا اور یہاں بھلا اس کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود مسیح اوروں سے مانگ رہے ہیں۔ دیکھو (فتح الاسلام ص ۵۵ خزائن ج ۳ ص ۳۰)

قولہ ... ساتواں وصف اس کا یہ ہے کہ شحناء اور تحاسد اور تباغض اس کے سبب سے جاتا رہے گا۔ اس صفت کا بھی شروع ہو چلا ہے۔ جو لوگ اس مسیح وقت سے حسن ارادت رکھتے ہیں ان میں یہ صفات ذمیمہ نہیں پائے جاتے۔

اقول ... علاوہ جواب سابق کے میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم کا لفظ یہ ہے۔ "ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد" اور بروایت مستدرک حاکم یہ مضمون اس طرح ادا کیا گیا ہے۔ "وتقع الامنة على اهل الارض حتى ترعى الاسود مع الابل والنمور مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان مع الحيات" یعنی زمین والوں میں امن

ہو جاوے گی کہ سانپ اور اونٹ ایک جگہ چریں گے اور چیتے بقر کے ساتھ اور بھیڑیے غنم کے ساتھ اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔ تو واضح رہے کہ یہ عداوت اور تحاسد اور تباغض کا لوگوں سے اٹھ جانا تو جب ہی ہوگا کہ سب لوگ ایک ملت ہو جاویں گے اور مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی کسی کا محتاج نہ ہوگا۔ پھر کوئی کسی سے کیوں حسد و بغض و عداوت و جھگڑا کرے گا۔ لہٰذا تمام لوگوں میں امن ہو جاوے گی۔ پس اس سے اور جو صاحب رسالہ نے رفع عداوت وغیرہ بیان کیا ہے۔ کیا نسبت ہے اور ایسے تو قاعدہ کی بات ہے کہ جب چند لوگ کسی ایک مسلک حق یا باطل پر متفق ہوتے ہیں تو شروع شروع ان میں اتفاق اور محبت ہوتی جاتی ہے۔ پھر قادیانی سے کیا ہوا۔ "فلا تعظوا" اس صفت کا وقوع جب ہی ہوگا کہ تمام لوگ ایک ملت ہو جاویں اور تحاسد اور تباغض جاتا رہے۔ واللہ اعلم!

قول: ... حضرت عالی سیدنا و مولانا ﷺ بطور پیشین گوئی کے فرما چکے ہیں کہ اس امت پر ایک زمانہ آئے گا جب فارس کے اصل میں سے ایک ایمان لائے گا۔

اقول: ... حاصل کلام یہ کہ مرزا قادیانی نے (فتح اسلام ص۱۰، خزائن ج۳ ص۹) میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بطور پیشین گوئی کے فرما چکے ہیں کہ جب میری امت تحت درجہ کی یہودیوں کے ساتھ مشابہت پیدا کر لے گی۔ تب فارس کے اصل میں سے ایک ایمان کا تعلیم دینے والا پیدا ہوگا۔ تو میں کہتا ہوں کون سی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کس روایت سے اس کا ثبوت پہنچاویں۔ ورنہ وعید "من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار" میں داخل ہوں گے اور یہ بھی ایک نئی وحی کی حیثیت ہو جاوے گی۔ ان

قول: ... وہی نشان اس کا یہ ہے کہ کوئی مخالف اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا اور اس کے مقابلہ سے ہر ایک نفس پر موت کی آ جاتی ہے۔ صدق رسول الکریم "فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسہ الا مات"

اقول: ... قطع نظر جواب سطور الصدر کے یہ غرض ہے کہ ابھی عرصہ تھوڑے روز کا ہوا کہ دہلی کے مناظرہ میں جناب عالم المسمی مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی مدظلہ کے مقابلہ سے کون بھاگ گیا نظر آیا۔ افسوس پہلے سے اپنے عہد و شرائط کئے تھے تو اپنے آپ کو قیدی سی کر کے تین روز ٹھہرا لیتے ماڑے رات بھاگنے کی کیوں رسوائی اٹھائے۔ اب یہاں کس پر موت پڑی؟ سچ ہے۔ "الحق یعلو ولا یعلیٰ"

تنبیہ

اب یہاں پر تو تمام مخالفین کو کافر بنا دیا اور جب مخالفین درخواست مباہلہ کرتے ہیں تو یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں سے مباہلہ کیسے کریں۔ سبحان اللہ! کیسی دیانت ہے کہ جس نے شان مسلمانی کو بھی دھبا لگا دیا۔

واضح رہے کہ تحقیق لا یحل لکافر یجد کی اوپر بیان ہو چکی ہے۔

قولہ... دسویں علامت مابہ الامتیاز اصلی مسیح اور اس مثیل مسیح میں یہ ہے کہ اصل مسیح نے نکاح نہیں کیا تھا اور نہ اس کے کوئی اولاد ہوئی تھی اور مثیل مسیح نکاح بھی کرے گا اور پیدا کی جاوے گی اس کے لئے اولاد و یہ نشان بھی اس میں بخوبی موجود ہے۔

اقول... یہ دعویٰ محض باطل ہے۔ بھلا یہ کہاں ہے کہ یہ بات مسیح اور مثیل مسیح میں مابہ الامتیاز ہے اور بعض حدیثوں میں نکاح کرنے کا جو ذکر ہے تو اس طرح پر ہے کہ اس وقت میں مسیح نکاح کریں گے۔ چنانچہ لفظ حدیث یہ ہے "ان عیسیٰ اذ ذاک یتزوج" اس سے صاف طور پر یہ بات معلوم ہوئی کہ وہی مسیح اب نکاح کریں گے۔ جنہوں نے پہلے نکاح نہ کیا تھا۔ جب یہی تھیں تو پھر امتیاز کس میں باقی؟ آگے جو کچھ آخر رسالہ تک لکھا۔ ان کا جواب اوپر مفصلاً گزر چکا۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔ الحمدللہ والمنۃ کہ اس وقت میں کہ آخر ربیع الاول ۱۳۰۸ھ تحریر ہوا ہے۔ رسالہ ازالہ الاوہام کے مختصر جواب سے فارغ ہو گیا۔

ایک خواب

ناظرین اگر نظر غور اور انصاف سے اس رسالہ کو ملاحظہ فرماویں گے تو یقیناً اس بات کو جان لیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے یہ دعاوی بحکم شرع محض باطل اور قرآن و حدیث کے بالکل خلاف و فاسد ہیں اور جو شخص ایسے عقائد و مسائل کا معتقد ہوا۔ بلاشبہ وہ چاہ ضلالت میں پڑ گیا۔ اس جگہ پر مجھ کو اپنے ایک خواب کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوا تو اولاً واضح رہے کہ یہ بات تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے کہ جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے اور پھر دین کی بات میں کہ اور بھی زائد اور خاص کر خواب جھوٹے بنا کر کہنا کہ قیامت کے روز دو جو میں گرہ لگانے کا حکم ہوگا پس مسلمان ان وعیدوں پر واقف ہو کر جھوٹے خواب بنا کر کہنے پر ہرگز جرأت نہیں کر سکتا۔ پس اس واسطے میں نے لکھا کہ اس بیان خواب میں میں جھوٹ نہیں بولتا ہوں اور میری طرف ہرگز اس کا گمان نہ کیا جاوے تو واضح رہے کہ جب میں نے اس فتنہ کا حال سنا اور ان لوگوں کی تحریرات نظر سے گزریں (اور ایک مدت تک مجھ کو مطلق اس کی اطلاع نہ تھی۔ فی الحال مجھ کو اس کی پوری کیفیت کھلی۔ اسی واسطے جواب

اعلام الناس میں دیر ہوئی سوال جس وقت اعلام الناس شائع ہوئی تھی اگر مجھ کو اطلاع ہو جاتی تو ذات باری سے امید تھی کہ اسی وقت اس کا جواب تیار ہو جاتا) خیر میں اپنے ہادی مطلق سے مرزا قادیانی کے بارہ میں راہ صواب کی طلب کیا کرتا تھا اور اپنے ہادی حق سے دعا کیا کرتا تھا کہ اس بارہ میں مجھ کو طریق حق دکھا اور اس پر مضبوط رکھ اور ہر طالب حق کو ایسا ہی چاہئے۔ ایک روز میں نے قنوت وتر میں بھی اس کی دعا مانگی اور سو گیا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں ایک جگہ مسجد کے پاس کھڑا ہوں۔ مسجد کے احاطہ کے دروازے میں کچھ شور سا ہوا کہ مرزا آتے ہیں۔ جب مرزا میرے قریب پہنچے تو میں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ پانچ چھ آدمی ہیں اور ان کا بایاں ہاتھ ایک شخص پکڑے ہوئے ہے اور وہ لوگ کچھ تعظیم کے طور پر مرزا قادیانی کے ساتھ نہیں چلتے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی کسی مجرم کو لئے جاتا ہے اور مرزا قادیانی کے اوپر بھی ایک حالت گھبراہٹ کی معلوم ہوتی تھی۔ آخر ان لوگوں نے قبلہ رو کر کے ایک جگہ کھڑا کر دیا۔ جب ذرا آگے بڑھ کر میں نے مرزا قادیانی کو دیکھا تو ننگا سر اور دونوں آنکھیں اس کی چھوٹی پائیں۔ آنکھیں ایسی چھپی ہوئی ہیں کہ چہرے کے طرف دیکھنے سے نفرت ہوتی ہے۔ ان دونوں آنکھوں میں ایک آنکھ بہت ذرا سی کھلی ہے۔ غالباً وہ دائیں آنکھ ہے۔ (اتنی بات میں کہ کھلنے والی آنکھ کہ جو بہت ذرا سی کھلی ہے۔ جاگنے کے بعد مجھ کو شک ہو گیا کہ آیا دائیں تھی یا بائیں اور غالب یہ ہے کہ دائیں تھی) جب میں نے ان کی آنکھوں کا یہ حال دیکھا تو اسی وقت خواب کے اندر میرے دل میں یہ گذرا کہ یہ شخص اپنے آپ کو مسیح موعود کہتا ہے۔ حالانکہ اس میں اوصاف جو دجال موعود کی احادیث میں مذکور ہیں پائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ "والحمد اللہ علیٰ ذالک" یہ خواب قابل غور اور جائے عبرت ہے اور کیوں نہ ہو۔ اس واسطے کہ بالکل موافق کتاب وسنت کے ہے بیان اس کا یہ ہے کہ یہ بات تحقیق ہے کہ مرزا مسیح موعود اور اس امر کے مامور من اللہ نہیں اور ظاہر ہے کہ جو شخص کہ اللہ کی طرف سے مبعوث اور مامور من اللہ نہ ہو اور پھر اس کا دعویٰ کرے اور اللہ تعالیٰ کے اوپر طرح طرح کی افترائی باتیں جوڑے تو اس سے بڑھ کے کون ظالم ہے۔ "ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئ" اور اہل اسلام کو طریقہ حق سے بہکا کر صریح باطل عقائد و مسائل کی تعلیم کرے تو وہ دجال صفت اور ابلیس سیرت نہیں تو کون ہے۔ یہ بات کہ مرزا قادیانی مسیح نہیں ہو سکتے۔ میرے اس رسالہ سے بفضلہ تعالیٰ پورے طور پر کھل گئی اور متفرق مقاموں میں اس بات کے بہت ثبوتات بھی بیان کر دیئے۔ مگر اب اس اخیر رسالہ میں اس بات پر دو چار دلیلیں کہ جو اپنے مطلوب کو یقینی طور پر ثابت کرتے ہوں۔

قادیانیوں سے دس سوالات

بطور خلاصہ کے لکھتا ہوں تاکہ اور بھی زیادہ تر ناظرین طالبان حق کو فائدہ حاصل ہو۔

دلیل اوّل! یہ کہ قبل نزول مسیح موعود کے خروج دجال کا ضروری ہے۔ جب تک دجال انہیں حالات اور اوصاف کے ساتھ جن کو احادیث صحیحہ متواترہ نے مفصلاً بیان کر دیا ہے۔ خروج نہ کرے اور اپنا فساد جہاں میں نہ برپا کر لے۔ ہرگز مسیح موعود نہیں آ سکتے۔ چنانچہ جو احادیث کہ ابتداء رسالہ میں ذکر کی گئیں۔ ان میں سے حدیث پنجم اور حدیث ششم اور حدیث ہشتم کو دیکھو اور یہ بات ظاہر ہے کہ اب تک اس صفت کے دجال نے خروج نہیں کیا۔ لہٰذا اس وقت تک کوئی مسیح موعود ہو کر نہیں آ سکتا۔ پس قطعاً یہ بات معلوم ہوگئی کہ مرزا مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔ وھو المطلوب!

دلیل دوم! یہ کہ جب تک رومی وابق یا اعماق میں آ کر مدینہ کے اسلامی لشکر کے ساتھ نہ لڑیں۔ پھر تہائی ان مدینہ والوں میں سے بھاگ جائیں اور تہائی شہید ہوں اور تہائی فتح کر لیں۔ پھر شیطان غنیمت تقسیم کرتے وقت ان کو مسیح دجال کے نکلنے کی خبر سنا دے۔ تب تک مسیح موعود نزول نہ فرماویں گے۔ دیکھو حدیث ہشتم کو اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اب تک نہیں ہوا۔ پس ابھی کیسے مسیح موعود آ سکتے ہیں۔ لہٰذا مرزا قادیانی کیونکر مسیح موعود ہو سکتے ہیں۔

دلیل سوم! یہ کہ مسیح موعود ایسی قوم میں نزول فرماویں گے کہ جن میں حکومت و امارت مسلمانوں کی ہوگی اور ان میں جو حاکم ہوگا وہ حضرت مسیح علیہ السلام سے امامت کے واسطے بھی کہے گا۔ دیکھو حدیث دوم اور ہشتم کو اور اظہر ہے کہ یہ بات یہاں نہیں پھر مرزا قادیانی کیونکر مسیح موعود ہو گئے؟

دلیل چہارم! یہ کہ مسیح موعود ایسی قوم میں نازل ہوں گے کہ جو جہاد کرتے ہوں گے۔ دیکھو حدیث ہشتم کو اور یہاں تو اس کا ذکر ہی کیا ہے۔ بلکہ خلاف اور مخالف مسلک ہے۔ پھر بھلا کس طرح مسیح موعود ہو گئے؟

دلیل پنجم! یہ کہ مسیح موعود کا نزول ہوگا۔ چنانچہ تمام احادیث میں یہ بات تصریحاً بیان کی گئی ہے اور پھر اس کی ہیئت مخصوصہ بھی جتادی کہ دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے نزول فرماویں گے۔ دیکھو حدیث سوم اور چہارم اور ششم کو اور یہاں اس سے بھلا کیا نسبت ہے۔ پھر کیونکر مسیح موعود بن بیٹھے؟

دلیل ششم! یہ کہ مسیح موعود نبی ہوں گے۔ دیکھو حدیث ششم کو کہ اس میں چار جگہ لفظ نبی اللہ کا ان پر بولا گیا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ "ما کان

محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین ''اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لا نبی بعدی '' یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا مرزا قادیانی ہرگز مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔ وہو المطلوب!

واضح رہے کہ نبی کے جو معانی یہاں پر صحیح ہیں وہی وہاں پر بھی ہیں جو حقیقتاً شرعیہ ہیں۔ یہ کہ ایک جگہ اور ہے وہی دوسری جگہ بھی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک جگہ تو اپنی غرض کے لئے اور معنی مراد ہوں اور دوسری جگہ کچھ اور صرف نص کا حقیقت سے بلا صارف الحاد و تحریف ہے۔ ''فاتقوا الله''

دلیل ششم: یہ کہ مسیح موعود نزول کے بعد کفار سے مقاتلہ اور جہاد کریں گے اور دجال کو مار دیں گے۔ دیکھو حدیث سوم اور چہارم اور ششم اور ہفتم اور ہشتم وغیرہ اور یہ بات یضع الحرب کے معنی میں بھی مفصلاً بیان ہو چکی ہے اور یہاں تو اس سے بالکل انکار ہے۔ پھر بھلا کس طور سے مسیح موعود ہو سکتے ہیں؟

دلیل ہفتم: یہ کہ مسیح موعود کا نام عیسیٰ مسیح اور ان کی ماں کا نام مریم ہے۔ دیکھو احادیث مشہورہ بالا کو اور تمام احادیث اس بارہ کی اس بات کو تصریحاً بیان کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ نہ مرزا قادیانی کا نام عیسیٰ مسیح ہے اور نہ ان کی ماں کا نام مریم ہے۔ پھر مرزا قادیانی کس طرح مسیح موعود ہو سکتے ہیں؟

دلیل ہشتم: یہ کہ متفقہ مسئلہ ہے کہ مسیح موعود بزرگ حق اور تابع شریعت محمدی ہوں گے۔ نہ یہ کہ جو شخص کہ خلاف شریعت کا دعویٰ کرتا ہے اور اصحاب کی زندقیہ کی تعلیم کرنے والا انبیاء کی شان میں کلمات اہانت کے بولنے والا اور معجزات کو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اپنے انعامات اور احسانات میں شمار کیا ہے۔ ان کا منکر اور اپنے نزدیک مکروہ ٹھہرانے والا اور قرآن و حدیث میں کھلی کھلی تحریف کرنے والا ہو۔ کہ موجب الحاد ہے۔ کیونکر مسیح موعود ہو سکتا ہے؟ ان باتوں کا ثبوت میں تعداد رسالہ ہٰذا بحوالہ کتاب و صفحہ بیان کر چکا ہوں۔

دلیل نہم: یہ کہ مسیح موعود سے وہی خاص عیسیٰ بن مریم حقیقی نبی جن پر انجیل نازل ہوئی جو بنی اسرائیل کی طرف نبی کر کے بھیجے گئے تھے مراد ہیں اور یہ بات تمام احادیث سے ثابت ہوتی ہے۔ دیکھو حدیث سوم و ہفتم وغیرہ کہ جس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے لفظی تصریح کر دی ہے کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمویں گے اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محمد رسول اللہ سے شب معراج میں تصریح کر دی۔ قرب قیامت کے ذکر میں کہ دجال نکلے گا تو میں اتر کر اس کو قتل کروں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ سے عہد ہے۔ دیکھو اب ہم نے کیسی واضح تصریحات موجود ہے کہ مسیح موعود

وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر ان نصوص میں مثیل مسیح ماننا صریح بے ایمانی اور کھلی بے حیائی اور پوری کتاب سنت سے مخالفت اور اللہ و رسول سے لڑائی نہیں تو کیا ہے؟ اے اہل اسلام ذرا غور کرو۔ اللہ جل شانہ نے اپنے رسول امین کی زبان سے نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو کیسی کیسی تصریح اور کس کس تشریح سے فرمادیا کہ جس سے مرزا قادیانی کی نسبت کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ میرے نزدیک اس میں ان کا نام تک لانا نارواہے۔ اے مسلمان بھائیو! میں تم کو محض بسبب ہمدردی اسلام کے نصیحت کرتا ہوں کہ اگر آپ لوگ بنظر انصاف اس رسالہ کو دیکھیں گے تو آپ پر کالشمس فی النہار ظاہر ہو جاوے گا کہ بحکم شرع شریف مرزا غلام احمد قادیانی کے یہ دعاوی محض باطل اور فاسد ہیں اور ایسے عقائد و مسائل صرف شیطانی دھوکے اور وساوس ابلیسی ہیں۔ جو ان باتوں کا معتقد ہوا۔ بلاشبہ وہ قید دجالی اور جال شیطانی میں پھنس گیا۔ اے حق کے طالبو اور اپنے مولیٰ کی مرضی چاہنے والو! ایسے عقائد و مسائل سے بہت بچتے رہو۔ یہ وہی وقت معلوم ہوتا ہے۔ جس کی خبر مخبر صادق ﷺ نے دی ہے کہ دجال کذاب مدعی نبوت خروج کریں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ روز قیامت میں یہ کہنا پڑے کہ ”یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً یا ویلتی لیتنی لم اتخذ فلاناً خلیلاً لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی وکان الشیطان للانسان خذولاً“ ہر مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر عمل چاہئے۔ ”ان الناس اذا راوا منکراً فلم یغیروہ یوشک ان یعمہم اللہ بعقابہ اخرجہ ابن ماجہ والترمذی وصححہ“ یعنی جب لوگ خلاف شرع بات دیکھ کر نہ مٹا دیں گے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب بھیج دے گا اور ترمذی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم لوگوں کو بھلائی کی وصیت کرنا اور برائی سے بچانا ورنہ تم پر اللہ ایسا عذاب بھیجے گا کہ اگر دعا مانگو گے تو تمہاری دعا بھی قبول نہ ہوگی۔ تو اے بھائیو! تم سب لوگوں کو چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی اس وعید سے ڈر کر منکر کے مٹانے میں مشغول ہوں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ اخرجہ الشیخان“ یعنی تم میں جو کوئی کسی منکر کو دیکھے تو چاہئے کہ اس کو ہاتھ سے مٹاوے۔ اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے مٹادے اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے ہی برا سمجھے۔ ہر شخص کو بقدر اپنی استطاعت اور ہمت کے کار خیر میں سعی اور کوشش چاہئے۔ اہل علم کو چاہئے کہ اپنے علم سے کام لیں۔ مالداروں کو چاہئے کہ اپنے زر کے ذریعہ سے اعانت حق میں مشغول ہوں۔ یہ سادہ کتابیں جو علماء تالیف کرتے ہیں۔ ان کی طبع

میں مدد کریں کہ وہ بھی اس کے ثواب جزیل میں شریک ہوں۔" وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم یاایها الذین آمنو کونوا انصار الله وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی خاتم النبیین واله وصحبه اجمعین وجمیع المسلمین برحمتك یا ارحم الراحمین. الحمد لله والمنة"
کہ رسالہ شفاء الناس جواب شافی وکافی رسالہ اعلام الناس کا تمام ہوا۔

عذر

اپنے پرانے محب اور مشفق جناب مولوی محمد احسن صاحب امروہی (قادیانی) مؤلف اعلام الناس کی خدمت میں عرض پرداز ہوں کہ میری اس تحریر میں اگر کوئی کلمہ ناملائم طبع ہو تو یہ محض بوجہ حمیت اسلامی اور جوش ایمان کے نکلا۔ لہٰذا مجھ کو معذور سمجھیں۔ واسئل الله ان یهدینی وایاکم الی طریقه المستقیم!

المعتذر

مؤلف شفاء الناس احقر تلامذہ امام همام حجة الله بین الانام علم العلماء العظام بقیة السلف الکرام موضع حجة الملة والاسلام المفسر المحدث الفقیه شیخ الانام حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب لازالت شموس فیوضه طالعة الی یوم القیام۔

تقریظ من جانب مولوی حافظ عبدالوہاب صاحب مدظلہ

الحمد لولیه والصلوٰة علی نبیه اما بعد! میں نے اس رسالہ کو اوّل سے آخر تک بغور دیکھا۔ اپنے باب میں اس رسالہ کو بہت پورا اور اعلام الناس کا جواب کافی وشافی پایا۔ اگر اس کو بنظر غور دیکھا جاوے تو اس میں اعلام الناس کے لفظ لفظ کا جواب ہے۔ مگر چونکہ مؤلف زاد فضلہ ودام فیضہ نے قصداً اختصار کا بہت کیا ہے۔ اس واسطے حاجت اس رسالہ کے مطالعہ میں نظر غور کی ہے اور زیادہ تر اس کی خوبی جب ظاہر ہو سکتی ہے کہ اوّل اعلام الناس کو دیکھے۔ اس کے بعد اس کو دیکھنے میں اس کے ہر بات کا جواب خیال کرتا جاوے اور جو صاحب اس رسالہ کا مطالعہ کریں تو مناسب ہے کہ اوّل سے آخر تک دیکھیں۔ کیونکہ اس کا بیان ایک دوسرے سے متعلق اور ملا ہے۔ یہی جب تک کہ پورا نہ دیکھا جاوے کیفیت پوری نہیں معلوم ہو سکتی۔ والحمدلله الذی بنعمة تتم الصالحات والسلام علی سید الموجودات!

النصر المبین
فی
رد اقوال الجاهلین
حضرت مولانا دوست محمد خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نحمدہ ونصلی علی نبیہ ورسولہ خاتم النبیین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین!

۱۹/ جولائی ۱۸۹۵ء کو مولوی احمد علی صاحب جو بغرض وصول چندہ پہاڑ پر مقیم تھے۔ ڈیرہ دون میں تشریف لائے تھے اور ۲۰/ جولائی ۱۸۹۵ء کو مولوی احسن قادیانی سہارنپوری سے پیر جی خدا بخش صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔ ۲۱/ جولائی ۱۸۹۵ء بوقت ۲ بجے شام کے یہ خاکسار محمد حنیف خلف خدا بخش صاحب واحمد حسین ملازم جناب مولوی احمد علی صاحب اوپر دوکان پیر جی صاحب کے بیٹھے ہوئے تھے کہ مولوی احسن قادیانی پیر جی صاحب کے مکان سے دوکان پر تشریف لائے اور السلام علیکم وعلیکم السلام مولوی احمد علی صاحب سے ہوا اور بیٹھ گئے اور ادھر ادھر کی گفتگو ہوتی رہی کہ مولوی احسن قادیانی نے مولوی احمد علی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ مرزا غلام احمد قادیانی سے ملے ہیں یا نہیں۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ میں حمایت الاسلام امرتسر میں گیا تھا۔ مرزا قادیانی بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ مگر میری ملاقات نہیں ہوئی۔ اگلے روز مرزا قادیانی لدھیانہ تشریف لے گئے تھے۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے کہا کہ مرزا قادیانی قابل ملاقات ہیں ... ملئے۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ میرا ارادہ ضرور ملنے کا ہے اور پیر جی خدا بخش صاحب نے بھی وعدہ قادیان چلنے کا کیا تھا۔ ابھی تک اتفاق نہیں ہوا اور محمد حنیف کی طرف متوجہ ہوکر یہ بھی فرمایا کہ تم بھی قادیان چلو اور میں بھی چلوں گا۔ مجھے بھی مرزا قادیانی سے ملنا ہے۔ کیونکہ اکثر شبہات جو ان کی تصنیف پر ہیں وہ ان کو سناؤں گا اور ان سے جواب لوں گا۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے دریافت کیا کہ وہ شبہ آپ کے پاس لکھے ہوئے ہیں تو مجھے بھی دکھلائیے۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس یہاں لکھے ہوئے تو نہیں ہیں۔ لیکن مجھے زبانی یاد ہیں۔ اگر آپ سننا چاہیں تو سنا سکتا ہوں۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے کہا کہ میں شائق ہوں سنائیے۔ شاید میں کچھ ملے ہو یاد سے۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ اول شبہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ میں تحریر فرمایا ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا ہو چکا ہے بلکہ اور علامات قیامت اور خروج دجال ودابۃ الارض وغیرہ بھی ہو چکے ہیں۔ جب جو مرزا قادیانی لوگوں کو اپنی طرف بلاتے ہیں اور دعوت اسلام کرتے ہیں تو ... علم

کہ روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا محمد رسول اللہ ﷺ نے ''عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لا تقوم الساعۃ حتی تطلع الشمس من مغربھا فاذا طلعت الشمس من مغربھا امن الناس کلھم اجمعون فیومئذ لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا '' کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کے بعد جو لوگ ایمان لاویں گے ان کو ایمان نفع نہ دے گا اور وہ ایمان معتبر نہ سمجھا جاوے گا۔ کیونکہ وہ ایک علامت کبریٰ کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں۔ اب وہ لوگ جو مرزا قادیانی کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ ان کو ایمان اب نفع نہ دے گا۔ یہ مولوی احمد علی صاحب کا شبہ تھا کہ بطور سوال کے مولوی احسن قادیانی کے روبرو ظاہر کیا گیا کہ اسی عرصہ میں مولوی سرید احمد صاحب و مولوی دوست محمد صاحب تشریف لے آئے اور ان کے روبرو بھی یہ شبہ ظاہر کیا گیا۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے کہا کہ آپ کا شبہ بہت عمدہ اور قابل قدر اور غور بات ہے۔ ایسا شبہ نہیں کہ کوئی اس کا جواب بسہولت دے اور دوسری یہ بات کہ مرزا قادیانی نے حمامۃ البشریٰ میں جہاں تک مجھ کو یاد ہوتا ہے یہ نہیں لکھا کہ طلوع الشمس من مغربہا کا گذر جانا لکھا ہو اور یہ حدیث بھی نہ دیکھی صحیح مسلم تک ہماری نظر نہیں جاتی۔ طلوع الشمس من مغربہا حمامۃ البشریٰ میں نہ دیکھا جاوے۔ اس وقت تک میں تسلیم نہیں کروں گا۔ چنانچہ صحیح مسلم بیری جی صاحب کے دوکان میں موجود تھی اور حمامۃ البشریٰ مولوی خلیل الرحمن صاحب کے پاس موجود تھی۔ مولوی احمد علی صاحب نے اسی وقت صحیح مسلم محمد حنیف سے لے کر مولوی احسن قادیانی کو حدیث دکھلائی اور پڑھی۔

اور ترجمہ کیا کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کے بعد جو لوگ ایمان لاویں گے ان کو ایمان نفع نہ دے گا اور وہ ایمان معتبر نہ سمجھا جاوے گا۔

بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے دوسری یہ حدیث پیش کی کہ ''عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ثلث اذا خرجن لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا طلوع الشمس من مغربھا والدجال ودابۃ الارض '' کہ جس کے یہ معنی ہیں کہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین باتیں جب ظاہر ہو جاویں تو اس وقت کسی کو ایمان لانے سے فائدہ نہ ہوگا اور اس کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا یا نیک کام نہیں کیا۔ ایک تو نکلنا آفتاب کا مغرب سے ڈوبتا ہے۔ دوسرا دجال کا نکلنا تیسرا دابۃ الارض کا نکلنا اور مولوی احسن قادیانی نے یہ بھی کہا کہ مسیح اور خروج دجال کے زمانہ

میں ایمان نفع دے گا یا نہیں۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ نزول مسیح اور خروج دجال جب ایک ہوگا نفع نہیں دے گا اور جس حالت میں مرزا قادیانی نے خروج دجال کا گرجا ہونا حمامۃ البشریٰ میں تحریر کیا ہے اور یہ حدیث جو آپ نے پیش کی ہے مطابق اس کے یہ اعتراض بھی مرزا قادیانی کے اوپر پڑتا ہے۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے کہا کہ مرزا قادیانی کے اوپر کیسے اعتراض پڑتا ہے۔ میں ثابت کروں گا۔ قرآن اور حدیث اور بیضاوی سے کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا اور خروج دجال کے ایمان نفع دے گا اور معتبر ہوگا۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ آپ قرآن مجید سے یا حدیث سے یا بیضاوی سے ثابت کریں۔ لیکن طول تقریر نہ کریں۔ جیسا کہ میں نے آپ کو صحیح مسلم میں حدیث دکھلائی ہے۔ آپ بھی دکھلا دیں۔ کسی کا قول یا مرزا قادیانی کی تحریر میں نہ مانوں گا۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی سب کے سامنے کہا کہ بیضاوی میں دکھلا دوں گا۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے دریافت فرمایا کہ بیضاوی یہاں ہے مولوی مرید احمد صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس کرنجوڑ میں ہے۔ اسی عرصہ میں اذان عصر ہوگئی اور سب صاحبان موجودہ مسجد چلنے کو تیار ہوگئے اور مولوی احمد علی صاحب نے مولوی مرید احمد صاحب سے بیضاوی لانے کو اور محمد حنیف سے حمامۃ البشریٰ مولوی خلیل الرحمن صاحب کے پاس سے منگوانے کو فرمایا اور جلسہ کل ۲۲ر جولائی ۱۸۹۵ء پر مقرر ہوا اور نماز کے لئے مسجد میں آگئے۔ بعد نماز عصر کے مولوی احسن قادیانی، مولوی احمد علی صاحب کے ہمراہ لے کر چوہدری خدا بخش صاحب کی دوکان پر تشریف لائے۔ پھر مولوی احسن قادیانی اپنے مناظرے اور مرزا قادیانی کے تصنیفات سناتے رہے اور تین چار کتابیں مثل رسالہ شائع بطور دکھلانے اور ظاہر کرنے تحریر مرزا قادیانی کے مولوی احمد علی صاحب کو دیں۔ مولوی احمد علی صاحب چنن بازار کی مسجد کو تشریف لے گئے اور کل کے جلسہ میں فیما بین جو تقریر وقوع میں آوے گی منضبط تحریر ہوگی۔

مورخہ ۲۱ر جولائی ۱۸۹۵ء۔

۲۲ر جولائی ۱۸۹۵ء کو مرزا کریم بیگ صاحب دفعدار اسکواڈ گورنر جنرل صاحب بہادر نے مہمانداری مولوی احمد علی صاحب و نیز جلسہ وعظ مقرر کیا۔ چنانچہ آج جلسہ متنازعہ فیہا ملتوی رہا۔ کل پر مقرر رکھا گیا۔ ۲۳ر جولائی ۱۸۹۵ء بوقت ۴ر بجے شام کے مولوی احمد علی صاحب و مولوی احسن قادیانی واسطے نماز عصر کے مسجد دہلا والہ میں موجود تھے۔ نماز سے فارغ ہوکر مولوی احسن قادیانی نے کہا کہ قیام جلسہ چوہدری خدا بخش صاحب کے مکان پر کیا جاوے تو بہتر ہے۔ بجواب

اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ جلسہ مسجد میں بہتر ہے۔ عام ہونا چاہیے۔ چونکہ اس بات کا چرچہ کئی روز سے تھا۔ بہت لوگ مشتاق تھے کہ بنہرے سے مولوی مریدا حمد صاحب و مولوی دوست محمد صاحب چند ولائتوں کے اور نئی گھر سے مولوی خلیل الرحمن و مولوی الہ دیا صاحب و منشی دار صاحب اپنر و منشی خلیل الرحمان صاحب و دیگر صاحبان و منشن بازار سے حافظ محمد شریف صاحب و دیگر چند صاحبان غرضیکہ ایک مجمع کثیر مسجد میں جمع ہوا۔ مولوی احمد علی صاحب نے یہ فرمایا کہ کتاب (حمامۃ البشریٰ ص ۸۳ خزائن ج ۷ ص ۳۰۲) میں مرزا قادیانی نے یہ عبارت لکھی ہے۔ "فاعلم ان ھذہ الانباء قد تمت کلھا ووقعت کما کان فی الاثار المنتقاۃ المدونہ عن الثقات ولکن الناس ماعرفوھا وکانوا غفلین " کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ خروج دجال ودابۃ الارض وطلوع الشمس من مغربہا ہو چکا اور مولوی احسن قادیانی کو دکھلائے گئے اور یہ حدیث "عن ابی ھریرۃ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال لا تقوم الساعۃ حتی تطلع الشمس من مغربہا فاذا طلعت الشمس من مغربہا امن الناس کلھم اجمعون فیومئذ لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن امنت من قبل اوکسبت فی ایمانھا خیرا " صحیح مسلم میں دکھلائی کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کسی ایمان نفع نہ دے گا۔ مولوی احسن قادیانی نے تسلیم کیا اب مولوی احسن قادیانی اس کے ثبوت میں کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کے ایمان نفع دے گا۔ آیات قرآنی یا صحیح مسلم یا صحیح بخاری یا بیضاوی شریف یا کسی مستند کتاب سے اس کا جواب پیش کریں۔ ان کے مقابلہ میں کسی کا قول خواہ مرزا قادیانی کا ہو یا اور کسی کا ہرگز نہیں مانا جاوے گا۔

بیضاوی شریف اور قرآن مجید موجود ہے۔ بجواب اس کے مولوی احسن قادیانی نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی نہیں جو مولوی صاحب سمجھتے ہیں۔ طلوع الشمس من مغربہا سے یہ شمس مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ عام سمجھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ممالک مغربی میں جو ظلمات کفر پھیل رہا تھا وہاں آفتاب اسلام چمک رہا ہے۔ یعنی یورپ وغیرہ میں لوگ ایمان لے آتے ہیں۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ آپ آفتاب کے کچھ ہی معنی کیجئے۔ جب مرزا قادیانی قد تمت کلھا کے ساتھ حمامۃ البشریٰ میں تحریر فرما چکے ہیں تو اس میں طلوع الشمس من مغربہا بھی آ چکا ہے اور یہ آپ نے کہا کہ تم اس کا ترجمہ نہیں سمجھے تو مولانا صاحب مہربانی کر کے اس حدیث کا جو لکھا اور ترجمہ ہو چکے گا اور مجھ کو سمجھا دیجئے۔ مولوی احسن قادیانی نے ترجمہ نہیں کیا

اور اس امر کو تقریر میں ڈال دیا کہ جس سے سمع خراشی سامعین ہوتا تھا۔ بعد ازاں مولوی احسن قادیانی نے یہ حدیث پڑھ کر "عن جابر بن عبداللہ حلف باللہ تعالیٰ ان ابن صیاد ھو الدجال وانہ سمع عمر یحلف باللہ علی ذالک عند النبی ﷺ فلم ینکرہ النبی ﷺ وروی ابوداؤد باسناد صحیح عن ابن عمر انہ کان یقول واللہ ما اشک ان ابن صیاد ھو المسیح الدجال" جس کا یہ ترجمہ ہے۔ تحقیق جابر بیٹے عبداللہ نے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ حلف کر کے کہا کہ یہ بات بہت تحقیق ہے کہ ابن صیاد وہی دجال ہے اور انہوں نے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نزدیک رسول مقبول ﷺ کے حلف کیا کرتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور آنحضرت ﷺ نے اس کا کبھی انکار نہیں کیا اور ابوداؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابن صیاد کے دجال ہونے میں مجھ کو کچھ شک نہیں کرتا۔ اس صورت میں آپ کے شبہ کی تقریر کے بموجب جو اعتراض مرزا قادیانی پر وارد ہوتا ہے۔ اس سے بہت ہی بڑھ کر ان اجلہ صحابہ پر وارد ہوتا ہے اور بطور وعظ کے اپنی کلام کو اس قدر طول دیا کہ جس سے مطلب اصلی گم ہو جاوے۔

بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے یہ حدیث پڑھی۔ "یخرج الدجال ویری الناس الجنۃ والنار والخزائن التی تتبع وتطلع الشمس من مغربھا کما اخبر عنھا رسول اللہ ﷺ" کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ نکلے دجال اور لوگ دیکھیں کہ اس کے ساتھ جنت اور نار ہے اور خزانے جو اس کے پیچھے ہو لیں اور طلوع کرے آفتاب اپنی چھپنے کی جگہ سے جیسے اس سے خبر دی رسول اللہ ﷺ نے۔ پس ابن صیاد میں یہ نشانیاں نہیں پائی گئیں۔ مولوی احسن قادیانی اپنی تقریر کو طول دیتے جاتے تھے اور مولوی احمد علی صاحب ان کو بار بار روکتے تھے کہ معاذ اللہ منہا آپ اجلہ صحابہ کی نسبت ایسے کلمے کہتے ہیں اور آپ تقریر کو اس قدر کیوں طول دیتے ہیں اور مدعا اصلی کیوں بیان نہیں کرتے اور صاف طور سے اس کا جواب کسی معتبر کتاب یا قرآن مجید یا بیضاوی شریف میں کیوں نہیں دکھلاتے؟ اپنے وعدہ کے مطابق کہ بیضاوی شریف میں دکھلا دوں گا کہ طلوع الشمس من مغربھا کے بعد بھی ایمان نفع دے گا اور معتبر ہوگا۔ مگر وہاں تو کچھ مرزائی کی ایک نہ چلتی تھی۔ نہ کسی معتبر کتاب سے اور نہ کلام مجید سے اور نہ بیضاوی شریف میں دکھلاتے تھے اور بار بار یہ کہتے تھے کہ میں اس کا جواب انہی حدیثوں اور قرآن شریف میں دکھلا دوں گا اور بوجہ خشکی حلق کے بار بار پانی پینے کو مانگتے تھے اور منہ سے جھاگ آگئی تھی۔ لیکن

تقریر و بعد وعظ کے بعد دکھلانے کا وعدہ کیا جاتا تھا۔ اس وقت دکھلانے پر مضطر تھا۔ اس بات پر
حاضرین جلسہ خوب قہقہہ اڑاتے تھے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ آپ رفع الوقتی کیوں
کرتے ہیں؟ کیا اس حدیثیں آپ پیش کرنا چاہتے ہیں میں صرف ایک حدیث کے لئے عرض کرتا
ہوں کہ صحیح مسلم یا صحیح بخاری یا بیضاوی شریف میں دکھلا دیجئے کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کے
ایمان نفع دے گا بہت دیر کے بعد مولوی احسن قادیانی نے کہا مرزا قادیانی اپنی کتاب ازالہ اوہام
میں تحریر فرماتے ہیں کہ طلوع الشمس من مغربہا مجھے خواب میں دکھلایا گیا اور میں نہیں کہتا کہ طلوع
الشمس من مغربہا کے دوسرے معنی نہ ہوں۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ
طلوع الشمس من مغربہا کا ہو چکنا حمامۃ البشریٰ میں تحریر ہے کہ جو کتاب ازالہ اوہام سے بعد کو تحریر
فرمائی ہے۔ اس کتاب ازالہ سے بحث نہیں ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ میں پیشتر ہی عرض
کر چکا ہوں کہ حدیث نبوی کے مقابلہ میں کسی کا قول نہیں مانا جاوے گا اور اگر آپ کسی کا قول پیش
کرتے ہیں تو یہ کتاب ازالہ اوہام حمامۃ البشریٰ سے پیشتر کی تصنیف ہے۔ مغرب کا وقت آ گیا۔
مولوی احسن قادیانی نہ کوئی حدیث اور نہ آیات قرآنی پیش کر سکے اور نہ بیضاوی شریف میں
بموجب اپنے وعدے کے دکھلایا۔ ہر چند مولوی خلیل الرحمن صاحب اور مولوی مرید احمد صاحب نے
فرمایا کہ آپ کیا اس حدیثیں پیش کرنے کو کہتے ہیں۔ ان میں سے ایک پیش کر دیجئے۔ مگر تو بہ کو
تقریر تمام ہو چکی تھی اور حاضرین جلسہ سمجھ چکے تھے کہ مولوی احسن قادیانی اس کا جواب نہیں دے
سکے اور کچھ نہیں ادھر ادھر کرتے تھے۔ مگر جلسہ کا کل پر منحصر رکھا گیا۔ مورخہ ۲۳ر جولائی ۱۸۹۵ء کو
بعد نماز عصر کے پھر جلسہ مسجد بہادر خاں والی میں ہو کر مباحثہ شروع ہوا اور اس روز اول روز سے زیادہ مجمع
تھا اور اکثر صاحبان غیر مذہب بھی وہاں موجود تھے۔ مولوی احمد علی صاحب نے اعتراض حمامۃ
البشریٰ پر بذریعہ صحیح مسلم کے کہ جس طرح اول پیش کی تھی پیش کی اور فرمایا کہ جیسے میں نے قول
مرزا قادیانی کا معہ اس کتاب کے کہ جس میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔ "فاعلم ان هذه
الانباء قد تمت كلها ووقعت كما كان في الآثار المنقولة المدونة عن الثقاة
ولكن الناس ما عرفوها وكانوا غافلين" (حمامۃ البشریٰ ص ۸۲ مندرجہ روحانی خزائن ج ۷ ص ۳۰۲) و نیز
حدیث نبوی جو اس کا خلاف ظاہر کر رہی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث مذکورہ بالا پیش کر دی۔ ایسا ہی
آپ بھی کریں کہ صحیح مسلم و صحیح بخاری و کلام مجید یا کسی مستند کتاب معتبر سے یا بیضاوی سے جیسا کہ
آپ کا وعدہ ہے کہ بیضاوی شریف میں دکھلا دوں گا۔ دیگر صاحب اور مولوی مرید احمد صاحب

شاہد ہیں کہ آپ نے فرمایا تھا کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کے ایمان معتبر ہوگا۔ بجواب اس کے
مولوی احسن قادیانی نے کہا کہ میں نے ایک خط مولوی احمد علی صاحب کے پاس پیش کرنے کو شیخ
مظفر علی کی درخواست سے آج ۲۳ جولائی ۱۸۹۵ء کو لکھا تھا کہ جس کا یہ مضمون ہے کہ ایک گھنٹہ
آپ اس کے لئے کو مرحمت فرماویں اور ایک گھنٹہ آپ کے واسطے ہے اور اس وقت بھی مولوی احمد علی
صاحب نیز حاضرین جلسہ سے بھی عرض کیا جاتا ہے کہ مجھ کو ایک گھنٹہ بیان کرنے کے لئے اجازت
کیوں نہیں ملتی ہے۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کی زبانی گفتگو ہرگز
ہرگز نہیں مانوں گا۔ جب تک آپ کسی معتبر کتاب سے نہ دکھادیں گے کہ طلوع الشمس من مغربہا
کے بعد بھی ایمان نفع دے گا اور جو آپ ایک گھنٹہ مہلت چاہتے ہیں تو بیان شروع کیجئے۔ مولوی
احسن قادیانی نے الحمد شریف پڑھنی شروع کی اور الحمد شریف کی تفسیر بیان کرنی شروع کردی۔

بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ وعظ سے منظور کیا نسبت۔ اگر
آپ کو وعظ فرمانا ہے تو اور موقع وقت ہے۔ اگر آپ مجھے وعظ سنانا چاہتے ہیں تو اور کسی موقع پر
سن لوں گا۔ میں ایک گھنٹہ کی جگہ چار گھنٹہ سنوں گا اور اگر ایک گھنٹہ کی مہلت چاہتے ہیں تو اس وقت
منظور کی جاوے گی جب آپ یہ جملہ تحریر کردیں کہ بعد گذرنے ایک گھنٹہ کے بیضاوی شریف
میں حدیث مذکورہ کا خلاف دکھلادوں گا۔ بیضاوی شریف موجود ہے۔ مولوی احسن قادیانی اس
بات کو منظور تو نہیں کرتے تھے۔ مگر اس وقت بجز منظور کے کوئی چارہ نہ تھا۔ یہ جملہ ایک گھنٹہ کے بعد
بیضاوی شریف میں دکھلادوں گا کہ خروج دجال و طلوع الشمس من مغربہا کے بعد بھی ایمان معتبر
ہوگا اور نفع دے گا۔ مگر دستخط نہیں کرتے تھے اور جب دستخط پر زور دیا گیا تو کہنا شروع کیا۔ میں نے کب
کہا تھا کہ طلوع الشمس من مغربہا کے بعد ایمان نفع دے گا۔ اس وقت مولوی مرید احمد شہادت
میں پیش کئے گئے۔ مولوی صاحب نے شہادت دی بعد اس کے پھر مولوی احسن قادیانی سے مولوی
احمد علی صاحب نے فرمایا کہ آپ اول اس جملہ تحریر پر دستخط کردیں اس وقت جو چاہیں تقریر کریں
اور بعد ایک گھنٹہ کے بیضاوی شریف میں خلاف حدیث نبوی کے دکھادیں کہ بعد طلوع الشمس من
مغربہا کے ایمان نفع دے گا۔ چونکہ اب اس کا آپ انکار کرتے ہیں۔ لیکن مولوی احسن قادیانی نے
دستخط نہیں کئے اور صاف انکار کردیا۔ اس پر سب حاضرین جلسہ ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے اور
کرامت اللہ خان نے ایک صفت معہ تمہ پارچہ بارہ پوشیدہ جو ایک کشتی میں اپنے ہمراہ اس غرض
سے لائے تھے کہ جو صاحب غالب آئیں گے پہنا دیں گے اور اس وقت تک کسی کو اس کا حال

معلوم نہیں تھا۔ مولوی احمد علی صاحب کو پہنا دیئے۔ اس کے بعد مولوی احمد علی صاحب نے وعظ فرمانا شروع کر دیا اور مولوی احسن قادیانی ایک گوشہ مسجد میں جا بیٹھے۔ نماز مغرب کا وقت ہوا۔ جلسہ وعظ برخاست ہوا اور ہر دو مولوی صاحب ہم بغل ہو کر ملے اور مولوی احسن قادیانی نے تعریف وعظ کی۔

۲۵ر جولائی ۱۸۹۵ء کو کسی قسم کی ہر دو جانب سے مسئلہ متنازعہ میں تین بجے شام تک گفتگو نہیں ہوئی۔ صرف مولوی احسن قادیانی نے ۲۴ر جولائی ۱۸۹۵ء کو مولوی احمد علی صاحب کے نام ایک خط دوبارہ جلسہ منعقد ہونے کی غرض سے لکھا اور وقت ۴ر بجے شام کے اس خط کو پیرجی صاحب کے مکان پر بلا کر دیا کہ مولوی احمد علی صاحب کے پاس لے جاؤ۔ جس کا یہ مضمون تھا۔

خط محمد احسن قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

محبت مکرم حضرت مولوی احمد علی صاحب۔ بروز تاریخ ۲۴ر جولائی ۱۸۹۵ء ذریعہ رقعہ نیاز بھی عرض کیا گیا کہ ایک گھنٹہ آپ عاجز کو مرحمت فرمادیں اور ایک گھنٹہ جناب کے واسطے اور حسب شرائط میں سے پیارے حسن درمیان میں حسب تقریر و تحریر و سکوت دیگر صاحبان حاضرین از طرفین آپ کے شبہ پیش کردہ میں گفتگو ہو جاوے۔ لیکن آپ نے دیروز ہرگز اس کو قبول نہ فرمایا اتمام الحجہ آج پھر عرض کیا جاتا ہے کہ ان شرائط کو جو حسب النقل والعقل ضروریات سے ہیں۔ قبول فرما کر جلسہ منعقد فرما لیجئے۔ والسلام! مورخہ ۲۵ر جولائی ۱۸۹۵ء۔ الراقم محمد احسن

کمترین تحریر مذکورہ بالا لے کر مولوی احمد علی صاحب کے خدمت میں مسجد چینیاں بازار میں پہنچا۔ مولوی صاحب نے خط کو ملاحظہ فرما کر جواب لکھنے کو تیار تھے کہ مولوی احسن قادیانی و میاں جی خدا بخش صاحب بھی مولوی احمد علی صاحب کے پاس آگئے۔ بدیں وجہ جواب خط ملتوی رہا۔ مولوی احسن قادیانی نے صرف وہی گفتگو شروع کی کہ مولوی صاحب کیوں ایک گھنٹہ کی اجازت نہیں ہوئی۔ بجواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ آپ بھی الحمد پڑھنی شروع کر دیتے ہیں اور کبھی وعظ کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ مناظرہ میں وعظ سے کیا تعلق ہے؟ جیسا میں نے اپنی شبہ کو تحریر مرزا قادیانی میں اور خلاف تحریر مرزا قادیانی کا حدیث نبوی میں دکھلا دیا۔ ایسا ہی

خلاف اس حدیث نبوی کے کوئی حدیث آپ دکھلا دیجئے۔ مولوی خلیل الرحمٰن بھی مسجد میں نماز عصر پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ بھی تشریف لے آئے۔ مولوی احسن قادیانی نے مولوی خلیل الرحمٰن کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ لوگ اجازت ایک گھنٹہ کی کیوں نہیں دیتے ہیں اور یہی بات کہ الحمد شریف پڑھئے اور وعظ کہئے سے جو روکتے ہیں تو میں سورۂ الحمد شریف پڑھوں گا یا تو تحریری یا تقریری مباحثہ منظور کیا جاوے۔ اس وقت حدیثیں پیش کروں گا۔ جواب اس کے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا کہ اول یہ وعدہ ہو چکا تھا کہ تحریری اور تقریری مباحثہ طول نہیں ہوگا۔ جیسے میں نے حدیث نبوی اور تحریر مرزا قادیانی دکھلا دی۔ اسی طرح خلاف حدیث نبوی کے کوئی حدیث آپ دکھلا دیں۔ اس وقت دوبارہ جلسہ منعقد ہو سکتا ہے۔ اسی درمیان میں مولوی خلیل الرحمٰن سے مولوی احسن قادیانی نے فرمایا۔ چونکہ آپ سے اس شبہ کے بارہ میں میری خط و کتابت پیشتر ہو چکی ہے۔ اس گفتگو کا آپ ہی فیصلہ کیجئے۔ چنانچہ اس وقت سے تحریری گفتگو مولوی خلیل الرحمٰن سے کہ جس کا پرچہ علیحدہ تحریر ہوگا۔ شروع ہوئے۔ تیسرا سوال مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ وقت نماز مغرب ہوا اور حاضرین برخاست ہوئے اور مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے سوال لکھ کر مولوی احسن قادیانی کو دے دیا اور فرمایا کہ اب وقت جواب لکھنے کا نہیں رہا۔ مکان پر لیتے جائیے۔ جواب لکھ کر بھیج دیجئے گا۔ مورخہ ۲۵؍جولائی ۱۸۹۵ء

۲۶؍جولائی ۱۸۹۵ء کو بجواب خط مولوی احسن قادیانی کے مولوی احمد علی صاحب نے خط لکھا کہ جس کا مضمون ذیل میں درج ہے تابعدار لے کر مولوی احسن قادیانی کے پاس گیا۔ جو جواب نہیں دیا واپس چلا آیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

مکرم بندہ مولوی احسن قادیانی السلام علیکم! بجواب آپ کے خط کے عرض ہے کہ آنجناب نے جو وعظ کے جلسہ میں تقریر فرمائی اس کا حسن و قبح تمام حاضرین جلسہ پر ظاہر ہو گیا۔ جس امر کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا اس کو آپ نے پورا نہیں کیا۔ یعنی حدیث شریف یا قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں فرمایا کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کے بھی ایمان نفع دے گا۔ وعظ فرمانا شروع کر دیا کہ جس سے عام لوگوں کے خیال مطلب اصلی سے ہٹ جاویں اور شام ہو جاوے۔ مولانا صاحب وعظ اپنے محل پر مناسب ہے نہ کہ ہر جگہ۔ پھر جو امر چند جملوں سے طے ہو سکتا ہو اسے طول دینے سے کیا فائدہ۔ یعنی سوال دیگر جواب دیگر۔ میں ہر طرح اس وقت بھی تیار تھا اور اب بھی ہوں۔

تن موجود ہوں۔ آپ شوق سے دو گھنٹہ وعظ فرمائیے یا حدیث شریف پڑھئے۔ مگر مجھے یہ تقریر کرنے کے بعد ختم ہوتے اپنے وقت کے (بموجب اپنی وعدہ کے) بخاری شریف میں دکھلا دوں گا کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کے ایمان نافع ہوگا اور میں ہر طرح تیار ہوں۔ جس وقت جہاں ارشاد ہو حاضر ہوں۔

مورخہ ۲ مرجولائی ۱۸۹۵ء الراقم محمد احمد علی

نوٹ: مولانا صاحب حدیث پیش کریئے ورنہ یہ دھبہ ٹالے نہ ٹلے گا۔ بقلم دوست محمد خان۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے افترائی پردازی کی حسرت ناک نامرادی

میر عباس علی صاحب صوفی لدھیانوی کہ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید خاص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عرصہ ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پنجہ سے نجات دی۔ یہ سچ ہے کہ بمقابلہ سچائی کے بناوٹ دور ہو جاتی ہے۔ ''قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا'' اللہ تعالیٰ اپنی کلام پاک میں فرماتا ہے۔ ''ان الشيطان لكم عدو مبين'' جہاں تک ممکن ہے شیطان بہکاتا ہے اور عاشوں کے فرمانے کو مرد بان بہت کم سنتے ہیں۔ کیونکہ شیطان در پے ایمان ہے۔ ''ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب'' میر عباس علی صاحب صوفی نے ایک قصیدہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نسبت تحریر فرمایا ہے۔ جو ذیل میں درج ہے۔ ناظرین پڑھ کر حظ اٹھائیں گے۔

قصیدہ در رد قادیانی از میر عباس علی لدھیانوی (سابق قادیانی)

مرزا صاحب تھی دل سے معتقد آپ کا ۔۔۔ حسن ظن ہے کس نے نہ ماتھ پکڑا آپ کا

تھا مرید خاص حضرت سب سے پہلا آپ کا ۔۔۔ جانتے ہیں سب تعلق تھا جو میرا آپ کا

برخلاف حق اطاعت آپ کی کیونکر کروں ۔۔۔ گرچہ حضرت جان ودل سے تھا شیدا آپ کا

کیا خبر تھی ہو گے مدعی نبوت کے مدعی ۔۔۔ نبوت کی طرف ہوگا تقاضا آپ کا

یوں کہیں گے معجزات انبیاء کو مسمریزم ۔۔۔ اور ہوگا ان پر پھر ایسا حملہ آپ کا

مجھ کو ہے مکروہ ورنہ کم نہیں عیسیٰ سے میں ۔۔۔ کچل ہوگی کشتی نہ جس پر پاؤں پہنچا آپ کا

حضرت عیسیٰ جلالی طور پر آئیں گے پر ۔۔۔ ہم نہ تھے آگاہ کہ ہے یہ گھن دھوکا آپ کا

عیسیٰ موعود بن بیٹھیں گے آخر آپ ہی ۔۔۔ ہوگی جاری مبارک زور دعویٰ آپ کا

علم ظاہر کی بھی قلعی عام جلسہ میں کھلی
زور باطن بھی ہوا آخر نکمّا آپ کا

کھل گئی لاہور میں پھر بحث عبداللہ سے
کیا اثر لایا درست نادانوں نے خاکا آپ کا

شرط نور الدین جموں میں نشان کے واسطے
کر گئے منہ خوب ہی عالم میں کالا آپ کا

صادق آیا طالب و مطلوب دونوں میں ضعیف
اب بھی گر طالب ہو کوئی دل کا اندھا آپ کا

قادیاں کو چلتے چلتے جانب دلی چلے
خوب ہے معلوم وہ جانا تھا کیسا آپ کا

میں نے روکا انتظام قادیاں چل کر کرو
بس نہ تھا کچھ ساتھ کر قصہ پہ اصلا آپ کا

طشت از بام آپ ہونے کے لئے دلی گئے
قدرت حق سے ہوا طے جلد جھگڑا آپ کا

سعی ہو مشکور ان کی اہل دین خوش کر دیئے
کیا دکھایا اہل دلی نے تماشا آپ کا

آپ نے جو لو چھیڑی ہوا کی دوڑی ساتھ ساتھ
عذر یا حیلہ کوئی باقی نہ چھوڑا آپ کا

تھے کہاں پر زور حملے آپ کے اور کیا ہوا
وہ نشان آسمانی سے سیپا آپ کا

کس نے بھاگے کھل سے شب کو چھپنے کی طرح
پیر و چوکی جب کر تھا ہر وقت برپا آپ کا

یاد ہوگا آپ نے لکھا تھا جو خط میں مجھے
مر گیا جس وقت موکل بیٹا آپ کا

ان کو اطمینان کر دیجئے بدظن ہوئے جاتے ہیں لوگ
میں نے حسن ظن سے پھر سکہ بٹھایا آپ کا

پوچھیں کیا اوروں سے کیجئے آپ انصاف سے
پہلے کیا اقوال تھے اب حال ہے کیا آپ کا

میں نے جب درخواست کی آخر بطرز صوفیا
رنگ چہرہ ہو گیا وحشت سے پیلا آپ کا

شور تھا ہم زور باطن سے کریں گے فیصلہ
نکلا عین وقت پر اس میں بھی ڈھیلا آپ کا

آپ کی ہستی ہے کیا ہے قادیاں آسے کوئی
کھل گیا ہے سب پہ راز دین و دنیا آپ کا

حسن و خوبی کیجئے کیا ہے ظاہری یا باطنی
سال بھر تک کوئی رہن تمنا آپ کا

راہ دین میں مقتدا میں نے بنایا تھا تمہیں
یاد رکھئے اب بھی چھوڑوں گا نہ پیچھا آپ کا

مرزائی نیچری ہیں نیچری
کوچہ و برزن میں ہیٹوں کا ڈھنڈورا آپ کا

سارے عالم میں کریں گا خوب ہی مٹی خراب
ہے ابھی کیا نام روشن اور ہوگا آپ کا

حق تعالیٰ آپ کو پھر لائے راہ راست پر
پھر بنے گے مجھ کو دولت خواہ سچا آپ کا

ہو اسی پر ہو چکا مضمون اگر ہے ختم
دور ہو ایمان والوں سے یہ لغو آپ کا

حضرت صوفی خدا کا شکر کیجئے بچ گئے
ہر دو عالم میں رہے اللہ مولیٰ آپ کا

رقیمة
الاخلاص
حضرت مولانا دوست محمد خان

رقیمة الاخلاص

وان جندنا لهم لغالبون

مراسلات فیما بین حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحب ومولوی احسن قادیانی واقع دھرہ دون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

پرچہ نمبر:۱......مولانا خلیل الرحمٰن

(تقریر سوال) بعد طلوع شمس کی جانب سے مغرب سے جیسے کہ احادیث صحیحہ میں بیان ہے کسی کافر کا ایمان لانا عند اللہ اگر مقبول ہوسکتا ہے تو قرآن یا حدیث سے عبارت کو منقول فرمایا جاوے۔ سائل خلیل الرحمٰن!

پرچہ نمبر:۱......از مولوی محمد احسن امروہی قادیانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم!

بعد طلوع ہو چکنے شمس کے اپنے مغرب سے کسی کافر کا ایمان لانا ہرگز مقبول نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ سائل صاحب فرماتے ہیں ہمارا اس پر ایمان ہے۔

الراقم محمد احسن مورخہ ۲۵ رجولائی ۱۸۹۵ء

پرچہ نمبر:۲......از مولانا خلیل الرحمٰن

درصورت تو تسلیم اس امر کے کہ بعد طلوع الشمس کے کسی کافر کا ایمان عند اللہ مقبول نہیں ہونے کا تو مرزا قادیانی کا تحریر فرمانا کہ کل آیات کبریٰ پوری ہوچکیں اور واقع ہوچکیں۔ جیسے کہ (حمامة البشریٰ ص۱۴۳) کے اندر جواب کے تقریر میں مذکور ہے کہ یہ سب چیزیں جیسے کہ صحیح اخبار میں ثابت ہیں واقع ہوچکیں۔ جس میں طلوع الشمس من مغربہا کا بھی بیان ہے۔ آپ کے نزدیک مسلم ہے یا نہیں؟ الراقم خلیل الرحمٰن!

پرچہ نمبر:۲......از محمد احسن قادیانی

الجواب وبہ نستعین: حضرت اقدس مرزا صاحب نے کسی اپنی تصنیف میں نہیں تحریر فرمایا کہ طلوع الشمس من مغربہا جو علامت کبریٰ وجود قیامت کی ہے۔ وہ پوری ہوچکی۔ جو سائل صاحب کو جو یہ شبہ حضرت مرزا صاحب کی عبارت حمامہ سے پیدا ہوا ہے وہ محض خلاف ہے۔ کیونکہ

مرزا صاحب نے ایک معترض کا قول بطور اعتراض کے نقل فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کی جو نشانیاں مثل خروج یاجوج و ماجوج اور طلوع الشمس من مغربہا وغیرہ ہے وہ تو ابھی واقع ہوئی ہی نہیں۔ پھر جب کہ امارات مقدمہ مسیح واقع نہیں ہوئیں تو مرزا صاحب مسیح موعود کیونکر ہو سکتے ہیں۔ پس یہ معترض کی غلطی ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کو مسیح کے پہلے اور مقدم سمجھ کر اس نے اعتراض کیا ہے۔ پس معترض کے قول کی غلطی مرزا قادیانی پر عائد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مرزا صاحب نے تو اپنے قول میں کہیں نہیں فرمایا کہ طلوع الشمس من مغربہا ہو چکا۔ ہاں مرزا صاحب اس اعتراض کے جواب میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ''فاعلم ان ہذہ الانباء قد تمت کلہا ووقعت الی آخرہ۔'' ظاہر ہے کہ الف لام الانباء جو عہد کا ہے خواہ وہ عہد ذہنی آپ اس کو تسلیم کریں یا عہد خارجی اور استغراقی مانیں۔ جیسے کہ خود آپ اس لام کی نسبت فرماویں اور نیز چونکہ ذکر انہیں نشانوں کا ہے جو متنازعہ فیہا مقدمات مسیح سے ہیں۔ یعنی وہ علامات جو مسیح سے پہلے واقع ہونی ضرور ہیں نہ ان نشانوں کا ذکر ہے جو متصل قیامت کے باتصال حقیقی واقع ہوں گے تو مراد الانباء معرف باللام اور لفظ ہذہ اسم اشارہ متوسط سے وہی خبریں مراد ہو سکتی ہیں جو کہ امارات مقدمہ مسیح کی ہوویں۔ نہ دیگر علامات متصلہ قیامت کیونکہ ان میں تو بحث ہی نہیں ہے اور اسی مطلب کو بہت تھوڑی سی تدبر کے ساتھ خود سائل صاحب سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے جواب تفصیلی اسی سوال میں جو شرح اور بسط فرمائی ہے اس میں اور علامات مقدمہ مسیح کا وقوع تو بیان کیا ہے۔ لیکن طلوع الشمس من مغربہا کی نسبت ایک حرف تک بھی نہیں لکھا اور اگر کہا جاوے کہ جواب تفصیلی میں حضرت مرزا صاحب نے معترض کو کیوں نہیں یہ جھڑکی دی کہ تو نے یہ علامت مسیح سے مقدم کیوں گردانی اور اپنے اعتراض میں کیوں اس کو ذکر کیا۔ کیونکہ وہ علامت مسیح سے پہلے تو نہیں ہونی تھی جو واقع ہو۔ کہ حضرت مرزا صاحب شیخ معلمین الاطفال کے کوئی میاں جی نہیں ہیں کہ معترض کے قول میں جو جو اغلاط واقع ہوں ان سب کی تعلیم فرمایا کریں۔ ہاں جو امور متنازعہ فیہ میں یعنی وہ نشانیاں جو مسیح سے پہلے واقع ہونی تھیں۔ ان کا بیان فرما دیا ہے۔ مرتبہ اجمال میں جس طرح پر کہ الف لام عہد سے وہ جمہ اور کل پیشین گوئیاں جو مسیح سے پہلے ہونی چاہئیں ذکر فرمائی ہیں۔ جس کی طرف الف لام عہد کا اور اشارہ متوسط ہذہ دلالت کرتا ہے اور جواب تفصیلی میں بھی وہی پیشین گوئیاں صاحب اسرار اور معارف کے بیان کیں جو مسیح سے پہلے ہونی ضرور تھیں۔ لیکن طلوع الشمس من مغربہا کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ یہ اعتراض قلت تدبر سے پیدا ہوا ہے کہ اگر بنظر امعان تفکر و انصاف دیکھا جاوے تو کبھی یہ شبہ پیدا نہ ہو۔

مورخہ ۲۵؍جولائی ۱۸۹۵ء الراقم محمد احسن (قادیانی)

پرچہ نمبر:۳...... از مولانا خلیل الرحمن

براہ نوازش اس بات کا ثبوت کہ مرزا قادیانی نے طلوع الشمس من مغربہا کا واقع ہو چکنا بیان نہیں کیا ہے تو بجز والا تبادلہ تحت کلہا کہئے سے وہ کون سے اخبار مراد ہیں۔ جو اشارہ کے ساتھ ص ۳۸ حمامہ میں عبارت کے ساتھ مرحمت فرمائے۔

راقم المعروف خلیل الرحمن مورخہ ۲۵ رجولائی ۱۸۹۵ء

پرچہ نمبر:۳...... از محمد احسن قادیانی

الجواب بعون المستعین! اے مولوی صاحب عاجز کو آپ کا مبلغ علم معلوم ہوگیا۔ اصول علم مناظرہ وغیرہ کے آداب کے بیان کرنے کی اب مجھ کو کچھ ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ مخاطب کو چند موہوم متحضر نہیں۔ دو سہ کلمات عرض کئے دیتا ہوں۔ اے مولوی صاحب! آپ مجھ سے معدوم کا وجود ثبوت کیوں طلب فرماتے ہیں۔ یہ تو تکلیف مالا یطاق ہے۔ ”لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا“ جب کہ آپ کسی مضمون کے وجود کی صورت میں ہے۔ اعتراض قائم کر سکتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ مضمون یعنی طلوع الشمس من مغربہا کا واقع ہو چکنا کہیں مرزا صاحب نے تحریر نہیں فرمایا جو بنا اعتراض ہے تو ظاہر فرمائیے کہ بنا اعتراض کا دکھانا معترض کا کام ہے۔ نہ مجیب کا میں کیونکر اس مضمون کو جو مرزا قادیانی نے اپنے کسی رسالہ میں نہیں لکھا ہے۔ دکھا سکتا ہوں اگر آپ اعتراض کرتے ہیں تو آپ پر فرض ہے کہ نقل عبارت کر کے اول بناء اعتراض قائم فرمادیں اور مرزا قادیانی کی کتابوں میں اس بناء کا وجود پیدا کریں اور پھر اعتراض کریں ورنہ آپ کا اعتراض ہباء منثورا ہوگیا اور میں تو عرض کر چکا کہ لفظ الآیات میں الف لام عہد کا موجود ہے اور لفظ بعد اسم اشارہ متوسط بھی جس سے مراد وہی علامات ہیں جن کو طلوع سے پہلے ہونا ضروری ہے اور اسم اشارہ متوسط اسی واسطے لایا گیا ہے کہ علامات صغریٰ اور طلوع الشمس من مغربہا کے درمیان میں لیکن طلوع سے پہلے جو علامات ہیں وہ پوری ہوچکیں اب میں آپ کے خطاب میں اور کیا عرض کر سکتا ہوں کہ کلموا الناس علی قدر عقولہم وارد ہے۔ اگر آپ کو اس بارہ میں مفصلاً نظر کرنا ہو تو رقیمہ بوداؤد کو جس میں مولوی احمد علی صاحب کے شبہ کا تار و پود اکھاڑ دیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمادیں معانی الفاظ سے ہی معلوم ہوا کرتی ہیں جو معنی عاجز نے سمجھے اس کے الفاظ بھی آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اگر اب بھی آپ کا شبہ رفع نہ ہوا تو یہ قصور فہم آپ کا ہے۔ زیادہ حد ادب!

راقم محمد احسن مقام رہبرودن ۲۵ رجولائی ۱۸۹۵ء

پرچہ نمبر ۴...... از مولانا خلیل الرحمٰن

اے مولانا معلوم ہے کہ حسب ارشاد باری و فوق کل ذی علم علیم کے یہاں غلطی پہلے سے ہی نہیں ہے۔ پر افسوس یہ ہے کہ جن صاحبوں کو زعم اعلم الناس ہونے کا ہے وہ اپنے مبلغ علم کو کام میں نہ لاسکے۔ ان پر فرض تھا کہ سچی گواہی دینے سے نہ شرماتے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ولو علی انفسھم او الوالدین "اس پر نظر کر کے حق گوئی سے منہ نہ پھیرتے۔ آپ کے مقدم:

شکستہ　قدح　کذب　لہجہ　ناشیت

نیاورد　خواہ　بھلائی　درست

جب کہ قرآن و حدیث سے مرزا قادیانی کے اقوال شکستہ ہیں تو آپ کے تکلفات سے کب درست ہو سکتے ہیں۔

مشک آں است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

علم مناظرہ کے اصول آپ بیان فرماتے تو کیا خدا لگتے آپ کا جواب معقول ہوتا اور اب جو تحریر نہیں کی تو کون سی معقول جواب میں خوبی کی جاتی ہے۔ مجھ کو امید تھی کہ حقائق کی تفسیر کے مطابق آیہ شریفہ "الا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط" کی بابت کچھ ہوئی بیان فرماتے۔ انصاف تو کیجئے آپ کا جواب میں یہ عذر کہ شے معدوم کیوں طلب کی جاتی ہے اور یہ کہ طلوع الشمس من مغربہا کا واقع ہو چکنا کہیں مرزا قادیانی نے تحریر نہیں فرمایا۔ کوئی نفس الامری عذر ہے اور بنا اعتراض کا توڑ دکھلانا تو صرف آپ کے ارشاد سے تھا کیونکہ آپ نے سوال کی تحریر کے وقت یہ کہہ کر کہ رسالہ کی عبارت جب کہ طرفین کو معلوم ہے تو لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھ کو امتناع نفی عبارت کے پیش کرنے سے روک دیا۔ اب جو آپ اس کی نقل طلب فرماتے ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ اس تقریر کے خاتمہ پر کل ارشاد کر دیا جاوے گا۔ اب اس کو مع ان سوال اور جوابوں کے ساتھ شامل و محفوظ رکھے گا تاکہ جناب کے جواب سب بیاد محفوظ باقی رہیں اور جو کہ آپ نے بیان میں ما بہ الامتیاز کے الزام خواہ مخواہ کئے ہیں اور سوال دوم کے جواب میں اس لائحہ کے اعتماد پر مسائل کے حق میں ملامت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اے محروم اصطلاحات علمیہ سے واقف شخص کون ہے جو نہیں جانتا کہ بیان کے موقع میں خاموشی بیان کا فائدہ دیا کرتی ہے۔ پس وہ الزامات کبریٰ جن کے تفصیل اعتراض کی تقریر اور (رسالہ ص ۸۲) میں موجود ہے۔ خواہ از راہ معترض کی خام خیالی کے ہو اور واقع میں نہ ہو۔ خواہ مطابق واقع کے ہو وے جب کہ مرزا قادیانی

نے اصلاً ان کی علامات تو صرف نزول مسیح موعود کے واسطے ہونے پر انکار نہ کیا اور بے ساختہ جواب میں کہہ دیا کہ سب خبریں بے شک تمام ہو چکیں تو آپ کا یہ فرمانا کب معتبر ہوسکتا ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کا واقع ہو چکنا کہیں مرزا قادیانی نے تحریر نہیں فرمایا۔ کیونکہ اولاً! بلا انکار کے مرزا قادیانی نے معترض کی تقریر اعتراض کو اپنی تصنیف میں درج کیا۔ یہ خود دلالت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک مسیح موعود کے نزول کے لئے پہلے سے ظہور یاجوج وماجوج اور دابۃ الارض اور دجال کو مع اپنی نشانیوں کے اور طلوع آفتاب کا اپنے پچھے کی جگہ سے ہونا ضروری مسلم ہے۔

ثانیاً! جواب میں اشارہ کر کے انہیں مذکورہ بالا خبروں کی جانب یہ کہنا کہ وہ سب خبریں بے شک پوری ہو چکیں جو صریح اقرار پر دلالت کرتا ہے۔

ثالثاً! اس پر یہ زور دینا کہ یہ کل واقع ہو چکے جیسے کہ چیدہ خبروں میں ثقہ لوگوں سے جمع ہوگئی ہیں۔

رابعاً! اس پر ترقی اس طور پر ہے کہ لوگوں نے ان علامات کے پورے ہو چکنے کو نہ پہچانا اور بے خبر رہے۔

خامساً! پھر یوں توجیہ کرتا کہ جو بڑے نشان ہیں وہ بجز استعارات اور مجازات کے نہیں واقع ہوتے اور ظاہر طور پر ہرگز نہ جلوہ گر ہوتے ہیں کہ ہو چکے ہیں۔

سادساً! اس کو چند آیات قرآنی سے یوں مؤید کرنا کہ پوشیدہ اور بے خبری کی حالت میں ہی بڑے نشانوں کا واقع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سابعاً! امارات کبریٰ اگر ظاہر اور حقیقت میں جلوہ گر ہوں تو اس پر مشق تفصیل کرنا اور ان میں طلوع الشمس من مغربہا کو شمار کر کے اس طرح کہنا: ”کما اخبر عنہا رسول اللہ ﷺ“ تو کیا یہ سب ثبوت مرزا قادیانی کی انگلیوں نے تحریر نہیں کئے جو آپ مناسب کے اندر ان کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔ ایسا صاف اثبات ہو چکنا۔ اثبوت پر عدم موجودگی کا دعویٰ کرنا آپ کے ہی مبلغ علم کا مقتضا ہے۔ افسوس کہ اگر آپ کو جرأت ہوئی کہ مرزا قادیانی جو طلوع الشمس من مغربہا کے واقع ہو چکنے پر زور دے کر بیان کر چکے۔ اس کے عدم وجود ہونے کو آپ سنا دیں اور پھر اپنے دوسرے جواب میں بے سود تکلف کی طرف مائل ہو کر یوں لکھیں کہ مرزا قادیانی نے جو (حمامۃ البشریٰ ص۹۲) کے اعتراض کی تحریر پر کچھ انکار نہیں کیا۔ اس کی وجہ عدم ضرورت ہے اور یہ کہ مرزا قادیانی کتب کے مطلوب کی طرح فعال کے سیاق کی توضیح کہ معترض کے قول میں جو جو اغلاط واقع ہوں۔ ان سب کو تصحیح فرمایا کریں۔ مولانا! آپ کا یہ عذر تو ایسا ہے جس کو تو بجز اس کے کیا

جاوے تو بجا ہے۔ اے حضرت بہتر یوں ہے کہ آپ اب الہامی کے حلقہ سے آزاد ہو کر صیغے سے ماورائی الف قاسمی ہو جاوے اور اور واضح ہووے کہ آپ رقیمۃ الاخلاص کا طومار لکھنے کے بعد آپ کے آرو پیچ کتر آئینہ الہام پر التفات کرنے کی احتیاج نہیں رہتی ہے۔" وما علینا الا البلاغ المبین واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین " اور مسکن مطرب پارٹی سے ملاحظہ فرمائیے۔

الراقم خلیل الرحمٰن سروری ۲۶ رجولائی ۱۸۹۵ء

"ومن اعتراضاتهم انهم قالوا ان المسيح الموعود لا ياتي الا عند قرب القيامة وظهور اماراتها يعني ظهور ياجوج وماجوج ودابة الارض والدجال الذي تسير معه الجنة والنار وطلوع الشمس من مغربها وما ظهر شيء من هذا العلامات فمن اين جاء المسيح الموعود مع عدم مجئ آيات اخرى وكيف يطمئن القلب على هذا وكيف يحصل الثلج واليقين اما الجواب فاعلم ان هذه الانباء قد تمت كلها وقعت كما كان في الآثار المنقولة المدونه عن الثقاة ولكن الناس ماعرفوها وكانوا غافلين۔۔۔ ايضاً فثبت من قوله عزوجل اعني ولا يزال الذين كفروا في مرية منه ان العلامات القطعية المزيلة للمرية والامارات الظاهرة الناطقة الدالة على قرب القيامة لا تظهر ابداً وانما تظهر ايات نظريه التي يحتاج الى التاويلات ولا تظهر ولا في حلل الاستعارات والا فكيف يمكن ان تفتح ابواب السماء وينزل منها عيسىٰ اما عين الناس وفي يده حربة وينزل الملئكة معه وتنشق الارض وتخرج منها دابة عجيبة ويكلم الناس ان الدين عند الله الاسلام ويخرج ياجوج وماجوج بصورهم الغريبة واذانهم الطويلة ويخرج حمار الدجال ويرى الناس بين اذنيه سبعون باعا ويخرج الدجال ويرى الناس الجنة والنار معه الخزائن التي يتبعه وتطلع الشمس من مغربها كما اخبر عنها رسول الله ﷺ ويسمع الخلق اصواتاً متواترة عن السماء ان المهدي خليفة الله وما ذالك يبقي الشك والشبهاة في قلوب الكافرين ولاجل ذلك كتبت في كتبي غير مرة ان هذه كلها استعارات وما اراد الله بها الا ابتلاء الناس ليعلم من يعرفها بنور القلب ومن يكون من الضالين" (حمامۃ البشریٰ ص ۸۱، خزائن ج ۷ ص ۳۰۲، ۳۰۳)

اور معترضوں کی باتوں سے ہے کہ انہوں نے کہا بے شک مسیح موعود آ گیا۔ مگر جب
ہے کہ قیامت کے نزدیک اور اس کی بڑی نشانیوں کا ظہور ہوگا۔ یعنی ظہور یاجوج و ماجوج و دابۃ
الارض اور دجال کے جس کے ساتھ جنت اور نار چلتے ہوں گے اور طلوع ہونے سورج کے اس کے
چھپنے کی جگہ سے۔ حالانکہ ان علامات سے کوئی بھی نہیں ظاہر ہوئی تو مسیح موعود کہاں سے آ گیا؟
باوجود دوسرے نشان نہ آنے کے اور کیونکر دل اطمینان اس پر پاوے اور کیسے شک اور یقین
حاصل ہووے۔ پس جواب معلوم رہے کہ بلاشک یہ خبریں البتہ سب تمام ہو چکیں اور واقع اس
طور پر ہوگئیں جیسے حدیثوں میں ثقہ سے صحیح شدہ تھیں۔ و لیکن لوگوں نے نہ پہچانا اور بے خبر
رہے... پس ثابت ہوا قول اس بزرگ غالب سے اور بہتیرا کا فران سے شک میں رہیں گے۔
یہ کہ بلاشبہ نشانیاں قطعیہ جو شبہ مٹا دیں اور نشانات ظاہری جو صریح دلالت قیامت کے قرب پر
کریں کبھی نہیں ظاہر ہوتی۔ اس کے سوائے نہیں کہ فکری طور سے نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں جو
تاویلات کی طرف ظاہر ہوں اور نہیں ظاہر ہوتیں مگر پیرایہ استعارات میں۔ ورنہ کیونکر ہو سکتا ہے۔
اگر کھولے جاویں آسمان کے دروازے اور ان سے عیسیٰ لوگوں کی آنکھوں کے آگے اترتے اور
اپنے ہاتھ میں حربہ لئے ہوں اور ان کے ساتھ جیسے اتریں اور زمین پھٹے اور اس میں سے دابۃ عجیب
نکلے جو لوگوں سے کہے کہ بیشک مقبول دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور نکلے یاجوج و ماجوج
اپنی عجیب صورتوں اور لمبے کانوں کے ساتھ اور نکلے گدھا دجال کا اور لوگ دیکھیں کہ اس کے
دونوں کانوں کے درمیان فاصلہ ستر ہاتھ کا ہو اور نکلے دجال اور لوگ دیکھیں کہ اس کے ساتھ جنت
اور نار ہے اور خزانے جو اس کے پیچھے ہو لیتے ہوں اور طلوع کرے آفتاب اپنے چھپنے کی جگہ سے
جیسے کہ اس سے خبر دی رسول اللہ ﷺ نے اور لوگ آواز سنیں پر آسمان سے مثل کہ بیشک مہدی
اللہ کا خلیفہ ہے اور باوجود اس کے شک وشبہ کافروں کے دلوں میں باقی رہے اور اسی وجہ سے میں
نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ لکھا کہ بے شک یہ سب استعارات ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ نے
نہیں ارادہ کیا مگر ان کی آزمائش تا کہ دیکھے کون ان کو دل کی نور سے پہچانتا ہے اور کون بہکے ہووں
سے ہوتا ہے۔

مورخہ ۲۶ رجولائی ۱۸۹۵ء از خلیل الرحمن

پرچہ نمبر ۳..... از محمد احسن قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

''ھذہ معارضہ بقلب جوابکم، فان کان قولکم صواباً فھذا

صم بکم " این جہاں کو بست و فضل و انداز ی آید تا پز را صمد ایہا المولانا معلوم ہے کہ حسب ارشاد و توثیق کل ذی علم علیم کی یہ زبان تو فوق علمی پہلے سے ہی نہیں ہے اور افسوس یہ ہے کہ جن صاحبان کو زعم اعلم الناس ہونے کا ہے وہ اپنے مبلغ علم کو کام میں نہ لا سکے ان پر فرض تھا کہ حق پر گواہی دینے سے نہ شرماتے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ولو علی انفسہم او الوالدین " اس پر نظر کر کر حق گوئی سے منہ نہ پھیرتے اے مخدوم۔

فلسفہ قدح گر بہ بند تو چست
نیز جہ وخواہد بہانہ درست

جب کہ قرآن و حدیث سے مرزا قادیانی کے اقوال مؤید و مبرہن ہیں تو آپ کے تکلفات سے کب فلسفہ ہو سکتے ہیں۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار بگوید

علم مناظرہ کے اصول اگر عاجز بیان کرتا تو بھی انشاء اللہ عند اللہ جواب مقبول ہوتا اور اب جو تحریر نہیں کئے تو کون سی کمی مجوزہ جواب میں خیال کی جاتی ہے۔ مجھ کو امید ہے کہ بخاری کی تفسیر کے مطابق آیت شریف "الا تطغوا فی المیزان واقیموا الوزن بالقسط" کی بات سچی ہوگی۔ یوں فرماتے۔ انصاف تو کیجئے کہ عاجز کے جواب میں یہ عذر کہ مخدوم کیوں طلب کی جاتی ہے اور یہ کہ (طلوع الشمس من مغربہا کا وقوع ہو چکا) کہیں مرزا قادیانی نے تحریر نہیں فرمایا کیا لغو سا الامری طور ہے۔ اس عبارت حمامہ سے جو آپ نے نقل فرمائی۔ اعتراض قائم ہی نہیں ہو سکتا۔ خواہ خاتمہ پر آپ اس کو نقل فرماویں یا اول میں۔ کیا توجیہ ہے کہ خاتمہ ٹھیک نہیں۔ لہٰذا آپ اس کو بجز ان سوال و جوابوں کے ساتھ شامل و محفوظ رکھئے گا۔ تاکہ جناب کے شبہات سب ہباء منثورا ہی رہیں اور جو کہ آپ نے بیان میں الغلام الابناء کے لام حوالہ قلم کئے ہیں اور سوال دوم کے جواب الجواب میں اس لام کے عدم اعتنا پر مجیب سائل کے حق میں ملامت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اے مخدوم اصطلاحات علمیہ سے واقف شخص کون ہے جو نہیں جانتا کہ بیان کے موقع میں یہ الف لام بہت سے مضمون کے بیان کا فائدہ دیا کرتا ہے۔ پس وہ عبارات میری جن کی تفصیل اعتراض کی تقریر اور حمامہ ص ۸۲ میں موجود ہے۔ خواہ وہ عبارات از راہ معترض کی خام خیالی ہوں اور واقع میں نہ ہوں۔ خواہ مطابق واقع کے ہوویں۔ لیکن جب کہ مرزا قادیانی کو انہیں علامات خاصہ نزول مسیح موعود کی بحث منظور ہے اور بے ساختہ جواب میں کہہ دیا ہے کہ سب تحریریں جو مسیح سے مقدم ہیں بے شک تمام ہو چکیں۔ جس کی طرف الف لام دلالت کرتا ہے تو آپ

کا یہ فرمانا کب معتبر ہو سکتا ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کا واقع ہو چکا مرزا قادیانی نے تحریر فرمایا
ہے۔ کیونکہ اولاً معترض کا اعتراض یہی ہے کہ امارات مسیح ابھی نہیں واقع ہوئیں۔ اگر چہ اپنی بے
عقلی سے طلوع الشمس من مغربہا کو بھی علامت مقدم مسیح اس نے شمار کیا ہے۔ یہ امر خود دلالت کرتا
ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک مسیح موعود کے نزول کے لئے پہلے سے ظہور یاجوج و ماجوج اور دابۃ
الارض اور دجال کا مع اپنی کل نشانیوں کے ہونا مسلّم ہے۔ جس طرح سے کہ وہ واقع ہوئیں اور
طلوع الشمس من مغربہا مسیح موعود کی مقدم نشانی ہی تھی جو وہ بھی پہلے واقع ہو لے۔

ثانیاً اس میں اشارہ متوسطہ سے اشارہ کرتا انہیں مذکورہ بالا خبروں کے لئے ہے کہ جو
امارات مسیح ہیں اور وہ وہی درمیانی اور متوسطہ بھی ہیں اور یہ سب خبریں پوری ہو چکی ہیں۔ یہ
دلالات صریحہ ہیں۔ تعجب ہے کہ آپ جیسے فہیم کے فہم میں نہیں آ گیا۔

ثالثاً اس پر یوں زور دیا کہ یہ سب ایسے واقع ہو چکے جیسا کہ چھیدہ خبریں ثقہ لوگوں
سے جمع ہوئی ہیں۔ کیونکہ کسی چھیدہ خبر میں جو تقاب سے مراد ہو پیدا نہیں ہوا۔ طلوع الشمس من
مغربہا بھی مسیح کے مقدم ایک امارت ہوئی۔ "ومن ادعی فعلیہ البیان"

رابعاً اس پر ترقی اس طور سے دیا کہ لوگوں نے ان علامات کے پورے ہو چکنے کو نہ
پہچانا اور بے خبر رہے۔ کیونکہ طلوع الشمس من مغربہا جو وجود قیامت تک متصل ہوگا اس کو سب
پہچان لیویں گے۔ کیونکہ سب ایمان لے آویں گے اور وہ ایمان نفع نہ دیوے گا۔ لیکن ابھی تک
سب کفار کب ایمان لائے ہیں اور وہ اگر کشفی طلوع شمس من مغرب سے اب شروع ہو چکا ہے تو وہ
بطور استعارہ کے ہے نہ حقیقی۔ "کما فی ازالہ الاوہام خامساً" پھر یوں تائید کرنا کہ جو
بڑے نشان میں کبرویہ جو مسیح کے مقدم ہوں تو وہ بطور استعارات اور مجازات کے ظہور میں واقع ہوئے
اور اگر ظاہری طور پر ہوتیں تو پھر سب لوگ ایمان لے آویں اور وہ ایمان نفع بھی نہ دیوے۔ لاکن
زمانہ مسیح کا بالاتفاق وہ بالتکلیف ہے۔ تو ازالہ مجزاء اور مولوی احمد علی صاحب کا خلاف اس میں معتبر
نہیں کہ ان کو ہم نے رقیمۃ الوداد میں بخوبی منقوض کر دیا ہے۔ سادساً پھر اس کو چند در چند آیات
قرآنی سے یوں مؤید کرنا کہ پوشیدہ اور بے خبری کی حالت میں ہی بڑی نشانیوں کا کل قیامت
واقع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اگر مسیح کے وقت میں بھی طلوع الشمس من مغربہا اپنے ظاہری معنوں پر
واقع ہوتا تو پھر ایمان و اسلام کب قبول ہو۔ کیونکہ شروع قیامت تو اس وقت طلوع شمس من مغربہا
سے ہو جاوے گا نہ مسیح کے وقت سے۔

سو اینہا! امارات کبریٰ پر اگر نظر ہو اور حقیقت جلوہ گر ہوں تو آپ پر منع تفصیل کرنا اور ان میں طلوع الشمس من مغربہا کو شمار کرکے اس طرح پر جانا "کما اخبر عنہا رسول اللہ ﷺ" (یعنی ظاہری طور پر) مسیح کے وقت میں نہیں واقع ہوسکتا۔ کیونکہ بعد ایسی صورت کے ایمان قبول نہ ہوگا۔ لیکن مسیح کے وقت میں تو ایمان واسلام مقبول ہے تو پھر نہیں ہوسکتا کہ مسیح کے وقت میں طلوع الشمس من مغربہا حقیقی طور پر واقع ہو۔ ہاں بطور استعارہ بھی طلوع الشمس اسلام ممالک مغربی سے ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کا زمانہ بھی ہزار یا دو ہزار برس بعد [illegible] ہوسکتا ہے۔ کما برهنت علیه فی رقیمة الوداد "ایہا المولانا شے معدوم کا بعد کی اثبوت کہہ دینا آپ کے مبلغ علم کا مقتضا ہے۔ افسوس کیونکہ آپ کو جرأت ہوئی کہ مرزا قادیانی جو طلوع الشمس من مغربہا کے نہ واقع ہوچکنے کے بعد دیگر بیان کرچکے۔ پھر بھی اس کے واقع ہوچکنے کو آپ بتادیں اور نیز جب کہ مرزا قادیانی نے طلوع الشمس من مغربہا کا بیان ان تصریحات اور توضیحات کے ساتھ کر دیا تو کہ مع ہذا پھر بھی کسی معترض ذکی صاحب کے سمجھ میں نہ آوے تو پھر یہ عذر کہ حضرت مرزا صاحب معلمان اطفال کی طرح نہیں ہے کہ بار بار کسی معترض ذکی کو سبق یاد کرایا کریں۔ کیا عذر قوی ہے کہ بغیر قبول ہوئے آپ کو چارہ ہی نہیں۔ اے حضرت بہتر یوں ہے کہ اب تو آپ اسلام کے حلقہ میں پورے پورے داخل ہوکر مرزا قادیانی کے اسلام پر آمین اس امر کو خصوصاً جو بیان الف لام میں لکھے گئے ہیں تصدیق فرمادیں اور اپنے الف قامت کو اس لام اسلام کی ردیف شکل بام کے خمیدہ کرکے بتوضیح و ادب اسلام کے ساتھ پیش آویں تاکہ "وعید من لم یعرف امام زمانه فقد مات میتة جاهلیة" پیش نہ آ جاوے اور واضح ہو کہ اس رقیمہ الاخامس کے طبع رکھنے کے بعد بھی آپ کو کچھ شبہ باقی ہے تو پھر رقیمۃ الوداد کا جواب آپ سے نہ ملے گا اور بعد طبع کرانے اس کے آپ کے جملہ شبہات متعلقہ مسئلہ متنازعہ کا تار و پود اکھڑ دیا جاوے گا۔ بنا بر اس کے طبع تک آپ انتظار کریں اور واضح ہو کہ جب قرار داد کے جلسہ میں بیٹھ کر آپ کو اور عاجز کو آئندہ شکل سابق کے جواب وسوال لکھنا ہوگا اور آپ کا خود ساختہ جواب مقبول نہ ہوگا اور نہ لیا جاوے گا۔" وما علینا الا البلاغ المبین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین" اور حامد کی عبارت میرے مطلب کی نہیں تھی۔ کیونکہ وہ عاجز کے پاس موجود ہے۔

الراقم محمد احسن امروہی۔ مورخہ ۲۷ جولائی ۱۸۹۵ء

پرچہ نمبر:۵ ..... از مولانا خلیل الرحمٰن

الجواب

"ھذا دفع المعارضۃ لرفع المناقضۃ"

مخدوما! آپ کا مطلوب جواب پہنچا اور کیفیت مرقومہ سے مطلع کیا۔ فرمائیے تو کب تک آپ حق پذیری اور انصاف گزینی کی طرف سے منقلب رہیں گے۔ اگر مرزائی طریقہ میں راہ صواب سے پلٹ جانے کو ہی صواب مان رکھا ہے تو آپ کو ہی مبارک رہے۔ ہنوز آں رازے گزدہ سازند مختصہا۔ مرزا قادیانی کا قول امارات کبریٰ مع طلوع شمس من مغربہا کے واقع ہو چکنے کی بابت جو حمامۃ میں ص۸۲ میں موجود ہے اور آپ اس عبارت کو اس سوال وجواب کی تقریر میں درج کرنے کے لئے مخاطب کئے گئے ہیں۔ اے مولانا! وہ ایسا صریح نہیں ہے کہ اس میں سے آپ کے طلوع شمس من مغربہا مستقبل کرنے کو بمقابلہ مرزا قادیانی کی تصریح کے وقعت ہو سکے اور الانبیاء کے کلام کے معترض کو کہتے تھی آپ لکھے رہیں اور بڑے زور سے جو اشارہ میں کہا ہے وہ خبریں کہ اعتراض کی تقریر میں مذکور نہیں متعین ہوئیں اس سے گریز اس طرف کریں کہ مرزا قادیانی کے نزدیک معترض کے قول میں طلوع شمس من مغربہا واقع ہو چکنے کی بابت کوئی اقرار نہیں ہے اور نہ آپ کا یہ فرمانا مفید ہو سکتا ہے کہ طلوع شمس من مغربہا جب کہ احادیث میں نزول مسیح موعود کے واسطے علامت نہیں بیان ہوئی تو کیونکر مرزا قادیانی اس کو معترض کے قول کے موافق علامت مان لیتے۔ کیونکہ عبارت جو حمامہ کی ہے۔ وہ ہرگز آپ کے اس توجیہ کو جگہ نہیں دیتی ہے۔ جیسا کہ ناظرین پر مخفی نہیں ہے۔ اے حضرت تک یہ اِن توجیہ کی بابت مدد معنوی۔ نہ دکھائے گردن تجھ توی۔ گو آپ مرزائی ہیں ولیکن بحث شدہ مسئلہ میں مرزا قادیانی کے خیالات سے آپ کے خیال کہیں پرے ہیں۔ چنانچہ جا بجا اس سے ناظرین پر پوشیدہ نہیں ہے کہ آپ کی ۸۲ حمامہ والی مرزا قادیانی کی تقریر کو محرف کرتے ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے حمامہ کے اندر جو پچھلے تصانیف سے ہے کہیں دعویٰ نہیں کیا کہ طلوع شمس من مغربہا یا خروج دجال ہو چکا یا خروج دابۃ الارض موصوف سے ظاہر عبارت احادیث کے مطابق طلوع وخروج مراد ہے جو قیامت سے باتصال حقیقی واقع ہوگا۔ "ومن ادعی بوجودہ فعلیہ البیان" البتہ ہر کسی نے ظاہری طور پر احادیث مشہورہ کے مطلب نہ ہونے کا ثبوت تحریر کیا ہے۔ چنانچہ بار بار اس کا مقام آپ کو یاد دلایا گیا اور آپ نے اپنی تحریر میں طریق مذکور کو پیش کیا ہے۔ چنانچہ آفتاب کی بابت آپ کا مرزا قادیانی کے خلاف تو ان ہی سوالوں کے جواب میں موجود ہے اور نیز طلوع شمس میں مع خروج دجال ودابۃ الارض کے

اس پرچہ میں ہے۔ جو مورخہ بست و چہارم رمضان ۶۴ھ غلط میں تحریر کیا ہے کہ اب کی دفعہ رجوع میں غلطی کی ہے کہ بجائے ۲۸ یا ۲۹ جولائی کے ۱۷ جولائی لکھی ہے۔ حالانکہ جس پرچہ کا جواب ہے وہ آپ کے پاس ۲۸ جولائی ۱۹۴۵ء کو پہنچا تھا۔" عبارته هكذا فطلوع الشمس من مغربها والدجال ودابة الارض اعنى الايات الثلاث التى اذا اخرجن لا ينفع نفسا ايمانها كما فى المسلم هى التى تكون متصلاً بالقيامة باتصال حقيقى والصادق تحقيقى "پھر طرفہ ماجرا یہ ہے بہت کہ آپ اپنی مطلوب جواب کی تنگی صورت میں باوجود فرض کے اعتراض کو غلط مان لینے کے طلوع شمس من مغربہا کے سوا لیتے ظہور یاجوج وماجوج ودابۃ الارض ونزول مسیح کے بنے پہلے سے ہونے کو مرزا قادیانی کے نزدیک مسلم مانتے ہیں۔ اب حضرت وہ حدیث پیش تو کیجئے جس میں بیان ہوا ہو کہ نزول مسیح کے لئے پہلے علامات سے ظہور یاجوج ودابۃ الارض ہے۔ لیکن اگر آپ اس طرح کی حدیث پیش نہ کر سکے تو معترض کے اعتراض کی تقریر میں سے نزول مسیح موعود کے لئے مرزا قادیانی کے نزدیک مجملہ علامات کے جیسے ظہور یاجوج وماجوج ودابۃ الارض کا ہونا مسلم ہے طلوع شمس من مغربہا کا وقوع مسلم ہے جیسے کہ کلیت تحت قلب سے روشن اور یہ کہ آپ جو طلوع شمس من مغربہا کو استثناء کرتے ہیں۔ فضول ہے اور جس قدر آپ نے الایمان کے نام کے دائرہ میں گردش کیا کر استثناء کرنے طلوع الشمس میں زور لگائے سب کے سب بے سود ہیں۔

اب میں اس تقریر کو اسی قدر تحریر پر ختم کرتا ہوں۔ اہل انصاف خود دیکھ لیویں کہ حق بات کس کی طرف ہے اور یہ معلوم کریں گے کہ ان تحریرات کے ساتھ حمامۃ کی وہ عبارت مع ترجمہ کے شامل رہنے سے آپ کی تاویلات کس قدر رکیک ہیں۔ بھلا اول از ہی اس کو علیحدہ فرماتے اور مکان کے اندر بیٹھ کر جواب لکھنے کا آغاز تو خود آپ سے ہی ہوا ہے۔ اگر بالمواجہ دیا لکھا تو یہ تحریر مدنظر تھی تو گھر میں بیٹھ کر جواب مت لکھا ہوتا۔ اس احقر نے آپ کا جواب اگر اپنے مکان پر لکھ دیا تو کیا خطاء کی۔ "اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسكم كبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون " نیز التماس ہے کہ خود آپ کسی ثالث وقت کے ہدیۂ اور تاریخ ثانی کی تصنیف کردہ کو طبع کراویں یا اس رقعہ الاخلاص کی تحریرات کو چھپوا دیں تا اختتام گفتگو اس تحریر کے توقف تحریر کے طبع میں کریں اور کوئی تبدیلی اور کچھ کمی و بیشی نہ فرماویں۔" واخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العلمين والصلوٰة والسلام على رسوله محمد وعلى آله واصحابه اجمعين"

از رقم خلیل الرحمن مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۴۵ء

پرچہ نمبر: ۶...... از مولانا خلیل الرحمٰن

حامداً ومصلیاً ومسلماً! مخدوم مکرم مولانا صاحب بعد از سلام مسنون معروض آنکہ میرا جوابی پرچہ جو جناب کی نظر سے گذر چکا ہے اور اس کو آپ کی خدمت میں گئے ہوئے دن بھی آج تیسرا ہے۔ غالب ہے کہ کسی طور سے عبارت میری ہر سہ اور مطلوبہ کی آپ نقل فرما چکے ہوں گے۔ یعنی ایک یہ کہ مرزا قادیانی نے حمامہ کہ عربیہ جو پچھلی تصانیف سے ہے اور عرب تک بھی گئی ہے۔ کس مقام پر تحریر کیا ہے کہ احادیث صحیحہ میں جو طلوع الشمس من مغربہا آیات کبریٰ میں سے قرب قیامت کے لئے بیان ہوا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طلوع ظاہری طور پر اسی آفتاب کے لئے آئندہ زمانہ میں ہووے گا۔ دوسری یہ عبارت کہ طلوع آفتاب کا مغرب کی جانب سے جو ہوگا وہ قیامت کے قریب بلا فصل متحقق ہوگا۔ تیسری عبارت ان احادیث صحیحہ کی جن میں بیان ہوا ہے کہ مسیح موعود کے لئے علامت پہلے نزول سے ظہور یاجوج وماجوج ودابۃ الارض کا ہے۔ تا کہ معلوم ہووے کہ بحث شدہ مسئلہ میں آپ کا اور مرزا قادیانی کا ایک مسلک اور بیان ہے اور یہ کہ آپ نے جو حق اول میں دعویٰ کیا ہے وہ درست اور ثابت ہے۔

الراقم: خلیل الرحمٰن مورخہ یکم اگست ۱۸۹۵ء

پرچہ نمبر: ۷...... از مولانا خلیل الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

جناب مخدوم مکرم سید مولوی محمد احسن تسلیم مسنون کے بعد گذارش ہے آج ماہ اگست ۱۸۹۵ء کی بارہویں تاریخ میں آپ کا مرسلہ رقیمہ ودیعۃ الطلب جناب پہنچا۔ حضرت من اگرچہ باعث تو یوں ہے کہ یہ مشتے کہ پس از جنگ یاد آید بکلہ خود باید زد۔ جب کہ آپ مطابق مجلس عام میں ترک کر چکے اور آپ کے منہ کا لقمہ نکل گیا۔ چنانچہ حاضرین جلسہ بچشم خود دیکھتے تھے کہ بار بار پانی کے گھونٹ پی پی کر اپنی خشک لبی مٹاتے تھے اور پھر وہی حالت ہو جاتی۔ بھی آج اخراجی دجالی بیانات لکھ کر طبع کر کے طالب جواب بنتے ہیں۔ چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

اجی حضرت!! اس قصہ کو بھی جانے دیجئے۔ پہلے یا اپنی عجز اور لاجواب رہ جانے کا میرے سابقہ سوالات مرسلہ کے جواب کا اقرار لکھ دیجئے یا تحریری مختصر جواب ثبوت ان ہر سہ امور کا عنایت کیجئے۔ یعنی:

۱...... یہ کہ حمامہ جو پچھلی تصانیف مرزا سے ہے اور عربستان تک پہنچ گئی ہے۔ اس میں مرزا قادیانی نے کس مقام پر تحریر کیا ہے کہ آیات کبریٰ میں سے قرب قیامت کے لئے جو احادیث

صحیحہ میں طلوع شمس من مغربہا بیان ہوا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ طلوع ظاہری طور پر اسی آفتاب کے لئے آئندہ زمانہ میں ہو سکے گا تا کہ ثابت ہو کہ آپ کا استنباط باطل نہیں ہے۔

۲..... علامت جس کی عبارت پر بحث واقع ہے وہ عبارت مرحمت فرمایئے۔ جس میں مذکور ہو کہ آفتاب کا طلوع مغرب کی طرف سے جو ہوئے گا وہ قیامت کے قریب باتصال حقیقی و اصالتی حقیقی ہوگا۔ تا کہ معلوم ہو کہ آپ کا دعاء المعقول بما لا یرضے بہ القائل نہیں ہے۔

۳..... عبارت ان احادیث صحیحہ کی جن میں بیان ہوا ہے کہ مسیح موعود کے لئے علامت پہلے نزول سے ظہور یاجوج وماجوج اور دابۃ الارض کا ہے۔ تا کہ ثابت ہووے کہ کیونکر آپ کی شق اول کی تقریر درست ہے؟ اور کیسے مرزا قادیانی کے اقوال احادیث صحیحہ سے متعلق ہیں۔ جس کے آپ اپنے جوابات کے اندر مدعی ہیں اور بوجہ شہادت صحیحہ پیش نہ کر سکنے کے مطالبہ کا پھر یہ جو آپ نے یہ غلط بیانی کر کے واپس کر دیا کہ بالمشافہ تحریر کی شرط ہو چکی تھی۔ قہذا وا نہیں ہے۔ حالانکہ کوئی شرط تحریر سوال وجواب کے وقت مقرر نہیں ہوئی۔ بلکہ گھر بیٹھ کر جواب نویسی کی ابتداء آپ سے ہوئی۔ لہٰذا اگر شرط بھی تھی تو خلف وعدہ کے آپ ہی مرتکب ہوئے اور جب آپ کی طرف سے شرط فسخ ہوئی تو مشروط کی جو آپ کے خیال میں ہے مجھے رعایت کچھ لازم نہ ہوئی۔ پس اتمام کی حجت آپ کے اوپر ہی عائد رہی۔ بالجملہ جب آپ اس بحث سے کہ میرے اور آپ کے درمیان واقع ہے فراغت پاکر سائل ہونے کا منصب حاصل کر لیے ہیں۔ اس وقت خواہ مجھ سے خواہ میری معرفت مولوی احمد علی سے اپنے رقیب وہی کا جواب طلب کیجئے پھر دیکھئے طرفہ تو یہ مرزا قادیانی کے طوفان یا آپ کے خاص اپنی نیرنگی بیان سے کیسا کامل جواب حسب ان شرائط کے جو آئندہ مقرر ہو جائیں گے۔ پاتے ہیں۔ الراقم: خلیل الرحمن امروہی دوازدہم ۱۲ اگست ۱۸۹۵ء

عبارت منصفانہ بنام محمد احسن قادیانی

ایہا المولوی مولوی محمد احسن صاحب۔ السلام علیکم! کیوں حضرت جو مناظرہ فی مابین آپ کے اور جناب مولوی احمد علی صاحب کے ہوا تھا۔ آپ کو یاد ہے کہ طلوع شمس من مغربہا کے بارہ میں آپ نے بھی شیخ خدا بخش صاحب کی دکان پر جب کہ اثناء جناب مولوی احمد علی صاحب نے آپ کے طالب ہونے پر بالمواجہ منشی محمد حنیف صاحب خلف شیخ خدا بخش صاحب ظاہر فرمایا تھا کہ بموجب حدیث نبوی کے بعد طلوع شمس من مغربہا کے ایمان لانا نفع نہیں دے گا اور نہ معتبر ہوگا۔ آپ چونکہ مرزا قادیانی الشمس من مغربہا کا گذر جانا جماعت میں تحریر فرماتے ہیں اور پھر دعوت اسلام کے لئے بلاتے ہیں۔ بموجب حدیث کو ان کے ایمان کب نفع دے گا کہ آپ نے

نہیں فرمایا تھا کہ بعد طلوع شمس من مغربہا کے ایمان نفع دے گا اور معتبر ہوگا اور ہم بیضاوی سے ثابت کریں گے اور دکھلا دیں گے باوجودیکہ روز جلسہ منعقدہ تک بھی آپ نہ دکھلا سکے اور الحمد شریف کا وعدہ اختیار فرمایا۔ اب آپ کی اس مناظرہ میں اس طرح کروٹ لینا کہ اقرار کر لیا گیا کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا کے ایمان نفع نہیں دے گا۔ اس نے آپ کی صاف ہٹ دھرمی پائی اس جلسہ سے پائی جاتی ہے۔ ناظرین بعد ملاحظہ ہر دو مناظرہ معلوم کر سکتے ہیں کہ عقائد باطلہ پر کون ہے۔

(دوست محمد خان عفی عنہ)

قابل غور عبارت

۲۹ رجولائی ۱۸۹۵ء کو مولوی خلیل الرحمن صاحب نے جواب الجواب خط مولوی محمد احسن کے نام تحریر فرما کر روانہ فرمایا تھا۔ دو روز منتظر جواب رہ کر یکم راگست ۱۸۹۵ء کو ایک خط بطور یاددہانی وطلبی جواب نامہ اولین کے تحریر فرما کر مولوی محمد احسن کے پاس روانہ فرمایا۔ جس کو نہیں لیا زبانی عذر کر کے واپس کر دیا۔ وہی نامہ ۵ راگست ۱۸۹۵ء کو بمعرفت منشی حسن محمد عطار مولوی محمد احسن کے پاس بھیجا گیا۔ پھر نہیں لیا۔ لفافہ پر عبارت ذیل لکھ کر واپس کر دیا۔ "یہ خط گھر میں بیٹھ کر لکھا گیا ہے۔ لہٰذا خلاف شرط مسلمہ ہے۔ بالمشافہ جو کچھ گفتگو ہو وہ لکھی جاوے۔ جیسا کہ قرارداد ہے۔ لہٰذا واپس ہے۔ ۵ راگست ۱۸۹۵ء محمد احسن" اگرچہ لینے سے عذر مولوی محمد احسن قادیانی کا نا قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ وقت تحریر سوال وجواب کے کوئی شرط بالمشافہ تحریر کی نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ گھر پر بیٹھ کر مباحثہ کے مندرجہ سوال نمبر۳ کی جواب نویسی کی ابتداء مولوی محمد احسن سے ہوئی اور پھر عذر یہ کہ خانہ ساز تحریر کو نہیں مانوں گا۔ اگر بالمشافہ تحریر مناظرہ مدنظر تھا تو نامہ رد کر کے یہ جواب لکھ دینا چاہئے تھا کہ بالمشافہ تحریر کے لئے جلسہ فلاں تاریخ اور فلاں جگہ منعقد کیا جائے۔ آپ تشریف لا دیں۔ واپس کرنا نامہ کا اگر بغور دیکھا جاوے تو تاویلات اور استعارات غلط ہیں اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ایک پرچہ مختصر اپنی دجلی بیانات لکھ کر اور طبع کرا کر طالب جواب ہے۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ ۱۲ راگست ۱۸۹۵ء کو مولوی خلیل الرحمن صاحب نے ایک نامہ پھر مولوی محمد احسن قادیانی کے پاس بھیجا تھا کہ بطور جواب تدارد ناظرین پرچہ طبع شدہ مولوی محمد احسن قادیانی و نیز ہر دو مباحثہ تحریر شدہ و جواب پرچہ طبع شدہ کو ملاحظہ فرما کر معلوم کر سکتے ہیں کہ تحریر باطلہ کا مرتکب کون ہے۔

مورخہ ۲۴ راگست ۱۸۹۵ء المشتہر دوست محمد خان

تمت ..... تمام شد

نصرۃ الحق

فی

رد القول الزاھق

حضرت مولانا خلیل الرحمٰن بھوپالی

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

رسالہ نصرۃ الحق فی رد القول الزاھق

فی رد سواء السبیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد!

کمترین آل عباس خلیل الرحمٰن "تغمدہ اللہ بالغفران" عرض کرتا ہے کہ راقم الحروف کے ہم وطن مولوی محمد احسن صحیح قادیانی کا جواب باصواب دینے کا زبانی دعویٰ جب دہرہ کے قیام میں مقابلہ مولوی احمد علی مدرس مدرسہ سہارنپور کے کچھ پایہ ثبوت کو نہ پہنچا جس کے باعث مجمع عام میں شرمندہ ہونا پڑا تو بعد میں انہوں نے دو کارروائیاں کیں۔ ایک اس بنا مد سے تحریری گفتگو، جس میں بھی آخر لاچار لاجواب رہے۔ چنانچہ میری تحریر "ترغیب الاخوان" سے ناظرین معلوم کر سکتے ہیں۔ دوم ایک فرضی تحریر بنام "سواء السبیل" چھپوا کر شائع کی تاکہ جو لوگ ان کے کھوٹے احوال کو بھلا اور عمدہ جانتے ہیں اور اس سے نکل نہ جاویں اور موقف اشخاص آپ کو فتح مند سمجھیں۔ لیکن درحقیقت اس میں بھی خام خیالی سے کام لیا ہے۔ چنانچہ میری اس تحریر "نصرت الحق" سے واضح ہوگا اور اس کا چھپا ہوا ایک نسخہ میرے پاس ہے جو مولوی محمد احسن قادیانی نے لکھا ہے جس کی عبارت ذیل میں درج ہے "لھذا لا علاء کلمۃ اللہ" جواب لکھا گیا۔ "واللہ ولی التوفیق" نقل عبارت مولوی محمد احسن قادیانی جو چھپائی پر اپنے رسالہ کے انہوں نے لکھی تھی۔ "مولوی خلیل الرحمٰن یا خود اس کا جواب شائع کریں۔ مولوی احمد علی صاحب سے جواب بغرض اشاعت تاکہ ناظرین کو بعد کرنے کا موقع ملے۔"

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً

(رفیع) ہمارے مولانا صاحب نے جو حدیث مسلم کی یعنی حضرت ابی ہریرہؓ کی روایت ہے جس میں بعد طلوع شمس من مغرب کے کفار کے ایمان کی عدم قبولیت بیان ہوئی ہے۔ بیان فرما کر شب کو تقریر فرمایا۔ افسوس کہ اس کے بعد متصل کے حدیث کو نظر انداز (یعنی خیال سے دور) فرما دیا ہے۔ جس کو عاجز سابق بیان کر چکا ہے اور اب بھی بیان کرتا ہے۔ "عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ثلث اذا خرجن لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیراً طلوع الشمس من مغربها والدجال ودابة الارض"

(رفیع) اے مجیب صاحب کوئی شخص تو دوسرے کی بات نہیں سمجھا کرتا۔ آپ اپنی بات بھی نہیں سمجھتے ہیں۔ ٹھیک ہے ۔

چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد
صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

حضرت من جب آپ پہلے یہ ظاہر کر چکے کہ ابتدائی جواب عاجز نے جو اس وقت عرض کیا بحوالہ حدیث صحیح مسلم وغیرہ (اور یہاں اقرار کر کے کہتے ہیں کہ) جس کو عاجز سابق بیان کر چکا ہے (تو محض اتہام ہے کہ حدیث مذکور کو مولوی احمد علی صاحب نے نظر انداز فرما دیا ہے) اگر حضرت مولوی صاحب موصوف نے تو پہلے ہی جس وقت آپ نے اس حدیث ابی ہریرہؓ کو ان کے سامنے پیش کیا تھا۔ آپ کو جتلا دیا تھا کہ میرے دوسرے سوال کے لئے یہ حدیث حجت ہے چنانچہ اس دم کی پوری تقریر سے واضح ہے۔ جسے منشی دوست محمد خان نے تحریر کیا ہے اور آپ نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ پھر مولانا کا اس حدیث کو نظر انداز فرمانا کیا معنی ہیں۔ آپ سے تو اس حدیث متصل والی کے ذریعہ سے دوسرا مطلب پیش کیا گیا ہے۔ بلکہ نظر انداز کا الزام تو آپ کی طرف ہی عائد ہے کیونکہ اولاً جب آپ حدیث مذکور پیش کر چکے کے مقر ہیں تو گو آپ کے زعم کے موافق اس کو بیان سے چھوڑ دینا مان لیا جاوے۔ خیال سے دور کرنا مولوی صاحب کا ثابت نہیں ہوتا۔

ثانیاً! جب مولوی صاحب آپ کو جتلا چکے کہ حدیث مذکور کے ساتھ مرزا قادیانی سے میرا دوسرا سوال ہے۔ ثالثاً! آپ کی یہ مطبوعہ گنج خاتون تصنیف آپ کی توصیف ظاہر کرتی ہے کہ آپ عمداً نظر سے احادیث کے مضامین کو چھوڑتے ہیں۔ اسی حدیث کا ترجمہ آپ نے ایک تو درود شریف میں اصل کے مطابق نہیں کیا۔ قطع برید کی سے صلی اللہ چھوڑ دیئے۔ دوسری "اوکسبت فی ایمانہا خیرا" کا ترجمہ غلط کردیا اور ایمان کو ترک کیا۔ حالانکہ کہنا چاہئے تھا کہ یا ایمان میں بہتری حاصل نہ کی۔ رابعاً! آپ کی نسبت نظر ثانی کو چھوڑا ہے اور قطع برید کی سے میں نے مفید بات کیا ہے۔ اس پر آپ اور آپ کے ہمدرد بہانہ مانیں۔ کیونکہ ایک اور مفید بات اس جگہ میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ دیکھئے پہلے جو میرے اور آپ کے مابین خط وکتابت ہوئی تھی۔ اسے حدیث ابی ہریرہؓ کے پیش کرنے پر جسے یہاں آخری وقت میں آپ لکھتے ہیں۔ چنانچہ میرے پاس اب تک وہ تحریر موجود ہے۔ یعنی "فطلوع الشمس من مغربها والدجال دابة الارض. اعنى الايات الثلاث التى اذا خرجن لا ينفع نفساً ايمانها كما فى المسلم التى تكون متصلاً بالقيامة ما تصال حقيقى والصلق تحقيقى لا التى تكون فى زمن المسيح والمهدى "(اسے غیر الموعودین)" ولا نكذبها قط وننكرها وهب نقول ان الايمان لا يقبل معها كما قال تعالىٰ يوم يأتى بعض آيات ربك لا ينفع نفسا ايمانها"

یعنی نکلنا اپنی چھپنے کی جگہ سے آفتاب اور دجال اور دابۃ الارض یعنی ان تینوں نشانوں کا کہ جب وہ ظاہر ہوں گی تو کسی شخص کو (یعنی کافر کو) اس کا ایمان نفع نہ دے گا۔ جیسے کہ مسلم میں ہے وہ تین نشان ہیں جو قیامت سے متصل باتصال حقیقی اور بہ تحقیق ہوں گی نہ کہ وہ جو زمانہ مسیح اور مہدی (یعنی غیر موعود) کی اور ہم ہرگز ہرگز نہیں جھٹلاتے ہیں اور نہ انکار کرتے ہیں اور ہاں ہم کہتے ہیں کہ بیشک ایمان معہا ان کے قبول نہیں ہونے کا جیسے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جب آپ کی بعض نشانیوں سے تیرے پروردگار کے تو کسی شخص (یعنی غیر مومن) کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا۔ انتہی!

باوجود اس بات کو تسلیم کر چکنے کے کہ حسب حدیث مسلم کے جب آفتاب کا طلوع اس کے غروب گاہ سے اور دجال موعود اور دابۃ الارض موصوف کا خروج ہوگا اور یہ خروج قیامت سے قریب ہوگا۔ تو بیشک وہ شبہ بہت ہے کہ کسی کافر کا ایمان مقبول نہیں ہونے کا تو آپ اپنی سادہ

رائے سے ان ہرسہ امور کے ظہور موعودہ کو قیامت سے متصل باتصال حقیقی سمجھے۔ حالانکہ ان کا ظہور قیامت سے باتصال حقیقی ہونا عقل اور نقل کے خلاف ہے۔ تو بھی منکرانہ مولوی احمد علی صاحب کے مقابلہ میں حدیث مذکور کا مفہوم آپ ظاہر کرتے ہیں اور اس پر اصرار کرتے ہیں تو بیشک واضح ہوا کہ حدیث مذکور کا مفہوم آپ نے ہی نظر انداز کیا ہوا ہے آپ کا عقل محدود اور طبعی تنگ و بریدہ سے ہوا۔ ”فاعتبروا یا اولی الابصار“

(طالع) اس مقام پر چند امور غور طلب ہیں۔

۱۔ یہ کہ مولوی محمد احسن قادیانی اپنی عربی تحریر میں بڑی مضبوطی سے جب شہادت دے چکے ہیں کہ حدیث مسلم پیش کردہ کے موافق بیشک اشیاء ثلاثہ یعنی اپنے چھپنے کی جگہ سے آفتاب کی طلوع ہونے اور دجال موعود اور دابۃ الارض موصوف کی خروج پر ہرگز کسی کافر کا ایمان قبول نہ ہوگا تو ان کو اس اپنی شہادت سے پھر جانے کی گنجائش نہیں ہے ورنہ مسلمانوں کا شیوہ ہے کہ شہادت ایسے طور پر دیویں جس کو اپنے دل میں معتقد نہ ہوں۔ بلکہ یہ خصلت منافقین کی ہے۔ چنانچہ سورہ منافقین میں بیان ہوا کہ اے محمد ﷺ جب تیرے پاس منافق آئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں۔ بے شک تو خدا کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ البتہ تو اس کا رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ان کا دل زبان کے ساتھ موافقت نہیں رکھتا۔

۲۔ اپنی شہادت مسطورہ پر اگر انہوں نے قیامت لیا اور تاویل کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ بقرینہ اسباب کے جو کہا ہے کہ قیامت سے متصل باتصال حقیقی مرتبہ شہادت میں صرف آفتاب کا طلوع اس کے چھپنے کی جگہ سے ہے تو اس پہلو بدلنے کی بھی ان کو گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے کہ اتصال حقیقی بمعنی تفطور وقلت مدت سے بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ اتصال حقیقی میں ضرور ہے کہ جو متصل کسی سے ہے۔ ہرگز جس سے جو متصل ہے ان کی درمیان فاصلہ نہ ہووے۔ جیسے اس تیری حرکت جسے پانی بہا کر لے جائے۔ لیکن مغرب سے آفتاب کے طلوع ہونے کے ساتھ ایسا اتصال نہیں۔ ثابت ہوتا ہے جیسے کہ کسی چیز کی حرکت پانی بہا لے جانے والی کے ساتھ ہوئی ہے یہ کہ آسمان کے کنارہ سے آفتاب کا نکلنا اور دن کا ہونا بل فاصلہ ہے اور اس لئے کہ انہوں نے اپنی تحریر میں طلوع آفتاب بمغرب اور خروج دجال اور دابۃ الارض ہر ایک بیان کر کے پھر تقریباً سب کو ایک حکم کے ساتھ مقید اور جمع کیا۔ چنانچہ کہا کہ ”اعنی الآیات الثلاث التی اذا خرجوا لا ینفع نفساً ایمانها“

۳..... یہ کہ جب اس عربی عبارت میں کہا کہ "لا التی تکون فی زمن المسیح والمهدی" یعنی نہ وہ نشانات جو مسیح اور مہدی کی زمانہ میں ہوں تو اس سے واضح ہوا کہ مولوی محمد احسن قادیانی کے نزدیک مسلم ہو چکا ہے کہ در حقیقت مرزا قادیانی موعود مسیح اور مہدی نہیں تھے مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ احادیث نبوی کے مطابق ہے جو اپنی زندگی میں دجال دابۃ الارض کے خروج موعود کا وجود بڑے شدومد سے بیان کیا اور مغرب سے طلوع ہو چکنا ثابت ہے۔ اس واسطے میں نے خطوط و رسائل میں ناظرین کے واسطے جتلا دیا ہے (ای غیر الموعودین) کیونکہ بقول مولوی محمد احسن قادیانی کی حدیث مسلم کے موافق بغیر انکار اور تکذیب کے مقرر ہوا کہ حسب موعود اپنے چھپنے کی جگہ سے آفتاب کا طلوع اور معہود دجال اور دابۃ الارض کا خروج ہووے گا تو نص قرآنی "یوم یاتی بعض آیات ربك" کے مطابق کسی کافر کو مقبول ایمان نصیب نہ ہوگا اور کوئی شخص اپنے ایمان میں بہتری حاصل نہ کر سکے گا۔ کیونکہ جب شئے پائی جاتی ہے تو اس کے لوازم بھی اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ مثلاً ایمان کے وقت کا ختم ہو چکنا ان نشانوں مذکورہ کے ظہور پر تو یقیناً ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کو موعود مسیح و مہدی ہونے کا مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ دجال معہود کے ظاہر ہو چکنے پر مسیح موعود کا نزول ہے اور ہمارے اور مرزائیوں کے نزدیک مسلم ہے۔

۴.. ان کی اگلی عبارت نے اس عذر سے غیر موسم کی توضیح و تحقیق کر دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔ "خروج دجالی النصاری وان وقع الآن ایضا وتعلم انه علامة کبریٰ للقیامة لا صغری ولکن هذا الخروج لیس کخروجهم متصلا بالقیامة" ترجمہ اور نصاریٰ دجالوں کا خروج اگرچہ اس وقت بھی واقع ہوا اور ہم مانتے ہیں کہ وہ البتہ قیامت کے لئے بڑی علامت ہے۔ چھوٹی نہیں ہے۔ لیکن یہ نکلنا ایسا نہیں ہے جیسے کہ ان کا نکلنا قیامت سے متصل ہوگا اور اسی قیاس پر دابۃ الارض ضرور ہے کہ قیامت قائم ہونے کے نزدیک نمودار ہوگا۔ جیسے کہ قرآن میں آیا ہے۔

۵... جب حدیث حضرت ابی ہریرہؓ کے جس میں تین علامتوں مذکورہ بالا کا بیان ہے۔ مجیب صاحب مان چکے کہ اس کا ہم انکار نہیں کرتے اور اس کو ہم نہیں جھٹلاتے ہیں اور مان ہم گئے ہیں کہ ان نشانوں کے ساتھ ایمان مقبول نہیں ہوتے گا اور یہ کہ موعود ظہور ان علامتوں کا ابھی تک نہیں ہوا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ پہلی اس قدر تشریح کو آگر نظر انداز کریں اور ابن صیاد کے لئے جن روایات میں دجال ہونا بیان ہوا ہے ان کو اس حدیث کے معارض ٹھہراویں اور کہیں کہ جب ابن

صیاد کا وجود در صورت ابن کو دجال کہا جائے کہ ایمان کی حد بند ہوا تو موعود دجال کا خروج ہی جس کے ہلاک کرنے کو نزول عیسیٰ خدا تعالیٰ نے مقرر کیا ایمان کی قبولیت کے لئے حد نہیں ہو سکتا تو صاف ظاہر ہوگا کہ وہ انصاف اور حق کے رنہ سے ہٹے ہوئے اور بخاری مسیح کے طرفدار ہوتے ہیں۔ کیونکہ ابن صیاد کا ظہور اور وجود اگر اس کے موعود دجال ہی ہونے سے واقع ہوتا تو ضرور ہوتا۔ تو اس کو ہلاک اور دفع کرنے کے لئے موعود مسیح ابن مریم کا نزول اب تک کب کا واقع ہو چکا ہوتا اور سوائے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے تمام روئے زمین کے باشندے تمام اس کے فتنہ سے آزمائے جاتے۔ لیکن نہ تمام روئے زمین کے باشندے اس کے فتنہ سے آزمائے گئے اور نہ مسیح موعود کا نزول اس کو ہلاک اور دفع کرنے کے لئے واقع ہوا تو ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ دجال موعود کا خروج واسطے جانے وقت ایمان کے قبولیت کے مطابق زمانہ سے ظہور ابن صیاد کے ہوئے۔ بلکہ جن جن روایات میں دجال ہونا ابن صیاد کے حق میں آیا ہے وہ اس کے بعض ابتدائی حالات پر نظر کرنے سے ہے جو دجال موعود کے حالات سے مشابہ رکھتے تھے۔ جیسے کہ ابی بکرہ کی روایت سے ظاہر ہے جو ترمذی میں بیان ہوئی۔ یعنی اس نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دجال کے باپ اور ماں کے تیس برس تک بچہ نہیں پیدا ہونے کا پھر ان کے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ بھینگا۔ نقصان کی چیز زیادہ اور فائدہ کی چیز کم رکھتا ہوگا۔ اس کی آنکھیں سوویں گی اور اس کا دل جاگتا ہوگا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دجال کے ماں باپ کی صورت بتلائی۔ چنانچہ فرمایا کہ اس کا باپ لمبی قد کا جس کے بدن میں گوشت کچھ نیوں ہی ہوگا اور ناک پرندی چونچ سے ہوگی اور اس کی ماں ایک عورت پستان بہت موٹے اور لمبے رکھتی ہوگی۔ ابو بکرہؓ نے کہا کہ مدینہ میں سے ایک لڑکا سنا۔ میں اور زبیر بن عوام کو ساتھ لے کر گیا۔ حتیٰ کہ اس کے والدین کے پاس ہم داخل ہوئے تو اتفاق سے رسول اللہ ﷺ کی صفت بتلائی ہوئی ان میں تھی۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ تمہارے کوئی لڑکا ہے سو وہ دونوں بولے کہ تیس برس ہم اس حالت میں رہے کہ ہمارے بچہ نہیں ہوتا تھا۔ پھر ہمارے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ بھینگا نقصان کی چیز زیادہ اور فائدہ کی چیز کم والا اس کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل نہیں سوتا۔ کہا راوی نے پھر ہم نکلے ان کے پاس سے تو اتفاق سے وہ لڑکا ایک چادر اوڑھے ہوئے دھوپ میں لیٹا ہوا ہے اور کچھ گنگنایا کرتا ہے۔ پھر اس نے سر کھولا اور بولا کہ تم نے کیا کہا تھا۔ (یعنی اس کے والدین سے) ہم نے جواب دیا کہ تو نے کیا سن لیا جو ہم نے کہا۔ اس نے کہا۔ ہاں میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔

وضع ۔۔۔ یہ امر مسلم فریقین ہے کہ زمانہ دجال اور حضرت مسیح کا ایک ہے۔

رفع ۔۔۔ یہ اتحاد زمانی جو نہایت قلیل عرصے کے لئے مابین مسیح الدجال اور مسیح ابن مریم احادیث سے لے کر پیش کی ہے۔ ہرگز اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ اس وقت میں عند اللہ کفار کا ایمان قبول ہوگا تاوقتیکہ نص قطعی کو مجیب صاحب اپنے مدعا کے ثبوت پر پیش نہ کریں۔ کیونکہ جو حدیث یہاں پر مجیب صاحب نے لکھی ہے اس سے اصل مدعا کو کچھ تائید نہیں ہے۔ اس لئے کہ بحث اس بارہ میں نہیں قائم ہوئی کہ کچھ وقت باہم دجال اور عیسیٰ موعود کی متحد ہو سکتا ہے۔ علیٰ ہذا وہ اتحاد زمانی جو امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے لئے آپ بتاتے ہیں۔ آپ کے مدعا کو مثبت نہیں ہے۔

وضع ۔۔۔ پس اس حدیث مسلم کی بموجب جس کے راوی ابو ہریرہؓ ہیں زمانہ مسیح و مہدی میں بھی آپ کی تقریر شبہ کے بموجب کسی شخص کو ایمان نفع نہ دے سکے گا۔ پھر جس مسیح و مہدی کا آپ کو انتظار ہے ان کی بھی جستجو کوششیں اور سرگرمیاں اور بارہ دعوت اسلام و ایمان بالکل لغو اور بیکار ہو گئیں۔

رفع ۔۔۔ تقریر شبہ کی بابت آ کے حضرت آپ تو پہلے کہہ چکے تھے کہ مولوی احمد علی صاحب نے وہ حدیث ابی ہریرہؓ والی جس میں تین علامتوں کا ظہور بیان ہوا ہے۔ افسوس ہے کہ نظر انداز کر دی جن کا یہ نتیجہ ٹھہرتا ہے کہ شبہ کی تقریر صرف اس پر تھی کہ آپ نے مغرب سے آفتاب کے طلوع کرنے پر بموجب اول کی حدیث ابی ہریرہؓ کی کسی کافر کا ایمان قبول نہ ہوگا اور یہاں تین علامتوں والی حدیث کو شبہ کی تقریر آپ جتا رہے ہیں۔ فرمائیے تو آپ کے متناقض جواب کی بیہودگی ظاہر ہو رہی ہے۔

شد دم کہ اندر جہان دامن کشان گذشتے
گوشت خاک ما ہم بباد رفتہ باشد

اے مولانا اب فرمائیے کہ آپ اپنے پہلے قول کو مانتے ہیں جس نظر اندازی پر افسوس لکھا ہے تو آپ کے یہ اتحاد زمانے کی سب تقریر غلط ہو گئی یا کہ شبہ کی تقریر میں حضرت ابی ہریرہؓ کی وہ تین علامتوں والی حدیث تسلیم کرتے ہیں تو آپ کا پہلا افسوس آپ ہی کے اوپر عائد ہوا اور جب کہ دجال موعود کے خروج سے زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر جائے اور امام مہدی کے زمانہ میں دجال کے خروج کرنے کی دھوم مچ جائے۔ اسی وقت میں ایمان مقبول ہونے کفار کے بابت تاوقتیکہ آپ نص قطعی نہ پیش کریں گے۔ صحیح مسلم کی حدیث نبوی جو حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول

ہوگی۔ سابقہ الاعتبار نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ایمان کی تصدیق بیان کرنے میں حکم باقی چاہیے کی اور مہدی صادق اور ابن مریم موعود کی آمد اور کوشش و سعی ان جن کے ہم منتظر ہیں۔ آپ کا کلی نو مومنین کی نصرت اور تائید کے واسطے نہ ماننا اور کفار کی حمیت میں زور لگاتے رہنا یہ بھی آپ کے بے اصل سرگرمی ہے۔ نعوذ باللہ منہ! ایسے مولانا غیر موعود مسیح کی طرفداری چھوڑ دی۔ جس کی ہم پہلے اطلاع دے چکے ہیں۔ یعنی آپ اپنی مرہا اقراری تحریر یاد کر کے صحیح مسلم کی حدیث سے منہ موڑ بیٹھے اور آپ اپنے اس فہم نادرست کو داخل کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ کے وجود باجود سے ایمان کی تصدیق کی خبر نکالتے ہیں۔ "نعوذ باللہ من شر الوسواس الخناس"

ش…… جو جواب اپنے مسیح و مہدی منتظر کا عنایت فرمایا ہے۔

ر…… حضرت مسیح موعود و مہدی موصوف جن کا انتظار اور ان کی نعت کا اظہار احادیث نبوی ﷺ میں مومنین کو سنایا گیا ہے وہ تو آپ کو جتلا دیا گیا ہے کہ مہدی اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو خدا تعالیٰ اس لئے بھیجے گا کہ ان سے مومنین بندوں کو نصرت و تائید ہووے اور کفار کو ذلت پہنچے اور ان کے شرور کو دفع کریں۔ "واللہ ولی المؤمنین وان اللہ مخزی الکافرین" کا مضمون صدہا جگہ قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ ہاں کہیں ایک جگہ بھی تو قرآن کریم میں بیان ہوا کہ طلوع الشمس من مغربہا کے یا کہ خروج دجال موعود کی یا ظہور دابۃ الارض موصوف کے ہونے پر یا کہ یاجوج ماجوج کے دنیا میں پھیل کر سلطنت پا جانے کے بعد جب کہ ارواح مومنین قبض ہو چکیں گی۔ کفار کا ایمان مقبول ہوگا۔ مگر آپ ان خاص خاص اوقات کے اندر کفار کے مقبول الایمان ہونے کی بابت آیات قرآنی اپنے ذہن رکھتے ہیں تو کیوں نہیں پیش کرتے اور کس لئے اپنے قیاس کو قرآنی آیات ٹھہراتے ہیں۔ "نعوذ باللہ منہ" اور نہ احادیث نبویہ میں کہا گیا کہ ان مخصوص اوقات میں کسی کافر کا ایمان نفع دیوے گا یا اپنے ایمان میں کوئی شخص بہتری حاصل کرے گا۔ ہاں قرآن و حدیث میں ہے تو آپ کا اور آپ کے جعلی مسیح کا زعم غلط کر دینے والا بیان موجود ہے۔ فرمایا خدا تعالیٰ نے "یوم یأتی بعض آیات ربک لا ینفع نفسا ایمانها لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیرا" اور حضرت ابی ہریرہؓ کی حدیث سے واضح ہوا کہ وہ نشانیاں رب کی جن میں سے ایک یہ ہے کہ ظہور سے کفار کو ایمان مقبول نصیب نہیں ہوگا وغیرہ، وہ تین چیزیں ہیں یعنی اپنی چھپنے کی جگہ سے آفتاب کا طلوع اور دجال موعود کا خروج اور دابۃ الارض موصوف کا ظہور وہ سورہ نمل میں ارشاد ہوا۔ "واذا وقع القول علیہم"

یعنی جب کفار پر حجت الٰہی قائم ہو جاوے گی۔"اخرجنا لھم دابۃ الارض "ہم ان کے لئے دابۃ الارض کو نکالیں گے"تکلمھم ان الناس کانوا بآیتنا لا یوقنون "ان سے کہے گا کہ تحقیق لوگ ہماری آیتوں کا یقین نہیں کرتے تھے اور سورۂ انبیاء میں فرمایا۔"حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون "یعنی جو شخص چیزیں اوپر بیان ہوئیں اور جمع عملی کے لئے بوسیلہ واؤ کے ذکر ہوئیں ایک یہ کہ جو شخص بحالت ایمان دار ہونے کے نیکیوں سے عمل میں لاوے تو اس کی کوشش مشکور ہے۔دوسرے یہ کہ اس کو خدا تعالیٰ اس کے اعمالنامہ کے اندر درج کرتا ہے۔

تیسری یہ کہ خدا تعالیٰ نے جس بستی کو ہلاک کیا ان کے رجوع کی حرمت ان کے وقت کا ختم ہو چکنا اس پر ہے کہ یاجوج وماجوج کشادگی پاویں اور وہ ہر ایک بلندی پر پھیل جاویں۔اب دیکھئے کہ جس مہدی و مسیح کا انتظار ہے ان کی آمد کس قدر مطابق تر وعدہ الٰہی ہے جو فرمایا۔"انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد "ترجمہ البتہ ہم بے شک اپنے پیغمبروں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے مدد دیتے ہیں درمیان زندگی یعنی دنیا کے اور اس دن کہ گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے پھر اپنے مرزا قادیانی غیر موعود مسیح و مہدی کے نشان دیکھئے کہ انہوں نے امت محمدیہ کے مؤمنین میں کیسے پھوٹ ڈالے اور الہامات کا ذب بنا کر کیسے خدا تعالیٰ کی طرف سے ذلت پائی۔اس پر بھی مرزائیوں کو عبرت نہ ہو تو وہ جانے رب جانے۔

قلم کی نبض سدا چلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی کہیں چلتی نہیں

وضع...... پھر صحیح مسلم کی حدیثوں میں یہ بھی موجود ہے۔

رفع...... اے مولانا آپ کی استدلال کا ابطال پہلے گذر گیا ہے۔یعنی نادونچہ۔آپ ابن صیاد کے زمانہ میں مسیح موعود کا نزول اس کے ہلاک کر چکنے کے واسطے ثبوت کے ساتھ پیش ذکر چکیں گے۔ابن صیاد کا دجال موعود ہونا ہرگز نہیں ثابت ہوتا ہے اور یہ بات پہلے بھی کی گئی ہے اب پھر جتلائی جاتی ہے کہ ابن صیاد کے حق میں دجال کہے جانے کا سبب یہ ہے کہ جب حدیث ابی بکرہ کی ابن صیاد میں دجال کی طرف بعض صفات مشترک تھیں جن کے اوپر نظر کر کے اور اس کی ابتدائی کیفیت دیکھ کر اس وجہ سے کہ وہ کسی قدر صفات موعود دجال کے ساتھ متصف تھا۔اس کے دجال

ہونے پر بعض صحابہؓ نے باہم مذکور کیا اور حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت عمرؓ نے ابن صیاد کو حلف کر کے دجال کہتا کہ یوں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: "واللہ ما اشک ان ابن صیاد هو المسیح الدجال" یعنی میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ابن صیاد کے دجال ہونے میں شک نہیں کرتا ہوں اور مسلمات سے ہے کہ اگرچہ بعض رائے حضرت عمر کے موافق اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی۔ لیکن یہ بات ہرگز اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ہر ایک ان کی رائے یا کہ ہر ایک ان کا قول خدا تعالیٰ کی وحی کے مطابق ہوتا تھا۔ "ومن ادعی فعلیه البیان" اور یہ بھی مسلّم امر ہے کہ آئندہ کی خبر بغیر خدا تعالیٰ کے بتلانے کوئی نہیں جانتا ہے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا۔ "وما تدری نفس ماذا تکسب غدا" پس مذکورہ بالا وجوہات سے روشن ہے کہ نہ جابر بن عبداللہؓ اور حضرت عمرؓ یا کہ دوسرے صحابہ کا ابن صیاد کو دجال کہنا اور خیال کرنا غلط ہے اور نہ ابن صیاد کا موعود دجال ہونا ثابت ہے۔ پس تحریر مغلط کی نہیں ہے۔ جو مولوی محمد احسن قادیانی نے ابن صیاد کی روایات کو قلم بند کیا کہ "ان جابر بن عبداللہ حلف باللہ تعالیٰ ان ابن صیاد هو الدجال وانه سمع عمر یحلف باللہ علی ذلک عند النبی ﷺ وروی ابوداؤد باسناد صحیح عن ابن عمر انه کان یقول واللہ ما اشک ان ابن صیاد هو المسیح الدجال" اور یہ خیال بھی مولانا کا غلط ہے جو وہ سمجھے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے حلف کر کے ابن صیاد کو دجال کہا اور آنحضرت ﷺ نے اس وقت سکوت فرمایا تو اس سے ابن صیاد کا موعود دجال ہونا تقریراً ثابت ہوا۔ کیوں نہ دوسری احادیث میں مصرح ہو چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے اپنے زعم کے موافق ابن صیاد کو قتل کر ڈالنے کی اجازت مانگی تو جواب ملا کہ اگر ابن صیاد وہی موعود دجال ہے تو اس کے قتل کرنے پر تم قابو نہ پاؤ گے اور جو ابن صیاد موعود دجال نہیں ہے تو اس کا قتل بے ضرورت ہے۔ پس جب آنحضرت ﷺ کے نزدیک ابن صیاد کا موعود دجال ہونا متحقق نہ ہوا تو حضرت عمرؓ کی حلف کرنے اور ابن صیاد کے دجال کہنے پر سکوت فرمانا آنحضرت ﷺ کا محض اسی وجہ سے ہوا کہ دجال کی کچھ صفات ابن صیاد میں موجود تھیں۔ فقط نہ یہ کہ درحقیقت وہ دجال موعود تھا اور کیونکر وہ دجال موعود ٹھہر سکتا ہے۔ جب کہ بعد میں وہ اسلام لایا اور مسکونہ زمین بلکہ مدینہ منورہ کے باشندوں میں سے ایک شخص تھا۔ حالانکہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ کہا میں نے سنا فرماتے ہوئے نبی ﷺ کو وفات سے ایک مہینہ پہلے کہ تم مجھ سے قیامت کا وقت پوچھتے ہو اور بجز اس کے نہیں کہ اس کا علم خدا کے پاس ہے

اور میں اللہ کی قسم کے ساتھ کہتا ہوں کہ نفس میں سے زمین پر کوئی سانس لینے والا شخص (یعنی آج) کہ اس پر سو برس آ دیں اور وہ اس وقت تک جیتا رہے یہ روایت بھی صحیح مسلم کی ہے تو کیا قبل آمد مسیح موعود کے ابن صیاد بموجب حدیث نبی کے سو برس کے اندر مر نہ چکا؟

الحاصل جب تحقیق ہو چکا کہ ابن صیاد وہاں موجود نہیں تھا تو اس کا وجود اور ظہور کوئی بھی مولوی محمد احسن قادیانی کے واسطے نہ جواب کے صلاحیت رکھتا ہے اور نہ اس سے مولوی احمد علی کے پیش کردہ شبہ پر کچھ اعتراض عائد ہوتا ہے۔ اب مجیب صاحب نے تمسکات کو دیکھیں کیسے کمزوری اور قادیانی کے لئے کچھ بھی فائدہ مند نہ ہوئے۔

وضع ...... آپ کے شبہ کی تقریر کے بموجب جو اعتراض مرزا قادیانی پر وارد ہوتا ہے اس سے بہت علی بڑھ کر ان اجلہ صحابہؓ پر وارد ہوتا ہے۔

رفع...... وہ مولانا اسی فہم کے بھروسہ پر مجیب بننے کا حوصلہ کرتے تھے اور اپنے ارادہ ہٰذا عمل کے سوا السبیل کو سواء السبیل سے باہر کرتے تھے۔ اجی حضرت جو شبہ مولوی احمد علی صاحب نے پیش کیا ہے اس سے ہرگز کسی صحابی پر اعتراض وارد ہے اور نہ بزرگان دین میں سے کسی پر۔

گر بست چشم خدا بینی بخشد

نہ بینی بھیچ کس عاجز تر از خویش

اب فرمائیے! آپ کا اور آپ کے مرزا قادیانی کا غلط بیانی میں کیا حال ہے۔ اعتراض کے ورود سے کوئی خلاص نہیں ہے۔

للہ الحمد ہر آنچیز کہ خاطر می خواست

آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

وضع...... اور مرزا قادیانی کی عبارت حمامۃ البشریٰ پر آپ نے بالکل غور نہیں فرمایا۔ اگر غور فرماتے تو ایسا شبہ ہرگز پیدا نہ ہوتا۔

رفع...... مولانا جانچ کر دے گئے تو آپ پر واضح ہو کہ آپ حمامہ کے مضمون سے کہاں تک پہنچے ہیں۔ عبارت کیا ہے اور آپ کیا کہتے ہیں۔

وضع...... کیونکہ مرزا قادیانی نے معترض کے قول میں تو ابتدا طلوع الشمس کو بجملہ دیگر امارات قیامت کے ذکر کیا ہے۔

رفع...... یہ بات آپ کی بے اصل ہے۔ بلکہ یہ آپ کا قول اس امر کو مستلزم ہے کہ یا تو آپ اور

آپ کے مرزا قادیانی دونوں شخص مسیح موعود کے علامات متقدم کے پہچاننے سے بے خبر ہیں یا جان بوجھ کر عمداً غلط کی راہ ناپتے ہیں۔ کیونکہ کسی اسلامی کتاب میں نہیں بیان ہوا کہ مسیح موعود کی یہ علامت ہے آسمان کے نزول سے پہلے آفتاب اپنی مغرب سے طلوع کرے گا یا کہ یاجوج وماجوج کا ظہور ہوگا یا دابۃ الارض خروج کرے گا۔ تا کہ مرزا قادیانی پر ان چیزوں کی عدم ظہور سے کوئی شخص معترض ہوتا اور اس کے جواب دینے کی طرف توجہ کی جاتی اور جب باوجود ان تینوں چیزوں کے مسیح موعود کے لئے نزول سے پہلے نشان مقرر نہ ہونے کے مرزا قادیانی بجائے تردید کرنے زعم معترض کے اس کے جواب میں بولے۔ "فاعلم ان هذه الانبياء قد تمت كلها ووقعت كما كانت فى الاثار" تو جان کر تحقیق لئے سب خبریں البتہ کل تمام ہو چکیں اور واقع اس طور ہو چکیں جیسے احادیث میں ہیں۔

اور آپ کا حاکل تکلفات سے گھبراہ کی عبارت میں سے جب کہ مرزا قادیانی پر سخت اعتراض وارد ہوا طلوع الشمس من مغربہا کو مستثنیٰ ٹھہرا کر کہنے لگے کہ ہذہ اشارہ متوسط کے ساتھ اور لام عہد کا لفظ الانباء میں موجود ہونے سے مرزا قادیانی کے مراد علاوہ طلوع الشمس من مغربہا کی مسیح سے متقدم علامات میں اس آپ کے کمزور توجیہ پر جب راقم الحروف نے چند مرتبہ تحریری زور دے کر آپ سے پوچھا کہ وہ کون سی علامات متوسط ہیں۔ جن کے آپ "هذه الانبياء" سے مراد لیتے ہیں تو جواب میں یاجوج وماجوج اور دابۃ الارض کا ظہور آپ نے لکھا۔ اس پر کسی حدیث کی شہادت راقم الحروف نے جب طلب کی تو پیش کرنے سے عاجز ہو کر جواب لکھنے کی طرف سے ایسا دم سادھا جیسا کہا کرتے ہیں کہ فلانے کو سانپ سونگھ گیا۔ پس آپ کا یہ لاچار رہنا اور مرزا قادیانی کا معترض کے قول کے موافق ان چیزوں کو نزول مسیح سے پہلے علامات کے طور پر وقوع کے ساتھ تسلیم کر لینا اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ یا تو آپ اور آپ کے مرزا قادیانی دونوں شخص مسیح موعود کے علامات متقدم کی پہچاننے سے بے خبر ہیں یا جان بوجھ کر غلطی کی راہ چلتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا!

دشمع ..... اس کے آگے مرزا قادیانی مفصل طور پر جواب تفصیل سے دیتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ فلاں پیشین گوئی رسول مقبول ﷺ کی اس طرح واقع ہوگئی اور فلاں اس طرح پر۔

ربیع ..... اے مولانا ذرا غور فرمائیے اور "لا تقربوا الصلوة" کا طور نہ لیجئے۔ اگر آپ یہ خیال کر کے کتنا غور کر بات لکھ دیجئے کون اس کے سرا غ لگاتا ہے تو یہاں آپ کی چالا کی نہ چلے گی۔

رفع ... مولانا آپ کی ایلہ فریب تقریر مردود ہو چکی اور جیسے کوئی عالم بجز سلف خلف میں سے
اس کا قائل نہیں ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا مسیح سے مقدم ہو چکے گا۔ ایسے ہی اس کا بھی قائل
نہیں ہے کہ مسیح موعود کے نزول کے مقدمہ علامت "فتحت یاجوج وماجوج وهم من كل
حدب ينسلون" ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی حمامۃ البشریٰ حاشیہ سطر ۳ سے ۱۲ تک میں ان کے لئے
ایسے ہی ظہور کے قائل ہیں۔ علی ہذا صحیحین میں سے کسی نے صحیح حدیث نہیں بیان کی۔ جس میں
دابۃ الارض کا ظہور ہونے سے مسیح موعود کے نزول سے مقدم علامت ہونے کا ذکر کیا ہو۔ ہاں آپ اور
آپ کے مرزا قادیانی نے دیکھئے کہ اس بارہ میں عمل جو ہے دیکھو۔ تحفۃ الاخیار کے اندر اپنی
تاریخ مندونی شق اول میں جس کا ثبوت آپ سے طلب کیا گیا ہے، درحقیقت اس کا جواب مذکور ہی
ہے۔ دونوں امور صریح اس پر گواہ ہیں کہ آپ اور مرزا قادیانی دونوں ہوائے نفسانی کے پیرو ہیں نہ
کہ حدیث نبوی کے تابع۔ یہی کہ اگر بار ہو چکے کہ طلوع الشمس من مغربہا نزول مسیح کے لئے
کوئی امارات شمار کرنے سے اس بناء پر مستثنیٰ مانا ہے کہ اس کو کسی عالم نے سلف وخلف میں سے
علامت مقدمہ مسیح نہیں کہا ہے۔

وضع ... اور مرزا قادیانی پر یہ کب ضرور ہے کہ ہر لغویات معترض پر توجہ فرما کر اپنے مدعوں اور
مطلوب کے اس کو چڑھانے بیٹھے۔

رفع ... آپ کا یہ عذر محض واہی اطفال مزدہ گر دو کا سا ہے۔ کیونکہ ظہور یاجوج ماجوج اور خروج
دابۃ الارض جو کسی حدیث صحیح میں نزول مسیح کے لئے مقدم علامات سے بیان نہیں ہوئی ہیں۔ جس
حال میں کہ آپ مان چکے ہیں کہ مرزا قادیانی کے نزدیک آپ کا نزول سے مقدم ہو چکنا مسلم ہے
اور حمامۃ کی عبارت میں "هذه الانبياء" کے اشارہ سے بطور غلبہ کا مجموعہ ہے انہی کو مقصود اور
مقصود بالاشارہ اپنی تحریر میں جو خلاف ترتیب کے ساتھ کی ہے آپ تسلیم کر چکے ہیں تو مرزا قادیانی
اور آپ کی لغویات کے ہی ثابت ہونے اس صورت میں بھی کا طلوع الشمس من مغربہا کو جب
کہ قوت قلب کے ساتھ جتلانے سے دیگر لغویات میں شامل ہے۔ مستثنیٰ کرنا اور مرزا قادیانی نے
جو اس کا مستثنیٰ ہونا بیان نہیں کیا اس کی وجہ عدم ضرورت کہنا سراسر لغو اور بے کچھ اطفال کا سا بہانہ
ہے اور چونکہ (حمامۃ ص ۳۸، خزائن ج ۷ ص ۲۰۳) میں اعتراض والی عبارت مرزا قادیانی کی عادتی
بات ہے۔ کیونکہ جیسے کسی حدیث میں نہیں آیا نزول مسیح کے لئے کوئی علامت یاجوج وماجوج کا
ظہور اور دابۃ الارض کا خروج ہے۔ لہٰذا بحیثیت اس وتقریر اعتراض کی مرزا قادیانی کو آپ خواہ
مقدمہ لکھیں خواہ علامت سے بیان شدہ اس کو آپ کا قوی بن جانے اور مرزا قادیانی کا قول وہمی۔

وضیح ...... جو علامات مقدمہ مسیح تھیں ان کا پورا ہونا ارشاد فرمایا۔

رفیع ...... آپ کا یہ قول بھی غلط ہے اور حق یہ ہے کہ جو نشانیاں مقدمہ نزول مسیح نہیں تھیں ان کو بھی نزول مسیح کے لئے مقدمہ ٹھہرایا ہے۔

وضیح ...... اور دلائل سے اس کو ثابت بھی کر دیا۔

رفیع ...... مرزائیوں کے زعم فاسد میں آمد مسیح موعود کے نشانوں کا پورا ہو چکنا مرزا قادیانی نے دلائل سے ثابت کیا ہوگا۔ ورنہ حقیقت استدلال کی دیکھئے تو وہ ابلہ فریبی کی تخیلات سے فوقیت نہیں رکھتی۔

وضیح ...... اگر اب بھی آپ کا شبہ رفع نہ ہوا تو آپ پر ضرور ہے کہ کسی کتاب میں چند نشان دیویں کہ مرزا قادیانی نے طلوع الشمس من مغربہا کو لکھا ہے کہ پورا ہو چکا یعنی اپنی ظاہری معنوں پر۔

رفیع ...... اے مولانا آپ کا مولوی احمد علی سے یہ مطالبہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ جب مناظرہ کی عبارت میں جو شبہ کا مقام ہے آپ کو جتلا دیا تھا کہ مرزا قادیانی کے نزدیک طلوع الشمس من مغربہا کے تو وہ کچھ ہی معنی ہوویں جس حالت میں کہ اس کا کیفیت کے ساتھ اس حد تک سے پورا ہو چکنا وہ کہہ چکے۔ جس طور کہ اس کا واقع ہونا آثار صحیحہ اور متواتر روایتوں کے جمع کئے ہوئے میں لکھا تو آپ کو کیا مجاز رہا کہ شبہ کی اصل تقریر میں سے عبارت کم و بیش کر کے آپ بات کے طالب ہیں۔ مولوی احمد علی صاحب طلوع الشمس من مغربہا کے بابت مرزا قادیانی کو وہ قول دکھلا دیں جس میں مذکور ہو کہ ظاہری معنوں پر آفتاب کا اپنے پچھم کی جگہ سے نکلنا پورا ہو چکا۔ ای حضرت کیا آپ کو یاد نہیں رہا کہ مولوی احمد علی صاحب نے اپنے شبہ کی تقریر کو مذکورہ بالا عبارت کے ساتھ جب واضح کر دیا تھا جو ابھی تحریر ہوئی کہ کیسے آپ پھر گئے تھے۔ یا آپ کی لاچاری دیکھ کر صدمہ آوے جو موقعہ پر مباحثہ کے موجود تھی۔ وہ کیسی ہائیں کہ آپ کے دعوی باطل جاننے سے ہنسنے لگے۔ دیر دوراندیشی آپ کی وجہ سے خوش لی نے ترقی کی بار بار پانی پی کر حق کا پہلو ہٹنے لگا اور اعتراض کے جواب سے گریز کر کے اس طرف متوجہ ہوئے کہ ایک گھنٹہ وعظ گوئی کی اجازت ملی تو حضرت مسیح اور امام مہدی کے زمانہ میں ایمان کا مقبول ہونا جاتا رہا وے۔ مگر آپ اس کے بعد اس عذر کی کہ یہ جلسہ اول کے ساتھ مباحثہ مناظرہ کے واسطے منعقد ہے۔ وعظ گوئی کی وقت ختم کرنے کے لئے نہیں ہے۔ جب آپ کو یہ کہا گیا کہ اچھا وعظ شروع کیجئے اور ہمارا ایک گھنٹہ کے ہمارے طرف

سے وقت دو گھنٹہ کا تھا۔ لیکن پہلے یہ وعدہ کر لیجئے کہ بعد ختم وعظ کے بیضاوی یا کسی حدیث کی
کتاب میں عبارت اپنے پہلے وعدہ کے مطابق دکھا دیں گے کہ طلوع الشمس من مغربہا کی بعد او
نیز مہدی و مسیح کا جو زمانہ دجال کے زمانہ سے قبل ہو دے اور دکھلا جائے اس شرط کا ایمان لانا
مقبول نہ ہوگا۔ تو اس شرط کی دیباہ کرنے پر مُصر تھے اور صرف بیان وعظ کی کے واسطے اجازت طلب
کرتے رہے۔ لیکن یونہی ٹالا اپنے وعدہ کہ بن اجازت آپ کو ملنے کی تھی۔ آخر آپ نے ترک
پانے سے پوری ندامت اٹھائی جب گھر پہنچے تو الٹ پلٹ کر تقریر شائع کرنے کے لئے بنائی۔ مگر
سچ ہے غلط بیانی کے پاؤں کہاں ہوتے ہیں۔ آپ کی یہ تحریر بھی غلط بیانوں سے مرتب ثابت ہوئے۔
اے مولانا! "ولا تقف ما لیس لک به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک
کان عنه مسئولا ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ
الجبال طولا کل ذلک کان سیئة عند ربک مکروها"

ش ..... ورث تحریر الجواب۔

رخ ..... شاباش مولانا مرزا قادیانی کی مفروضہ معنی کی بابت جو ظاہری طور پر تھیں ہیں آپ کے
ہی منہ سے خود اعتبار نکلا۔ واقعی زعم مرزا بے خیال بیچ سے مناسب ہے۔

ش ..... "ایها الناظرین" ایسے بے جا نکتہ چینیوں سے حضرت اقدس پر کوئی اعتراض وارد
نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت اقدس نے ص ۲۸۰ حمامہ میں خود تصریح فرمادی ہے کہ طلوع الشمس من
مغربہا کل سچ نہیں ہو سکتا۔

رخ ..... اے مولانا ٹھہرئیے تھیں ناظرین ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ مرزا قادیانی پر اعتراض کا ورود
اور ان کی بابت نکتہ چینی کیسے چسپاں ہے کہ انگوٹھی کا نگ ہو۔ ان کی صفت کہنی چاہئے اور یہ بھی کھل
جاتا ہے کہ آپ نے بے جا تعصب میں سرگرم ہو کر عبارت ص ۲۸۰ میں کیسی تحریف کر ڈالی ہیں۔

ش ..... دیکھو اس عبارت کو۔

رخ ..... اجی حضرت عبارت تو دیکھئے۔ فرمائیے تو جس عبارت کو آپ نے لکھا ہے اس میں
کہاں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کل سچ نہیں ہو سکتا۔

راست گفتند یک زوجہ لوح

افسوس! ایسے دروغ گوئی اپنے عہدوں میں ہمارگی ہے۔ بیچئے! اصل عبارت مع لفظی
ہوتی ہے اور آپ کی غلط بیانی کی قلعی کھل جاتی ہے۔

ہے!

"ولاجل ذلک کتبت فی کتبی غیر مرة ان هذه کلها استعارات وما اراد الله بها الا ابتلاء الناس لیعلم من یعرفها بنور القلب ومن یکون من الضالین ولو فرضنا انها تظهر بصورها الظاهرة فلاشک ان من ثمراتها الضروریة ان یرتفع الشک والشبة والمریة"

(حمامۃ البشریٰ، خزائن ج ۷ ص [illegible])

اور اس لئے میں نے اپنی کتابوں میں کئی مرتبہ لکھا ہے کہ بے شک یہ کل استعارے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان سے نہیں ارادہ کیا مگر آزمائش آدمیوں کی تا کہ معلوم کرے کون ان کو دل کے نور سے پہچانتا ہے اور کون بھٹکنے والوں سے ہوتا ہے اور اگر ہم فرض کر لیں کہ البتہ وہ اپنی ظاہری صورتوں سے ظاہر ہوں گے تو بے شک تو اس فرض کر لینے کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ اٹھ جاوے شک اور شبہ اور دھوکا۔

"من قلوب الناس کما یرتفع فی یوم القیمة فاذا زالت الشکوک ورفعة الحجب فای فرق بقی بعد انکشاف هذه العلامات المهیبة الغریبة فی تلک الایام و فی یوم القیمة انظر ایها العاقل انه اذا رأی الناس رجلاً نازلا من السماء وفی یده حربة ومعه ملئکة الذین کانوا غائبین من بدء الدنیا وکان الناس لیشکون فی وجودهم فنزلوا وشهدوا ان الرسول حق وکذالک سمع الناس صوت الله من السماء ان المهدی خلیفة الله وقرو الفظ الکافر فی جبهة الدجال ورأوا ان الشمس قد طلعت من المغرب تشققت الارض وخرجت منها دابة الارض التی قدمه فی الارض وراسه تمس السماء وسمت المؤمن والکافر وکتب مابین عینهم مؤمن اوکافر وشهدت باعلی صوتها بان الاسلام حق وحصحص الحق وبرق من کل جهة وتبینت انوار صدق الاسلام حتی شهد البهائم والسباع والعقارب علیٰ صدقه فکیف یمکن ان یبقیٰ کافر علیٰ وجه الارض بعد رؤیة هذه الایات العظیمة او یبقیٰ شک فی الله وفی یوم الساعة فان العلوم الحسیة البدیهیة شیٔ یقبله کافر ومؤمن ولا یختلف فیه احد من الذین اعطوا قوی الانسانیة مثلاً اذا کان النهار موجوداً والشمس طالعة والناس مستیقظین فلا ینکره احد من الکافرین والمؤمنین

فکذالک اذا رفعت الحجب کلها وتواترت الشهادات وتظاهرت الآیات وظهرت
المخفیات وتنزلت الملئکة وسمعت اصوات السماء فای تفاوت بقیت بین
تلك الایام وبین یوم القیامة وای مفریقی للمنکرین فلزم من ذلك ان یسلم
الکفار کلهم فی تلك الایام ولا یبقی لهم شك فی الساعة ولکن القرآن قد قال
غیر مرة ان الکفار یبقون علیٰ کفرهم الیٰ یوم القیمة یبقون فی مریتهم وشکهم
فی الساعة حتی تاتیهم الساعة بغتة وهم لا یشعرون ولفظ البغتة تدل دلالة
واضحة علی ان العلامات القطعیة التی لا تبقی شك بعد علی وقوع القیامة
لا تظهر ابداً ولا تجلیها الله بحیث ترتفع الحجب کلها''

(حمامۃ البشریٰ ص۸۲، خزائن ج ۷ ص ۳۰۴،۳۰۵)

آدمیوں کے دلوں سے جیسے کہ اٹھ جائے گا قیامت کے دن میں۔ سو جب مٹ گئی
شکوک اور اٹھ گئی پردوی تو کیا فرق باقی رہا (یعنی بابت شک دل سے اٹھ جانے کے) بعد کھل
جانے ان نشانیوں دہشت ناک عجیب کے ان دنوں میں (یعنی ملاحموں کے زمانہ ظہور میں) اور
قیامت کے دن میں اے عقلمند غور کرلے یہ کہ جب آدمی دیکھیں ایک شخص کو آسمان سے اترتے
ہوئے اور ایک حربہ اس کے ہاتھ میں ہو اور اس کے ساتھ فرشتے ہوں جو کہ ابتداء دنیا سے غائب
رہے اور لوگ ان کے ہونے میں شک کرتے تھے۔ سو وہ اتر کر گواہی دیویں کہ تحقیق یہ رسول سچا ہے
اور علاوہ اس کے آدمی خدا تعالیٰ کی آواز آسمان سے سنیں کہ یہ خلیفہ مہدی خدا تعالیٰ کا نائب ہے اور لفظ
کافر کا دجال کی پیشانی میں پڑھیں اور دیکھیں کہ بے شک آفتاب مغرب سے طلوع کر چکا اور
زمین پھٹے اور اس سے دابۃ الارض نکلے۔ جو کہ قدم اس کے زمین میں اور سر کا لگے آسمانوں کو اور
نشان لگا دے مومن اور کافر کے کہ ان کی آنکھوں کے درمیان کہ مومن ہے یا کافر اور گواہی
دیویں اہل نہایت اونچی آواز سے کہ بے شک اسلام حق ہے اور حق ظاہر ہوا اور ہر سمت سے چمک گیا
اور اسلام کے صداقت کی روشنیاں واضح ہوگئیں۔ یہاں تک کہ اس کی سچائی پر چوپایوں اور
درندوں اور پرندوں نے گواہی دی تو کیونکر ہوسکے کہ زمین کے اوپر بعد ان بڑے نشانوں کے دیکھ
لینے کے کافر باقی رہے۔ یا کہ خدا میں اور قیامت کے آنے میں شک رہ جاوے۔ کیونکہ علوم محسوس
و ظاہری ایسی چیزیں ہیں کہ ان کو کافر اور مومن قبول کرتا ہے اور ان میں ایسے لوگوں میں سے کوئی شخص
اختلاف نہیں کرتا ہے۔ جن کو انسانی قویٰ دیئے گئے ہیں۔ بھلا جب کہ دن موجود اور سورج نکلا ہوا

ہے اور لوگ جاگتے ہیں تو کوئی کفار اور مومنین میں سے اس کا منکر نہیں ہوتا۔ سو اسی طرح جب تمام پردے اٹھ گئے اور پے در پے گواہیاں ہوگئیں اور نشانیاں ظاہر ہوگئیں اور پوشیدہ چیزیں کھل گئیں اور فرشتے اترے اور آسمان سے آوازیں سنیں تو کون سا فرق باقی رہا درمیان ان دلوں (یعنی معلومات میں ان علامات کے بعد) اور درمیان قیامت کے دن کے (یعنی معلومات قیامت کے دن کے) اور منکروں کے واسطے بھاگنے کی کون سی جگہ باقی رہی۔ پس اس (یعنی عجم جیسی بدیہی) سے یہ لازم ہوا کہ ان دلوں میں جتنی علامت کبریٰ ظاہر ہونے کے زمانہ میں کل کفار مسلمان ہو جاویں اور ان کو قیامت میں کچھ شک باقی نہ رہے۔ لیکن قرآن نے البتہ کئی مرتبہ کہا کہ بیشک کفار اپنے کفر پر قیامت کے دن تک رہیں گے اور اپنے شک و شبہ میں قیامت کی بابت رہیں گے۔ یہاں تک چپ چپاتی قیامت ان پر آ جاوے گی اور وہ تحیر کریں گے اور لفظ بغتۃً دلالت واضح سے اس پر دلالت کرتا ہے کہ تحقیق علامتیں قطعیہ کہ ان کے بعد قیامت کے واقع ہونے پر شک باقی نہ رہے۔ کبھی نہیں ظاہر ہونے کی اور ان کو اللہ تعالیٰ اس طرح ظاہر نہ کرے گا کہ حجاب تمام اٹھ جاویں۔

نوٹ: اس کل تقریر کا حاصل جو حمامۃ کے ص ۱۳۸ میں ہے اور مولوی محمد احسن قادیانی نے بوفاق مرزا قادیانی کی مراد کے اور اس کا مطلب لکھا ہے۔ یہ ہے کہ قیامت کی بڑی نشانیاں ہرگز ہرگز ظاہری طور پر نہیں ہوں گی۔

کچھے مولانا: اب تو حمامۃ ص ۱۳۸ کے عبارت آپ کی منقولہ عبارت وانی۔ وہ بیان اول و آخر و درمیان کے جسے اپنے لوگوں کو غلطی میں ڈالنے کی غرض سے حذف کر کے لکھا تھا وہ کافی طور پر نقل دیئے گئے۔ فرمایئے تو دکھلایئے مرزا قادیانی نے کہاں اور وہ کون سا فقرہ ہے۔ جس میں بیان ہوا کہ طلوع الشمس من مغربہا کل تک نہیں ہو سکتا۔

ناظرین! مرزا قادیانی کی عبارت دیکھ کر بخوبی جان لیویں گے کہ مرزا قادیانی زور دار یہ جتلا رہے ہیں کہ طلوع الشمس من مغربہا اور نزول مسیح وغیرہ جتنے قیامت کے بڑے نشان ہیں۔ ہرگز ہرگز ان میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔ جس کی وقوع ہو چکنے کو پورا علم لوگوں کو ہو سکے اور یقین سے قیامت کی بابت اس کا قریب العہد ہونا جان جاویں۔ کیونکہ قرآن شریف میں قیامت کی آمد بغتۃً کے ساتھ یعنی چپ چپاتے بیان ہوئی ہیں اور ص ۱۳۸ میں یہ بھی کہا ہے کہ آیت "ولا یزال الذین کفروا فی مریۃ" سے۔ جس کے یہ معنی ہوئے کہ کفار قیامت کی آمد تک ہمیشہ شک میں رہیں گے۔ ثابت ہوا کہ قیامت کی بڑی نشانی بھی ظاہری صورت پر ظاہر نہیں ہو سکتی اور

یہ سب تفصیل اس بارہ میں کی گئی ہے کہ اعتراض کی عبارت میں جو کہا گیا تھا کہ جب طلوع الشمس من مغربہا وغیرہ نشان ہو چکا۔ تو مسیح موعود کہاں سے آ گیا اور اس کے جواب میں ان سب نشانات کبریٰ قیامت کے تمام ہو چکنے کی بابت سنایا تھا کہ یہ سب ویسے ہی واقع ہو چکے جیسے کہ حدیث میں ہے تو یہ بھی کہا گیا تھا کہ ان نشانات کے مقابل لوگوں نے نہ پہچانے اور غافل رہے۔ لہٰذا مولوی محمد احسن قادیانی کے یہ دعویٰ سب غلط ثابت ہوتے جو انہوں نے کہا۔

۱...... قیامت کی کبریٰ نشانات بطور استعارات کے ظاہر ہونے سے وہی نشانات مراد ہیں جو نزول مسیح سے مقدم ہیں۔

۲...... یہ کہ علاوہ طلوع الشمس من مغربہا کی توجیہ بلا جواز سے نزول مسیح کے لئے مقدم نشانات مرزا قادیانی نے مراد لئے ہیں۔

۳...... مرزا قادیانی کی بابت یہ کہ ص۸۳ حمامہ میں خود تصریح فرما دی ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا قبل مسیح نہیں ہو سکتا۔ علی ہذا باقی دعویٰ پر مولوی محمد احسن قادیانی کو اپنی غلط بیانی کی خبر تو جب ہوئی کہ حمامہ ص۸۲،۸۳ کی عبارت کو چشم عبرت کھول کر دیکھیں لیکن انہوں نے تو اپنا خواب غفلت میں ہونا خود ہی اس شعر میں جتلا دیا۔

آنکھیں اگر موندی ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

وضع...... ہاں البتہ اس پیشین گوئی کی نسبت مرزا قادیانی ص۵۱۵،۵۱۶ ازالہ میں مفصل طور پر تصریح فرما چکے ہیں۔

رفع...... اس مقام پر مولانا نے ازالہ کی عبارت اس غرض سے لکھی کہ اس میں یہ بیان ہے کہ مرزا قادیانی نے کشفی طور پر خواب میں جانب مغرب سے آفتاب اور آفتاب کا طلوع اور اپنے آپ کو شہر لندن میں اسلامی وعظ کہتے ہوئے منبر پر انگریزوں کے سامنے دیکھا اور اس کی تعبیر اپنا فیض انگ[illegible] ہے۔ اس کا مطلب بتایا۔ دوسری یہ کہ اس میں کہا ہے کہ یاد رہے کہ مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ طلوع الشمس من مغربہا کے کوئی اور بھی معنی ہوں۔ تاکہ مولوی محمد احسن قادیانی دکھلا دیں کہ مرزا قادیانی بالکل طلوع الشمس من مغربہا نہیں کہتے ہیں۔ لیکن مولوی صاحب کا یہ استدلال بھی ٹھیک نہیں ہے۔

اولاً اس لئے کہ ازالہ پہلے کی تصنیف ہے اور حمامہ اس سے بہت عرصہ بعد کی۔ پس

ازالہ اوہام کی عبارت سے دلیل پیش کرنی غلط کاروائی ہے۔ کیونکہ یہ کیا ضرور ہے کہ مرزا قادیانی کو حمامۃ البشریٰ تصنیف کرنے تک طلوع الشمس من مغربہا کے پورا ہونے کے معنی نہ کھلے ہوں۔ خصوصاً جب کہ بطریق اعتراض و جواب کے وہ لکھ چکا اور احادیث سے مطابقہ طلوع الشمس من مغربہا واقع ہو چکنے کو حمامہ کے اندر لکھ چکے اور تاویلی معنی کسی غیر پر مشتہر کر چکے۔

ثانیاً اس واسطے کہ احادیث میں جو قیامت کی نشانیوں سے آفتاب طلوع ہونے کی بابت مذکور ہے تو اس کے چھپنے کی جگہ سے طلوع بیان ہوا ہے۔ چنانچہ من مغربہا کا لفظ صریح موجود ہے۔ یوں نہیں وارد ہوا کہ طلوع الشمس من المغرب تاکہ صرف مغرب سے ملک مغرب معنی ہوتے اور ان میں پھرتے ہوکر مرزا قادیانی اپنے آپ کو آفتاب مانتے اور اپنی تصانیف کو اس کی شعاع جانتے۔ پس جب کہ حدیث میں جو لفظ تھا کہ اپنے چھپنے کی جگہ سے طلوع آفتاب جس سے ظاہر ہے کہ اسی محسوس آفتاب کا طلوع نبی ﷺ کے نزدیک مراد ہے تو اس سے صاف ثابت ہے کہ ازالہ میں طلوع الشمس کے بابت جو دیا گیا طور پر معنی بیان کیا ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کی حدیث کے مطابق نہیں ہے۔ پس وہ غلط قول جس سے بحث ہی واقع نہیں ہے۔ مولوی محمد احسن قادیانی کا اس کو یہاں پیش کرنا نادانی ہے۔

ثالثاً حمامہ ص ۴۸ میں جن پیشین گوئی یعنی قیامت کے بڑے نشانات پورے ہو چکنے کو اور حسب بیان احادیث ان کی واقع ہو چکنے کا دعویٰ کر کے ان کے جان لینے سے بے خبر رہ جانے کی جو تفصیل کی ہے۔ ان سب کے شمول میں نام لے کر طلوع الشمس من مغربہا کو بھی لکھا ہے۔ چنانچہ ناظرین عبارت منقولہ ص ۴۸ حمامہ سے ہی خود دیکھ سکتے ہیں۔ پس اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک جیسے دوسرے نشانوں کے پورے ہو چکنے سے لوگ غافل رہے ایسے ہی آفتاب کے طلوع من مغربہا ہو چکنے سے لوگ غافل رہے۔

رابعاً ص ۴۸ حمامہ کے اندر جو ان علامتوں کے کچھ واقع ہو چکنے کی بابت بیان کیا گیا۔ نہ صرف ان کے ساتھ طلوع الشمس من مغربہا کا گنا ہے۔ بلکہ اس طرح پر زور دے کر کہا ہے کہ کلہا خبر عنہا رسول اللہ ﷺ ”یعنی جس طور پر کہ طلوع آفتاب سے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی۔“

خامس قبل قیامت جب تک عالم دنیا کا انتظام موجود ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس دار تکلیف میں کسی شخص کا ایمان قبول نہ ہووے۔

رفیع ... اے مولانا! جو آپ پوچھتے ہیں اپنی رائے غلط یا جائز اجتہادی سے لکھ دیتے ہیں۔
جی! حضرت فرمائے تو آپ کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ جب تک نظام عالم دنیا موجود ہے
تو ہر کسی کا ایمان ضرور مقبول ہے۔ دیکھئے قرآن کریم آپ کے زعم کو توڑتا ہے۔ فرمایا "ان
الذین کفروا بعد ایمانهم ثم ازدادو کفرا لن تقبل توبتهم واولئك هم
الضالون" تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا بعد اپنے ایمان کے پھر زیادہ کیا کفر تو ہرگز نہ قبول ہوگی
ان کی توبہ اور وہ لوگ گمراہ ہیں۔

اب غور کیجئے کہ اس آیت میں باری تعالیٰ نے جن کفار کے عدم قبولیت توبہ کی بابت
ذکر کیا ہے عدم قبولیت ان کی توبہ کی عالم دنیا کے نظام موجود رہنے کی حالت میں ہے یا نہیں اور اسی
دار تکلیف میں ان کا ایمان مردود ہے یا نہیں۔ اگر اس عدم قبولیت توبہ کو بعد از مرگ پر آپ محمول
کریں تو یہ بھی غلط ہے۔ چنانچہ اس آیت مذکورے جو اگلی آیت ہے مردہ کفار کی توبہ مقبول نہ
ہونے کا اس میں بیان ہے۔

وضیع ... کہ یہ خلاف نصوص قطعیہ ہے کما سیاتی۔

رفیع ... ہم دیکھیں کہ کون سی نص آپ کے پاس ہے۔

وضیع ... البتہ قیامت میں جب زمانہ طلوع الشمس کا ہو چکے گا اور متصل اس کے قیامت بھی
شروع ہو جاوے گی تو البتہ البتہ اس وقت ایمان کسی کا جو پہلے سے مومن نہیں ہے قبول نہ ہوگا۔

رفیع ... دیکھئے مولانا یہ وہی آپ کی بات ہے منجملہ ان باتوں کے جس پر آپ کو توجہ
آنا ظاہر میں کہا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کے خیالات سے آپ کے خیال کیسے پرے ہیں۔ جی!
حضرت حمامہ کے اندر کہاں بیان ہوا ہے کہ قیامت سے متصل جب آفتاب کا طلوع ہو جاوے تو
اس وقت ایمان کسی کا جو پہلے سے مومن نہیں ہے قبول نہ ہوگا تا کہ آپ کا اور قادیانی صاحب کا
ایک مسلک ٹھہرے۔ جس کی حمایت ناجائز میں قرآن حدیث کے بیانات بھی آپ نہیں مانتے ہیں
اور یاد رکھئے کہ حمامہ کی عبارت سے کسی مقام سے بھی آپ کبھی یہ بات نہیں دکھلا سکتے ہیں۔ جہاں
قادیانی نے یہ کہا ہو کہ آئندہ زمانہ میں آپ نے مغرب سے آفتاب متصل با قیامت طلوع کرنے
والا ہے اس کے طلوع کر چکنے پر کسی کافر کا ایمان قبول نہ ہوگا اور حمامہ کی عبارت سے اس طلوع
آفتاب کا اپنے ظاہری صورت پر قیامت سے قریب ہو سکنے پر قادیانی کا اقرار بھی دکھلانا آپ کے
لئے ناممکن ہے۔ چنانچہ یہ دونوں باتیں چند مرتبہ سابق میں آپ کو سنائی گئیں۔ جن کے ثبوت پیش

کرنے سے آپ عاجز ہیں۔ نہ تو بالفاظ تحریری ہونے کے وقت جواب دے سکے، نہ اب جواب مطلوب پیش کر سکتے ہیں۔ اگر اس پر آپ کہیں کہ ہم قرآن و حدیث سے توضیح اپنے دعویٰ کی پیش کریں تو قادیانی صاحب نے جو کچھ بیان کیا ہے جس کی بار بار تصریح کر دی اس کے ناحق ہونے کا اقرار کر کے راہ راست پر آ جایئے۔ ورنہ قادیانی ملا صاحب کو شاباش کر کے آپ کو ان کی مسجد ضرار و تفریق کے مخالف کرنے پر یہ مضمون قول سعدی کا سنائیں گے۔

ترا تیشہ دادم کہ ہیزم شکن
نگفتم کہ دیوار مسجد بکن

وضع ... کیونکہ امور ایمانیہ میں کسی قدر اخفا کا ہونا بھی بہت ضروریات سے ہے۔ اس لئے بعض وجہ علامات کبریٰ زمانہ مسیح کے اپنے ظاہری معنوں پر محمول نہیں ہو سکتے۔ ورنہ مسیح کی تصدیق میں خفا نہ رہے۔

رفع ... امور ایمانیہ میں پوشیدگی بعد ظہور ان امور کے ماننے کو مخصوص مرزائی تخیلات ہیں ان کے ظاہر ہو چکنے کے پیچھے کچھ ضرورت ان کے اخفا کی نہیں ہے۔ کیونکہ علامت نہیں ہے۔ مگر پہچاننے کے واسطے اور وہ بڑی نہیں ہو گی۔ مگر زیادہ پہچان کا فائدہ دینے کے واسطے پس جو شئی کہ بڑی نشانی کسی شے کی پہچان کے واسطے کر کے خدا تعالیٰ دنیا میں ظاہر کرے تو ممکن نہیں کہ اس بڑی نشانی کو خدا تعالیٰ کے بھیجنے میں اس بڑی نشان ظاہر ہو چکنے کا پورا علم دیکھنے والوں کو نہ ہووے۔ کیونکہ نشان کا بڑا ہونا بڑی حجت قائم ہونے کا اگر فائدہ نہ دیوے تو اس کو بڑی علامت کہنا غلط ہے۔ لہٰذا قیامت تک بڑے نشانات کا مثل طلوع الشمس من مغربہا اور خروج دجال اور دابۃ الارض کے کھلا ہوا اور آشکارا ظاہر ہونا ضرور ہے تاکہ منکر پر کامل حجت قائم ہووے۔ اگرچہ پس بھی کفار اپنے کفر پر رہیں۔ مثلاً عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جو شخص دنیا میں پیدا ہوا ایک نہ ایک دن وہ ضرور مرتا ہے تو بھی لوگ امور دنیا میں بڑی امیدیں رکھتے ہیں۔ ''انک لا تہدی من احببت'' خود اس پر شاہد ہے کہ بغیر ہدایت بخشنے خدا تعالیٰ کے کوئی شخص ہدایت یافتہ نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر قیامت کے بڑے نشان محسوس طور پر منکر کے سامنے پیش ہوں۔ جب کہ خدا تعالیٰ انہیں ایمان کی قبولیت اور ہدایت نہ بخشے تو ان سے عاقل مومن ہونے کی امید نہیں ہے۔

ع کیا ان پر وعید الٰہی تمام ہو چکنے کے وقت ظاہر ہو سکنے سے ان کا ایمان مقبول نہیں۔ پس ایمان کی حلاوت انہیں کیوں حاصل ہونے لگی ہے۔ اس لئے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ آیت

قرآنی "ولا یزال للذین کفروا فی مریۃ من لقائه" اور نیز آیت "ولا یزال الذین کفروا فی مریۃ منه حتیٰ تاتیهم الساعة بغتة وهم لا یشعرون" وغیرہ سے جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ کفار خدا تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے اور قیامت یا کہ عذاب جب چھپائی آنے تک درحالیکہ وہ تمیز نہ کرتے ہوں گے۔ شک وشبہ میں رہیں گے۔ لازم نہیں آتا ہے کہ قیامت کی بڑی علامتیں اپنی ظاہری صورت پر جلوہ گر نہ ہوں۔ کیونکہ یہ کل کے علم جیسے محال نہیں ہے۔ دیسے مشاہدہ بغیر یقین کے ممکن الوقوع ہے۔ جیسے شق القمر کے معجزہ محمد ﷺ سے اور ناقہ کشی صالح علیہ السلام اور مردوں کو زندہ کرنے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے فی البدیہہ دیکھنے پر بھی بدنصیب کفار ایمان نہ لائے۔ تکذیب کرتے رہے یا منافق ہو گئے۔ چنانچہ سورہ منافقوں وغیرہ سے ظاہر ہے اور جس حالت میں کہ جاننے والا شخص نادانوں کی طرح انکار کرے تو بے شعور گنا جاتا ہے۔

چو دانا بانادانان گشتہ غرق ست
ز دانائی بنادانی چہ فرق ست

لہذا کفار وهم لا یشعرون کے مصداق ہیں۔ الحاصل جب ثابت ہوا کہ قیامت کی علامات کبریٰ اپنے ظاہری صورت پر جلوہ گر ہونے والے لامحالہ ہیں تو قادیانی کے استنباط مذکورہ اور مولوی محمد احسن قادیانی کے استدلال غلط ہیں اور قائل کا یہ کہنا کہ علامات کبریٰ زمانہ مسیح کے اپنے ظاہری معنوں پر محمول نہیں ہو سکتیں۔ ورنہ مسیح کی تصدیق میں فساد ہے۔ سراسر واہی قول ہے۔

قح..... بسبب عدم اتباع شرط مسلم کے۔

رح..... اس لاطائل کلام کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

قح..... الحاصل جو معنی حدیث مسلم کے آپ نے سمجھے ہیں وہ مخالف قرآنی آیتوں اور حدیثوں کے ہیں۔

رح..... اے مولانا آپ کا یہ کل دعویٰ بھی غلط ہے۔ چنانچہ جب وہ آیات اور حدیث کہ ان کو آپ سوچ رہے ہیں۔ پیش کریں گے تو آپ کو ان کا حال جتلا دیا جاوے گا۔

قح..... جس سے تمام کرامات اور علم خوارق کا ایمان بیکار ہوا جاتا ہے۔

رح..... عجیب نے اسی مضمون کو دجال وابن صیاد کے بیان میں بھی لکھا ہے۔ لیکن کتاب ہی کے

ساتھ قلم کھینچنے کے سوا اس کا نتیجہ نہیں دکھلایا۔ اے مولانا آپ کا پہلا زعم تو ٹوٹ گیا اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپ کا دوسرا زعم بھی عنقریب ٹوٹ جائے گا۔

وضیع...... اب میں بقدر پانچ چار سطروں کے یہ عرض کرتا ہوں۔

رفیع...... یہاں پر قادیانی صاحب کے اسی کشتی رویا نزول المسیح ص ۲۱۵٬۲۱۶ والے کو پھر اس بارہ میں مجیب صاحب نے بیان کیا ہے کہ اس کی بطالت کو صداقت کے مانند جاننا چاہیے۔ لیکن ناظرین پر مخفی نہیں ہے کہ بطالت صداقت کے مانند ہرگز نہیں ہوتی ہے۔ مجیب صاحب اس جگہ پر نیچری تفسیر یعنی سید احمد خان کے رائے سے ملے کہ اس قصہ کو قرآن شریف کے اندر ۳۲ رکوع سورہ بقرہ میں مرنے کے بعد زندہ کر کے دکھلانے کی بابت خدا تعالیٰ نے سنایا ہے۔ خواب کا قصہ مانا ہے۔ حالانکہ معتبر تفاسیر کے مخالف نیچری تفسیر ہے۔ لہٰذا قادیانی کی کشتی رویا کی تاویل بالکل بودی ہے اور یہ پیچ جتنا دیا گیا ہے کہ اگر احادیث نبوی میں طلوع الشمس من المغرب ہوتا تو کچھ قادیانی تاویل کا موقع اپنے زور دینے کا ملتا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے احادیث میں رسول اللہ ﷺ کے جو الفاظ قیامت کے نشانی طلوع الشمس کی بابت وارد ہیں ان میں من مغربہا آیا ہے۔ جس سے واضح ہے کہ قادیانی اور مولوی محمد احسن قادیانی دونوں غلط راہ پر جا رہے ہیں۔ اگر جاگے ہوتے تو بچ جاتے۔

وضیع...... عاجز نے ترقی کر کے عرض کیا تھا کہ طلوع الشمس تو بموجب احادیث اصح الصحاح کے اول آیت ہے جس کے معنی آپ نے بالکل نئے کر دیئے ہیں۔

رفیع ..... اے مولانا بار بار آپ کو کیا ہو گیا کہ آپ کے خیالات قادیانی کے خیالات سے گھس رہے ہیں۔ اسی حضرت! آپ قادیانی کے مسلک سے جو جماعت کے اندر مصروف ہیں پہلے اتفاق ہوا کیجئے۔ جب ان معانی کو جو یہاں بیان کئے ہیں ذکر کیجئے۔ تاکہ آپ کے کچھ بات باقاعدہ بنے۔ "مذبذبین بین ذلك لا الی هؤلاء ولا الی هؤلاء" کا مصداق آپ ہو رہے ہیں کہ کبھی مرزائی بنتے ہیں کبھی اہل حدیث کی طرف جھکتے ہیں اس تردد کی حالت میں کب تک پڑے رہیں گے۔ جواب آپ سے جو طلب کیا گیا ہے اس میں دریافت طلب مولوی احمد علی صاحب کی جانب سے صرف یہ بات ہے کہ آپ ان اعتراضوں کو جو قادیانی صاحب پر وارد کئے گئے حدیثوں سے حسب مسلمات قادیانی صاحب کے اٹھا دیں اور یہ امر طلب نہیں کیا ہے کہ مسئلہ بحث شدہ میں آپ اپنی رائے پیش کریں۔ خواہ قادیانی صاحب کے مسلمات سے ربط اس کو حاصل ہو یا کہ نہ ہو

پس طلوع الشمس من مغربہا کے اقوال لا یات ہونے کی جو توجیہ آپ نے حسب تصریح حاشیہ ابن ماجہ کے حوالہ تفسیر کی اور مع اقرار اس بات کے کہ طلوع الشمس من مغربہا قبل قیامت کے حق ہے۔ لیکن اس کے متصل جب کہ مومنین دنیا میں نہ ہوں گے اور مع تسلیم اس امر کے کہ قادیانی صاحب کے کشفی دنیا موجودہ طلوع الشمس من مغربہا کا مصداق نہیں ہے۔ یہ بھی آپ نے لکھا کہ لیکن طلوع الشمس من مغربہا جسمانی طور پر بھی کسی وقت میں واقع ہو۔ آپ کی توجیہ مذکورہ اور اقرار مشرح بالا قول قیامت کے پہلے جسمانی طور پر کسی وقت میں طلوع الشمس من مغربہا واقع یا امکان کی بابت جب ہے قادیانی صاحب کی طرف سے جواب ہونے کے لائق ہے کہ آپ کے اس بیان کو قادیانی صاحب کے حاشیہ ازالہ ص ۸۳،۸۴ سے مطابق ہو ورنہ آپ کے ان جوابوں کو سن کر قادیانی حواری کو آپ کو سبق پڑھاتے ہیں سارا زور سے عتاب کہیں گے کہ من چہ سے گویم و طنبورہ چہ می سراید۔ اعتبار نہ ہو تو لفظ غفۃ کی تشریح دیکھئے۔

وضع ..... اور جب تک کہ نظام دنیا کا قائم ہے آنحضرت ﷺ کا دین اسلام اور ایمان ضرور نافع اور مفید ہے۔

رفع ..... لیکن اس شرط پر کہ ایمان لانے کے وقت ختم ہو چکنے سے پہلے وہ شخص مسلم اور مومن بن جائے جو کہ اسلامی و ایمانی نفع اور فائدہ ہوتا ہے اور جب ایمان لانے کا وقت ختم ہو چکا پھر نظام دنیا قائم رہے یا نہ رہے کفار میں سے کسی کو ایمان لانا مفید نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سورہ انعام میں ”یوم یأتی بعض آیات ربك لا ینفع نفساً ایمانها لم تكن آمنت من قبل اوكسبت فی ایمانها خیراً“ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ثلث اذا خرجن لا ینفع نفساً ایمانها لم تكن آمنت من قبل اوكسبت فی ایمانها خیراً طلوع الشمس من مغربها وخروج الدجال ودابة الارض رواه مسلم“ ترجمہ آیت اور حدیث صحیح کا پہلے گذر چکا ہے اور ان کے خلاف پر جو کچھ شبہات مولوی محمد احسن قادیانی کے تھے وہ سب رد ہو گئے ہیں۔ یہاں پر اتنی بات اور معلوم رہے کہ جو حکم نصوص قرآنی اور حدیث رسول ربانی ﷺ سے بالتفصیل بیان ہو چکے ان کے مقابل میں غیر منصوص حکم تا وقت قرآنی سے کسی شخص کا پیش کیا ہوا حجت ہو سکتا ہے اور نہ حدیث رسول ربانی ﷺ سے۔ مرحمت مذکور بالا کی آیت اور حدیث اس بات کا صریح ثبوت بتاتے ہیں کہ دنیا کی موجودگی ہی میں ایک دن آوے گا۔ جس میں کفار کا ایمان لانا مقبول نہ ہوگا اور وہ

دن وہ ہے جب کہ آیات میں سے کوئی نشانی آ رہے۔ اور صحیح مسلم کے اندر بروایت ابی ہریرہؓ ان نشانیوں کی توضیح اپنے چھپنے کی جگہ سے آفتاب طلوع ہونے اور دجال کے خروج کرنے اور دابۃ الارض کے نکلنے کے ساتھ بیان ہوئی۔ پس مولوی محمد احسن قادیانی ان مخصوص اوقات میں کفار کے ایمان قبول ہونے کی بابت جب تک ایسی ہی صریح نصوص قرآنی و حدیث صحیح سے پیش نہ کریں ان کا جواب ہرگز صحیح ہوسکتا ہے نہ مقبول۔

وضع ..... اور سب طرح کی نصرت اور رحمت اللہ کی شامل حال مومنین کے رہے گی۔

رفع..... اے مولانا جو لوگ ایمان کی تجدید کے وقت سے پہلے مومنین مخلصین فی الدین ہوئے آپ ان کے واسطے دنیا میں نفع ایمانی اور نصرت یزدانی شامل کیا جاتے ہیں۔ ان کے لیے تو دنیا اور آخرت دونوں جگہ میں فیضان الٰہی لاانتہا پہنچنے کی بشارتیں قرآن و حدیث میں بھری ہوئی ہیں اور ان کے واسطے نصرت پہنچنے کو نظام دنیا کے قائم رہنے اور نہ رہنے کی کسی کی بھی شرط نہیں ہے۔ انہیں آیات میں سے ایک یہ آیت ہے جو آپ خارج از بحث لکھ رہے ہیں۔

وضع ..... ایسا کوئی زمانہ اس دنیا میں اور اس کے ہوتے ہوئے نظام دنیا کے بلا رویت عذاب نہیں آسکتا کہ مذہب محمدی و دین اسلام کا بیکار ہو جاوے اور ایمان نفع نہ دیوے۔

رفع..... اے مولانا مذہب محمدی و دین اسلام کا کارآمد رہنا اور مومنین کے واسطے ہر زمانہ میں ایمان سے نفع پہنچنا شے دیگر ہے اور کفار کو تابقائے دنیا ایمان لانے کی مہلت اور قیامت قائم ہونے کی اتصالی گھڑی تک ایمان ان سے مقبول ہونے کی بشارت شی دیگر۔ آپ بلا موافقت باہمی مقیس اور مقیس علیہ کے کہاں ذہن دوڑا رہے ہیں۔ یاد رکھئے کہ آپ کفار کے لئے ایمان نافع کا دائمی وقت ہرگز قرآن و حدیث سے پیش نہیں کر سکتے ہیں۔

وضع..... فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد'' تحقیق البتہ ہم مدد دیتے ہیں پیغمبروں اپنوں کو اور جو لوگ کہ ایمان لائے بیچ زندگانی دنیا کے اور اس روز کہ کھڑے ہوں گے گواہی دینے والے۔

رفع..... مجیب صاحب اس آیت کو اپنے اس مدعا کے ثبوت میں لکھتے ہیں کہ نظام دنیا باقی رہنے تک کوئی وقت ایسا نہیں ہے کہ کوئی کافر ایمان لاوے تو اس کا ایمان مقبول نہ ہو۔ اے مولانا فرمایئے تو اس آیت میں کہاں اور کس لفظ میں بیان ہوا ہے کہ دنیا کے نظام باقی رہنے تک کافروں کا ایمان لانا مقبول ہے۔ کیا یہ بات مدعی زنکی ہے ''ویوم یقوم الاشھاد'' کا عطف

"فی الحیوۃ الدنیا" کے اوپر ہے اور یہ دونوں یعنی معطوف علیہا چہ معطوف سے مل کر فعل "لننصر" کے ظرف زمان ہوئے ہیں اور امنوا کے لئے یہ ظرف نہیں بیان ہوئی۔ بلکہ "امنوا الا" بلاذکر ظرف کے اسم موصول "الذین" کا صلہ تقیہ ہے۔ جس سے یہ بات روشن تر ہے اور نہ ازروئے قواعد علم نحو کے مسلمات سے ہے کہ بغیر معطوف کے معطوف علیہ کلام کے اندر نہ ظرف ہو سکتا ہے نہ فاعل یا کسی طرح کا مفعول وغیرہ۔ نہ مبتداء ہو سکتا ہے۔ نہ خبر نہ صفت وغیرہ ولہذا متعین ہوا کہ ظرف مخصوص لنصر کی ہی واسطے مذکور ہے فقط۔ ورنہ لازم آئے گا کہ بعد از مرگ بھی کفار کا ایمان مولوی محمد احسن قادیانی مقبول نہ نہیں۔ حالانکہ یہ صورت نص قرآنی کے خلاف ہے۔

"ولیست التوبة للذین یعملون السیئات حتیٰ اذا حضر احدهم الموت قال انی تبت الاٰن ولا الذین یموتون وهم کفار" یعنی فرمایا خدا تعالیٰ نے توبہ نہیں قبول ان لوگوں کی جو گناہوں کو کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ آ لگے ان میں سے ایک کو موت تو کہنے لگا اب البتہ میں تائب ہوا اور نہ ان لوگوں کی جو مرتے ہیں کفر کی حالت میں۔

بالجملہ جب متعین ہوا کہ آیت مذکورہ بالا میں جو ظرف یعنی فی الحیٰوۃ الدنیا واقع ہے وہ لننصر ہی کے لئے مذکور ہوا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ نصرت الٰہی مرحمت ہوئی۔ جو آیت میں بتائی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے اور ان لوگوں کے واسطے ہے جن کا ایمان کی قبولیت کے وقت ختم ہو چکنے سے پہلے مومنین صالحین ہوویں اور یہاں سے بخوبی واضح ہوا کہ قادیانی کے بیان پر جس قدر مولوی احمد علی صاحب نے اعتراض کیا تھا صحیح اور قوی ہے اور مولوی محمد احسن صاحب اس کے دفع کرنے میں مجمع عام منصفین کے سامنے لاچار رہے ہی تھے۔ آپ نے رتبۃ الولی... کنج خانہ کی تصنیف کردہ میں بھی سوفہمی کے اندر تحریر کرتے ہوئے درماندگی ظاہر ہے۔ فقد بدا ان کان امر۔

ونج...... بڑی حد اصرار سے کہنے لگے کہ ہاں بالضرور مسیح و مہدی کے وقت میں بھی ایمان واسلام مقبول نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ زمانہ دجال کا ہے۔

رنج...... یہ مولانا عجب خلاف واقع کے آپ کی تحریر ہے۔ حضرت مسیح جو اعتراض قادیانی پر وارد کیا گیا تھا۔ مولوی احمد علی صاحب پر اس کو اس سے بدرجہا بڑھ کر چسپاں تو صرف آپ کا زبانی جمع خرچ ہے۔ حاضرین جلسہ آپ کی تحریر بے دلیل کی کیفیت بخوبی دیکھ چکے ہیں۔ فرمایئے تو کون سی حدیث یا کونسی قرآنی آیت مولوی احمد علی صاحب کے سامنے اپنے مدعا کی ثبت یا اعتراض

جو قادیانی پر کیا گیا تھا اس سے بڑھ کر جو اعتراض بخیال مولوی احمد علی صاحب کے اوپر وارد ہونے کی مظہر آپ نے بیان کی تھی۔ اگلی حضرت! جب آپ مدعی ہوئے کہ مسیح اور مہدی کے زمانہ میں ایمان واسلام معتبر ہونے کی بابت سو حدیثیں پیش کروں گا اور اس پر مولوی احمد علی صاحب نے آپ کو کہا کہ جو زمانہ مسیح و مہدی از زمانہ خروج دجال سے مطابق ہو جاوے اور کہا جاوے اس میں کفار کے ایمان واسلام معتبر ہونے کو ظاہر کرنے والی ایک ہی قرآنی آیت کی تفسیر سلف یا تفسیر بیضاوی میں جو یہ موجود ہے یا کوئی معتبر حدیث کسی حدیث کی کتاب سے دکھلا دیجئے۔ لیکن آپ ہرگز نہ دکھلا سکے اور اس جلسہ سے ندامت کے ساتھ تنگ پا کر جھنجھلاتے ہوئے غصہ ہو کر ایک گوشہ میں جا بیٹھے اور مولوی احمد علی صاحب نے اعتراض کیا اور کون حاضرین جلسہ سے اس وقت نہیں جان گیا تھا کہ مولوی محمد احسن قادیانی کا سارا دعویٰ ہیچ ہو گیا۔ جب مباحثہ میں یہ صورت مذکورہ واقع ہوئی تھی تو قائل کا یہ قول بالکل غلط واضح ہوا کہ مولوی احمد علی صاحب نے جب دیکھا کہ ان پر بدرجہا بڑھ کر وہ اعتراض وارد ہوا جو مرزا قادیانی پر سوء فہم سے وارد ہوتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ ''فاتق اللہ ایہا المولانا ولا تکن من الغاوین''

رشح..... فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''انما التوبة علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالة ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ علیہم وکان اللہ علیماً حکیماً الیٰ ما قال'' بحکم اس آیت کریمہ کے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں علامت موجودگی ظہور دنیا کے یعنی رویت عذاب دنیا کے کوئی کافر جو صدق دل سے ایمان لاوے اور کفر و شرک سے توبہ کرے محض اس کی توبہ قبول نہ ہووے خواہ زمانہ قریبہ زمانہ مسیح کا ہو یا مہدی یا دجال کا۔

رشح..... کسی حدیث سے ہرگز نہیں ثابت ہوتا ہے کہ دجال کے نکلنے کے زمانہ میں کوئی شخص صدق دل سے ایمان لاوے گا اور کفر و شرک سے توبہ کرے گا۔ اس کے سوا یہ حکم جو اس آیت سے مجیب صاحب نے لکھا ہرگز ٹھیک نہیں۔ محض تحکم و توہم ہے اور نص قرآنی کے خلاف ہے۔

اقول: اس لئے کہ گفتگو خاص دربارہ ایمان کے قبولیت ہونے کے کفار میں ہے۔ گنہگار مومنین کی توبہ کے باب میں نہیں ہے اور یہ آیت خاص دربارہ کفار کے ایمان و توبہ مقبول ہونے کے بیان میں نہیں۔ بلکہ الفاظ کی روانگی اور کلام کا طرز یہ چاہتا ہے کہ گنہگار مومنین کی توبہ کے بابت اس آیت میں اس طرح فرمایا کہ سوا اس کے نہیں کہ توبہ مقبول خدا تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کے لئے ہے جو گناہ کو نادانی سے کرتے ہیں پھر جلدی توبہ کرتے ہیں سو یہ لوگ ہیں جن پر

خدا رجوع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا حکمت والا ہے۔ خصوصاً لفظ جہالۃ اسی بات کو مقتضی ہے۔ کیونکہ مومنین کی شان گناہ سے نفرت ہے اور ان سے گناہ سرزد ہونا بیشتر نادانی سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی مطلب کو خدا تعالیٰ نے سورۃ انعام کے اس آیت میں توضیح کے ساتھ یوں فرمایا ہے۔ "واذا جاءک الذین یؤمنون بآیاتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علیٰ نفسہ الرحمۃ انہ من عمل منکم سوء بجہالۃ ثم تاب من بعدہ واصلح فانہ غفور رحیم" ترجمہ اور جب آویں تیرے پاس وہ لوگ جو ایماندار ہیں۔ ہمارے آیتوں کے ساتھ پس کہہ دو سلامتی ہو تم پر مقرر کیا تمہارے رب نے اپنے اوپر رحم کرنے کو یہ کہ تحقیق جو کوئی تم میں سے بدی کرے نادانی کے ساتھ پھر توبہ کرے اس کے بعد اور درستی کر لیوے تو البتہ وہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مومنین کے برابر انعام اور رحمت پانے میں کفار نہیں آ سکتے۔

ثانیاً اس لئے کہ دوسری آیت میں جو بیان ہوا "ولا الذین یموتون وھم کفار" ظاہر ہے کہ اس کا عطف "ولیست التوبۃ" پر ہے۔ پس یہ آیت توبہ کی عدم قبولیت بتانے والی ہے اس کو ہرگز لازم نہیں ہے کہ اگر مرتے وقت کسی کی توبہ قبول [illegible] تو اس کی توبہ زمانہ حال سے کچھ آگے ہونے زمانے تک بھی کبھی قبول ہووے۔ "لولا یاتون علیہم بسلطان بین"

ثالثاً یہ قول بھی مولوی محمد احسن کا غلط ہے کہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں حالت موجودگی نظام دنیا کی اس کے اور پہلے بھی اس زعم کی غلطی بیان ہوئی۔ دیکھئے پارہ لن تنالوا سے دو آیت پہلے خدا تعالیٰ نے فرمایا "ان الذین کفروا بعد ایمانہم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتہم واولئک ہم الضالون ان الذین کفروا وماتوا وہم کفار فلن یقبل من احدہم ملء الارض ذہبا ولو افتدی بہ اولئک لہم عذاب الیم وما لہم من ناصرین" "تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا بعد اپنے ایمان لانے کے پھر کفر کو زیادہ کیا ہرگز قبول نہ ہوگی ان کی توبہ یعنی اسی نظام دنیا کی موجودگی میں اور وہ لوگ گمراہ ہیں۔ تحقیق جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اسی حالت میں کہ وہ کفار ہیں تو ہرگز قبول نہ ہوگا ان میں سے کسی سے زمین بھرا ہوا سونا۔ اگرچہ اس کے ساتھ بہت دیوے وہ لوگ ہیں کہ ان کے لئے عذاب دردناک ہے اور کوئی ان کے لئے مددگار نہیں ہے۔ اس پہلی آیت سے صاف ظاہر ہے کہ بعض کفار تائب کی توبہ ہرگز قبول نہیں

ہے۔ دوسرا یہ کہ دنیا کی موجودگی ان کی توبہ کو کچھ مفید نہیں ہے اور "اولٓئک ھم الضالون" بھی اس مطلب کو قوی کرتا ہے کیونکہ نہایت سخت وہی گمراہ ہیں کہ جاتے تمام دنیا میں وہ توبہ کریں۔ لیکن توبہ قبول نہ ہو۔ سو اور آیت جو دوسری ہے وہ کفار کے حالت بعد از مرگ کی منافی ہے۔

دفع..... ایضاً فرمایا خداتعالیٰ نے "ولو اٰمن اھل الکتاب لکان خیراً لھم" فرمایا اللہ تعالیٰ نے "فاستجاب لھم ربھم انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثٰی"

رفع... ناظرین بخوبی جان سکتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں مطلقاً اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ خروج دجال کے زمانہ میں کفار کا ایمان مقبول ہوگا۔ قادیانی صاحب کے بڑا مخلص معتقد حکیم نور الدین کو خوش کرنے کے لئے بعض سادہ لوحوں سے مولوی محمد احسن قادیانی نے بحث شدہ مسئلہ سے قطع نظر کرکے یہ آیتیں کتنی دکھانے کے طور پر لکھ دی ہیں۔ کیونکہ پہلی آیت میں یہ خبر دی گئی ہے کہ اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو البتہ ان کے واسطے بہتر ہوتا۔ یعنی ان کے لئے بہتری جو تھی سو ان کے ایمان نہ لانے سے ہے۔ یہ کلام ایسا ہے بیان ہوا ہے۔ جیسے فرمایا "لو کان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا" یعنی آسمان و زمین کے اندر اگر بجز خدا کے واقعی معبود ہوتے تو البتہ آسمان و زمین تلف ہو جاتی۔ یعنی جیسے آسمان و زمین کا قیامت سے پہلے برباد نہ ہونا مشرکین پر اس بات کی حجت ہے کہ وہ جو ماسوا خداتعالیٰ کے اپنے زعم میں دوسرے معبود رکھتے ہیں وہ غلط خیال ہے۔ ایسے ہی یہود و نصاریٰ میں بہتری نہ ہونا کہ وہ "مغضوب علیھم" اور "ضالین" کہلائے گئے۔ اس بات کی حجت ہے کہ وہ جو اپنے آپ کو خدا پر ایمان لانے والا جانتے ہیں اور اپنے خیالات کے ساتھ یہاں تک کہا کہ "لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصارٰی" یعنی بہشت میں ہرگز داخل نہ ہوگا مگر وہی جو یہودی ہے یا نصرانی۔ بات تو یہی تھی کہ جیسے تشریح گذری آیت "ولو اٰمن اھل الکتاب" یعنی خداتعالیٰ نے اہل کتاب کی بہتری اور بے ایمانی کی حالت منافی ہے۔ لیکن مجیب صاحب فہم قاصر با قرآن ہوکر آیت مذکورہ کو دلیل اس بات کی ٹھہراتے ہیں کہ دجال کے زمانہ میں کفار کا ایمان مقبول ہوگا۔ اے مولانا!

آدمی   دشمن   نوجہ   دربدل

بدھ   جان   درکاہد   جوادر   حمار

سمجھ کر بات کہئے اپنے قیاسات عجیب مٹی میں رکھئے اور دوسری آیت یعنی "فاستجاب لھم" میں اس طرح فرمایا کہ مومنین صالحین نے جو دعائیں مانگیں جن کی تفصیل

آیات بالا سورۂ آل عمران کے پچھلے رکوع میں بیان ہوئے ان کے لئے وہ دعائیں ان کے رب نے قبول کیں کہ البتہ میں ضائع نہ کروں گا عمل کام کرنے والے کا تم میں سے خواہ مرد ہو خواہ عورت۔ پس ناظرین غور کریں کہ وہ کون سا لفظ اس آیت میں آیا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہووے کہ دجال کے زمانہ میں کفار فجار کو ایمان نصیب ہووے گا۔

بہت مغرور تھا وہ شوخ اور بڑا تھا وہ حسین
مشعبد کی صفت نکلی سبھی ان کے دو توسین

دہم...... ایضاً فرمایا اللہ تعالیٰ نے "یاایہا الذین اوتوا الکتاب آمنوا بما نزلنا مصدقاً لما معکم من قبل ان نطمس وجوھاً فنردھا علیٰ ادبارھا"

رفع...... اس آیت میں بھی کوئی لفظ ایسا مذکور نہیں ہوا جس میں دلالت ہو کہ دجال کے زمانہ میں کفار کا ایمان قبول ہوگا۔ بلکہ قبولیت کی نفی اگر دیکھئے تو ثابت ہوسکتی ہے۔ کیونکہ آیت شریف کا ترجمہ یہ ہوا کہ اے وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا تصدیق کرتے ہوئے اس کلام کی جو تمہارے پاس ہے اس کے پہلے جو ہم چہروں کا مسخ کریں گے یعنی بدل ڈالیں گے پس ہم ان کو الٹا پھیر دیں گے ظاہر ہے کہ کفار کے واسطے قیامت کا دن دوزخ میں داخل ہونے کا ہے اور ان کو نامراد پیچھے واپس کرنے اور مسخ کرنے کا وقت دنیا میں قیامت سے پہلے ہی اور خود عربی خط میں آپ بھی جو لکھ چکے ہیں اس بارہ میں وہ آپ کے اوپر حجت ہونے کو کافی ہے۔ عبارت ہکذا "یقع القیامۃ علی الاشرار والاشقیاء" یعنی قیامت شریروں اور ہدایت سے محروموں پر واقع ہوگی اور جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے "من قبل ان نطمس وجوھا" چہروں کو بدل ڈالنے سے پہلے کہ الٹے پھیرے جاویں تو واضح ہوا کہ کفار کی دنیا میں اس حالت کی واقع ہوجانے سے تعبیر کی ہے۔ جو سورہ بقرہ کے شروع میں فرمائی۔ "ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ" مہر کردی خدا نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر دہ ہے۔ کیونکہ جب یہ کیفیت کسی کی ہوجاتی ہے تو "حقت علیہ کلمۃ العذاب" کے یعنی اس پر عذاب کا قول ثابت ہوچکا۔ تحت میں آجاتا ہے۔ چنانچہ ساتھ ہی فرمایا۔ "ولھم عذاب عظیم" ان کے واسطے بڑا عذاب ہے اور کیوں نہ ہو دنیا کے اندر کی والی وہ حالت اس لئے کہ جس آیت کو مجیب صاحب لکھتے ہیں اس کا تکملہ یہ ہے۔ "او نلعنھم کما لعنا اصحاب السبت" یعنی یا ہم ان اہل کتاب کو لعنت کریں یا بدل ڈالیں جیسے ہم

نے اصحاب سبت کو مخاطب کیا۔ یعنی فرمایا "کونوا قردۃ خاسئین" ہو جاؤ بندر راندہ۔ چنانچہ زمانہ آنحضرت ﷺ میں بے ایمانی کی حیثیت سے بندر کی موافق کفار فساق ہوئے۔ سورۂ یونس کی رکوع ۴ میں ہے۔ "کذلک حقت کلمۃ ربک علی الذین فسقوا انہم لا یؤمنون" اسی طرح ثابت ہوئی بات تیرے رب کی ان لوگوں پر جنہوں نے بے راہی کی کہ تحقیق وہ ایمان دار نہ ہوں گے۔ بالفرض جب وہ آیت جو مولوی محمد احسن قادیانی نے لکھی ہے۔ جس میں تمام دنیا کے باقی رہتے ہوئے حال میں مسخ ہو جانے کی حالت سے پہلے ایمان لانے کی طرف اہل کتاب کو مخاطب کیا گیا ہے اور آیت مذکورہ سے ظاہر ہے کہ وہ مسخ یہود کے زمانہ سے پہلے واقع ہوا ممنوع نہیں ہے تو مولانا مذکور کا استدلال آیت سے بھی باطل ہے۔

ق "ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی وھو مؤمن ایضاً ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وامنتم" ان دونوں آیات کو بھی مسئلہ بحث شدہ سے کوئی تعلق نہیں۔ دجال کے نکلنے کے زمانہ میں ایمان مقبول ہونے کا کچھ ثبوت کیونکہ ان دونوں آیتوں میں خدا تعالیٰ نے جو بہشت میں داخل ہونے کے بشارت اور عذاب الٰہی سے حفاظت جن لوگوں کے واسطے فرمائی ہے سو وہ لوگ ہیں جو کہ صالحین مؤمنین ہیں اور شکر گزار ایمان کے ساتھ ہیں۔ ان پر دجال کے زمانہ کے کفار کو قیاس مولوی محمد احسن قادیانی کا کرنا بالکل ناانصافی ہے۔ "مثل الفریقین کالاعمی والاصم والبصیر والسمیع ھل یستویان مثلا افلا تذکرون" اے مولانا غور تو کیجئے۔ دجال کے زمانہ کے کفار ایمان سے اندھے بہرے لوگ کیونکر ایمان کے نور سے بینائی اور ہدایت الٰہی کی گوش شنوا رکھنے والوں کے برابر ہو سکتے ہیں۔ "نعوذ باللہ من ذلک" آپ اپنے ان کی گمرو خیالات پر نازاں ہو کر فرماتے ہیں کہ مولوی احمد علی صاحب کے اعتراض بزرگان رسالوں کے مانے ہوئے عقیدہ سے مخالف ہیں۔ اجی حضرت خوب سمجھ لیجئے کہ آپ نصوص قرآنی اور حدیث رسول ﷺ کے خلاف پر مصر ہیں اور مولوی احمد علی صاحب پر آپ ناحق الزام لگاتے ہیں۔ امید ہے کہ اگر آپ منصف ہیں گے تو اپنے حسب حال اس مصرع کا ورد کریں گے۔

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اور آپ کے اصحاب سدا یوں ہی بالکف افسوس ملتے رہیں گے۔

ق... بڑا تعجب ہے کہ باوجود ہونے ایسے نصوص قطعیہ کے مولوی صاحب کو اصرار ہے کہ مسیح اور دجال کے زمانہ میں ایمان نفع دے گا۔

رفع … مجیب صاحب کا جواب زہر خندہ تعجب ہے۔ ایک آیت اور حدیث تو اب تک ایسی پیش نہیں کی جس کو اسباب سے کچھ بھی لگاؤ ہووے کہ جو زمانہ موعود مسیح کا دجال کے زمانہ سے متعلق ہونے والا ہے۔ اس میں کسی کافر کا ایمان خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہووے گا۔ پھر نصوص قطعیہ تو کہاں پیش کر سکتے ہیں۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی بترکستان ست

وضع … جب تک دنیا میں قرآن مجید موجود ہے پہلی قول ہر ایک کافر کا ایمان و اسلام بھی مقبول ہوگا۔

رفع … مجیب کا دعویٰ مذکور محض کذب و افترا ہے۔ کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ”ولقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغافلون“ البتہ ہم نے جہنم کے واسطے پیدا کئے بہتیرے جن اور انسان سے کہ ان کے دل ہیں جن سے نہیں سمجھتے ہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے نہیں دیکھتے ہیں اور ان کے کان ہیں جن سے نہیں سنتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جو غافل ہیں۔ ”ان الذين حقت عليهم كلمت ربك لا يؤمنون ولو جاءتهم كل اية حتى يروا العذاب الاليم“ تحقیق جن لوگوں پر مقرر ہو چکی بات تیرے رب کی وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اگرچہ آ جائیں ان کے پاس کل نشانیاں یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔ اے ناظرین دیکھئے جب کہ دوزخ کے واسطے جو لوگ پیدا کئے گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ قرآن مجید سے صراحۃً ثابت ہیں تو کب ہو سکتا ہے کہ ایسے لوگوں کا خدا تعالیٰ کے نزدیک ایمان مقبول ہوگا تا کہ مولوی محمد احسن قادیانی جو کہتے ہیں کہ جب تک قرآن مجید موجود ہے اور اس میں آیتیں محفوظ ہیں۔ ہر ایک کافر کا ایمان و اسلام بھی مقبول ہوگا اور نیز جن لوگوں پر عدم ایمان کی بات خدا تعالیٰ ثابت کر چکا یہ کیونکر مانا جا سکتا ہے کہ وہ مومن و مسلم سچے ہوں گے۔ اعاذنا اللہ من تلك الهفوات التي اخذها المجيب المذكور وعصمنا من كل الكفريات كما عصم الله منها عباده الشكور۔

وضع … پس میں نے حدیث کی۔

رفع … مولوی محمد احسن قادیانی نے جو یہ تقریر بطور اپنی تقریر کے نتیجہ کے لکھی ہے۔ محض بے کار و بے فائدہ ہے اور اس کا جواب مفصلاً گذر چکا ہے اور جن خفی معنوں کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ بھی مردود

ہو چکے ہیں اور کے گزر بھی ہو جائے۔ اس لئے کہ قادیانی کے دنیا میں طلوع مغرب سے آفتاب کا جو ہونا محال سے خالی نہیں پایا گیا۔ برخلاف حدیث نبوی ﷺ کی مراد کے ہوئے تو جیسے وہ قیامت کے آثار سے نہیں ویسے کچھ قدر کی بھی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ قادیانی صاحب نے اپنے آپ کو لعنان میں نصاریٰ کے منبر پر پایا جو اہل اسلام کی دستر خوان کی نشست کا رسے نہیں ہے۔ البتہ نصاریٰ کی یہاں دستر خوان کی زیب اس کے بغیر ہرگز نہیں ہوتی ہے۔ جس کا خلاصہ صحیح طور پر یہ ہوا کہ اسلامی باتوں کے پیرایہ میں کھانے پینے کی شکل قادیانی صاحب نے اپنی تصنیف کے ذریعہ سے قائم کی ہے اور تیز اور بیٹر کے دور کی قسم سے مکمل رکھی ہوئی وہ وے کر آدمی ان باتوں پر کان لگاتے ہیں۔

خطا سیکھ سرد تفسیر دان

کہ علم والاب سے فروشد ہان

اور اگر طلوع الشمس من مغربہا جو پیغمبر خدا ﷺ کی حدیث میں بیان ہوا۔ اسی خاص قرب قیامت کی علامت کا واقع ہو چکنا بفرض محال اس طور تسلیم کر لیا جاوے کہ اس سے مراد یہ ہے جیسے قادیانی صاحب نے کشتی الہام کر کے بیان کیا تو ضرور ہوا کہ قادیانی کا وعظ وپند کسی کافر کے حق میں مفید ہے نہ کسی مومن کے بلکہ مومنین پر واجب ہے کہ قادیانی کے دام سے کنارہ کر کے قرآن وحدیث کو حسب تفسیر وتاویل علمائے صالحین کی معتبر کتب سے اپنا ہادی واجب الاتباع مانتے رہیں اور اسی کے اوپر عمل کرنے میں مضبوط رہیں۔ پس مولوی محمد احسن قادیانی کی تمام خامہ فرسائی افسوس ہے اور انہوں نے قادیانی کے دنیا کی کشتی میں جو کچھ دکھایا ہے سب اکارت ہے اور ان کا یہ قول بھی محض غلط ہے کہ جب شمس اپنی مغرب سے طلوع ہو چکے گا یعنی اس کے طلوع کا زمانہ جس قدر علم الٰہی میں اس کے مقدار ہو گذر چکے تب البتہ سب ایمان لے آویں گے۔ کیونکہ حضرت ابی ہریرہؓ کی حدیث جو پیش کی گئی جو کہ قرآنی آیت سورۂ انعام وغیرہ کی تفسیر میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں یوم یاتی بعض کہ یوم ہے یا کہ اذا جاء بعض آیات کے مثل ماضی کی صیغوں سے نہیں فرمایا ہے تاکہ کسی طرح پر دلالت سے مولوی محمد احسن قادیانی کو اپنی اس تاویل کی صحت کا موقع مل سکے کہ جب طلوع الشمس من مغربہا کا زمانہ گذر چکے۔ تب البتہ سب لوگ ایمان لے آویں گے۔ بلکہ یوں فرمایا ہے کہ ”یوم یاتی بعض ایات ربك“ جس دن آوے تیرے پروردگار کے نشانوں سے بعضی مثلاً اپنے چھپنے کی جگہ سے آفتاب کا نکلنا جس میں مضارع کے صیغہ کو لانے سے باری تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا کی پائی جاتی ہے۔ کفار جو ایمان لاویں گے ان

کو ایمان نفع نہ دے گا۔ کیونکہ ایمان بالغیب نہ رہا۔ تھذا طلوع الشمس من مغربہا کے زمانہ کا گذر چکنا ہر کفر کے ایمان لانے کے واسطے ممکن نہیں ہو سکتا ہے۔ اے مولانا کلام کے محاورہ میں آپ کی تحریفی کرنی ہرگز مقبول نہ ہوگی۔ "یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس" یعنی جس دن آسمان دھواں ظاہر کرے گا لوگ بیہوش ہو رہیں گے۔ کیا آپ اس کے یہ معنی کہہ رہے ہیں کہ دخان کا زمانہ گذر جانے کے بعد میں لوگ بیہوش ہو رہیں گے۔ "استغفر اللّٰہ" جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "یوم نقول لجہنم ہل امتلئت وتقول ہل من مزید" سے آپ یوں خیال کرتے ہیں کہ جب دوزخ سے خدا تعالیٰ فرماوے گا کہ آیا تو بھر گئی ہے تو اس دن دوزخ چپ کئے رہے گی۔ اگلے دن جب قیامت کا روز ہو چکے گا تب دوزخ کہے گی آیا کچھ اور زیادہ ہے۔ "تعوذ باللہ من ذالک" الحاصل جب معلوم ہو چکا کہ آیت قرآنی میں مضارع کا صیغہ موجود ہے۔ جس کی تفسیر میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے تو اس میں تو بیان کہ "امن الناس کلھم اجمعون" کا وہی وقت ہے جو کہا گیا ہے کہ "فاذا طلعت الشمس من مغربہا" کی جیسے "النہار موجود" کا ظرف اذا کانت الشمس طالعۃ یعنی اس وقت میں دن موجود ہے جب کہ سورج طلوع کئے ہوئے موجود ہے۔ ایسی ہی اس حدیث میں کل آدمیوں کے ایمان لانے کا جو وقت بیان ہوا ہے وہ اپنی چھپنے کی جگہ سے آفتاب کے طلوع کئے ہوئے اور موجودگی کا ہے۔ نہ مولوی محمد احسن امروہی کے غلط فہمی کے موافق۔ "واحفظ منی لعلک تذکر و تخشیٰ"

وضع..... اور اگر کوئی کہو ازمانہ عیسیٰ یا حضرت مہدی کا بالکل زندہ دن کا بموجب قول حضرت مولوی صاحب کے بیان ہو کہ اس زمانہ میں ایمان و اسلام لانا کفر کا بیکار ہو جائے تو پھر دعوت نئی اسلام حضرت امام مہدی اور مسیح کی بالکل لغو اور بیکار ہو جائے گی۔ الشیٔ اذا خلی عن مقصودہ۔

رفع..... اے مولانا ابھی آپ بھی نہیں سمجھے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام کس لئے ظہور کریں گے اور عیسیٰ علیہ السلام کس واسطے آسمان سے نزول فرماویں گے۔

زدگل   تہی   آئی   دبدشوی
نواز خود   پر   سے   ان   تہی   محروے

یاد رکھئے کہ ان دونوں بزرگواروں کے ظہور و نزول سے مقصود اعلیٰ دین اسلام کے نصرت اور کفار کے ذلت ہے چنانچہ اس سے خالی ہونا ممنوع ہے۔ چنانچہ ماتقدم مذکور ہوا اور آگے بھی انشاء اللہ واضح کیا جاوے گا۔

مرزائی...... حالانکہ حدیث صحاح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلام کی طرف دعوت کریں گے اور ان کے زمانہ میں بہت لوگ اسلام میں داخل ہوں گے۔

مسلم...... اے مولانا سوال ازآسمان اور جواب از ریسمان کا طریق اختیار نہ کیجئے۔ گفتگو جس بارہ میں تھی اس کا جواب دیجئے۔ آپ سے پہلے بھی بار بار مجمع عام میں کہا گیا اور اب پھر گزارش کیا جاتا ہے کہ آپ تحقیق کر کے صرف ایک ہی ایسی صحیح حدیث پیش کر دیجئے جس میں تصریح ہو کہ حضرت مہدی و حضرت مسیح کا جو زمانہ خروج دجال سے متصل ہوگا کہ جس وقت دابۃ الارض ظہور کرے گا۔ یا جب کہ جب اپنے چھپنے کی جگہ سے آفتاب نکلے گا ان اوقات میں کسی کافر کا ایمان مقبول ہوگا۔ لیکن کوئی حدیث آپ نے پیش نہ کی۔ بلکہ یہ بھی آپ سے نہ ہو سکا کہ اوقات مذکورہ میں کفار کو حضرت مہدی و حضرت عیسیٰ کا ایمان و اسلام کی دعوت کرنے پر دلالت کرنے والی حدیث سناتے یا قرآن شریف کی کسی تفسیر میں دکھاتے جو علماء اسلام کے نزدیک معتبر ہے اور بڑی جانفشانیوں کے بعد آپ نے لکھا ہے تو فتح الباری سے حافظ کا قول جس میں ہرگز نہیں کہا گیا کہ دجال کے زمانہ میں کفار کو حضرت عیسیٰ دعوت اسلام کریں گے اور نہ ہی جو عبارت تفسیر بیضاوی سے نقل کی اس میں بھی نہیں بیان ہوا کہ دجال کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ کفار کو ایمان کی طرف بلاویں گے سو آپ کو سمجھ کر دھوکا دے رہے ہیں البتہ حدیث حضرت ابی ہریرہؓ کی بیان کیا کہ "ید عوا الناس الی الاسلام" سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول کے لوگوں کو دعوت اسلام کریں گے اور خدا تعالیٰ بجز اسلام کے سب ملتوں کو ہلاک کر دے گا۔ وغیرہ یا تفسیر بیضاوی میں جو بیان ہوا۔ "انه اذا نزل من السماء أمن به اهل الملل جميعا" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے تو سب مذاہب کے تمام لوگ ایمان لے آویں گے۔ وغیرہ سو اس کے دو جواب ہیں۔

اول! اور یہی پہلی بات کہ مولوی احمد علی صاحب نے جو آپ سے جواب طلب کیا اس بارہ میں کہ آپ ثابت کریں خروج دجال کے خاص زمانہ میں کفار کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دعوت اسلام کریں گے اور اس مخصوص وقت میں ان سے عند اللہ ایمان قبول ہونا کسی نص شرعی سے بتلا دیں۔ کیونکہ عام کے وجود سے خاص کا موجود ہونا ضروری نہیں۔ مثلاً حیوان کے موجود ہونے کو ناطق کا موجود ہونا ضروری و لازم نہیں ہے۔ تو پھر اس خاص وقت کے اندر قبولیت ایمان کی بابت ثبوت دینے سے پہلو بدل کر دوسرے اوقات غیر بحث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

دعوت اسلام کرنے کی بابت کوئی سند پیش کریں جو کہ قادیانی صاحب کے زمانہ سے مطابق نہیں ہے کیونکہ ان کے زعم کے موافق یہ زمانہ دجال موعود کے نکلنے کا ہے۔ جیسے کہ حمامہ ص ۳۴ کے حاشیہ اور دیگر مقامات میں مذکور ہے بایں کہ مومنین سابقین کے مقبول الایمان ہونے پر کفار کے ایمان کی مقبولیت قیاس کر کے سنا دیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

سخن کچھ سمجھ دے کچھ کر کے بولے
ترازو عقل کی جس کی ہو تولے

ثانیاً بقول مشہور نظم سعدیؒ۔

تو براوج فلک چہ دانی چیست
چوں ندانی کہ در سرائے تو کیست

یہ روایات جن کو آپ نے حوالہ قلم کیا ازالہ حمامہ کے اندر بھی دیکھئے۔ قادیانی صاحب کب رد کرتے ہیں اور جب قادیانی صاحب نے ان روایات کو قبول نہ کیا تو مجیب صاحب آپ کا ان عبارات کے پیش کرنے سے مدعا تو کیا ثابت ہوتا۔ آپ کو اور ندامت کھینچنا پڑ گیا۔ کیونکہ یہ روایات دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ آپ کے نزدیک غلط ہیں تو آپ کا ان روایات کے موافق خود تمسک اپنے عقیدہ کی صحت کا غلط ہوا۔ اس لئے کہ جو شخص کسی غلط بات سے اپنے عقیدہ کے موافقت بتلا کر اس کو تمسک سمجھے وہ شخص غلطی میں گرفتار ہے اور یا یہ کہ آپ کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں تو نتیجہ یہ ٹھہرا کہ قادیانی صاحب نے جو اپنے دعویٰ مسیحیت کی بابت لکھا وہ سب غلط ہے اور اس کا آپ کے اوپر اظہار مقصود ہے۔ کیونکہ حضرت ابی ہریرہؓ کی روایت سے جو قول حافظ کا منقول ہے اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ "تقع الامنة" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایسا امن واقع ہوگا کہ شتر کے ساتھ شیر چریں گے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور بیضاوی کے قول میں یہ بیان ہوا۔ "ولا یبقی احد من اهل الکتاب الا لیؤمنن به" یعنی اہل کتاب میں سے کوئی بھی حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے بغیر نہ رہے گا۔ چنانچہ قادیانی صاحب نے جب دیکھا کہ ان روایات کو اگر مان لیا جاوے تو اپنے موعود مسیح ہونے کا دعویٰ صریح غلط پڑتا ہے۔ لہٰذا ان روایتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

(حمامۃ البشریٰ ص۴۰ خزائن ج۷ ص۲۳۹) پر ہے: ''ثم اذا نظرنا نظراً آخر و تأملنا فی قولہم و عقیدتہم واتفاق ندوتہم علیٰ ان الموجودین زمان نزول المسیح یدخلون فی دین الاسلام کلہم ولا تبقی نفس واحدۃ منہم منکرۃ للاسلام و تہلک الملل کلہا الا اسلام فما وجدنا ہذہ العقیدۃ موافقۃ لتعلیم القرآن بل وجدناہا مخالفۃ لقول رب العالمین فان القرآن یعلم بتعلیم واضح ویشہد بصوت عال علیٰ ان الیہود والنصاریٰ یبقون الیٰ یوم القیمۃ کما قال عزوجل واغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیامۃ واعلم ان حدیث ہلاک الملل صحیح ولکن اخطاء العلماء فی فہمہ وما فہموا من ہلاک اہل الادیان فہو لیس بصحیح بل المعنی الصحیح ہو الذی یشیر الیہ القرآن فی آیۃ ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ فقد اشار فی ہذہ الآیۃ علیٰ علیہ دین الاسلام علیٰ کل مذہب ودین وانت تعلم ان دیناً اذا صار مغلوباً مقہوراً فہو نوع من ہلاک اہلہ بسلطان مبین''

(حمامۃ البشریٰ ص۴۷ خزائن ج۷ ص۲۳۰) پر ہے: ''واما ماروی فی البخاری عن ابی ہریرۃؓ فی ہذا الباب فلا تحسبہ شیئاً یتوجہ الیہ وعندنا کتاب اللہ''

(حمامۃ البشریٰ ص۴۹،۵۰ خزائن ج۷ ص۲۴۱) پر ہے: ''قد اختلف اہل التفسیر فی مرجع ضمیر بہ فقال بعضہم ان ہذا الضمیر الذی یوجد فی آیۃ لیؤمنن بہ راجع الیٰ نبیناﷺ وہذا ارجح الاقوال وقال بعضہم انہ راجع الی القرآن وقال بعضہم انہ راجع الی اللہ تعالیٰ وقیل انہ راجع الیٰ عیسیٰ وہذا قول ضعیف ما التفت الیہ احد من المحققین'' پھر جب ہم نے دیکھا نظرثانی کرکے اور تأمل کیا درمیان ان کے قول اور عقیدہ اور اتفاق ان کی ہم کلامی کے اس پر کہ تحقیق جو لوگ موجود ہوں گے نزول مسیح کے وقت میں وہ کل دین اسلام کے اندر داخل ہو جائیں گے اور نہیں کوئی ایک بھی ان میں سے نہ بچے گا کہ اسلام کا منکر ہو سوائے تمام دین کے مذاہب بجز اسلام کے ہلاک ہو جاویں گے۔ سو ہم نے اس عقیدہ کو تعلیم قرآن کے موافق نہیں پایا۔ بلکہ ہم نے اس کو رب العالمین کے قول سے مخالف پایا۔ کیونکہ قرآن واضح تعلیم کے ساتھ سکھلاتا اور بلند آواز کے ساتھ

اس پر گواہی دیتا ہے کہ البتہ یہود اور نصاریٰ باقی رہیں گے۔ قیامت کے دن تک فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ ہم نے خیال ڈال دیا ہے۔ ان کے آپس میں عداوت اور بغض کا قیامت کے دن تک پس اور معلوم ہوئے کہ البتہ حدیث مذاہب کے ہلاک ہونے کی صحیح ہے۔ و لیکن علماء نے اس کے سمجھنے میں غلطی کی اور جو سمجھا وہ یہ سمجھے اہل ادیان کے ہلاک کی بابت سو وہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ صحیح معنی وہ ہے ہیں کہ ان کی طرف قرآن اشارہ کرتا ہے۔ درمیان اس آیت کے کہ خدا وہ ہے جس نے اپنا رسول بھیجا ہدایت اور دین حق کے ساتھ تا کہ اس کو غالب کر دے ہر ایک دین پر۔ پس نہایت اشارہ کیا اس آیت میں دین اسلام کا غلبہ ہر ایک مذہب اور دین پر اور تو جانتا ہے کہ بیشک کوئی دین جب مغلوب اور پست ہوا تو وہ ایک قسم کی ہلاکت اس دین والوں کی ہے۔ روشن دلیل ہے۔ (ایضا ص ۳۷ پر ہے:" لیکن جو بخاری میں ابی ہریرہؓ سے اس باب میں روایت کیا گیا ہے۔ پس تو اس کو ایسی چیز مت گمان کر کہ اس کی طرف توجہ کی جاوے۔ حالانکہ ہمارے پاس کتاب اللہ ہے۔ ایضاً ص ۲۷، ۲۸ میں ہے کہ البتہ اہل تفسیر نے بہ کے ضمیر کے مرجع میں اختلاف کیا ہے۔ پس ان میں سے کسی نے کہا کہ تحقیق یہ ضمیر جو کہ پائی جاتی ہے درمیان آیت "لیؤمنن بہ" کی پھرتی ہے ہمارے نبی ﷺ کی طرف اور یہ قول نہایت زبردست ہے اور ان میں سے بعضے نے کہا کہ وہ البتہ قرآن کی طرف پڑتی ہے اور کہا گیا کہ البتہ وہ عیسیٰ کی طرف پھرتی ہے اور یہ ایسا کمزور قول ہے کہ اس کی جانب کوئی محققین سے نہیں متوجہ ہوا۔

لیجئے! مولانا آپ جو قادیانی کے دلی حمیم بن کر ان کی حمایت میں علمائے اہل سنت والجماعت کے اقوال سے دلیل لائے تھے اور اس مقام پر اور نیز جو کچھ اگلی سطروں میں آیت "وان من اهل الكتاب ليؤمنن به" سے جو آپ تمسک پکڑتے ہیں خود آپ کے مرشد صاحب نے قبول نہیں کیا۔ بلکہ ان پر جرح کر دی فرمائیے اب بھی آپ کو معلوم ہوا کہ نہیں کہ مولوی محمد علی صاحب نے قادیانی صاحب کے باب میں جو کچھ اعتراض کیا اور اس راقم الحروف نے رقیمۃ الاخلاص میں جو کچھ آپ کی خدمت میں گزارش کیا وہ واقعی درست اور بجائے خود ہیں اور آپ کے توجیہات قلت تدبر سے یا مرزائی مسلک سے باہر ہے۔ اب آگے جو آپ نے حدیث تحریر فرمائی ہے کہ "لا يزال طائفة من امتي يقاتلون على امر الله قاهرين بعد ولا يضرهم من خالفهم حتى تاتيهم الساعة" بجز اس کے نہیں کہ امت محمدیہ میں سے اہل حق کا گروہ اللہ تعالیٰ کا بول بالا کرنے کے لئے مخالفین پر ہمیشہ مقاتلہ کے ساتھ غالب رہے گا

اور قیامت کے آنے تک ان اہل حق کے دین میں مخالفین اسلام رخنہ انداز نہیں ہو سکتے ہیں۔ سو اس کو کب لازم ہے کہ دجال موعود کے زمانہ میں کفار اسلام کو قبول کر لیویں گے اور ہر ایک مقاتلہ کب کی اسلام سے کیا اندر کفار کو داخل ہی کرنے کے واسطے ہو۔ امام مہدی صاحب کے معرفت سے ہو خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت سے اگر یہ امر لازم یا ضروری ہوتا تو تعمیر دین و مخالفین نہ رہتے۔ جن کا وجود تا ہر دین اور خلاف سے ظاہر ہے۔ ہاں البتہ اہل حق جب مقاتلہ سے امر اللہ کریں تو بے شک اللہ تعالیٰ کا بول بالا ہی کرنے کے لئے ہوگا اور ان کو کوئی عمل اخروی کا اجر برابر ملتا رہے گا۔ جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ”ومن یعمل من الصالحات وھو مؤمن فلا کفران لسعیه وانا له کاتبون “ سو اس بارہ میں بحث ہی واقع نہیں ہوئی ہے۔ چنانچہ سابقاً جتلایا گیا اور یہاں بھی واضح کیا جاتا ہے کہ اے مولانا آپ اپنے دلائل کو تو بالائے طاق رکھئے۔ کسی نص قرآنی و حدیث رسول ربانی ﷺ سے شہادت پیش کیجئے کہ طلوع الشمس من مغربہا اور خروج دابۃ الارض اور مسیح فتنہ دجال کے زمانہ میں کفار سے ایمان مقبول ہوگا۔ لیکن اس کا ثبوت اگر آپ کے پاس ہوتا تو پیش ہی کیوں نہ کرتے۔ کس لئے غیر بحث باتوں کو دلیل میں لاتے۔ کیونکہ اگر مولوی احمد علی صاحب کا اعتراض اس طور پر ہوتا جس میں کہا جاتا کہ ظہور آیات ثلاث مذکورہ سے کل یا بعض کے اہل اسلام مطلقاً اور مقبول الایمان تو کیسے ہی امر اللہ کا ایمان ضائع ہو جاوے گا یا ان کے لئے سابق عمل پر کچھ اجر عند اللہ مترتب نہ ہوگا یا یوں کہا جاتا کہ فتنہ دجال کے زمانہ سے لے کر پھر اگرچہ دجال مقتول ہو چکے۔ خواہ بزمانہ مہدی علیہ السلام کا ہووے۔ خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عہد بھی کسی کفر کا ایمان لانا قبول نہ ہوگا۔ اگرچہ نزول دابۃ الارض موصوف کا ظہور اور طلوع الشمس من مغربہا کا وقوع نہ ہوا ہو تو البتہ مولوی احمد علی صاحب کا اعتراض جو قادیانی کے بابت ہوا ہے غلط رہتا اور جمہور علماء اسلام کے مسلمات سے مخالف ٹھہرتا اس صورت میں آپ کا جواب بھی صداقت رکھتا لیکن جب کہ آپ کا جواب بحث شدہ امر سے خارج ہے اور اس بات کے ثبوت کہ زمانہ میں دجال موعود کے کفار کا ایمان مقبول ہوگا۔ قرآن و حدیث سے کوئی نص آپ نہیں لا سکتے۔ وغیرہ وغیرہ تو جتنے کچھ مقاصد آپ کے اور قادیانی صاحب کے مسلمات پر واقع ہیں۔ سب کے سب قائم و ثابت ہیں اور مرزا قادیانی کے توابع کا زعم مع اپنے معلم قادیانی کے بالکل عقیدہ پر مصر ہے۔ اے مولانا کیا آپ اس بابت کو باور نہیں کر سکتے کہ بعض آیات دوسری بعض آیات کی تفسیر بھی ہوتی ہیں اور بعض احادیث کی توضیح بھی کرتی ہیں۔ پس کون سا محال لازم ہے

مگر حضرت ابی ہریرہؓ کی دونوں حدیثیں جن کے ساتھ بحث واقع ہوئی اور آیت "یوم یاتی بعض آیات ربک لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن آمنت من قبل اوکسبت فی ایمانها خیراً" اور آیت "وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به" باہم اس طور سے موافق کی جاویں کہ طلوع الشمس من مغربہا اور خروج دابۃ الارض کے ہونے پر کفار کے حق میں ایمان کی محرومی آئندہ ہمیشہ کے لئے ہے اور فتنہ دجال کے وقت میں ایمان سے کفار کے لئے محرومی کلی بوقت خاص یعنی جب تک رہی کہ دجال اپنے خروج کے بعد قتل کیا جاوے اور کفار اس کو مانتے رہتے ہوں۔ کیونکہ آیت "واذا وقع القول علیهم اخرجنا لهم دابة الارض" کے بموجب ظاہر ہے کہ مورد دابۃ الارض کا ظہور کفار پر وعید الٰہی لازم ہو چکنے کے بعد ہوگا اور اپنی تحریرات میں حسب آیت "یوم یاتی بعض آیات ربک" کے آپ مان ہی چکے ہیں کہ طلوع الشمس من مغربہا کے واقع ہونے پر بھی کفار کا ایمان قبول نہیں ہونے کا اور عبداللہ بن عمروؓ کی روایت سے جو صحیح مسلم کے ساتھ ہے کہ کہا "سمعت رسول الله ﷺ یقول اول الآیات خروجاً" یعنی دلالت یقینی کے ساتھ قرب قیامت پر "طلوع الشمس من مغربها وخروج الدابة علی الناس ضحیٰ وایهما کانت قبل صاحبها فالاخری علیٰ اثرها قریباً" سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے آثار ہونے نکلنے کے پہلے نشانیوں کے آفتاب کا نکلنا اس کے چھپنے کی جگہ سے ہے اور دابہ کا لوگوں کے سامنے چاشت کے وقت نکلنا اور جو نشانی دونوں میں سے اپنے ساتھ والی کے پہلے ہوگی تو دوسری اس کے قدموں پر قریب ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ علم اس بات کا ان دونوں میں پہلے کون سی نشانی واقع ہوگی۔ خداتعالیٰ کے نزدیک ہے۔ پس گرچہ ایسے وقت میں بموجب حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کے جیسے مولوی احمد علی صاحب نے پیش کیا۔ کفار ایمان لاویں گے پر نفع نہ دے گا اور روز قیامت وہ ایسے گروہ میں سے ہوں گے جو بیان ہوا۔ "وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجوراً" پس اس صورت میں جیسا کفار کا ایمان ہوا ویسی ہی رسول کی ان پر گواہی ہوئی اور حسب حدیث حضرت ابوہریرہؓ "والتی ثلث اذا خرجن" کے کفار ایسے قابل بخشے نہیں جیسا کہ سورۂ نساء والی آیت سے گذشتہ مقام پر کفار کی حالت راقم الحروف نے بیان کی۔ یہاں تک کہ ان کو موت کی غرغرہ کی حالت پہنچ جاوے اور "یروا العذاب" کی کیفیت میں ہوتے ہوئے "مثل فرعون" کے آخر حالت میں ایمان لے آویں۔ لیکن قبول نہ ہووے۔ لہٰذا یہ فریق بھی

آتھم و سلطان کا جو قصہ ہوا — نظم پنجابی میں کچھ حصہ ہوا
اس میں حقانی چھپیں دو جلیں — آریہ پوپو کی جو تھی دو بولیاں
وہ ستمبر کی چھپی سے اشتہار — پھر وہ اکتوبر میں آتھم کی پکار
قادیانی سخت گھبرایا سا ہوا — رنج میں غصے سے دیوانہ ہوا
بادہ گولی پہ دلیری کی بہت — تھا تو گیدڑ لیکن شیری کی بہت
گالیاں لکھ لکھ کے بھیجیں بے ملا — حامد و اقبال کا بھی مت چلا
ایک ہی تف سن کے حامد تھک گیا — اور یہ اقبال نے پیچھا دیا
گربہ مسکین ہے اب اک اور ہے — جس کا مسکن غالباً سنور ہے
نام سے معلوم ہوتا ہے وتی — الغرض چیلا ہے اک گولی سکی
دل میں سازش آریہ سے ہے اسے — ہو گئی ہے آتھم ان کی سے اسے
رالھی کی روح آلی دانہ کہا — ہے تناسخ اعتقاد آریہ
سن کے اس جاہل نے شاعر کی نیا — قادیانی کا اس پہ کہنا کیا
ہندو ہندو کو بھی کہتا ناطہ — کہہ گیا یوں پائے ہندو بے خرد
کچھ نہیں چیلے گرو کو آگئی — ہے عمل تشدید ہے اک اغی
منع یا تشدید لایا ہے شعور — قادیانی جس طرح لفظ غیور
گوست جنیا ہوتا ہے جانے گوشت — یا جلالا دوست کو کہتا ہے دوشت
تہمت تقلید شخصی دی مجھے — طفر مندوزادہ کہہ کر کے مجھے
پائے جامہ دھوتی گگڑی پھینک والی — دیکھئے راکھن کی ہے کیا بول چال
مجھ گولی کا لگایا اتہام — کام جو مرزائیوں کا ہے مدام
میں حقیقت اپنی کرتا ہوں عیاں — سنئے گولی دل سے یہ سچا بیاں
تھے میرے ماں باپ ہندو تھے کبھی — میں نے پائی کفر سے آزادگی
رحمت حق نے نکالا کفر سے — ان کے ہادی دور ڈالا کفر سے
بحر ایمان میں شناور کر دیا — تھا ضعیف اس نے تناور کر دیا
بحر ایمان میں ہوا گھر سے غریب — نیک بختوں نے کیا مجھ کو قریب
میں تھا غافل مجھ کو حق نے زر دیا — سالک راہ ہدایت کر دیا
خوش لباس کفر سے چھوٹا بدن — جامہ شرعی ہوا ملبوس تن

حق کی میزان عطاء کی پھر مجھے ‏ ‏ ‏ دے نہ دکھلا تا کوئی کافر مجھے
پاک کھانے بخشے کھانے کے لئے ‏ ‏ ‏ ڈال ہیں جو مجھ پہ ساقی دے
اہل عزت بن گئے سب میرے دوست ‏ ‏ ‏ ڈالیں ہمہ فضل و عطاء لطف اوست
میرا دل اسلام پہ قائم کیا ‏ ‏ ‏ اور عقیدہ اہل سنت کا دیا
اہل بدعت سے کیا بیزار دل ‏ ‏ ‏ راہ سنت میں ہوا بیدار دل
صالحوں سے دل میں الفت دی مجھے ‏ ‏ ‏ دی نہ صحبت اہل بدعت کی مجھے
اولیاء رحمٰن کے بندہ جو ہیں ‏ ‏ ‏ جان و دل سے خاک پا ان کا ہوں میں
ہیں جو شیطان اولیاء شیطان کے ‏ ‏ ‏ سخت بغض و کینہ ہے ان سے مجھے
وہ کہیں ان کو تعصب یا حسد ‏ ‏ ‏ تا بمقدور ان کو میں کرتا ہوں رد
میرے مولا تو صحیح ادراک دے ‏ ‏ ‏ سے معقول اور نیت پاک دے
جو خطا نسیان ہو تو کر دے معاف ‏ ‏ ‏ اہل ایمان سے رہوں میں سینہ صاف
نوکری اچھی ملی عزت ملی ‏ ‏ ‏ حق نے کیں ساری مرادات دلی
اور جو حاجت ہو یارب کر عطاء ‏ ‏ ‏ بے نہایت ہے تیری سب پہ عطاء
میں نہ متقی ہوں نہ کوئی مولوی ‏ ‏ ‏ تیری رحمت سے ملی ہمت قوی
وانچہ از افضال رب اکرم ست ‏ ‏ ‏ علم الانسان مالم یعلم ست
برزبان من ست آنچہ از الطاف حق ‏ ‏ ‏ شد ہمہ تحدیث نعمائے حق
ورنہ میں کیا اور میری سعی کیا ‏ ‏ ‏ رحمت ربی کا ہے سب آسرا
دور رکھے حق غرور و کبر سے ‏ ‏ ‏ خود پسندی میں نہ عاجز دل پھنسے
لاتزغ یا رب قلبی شد دعا ‏ ‏ ‏ صبر و تقوی دارم از حق مدعا
حق نے جب بیٹے کو مومن کر دیا ‏ ‏ ‏ کیا ضرر دے کفر اسکے ماں باپ کا
قصہ آزر بہت مشہور ہے ‏ ‏ ‏ اور الٰہی مذاہب مذکور ہے
انت ربی انت حسبی انت نور ‏ ‏ ‏ سیدی لا تخزنی یوم النشور
باکے وبال کے اوپر جفاء ‏ ‏ ‏ مجھ پہ بدخو زادگی کا طعن کیا
اس سے دنیا میں غضب ہے عیب کچھ ‏ ‏ ‏ تو بتا دے کہ کہیں ہے عیب کچھ
حیف ہے بدخو ازادہ ہو جو ‏ ‏ ‏ یوں نسب میں اپنی افتادہ ہو جو
کچھ بھی شرمندہ نہ ہو وہ بدزبان ‏ ‏ ‏ بلکہ دے لوگوں کو الٹی گالیاں

غور کر اس میں یہ کیا انصاف ہے ——— گالیاں خود شیوہ اجلاف ہے
ظاہری اقوال سے کیا بن سکے ——— ہوں مقلد جو اکابر کفار کے
سب عمل اسلام کے کرتا قبول ——— لیکن بنتا خود نیا احمد رسول
فقط جزئی سے اسے پھر جانتا ——— کفر کو در پردہ اپنے پالتا
دل میں ہوا انبیاء سے ہمسری ——— بلکہ ان سے بھی دکھاتا برتری
گر نہیں یہ کفر پھر ہے کفر کیا ——— کر نہ یوں بدنام نام انبیاء
کس ولی حق نے یہ دعویٰ کیا ——— وحی میں ہوں میں مثال انبیاء
انبیاء کی گو غلط جائے خبر ——— ہے غلط سے پاک یہ عاجز مگر
مخبر صادق نے ہے فرما دیا ——— میں ہوں ختم مرسلین و انبیاء
میری جانب سے اگرچہ صبح شام ——— اس پہ اس کی آل پہ میرا سلام
بعد میرے اب نبی کوئی نہیں ——— جو کرے دعویٰ ہے جھوٹا بالیقیں
تیس دجالوں کے آنے کی خبر ——— دے گیا وہ ہادی جن و بشر
ہوں گے اپنے زعم میں وہ سب نبی ——— یہ نشانی ہے ہر ایک دجال کی
قادیانی کا ہے صدق اس میں بیاں ——— مدعی ہوں میں رسول غیب داں
ذکر جن کا سورۂ جن کے اخیر ——— غیب کے بارے میں کرتا ہے تعبیر
پھر مؤنث بھی بنا ہوا ہے وہاں ——— فن دجالی دکھایا ہے وہاں
اہل ایمان جب کہ ایسا حال ہو ——— قادیانی پھر نہ کیوں دجال ہو
گرچہ ہاں بے شک وہ پڑھتا ہے نماز ——— تم کو دھوکا دیتا ہے یوں حیلہ ساز
اس کے دھوکے میں نہ ہرگز آؤ تم ——— سن کے وہ تقویٰ نہ کچھ گھبراؤ تم
کیا منافق تھے نہ کہتے برملا ——— تو رسول اللہ ہے یا مصطفیٰ
کیا نمازیں ساتھ وہ پڑھتے نہ تھے ——— جنگ میں ہمراہ کیا چڑھتے نہ تھے
حق نے فرمایا ہے بیشک تو رسول ——— پر ہے جھوٹوں کی شہادت نا قبول
آج کل ایمان کے بے ایمان ایسے ہیں ——— ان سے بھی بدخواہ دین دجال ایسے ہیں
آؤ اب مرزائیو عیسائیو! ——— بیٹی اپنی مشکلوں کے بھائیو
باز آؤ چھوڑو اس دجال کو ——— جہل میں ڈال کر اسے بالکو
اس سے پہلے کیا مسلماں تھے نہ تم ——— لگ گئی ہے کون سی اب اور دم

گر کوئی ہو تو نشاں دیجیے کہیں … جب نہیں انصاف سے کچھ دو نہیں
بلکہ کچھ دیندار کافر ہو گئے … صدق دل سے قادیاں میں جو گئے
جس نے دیکھے ہیں دعاوی اس کے ہیچ … لگ گیا اس کفر کی کرنے وہ پیچ
بعض بھولے بھالے احمق پھنس گئے … مثل خر دلدل میں جا کر دھنس گئے
کرتے ہیں تاویل ان اقوال کی … کیا حمایت کرتے ہیں دجال کی
مدعی سست اور شاہد چست ہیں … کس قدر تحقیق حق میں سست ہیں
کہتے ہیں مرزا کو کافر مت کہو … حق کو سوچو مشفق من چپ رہو
بیوقوفی کا ہے ان کے کیا علاج … ہم تو سمجھے اس مرض کو لاعلاج
راج پور کے ایک قصبے میں کہیں … قادیانی سے لگائے ہے لگن
دور حق سے بھیجتے ہیں نذر بھینٹ … قادیانی کا رہے خالی نہ پیٹ
بعض جاہل امر دیں سے بے خبر … کہتے ہیں خذ ما صفا دع ما کدر
قادیانی کے ہیں پیچھے جا رہے … ہیں نجاست میں سے حلوا کھا رہے
اور پھر کہتے ہیں ہم محتاط ہیں … راہ دیں میں جانب اوساط ہیں
یہ نہ سمجھے کھا گئے ناپاک وہ … احتیاط اس میں ہے کرتے خاک وہ
قادیانی فتنہ نوزائیدہ ہے … کام اس مکار کا پوشیدہ ہے
سب پہ لازم اس کی سرکوبی ہوئی … حسب طاقت ہے جو حق نے دی ہوئی
عالم اس کے کفر کو ظاہر کریں … عام کی غمخواری اور خاطر کریں
تا کہ اس کے داؤ میں آئیں نہ لوگ … پھیلے اس کے کفر و بدعت کا نہ روگ
ہو مہارت جس کو فن شعر میں … دیں کی تائید چوں حسان کریں
نظم میں لکھیں جو ان کا حال ہو … جس سے کشف سیرت دجال ہو
چاہیے لیکن زباں بھی عام فہم … مٹ سکیں لوگوں کی جس سے شک و وہم
نظم ایسی ضرب ہے دجال پر … ناگہانی مرگ ہے محتال پر
ہوش اڑ جائیں سنے جب برملا … اپنے اسرار خفیہ کا پتا
کنجری بھی اس پہ پیٹیں تالیاں … واہ مرزا آپ کی رسوائیاں
کوچہ و بازار میں ہوں شادیاں … وہ کٹا دیکھو مسیح قادیاں
راستوں پر ہوں یہ خوش الحانیاں … کھل گئی جھوٹے کی بے ایمانیاں

قادیانی والے بنا کا بہت
بعد سلطان زرجہ الہامیت

قادیانی پر ہیں کیا بیہودیاں

ہر طرف سے جب سنے اس شور کو
قادیانی سر بسر مبہوت ہو

مرزائی کھاں پر باندھی کمر
سب پہ ظاہر ہو کہ ہے جھوٹا مگر

ایسا کھاں ولی حق نہیں
جس کو شرم واتقاء مطلق نہیں

ہے جو ہادی ہاشم نے کل واو
منزل شیطان ہے پاگل ناصراو

واہ دین میں شاعری بھی ہے ہنر
انحصار دین حق ہے سر بسر

ہے غرض دجل کی پردہ دری
جس سے ہو اظہار کذب مفتری

اتو مرزائی سے اسے کیا واسطہ
ہے فقط تائید دیں کا واسطہ

کفر صادق ہو چکا دجال سے
ہے منکر کافر نہیں کہتے اسے

ہم جو دیتے ہیں حوالہ دیکھ لو
تج توضیح وازاللہ دیکھ لو

اب بھلا توضیح کی توضیح کیا
شک رہا کیا جب ازالہ ہو چکا

ان کی تاویلات ہیں سب چرچلے
ان میں دعوے ہو بچے کھلم کھلے

آئینے میں عکس ہے دجال کا
ان کے اندھا ہوگیا تو بانکا

دجل بازی تقلید کا مطلق نہیں
مسلک اپنا غیر رہا حق نہیں

ہے بہ ہمہ مانیں نہ کوئی بات ہم
دل سے ہیں مشتاق تحقیقات ہم

بوحنیفہ شافعی مالک تمام
اور احمد ہیں سبھی دین کے امام

بو حنیفہ کو نہیں ہم چھوڑتے
قدر سے ہرگز نہیں منہ موڑتے

ہم جو حجت پہ ہیں ان کے کاربند
ویسے کرتے ہیں طریق ان کا پسند

رکھتے ہیں پیش نظر قول امام
ناصریا اور اثریا قوی مدام

جب نہ ہو معلوم کوئی مسئلہ
عالموں سے پوچھتے ہیں برملا

دیکھتے حضرت اثرہ صدق وصفا
کوئی آیت یا حدیث مصطفیٰ

جب کہ دل میں ہوتی ہے صادق طلب
مدعا بھی مل ہی جاتا جب نہ تب

اگر نہیں اس نے تو پھر اس سے کی
بعد کچھ حاجت نہیں اب تک رہی

جس جگہ اجمال ہے قرآن میں
شرح ملتی ہے حدیثوں میں ہمیں

کچھ معانی میں تردد ہو جہاں
ہے حدیث مصطفیٰ قاضی وہاں

مرزا قادیانی اور ان کے حواری مولوی محمد احسن قادیانی نے اپنی سوء السبیل میں شاگردی سید احمد خبیری کی اختیار کی ہے۔ اگر چہ طرز بیان جدا ہے بقول شخصے

اگرچہ تبدیل سخن کو مزہ دیا تو کیا ہوا
تماشہ میں تو ہیں وہی اگلے برس کی تیلیاں

سوء السبیل کے دیکھنے سے جہاں تک خیال کیا جاتا ہے مولوی احمد علی کا اصل اعتراض اٹھا نہیں بلکہ اور مضبوط ہو گیا ہے۔ جب یہ کہہ دیا کہ مرزا قادیانی طلوع الشمس من مغربہا کے حقیقی طور پر ابھی وقوع کے اقراری نہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی تسلیم کر لیا کہ نفع ایمان وغیرہ کا قصہ حقیقی وقوع سے متعلق ہے جو قیامت سے قریب واقع ہوگا تو لازمی طور پر مولوی محمد احسن قادیانی کو ماننا پڑے گا کہ حقیقتاً بھی کبھی ہوگا اور لا ینفع نفسا ایمانہا اس وقوع سے متعلق ہوگا جب مرزا قادیانی کا کلام سے مشابہت ہے کہ طلوع الشمس من مغربہا واقع ہو چکا ہے تو ضرور مولوی محمد احسن قادیانی کو ماننا پڑے کہ ایمان اور توبہ وغیرہ اب غیر نافع ہے۔ جس قدر اب تک معلوم ہو چکا ہے۔ اس سے میں خیال کرتا ہوں کہ عمدہ جواب مولوی محمد احسن قادیانی سے ادا نہیں ہوا۔ یہ رائے صرف میری ہی نہیں ہے بلکہ یہ فیصلہ میرے بڑے بھائی مخدوم جناب حافظ محمد یعقوب خان صاحب کہ جو عرصے سے مرزا قادیانی کے معتقد ہیں اپنے خط مورخہ ۲۲ اگست ۱۸۹۵ء میں کہ جو منشی محمد حنیف کے نام جہلم سے روانہ فرمایا ہے۔ عبارت ایسی تحریر فرماتے ہیں۔ کہاں تک تحریر فرمائیں کہ ان کو مد نظر طلب حق ہے۔" وھو ھذا "

مباحثہ کی کیفیت یہ ہے کہ اول تو حافظ محمد شریف خان نے مجھے خبر دی تھی پھر محمد حسین مظلوم نے بہت مفصل کیفیت لکھی۔ پھر دوست محمد خان نے کچھ مختصر خبر دی۔ پھر آپ کی طرف سے کچھ خبر نہ پہنچی۔ چھپا ہوا مباحثہ پہنچا مجھے آپ کی رائے سے اتفاق ہے۔ کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ ان کا اصل اعتراض اٹھا نہیں بلکہ اور مضبوط ہو گیا ہے۔ جب یہ کہہ دیا کہ مرزا قادیانی طلوع الشمس من مغربہا کے حقیقی طور پر ابھی وقوع کے اقراری نہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی تسلیم کر لیا کہ نفع ایمان وغیرہ قصہ حقیقی وقوع سے متعلق ہے تو لازمی طور پر یہ ماننا پڑے گا کہ حقیقتاً بھی کبھی واقع ہوگا اور "لا ینفع نفساً ایمانہا" اس وقوع سے متعلق ہوگا اور جس قدر اب تک معلوم ہو چکا ہے اس سے میں خیال کرتا ہوں کہ عمدہ جواب ادا نہیں ہوا۔ ناظرین ہر دو مباحثہ و جواب سوء السبیل بلکہ خود سوء السبیل کو ملاحظہ فرما کر معلوم کر سکتے ہیں کہ میری یہ ۱۸ اگست ۱۸۹۵ء تحریر درست ہے یا نادرست ہے۔ فقط والسلام!

دوست محمد خان عفی عنہ

اس خاکسار نے حضرت مولوی عبدالرشید پانی پتی جو آج کل دہرہ میں رونق افروز
ہیں۔ اتفاقاً ذریعہ خط جناب قاری محدث مولانا حضرت عبدالرحمن صاحب پانی پتی دریافت
کیا۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ قادیانی اور اہم لوگوں کے گروہ حنفیہ کی عالموں میں باہمی مباحثہ اس
امر میں تھا کہ بعد طلوع الشمس من مغربہا ایمان نفع نہیں دے گا اور خروج دجال و دابۃ الارض اور
طلوع الشمس من مغربہا کے وقت بھی ایمان داخل نفع نہ دے گا۔ بحکم لا ینفع نفسا ایمانہا کے عالم حنفی
بھی فرماتے تھے کہ اس وقت ایمان نفع دے گا اور عالم قادیانی کہتے ہیں کہ ایمان نفع دے گا۔ از راہ
عنایت آپ جوابی کارڈ پر جواب مرحمت فرماویں کہ اس وقت ایمان نفع دے گا تو ہر دو حدیث کے
کیا معنی ہوں گے اور یہ جواب منشی دوست محمد خان کے پاس مرحمت ہو۔ فقط والسلام!

الراقم: عبدالرشید عفی عنہ مورخہ ۱۴ اگست ۱۸۹۵ء

الجواب... مشفق مہربان مولوی عبدالرشید سلمہ

بعد سلام مسنون آنکہ آیت "وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن" ایمان لانا اہل
کتاب کا قبل موت کے ثابت ہوتا ہے اور محتضر سب عالم آخرت کو دیکھ لیتا ہے تو اس کا ایمان بعد
دیکھنے عذاب کے ہوا اور ایمان بالغیب نہ ہوا اور نافع اور مقبول ایمان بالغیب ہوتا ہے نہ بعد دیکھنے
کے جیسا کہ آیت "قل یوم الفتح لا ینفع الذین کفروا ایمانہم" میں مراد یوم فتح سے
قیامت ہے اور قیامت کے کافروں کا ایمان اور یقین بعد دیکھنے امور آخرت کے ہے وہ نافع نہ
ہوگا۔ ایمان ہونے سے نافع ہونا لازم نہیں آتا۔ نافع ایمان اختیاری ہوتا ہے نہ اضطراری اور بعض
آیات رب یعنی خروج دجال و طلوع الشمس من مغربہا کے بعد اور خروج دابہ کے بعد اضطراری بعد
ہوتا ہے کہ ہوگا جو نافع نہیں ہوتا نہ ایمان اختیاری اور بالغیب جو مقبول اور نافع ہوتا ہے۔ اگرچہ بعد
مشاہدہ ان آیات کے مومنین کے توبہ گناہوں سے مقبول ہو اور جب نفع نہ دیا اور قبول نہ ہوا تو گویا
وہ ایمان ہی نہیں ہے۔ یہی سبب آیتوں اور حدیثوں کی تطبیق خوب ظاہر ہوگی۔

الراقم: حضرت مولانا عبدالرحمن بقلم مولوی عبدالسلام از پانی پت

مورخہ ۵ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۳ھ

اعلاء الحق الصریح
بتکذیب المسیح
حضرت مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

تعارف

مرزا قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں فتح اسلام و توضیح مرام نامی رسائل قلم کئے اور ان کے حواری مولوی محمد احسن امروہی قادیانی نے تائید مرزا میں "اعلام الناس" نامی کتاب رقم کی تو علی گڑھ کے مولانا محمد اسماعیل مرحوم نے ان کے رد میں ایک کتاب "اعلاء الحق الصریح بتکذیب المسیح" تحریر فرمائی۔ اس کتاب پر مولانا لطف اللہ علی گڑھی، میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی، شیخ حسین بن محسن یمانی، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا محمد، مولانا سلامت اللہ جیراجپوری، ملا محمد صدیق پشاوری، مولانا عبدالجبار عمرپوری نے تقاریظ تحریر فرمائیں۔ اس کتاب اور اس پر موجود تقاریظ سے معلوم ہوتا ہے کہ متفقہ فتویٰ تکفیر مرزا کے سامنے آنے سے قبل بھی مذکورہ بزرگ رد قادیانیت میں سرگرم تھے۔

یاد رہے کہ یہ وہی کتاب ہے جس کے متعلق مرزا قادیانی کا کہنا تھا کہ: "اس میں مولانا اسماعیل نے ان سے یک طرفہ مباہلہ کیا تھا اور اس مباہلے کی وجہ سے مولانا اسماعیل اس کی زندگی میں ہلاک ہوگئے۔" جیسا کہ مرزا قادیانی اپنی موت سے ایک سال پہلے شائع ہونے والی کتاب میں لکھتے ہیں: "الذین باھلوا وماتوا بعد المباھلة منھم الرجل المسمی بالمولوی غلام دستگیر القصوری ومنھم الرجل المسمی بالمولوی چراغ الدین الجمونی ومنھم الرجل المسمی بالمولوی عبدالرحمن محی الدین اللکوکی ومنھم الرجل المسمی بالمولوی اسماعیل علی گڑھی"

(ضمیمہ حقیقت الوحی ص ۶ حاشیہ خزائن ج ۲۲ ص ۶۹۲)

اور اسی حقیقت الوحی میں لکھتے ہیں: "مولوی اسماعیل باشندہ علی گڑھ وہ شخص تھا جو سب سے پہلے عداوت پر کمربستہ ہوا اور جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ فتح اسلام میں لکھا ہے۔ اس نے لوگوں میں میری نسبت یہ شہرت دی کہ یہ شخص رمل اور نجوم سے پیش گوئیاں بتلاتا ہے اور اس کے پاس آلات نجوم کے ہیں۔ میں نے اس کی نسبت "لعنة اللہ علی الکاذبین" کہا اور خدا تعالیٰ کا عذاب اس کے لئے چاہا۔ جیسا کہ رسالہ فتح اسلام کے لکھنے کے وقت اس کی زندگی میں ہی میں نے یہ شائع کیا تھا اور یہ لکھا تھا۔ "تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنة اللہ علی الکاذبین" چنانچہ

قریباً ایک برس اس مباہلہ پر گزرا ہوگا کہ وہ یک دفعہ کسی ناگہانی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا
(یعنی مباہلہ مرزا قادیانی نے یک طرفہ کیا تھا۔ تیز تیغ اسلام ۱۳۰۸ھ میں شائع ہوئی۔ مولوی
اسماعیل صاحب شوال ۱۳۱۱ھ مطابق مئی ۱۸۹۴ء میں، یعنی مرزا قادیانی کے حوالہ مباہلہ کے تین
سال بعد فوت ہوئے۔ مرزا قادیانی نے ایک اور تین کا کوئی فرق ملحوظ خاطر نہیں رکھا یا تو وہ حساب
میں کمزور تھے یا جان بوجھ کر غلط بیانی کر رہے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مباہلہ ہو تو اس کا اثر ایک
سال کے اندر ظاہر ہونا چاہئے۔ تین سال کے عرصے کو قریباً ایک سال قرار دینے کا مقصد ناظرین
وقارئین کو یہ بتانا تھا کہ فریق مخالف کی موت مہلت مقررہ کے اندر واقع ہوئی ہے۔ یہ بات ہم علی
سبیل التنزل لکھ رہے ہیں۔ ورنہ ہمارے نزدیک تو ان دونوں کا مباہلہ انعقاد ہی نہیں ہوا) اور اس
نے اپنی کتاب میں جو میرے مقابل پر اور میرے رد میں شائع کی تھی یہ لکھا تھا کہ جاء الحق
وزھق الباطل۔ پس خدا نے لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ حق کون سا ہے جو قائم رہا اور باطل کون سا تھا
جو بھاگ گیا۔ قریباً سولہ برس ہو گئے کہ وہ اس مباہلہ کے بعد فوت ہوا۔“

(حقیقت الوحی ص۳۲۹، ۳۳۰، خزائن ج۲۲ ص۳۴۵، ۳۴۶)

(حقیقت الوحی سن ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی۔ اس کی اشاعت سے سولہ برس قبل ۱۸۹۱ء
ہوتا ہے۔ جب کہ مولوی اسماعیل صاحب ۱۸۹۱ء میں نہیں بلکہ ۱۸۹۴ء میں فوت ہوئے اور مولوی
اسماعیل کی اعلاء الحق الصریح ۲۴ صفحات پر شائع ہوئی تھی۔ اس کی ایک ایک سطر غور سے پڑھ
لیجئے۔ اس میں جاء الحق وزھق الباطل کے الفاظ موجود ہی نہیں ہیں۔ گویا یہ بھی
مرزا قادیانی کا جھوٹ ہے) حاشیہ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے: ”مولوی اسماعیل نے اپنے ایک
رسالہ میں میری موت کے لئے بددعا کی تھی۔ پھر بعد اس بددعا کے جلد مر گیا اور اس کی بددعا اسی پر
پڑ گئی۔“ (حقیقت الوحی ص۳۳۰، خزائن ج۲۲ ص۳۴۶)

{اور رسالہ ”اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح“ ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء
کا طبع شدہ موجود ہے۔ اس میں کہیں مباہلے کی طرف اشارہ بھی نہیں اور اگر مباہلہ ہوا بھی ہو تو
مرزا قادیانی اثر کے لئے ایک سال کی مدت مقرر کرتے تھے۔ جب کہ یہاں رسالہ شائع ہونے
اور مولوی اسماعیل صاحب کی وفات کے درمیان دو سال کا وقفہ ہے)

اس دعویٰ کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:
”مرزا قادیانی نے جو اپنا علم کلام ایجاد کیا تھا اس میں ایک طریق استدلال یہ تھا کہ کوئی مخالف مر
جاتا تو آپ فوراً اس کی بابت لکھ دیتے کہ ہم سے جھوٹا (پہلے) مر جائے گا۔ چنانچہ وہ جھوٹا تھا۔ اس

لئے وہ (یعنی مرزا سے پہلے) مر گیا۔ اس لئے وہ جھوٹا تھا اور میں سچا ہوں۔"

مولانا (اسماعیل علی گڑھی) مرحوم اہل حدیث میں بڑے ذی استعداد عالم اور رئیس تھے۔ مرزا قادیانی نے ۱۳۰۸ھ میں دعویٰ مسیحیت کیا تو مرحوم نے فوراً ۱۳۰۹ھ میں ان کی تردید میں ایک رسالہ لکھا۔ جس کا نام ہے: "اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح" اس کتاب کا جواب مرزا قادیانی کی طرف سے ہم نے نہیں دیکھا۔ مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی مرحوم شوال ۱۳۱۱ھ مطابق مئی ۱۸۹۴ء میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ! یعنی کتاب کی اشاعت کے دو سال بعد مرزا قادیانی نے اپنے جدید علم کلام سے جھٹ لکھ دیا۔ مولوی اسماعیل نے صفائی سے خدا تعالیٰ کے رو برو یہ درخواست کی کہ: "ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ مر جائے۔ سو خدا نے اس کو بھی اس جہان سے جلد تر رخصت کر دیا۔" (اشتہار انعامی پانچ سو روپیہ ص۲)

ہم نے مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں یہ سوال اٹھایا تھا کہ مولوی اسماعیل صاحب کی عبارت کا حوالہ بتایئے۔ مرزا قادیانی نے ثبوت نہ دیا۔ حال ہی میں (یعنی ۱۹۲۳ء میں) کسی معترض نے مولانا علی گڑھی کی بابت یہ سوال کیا تو (مرزائیوں کے اخبار) پیغام صلح لاہور (۲۰ ستمبر ۱۹۲۳ء) نے لکھا۔

"رہا مولوی محمد اسماعیل علی گڑھی کا معاملہ یہ صرف آپ جیسے مولویوں کی بددیانتی اور خدا ترسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی کتاب کے وہ الفاظ اور وہ بددعا جوان کی موت کا باعث ہوئی۔ آج ہمارے سامنے نہیں۔ کیونکہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مر گیا۔ اس کی موت کے بعد مولویوں نے اس خیال سے کہ وہ الفاظ مرزا قادیانی کی صداقت کے لئے ایک زبردست گواہ کا کام دیں گے۔ انہیں کتاب سے نکال دیا۔ اصل کتاب کو ایک احمدی عبداللہ سنوری نے دیکھا تھا۔ جن کی شہادت کی بناء پر مرزا قادیانی نے حقیقت الوحی میں لکھا کہ: "مولوی اسماعیل نے اپنے ایک رسالہ میں میری موت کے لئے بددعا کی تھی۔ پھر بعد اس بددعا کے جلد مر گیا اور اس کی بددعا اسی پر پڑ گئی۔"

(مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں) کوئی قادیانی مسیح کے حواریوں سے پوچھے کہ تمہارے اس بیان کا ثبوت کچھ ہے؟ جس کو تم نے بددیانت مولویوں کی طرف منسوب کر کے اپنی اور اپنے قافلہ سالار کی قادیانی کو سچا بنانا چاہا؟ او نادانو! کب تک نادانوں کی آنکھوں میں خاک ڈالو گے۔ یہ کتنا جھوٹ ہے جو تم نے لکھا ہے کہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مر گیا؟

کیا تم سمجھتے ہو کہ مرحوم (مولانا اسماعیل) کی کتاب نایاب ہوگئی؟ دفتر اہل حدیث (امرتسر) بچشم خود دیکھ لو۔ اس پر سن طباعت ۱۳۰۹ھ لکھا ہے۔ دفتر اہل حدیث امرتسر تو اب موجود نہیں ہے۔ تاہم ۱۳۰۹ھ کی مطبوعہ یہ کتاب جامعہ حنفیہ بنوری کی لائبریری اور اسی طرح سنٹرل لائبریری بہاولپور میں اصل کتاب اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں اس کی فوٹو کاپی موجود ہے۔ فقیر مرتب) اور مرحوم (مولانا اسماعیل علی گڑھی) کی تاریخ وفات درکار ہو تو مرحوم کے صاحبزادہ کی تحریر دیکھ لو۔ یعنی دو سال بعد وفات ہوئی۔ نیز مولانا مرحوم کوئی معمولی آدمی نہ تھے۔ علی گڑھ میں عالمانہ اور معززانہ حیثیت رکھتے تھے۔ اب بھی آپ لوگ علی گڑھ جاکر موتی مسجد کے متولی خاندان سے مرحوم کی تاریخ وفات معلوم کر سکتے ہیں۔ مگر اس تحقیق کے بعد یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ مرزا قادیانی نے غلط لکھا ہے۔ ہاں ۱۳۰۹ھ سے پہلے کی کوئی مطبوعہ کتاب ان کی ہو تو پیش کرو۔ مگر یاد رہے کہ مرزا قادیانی نے ۱۳۰۸ھ میں دعویٰ کیا۔ دعویٰ سے پہلے تردید کی کتاب شائع نہیں ہو سکتی۔" (اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۳۲ء ص۳، ۴)

الغرض مولانا اسماعیل کی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں ہے جس کی اشاعت اول ان کی وفات کے بعد ہوئی ہو۔ نہ کوئی ایسا غیر مطبوعہ مسودہ کہیں موجود ہے۔ جس میں مولانا نے بقول مرزا قادیانی یک طرفہ مباہلہ کیا ہو۔

مطبع انصاری دہلی سے باہتمام مولوی عبدالمجید دہلوی ۱۳۰۹ھ میں ۳۲ صفحات پر شائع ہو کر مرزا قادیانی کی تکذیب پر بین شہادت پیش کرنے والی یہ کتاب اعلاء الحق الصریح مکمل صورت میں قارئین کی نذر کی جارہی ہے۔ (اب احتساب قادیانیت کی جلد ہذا میں۔ مرتب!) ملاحظہ فرمائیے۔ (ڈاکٹر بہاء الدین)

اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمدللہ الذی ھدانا سبیل الرشاد ونجانا من الغوایۃ والضلالۃ والفساد والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد النبی الامی وآلہ الامجاد واصحابہ المتقین"

اس زمانہ پر شور و شر میں جو ضعف و ناتوانی اسلام کو مخالفین کے حملوں سے تھی اور جو تذلیل و تحقیر اس کی اعداء دین کر رہے تھے اور جو حالت اس کی اپنے اخوان و انصار کی قلت سے مشاہدہ و منظور تھی۔ وہ کیا کم تھی جو ایک اور صدمہ اس کو خود اپنے ہی موافق اور مؤید کردہ سے نصیب

ہوا۔ یعنی جو حضرت اس کے حامی و مددگار سمجھے جاتے تھے وہی اس کے تہ و بالا کرنے کا علم ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے۔ ایسی حالت میں کیا وہ دل جس میں ذرا بھی محبت اسلام سے ہے اس کے دیکھنے اور سننے سے درد مند نہ ہوں گے کہ آج یہ اسلام خود ان مقدس نما مسلمانوں کی ایسی حرکات کی بدولت جو فی الواقع آخرکار ضلالت ہیں۔ برباد ہوا چاہتا ہے اور جو تضحیک اور تکذیب اس کی ان بزرگوار مسلمانوں کے ہاتھ سے ہو رہی ہے وہ اس کے لئے بڑی بھاری مصیبت ہونے والی ہے۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

دیکھو ان دنوں مرزا غلام احمد قادیانی نے علی الاعلان نبوت یعنی پیغمبریت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے اوپر نزول وحی اور نزول ملائکہ کا اشتہار دیا ہے اور جس عیسیٰ بن مریم کے نزول کی بشارت ہمارے نبی آخر الزمان خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے دی ہے اور جس پر کتاب اللہ اور کتاب الرسول ناطق ہے۔ اس سے صریح انکار کیا ہے اور نصوص کتاب و سنت کو بالکل مصروف عن الظاہر مانا ہے۔ لیلۃ القدر کے ایک متبرک رات ہونے سے بالکل انکار کیا ہے اور علی الاستقرار اس سے ظلمانی زمانہ مراد لیا ہے۔ دجال سے گروہ منکرین عیسویت قوم مراد لیا ہے اور عیسیٰ بن مریم موعود و مبشر سے مثیل عیسیٰ بن مریم مراد لے کر اپنے آپ کو اصلی مسیح موعود قرار دیا ہے اور پھر یہ بھی اقرار کیا ہے کہ مجھ کو اس سے انکار نہیں ہے کہ کوئی دوسرا بھی مسیح ہو جو آئندہ نازل ہو۔ لیکن وہ میری ذریت میں سے ہوگا۔ اعاذنا اللہ من کل ذلک!

پس اے مسلمانو! ہر چند کہ ایسے واقعات کا پیش آنا فی نفسہ تو کچھ حیرت کی بات نہیں۔ کیونکہ درحقیقت ایسے حوادث کا حدوث ہمارے نبی آخر الزمان کی پیش گوئیوں کے موافق قبل قیام الساعۃ ضرور ہے اور اس لحاظ سے ایسے واقعات کا پیش آنا اہل نظر کی نظر میں اپنے سچے نبی کی زیادہ تصدیق کا باعث ہے۔ مگر افسوس البتہ صرف اسی قدر ہے کہ ایسے امور انہیں لوگوں سے دیکھنے میں آ رہے ہیں جو اعلیٰ درجہ کے مقدس مسلمان اور پرلے درجے کے حامی اسلام کہلاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعویٰ ہمارے نبی پاک کی اس سچی پیش گوئی کا ظہور ہے۔

"لاتقوم الساعة حتی تخرج ثلاثون دجالا کلهم یزعم انه رسول الله رواه ابوداؤد"

"وایضا قال رسول الله ﷺ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی الله وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی رواه ابوداؤد

والترمذی ''نہ قائم ہوگی قیامت جب تک کہ نہ دجال ظاہر ہوں گے اور ہر ایک ان میں سے یہ کہے گا کہ میں رسول ہوں خدا کا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ میری امت میں آئندہ تیس جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ہر ایک کہے گا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔

پس یہ پیش گوئی ہم کو بتارہی ہے کہ ایسے دعوؤں کا ہونا لابد ہے اور اس میں تخلف کا گمان ''مفضی الی تکذیب نبینا محمد رسول اللہ ﷺ'' ہے اور گو بظاہر اہل باطل ایسے شروش اور فتن باعث تضحیک اسلام سمجھے جاتے ہوں۔ مگر ارباب نظر اس کو بشارت کا مدترقی اسلام کی سمجھیں گے اور سمجھنا کیا معنی۔ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کی اس سستی اور ضعف کے زمانہ میں لیورپول کے اسلام کا چرچا۔ یورپ کی سوسائٹیوں میں اسلام کی خوبیوں کا تذکرہ۔ اسکی ظلمت کے زمانہ میں صدہا شپرہ چشموں کی آنکھوں کا اسلامی نور کی چکا چوند سے خیرہ ہونا۔ بڑے بڑے قبائل کفر کا کفر کی تیرگی سے نکل کر اسلامی روشنی میں آجانا۔ افریقہ کے کنارہ پر اسلام کے پرجوش دریا کا امنڈنا۔ ظاہرا کسی اور محرک کی تحریک کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف ہمارے سچے اور پیارے نبی ﷺ کی اس پیش گوئی کا پورا پورا ظہور ہے۔ جو منکروں سے اقرار کراتا چلا جاتا ہے اور منکرین کی بے ایمانی کو جھٹلاتا چلا جاتا ہے اور باوجود اسلام کی اس مخالفتوں کے اور اعداء دین کی اس کوششوں کے اسلامی روشنی کا کم نہ ہونا اور ہمارے سچے نبی کی پیش گوئیوں کا تیرہ سو برس کے بعد ہو بہو ظاہر ہونا۔ جیسے جیسے تیرہ دلوں کو حسن و جمال کا جلوہ دکھا رہا ہے۔ جس کا بین ثمرہ یہ ہے کہ وہ بلا تحریک غیرے اسلام کے زمرہ میں شامل ہوتے چلے جاتے ہیں اور جب ایسے کذاب اپنے دعوی باطل سے اپنے کو رسوا کرتے ہیں تو وہی ہماری بات کی رسوائی اور ہمارے نبی آخر الزمان کی زیادت تصدیق کا باعث ہوتا ہے۔ پس جو اہل اللہ کامل الایمان ہیں وہ ہرگز ایسے حوادث کے ظہور سے نہیں گھبرا سکتے۔ بلکہ ان کی استقامت اور زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے اور ان کو کامل یقین ہے کہ ایسے کذاب اور دغا باز عمل سے اسلام کی چمک دمک میں کچھ خلل نہیں آسکتا اور اس کے پرجوش دریا کے بہاؤ کو ایسے تنکے اور خاشاک نہیں روک سکیں گے اور اس کی لمعات نوری کو کسی شپرہ چشم کی بھی کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ کیونکہ دین کی نصرت کے واسطے بھی ہمارے سچے نبی نے ایک دوسری پیش گوئی فرمائی ہے جو ہماری دینی تسلی اور اطمینان کا باعث ہے۔

''قال رسول اللہ ﷺ لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرہم من خالفہم حتیٰ یاتی امر اللہ رواہ ابوداؤد''

"قال رسول الله ﷺ یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین رواه رزین"

اس کے تحت میں ملا علی قاری لکھتا ہے: "قوله ینفون عنه جملة حالیة ای طاردین عن هذا العلم"

"قوله تحریف الغالین ای المبتدعة الذین یتجاوزون فی کتاب الله وسنة رسوله عن المعنی المراد فیحرفون عن جهته"

"قوله انتحال المبطلین الانتحال ادعاء قول اوشعر یکون قائله غیره بانتسابه الی نفسه وهو ههنا کنایة عن الکذب والمعنی ان المبطل اذا اتخذ قولاً من علمنا لیستدل به علی باطله او اعتزی الیه مالم یکن منه نفوا عن هذا العلم ونزهوه عما ینتحله"

"قوله تاویل الجاهلین ای معنی القرآن والحدیث الی مالیس بصواب"

یہ پیش گوئی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مسلمانوں کے واسطے بشارت (بشارت) ہے اور ان کے دلوں کے لئے سکینہ اور تسلی ہے اور اس بات سے کہ کسی جاہل کی تاویل اور کسی محرف کی تحریف اور کسی منتحل کا انتحال اور کسی مبطل کے اکاذیب اور اباطیل خدا تعالیٰ کے دین کو بدلنے اور خدا اور رسول کی مراد کو اپنے ہوائے نفسانی کے تابع بنانے میں کبھی کامیاب ہوں گے۔ بلکہ خدا کا دین جو اسے "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" ایسے غلط اندازوں کی غلط اندازی سے ہمیشہ محفوظ رہے گا اور ایسی تلبیسات کی مدافعت میں ہمیشہ اس کے بندوں کا ایک گروہ کمربستہ رہے گا۔ جس کو کسی کی مخالفت اور عداوت ضرر نہ پہنچا سکے۔ بلاشبہ اگر ہمارا خدا اپنے برحق اپنے دین کی حفاظت کا آپ ذمہ نہ فرماتا اور اس کے خالص ومخلص بندے اس کی ہدایت کے سبب دین پر پوری جان فدائی نہ کرتے تو ہرگز یہ دین قیامت تک باقی نہ رہتا اور کسی طرح اہل فریب کی تلبیسات سے اس کو امن نہ ہوتا۔ لیکن چونکہ خدا خود محافظ اپنے دین کا ہے اور اس کے رسول پاک نے ایک پختہ تراز و دین کی جانچ تول کے واسطے اپنے فرمانبرداروں کو عطا فرمائی ہے تو اب ہم کو متاع کا سود اور ناقص کے جانچنے میں کچھ مشکل نہیں ہے۔ وہ ترازو ہمارا قرآن وحدیث ہے جس کے ساتھ تمسک کرنے میں دین کی گمراہی سے ہم کو ہمیشہ امن مل سکتا ہے۔

"قال رسول الله ﷺ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله"

اس ترازو کا حامل وہی گروہ اہل حق کا ہے جس کو کسی کی مخالفت کچھ مضرت نہ کرے گی۔ پس اب جس قدر اس کا جی چاہے وہ متاع کا سودا ہمارے دین میں پیش کرے۔ ہم اس کو اسی ترازو میں تولیں گے۔ اگر ہم برابر پورے پائیں گے تو قبول کر لیں گے۔ ورنہ کالا سے جو بے تلے چلتا ہے کے بموجب اس کو اسی پر رد کریں گے۔ چنانچہ اسی ترازو میں ہم نے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت اور دعویٰ مسیحیت کو اور انکار نزول عیسیٰ بن مریم کو بھی تولا۔ تو ہم کو ان کی یہ متاع کا سودا انہیں پر رد کرنے کے لائق ثابت ہوئی۔ پس ہم ان کے ایسے تمام دعاوی کو انہیں پر رد کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی اور ان کے حواریین نے اس بے سروپا دعویٰ کے مرتب کرنے کے واسطے اول یہ انتظام فرمایا ہے کہ وہ خدا کی مراد کو استعارات وکنایات میں ہونا تجویز فرماتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "خدا تعالیٰ بعض استعاروں سے کام لیتا ہے اور طبع اور خاصیت اور استعداد کے لحاظ سے ایک کا نام دوسرے پر وارد کر دیتا ہے۔"

لیکن اہل نظر خوب جانتے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی وان کے حواری یہ تجویز پہلے سے نہ کر لیں اور نصوص شریعت کو "علی ظواهرها" باقی رہنے دیں تو وہ نہ مثیل مسیح بن سکتے ہیں اور نہ عیسیٰ بن مریم کے نزول سے انکار کر سکتے ہیں۔ مگر مرزا قادیانی اور ان کے حواری شاید اس سے غافل ہیں کہ ہماری شریعت غرا نے ایسے فریب کا بھی پہلے ہی سے انتظام کر دیا ہے اور اہل حق کا یہ عقیدہ راسخ اور اجماعی مسئلہ ہو چکا ہے کہ نصوص شریعت محمول علی ظواہرہا ہیں۔ ما لم یصرف عنها صارف قطعی!

قال العلامة التفتازانی فی شرح العقائد "والنصوص من الکتاب والسنة تحمل علی ظواهرها مالم یصرف عنها دلیل قطعی کما فی الآیات التی تشعر بظواهرها بالجهة والجسمیة ونحو ذلك والعدول عنها ای عن الظواهر الی معان یدعیها اهل الباطن وهم الملاحدة وسموا الباطنیة لادعائهم ان النصوص لیست علی ظواهرها بل لها معان باطنیة لا یعرفها الا المعلم وقصدهم بذلك نفی الشریعة بالکلیة"

"الحاد ای میل وعدول عن الاسلام واتصال والتصاق بکفر لکونه تکذیبا للنبی ﷺ فیما علم مجیئه به بالضرورة"

"واما ما تذهب اليه بعض المحققين من ان النصوص مصروفة على ظواهرها ومع ذلك فيها اشارات خفية الى دقائق تنكشف على ارباب السلوك يمكن التطبيق بينها وبين الظواهر المرادة فهو من كمال الايمان ومحض العرفان"

"وايضا فيه ورد النصوص بان ينكر الاحكام التي دلت عليها النصوص القطعية من الكتاب والسنة كحشر الاجساد مثلاً كفر"

اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد حقہ میں سے یہ بات ہے کہ نصوص کتاب وسنت محمول علی ظواہرہا ہیں اور دقائق ارباب سلوک اور حقائق اہل باطن وہاں تک مقبول ہیں۔ جہاں تک کہ موافق ظاہر نص کے ہوں اور جو وہ کچھ مخالف احکام شرعیہ ہوں وہ مقبول نہیں ہیں۔ بلکہ وہ مذہب اور مسلک ملحدین الشریعہ ہے۔ جس سے اصل مقصود نفی الشریعہ بالکلیہ ہوتا ہے تو اب مرزا قادیانی کا یہ زعم باطل کہ خدا کی مراد ہمیشہ کنایات ہی ہوتی ہے۔ کس قدر بے ہودہ اور کیسا افتراء ہے اور وہ کنایات اور استعارات اور بے سروپا تاویلات جو بعض جاہل متصوفہ سے ثابت ہیں۔ اہل حق کے نزدیک ان کا حکم تحریف سے زائد نہیں ہے جو ہمیشہ اہل دین کے نزدیک مردود مانے گئے ہیں۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں۔ "واما كلام الصوفية في القرآن فليس بتفسير قال ابن الصلاح في فتاويه وجدت عن الامام ابي الحسن الواحدي المفسر انه قال صنف ابو عبدالرحمن السلمي حقائق التفسير فان كان قد اعتقد ان ذلك تفسير فقد كفر قال ابن الصلاح وانا اقول الظن بمن يوثق به منهم اذا قال شيئا انه لم يذكره تفسيرا ولا ذهب به مذهب الشرح للكلمة فانه لو كان كذلك كانوا قد سلكوا مسلك الباطنية وايضا قال فيه قال الله تعالى ان الذين يلحدون في آياتنا لا يخفون علينا قال ابن عباس هو ان يوضع الكلام في غير موضعه اخرجه ابن ابي حاتم"

اور باعث ایسی تفاسیر پر اکثر اوقات یہ ہوتا ہے کہ یا تو بعض لوگ کسی غرض فاسد کے واسطے پہلے سے اپنے زعم باطل میں ایک معنی گھڑ لیتے ہیں اور پھر اپنے خیال اور اعتقاد کے موافق الفاظ قرآن واحادیث کا اس پر حمل کرتے ہیں اور تاویلات فاسدہ اور باطلہ سے ان الفاظ کو زبردستی اپنے مطابق مرام کے بنا لیتے ہیں اور یا کبھی بعض جاہل تکبر اور تمادی فی نصوص میں ایسی امر کا

مطلق لحاظ نہیں کرتے کہ یہ کس کا کلام ہے اور کون اس کے ساتھ متکلم ہے اور یہ کس پر اتارا گیا ہے
اور کون اس کے ساتھ مخاطب ہے۔ بلکہ وہ نصوص قرآن وحدیث کے صرف وہ معنی لیتے ہیں جو
ایک متکلم بلغت عرب بلا لحاظ کسی اور امر کے صرف محاورہ لسانی کے موافق ترجمہ کر سکتا ہے۔ عام
اس سے کہ وہ مراد الٰہی کے خلاف ہو یا موافق۔ پس جو لوگ اپنے معانی مزعومہ اور معتقدہ کے
موافق نصوص کتاب وسنت کے الفاظ کو تاویلات فاسدہ سے اپنی مراد کا مؤید بناتے ہیں۔ ان کو
مراد الٰہی کے موافق یا مخالف ہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ جن کی اصل علی تاویلات فاسدہ سے
شریعت میں رخنہ پیدا ہوتا ہے اور اس کا بیان گذر چکا ہے اور جو لوگ ترجمہ نصوص شرعیہ صرف محاورہ
لسانی اور صحت قواعد عربیت پر قانع ہوتے ہیں اور مخالف نصوص میں اتباع سلف کو چھوڑ دیتے ہیں
اور جو مراد الٰہی بیان شارع ﷺ اور صحابہ رسول سے ثابت ہو چکی ہے۔ اس کی پیروی ترک کرتے۔
ان کے لفظی ترجمہ اور ایک بازاری شخص کے کلام کی یکساں حالت ہو جاتی ہے۔ جس کے سبب سے
خدا اور رسول جیسے متکلم کے کلام کی شان اور عوام الناس کے کلام کی حالت برابر سمجھی جاتی ہے۔ پس
ایسی تاویلات باطلہ کب خطا اور انکار سے خالی ہو سکتی ہے۔ اسی ضرورت سے نصوص قرآن
وحدیث میں اتباع سلف صالح ہم پر واجب کیا گیا ہے جو عالم بالتفسیر اور عالم بمعانی النصوص اور عالم
ان امور حقہ کے تھے جو ہمارے نبی صادق ﷺ ہماری طرف لے کر آئے اور جو اصل شریعت اور
عالم باسباب نزول اور عالم بشان المتکلم اور عالم بشان المنزل علیہ والمخاطب تھے۔ وہی ایسی لوگ کل
تاویل وغیرہ کو خوب جانتے تھے۔ بالجملہ جو لوگ اس باب میں اتباع سلف صالحین کو چھوڑ کر مراد
الٰہی کو اپنے مزعومات کے موافق بنانے میں کوشش کریں یا شیدہ دائرہ کفر وابتداع سے کسی طرح
باہر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ اسی تفصیل کے متعلق سیوطی نے لکھا ہے: "قوم اعتقدوا معانی ثم
ارادوا حمل الفاظ القرآن عليها والثاني قوم فسروا القرآن بمجرد ما يسوغ
ان يريده من كان من الناطقين بلغة العرب من غير نظر الى المتكلم بالقرآن
والمنزل عليه والمخاطب به فالاولون راعوا المعنى الذي رأوه من غير نظر
الى ما يستحقه الفاظ القرآن من الدلالة والبيان والآخرون راعوا مجرد
اللفظ وما يجوز ان يريد به العربي من غير نظر الى ما يصلح للمتكلم
وسياق الكلام - ثم هؤلاء كثيراً ما يغلطون في احتمال اللفظ لذلك المعنى
في اللغة في صحة المعنى الذي فسروا به القرآن كما يغلط في ذلك الآخرون
وان كان نظر الاولين الى المعنى اسبق ونظر الآخرين الى اللفظ اسبق

الاوّلون صنفان تارة يسلبون عن لفظ القرآن مادل عليه واريد به وتارة يحملونه على مالم يدل عليه ولم يرد به وفي كلا الامرين قد يكون ما قصدوا نفيه واثباته من المعنى باطلاً فيكون خطاء وهم في الدليل والمدلول وقد يكون حقاً فيكون خطاء وهم في الدليل لا في المدلول فالذين اخطاء وافيهما مثل طوائف من اهل البدع اعتقدوا مذاهب باطلة وعمدوا الى القرآن فتأولوه على رأيهم وليس لهم سلف من الصحابة والتابعين لافي رأيهم ولا في تفسيرهم"

پھر آگے لکھتا ہے: "وفي الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة والتابعين وتفسيرهم الى ما يخالف ذلك كان مخطئاً في ذلك بل مبتدعا لانهم كانوا اعلم بتفسيره ومعانيه كما انهم اعلم بالحق الذي بعث الله به رسوله واما الذين اخطاؤا في الدليل لافي المدلول فمثل كثير من الصوفية والوعاظ والفقهاء يفسرون القرآن بمعان صحيحة في نفسها لكن القرآن لا يدل عليها مثل كثير مما ذكره السلمي في الحقائق فان كان فيما ذكروه معاني باطلة دخل في القسم الاوّل انتهى كلام ابن تيميه ملخصاً وهو نفيس جداً۔ انتهى۔"

بعض علماء کو اس مقام پر ایک شبہ ہوا ہے کہ اگر تفسیر نصوص میں صرف مذاہب صحابہ پر اکتفا واجب ہو اور استنباطات مفسرین ومجتہدین سب تفسیر بالرائے میں داخل ہوں تو حدیث لکل آیۃ ظہر وبطن کے کیا معنی ہوں گے اور نطاق تفسیر نہایت تنگ ہو جاوے گا اور اسی شبہ کی وجہ سے مطلقاً جواز تفسیر بالرائے پر کلام غزالی وغیرہ سے استدلال کیا ہے اور ایک طویل عبارت کی نقل میں اپنے وقت کو صرف فرمایا ہے۔ حالانکہ یہ ایک بڑی غلطی غزالی کی مراد سمجھنے میں ان سے ہوئی ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھے کہ کس قسم کے نصوص میں حمل علی ظواہر واجب ہے اور ان میں تاویل باطل ہے اور مؤول معذور نہیں ہے اور کس قسم کے نصوص میں ایسے استنباطات کی اجازت ہے جو مخالف نصوص ظاہرہ نہ ہوں اور اس میں معذور مانا گیا ہے۔ دیکھو اس کی تصریح سیوطی تفسیر بالرائے کی تفصیل سے متعلق کرتا ہے۔

"الثالث علوم علمها الله نبيه مما اودع كتابه من المعاني الجلية والخفية وامره بتعليمها وهذا ينقسم الى قسمين قسم لا يجوز الكلام فيه

الا بطريق السمع وهو اسباب النزول والنسخ والمنسوخ والقرأت واللغات وقصص الامم الماضية واخبار ماهو كائن من الحوادث والحشر والمعاد "

پس امام غزالی کے اس کلام سے اگر ان امور میں جو مبنی علی السماع نقل ہیں۔ جواز نظر واستدلال ثابت ہوا تو کیا اب سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جن نصوص کو نظر اور رائے سے علاقہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ محض مبنی علی السماع ہیں اور سلف صالح سے ان کے محمول علی ظواہر ہونے کی تصریح اور اجماع ہو چکا ہے اور جن کی مراد کو خود شارع ﷺ نے ظاہر فرمادیا ہے اور وہ منجملہ ضروریات اور اعتقادیات اسلام کے ٹھہر چکے ہیں۔ ان میں بھی عقلی ڈھکوسلہ چل سکتا ہے۔ ہرگز نہیں اور چونکہ نزول عیسیٰ ابن مریم اور خروج دجال وغیرہ اشراط ساعت اور "ماھو کائن من الحوادث" میں داخل ہیں اور ان میں رائے کو کچھ دخل نہیں ہے اور یہ سب امور محض مبنی علی السماع ہیں تو ایسے امور کو امور قیاسیہ کے ساتھ خلط فرما کر بعض اعلام کا ان میں رائے لگانا اور خلاف تصریح سلف صالح تحریف نصوص کرنا دیانت کے بالکل خلاف ہے اور غزالی کے کلام کا اس مطلب کے واسطے نقل کرنا محض فضول اور لغو ہے اور جب ان تمام تصریحات سے ثابت ہو گیا کہ جو تفسیر منصوصات شرعیہ کے مخالف اور سلف صالح کے خلاف ہو اور جس تفسیر میں مذاہب صحابہ سے عدول ہو اور جن امور میں کسی کو رائے لگانے کی اجازت شارع سے نہیں ہے۔ ان میں رائے لگائی جاوے وہی درحقیقت تفسیر بالرائے ہے۔ جو فی الواقع تفسیر نہیں ہے بلکہ تحریف ہے۔ جیسے کہ مرزا قادیانی کی لیلۃ القدر کی تفسیر جو انہوں نے ظلمانی زمانہ کے ساتھ کی ہے جو سراسر تحریف کلام ربانی اور ابطال مراد الٰہی ہے۔ ہمارے شارع ﷺ نے تو ہم کو لیلۃ القدر کی حقیقت ایک اعلیٰ درجہ کا نورانی زمانہ بتایا ہے اور مرزا قادیانی اس کو ظلمانی زمانہ فرماتے ہیں۔ ہمارے رب کریم نے اس کو لیلہ مبارکہ ارشاد فرمایا ہے اور مرزا قادیانی اس کو بدتر زمانہ ثابت کرتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے اس بابرکت زمانہ کے شوق میں اپنی عمریں ختم کر دیں اور مرزا قادیانی اس کو قابل نفرت وقت تجویز کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک وہ ایک ظلمانی زمانہ کا نام ہے۔ جس میں برکات ایمانی منقطع ہو کر فیضان ربانی سے حرمان ہو اور جس کے بعد خداوند کریم کو کسی ایسی روشنی کے بھیجنے کی ضرورت ہو۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کا وجود باجود ہے۔ اعاذنا اللہ من ذالک الارتداد!

اگر ہم ان تمام روایات اور احادیث صحیحہ کو جو لیلۃ القدر کے فضائل اور اس کی تفسیر کے متعلق ہیں نقل کریں تو طولانی رسالہ ہو جاوے۔ ہم کو تعجب مرزا قادیانی کے بعض حواریین سے بھی ہے کہ انہوں نے بمقتضائے "حبك الشئ يعمى ويصم" مرزا قادیانی کی محبت اور عقیدت

قبول فرما کر سفارت کا دیمیں بہت عجلت فرمائی اور ہمارے نبی پاک کے سلام کو کہاں کا کہاں تھا اور کہاں پہنچا دیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

چنانچہ ان میں سے بعض حضرات نے مولوی عبدالحق (غزنوی) امرتسری کے اشتہار کے مقابلہ میں بجواب حدیث "لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم" لکھا ہے کہ مرزا قادیانی سب کہتے ہیں کہ میں عیسیٰ ابن مریم ہوں۔ بلکہ جن احادیث صحاح میں پیش گوئی نزول عیسیٰ بن مریم کی نبی ﷺ نے فرمائی ہے۔ اس میں وہ تاویل کرتے ہیں جو بموجب قواعد عربیہ کے صحیح معلوم ہوتی ہے۔

پس ان حضرت کی تصریح سے بخوبی واضح ہے کہ جن احادیث میں نزول عیسیٰ بن مریم کی پیش گوئی نبی ﷺ سے وارد ہے۔ گو وہ احادیث صحیح تو ہیں۔ مگر مرزا قادیانی ان کو معروف معنی ظاہر غیر مراد کر اس کی ایسی تاویل فرماتے ہیں۔ جو صرف بموجب قواعد عربیہ کے صحیح ہے اور چونکہ انہوں نے ان کے معروف معنی ظاہر ہونے کے واسطے کسی صارف شرعی کا ذکر نہیں کیا اور جواز تاویل کے واسطے صرف اس قدر کافی سمجھا ہے کہ وہ قواعد عربیہ کے موافق ہو۔ گو وہ مخالف اصول شریعت ہو تو اس تقریر پر کیا اب ہر ملحد کو کچھ گنجائش نہیں ہے کہ وہ نصوص قرآن و حدیث کے جو معنی چاہے بموجب قواعد عربیہ گھڑ لے۔ جیسا کہ "اتموا الصیام الی اللیل" کی تفسیر میں ایک شخص کہہ سکتا ہے۔ "ای اتموا الامساک عن الاکل حتیٰ تاکلوا الفراخ الحباری لان المراد باللیل ھو الفراخ الحباری"

اور اگر یہ باطل ہے تو آپ کا مزعوم بھی باطل ہے۔ کیونکہ قواعد عربیت کے مطابق دونوں صحیح ہیں اور اصول شریعت کے دونوں خلاف ہیں۔

یا جس طرح بعض روافض نے آیہ "مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان" کی تفسیر میں لکھا ہے۔ بحرین سے علی و فاطمہ مراد ہیں اور لؤلؤ اور مرجان سے حسن اور حسین مراد ہیں اور اس تفسیر میں قواعد عربیت کے مطابق کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ باب تشبیہ و استعارہ وسیع ہے اور مرزا قادیانی نے ان کے جاری مراد الٰہی کو ہمیشہ استعارات و کنایات میں مانتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ روافض کی یہ تفسیر الحاد ہو اور مرزا قادیانی کی تفسیر عین مراد ہو۔ حالانکہ امام جلال الدین نے اس تفسیر کی نسبت لکھا ہے: "واما التاویل المخالف للآیۃ والشرع فمحظور لانہ تاویل الجاھلین مثل تاویل الروافض قولہ تعالیٰ مرج البحرین یلتقیان۔ انھما علیؓ وفاطمۃؓ یخرج منھما

اللؤلؤ والمرجان الحسنؓ والحسینؓ اعاذنا اللہ من ذالک "

اور زیادہ عجیب یہ ہے کہ وہ اس تاویل باطل کو مصداق "یوم یاتی تاویلہ" فرماتے ہیں اور مراد الٰہی کو اپنے موہوم باطل کے موافق اعتقاد کرتے ہیں اور ہمارے سلف کا اس بارہ میں عقیدہ یہ ہے۔ "ولو قال المراد کذا ولم یسمع فیه شیئا فلا یحل له وهو الذی نهی عنه "

پس اگر ان کے پاس سوائے اختراع عقل کے اور کچھ ذخیرہ سماع ونقل کا اس بارہ میں ہے تو وہ ہم کو کیوں محروم کرتے ہیں۔ ورنہ ان کو ضرور لحاظ چاہئے کہ ایک روز خدا تعالیٰ کے روبرو مقام ہوگا۔

انہیں علام نے بڑی شدومد سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ لفظ نزول سے نزول جسم عنصری مراد لینا کچھ ضرور نہیں ہے اور اس کے چند امثلہ بیان کرنے میں تطویل لاطائل فرمائی ہے۔ حالانکہ ضرورت کا کسی نے دعویٰ نہیں کیا اور یہ کوئی نہیں کہتا کہ لفظ نزول سے مراد ہمیشہ نزول جسم عنصری ہی ہوا کرتا ہے۔ بلکہ یہ دعویٰ ہے کہ لفظ نزول منافی نزول جسم عنصری نہیں ہے۔ بلکہ نزول جسد عنصری کو بھی شامل ہے اور جہاں بضرورت تصریح شارع ﷺ مراد نزول سے نزول جسم عنصری ثابت ہوا ہو۔ وہاں اس کا ترک کرنا بدون غیر دلیل شرعی باطل ہے۔ جیسے کہ نزول عیسیٰ بن مریم جس پر نصوص شریعت ناطق ہیں جو جمہور اہل سنت کا عقیدہ حقہ ہے اور جس کے انکار کی کوئی وجہ کسی مدعی کے پاس نہیں ہے۔ پس مرزا قادیانی اور ان کے حواری کس ضرورت سے اس کے مخالف ہیں اور یہ سب تو اس تقدیر پر ہے۔ جس کو ہم بقول حواری انکی تاویلات کو قواعد عربیہ کے موافق بھی مان لیں۔ حالانکہ یہ قواعد عربیت کے بھی بالکل خلاف ہے۔ اس واسطے کہ قواعد عربیت کے موافق معنی حقیقی اصل ہیں اور تاوقتیکہ تعذر حقیقت ثابت نہ ہو۔ "صیرورت الی المجاز" باطل ہے اور ان حضرت حواری نے تعذر حقیقت ہنوز ثابت نہیں فرمایا تو صرف امکان مجاز ان کو مفید نہیں ہو سکتا۔

پس اب جواب سوال انہیں علام کے لکھا جاتا ہے کہ جب حدیث صحیح میں لفظ ابن مریم وارد ہے اور ابن مریم کے حقیقی معنی مثیل مسیح کے نہیں ہیں اور لفظ نزول شامل نزول جسدی کو بھی ہے اور نصوص شریعت اس کی تعیین پر ناطق ہیں اور موافق عقیدہ اہل سنت کے وہ محمول علی الظاہر ہیں اور صرف (پھیرنا) ان نصوص کا بدون غیر دلیل شرعی ناجائز ہے۔ تو مرزا قادیانی کے قصور کے واسطے یہی کافی ہے کہ انہوں نے خلاف نصوص شریعت نزول جسدی عیسیٰ ابن مریم سے انکار کیا

مسیح ابن مریم سے مثیل عیسیٰ مراد لے کر مخالف قواعد عربیت ترک حقیقت اور ارتکاب مجاز کیا، اس سے زیادہ دین میں کیا قصور ہو سکتا ہے۔

"وفي العقائد: وصرف النصوص عن الظواهر والعدول عنها الحاد"

یہ حضرات یہ نہیں سمجھتے کہ وقوع وصحت استعارہ وکلام عرب میں بحسب قواعد عربیت اور چیز ہے اور جواز استعارہ نصوص شرعیہ میں بغیر اعلام شارع کے اور چیز ہے اور یہ نقض نصوص شرعیہ سے صرف عن الظاہر بغیر دلیل شرعی کا مانع ہوا اس کے واسطے ان حضرات کا کلام دلائل استعارہ شرعیہ واستعارہ ایک فسانہ بے اصل ہے جو گھڑ لیا ہے۔

اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ چونکہ اصل مخاطب ہمارے مرزا قادیانی ہیں۔ اس لئے ہم ان حضرات کے خیالات کی نسبت اس موقع پر اس سے زیادہ اور کچھ کہنا نہیں چاہتے اور چونکہ درحقیقت مدار مسیحیت مرزا قادیانی اور موعودیت حواریین صرف اسی ڈھکوسلہ پر ہے کہ نصوص شرعیہ مصروف عن الظاہر ہیں اور تمام تحریرات کی بنا اسی بنا فاسد پر ہے کہ خدا کی اور اس کے رسول کی مراد ہمیشہ استعارات وکنایات میں ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ہمیں ضرورت ہے کہ ہم صرف اس بحث کو اول ختم کر لیں۔

پس یہ تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ موافق سنت والجماعت کے عقیدہ کے موافق نصوص شرعیہ محمول علی الظاہر ہیں۔ نہ کہ مصروف عنہا بے صارف شرعی اور خدا کی مراد کا ہمیشہ استعارات وکنایات میں ماننا ابطال شریعت بالکلیہ ہے۔ پس بلحاظ کسی دلیل کے مانند فاسد اور تاویل باطل سے صرف نصوص عن الظاہر جائز نہیں ہو سکتا۔ مگر ایک احتمال باقی ہے وہ یہ کہ مرزا قادیانی کے الہامات کو صارف شرعی اعتقاد کیا جاوے اور یہ بتایا جاوے کہ انہی الہامات سے نصوص ظاہرہ مجازیہ کو مصروف عن الظاہر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ زعم بھی ان کا باطل محض ہے۔ کیونکہ الہام غیر النبی حجت شرعیہ نہیں ہے اور بعض کے نزدیک جو الہام غیر النبی صرف حق ملہم میں حجت ظنیہ مانا گیا ہے سو وہ بھی بشرط موافقت شرع ہے۔

"قال شارح المنار في مقام تقسيم الوحي: الثالث ما تبدى لقلبه بلا شبهة بالهام من الله تعالى بان اراه بنور من عنده وهو المسمى بالالهام ويشترك فيه الاولياء ايضا وان كان الهامهم يحتمل الخطاء والصواب وايضا فيه والهام الاولياء حجة في حق انفسهم ان وافق الشريعة ولم يتعد الى غيرهم وايضا في التوضيح الثالث ما تبدى لقلبه بلا شبهة بالهام من الله تعالى بان اراه بنور الله من عنده كما قال الله تعالى لتحكم بين

الناس بما اراك الله وكل ذلك حجة بخلاف الهام الاولياء فانه لا يكون حجة على غيرهم"

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ الہام غیر انبیاء حجت ملزمہ علی الغیر نہیں ہے اور خود ملہم کے حق میں بھی حجت قطعیہ، بشرطہ موافقت شرع ہے اور چونکہ مرزا قادیانی کے الہامات بالکل خلاف شرع ہیں اور ان میں اس قدر بھی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ مرزا قادیانی کے لئے بھی حجت قطعیہ ہوسکیں۔ تو اب یہ زعم کہ ایسے الہامات نصوص شرعیہ کے رد و ابطال کے واسطے کافی ہوں گے یا ان کے ذریعے سے صرف النصوص عن الظاہر جائز ہوگا۔ باطل محض ہے اور در حقیقت یہ رد و ابطال نصوص کا ہے جو قطعاً الحاد اور عدول عن الاسلام ہے۔

غرض کہ جب یہ محقق ہوگیا کہ نصوص کتاب و سنت محمول علی ظواہرہا ہیں۔ مالم یصرف عنہا دلیل قطعی اور نیز یہ ثابت ہوگیا کہ ایسے الہامات جو مثل از وساوس شیطانی ہیں۔ دلیل شرعی نہیں ہوسکتے۔ بدون صرف نصوص ہوسکیں اور خدا کی مراد اگر یہی استعارات وکنایات میں پائی جائے تو ظاہر شریعت باطل و متروک ہو جائے گی تو اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول سے قطعاً انکار کرنا۔ و عیسیٰ ابن مریم سے مثیل عیسیٰ ابن مریم مراد لے کر خود اپنی نبوت و مسیحیت کرنا انکار امر منصوص ہے اور رد و الحاد ہے۔ اہل حق کا یہ عقیدہ ہے کہ نزول عیسیٰ بن مریم اشراط ساعۃ میں سے ہے۔ (چنانچہ حدیث صحیح مسلم میں آنحضرت ﷺ نے قیامت کی دس نشانیاں بیان فرمائیں اور ان میں نزول عیسیٰ بن مریم کا بھی ذکر فرمایا) اور فیما اخبر بہ النبی ﷺ وفیما علم مجیئہ بالضرورۃ میں داخل ہے۔ پس اس سے انکار کرنا تکذیب النبی فیما اخبر بہ وفیما علم مجیئہ بہ بالضرورۃ ہے۔ چنانچہ علامہ تفتازانی شرح عقائد میں لکھتا ہے:

"وما اخبر به النبی ﷺ من اشراط الساعة من خروج الدجال ودابة الارض ویاجوج وماجوج ونزول عیسی ابن مریم وطلوع الشمس من مغربها حق"

بخاری اور مسلم میں نزول عیسیٰ ابن مریم کی بابت جو روایت ہے وہ یہ ہے: "عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ والذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خيراً من الدنيا وما فيها ثم يقول

ابوهريره فاقرؤا ان شئتم وان من أهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته، متفق عليه وفي مسلم عن ابي هريرة قال قال رسول اللهﷺ لينزلن ابن مريم حكماً عدلاً فليكسرن الصليب وليقتلن الخنزير وليضعن الجزية وليتركن القلائص فلا يسعي اليها وليذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد وليدعون الى المال فلا يقبله احد''

ایسے نصوص صریحہ کے بعد ہر وہ شخص جو دین کی آنکھ رکھتا ہو۔ سمجھ سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کا عیسیٰ ابن مریم کے نزول سے انکار اہل حق کے عقیدہ کے خلاف اور بلاشبہ تکذیب النبی فیما علم مجیئه به بالضرورۃ میں داخل ہے اور ان کا یہ الہام الہام شیطانی کے قبیل سے ہے اور ایسی نصوص صریحہ کا انکار جو کہ متواترات میں ہیں۔ کمال جسارت اسلام میں ہے۔ شوکانی رسالہ توضیح میں ان احادیث کے نقل کے بعد جو نزول عیسیٰ ابن مریم کے متعلق ہیں۔ لکھتا ہے:

''فهذه تسعة وعشرون حديثاً تنضم اليها احاديث آخر ذكر فيها نزول عيسى منها ما هو مذكور في احاديث دجال ومنها ما هو مذكور في احاديث المنتظر وتنضم الى ذلك ايضاً الآثار الواردة عن الصحابة فلها حكم الرفع اذ لا مجال للاجتهاد في ذلك فمنها عن ابي هريره عند ابن ابي شيبه ومنها عنه ايضا ذكره في كنز العمال. ومنها عنه ايضا ذكره فيها ومنها عن ابن عباس ذكره في الكنز ومنها عنه ايضا ذكره فيه ومنها عن عبدالله ابن عمر ذكره ابن ابي شيبة ومنها عن ابن مسعود ذكره في كنزالعمال وجميع ما سقناه بالغ حد التواتر كما لا يخفي على من له فضل اطلاع''

مرزا قادیانی کا یہ اعتقاد بھی اہل حق کے عقیدہ کے خلاف ہے کہ وہ تعدد مسیح کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس بات سے بھی انکار نہیں کرتا کہ کوئی اور بھی مسیح ہو۔ حالانکہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ صرف ایک ہی مسیح کا وجود ہم کو بتاتی ہے اور اس کے اصول ہرگز تعدد مسیح کو مقتضی نہیں ہیں۔ بلکہ مقتضی کیا معنی، تعدد ان کے منافی ہے۔ کیونکہ اگر ایک اور بھی مسیح مرزا قادیانی کے عقیدہ کے موافق تسلیم ہو تو ان شقوق سے خالی نہ ہوگا کہ:

۱..... یا تو وہ اور مرزا قادیانی دونوں نبی ہوں گے۔

۲..... یا وہ اور مرزا قادیانی دونوں غیر نبی ہوں گے۔

۳...... یا مرزا قادیانی نبی ہوں وہ نبی نہ ہوگا۔

۴.... یا وہ نبی ہوگا مرزا قادیانی نبی نہ ہوں گے۔

اور یہ سب شقوق باطل ہیں۔

احتمال اول یعنی یہ کہ مرزا قادیانی اور وہ دونوں نبی ہوں۔ اس لئے باطل اور کفر ہے کہ انکار ختم رسالت کو مستلزم ہے اور آیت "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" اور حدیث "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی" کے بالکل منافی ہے۔

اور احتمال ثانی اس لئے باطل ہے کہ اگر وہ نبوت سے معزول ہوں تو سلب الموہوب عن المسیح موعود لازم آئے گا۔ حالانکہ یہ عقیدہ اہل حق کے خلاف ہے۔ جو حجج الکرامہ میں ابن ابی وہب سے منقول ہے۔

"فهو رسول ونبي كريم على حاله لا كما يظن بعض الناس انه ياتي واحدا من هذه الامة بدون نبوة ورسالة وجهل انهما لا تزولان بالموت فكيف بمن هو حي"

چنانچہ یہی عقیدہ تمام اہل حق کا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم بعد نزول بھی رسول ہوں گے۔ جیسے کہ وہ قبل الرفع رسول تھے اور جیسا کہ بعض جہلاء نے خیال کیا ہے کہ وہ بعد نزول احد من الناس ہوں گے ایسا نہ ہوگا۔

احتمال ثالث۔ یعنی یہ کہ مرزا قادیانی نبی ہوں اور وہ نبی نہ ہو۔ یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ وہ پھر مسیح موعود نہ ہوگا۔ مسیح موعود کو تو نبوت لازم ہے اور جب مرزا "نعوذ باللہ من ذلک" نبی ہوں اور وہ نبی نہ ہو تو وہ مسیح نہ ہوگا اور مسیح غیر موعود کا نزول باطل ہے۔ پھر مرزا قادیانی کا یہ فرمانا کہ مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ اور بھی کوئی مسیح ہو۔ بجز فریب کے اور کیا ہوگا؟

اب شق رابع رہی۔ یعنی یہ کہ مرزا قادیانی نبی نہ ہوں اور وہ مسیح مستقل نبی ہو اور پھر مرزا قادیانی کو اس وقت اصلی مسیح موعود مانا جاوے۔ یہ بھی صریح باطل ہے۔ کیونکہ مسیح موعود کو تو نبوت لازم ہے اور جب مرزا قادیانی نبی نہ ہوں گے تو آنے والے یعنی مسیح موعود کیوں کر ہوں گے۔ گو وہ اپنے کو ظل سے تعبیر کریں۔ مگر جب موعود نہیں ہیں تو ظل اصل آپ ہی بن جائیں گے۔

مرزا قادیانی پر یہ بھی کھول دیا گیا کہ مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی تھی۔ وہ فوت ہو گیا اس کی روح بہشت میں سیر کر رہی ہے۔ اس پر دوبارہ موت طاری نہ ہوگی۔ پس وہ ہرگز نازل نہ ہوگا۔

مگر ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ غلام مرزا قادیانی پر یہ کھل ہو گیا ہے تو کیا شریعت اسلام ان پر ضرور مسدود کر دی گئی ہے جو نزول عیسیٰ بن مریم پر ناطق ہے اور جس میں یہ مصرح ہے کہ عیسیٰ ابن مریم فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ اٹھا لیا گیا ہے۔ تفسیر ابو السعود میں تحت قولہ تعالیٰ ''انی متوفیک ورافعک الیّ'' لکھا ہے:

''قوله انی متوفيك ای مستوفی اجلك ومؤخرك الی اجلك المسمی عاصماً لك من قتلهم او قابضك من الارض من توفيت مالی او متوفيك نائما اذ روی انه رفع نائما وقيل مميتك فی وقتك بعد النزول من السماء ورافعك الآن او مميتك من الشهوات العائقة عن العروج الی عالم الملكوت وقيل اماته الله سبع ساعات ثم رفعه الی السماء واليه ذهبت النصاری قال القرطبی والصحيح ان الله تعالی رفعه من غير وفات ولا نوم كما قال الحسن وابن زيد وهو اختيار الطبری وهو الصحيح عن ابن عباس''

صاحب بیضاوی لکھتا ہے: ''ای مستوفی اجلك ومؤخرك الی اجلك المسمی عاصماً اياك من قتلهم''

فخر رازی کبیر میں لکھتا ہے: ''معنی قوله تعالی انی متوفيك ای متمم عمرك فح اتوفاك فلا اتركهم حتی يقتلوك بل انا رافعك الی سمائی ومقربك الی ملائكتی واصونك عن ان يتمكنوا من قتلك وهذا تاويل حسن''

اس کے بعد لکھتا ہے: ''الوجه الرابع فی تاويل الآية ان الواو فی قوله تعالی متوفيك ورافعك الیّ تفيد الترتيب فالآية تدل علی انه تعالی يفعل به هذه الفعال فاما كيف ومتی يفعل فالامر فيه موقوف علی الدليل وقد ثبت بالدليل انه حی وورد الخبر عن النبی ﷺ انه سينزل ويقتل الدجال ثم انه تعالی يتوفاه بعد ذلك''

اس کے بعد ایک اور وجہ لکھی ہے۔ چنانچہ کہا ہے: ''التوفی هوا خذ الشئ وافيا ولما علم الله تعالی ان من الناس من يخطر ببها له ان الذی رفعه الله هو روحه لا جسده ذكر هذا الكلام ليدل علی انه عليه الصلوة والسلام رفع بتمامه الی السماء بروحه وبجسده ويدل علی صحته هذا التاويل قوله تعالی ولا يضرونك من شئ''

کمالین حاشیہ جلالین میں اس مقام کے متعلق لکھا ہے: ’’التوفی ھو القبض یقال وفانی فلان دراھمی واوفانی وتوفیتھا منہ غیر ان القبض یکون بالموت وبالاصعاد فقولہ رافعک الیّ من غیر موت تعیین للمراد وفی البخاری قال ابن عباس متوفیک ای ممیتک معناہ فی وقت موتک بعد النزول من السماء ورافعک الآن‘‘

دیکھو مفسرین کی ان تمام تصریحات اور تعیین مراد سے کالشمس فی نصف النہار ثابت ہے کہ عیسیٰ ابن مریمؑ زندہ ہیں اور متوفیک کے معنی متمم عمرک اور مستوفی اجلک کے ہیں۔ مگر چونکہ مرزا قادیانی کو خود عیسیٰ بننے کے واسطے ضرورت ہے کہ وہ عیسیٰ موعود کے نزول سے انکار کرے اور اسلام کے اس ضروری عقیدہ کو اپنے افتراء کے ذریعے باطل قرار دے۔ پس اسی ضرورت سے اس نے ایک نیا قاعدہ اسلام میں پیدا اختراع کیا ہے۔ جس کی کوئی اصل ہم کو شریعت محمدیہ سے نہیں ملتی۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ عیسیٰ موعود تو بہشت بریں میں داخل ہو چکے ہیں۔ اب ان پر دوبارہ موت طاری نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس خرافات کا کوئی مطلب ہرگز ہم نہیں سمجھے۔ کیونکہ اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ جو ایک بار بہشت بریں میں کسی طرح داخل ہو گیا۔ پھر وہ وہاں سے نکل ہی نہیں سکتا۔ تو یہ مشکل ہوگی کہ ہمارے نبی پاک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا شب معراج میں بہشت بریں میں داخل ہونا شرعاً ممتنع ہوگا۔ ورنہ بعد دخول جنت وہ پھر دنیا میں کس طرح لوٹ کر آتے اور اگر وہ بہشت بریں میں داخل ہو کر دنیا میں آ سکے تو عیسیٰ موعود کا پھر نازل ہونا کیونکر شرعاً مستبعد ہو سکتا ہے؟ کیونکہ جس طرح آنحضرت ﷺ قبل الاجل بطریق سیر بہشت بریں میں داخل ہو کر پھر دنیا میں آ گئے۔ عیسیٰ موعود بھی قبل الاجل ایک زمانہ معین تک بہشت میں رہ کر پھر آ سکتے ہیں۔ گو سبب دخول اور زمان قیام میں دونوں کے کوئی بھی اختلاف ہو۔ مدعا تو ’’نزول فی الدنیا بعد دخول الجنۃ‘‘ سے تھا اور وہ بہرکیف عقلاً اور شرعاً ثابت ہے اور اگر مرزا قادیانی کا مطلب یہ ہے کہ جس پر ایک بار موت طاری ہو گئی ہو۔ اس پر دوبارہ موت طاری ہونا مستحیل ہے تو اس کے لئے بھی کوئی اصل شرعی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ابطال صریح کے واسطے آیت: ’’کالذی مرّ علی قریۃ وھی خاویۃ علی عروشھا قال انّی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ‘‘

اور قصہ اصحاب کہف کما قال اللہ تعالیٰ!

"الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم"

اور بہت سے معجزات انبیاء اور خود احیاء عیسوی کافی وافی ہیں اور جب کہ دوبارہ موت کا طاری ہونا کسی طرح پر خلاف اصول شریعت نہیں تھا تو اسی بناء پر صاحب فتح الباری لکھتے ہیں کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ کی موت "قبل الرفع" کے قائل ہیں۔ اگر ان کا یہ قول ضعیف بھی مان لیا جائے تو کوئی استحالہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ بعد نزول پھر فوت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ عبارت اس کی یہ ہے:

"وعلی ھذا فاذا نزل الی الارض ومضت المدۃ المقدرۃ یموت ثانیا"

تو اب مرزا قادیانی کے اس اصل کا مدعا کے واسطے کہ عیسیٰ تو ایک بار فوت ہو گیا۔ اس کی روح بہشت بریں میں سیر کر رہی ہے۔ اس پر دوبارہ موت طاری نہ ہوگی۔ کون سی اصل شرعی ہے۔ ہم تو کہہ سکتے ہیں کہ اگر خلاف جمہور ہم آپ کے اس زعم باطل کو بھی تسلیم کر لیں کہ عیسیٰ موعود فوت ہو چکا۔ تاہم وہ ضرور نازل ہوگا اور خدا اپنا وعدہ پورا کرے گا اور وہ دوسری بار فوت ہو جاوے گا تو بجز اس کے کہ مرزا قادیانی کو عیسیٰ بننے کا موقع نہ ملے گا اور کیا حرج لازم آوے گا اور اگر مرزا قادیانی کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص ایک بار اپنی اجل معین فی الدنیا کو پورا کر کے بہشت بریں میں داخل ہو گیا۔ وہ بہشت بریں سے اس طرح نہ نکالا جاوے گا کہ پھر وہ اس میں داخل نہ ہو سکے اور اس پر وعدہ الٰہی کے موافق دوسری بار موت بھی طاری نہ ہوگی تو یہ مسلم ہے۔ مگر عیسیٰ موعود پر اجل معین فی الدنیا پورا ہونے کے بعد کب موت طاری ہوئی ہے اور وہ "بعد اتمام الاجل فی الدنیا" کب بہشت میں داخل ہوئے ہیں جو ان کا بہشت سے آنا مستحیل ہو۔ بلکہ ان کی اجل تو ہنوز باقی ہے تو اب ان کا "نزول فی الدنیا" اور "خروج من الجنۃ" اس طرح نہ ہوا کہ وہ بہشت میں نہ جا سکے۔ بلکہ وہ اپنی باقی ماندہ اجل کو پورا کر کے بعد وفات پھر جنت میں داخل ہوگا اور اس کے بعد کبھی پھر نہ نکالا جائے گا۔ مگر ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ بعض بطال اپنے زعم میں پہلے سے ایک غرض فاسد قرار دے کر اصول شریعت کو اپنے زعم باطل کا تابع بنایا کرتے ہیں جو انہیں پسند کے لائق ہوتی ہے اور اس کو تحریف شریعت کہا جاتا ہے۔

اب بڑا استدلال مرزا قادیانی کا عبداللہ بن عباسؓ کی اس تفسیر سے ہے جو بخاری میں ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ "متوفیک ای ممیتک" مگر ہم اس کے معنی اور بخاری کی مراد کو پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ابن عباس کی تفسیر لفظ "متوفیک" کی لفظ "ممیتک" کے ساتھ ہرگز اس پر دال نہیں ہے کہ وہ قبل النزول عیسیٰ بن مریم کی موت کا قائل ہے۔ بلکہ اپنے وقت پر موت کا قائل

ہے اور اگر فرض ان سے منقول بھی ہو تو ابو سعود کی تفسیر کے مطابق جو بر اتع الروحتین ابن عباس کا مذہب بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ رفع مسیح قبل موت کا قائل ہے اور اس کی تفسیر کی صحیح توجیہ یہ ہے۔

"ای ممیتک عند اجلک المسمی بعد النزول من السماء ورافعک الآن"

تو اب مرزا قادیانی کا اس ضعیف بنیاد پر عیسیٰ ابن مریم کے نزول سے انکار کرنا اور ایسے محکم نصوص سے ابا کرنا اور عیسیٰ بن مریم کی موت کا قائل ہو کر نصاریٰ کے مذہب کی تائید کرنا قانون شریعت اسلامیہ کے بالکل خلاف ہے۔

اس مقام پر (مرزا قادیانی کے) بعض حواریین نے لکھا ہے کہ اگر خدا کی مراد یہ ہوتی کہ اول عیسیٰ بجسم عنصری اٹھائے جاویں گے۔ اس کے بعد وفات پاویں گے تو خدا کے کلام میں بلاغت نہیں رہتی۔ کیونکہ اس تقدیر پر یوں کہنا مناسب تھا۔

"یا عیسیٰ انی رافعک بجسمک العنصری ثم متوفیک۔ الخ"

اور نقصان بلاغت کا منشاء غالباً یہ سمجھا ہے کہ رفع اول واقع ہوگا اور موت اس کے بعد ہوگی تو گویا ترتیب واقعات اور قصص میں تقدیم وتاخیر لازم آوے گی۔ پس ان حضرت حواری نے بلاغت صرف قصوں کی ترتیب کا نام سمجھا ہے اور نعوذ باللہ اگر اسی کا نام بلاغت ہو تو تمام قرآن پاک میں شاید بلاغت نہ ہے۔ کیونکہ یہ ترتیب قصص واحوال میں کہیں ملحوظ نہیں ہے۔ دیکھو سورۃ بقرہ میں اوّل ارشاد ہے۔"ان اللہ یأمرکم ان تذبحوا بقرۃ" اور آخر میں مذکور ہے۔ "واذ قتلتم نفساً۔ الخ"

اور ان حضرت حواری کی بلاغت کے موافق یہ کہنا چاہئے تھا:"واذ قتلتم نفساً فادارأتم فیہا امرکم اللہ تعالیٰ ان تذبحوا بقرۃ"

(اور سورۃ قاف میں ہے:"کذبت قبلہم قوم نوح واصحاب الرس وثمود وعاد وفرعون واخوان لوط" اس جگہ اللہ نے عاد کو ثمود کے بعد اور اخوان لوط کو فرعون کے بعد ذکر فرمایا ہے اور جس کو قرآن سے کچھ بھی لگاؤ ہے وہ جانتا ہے کہ ثمود عاد کے بعد ہوئے ہیں اور فرعون لوط کے بعد دیکھو سورۃ اعراف اور عنکبوت میں یہ دونوں آئی ہیں۔"واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد وبوأکم فی الارض" سے ان میں صریح ذکر ہے کہ ثمود بعد عاد کے ہوئے ہیں اور لوط ابراہیم کے زمانہ میں اور موسیٰ اور فرعون ابراہیم کے بعد ہوئے ہیں تو اب ظاہر ہوگیا کہ قرآن اور ترتیب زمانی ہرانے حجت قادیانی باطل اور لغو ہوگی)

بھی بیان فرمادیں کہ اس بے ترتیبی سے کس قدر بلاغت میں نقصان لازم آتا ہے۔
"اعاذنا الله من ذلك" وہ نہیں سمجھے کہ بلاغت عبارت ہے۔ کلام کے مطابق مقتضی حال ہونے سے، اور چونکہ اس مقام پر پروردگار عالم کو روز محشر یہود کا تصور تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل سے دھمکاتے تھے اور حضرت عیسیٰ کی تسلی خدا تعالیٰ کو منظور تھی۔ تو ارشاد فرمایا کہ: "یعیسیٰ انی متوفیك" یعنی اے عیسیٰ تو اپنی اجل معین کو پورا کرے گا اور معمول کی موت سے مرے گا۔ یہود کو دسترس نہ ہوگی کہ وہ تجھ کو قتل کر سکیں اور اس اجل معین کے پورے ہونے تک ہم تجھ کو زمین سے اٹھالیں گے اور ان کے کید واذیت سے محفوظ رکھیں گے۔ پس اب خواری صاحب خدا تعالیٰ کے کلام میں دخل دینے کے واسطے ذرا اپنی قابلیت کا تو اندازہ فرمالیں۔ دیکھو عبارت فتح الباری بھی اسی دعا پر دال ہے۔

"قال العلماء الحکمة فی نزول عیسیٰ دون غیره من الانبیاء الرد علی الیهود فی زعمهم انهم قتلوه فبین الله تعالیٰ کذبهم وانه الذی یقتلهم"

علامہ رازی لکھتا ہے: "معنی قوله تعالیٰ انی متوفیك ای متمم عمرك فح اتوفاك فلا اترکهم حتی یقتلوك بل انا رافعك الیٰ سمائی ومقربك بملئکتی واصونك عن ان یتمکنوا من قتلك وهذا تاویل حسن"

اس مقام پر (مرزا قادیانی کے) بعض حواریین نے حضرت ابوہریرہؓ کے اس استشہاد پر جو انہوں نے آیت "وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به" سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی نسبت کیا ہے۔ جرح فرمائی ہے اور ضمیر "قبل موته" کا مرجع "کتابی" کو سمجھا۔ حالانکہ ابوہریرہؓ کا استشہاد اسی وقت صحیح ہوتا ہے۔ جب کہ اس ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ پس حضرت ابوہریرہؓ قائل ہوئے کہ "کتابی" اس کا مرجع نہیں ہے اور یہی مذہب حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا ہے۔ چنانچہ فتح الباری میں اسی استشہاد کے متعلق لکھا ہے:

"هکذا عبارته وقوله فی الآیة وان بمعنی ما ای لا یبقی احد من اهل الکتاب وهم الیهود والنصاریٰ اذا نزل عیسیٰ الا آمن به وهذا مصیر من ابی هریرةؓ الی ان الضمیر فی قوله الا لیؤمنن به وکذلك فی قوله قبل موته یعود علی عیسیٰ ای الا لیؤمنن بعیسیٰ قبل موت عیسیٰ وبهذا جزم ابن عباس فیما رواه جریر من طریق سعید بن جبیر عنه باسناد صحیح ومن

طریق ابی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیسیٰ واللّٰہ انہ الآن لحی ولکن اذا نزل آمنوا بہ اجمعون ونقلہ عن اکثر اھل العلم ورجحہ ابن جریر وغیرہ“

پس اب اہل حق خیال کریں کہ اگر یہ عدول عن مذہب اصحاب نہیں ہے تو کیا ہے اور جو لوگ اعلم بمعانی القرآن تھے اور جن کی تفسیر ایسے امور میں واجب الاتباع ہے۔ ان کی تفسیر کا رد و ابطال نہیں ہے تو کیا ہے؟

”وھل ھذا الا ابتلاء مبین وھذا خلاف بین اصحاب محمد رسول اللّٰہ وبین اصحاب القادیانی اعاذنا اللّٰہ من تلک التھانی ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ“

اور سنئے حضرت قادیانی نے ملائکہ کے وجود سے انکار کیا ہے اور ان کے حواریین نے بھی دبی زبان سے اس کا اقرار فرما کر تحریر فرمایا ہے کہ ملائکہ کے بازوؤں سے قوائے ملکیہ مراد ہیں اور عقل تائید اس کی یوں فرمائی ہے کہ پرندوں کے سوائے دو بازو کے تین یا چار بازو نہیں ہوتے۔

”کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا“

اللہ پاک صاف اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے: ”الحمد للّٰہ فاطر السمٰوات والارض جاعل الملائکۃ رسلا اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلاث ورباع یزید فی الخلق مایشاء“

اس کلام سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ پروں والے ہیں۔ دو پر والے اور تین پر والے اور چار پر والے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جس قدر چاہے اور زیادہ کرے۔ جس کی تصدیق احادیث صحیحہ میں ہے۔ چھ سو پروں والے فرشتے بھی ہیں اور ان حواری صاحب کا نیچر فرماتا ہے کہ دو پروں سے زیادہ ناممکن ہے۔ ”وھل ھذا الاختلاف بین حواری القادیانی وبین اللّٰہ تعالیٰ اعاذنا اللّٰہ من ذلک“

حضرت حواری نے نیچر کے علم کے موافق اس امر کو مستبعد سمجھا ہے کہ ایک پرند کے تین یا چار بازو ہو سکیں۔ حالانکہ نیچر کے موافق بھی وہ مستبعد نہیں ہے۔ کیونکہ ان حضرت حواری نے ایک چھوٹا سا جانور غیر پرند، جس کو ہزار پایا کہتے ہیں۔ ضرور دیکھا ہوگا۔ دیکھو وہ ہزار پاؤں سے کیسی صاف رفتار چلتا ہے۔ اسی طرح اگر ہزار پر کا طائر خدا ایسا بنا دے۔ جو ہزار پروں سے اس

طرح اتر سکے۔ جس طرح ہزار پاؤں سے ہزار پایا چلتا ہے۔ تو کیا خدا کی قدرت سے بعید ہے۔
باقی رہا معنی تحریر پر غرور ہونا اہل علم کا کام نہیں۔ کیا ضرورت عقلی یا نقلی داعی ہے جو ہم "صرف النصوص عن الظاهر" کے قائل ہوں اور مذاہب صحیح سے عدول کر کے الحاد اختیار کریں۔
حواری مذکور نے اس لفظ حدیث پر بہت تعجب کیا ہے۔ "واضعا کفیه علی اجنحة ملکین" اور وہ فرماتے ہیں کہ اوپر سے اترنے والا پروں پر ہتھیلیاں کیونکر ٹیک سکتا ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ حدیث "لتضع اجنحتها لطالب العلم" کے پھر یہ معنی ہوں گے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ مجمع البحار میں ہے "قیل هو بمعنی التواضع تعظیما لحقه" اور اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو معنی تواضع کے بیان کیے ہیں۔ وہی معنی تواضع کے حدیث "واضعا کفیه علی اجنحة الملکین" کے بھی ہوں گے۔ "فیما اسنده علی ضیعة العلم واهلیها" اے حضرات اہل حق ذرا خیال فرمائیے کہ معنی لفظ اجنحہ کے تواضع کے ہیں تو حدیث نزول عیسیٰ ابن مریم میں "واضعا کفیه علی اجنحة الملائکة" کے یہ معنی ہوئے کہ حضرت عیسیٰ فرشتوں کی تواضع پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے اور وہ شاید اہل مذاق کے اس محاورہ کے موافق ہو کہ فلاں شخص اپنی شرم پر ہاتھ رکھ کر آیا اور جب تقریر یوں ہے پھر صاحب مجمع البحار کے کلام سے استشہاد کی کیا ضرورت ہوگی۔ کیونکہ وہ تو "وضع اجنحة" کے معنی تواضع کے بیان کرتا ہے۔ "اجنحة" کا محاورہ نہیں بیان کرتا اور "وضع اجنحة" بمعنی "تواضع وخفض اجنحة" بمعنی "العجز" محاورہ ہے۔ "کما فی مجمع البحار وکما قال الله تعالی واخفض لهما جناح الذل" اور اگر مراد حواری صاحب کی یہ ہے کہ "وضع اجنحة" بمعنی التواضع ہے تو حدیث نزول عیسیٰ میں "وضع اجنحة" کہاں ہے جو تواضع مراد ہو۔ وہاں تو "وضع الکف علی الاجنحة" ہے جو مطلق تواضع کے لئے آتا ہی نہیں ہے۔ پھر تواضع کے یہ معنی ہوں گے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ "وضع الکف علی اجنحة الملائکة" کے معنی بھی تواضع کے ہیں۔ تو اس کے استشہاد کے واسطے کوئی اور محاورہ نقل کیجئے جو مدعا ثابت ہو۔ مجمع البحار میں اس کا کہیں نشان نہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ جہاں لفظ "اجنحة" دیکھ پائیں وہیں تواضع کے معنی سمجھ لئے کلام کے سیاق وسباق سے کچھ بحث نہیں تو اس فہم عالی کا کیا جواب ہے۔ یہ علوم لدنیہ ہیں جو صرف حواریین قادیانی کا حصہ ہے۔ مسیح کے طالب رہے خدا اور رسول کے کلام کو اور اس کو کیا جانیں۔
اب ہم ان واقعات کو دیکھتے ہیں جو اصلی مسیح ابن مریم کے نزول کے وقت ہوں گے

پائیں اور جن کی تصریح کسی غیر مریب روایت ہمارے شارع سے ثابت ہے۔ چنانچہ سب سے بڑا واقعہ جو عیسیٰ ابن مریم کے زمانہ میں ہوگا۔ قتل دجال ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں نواس بن سمعان سے مروی ہے:

"قال ذکر رسول الله ﷺ الدجال فقال ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجه دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسه والله خلیفتی علی کل مسلم، انه شاب قطط عینه طافئة کانی اشبهه بعبد العزی بن قطن فمن ادرکه منکم فلیقرأ فواتح سورة الکهف وفی روایة فلیقرأ بفواتح سورة الکهف فانها جوارکم من فتنة انه خارج خلة بین الشام والعراق فعاث یمینا وعاث شمالاً یا عباد الله فاثبتوا قلنا یا رسول الله وما لبثه فی الارض؟ قال: اربعون یوما یوم کسنة ویوم کشهر ویوم کجمعة وسائر ایامه کایامکم قلنا یا رسول الله فذالك الیوم الذی کسنة اتکفینا فیه صلوة یوم؟ قال لا اقدروا له قدره قلنا یا رسول الله وما اسرعه فی الارض؟ قال کالغیث استدبرته الریح فیأتی علی القوم فیدعوهم فیؤمنون به ویستجیبون له فیأمر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح علیهم سارحتهم اطول ما کانت ذری واسبغه ضروعاً وامده خواصر ثم یأتی القوم فیدعوهم فیردون علیه قوله فینصرف عنهم فیصبحون ممحلین لیس بایدیهم شئ من اموالهم ویمر بالخربة فیقول لها: اخرجی کنوزك فتتبعه کنوزها کیعا سیب النحل ثم یدعوا رجلاً ممتلئاً شبابا فیضربه بالسیف فیقطعه جزلتین رمیة الغرض ثم یدعوه فیقبل ویتهلل وجهه ویضحك فبینما هو کذالك اذ بعث الله المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهرودتین واضعاً کفیه علی اجنحة ملکین اذا طأطأ رأسه قطر واذا رفعه تحدر منه جمان کاللؤلؤ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسه الامات ونفسه منتهی حیث ینتهی طرفه فیطلبه حتی یدرکه بباب لد (فیقتله ثم یأتی عیسیٰ ابن مریم) قوم قد عصمهم الله منه فیمسح علی وجوههم ویحدثهم بدرجاتهم فی الجنة فبینما هو کذالك اذ اوحی الله الی عیسیٰ علیه السلام انی قد اخرجت عباد الی لا یدان لاحد بقتالهم فحرز عبادی الی الطور ویبعث الله یأجوج

وماجوج وهم من كل حدب ينسلون فيمر اوائلهم على بحيرة طبرية
فيشربون مافيها ويمر آخرهم فيقولون لقد كان بهذه مرة ما ويحصر نبي
الله عيسىٰ واصحابه حتى يكون رأس الثور لاحدهم خيرا من مأة دينار
لاحدكم اليوم فيرغب نبي الله عيسىٰ واصحابه فيرسل (الله) عليهم النغف
في رقابهم فيصبحون فرسىٰ كموت نفس واحدة ثم يهبط نبي الله عيسىٰ
عليه السلام واصحابه الى الارض فلا يجدون في الارض موضع شبر الا
ملاه زهمهم ونتنهم فيرغب نبي الله عيسىٰ عليه السلام واصحابه الى الله
فيرسل الله طيراً كاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حيث شاء الله ثم يرسل
الله مطراً لا يكن منه بيت مدر ولا وبر فيغسل الارض حتى يتركها كالزلفة
ثم يقال للارض انبتي ثمرتك وردي بركتك فيومئذ تأكل العصابة من
الرمانة ويستظلون بقحفها ويبارك في الرسل حتى ان اللقحة من الابل
لتكفي الفئام من الناس واللقحة من البقر لتكفي القبيلة من الناس واللقحة
من الغنم لتكفي الفخذ من الناس فبينما هم كذلك اذا بعث الله ريحاً طيبة
فتأخذهم تحت اباطهم فتقبض روح كل مؤمن وكل مسلم ويبقى شرار
الناس يتهارجون فيها تهارج الحمر فعليهم تقوم الساعة''

(قاضی محمد سلیمان منصور پوری غایۃ المرام میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے آدھے
حصے کا ترجمہ مرزا قادیانی نے بھی اپنے ازالہ اوہام میں کیا ہے۔ مگر ترجمہ کرتے کرتے بھی بہت اینچ
پینچ ڈالے ہیں۔ ایک فقرہ کا ترجمہ کیا اور دو تین درمیان غیر مربوط چھوڑے۔ پھر اس طرح تا کہ اصل
حدیث کا مطلب ناظرین کی سمجھ میں نہ آنے پائے۔ غرض اس حدیث کے آدھے حصے کے ترجمہ کو
صفحہ ۲۲۰ سے ۲۲۸ تک طول دیا ہے اور پھر تمام حدیث کے مضامین کی نسبت لکھا ہے کہ وہ عقل
و شرع سے مخالف پڑے ہوئے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ اس ضمن میں جو بعض الفاظ ایسے آ گئے ہیں
جن کی تاویل آپ کر سکتے ہیں۔ ان کی تاویل بحث کر کے اپنے آپ کو مصداق مسیح ان کا بنایا
ہے۔ مثلاً زرد کپڑوں سے مراد بیمار ہونا۔ دمشق سے مراد قادیان۔ مثلاً دم کی بھاپ سے دم مسیح
مراد لینا۔ دو فرشتوں سے مراد علوم عقلی و نقلی بیان کیا۔ منارۂ شرقی سے مراد اپنی مسجد کے منارہ کو
ٹھہرانا اور اس کے ساتھ (بڑی) ایک الہامی عبارت کا جوڑ دینا ''انا انزلناہ قریباً من
القادیان بطرف شرقی عند المنارة البیضاء'' (ازالہ اوہام ص ۶۳، خزائن ج ۳ ص ۱۳۹)

مجھی جہاں تا دیل سے بالکل ہی رہ گئے۔ اس کا ترجمہ بھی چھوڑ دیا یا چپ سادھ کر خاموشی اختیار کر لی۔ ناظرین اس حدیث کے ترجمہ کو ازالۃ الاوہام میں دیکھیں اور جو کچھ مرزا قادیانی کے دل پر اس حدیث کے مضامین سے گزرتی ہے اس کا اندازہ کریں۔ حدیث ایک ہی ہے۔ اسی حدیث کو ایک جگہ بالکل صحیح مانتے ہیں اور اپنی بشارت اس میں سے نکالتے ہیں۔ اسی کے ایک حصہ کی نسبت ایسا سکوت ہے گویا حدیث میں اس عبارت کے ہونے کا علم و خبر تک بھی نہیں۔ اسی حدیث کے ایک حصہ کی نسبت ایسے غیظ و غضب سے بھر جاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی پر وضعی حدیث بنانے کا اتہام لگانے لگتے ہیں اور چیخ اٹھتے ہیں کہ اس کا بانی مبانی نواس بن سمعان ہے۔ یہ سب کچھ لکھ کر جب بھول جاتے ہیں۔ تو اسی حدیث کے مطالب کھلنے کے واسطے حکیم نورالدین کا درخواست کرنا اور خود بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہونا اور کشفی طور پر الفاظ حدیث کے معانی کا اپنے اوپر ظاہر ہو جانا تحریر کرتے ہیں۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت! اگر اس حدیث کے مضامین عقل و شرع کے خلاف تھے۔ اگر اس کا بانی مبانی نواس بن سمعان ہی تھا۔ اگر بخاری نے اس کو موضوع سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ اگر آپ کی تحقیق میں یہ حدیث مسلم شریف کی دوسری حدیثوں سے بھی بالکل منافی معلوم ہوتی تھی۔ تو پھر آپ نے حکیم نورالدین صاحب کو بھی یہی جواب کیوں نہ دے دیا اور خدا نے بھی کیوں اس کے معنی نہ بتلائے اور یہ نہ کہہ دیا کہ اس کے مضامین تو عقل و شرع کے خلاف اور شرک سے بھرے ہوئے اور الوہیت کے تمام اقتدار ایک دجال خبیث کو دینے والے ہیں۔ (خدا کی عبارات اور تحریر "یرد بعضہ بعضا" پر بھی لوگ خیال کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی بڑے عالی شان تاجر ہیں۔ بہا م)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دجال خروج کرنے کے بعد اپنا فساد شروع کر دے گا۔ اس وقت مسیح موعود نازل ہوگا اور اس کو قتل کرے گا۔ عند باب لدقتل کرے گا اور نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوگا۔ قادیان میں نہیں پیدا ہوگا اور نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ محل نزول اس کا شرقی دمشق عند منارۃ البیضاء ہوگا اور نیز معلوم ہوتا ہے کہ دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے۔ "بین مہرودتین" نزول فرمائے گا اور اسی کی مثل تمام اور روایات ہیں جو نزول عیسیٰ ابن مریم اور خروج دجال کی خبر پر مشتمل ہیں اور جن میں مصرح ہے کہ دجال سے مراد گروہ منکرین مرزا قادیانی نہیں ہے اور نزول مسیح موعود خروج دجال کے بعد ہوگا۔ چنانچہ شوکانی نے خروج دجال کی اخبار کی نسبت بالغ حد التواتر لکھا ہے۔

"قال الشوکانی فی التوضیح واما الاحادیث الواردۃ فی الدجال

فالذی انکرہ منھا مائۃ حدیث''

اس کے بعد احادیث کو نقل کر کے لکھا ہے:''ولنقتصر علی ھذا المقدار فلیس المراد الابیان کون احادیث خروج الدجال متواترۃ والتواتر یحصل بالبعض مما سلفناہ وقد بقیت احادیث وآثار عن جماعۃ من الصحابۃ ترکنا ذکرھا ووقفنا علی ھذہ المائۃ الحدیث التی اشرنا الیھا وعلی من خرجھا''

اسی طرح بعض روایات میں عیسیٰ موعود کا حلیہ بھی مذکور ہے:عن ابی ھریرہ عن النبی ﷺ قال لیس بینی وبینہ (یعنی عیسی) نبی وانہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض بین ممصرتین کأن راسہ یقطر وان لم یصبہ بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام ویھلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی فیصلی علیہ المسلمون ۔ رواہ ابوداؤد (باسناد صحیح فتح الباری)

چنانچہ اس روایت سے ہم کو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حلیہ بھی ہمارے شارع کی طرف سے متعین ہے اور اس کے بعض وہ کام بھی خاص فرمائے گئے ہیں جو وہ دنیا میں کرے گا۔ وہ مرزا قادیانی کا نہ وہ حلیہ ہے، نہ وہ کام مرزا قادیانی سے ظہور میں آئے ہیں۔ نہ خود دنیا سے مذاہب باطلہ کا بمقابلہ اسلام کے زوال ہوا ہے۔ بلکہ برخلاف اس کے آریہ مذہب کی ترقی خود مرزا قادیانی کی مخالفت کی ہوئی ہے تو اب ایسی حالت میں مرزا قادیانی نے کیوں بے وقت اور بے محل نزول فرمایا۔

اور ایک دوسرا واقعہ جو سچے مسیح موعود اور جھوٹے مسیح کے درمیان امتیاز کرنے کی عمدہ علامت ہے۔ یہ ہے کہ سچے مسیح موعود کے نزول سے مہدی منتظر کا ظہور ہوگا اور وہ عیسیٰ ابن مریم کے نزول کے وقت دنیا میں موجود ہوگا اور امامت کی تواضع کرے گا۔ وہ عیسیٰ ابن مریم''تکرمۃ لھذہ الامۃ''اس تواضع کو قبول نہ فرمائیں گے۔ بلکہ خود مہدی کا اقتدا کریں گے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم ۔ رواہ البخاری

اس کے تحت میں شیخ نے لکھا ہے: "قوله وامامكم منكم اى من قريش وهو المهدى عليه السلام اى عيسىٰ يقتدى به تكرمة لهذه الامة"

حضرت جابرؓ سے مروی ہے، صحیح مسلم میں: "قال قال رسول اللہ ﷺ لا تزال طائفة من امتى يقاتلون على الحق ظاهرين الى يوم القيامة قال فينزل عيسى بن مريم فيقول اميرهم تعال صل لنا فيقول لا ان بعضكم على بعض امراء تكرمة الله هذه الامة"

اور سنن ابوداؤد میں ہے: "قال لو لم يبق من الدنيا الا يوم قال زائدة لطول الله ذلك اليوم حتى يبعث رجلاً منى او من اهل بيتى يواطى اسمه اسمى واسم ابيه اسم ابى (وسكت عنه)"

اور جامع ترمذی میں ہے: "عن عبدالله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ لا يذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من اهل بيتى يواطى اسمه اسمى وقال هذا حديث حسن صحيح"

ان روایات کی بابت شیخ نے لمعات میں لکھا ہے: "قد تظاهرت الاحاديث البالغة حد التواتر معنى فى كون المهدى من ولد فاطمة وقد ورد فى بعض الاحاديث كونه اولاد الحسن وبعضها من اولاد الحسين سلام الله عليهم اجمعين وقد ورد فى الاحاديث الغريبة انه من ولد عباس وقال الشيخ الهيثمى ولا منافاة بينهما اذلا مانع من اجتماع الولادات فى شخص من جهات مختلفة"

علامہ شوکانی نے توضیح میں لکھا ہے: "وقد ورد السوال عن بعض الاعلام عن الاحاديث الواردة فى هؤلاء هل هى متواترة ام لا، فاقول اما الاحاديث الواردة فى المهدى فالذى امكن الوقوف عليها خمسون حديثاً"

اور پھر نقل احادیث کے بعد لکھتے ہیں: "فهذه الاحاديث الواردة فى المهدى خمسون حديثاً فيها الصحيح والحسن والضعيف المنجبر وهى متواترة بلا شبهة بل يصدق وصف التواتر على مادونها على جميع الاصطلاحات المحررة فى الاصول والى ههنا انتهى الكلام على الاحاديث الواردة فى

المهدي واما الآثار من الصحابة المصرحة بالمهدي فهي كثيرة انتهى من حجج الكرامة"

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں مہدی منتظر کا بھی وجود نہیں ہے۔ جس سے کچھ شبہ ہوتا کہ مرزا قادیانی ہی شاید آنے والے مسیح ہوں۔ پس جب کہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں خروج دجال کا نشان نہیں ہے اور مہدی منتظر کا پتہ نہیں ہے۔ بجائے اس کے کہ ادیان باطلہ دنیا سے جاتے رہیں۔ شباب کفر اور ترقی ادیان باطلہ ہے اور بجائے اس کے کہ آپ کا نزول شرقی دمشق میں آسمان سے ہوتا۔ قادیان میں خروج ہوا ہے (مگر شاید قادیان کو قادیانی آسمان کا ٹکڑا کافی سمجھا ہو۔ بلکہ ہمیں کہ قادیانی ہو دیں سمت) پھر ہم کیونکر مرزا قادیانی کو مسیح موعود تسلیم کر لیں جو آثار ہم کو اخبار محمدیہ سے مسیح موعود کے معلوم ہوئے ہیں۔ وہ تو یہ ہیں کہ مسیح موعود عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ جس کی نسبت ہمارے مخبر صادق ﷺ نے قسم کے ساتھ یہ فرمایا ہے۔" واللہ لینزلن فیکم ابن مریم"

(بعض علماء نے اس مقام پر لکھا ہے کہ جب کوئی منکر نہ تھا تو اس تاکید کی کیا ضرورت تھی۔ پس ہمارے نزدیک وہ بھی ضرورت تھی کہ خدا یا آنحضرت ﷺ کو بالوحی معلوم تھا کہ آئندہ منکر ایسے پیدا ہوں گے کہ جو عیسیٰ ابن مریم کے رفع جسدہ اور نزول جسدہ سے انکار کریں گے اور ان منکرین کے مقابلہ میں تاکید ضرور ہوگی۔ گو بظاہر روئے امت اجابت میں ہوں۔" وهذا على زعمهم" ورنہ تخصیص امت اجابت کے کیا معنی خطاب مخصوص امت اجابت کے واسطے نہیں ہے۔ تمام قوم یہود منکر موجود تھے اور اب بھی بعض یہود اور بعض مثل یہود موجود ہیں جو امت میں شامل ہیں۔ چنانچہ فخر الدین رازی لکھتا ہے۔" ولما علم الله تعالىٰ ان من الناس من يخطر بباله ان الذي رفعه الله هو روحه لا جسده ذكر هذا الكلام ليدل على انه عليه الصلوٰة والسلام رفع بتمامه الى السماء بروحه وبجسده" پس جب خدا تعالیٰ ایسے منکروں کو جانتا تھا تو اس نے اپنے رسول کو بھی خبر دے دیا ہوگا)

اور نیز عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سوائے اسلام کے کوئی ملت باقی نہ رہے گی اور بغض وحسد جاتا رہے گا۔ نصرانیت کو وہ باطل کرے گا اور صلیب توڑے گا اور خنزیر کو حرام کرے گا اور جزیہ کو ساقط کرے گا اور سوائے اسلام یا سیف کے دوسری بات قبول نہ کرے گا۔ دعوت اس کی قہری ہوگی۔ مہدی منتظر کا اقتداء کرے گا اور دجال کو مشہد باب لد قتل کرے گا اور یاجوج وماجوج کے قتل کرنے

کے واسطے اس پر دائمی تاوان ہوگی اور وہ بھی اسی کے ہاتھ سے قتل ہوں گے۔ اگر شہد کا دریا بہانے کا قصد کرے گا تو بہادے گا۔ کافر کی تمکنت اتنا ہوگا اس کے سانس سے ہلاک ہوں گے اور سانس اس کا اس کے منتہاء نظر تک پہنچے گا اور اس کے زمانہ میں مال و دولت اس قدر ہوگا کہ اگر صدقہ دیا چاہے گا کہ کوئی اس کا صدقہ قبول کرے تو اس کو صدقہ کا لینے والا میسر نہ ہوگا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو پہچان لینا کہ وہ درمیانہ قد سرخ و سپید رنگ بین الممصرتین ہوگا کہ وہ ایک ڈھکا ہوگا۔ پس جب کہ یہ روایات صحیحہ اور احادیث نبویہ حقہ تو ہم کو مسیح موعود کے پہچان کے جو ہوں جو ہم نے مشتے نمونہ از خروارے بیان کئے اور مرزا قادیانی میں ان میں سے کوئی نشان بھی نہ ہو تو پھر مرزا قادیانی ہرگز مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔ ہمارے نزدیک وہ بلاشبہ مسیح کاذب ہیں۔

مگر مرزا قادیانی اپنے مسیح صادق ہونے کی یہ علامت بیان فرماتے ہیں کہ چونکہ مسیح ابن مریم فوت ہوگیا تو وہ اب دنیا میں ہرگز نہیں آوے گا۔ پس میں ہی مسیح ہوں اور جو منکر وفات عیسیٰ ابن مریم ہو۔ وہ ثابت کرے۔

پس اوّل تو ہم اس مقدمہ کو ہی نہیں سمجھتے کہ وفات مسیح اگر مسلم بھی ہو تو مرزا قادیانی ہی کیوں مسیح ہوں۔ دوسرے منکر وفات سے ثبوت کیوں طلب کیا جاتا ہے؟ درحقیقت اثبات وفات تو مرزا قادیانی کے ذمہ ہے جو اس کے مدعی ہیں اور اگر بطور معارضہ مرزا قادیانی کا یہ خیال ہو تو تم لوگ مدعی حیات عیسیٰ بن مریم ہو۔ اس لئے ثبوت حیات تمہارے ذمہ ہے۔ تو یہ مرزا قادیانی کی بڑی غلطی ہے۔ کیونکہ جمہور مسلمین کسی حیات جدید کے مدعی یا مثبت نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا تو یہ عقیدہ ہے کہ وہی اصلی حیات جو عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں ان کے پیدا ہونے کے ساتھ دی گئی اور جو مسلمہ مرزا قادیانی ہے۔ تاوقتیکہ اس کا کوئی رافع ثابت نہ ہو اور وفات طاری کا کوئی مثبت نہ ہو۔ اس وقت تک وہی حیات علی حالہ باقی ہے اور باقی رہے گی۔ اس وقت تک جب تک کہ اس حیات کا کوئی رافع اور وفات طاری کا کوئی مثبت نہ ملے۔ پس بریں تقریر جمہور مسلمین تو مثبت حیات جدید نہیں ہوئے۔ بلکہ مرزا قادیانی ہی وفات طاری کے مدعی ہوئے۔ جب یہ معارضہ بالقلب کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا اور اثبات وفات انہیں کے ذمہ ہوا۔ چنانچہ اسی وجہ سے مرزا قادیانی نے اثبات وفات میں دو طرز اختیار بھی کئے ہیں۔ ایک نقلی دوسرا عقلی۔

دلیل عقلی تو ان کی یہ ہے کہ ہر انسان اپنی عمر طبعی پر پہنچ کر مرجاتا ہے۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام بھی عمر طبعی کو پہنچ کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ ضرور مر گئے ہوں گے۔ مگر اس دلیل کا اقتضاء اس امر پر

موقوف ہے کہ مرزا قادیانی اولاً تو عمر طبعی کی کوئی حد عقلاً و نقلاً ثابت فرمادیں۔ ورنہ یہ تحریر لا یعنی ہوگی!
کیونکہ ممکن ہے کہ علی اختلاف الطبائع عمر طبعی کم و بیش ہو۔ جیسا کہ امم سابقہ میں پایا
جاتا ہے اور کمی بیشی کی کوئی حد نہیں۔ پس عقلاً تو کسی طرح ناممکن نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اب تک زندہ ہوں اور نقلاً بھی حضرت نوح علیہ السلام کی عمر طبعی ساڑھے نو سو برس کی قرآن پاک
سے ثابت ہے۔ ”فلبث فیھم الف سنة الا خمسین عاماً“ تو کیا عجب ہے کہ عیسیٰ علیہ
السلام کی عمر طبعی ساڑھے نو ہزار برس کی ہو اور وہ بعد اس عمر کے انتقال فرمادیں اور اگر مرزا قادیانی
کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں کوئی استحالہ عقلی یا نقلی ہو تو بیان فرمادیں۔
اور دلیل نقلی مرزا قادیانی کی جو مایۂ افتخار ہے یہ آیت ہے: ”فلما توفیتنی کنت
انت الرقیب علیھم“
وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے باقرار عیسیٰ علیہ السلام وفات ثابت ہوتی ہے اور توفی
کے اصلی معنی موت کے ہی ہیں۔ پس اگر ہم بھی حسب زعم باطل مرزا قادیانی توفی کے معنی موت ہی
کے لیں اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ اقرار بھی موت ہی کا ہو۔ تو مرزا قادیانی فرمادیں کہ یہ اقرار کب
واقع ہوگا اور رسل الٰہی سے سوال و جواب متعلقہ معاد کب ہوگا؟ اور وہ موجودہ آیہ کریمہ: ”یوم
یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم یوم ینفع الصادقین صدقھم“
قیامت کے روز ہوگا تو یہ کیا مرزا قادیانی کے مفید ہے؟ آخر کے تو سب قائل ہیں کہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے وفات پاویں گے اور قیامت کے روز وفات کا یہ اقرار بیشک
ہوگا۔ مگر اس وفات کے ثبوت سے مرزا قادیانی کا کچھ مطلب برآمد نہیں ہوسکتا۔ اگر جمہور مسلمین کا
یہ دعویٰ ہوتا کہ عیسیٰ اب مرے نہ آئندہ مریں گے۔ بلکہ یوں ہی اہل حشر کے ساتھ شامل ہو
جاویں گے۔ تو مرزا قادیانی کا یہ کل خیال کچھ مفید ہوسکتا تھا اور جب وہ خود اس بات کے قائل
ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے قبل وفات پاویں گے۔ (چنانچہ حدیث نزول عیسیٰ بن مریم میں
بھی صریح موجود ہے ”ثم یتوفی“) اور قیامت کے روز وفات کا اقرار کریں گے تو مرزا قادیانی
کے اس استدلال کی وقعت علماء کے نزدیک تو کیا۔ جہلاء کے نزدیک بھی واضح ولائح ہے اور یہ
سب اس زعم کی بناء پر ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک توفی کے اصلی معنی موت ہی کے ہیں۔
حالانکہ یہ صریح جہل ہے۔ توفی کے اصلی معنی باعتبار وضع کے: ”اخذ الشیٔ وقبض الشیٔ
وافیاً“ کے ہیں اور چونکہ موت میں بھی قبض روح ہوتا ہے اس لئے موت پر بھی ”توفی“ کا
اطلاق کیا جاتا ہے جو ایک فرد ”توفی“ ہے۔

صاحب بیضاوی لکھتا ہے: ''التوفی اخذ الشی وافیا والموت نوع منه (اور قسطلانی اور جمل میں بھی یہی لکھا ہے)۔ صاحب تاج العروس لکھتا ہے: ''التوفی هو القبض۔ یقال توفیت دراهمی منه ای قبضت''

صاحب قاموس لکھتا ہے: ''وفی فلانا حقه اعطاه وافیا کوفاه فاستوفاه وتوفاه''

اور جب کہ ثابت ہو گیا کہ توفی کے معنی قبض الشی وافیا کے ہیں تو اب اس آیت کریمہ کا یہ مطلب ہوگا۔ ''فلما توفیتنی ای قبضتنی من الدنیا''

اور پھر اس کا ترجمہ یہ کیجئے کہ اے خداوند کریم جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو اس وقت صرف تیری نگہبانی میں ہوں گے اور جب تک میں ان کے درمیان تھا میں بھی ان کی نگہبانی کرتا رہا۔ تو اس تقدیر پر بھی مرزا قادیانی کا استدلال اس آیت سے بالکل لغو ہو گیا۔

مرزا قادیانی نے وفات مسیح پر اس آیت سے بھی استدلال فرمایا ہے: ''اذ قال الله یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی'' کیونکہ مرزا قادیانی تو جہاں لفظ توفی دیکھتے ہیں تو موت ہی سمجھتے ہیں گو اور مقام ''وتوفی کل نفس ماکسبت'' کے کیا معنی کرتے ہوں گے۔ مگر مرزا قادیانی کو یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ لفظ ''متوفیک'' استقبال کے واسطے ہے۔ اس لئے اس آیت سے وعدہ وفات ثابت ہوتا ہے۔ وقوع وفات پر اس کی کوئی دلالت نہیں اور اگر آپ کو یہ خلجان پیدا ہو کہ لفظ ''رافعک'' بھی تو استقبال کے واسطے ہے۔ پس وقوع رفع پر کیسے دلالت ہوگی۔ تو یہ مسلم ہے۔ بے شک اس آیت سے وعدہ رفع ہی ثابت ہوتا ہے نہ کہ وقوع رفع۔ مگر وقوع رفع پر دوسری نص ناطق ہے: ''وما قتلوه یقینا بل رفعه الله الیه''

تو اب یہ ثابت ہوا کہ آیت ''اذ قال الله یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی'' میں خداوند پاک نے عیسیٰ علیہ السلام سے دو وعدے فرمائے تھے۔ ایک وفات معمولی سے مارنے کا۔ دوسرا رفع الی السماء کا۔ ان میں سے رفع کا وعدہ تو پورا ہو گیا۔ جس کی اس نے خبر دی اور دوسرے کے ایفاء کے لئے اس نے آئندہ کوئی وقت موعود فرمایا اور غیر معمولی کی موت سے محفوظ رکھنے پر اس نے یہ نص ناطق نازل فرمائی۔ ''وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم'' لیکن اب جو نص مرزا قادیانی کے پاس عیسیٰ علیہ السلام کی معمولی کی موت سے مرنے کی رہی۔ نہ غیر معمولی موت سے مرنے کی اور اصل حیات مسلمہ مرزا قادیانی ہے۔ جس کا کوئی رافع اب تک ثابت نہیں ہوا۔ اور رفع جسمانی پر ''بل رفعه الله'' نص ناطق موجود ہے تو پھر

مرزا قادیانی کے تمام خیالات فاسدہ کو کیا مثر دیا ہے؟ "من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ"

مرزا قادیانی کو ایک یہ شبہ پیدا ہوا ہے کہ آیت: "بل رفعہ اللّٰہ" سے رفع جسمانی مراد نہیں ہے۔ مگر وہ اپنی نافہمی سے یہ نہیں سمجھے کہ اگر اس رفع سے یہاں رفع روحانی مراد ہو تو کلام الٰہی میں قل رفعہ اللہ کے اضراب کے کیا معنی ہوں گے۔ کیونکہ رفع روحانی تو قتل اور صلب میں بھی ہوتا ہے۔ صرف مقتول کی موت کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے جو یہ کہا جاوے کہ قتل وصلب واقع نہیں ہوا۔ جس میں رفع روح نہیں ہوتا۔ بلکہ مقتول کی موت سے مرنا ثابت ہوتا ہے جس میں رفع روح ہوا اسی واسطے صاحب بیضاوی لکھتا ہے: "فیہ رد وانکار لقتلہ واثبات لرفعہ"

پس مرزا قادیانی رفع روحانی کی تقدیر پر رد وانکار قتل وثبات رفع فرمادیں تاکہ یہ اضراب صحیح ہو۔ (اور سیاق والفاظ قرآنی بھی بآواز بلند پکار رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کے رفع کی خبر دی ہے۔ جس کو یہود پکڑ کر قتل کرنا چاہتے تھے اور وہ جسم عنصری مع الروح تھا۔ نہ صرف روح اور نہ فقط جسم۔ دیکھو نا مصباح الفقہ کا دوسرا ایڈیشن) کونوا نہ خبط العشواء!

ہاں البتہ اگر مرزا قادیانی رفع روحانی کی تخصیص مقتول کی موت کے ساتھ ثابت کر دیں تو مضائقہ نہ ہوگا اور اگر وہ رفع جسمانی کو خدا کی ہدایت کے موافق مان لیں تو پھر اضراب بالکل صحیح ہوگا اور یہ مطلب ہوگا کہ تمہارا زعم قتل وصلب عیسیٰ کا باطل ہے۔ وہ تو صحیح وسالم جسد کے ساتھ اٹھالیا گیا۔

مرزا قادیانی کے پاس ایک اور دلیل قطعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ سو برس کے دورہ میں جو شخص علی وجہ الارض ہے۔ وہ زندہ نہ رہے گا۔ حضرت عیسیٰ بھی حسب فرمان آنحضرت ﷺ ضرور اس دورہ میں تمام ہوگئے ہوں گے۔

پس مرزا قادیانی کے اس زعم کے بموجب ثابت ہوتا ہے کہ یا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ارشاد کے وقت تک "علی وجہ الارض" موجود تھے۔ اس وجہ سے وہ اس عموم میں شامل ہوگئے اور اس صورت میں باعتراف مرزا قادیانی ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک تو ثابت ہوگئی اور عمر طبعی طرحوں سے مرزا قادیانی سے تجاوز ثابت ہوگیا۔ کیونکہ اب تو اس ارشاد کے سو برس بعد تک بھی مرزا قادیانی کو انکار کی گنجائش نہیں رہی اور یا مرزا قادیانی یہ سمجھے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہی عہد میں پیدا ہو کر ان کے مرنے سے پہلے فرمایا تھا۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مرنا لازم ہوگیا اور ان دونوں

صورتوں میں مرزا قادیانی کے خیالات عجیبہ سے ان کی دہریت اور یہودیت کا ثبوت ہوتا ہے۔ جمہور اہل علم کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ارشاد کے عموم میں شامل ہی نہیں ہو سکتے۔ اگر شامل ہو سکتے ہیں تو "من علی وجه الارض" شامل ہو سکتے ہیں اور حضرت عیسیٰ تو اس وقت "علی وجه الارض" نہ تھے۔ بلکہ "علی السماء" تھے۔

مرزا قادیانی بطور تعریض یا شریعت و تضحیک اہل شریعت فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہوں گے تو وہاں ان کو پاخانہ اور غسل خانہ اور باورچی خانہ کی بھی ضرورت ہوتی ہوگی۔

پس اس کے جواب میں ہم کو اس قدر لکھنا کافی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب بجسدہ العنصری مخلوق ہو کر جنت میں رکھے گئے تھے تو انہوں نے ان تمام ضرورتوں کے دفع کرنے کے واسطے وہاں پاخانہ، غسل خانہ، باورچی خانہ وغیرہ سب بنوایا ہوگا۔ اسی میں حضرت عیسیٰ بھی گذارہ کر لیں گے اور اگر مرزا قادیانی کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بھی خلاف نیچر ہے تو مزید بیان ہے۔ ہم اسی کا اقرار چاہتے ہیں اور اگر ان کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کے قیام کے زمانہ میں کوئی اور جسم عطاء ہوا تھا اور دنیا میں آنے کو کوئی اور جسم دیا گیا تھا اور بہشتی جسم چھین لیا گیا تھا تو بھی کچھ مشکل نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی وہاں کے لئے اور جسم حسب سنت آدم علیہ السلام پہنایا گیا ہوگا۔ مگر بہرکیف مرزا قادیانی کی خوبیت استدلال میں تو کچھ شبہ نہیں رہتا۔ اعاذنا الله من کل ذلك!

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر رہتے ہوں گے تو جن لوگوں کے نزدیک وجود آسمان ہے۔ ان کے نزدیک وہ متحرک بھی ہوگا اور اس تقدیر پر عیسیٰ علیہ السلام کبھی نیچے اور کبھی اوپر گردش میں رہتے ہوں گے۔ (اس کا معارضہ کوئی یوں کر سکتا ہے کہ جن کے نزدیک زمین متحرک ہے۔ ان کے نزدیک مرزا قادیانی بھی گردش میں ہوں گے اور کبھی سر نیچے اور ٹانگیں اوپر ہوتی ہوں گی۔ نعوذ بالله من هذه الهفوات والخرافات) اور بڑی تکلیف سے زندگی بسر کرتے ہوں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک وجود آسمان اور آنحضرت ﷺ کی معراج بھی ثابت نہیں۔ کیونکہ جب آنحضرت ﷺ آسمانوں پر گزرے ہوں گے تو آنحضرت ﷺ کو بھی اس وقت یہی دقت آسمان پر قدم رکھتے ہی۔ پیش آئی ہوگی اور ملائکہ کی آمد و شد اور بودو باش کا تو راستہ ہی بند ہوگا۔ استغفر الله! اے میرے رب کریم جیسے تیرے نبی پاک

کی شریعت اور تیرے دین کی ایسی تضحیک کی جو دے تو سوائے اس کے کہ تو ہی اپنے دین کا حامی ہو تیرے عاجز بندے کیا کر سکتے ہیں۔

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کروڑوں آدمی اگر دنیا کے پردے پر ہوتے تو کیا ان کا حال ایسی تحقیقات کے وقت میں معلوم نہ ہوتا جیسا کہ یہ وقت ہے۔ جس میں امریکہ کا حال معلوم ہوگیا۔

پس عرض ہے کہ امریکہ بھی تو بہت پہلے سے دنیا میں موجود تھا۔ اب صرف چار سو برس سے اس کا حال معلوم ہوا ہے۔ پس اگر دنیا میں کسی چیز کا ہونا تو اس کے معلوم ہو جانے کو بھی مستلزم ہے۔ تو پہلے سے یہ امریکہ کے محقق کہاں مر گئے تھے۔ جن کو آدھی دنیا کی اب تک خبر نہ ہوئی اور اگر امریکہ کے بقدر تدریج ایک زمانہ کے بعد معلوم ہو جانے میں کچھ حرج نہیں تو ایمان لاؤ کہ جیسے امریکہ کا حال تم کو باوجود موجود ہونے کے اب معلوم ہوا ہے۔ اسی طرح ایک دن یاجوج ماجوج بھی نکل آویں گے اور جس طرح قبل علم امریکہ کے، نادان لوگوں کے نزدیک اس کا وجود مستبعد تھا۔ اسی طرح ایک زمانہ سے اگر یاجوج وماجوج کا وجود بھی دین کے دشمنوں کو مستبعد معلوم ہوتا ہو تو کیا عجب ہے۔

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ مجھ کو الہام سے بتایا ہے کہ یاجوج وماجوج سے مراد انگریز اور روس کی قومیں ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ ”طلوع الشمس من مغربہا“ کے معنی یہ ہیں کہ مغربی سلطنتیں نور ایمانی سے منور ہو کر ترقی پاویں گی۔

کیونکہ مرزا قادیانی نے لندن کے منبر پر خواب میں خطبہ پڑھا ہے۔ جس سے ان کو معلوم ہوا ہے کہ جو قومیں یاجوج وماجوج ہیں آخرکار وہ بھی مسلمان ہو جاویں گی۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک تو یاجوج وماجوج کا خاتمہ بھی اسلام پر ہوگا۔

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ ”دابۃ الارض“ سے مراد گروہ علماء ہے جو کسی کو کافر کسی کو مسلمان بتاتے ہیں۔

اور یہ تو مسلمہ اہل اسلام ہے کہ دابۃ الارض موجود جس پر اسلام کی مہر لگاوے گا وہ مسلمان ہوگا اور جس پر کفر کی مہر لگاوے گا وہ کافر ہوگا۔ تو اب انصافاً باعتراف مرزا قادیانی فیصلہ ہوگیا کہ مرزا قادیانی کی نسبت مرزا قادیانی کی مجوزہ دابۃ الارض نے جب کفر کا فتویٰ لگا دیا اور دابۃ الارض گروہ علماء کی مہر آپ کی نسبت ہوگئی تو آپ کے لئے تو قیامت ہوگئی اور آپ کی مسیحیت تو ختم ہوگئی۔ کیونکہ مسیح موعود کی نسبت دابۃ الارض کفر کا فتویٰ نہ دے گا اور مرزا قادیانی کو یہ بھی

بتایا گیا ہو کہ روایت ال رض الٰہی بھی نعوذ باللہ بددیانت ہوگا اور جھوٹے فتوے لگاوے گا تو ارشاد فرمایئے کہ آپ اب وہ کیا چیز چھوڑی ہے۔ جس کا نام ہم اسلام رکھیں اور آپ کو مسلمان کہیں۔

واضح ہو کہ مرزا قادیانی نہ جنت کے قائل ہیں نہ دوزخ کے نہ آدم کے نہ حوا کے نہ قصہ آدم کے نہ قیامت کے نہ حشر اجساد کے نہ معراج کے نہ ملائکہ کے نہ معجزات کے جس کی تفصیل ہم بشرط فرصت انشاء اللہ ازالۃ الاوہام سے رد میں کریں گے۔ پس اب جو شخص کہ خدا کا منکر ہو اور کہے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اس کی شہادت ایسی ہے جیسے قالوا نشہد انک لرسول اللہ میں شہادت ہے۔

اب اخیر پر ہم یہ لکھتے ہیں کہ ہماری شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ "مرزا قادیانی کو مسیح موعود کیا مسلمان بھی نہیں مانتی اور جو آثار ہمارے نبی ﷺ نے ہم کو بتائے وہ وہی ہیں جو بیشتر نمونہ اختصار سے روایات صحیحہ نقل کئے گئے ہیں۔ مرزا قادیانی کا الہام اور ان کے حواریین کا اجتہاد بمقابلہ ان روایات صحیحہ کے محض لغو ہو جاتا ہے کہ ہم کو یہ بتاتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نازل نہ ہوگا اور مراد مسیح موعود سے مثیل موعود ہے اور وہ میں ہوں۔ گو مجھ میں ایک بھی نشان موافق اخبار مخبر صادق کے نہ پایا جاتا ہو۔ تو ہم بجز اس کے کہ ایسے الہام کو وسوسہ شیطانی اور ایسے اجتہاد کو کفر اور ارتداد کہیں اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اگر ہم یہ بھی فرض کریں کہ مراد مسیح موعود سے مثیل مسیح موعود ہے تو جو اوصاف اور آثار اس مثیل کے کتب احادیث میں بطریق تواتر کتب حدیث اور روایات صحیحہ سے ثابت ہوتے ہیں۔ پھر وہ کس میں ہوں گے۔ اگر اس مثیل میں ہوں گے تو مرزا قادیانی میں ضرور ہونے چاہئیں جو مثیل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور چونکہ وہ اوصاف و آثار ان میں نہیں پائے جاتے اس لئے وہ مثیل مسیح بھی نہیں ہو سکتے۔ نہ ہنوز مہدی کا ظہور ہوا ہے۔ نہ دجال کا خروج ہوا ہے۔ نہ نفخ صور ہوا ہے۔ نہ ادیان باطلہ کا زوال ہے۔ نہ مال کی کثرت ہے۔ یہاں تک کہ مرزا قادیانی کا رسالہ جس کا نام فتح الاسلام ہے۔ فی الواقع برعکس تمام زندگی کا فوٹو ہے موافق شکست اسلام ہونے کے لائق ہے۔ خود مرزا قادیانی کا کاسہ گدائی ہے۔ جس میں مرزا قادیانی نے تمام دنیا کے مسلمانوں سے خود ہی صدقہ مانگا ہے اور جس میں چندے اور بہت سے صدقہ کے وصول ہونے کا بھی اقرار کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان صدقہ سے میری مدد نہ کریں گے تو یہ کام نہ چلے گا (اور حقیقت میں کیونکر چل سکتا ہے۔ ہنوز سواری تک کا بندوبست نہیں ہوا) پھر آپ کیسے مثیل مسیح ہیں کہ آپ کو خود تو صدقہ سے فنا کی نہیں ہے۔ آپ کے زمانہ بابرکت میں کیا اس کی امید ہوگی کہ کوئی اور صدقہ قبول کرنے کے لئے

میسر نہ ہو۔ یا وہ محل ہے۔

مژدہ باد اے مرگ، عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

یا یوں کہو!

اگر کفرا پیش رو ظفر اسلام بود

کافر باز ہم تو تیغ بود دنیا دریں

سبحان اللہ! ایسے اوصاف اور ان آثار کے ساتھ دعویٰ مسیحیت آپ ہی کا کام ہے۔ مسیح موعود کی دعوت تو قہری ہوگی۔ یعنی سوائے اسلام یا سیف کے دوسری بات کی گنجائش ہی باقی نہ رہے گی اور مرزا قادیانی کی دعوت ایسی بے کسی کے ساتھ ہے کہ سننے والوں کو بھی رحم آتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: مسیح جو آنے والا تھا وہ یہی ہے چاہو تو قبول کرو۔

پس مرزا قادیانی کیسے آنے والے مسیح ہیں کہ جن کا قبول کرنا چاہنے والوں کے اختیار میں دیا گیا۔ مسیح موعود کی تو یہ شان ہوگی کہ کوئی چاہے یا نہ چاہے وہ بذریعہ سیف کے قبول کراوے گا۔ پس ایسے مجبور مسیح کو تو ہم قبول نہیں کرتے۔

واضح ہو کہ ہم نے اس تحریر کے ذریعے سے حکم "من رأى منكم منكرا فاستطاع أن يغيره بيده فليغيره بيده فان لم يستطع بيده فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان"

صرف مرزا قادیانی کے اس دعویٰ منکر کو رد کیا ہے اور اپنے مسلمان بھائیوں کو ان کے دھوکے سے بچایا ہے اور ہم نے بہت زیادہ تفصیل اشراط ساعۃ اور نزول ابن مریم اور ظہور مہدی اور خروج دجال اور عدم وفات عیسیٰ بن مریم قبل نزول اور حمل النصوص علی ظواہرہا اور حجیت الہام سے نسبت نہیں کی۔ بلکہ صرف بطور نشان بعض روایات کے نقل پر اکتفا کیا ہے۔ تاکہ عام لوگوں کی نظر میں عیسیٰ صادق اور کاذب میں امتیاز کے واسطے کافی ہو اور اگر ہم استیعاب کے ساتھ نقل روایات کا قصد کرتے اور ان کے مالہ وما علیہ کا بسط کرنا چاہتے تو غالباً ایک کتاب ضخیم تیار ہو جاتی۔ لیکن چونکہ ہم کو صرف ضرورت اسی قدر کی نظر بند تھی ہم نے "وما علينا الا البلاغ المبين" پر کفایت کی۔ "وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين"

اعلاء الحق الصریح پر مولانا اسماعیل علی گڑھی کے ہم عصر علماء کی تقریظات

☆ ... "هذا هو الحق الصريح الذي صرح بها اساطين الاسلام واجمعوا عليه ولا يأتيه الباطل من خلفه ولا من بين يديه رقمه" محمد لطف اللہ!

☆...... ''الحق لا يتجاوز عما في هذه الرسالة فماذا بعد الحق الا الضلال كما لا يخفى على اهل العدل والكمال '' سید محمد نذیر حسین!

☆ . ''لا يخفى على كل ذي عقل سليم الماشي على الهدى المستقيم كذب دعوى مرزا غلام احمد المدعي انه مثيل عيسى وقد حررت وريقات في الرد عليه واطلعت على هذا التحرير الآن فاذا هو الحق الصريح وما عداه ريح والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم '' الراقم شیخ حسین عرب!

☆...... ''لاريب في ان مافي هذه الرسالة من نقض اباطيل مرزا غلام احمد القادياني الذي ادعى ان عيسى لا ينزل وان المراد بنزول ابن مريم في الاحاديث نزول مثيل عيسى وانه هو مصداقه حق وفي ان مرزا المذكور خرج بهذا الاعتقاد الزائغ من طائفة اهل السنة والجماعة ودخل في الفرق الضالة المبتدعة وانه ضال مضل مبتدع فاسق وليعلم ان مايتوهم من عبارات اعلام الناس تاليف المولوي محمد احسن مهتمم المصارف من ان كاتب الحروف موافق لمرزا في هذه الاباطيل او معتقده او ناصره او ناصر ناصريه فلنا بفضل الله تعالى بري منه والله على ما نقول وكيل''

کتبہ محمد بشیر (سہسوانی) عفی عنہ!

☆ ... ''لاشبة في ان ما في هذه الرسالة حق صراح وان القادياني خالف الكتاب والاحاديث الصحاح وضل عن طريق السلف اهل العدل والصلاح وسلك مسلك الخلف اهل الزيغ والطلاح '' کتبہ الراجی رحمة ربہ الاحد العبد الضعیف ابو محمد عبد الحق بن فضل اللہ!

☆ .... ''لاريب في ان ماكتب في هذه الرسالة فهو حق وان ما ادعاه الشيخ القادياني من دعاويه المشهورة فهو كفر والحاد وخروج عن الاسلام يجب الاعراض عنه'' کتبہ سلامت اللہ عفی عنہ

☆.... ''لا شبة في ان هذه الرسالة من نقض اباطيل القادياني فهو حق ولا شك ان القادياني خالف الله في دعاويه الباطلة وشاقق رسوله واتبع غير سبيل الاسلام والمؤمنين ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ماتولى ونصله جهنم وساءت

مصیراً'' العبد محمد صدیق چودری عفی عنہ

☆ … ''لاشک ان المرزا القادیانی قد اظهر فی رسائله اساس الضلالة وعیون الجهالة (توضیح المرام وفتح الاسلام، وازالة الاوهام) عقائد کفریه ومقالات بدعیة خرج بها عن اتباع السنن والاسلام وتبع فیها الفلاسفة والآریه والنصاری والملاحدة الباطنیة اللئام وتقد رد علیه بعضها فیهذه الرسالة الفاضل الجلیل الحبر النبیل اخی وحبی المولوی محمد اسماعیل مدظلهم الله الجلیل وافی فیه بما یروی الغلیل ویشفی العلیل فلله دره وعلی الله اجره هذه جملة کلامی فی القادیانی واعتقادی وبه ثقتی وعلیه اعتمادی ومن شاء تفصیل المقال فیراجع رسالتی اشاعة السنة التی طبعت فی الحال یجدوا ان شاء الله جامعة لرد جمیع مقالات القادیانی ومزخرفاته الاقاصی والادانی والله یقول الحق وهو یهدی السبیل ومن یضلله فماله من ولی ولا دلیل۔'' العبد ابو سعید محمد حسین عفا الله عنہ

☆ … ''لاشک ان المرزا القادیانی قد عارض الحق الصریح وانکر ضروریات الدین واجماع السلف الصالحین واتی بشئ شنیع وقبیح فهو ضال مفسد ملحد زندیق خارج عن جماعة اهل الایمان والتصدیق کانما خر من السماء فتخطفه الطیر اوتهوی به الریح فی مکان سحیق لا ینبغی للمسلمین ان یجالسوا امثال هذا الرجل لان فیه نوع اعانة وتایید للباطل وقد قال تعالی تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات الله'' عبدالجبار عمرپوری عفی عنہ

☆ ''لاریب ان ما فی هذه الرسالة حق مستبین وان القادیانی خالف جمیع اهل الاسلام والدین واختار سبیل الملحدین وانحاز عن طریق السلف الصالحین وکتبه مشحونة بتحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین فنفاها المؤلف سلمه الله تعالی وابطلها بنصوص القرآن المبین واحادیث خاتم النبیین ﷺ فجزاه الله خیر الجزاء عنا وعن جمیع المسلمین'' کتبہ الراجی محمد حمایت اللہ عفی عنہ

الفتح الربانی

فی

الرد علی القادیانی

جناب شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی رحمہ اللہ

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله موهب كهذ الكذابين وقاطع اعناق الملحدين بالحجج والبراهين۔۔۔ واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له۔۔۔۔ واشهد ان محمداً عبده ورسوله۔۔۔ صلى الله وسلم عليه وعلى آله الطيبين الطاهرين واصحابه وبعد۔۔۔۔

فانه حدث من بعض الملحدين في الدين قول مخالف لنص القرآن المبين والاحاديث المتواترة عن الرسول الامين وهو انكار حياة عيسى بن مريم عليه وعلى سائر الانبياء صلوة رب العالمين وانه لم يرفع بجسمه الشريف بل بروحه وانه لا ينزل الى الارض بذاته بل مثاله فاردت ايراد آيات قرآنية واحاديث متواترة نبوية ترد قول هذا المفترى المضل المبين لتكون رادعة له ولمن سولت له نفسه الامارة بالسوء صحة دعوى هذا الدجال واتباع فاسد رأيه وزوره الظاهر المستبين

فاقول وبالله استعين وعليه اتوكل في الهداية الى الصواب واليقين لا يخفى على كل عالم منصف ان نزول عيسى عليه السلام الى الارض حكماً مقسطاً بذاته الشريفة ثابت بالكتاب والسنة واتفاق اهل السنة وانه الآن حى فى السماء لم يمت بيقين

اما الكتاب فقال الله تعالى في كتابه المبين رداً على اليهود المغضوب عليهم الزاعمين انهم قتلوا عيسى بن مريم وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه ففي هذه الآية اخبرنا الله ان الذي اراد اليهود قتله واخذه هو عيسى بجسمه العنصرى لا غير رفعه الله اليه ولم يقتربوا منه بشئ ويرفع جسده حياً فسره ابن عباس كما ثبت عنه باسناد صحيح فثبت بهذا انه عليه الصلوة رفع حياً ويدل على ماذكرناه الاحاديث الصحيحة المتواترة الآتية المصرحة بنزوله بذاته الشريفة التي لا تحتمل التاويل

وقال تعالى: ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته، اى قبل موت عيسى كما قال ابن عباسؓ وابوهريرةؓ وغيرهما من السلف وهو الظاهر

كما في تفسير ابن كثير وفتح القدير للشوكاني وبه قال المنكر القادياني في التوضيح فثبت ان عيسىٰ لم يمت بل يموت في آخر الزمان يؤمن به كل اهل الكتاب وقد ذكر الله في كتابه العزيز ان نزوله الى الارض من علامات الساعة قال الله تعالى: وانه لعلم للساعة ۔ وقال الحافظ ابن كثير في تفسيره الصحيح ان الضمير عائد الى عيسىٰ فان السياق في ذكره وان المراد نزوله قبل يوم القيامة كما قال تعالى وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته، اي قبل موت عيسىٰ ثم يوم القيامة يكون عليهم شهيداً ويؤيد هذا المعنى القرأة وانه لعلم للساعة يعني بفتح العين واللام اي امارة ودليل على وقوع الساعة وقال مجاهد وانه لعلم للساعة اي آية للساعة خروج عيسىٰ بن مريم قبل يوم القيامة وهكذا روى عن ابي هريرةؓ وابن عباسؓ وابي العالية وابي مالك وعكرمة والحسن وقتادة والضحاك وغيرهم وتواترت الاخبار عن رسول الله ﷺ انه اخبر بنزول عيسىٰ قبل يوم القيامة اماماً عادلاً وحكماً مقسطاً

وقال الامام الشوكاني في تفسيره: وقال مجاهد والضحاك والسدي وقتاده ان المراد عيسىٰ وان خروجه اي نزوله مما يعلم به قيام الساعة اي قربها لكونه شرطاً من اشرطها لان الله سبحانه وتعالى ينزله من السماء الى الارض قبل يوم القيامة كما ان خروج الدجال من اعلام الساعة وهذا اولى وقال ابن عباسؓ اي خروج عيسىٰ قبل يوم القيامة واخرجه الحاكم وابن مردويه مرفوعاً عن ابي هريرة قرأ الجمهور لعلم للساعة بصيغة المصدر جعل المسيح علماً للساعة مبالغة لما يحصل من العلم بحصولها عند نزوله وقرأ جماعة من الصحابة بفتح العين واللام اي خروجه علم من اعلامها وشرط من شروطها وقرئ للعلم بلامين مع فتح العين واللام اي للعلامة التي يعرف بها قيام الساعة

وفي صحيح مسلم من حديث حذيفه قال اطلع النبي ﷺ علينا ونحن نتذاكر. فقال ماتذكرون. قالوا نذكر الساعة. فقال انها لن تقوم حتى

تروا قبلها عشر آيات فتذكر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسى بن مريم. الحديث ففي هذه الروايات المذكورة المرفوعة والموقوفة دلالة ظاهرة على ان المراد بالعلم للساعة نزول عيسى لا وجوده فقط كما يزعمه هذا الكاذب وان الضمير يرجع الى عيسى لا الى القرآن كما زعم هو ايضاً وغيره فهذه الروايات ترد كل قول خالفها فظاهر الآيات القرآنية ان المراد نزول عيسى عليه السلام وبذاته الشريفة وانه حي لم يمت لا كما يقول هذا المفتري الكذاب ويدل على ذلك الاحاديث الصحيحة الصريحة المتواترة اخرج الامام مسلم بن الحجاج في صحيحه من حديث ابي هريرةؓ قال رسول الله والله لينزلن عيسى بن مريم حكماً عادلاً فيكسرن الصليب وليقتلن الخنزير وليضعن الجزية وليتركن القلاص فلا يسعى عليها والتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد وليدعون الى المال فلا يقبله احد.

واخرج الشيخان وابوداؤد والترمذي من حديث ابي هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ والذي نفسي بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً مقسطاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خيراً من الدنيا وما فيها ثم يقول ابوهريرةؓ واقرؤا إن شئتم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته.

وقال الحافظ السيوطي في الاكليل قوله تعالى وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته. فيه نزول عيسى بن مريم. اخرجه الحاكم عن ابن عباس واخرجه احمد من حديث ابي هريرةؓ مرفوعاً ينزل عيسى بن مريم فيقتل الخنزير ويمحي الصليب ويعطي المال حتى لا يقبل ويضع الجزية قال ثم تلا ابوهريرةؓ وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته. ففي هذه الرواية دلالة ظاهرة ان الضمير في قبل موته يعود على عيسى ومعناها وما من اهل الكتاب احد يكون في زمن نزول عيسى الا آمن بعيسى وانه عبد

الله وابن امته ويدل علی هذا انه ﷺ اقسم بقوله الشريف والله لينزلن ابن مريم حكماً عادلاً الحديث كما تقدم قسماً مؤكداً مصرحاً بان المراد نزوله بذاته وجسمه الشريف وهو حي۔

واخرج مسلم من حديث جابر قال قال رسول الله ﷺ لا تزال طائفة من امتي ظاهرين علی الحق الی يوم القيامة فينزل عيسی بن مريم فيقول اميرهم تعال صل لنا فيقول لا ان بعضكم علی بعض امراء تكرمة الله هذه الامة۔ واخرج مسلم من حديث ابي هريرة بلفظ كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم امامكم۔

وعن ابي هريرة مرفوعاً عند ابي داؤد باسناد صحيح كما قاله الحافظ ابن حجر في فتح الباري بلفظ ليس بيني وبين عيسی نبي وانه نازل فاذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبياض ينزل بين ممصرتين كأن رأسه يقطر وان لم يصبه بلل فيقاتل علی الاسلام ويدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويهلك الله في زمان المسيح الدجال فيمكث في الارض اربعين سنة ثم يتوفی فيصلي عليه المسلمون۔

واخرج الامام احمد من حديث ابي سعيد باسناد فيه كثير بن زيد وثقه احمد وجماعة وبقية رجاله رجال الصحيح بلفظ يوشك المسيح بن مريم ان ينزل حكماً مقسطاً فيقتل الخنزير ويكسر الصليب وتكون الدعوة واحدة فاقرؤه من رسول الله ﷺ وبعضه في الصحيح واخرج الامام احمد باسنادين رجالهما رجال الصحيح من حديث ابي هريرة اني لا رجو ان طال بي عمر ان القی عيسی بن مريم فان عجل بي موت فمن لقيه فليقرأ مني السلام۔

واخرج الحاكم من حديث ابي هريرة ايضاً بلفظ ليهبطن عيسی بن مريم حكماً واماماً مقسطاً وليسلكن فجاجا حاجاً او معتمراً وليأتين قبري حتی يسلم ولاردن عليه۔

وغير ذلك من الاحاديث المتواترة الصريحة في نزوله الی الارض

بذاته الشريفة التي لا تحتمل التاويل وفي صحيح مسلم ايضاً من حديث عبدالله بن عمرو بن العاصؓ قال قال رسول الله ﷺ يخرج الدجال في امتي فيمكث اربعين لا ادري اربعين يوماً او شهراً او اربعين عاماً فيبعث الله عيسى بن مريم كأنه عروة بن مسعود فيطلبه فيهلكه الحديث۔

قال الامام النووي في شرح مسلم قوله فيبعث الله عيسى بن مريم اي ينزله من السماء حاكماً بشرعنا۔ قال القاضي عياض نزول عيسى وقتله الدجال حق وصحيح عند اهل السنة للاحاديث الصحيحة وليس في العقل ولا في الشرع ما يبطله فوجب اثباته۔

وانكر ذلك بعض المعتزلة والجهمية ومن وافقهم وزعموا ان هذا الاحاديث مردودة بقوله تعالى وخاتم النبيين وبقوله ﷺ لا نبي بعدي وباجماع المسلمين انه لا نبي بعد نبينا ﷺ وان شريعته مؤبدة الى يوم القيامة لا تنسخ وهذا استدلال فاسد لانه ليس المراد بنزول عيسى انه ينزل نبياً بشرع ينسخ شرعنا وليس في هذه الاحاديث ولا في غيرها شئ من ذلك بل صحت هذه الاحاديث هنا وما سبق في كتاب الايمان وغيرها من ان عيسى ينزل حكماً مقسطاً يحكم بشرعنا ويحيي من امور شرعنا ما هجره الناس۔

وقال الامام الشوكاني في رسالته المسمى بالتوضيح في تواتر ماجاء في الاحاديث في المهدي والدجال والمسيح قد ورد في نزول عيسى من الاحاديث تسعة وعشرون حديثاً وما ذكرناه في هذه الرسالة من الاحاديث هو من رسالته المذكورة والحاصل ان هذه الدعوى من هذا الرجل بان عيسى قد مات فتنة عظيمة في الدين ونزغة شيطانية من ابليس العدو اللعين ليهلك من هلك عن بينة ويحيي من حي عن بينة نسال الله السلامة من ذلك وان يوفقنا السلوك انهج المسالك۔

وقال الحافظ ابن حجر في فتح الباري تواترت الاخبار بان المهدي من هذه الامة وان عيسى يصلي خلفه۔ والنقول عند ائمة الحديث

والاصول والفقه ان رد الاحاديث المتواترة وعدم قبولها كفر.

قال العلامة احمد بن محمد القشلشي بضم القاف الكدني في منظومته في العقائد والمراد ان تواتر الحديث بدعة وطبعه خبيث فهو كرد المحكم التنزيل ورده كفر لدى العليم.

قال تلميذه العلامة الشيخ ابراهيم بن حسن الكردي المدني في شرحها فالمراد اي لما دل عليه الحديث اذا تواتر بدعت وطبعه خبيث حيث لم يقبل الحق لان الطيب يقبل الحق ولايرده فهو اي رد الحديث المتواتر كرد القرآن لكونه... دلالة؟ علم من الدين بالضرورة لان التواتر يفيد العلم الضروري بان هذا هو المراد من تلك الاحاديث.

ولا شك ولا ريب ان هذا المدعي ميرزا القدياني بدعت وطبعه خبيث حيث لم يقبل الحق وماذا بعد الحق الا الضلال نسأل الله السلامة من ذلك وان يوفقنا طريق الصواب ويجنبنا ما نستوجب به العقاب.

واما استدلاله بقوله تعالى اني متوفيك ورافعك الي.... فلا دليل له في ذلك الان ظاهر الآية كما قاله العلامة الكرخي ان الكلام على حاله من غير ادعا تقديم وتاخير ومعنى الآية اني متوفيك اي اخذك وافيا اي مستوفي اجلك ومؤخرك وعصمك من ان يقتلك الكفار الى ان تموت حتف انفك من غير ان تقتل ورافعك الي سمائي وذلك لان التوفي يستعمل في اخذ الشيء وافيا اي كاملاً والموت نوع منه والمعنى المتبادر من الآية الموافق للاحاديث الصحيحة هو الاخذ وافيا لا الموت وانما احتاج اكثر المحققين من المفسرين الى تفسير المتوفى بالاخذ وافيا اى كاملاً لا النوع المراد منه الموت لما صح في الاخبار عن النبي ﷺ من نزوله وقتله الدجال وكذلك ايضاً معنى قوله فلما توفيتني اي اخذتني وافياً الى السماء.

وقال الشوكاني في تفسيره فتح القدير تحت قوله متوفيك قال الفراء في الكلام تقديم وتاخير. تقديره اني رافعك ومطهرك من الذين كفروا ومتوفيك بعد انزالك من السماء وقال ابوزيد قابضك وقال في الكشاف

مستوفي أجلك ومعناه اني عاصمك من ان يقتلك الكفار ومؤخر اجلك الى اجل كتبته لك ومميتك حتف انفك لا قتلاً بايديهم وانما احتاج المفسرون الى تأويل الوفاة بما ذكر لان الصحيح ان الله رفعه الى السماء من غير وفاة كما رجحه كثير من المفسرين واختاره ابن جرير الطبري ووجهه ذلك أنه قد صح في الاخبار عن النبي ﷺ نزوله وقتل الدجال وقيل المراد بالوفاة هنا النوم ومثله وهو الذي يتوفاكم بالليل اي ينيمكم وبه قال كثيرون. أنتهى بلفظه!

وقال في قوله تعالى فلما توفيتني قيل هذا يدل على ان الله توفاه قبل ان يرفعه وليس بشئ لان الاخبار قد تظاهرت بانه لم يمت وانه باق في السماء على الحياة التي كان عليها في الدنيا حتى ينزل الى الارض آخر الزمان وانما المعنى فلما رفعتني الى السماء قيل ان الوفاة في كتاب الله جاءت على ثلاثة اوجه:

بمعنى الموت ومنه قوله تعالى الله يتوفى الانفس حين موتها. وبمعنى النوم، ومنه قوله تعالى وهو الذي يتوفاكم بالليل اي ينيمكم وبمعنى الرفع ومنه قوله تعالى فلما توفيتني. انتهى بلفظه!

وقال الحافظ ابن حجر في فتح الباري الصحيح أن عيسى رفع وهو حي. انتهى!

فمن زعم ان عيسى ليس بحي وانه قدمات وانه لا ينزل من السماء الى الارض قبل يوم القيامة بذاته الشريفه فهو ضال مضل مخالف لكتاب الله وسنة رسول الله ﷺ المتواتره واتفاق اهل السنة فماذا بعد الحق الا الضلال. فالواجب على كل مسلم ان يبين للناس ضلال هذا الرجل المفترى المدعى ان المسيح قدمات وانه لا ينزل من السماء الى الارض وانه مثيل عيسى. بل عيسى حى في السماء لم يمت وينزل في آخر الزمان بذاته الشريفة ويصلى خلف المهدي ويقتل الدجال ومما يؤيد كذب هذا المفترى ان نزول عيسى لا يكون الا بعد وجود المهدي والدجال وهذا يدعى انه مثيل

عيسى ولا وجود للمهدي ولا للدجال.

وفي صحيح مسلم ان عيسى ينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق ولا المنارة البيضاء ببلدة القاديانى ولا منارته فهذا صريح في كذبه وافترائه وانه ضال مضل.

وايضاً فقد قال رسول الله ﷺ في وصف عيسى بانه رجل مربوع الى الحمرة والبياض وانه ينزل بين ممصرتين كأن رأسه يقطر وان لم يصبه بلل وانه بنزوله تذهب الشحناء والتباغض والتحاسد وانه يدعوا الى المال فلا يقبله احد وانه يحثوا المال حثوا وانه يقاتل على الاسلام ولا وجود لهذه الاوصاف الشريفة المذكورة في هذا الرجل المدعى انه مثيل عيسى ومما يدل على كذبه وافترائه ان عيسى يوحى اليه كما تدل على ذلك رواية مسلم الآتية ودعاوى هذا المفترى كلها اما بالالهام الكاذبة او الدعاوى العقلية الواهية التي ليست من شان من يوحى اليه ومما يؤيد كذبه ان لفظ مثيل المسيح لم يرد في كتاب الله ولا في سنة رسول الله ولا في لسان الصحابة والسلف والخلف بل هو قول محدث احدثه من اضله الله وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله. ومنها ان عيسى لا اب له وهذا له اب وجد وليس فيه من الصفات ما يصح دعواه بل دعاويه كلها اكاذيب واهية تدل على ضلاله وفساد رأيه ومن يضلل الله فما له من هاد وفي الفتاوى الحافظ جلال الدين السيوطي الحديثية وقد سئل رحمه الله عن حياة عيسى ومقره فاجاب بانه حي في السماء الثانية لا يأكل ولا يشرب ملازم للتسبيح كالملائكة. انتهى!

وقال العلامة الشيخ حسن العدوى المالكي في كتابه مشارق الانوار سئل شيخنا الاجهوري هل ينزل جبريل على عيسى بعد نزوله من السماء فاجاب بانه ينزل عليه جبريل كما في حديث مسلم من قوله ﷺ في ذكر ياجوج وماجوج فاوحى الله الى عيسى اني قد اخرجت عباداً لا يد لا حد بقتالهم فحرز عبادى الى الطور الحديث فانه ظاهر في نزول جبريل

اليه واما ما في حديث الوفاة من قوله هذا آخر وطأتي في الارض فضعيف.

ومن جملة ضلال هذا الرجل انه يزعم انه ملهم من الله وان الالهام حجة من الحجج القاهرة مقام ادلائل الشرعية ومراده بذالك التوصل الى صحة دعوه انه مثيل المسيح وهو في ذلك كاذب ضال مضل مخالفا الاقوال اهل السنة والجماعة فان هذه الدعوى منه من الاماني الكاذبة وقد قال معاوية اياكم والاماني التي تضل اهلها كما في الصحيح البخاري وقال تعالى: ومنهم اميون لا يعلمون الكتاب الا اماني وان هم الا يظنون.

والالهام ليس بحجة شرعية يستدل به على اثبات حكم اونفيه كما هو مقرر عند ائمة الحديث والاصول والفقه.

قال الحافظ ابن حجر في فتح الباري ان المحدث منهم اي من هذه الامة اذا تحقق وجود الالهام منه لا يحكم بما وقع له بل لا بد عن عرضه على القرآن فان وافقه او وافق السنة عمل به والاتركه وهذا وان جاز ان يقع لكنه نادر لا يكون الامن كان امره مبينا على اتباع الكتاب والسنة.

وهذا الكاذب المفترى المدعي ان عيسى قدمات وانه مثيله وان ملهم فالهاماتهن التي يدعيها ليست من الالهامات التي توافق الكتاب والسنة ولا حاله مبنيا على اتباع الكتاب والسنة بل الكتاب والسنة دالان على حياة عيسى وانه ينزل الى الارض في آخر الزمان حكماً مقسطاً كما ثبت في الاحاديث الصحيحة المتواترة المروية عن رسول الله ﷺ ولفظ مثيل عيسى لم يرد في كتاب الله ولا في سنة رسول الله ﷺ ولا في لسان الصحابة والسلف والخلف بل هو قول محدث وكل محدث بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار فالهامه المخالف لما ثبت في الكتاب والسنة واقوال السلف والخلف واهل السنة من الالهامات الشيطانية والشهوات النفسانية اعاذنا الله من ذلك. آمين!

ولقد صدق رسول الله ﷺ حيث قال ماضل قوم بعدهدى كانوا عليه الا اوتو الجدل اخرجه الامام احمد في مسنده (حدثنا عبدالواحد

الحداد حدثنا شهاب بن خراش عن حجاج بن دينار عن ابي غالب عن ابي امامة قال قال رسول الله ماضل قوم بعدهدي كانوا عليه الااوتوا الجدل ثم تلا هذه الاية . ما ضربوه لك الاجدلا بل هم قوم خصمون مسند احمد حديث نمبر ٢٢١٦٤) والترمذي وابن ماجه والحاكم من حديث ابي امامة وفي مثل دعوى هذا الكاذب الفاجر انزل الله عزوجل في كتابه العزيز. بل هم قوم خصمون فالواجب على كل من له قدرة من علماء المسلمين وحكام المؤمنين زجر هذا المفتري الكاذب عن دعوايه الكاذبة وتعزيره والتعزير الشديد الرادع عن دعاويه الواهية وتعزير من اعانه او نصره او قواه وهجره وترك مودته لله عزوجل كما قال الله عزوجل: لاتجد قوماً يؤمنون بالله واليوم الآخريوادون من حاد الله ورسوله وكانوا آباءهم اوابناء هم او اخوانهم او عشيرتهم اولئك كتب في قلوبهم الايمان ..... الآيه (مجادلة:٢٢)

- وما استدلاله بدلائل عقلية عن سنن او بغير الكتاب المنزل على خير البرية او بغير السنة الصحيحة النقية المرضية فلا يلتفت الى ذلك الامن اتبع هواه وضله الله وخذله وغواه وفي هوة الضلالة القاه وزيد هذا ما ظهر للحقير اسير القصور والتقصير من كلام الائمه المحققين اهل المعرفة والتمكين فان كان صواباً فمن الله والحمدلله وان كان خطأ فمني ومن الشيطان واستغفرالله والحمد لله رب العالمين وحسبنا الله ونعم الوكيل ولا حول ولاقوة الا بالله العلي العظيم وصلى الله على خير خلقه محمد وآله وصحبه وسلم. وكان الفراغ من تحرير هذه الرسالة يوم الاثنين عشرين من شهر ربيع الثاني ١٣٠٨ه المبارك من الهجرة النبوية على شرفها افضل الصلوة وازكى التسليم والتحية في بلدة بوفال (بهوپال) بالتماس بعض الاحبة مني ذلك وان كنت اهلا لما هنالك.

ثم بعد الفراغ من تحرير هذه الرسالة ورد على الحقير سوال آخر ايضاً يتعلق بحال هذا الرجل المفترى الكاذب ولفظه: ما قول العلماء الاعلام الهادين الى نهج خير الانام في القاديانى وصنيعه بالوحيين اعني

الكتاب والسنة وصرفه النصوص الشرعية عن ظاهرها بما تهواه نفسه الغوية هل تحريفه ذلك من جنس تحريف المذموم المشابه لتحريف اليهود الذين يحرفون الكلم عن مواضعه ام لا؟ افيدونا جزيتم خيرا.

فاجيبت بقولي بسم الله الرحمن الرحيم- بالله استعين بالتوفيق لا صابة الصواب. اعلم وفقنا الله للصواب ان الله سبحانه وتعالى ذم اليهود في كتابه العزيز فقال تعالى:

يحرفون الكلم عن مواضعه ونسوا حظاً مما ذكروا به.

ولا تزال تطلع على خائنة منهم، وتحريف هذا الرجل المسئول عن حاله للآيات القرآنيه والاحاديث النبوية وصرف النصوص عن ظاهرها من جنس تحريف اليهود بلاشك ولا ريب، قال الامام ابن القيم في اغاثة اللهفان وقد اختلف في التوراة التي بايدي اليهود هل هي مبدلة ام التبديل وقع في التاويل دون التنزيل على ثلاثة اقوال فقالت طائفة كلها او اكثرها مبدلة وغلا بعضهم حتى قال يجوز الاستنجاء بها وقالت طائفة من أئمة الحديث والفقه والكلام انما وقع التبديل في التاويل قال البخاري في صحيحه يحرفون يزيلون الكلم عن مواضعه وليس احد يزيل لفظ كتاب من كتب الله ولكنهم يتاولونه على غير تاويله وهو اختيار الرازي ايضاً وسمعت شيخنا يقول وقع النزاع بين الفضلاء فاجاز هذا المذهب وهي غيره فانكر عليه فاظهر خمسة عشر نقلا به.

المقصود والغرض من نقلنا الكلام ابن القيم المذكور ان التحريف على مذهب البخاري ومن وافقه يصدق على تاويله على غير معناه الموضوع له شرعا فهذا المفتري قد شابه اليهود بتحريف معاني الآيات القرآنيه والاحاديث النبويه على غير معناها منها شرعا فمن زعم ان فعل هذا الرجل المفتري ليس من التحريف المشابه لليهود على ما نقله ابن القيم فهو مثله ضال مضل ومن يضلل الله فما له من هاد.

ختمنا الله بالايمان. ثم بعد الفراغ من تحرير هذه الرسالة المباركة

انشده الله وقفت علي واقعة ذكرها الامام شيخ الاسلام ابو العباس تقي الدين احمد بن عبد الحليم بن تيميه في رسالته المسمي بغية المرتاد في الرد علي المتفلسفة والقرامطه والباطنيه اهل الاتحاد من القائلين بالحلول والاتحاد، ولفظها وقد كان عندنا بدمشق الشيخ المشهور الذي يقال له ابن هود وكان من اعظم من رأيناه من هؤلاء الاتحادية زهداً ومعرفة ورياضة وكان من اشد الناس تعظيماً لا بن سبعين ومفضلاً له عنده علي ابن عربي وغلامه ابن اسحق واكثر الناس من الكبار والصغار كانوا يطيعون امره وكان اصحابه الخواص به يعتقدون فيه أنه اعني ابن هود المسيح بن مريم ويقولون ان امة اسمها مريم وكانت نصرانية ويعتقدون ان قول النبي ﷺ ينزل فيكم ابن مريم هذا وان روحانية عيسي تنزل عليه وقد ناظرني في ذلك من كان افضل الناس عندهم اذ ذاك معرفة بالعلوم الفلسفية وغيرها مع دخوله في الزهد والتصوف وجري لهم في ذلك مخاطبات ومناظرات يطول ذكرها جرت بيني وبينهم حتي بينت لهم فساد دعواهم بالاحاديث الصحيحة الواردة في نزول عيسي المسيح وان ذلك الوصف لا ينطبق علي هذا الرجل وبينت لهم فساد ما دخلوا فيه من القرمطة حتي اظهرت مباهلتهم وحلفت لهم ان ما ينتظرونه من هذا الرجل لا يكون ولا يتم وان الله لا يتم امر هذا الشيخ فابر الله تلك الاقسام والحمد لله رب العالمين هذا مع تعظيمهم لي ومعرفتي عندهم والاقهم يعتقدون ان سائر الناس محجوبون بحال حقيقتهم ونواميسهم وان الناس عندهم كالبهائم.

المقصود من نقل من هذه العوالة وفيها تاكيد لما جرت في رسالتي من الاحاديث الصحيحة الواردة في نزول عيسي وان الاوصاف المذكورة فيها في وصف عيسي لا ينطبق علي هذا المدعي الفاجر مرزا القاديانی ولله الحمد علي ذلك.

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب وصل علي خير خلقه محمد وآله وصحبه اجمعين!

الفتح الربانی

(اردو ترجمہ)

حمد وصلوٰۃ کے بعد شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی لکھتے ہیں کہ دین میں کج روی کرنے والے بعض لوگوں نے مخالف نصوص قرآن اور احادیث متواترہ کے یہ مذہب نکالا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم مر چکے ہیں اور یہ کہ وہ اپنے جسم مبارک کے ساتھ زمین سے نہیں اٹھائے گئے۔ بلکہ روح کے ساتھ اور یہ کہ وہ بذاتہ زمین کی طرف ہرگز نہیں آئیں گے۔ بلکہ ان کا ایک مثیل یعنی ہم شکل آوے گا۔ اس لئے میں نے چاہا کہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ ایک جگہ جمع کر دوں۔ جو اس مفتری اور گمراہ کن کے مذہب کو رد کرتی ہیں۔ تاکہ اس کو اور جس کو نفس امارہ نے اس جاہل کا دعویٰ درست اور صحیح کر دکھایا ہے اس دعویٰ باطل سے ہٹا دے اور اس کی رائے فاسد اور ظاہر باہر جھوٹ کی پیروی سے باز رکھے۔

سو میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اس میں کہ وہ مجھے غلطی سے محفوظ کر کے سچی اور صحیح بات پر قائم رکھے۔ ہر عالم منصف پر مخفی نہ رہے کہ عیسیٰ کا زمین کی طرف اترنا اپنے جسم عنصری کے ساتھ حاکم عادل ہو کر قرآن اور حدیث سے باجماع اہل سنت ثابت ہے اور یہ کہ وہ اب بھی آسمان میں زندہ ہیں اور یقیناً ہرگز نہیں مرے۔ سو قرآن شریف کے دلائل یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ یہودیوں کے رد میں جن کا یہ زعم تھا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو مار ڈالا۔ فرماتا ہے نہیں قتل کیا انہوں نے یقیناً بلکہ اس کو اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔ سو اس آیت میں اللہ نے ہم کو اس بات کی خبر دی ہے کہ یہود جس کو پکڑنا اور مار ڈالنا چاہتے تھے اور وہ جسم عنصری تھا نہ غیر۔ اس کو اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا اور یہود ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے اور اس آیت میں رفع جسمانی کی تفسیر خود ابن عباسؓ نے کی ہے۔ جیسا کہ (تفاسیر میں) ان سے باسناد صحیح ثابت ہے۔ پس اس آیت کی تفسیر ابن عباسؓ اور ہماری تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ اٹھائے گئے۔

اور اس پر دلالت کرتی ہیں احادیث صحیحہ متواترہ جو آگے آئیں گی۔ جن میں نزول ذاتی کی صراحت ہے اور تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔

اور اللہ فرماتا ہے۔ ”وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ“ یعنی سب اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ یہ تفسیر ابن عباسؓ

وابوہریرہؓ و دیگر سلف سے باسناد صحیح ثابت ہے۔ اور یہی ظاہر ہے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر اور شوکانی میں اسی کو ظاہر کیا ہے اور مفسر قاضی پانی پتی نے بھی توضیح المرام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ضمیر پھیری ہے۔ پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے۔ بلکہ آخر زمانہ میں بعد نزول کے۔ جب سب اہل کتاب ان پر ایمان لاویں گے انتقال کریں گے۔

اور اللہ نے اپنی کتاب میں ان کے نزول کو علامت قیامت فرمایا۔ "وانہ لعلم للساعۃ" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت کی علامت ہے۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ سیاق انہیں کے ذکر میں ہے اور مراد اس سے ان کا نزول ہے۔ قیامت سے پہلے جیسا کہ دوسری جگہ اللہ نے فرمایا۔ سب اہل کتاب ان پر یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ پھر قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے اور شاہد اس تفسیر کا قراءت "لعلم للساعۃ" بفتح عین و لام ہے۔ مجاہد بھی اس کی تفسیر یہی کرتے ہیں کہ خروج عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے نشان قیامت ہے اور یہی مروی ہے۔ ابوہریرہؓ وابن عباسؓ وابوالعالیہ وابو مالک و عکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک وغیرہم سے اور احادیث نبویہ بھی متواتر آئی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے نازل ہوں گے۔ حاکم عادل ہو کر۔

امام شوکانیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مجاہدؒ اور ضحاکؒ اور سدیؒ اور قتادہؒ کہتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت کا نشان ہے۔ کیونکہ وہ علامات قیامت سے ایک علامت ہیں کہ اللہ ان کو قیامت سے پہلے آسمان سے زمین کی طرف نازل کرے گا۔ جیسا کہ خروج دجال بھی قیامت کا ایک نشان ہے اور یہی تفسیر اولیٰ قول ہے اور ابن عباسؓ نے بھی اس کی تفسیر خروج عیسیٰ کی اور قیامت کے ساتھ کی ہے اور اس کو حاکم وابن مردویہ نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ جمہور نے لعلم بصیغہ مصدر پڑھا ہے۔ یعنی مسیح کے نزول کے وقت قرب قیامت کا علم ہو جائے گا۔ یا مبالغۃً عیسیٰ کو خود علم فرما دیا۔

اور ایک جماعت صحابہ نے لعلم بفتح عین ولام پڑھا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول علامات قیامت سے ایک علامت ہے اور نزول کے علامت قیامت ہونے پر حدیث صحیح مسلم بھی دال ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم پر ظاہر ہوئے اور ہم کچھ تذکرہ کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تم کیا تذکرہ کرتے ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ قیامت کا۔ فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ

وہ نشان نہ دیکھ لوگے۔ دخان، دجال، دابہ، طلوع آفتاب از مغرب، نزول عیسیٰ بن مریم۔ الخ!

پس ان روایات مرفوعہ موقوفہ سے ثابت ہوا کہ مراد علامت سے ان کا نزول ہے نہ ان کا پیدا ہونا۔ جیسا کہ مدعی کاذب سمجھا ہے اور یہی ثابت ہوا کہ ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے نہ طرف قرآن کے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی وغیرہ نے گمان کیا ہے۔

اور روایات مذکورہ بر قول مخالف کو رد کرتی ہیں۔ پس ظاہر آیات قرآنیہ کا یہی ہے کہ اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بذاتہ الشریف ہے اور یہ کہ وہ زندہ ہیں مرے نہیں۔ بخلاف اس مفتری کذاب کے قول کے۔

اور احادیث صحیحہ متواترہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ مسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی بے شک عیسیٰ بن مریم حاکم عادل ہوکر نازل ہوں گے۔ پھر صلیب توڑ دیں گے اور خنزیروں کو ہلاک کریں گے اور جزیہ اٹھا دیں گے اور حاملہ اونٹنی چھوٹی پھرے گی اور کوئی اس کو نہ پکڑے گا اور آپس کا کینہ اور بغض اور حسد جاتا رہے گا اور مال کو باوجود بلانے جانے کے کوئی قبول نہ کرے گا۔

اور بخاری و مسلم وابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ قسم ہے مجھ کو اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بے شک ابن مریم تم میں نازل ہوں گے حاکم عادل ہوکر۔ پس صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو ہلاک کریں گے اور جزیہ اٹھا دیں گے اور مال بہت ہوگا۔ یہاں تک کہ اس کو کوئی قبول نہ کرے گا۔ الخ! پھر حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ (قرآن مجید میں بھی اس کی شہادت موجود ہے) چاہو تو پڑھو کہ سب اہل کتاب عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔

اور سیوطی نے تفسیر اکلیل میں تحت آیت "وان من اهل الكتاب" یوں لکھا ہے کہ اس میں دلیل ہے نزول عیسیٰ بن مریم کی۔ اس کو حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور امام احمدؒ نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بن مریم نازل ہوں گے تو خنزیر کو ہلاک کر دیں گے اور صلیب کو مٹا دیں گے۔ پھر ابوہریرہؓ نے یہ آیت پڑھی سب اہل کتاب عیسیٰ کے مرنے سے پہلے ان پر ایمان لے آویں گے۔

پس اس روایت میں صریح دلالت ہے کہ "قبل موته" کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ سب اہل کتاب نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عہد مبارک

میں ان پر ایمان لے آویں گے اور اس پر کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کی بندی مریم کے بیٹے ہیں اور اس پر دال ہے۔ حضرت ﷺ کا قسم کھانا نہایت تاکید اور صراحت کے ساتھ کہ مراد نزول ذات مع جسم شریف ہے اور وہ متعدد ہیں۔

مسلم نے روایت کی ہے۔ جابرؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت سے ہمیشہ ایک گروہ حق پر رہے گا قیامت تک۔ پس اتریں گے عیسیٰ بن مریم تو کہے گا۔ امیر ان کا کہ آیئے نماز پڑھا دیجئے۔ پس کہیں گے کہ میں نہیں پڑھاتا۔ بلکہ بعض تمہارا تم پر امیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ عزت بخشی ہے۔

اور مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔ پھر وہ تمہارا پیشوا ہوگا اور ابوداؤد میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں اور بے شک وہ اترنے والے ہیں۔ جب تم ان کو دیکھو تو ان کی پہچان یہ ہے کہ ایک مرد ہیں۔ میانہ قد گندم گوں۔ گیروے کپڑے پہنے ہوئے اتریں گے۔ گویا ان کا سر ٹپکتا ہوگا۔ اگرچہ اس کو تری نہیں پہنچی۔ پس اسلام کے قبول پر جنگ کریں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو ہلاک کریں گے اور جزیہ اٹھا دیں گے اور اسلام کے سوا کل مذاہب کو اللہ مٹا دے گا اور مسیح دجال بھی ان کے زمانہ میں ہلاک ہوگا۔ پس زمین پر چالیس برس رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے تو مسلمان ان پر جنازہ پڑھیں گے۔

اور امام احمدؒ نے ابوسعیدؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے جس کے کل راوی صحیح کے ہیں۔ سوائے کثیر بن زید کے کہ اس کو بھی احمد اور ایک جماعت نے ثقہ کہا ہے۔ لفظ حدیث کے یہ ہیں کہ عنقریب مسیح بن مریم نازل ہوں گے۔ حاکم عادل ہو کر۔ پس خنزیر کو ہلاک کریں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے اور دعوت اسلام کی ایک ہی ہوگی۔ پس جب وہ نازل ہوں گے تو رسول اللہ ﷺ کا سلام ان کو کہہ دینا اور بعض الفاظ اس کے صحیح میں بھی ہیں اور امام احمدؒ نے روایت دی ہے۔ کہ جس کے کل راوی صحیح کے ہیں۔ ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ اگر میری عمر دراز ہوئی تو امید رکھتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے ملاقات ہوگی اور اگر مجھے جلد موت آ گئی تو جو کوئی ان سے ملاقات کرے ان سے میرا سلام کہہ دے اور حاکم کے لفظ یہ ہیں کہ بے شک عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے حاکم اور امام عادل ہو کر اور حج یا عمرہ کرتے ہوئے۔ پہاڑ ولین کے دروں میں چلیں گے اور میری قبر پر مجھ کو سلام کہیں گے اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ ہے اور

ان کے مانند بہت سی احادیث متواترہ مروی ہیں جو نزول ذاتی میں صریح ہیں۔ تاویل کی گنجائش نہیں رکھتیں اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں دجال نکلے گا۔ پس زمین میں چالیس دن رہے گا (راوی کو یاد نہیں رہا کہ چالیس دن یا ماہ یا برس) پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا۔ شکل ان کی عروہ بن مسعودؓ کے مانند ہوگی۔ پس دجال کو ہلاک کریں گے۔ الخ امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بھیجے گا اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو یعنی آسمان سے اتارے گا۔ ہماری شرع کے مطابق حاکم ہو کر۔ قاضی عیاضؒ نے کہا کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کا اور ان کا دجال کو قتل کرنا بدلیل احادیث صحیحہ اہل سنت کے نزدیک حق اور صحیح ہے اور شرع اور عقل دونوں میں اس کے بطلان کی کوئی دلیل نہیں تو اس کا قبول کرنا واجب ہوا۔

اور بعض معتزلہ اور جہمیہ اور ان کے موافقین نے اس کا انکار کیا ہے اور گمان کیا کہ یہ حدیثیں مردود ہیں۔ اللہ کے اس قول "وخاتم النبیین" سے اور آنحضرت ﷺ کے قول "لا نبی بعدی" سے اور مسلمانوں کے اجماع سے کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس سے کہ ہمارے نبی کی شریعت قیامت تک ہے۔ منسوخ نہیں ہوگی۔

یہ دلیل ان کی فاسد ہے۔ اس لئے کہ نزول سے یہ مراد نہیں کہ وہ اتریں گے نبی ہو کر ساتھ ایسی شرع کے جو ہماری شریعت کی ناسخ ہو اور نہ کسی حدیث میں آیا ہے۔ بلکہ اس باب کی حدیثیں اور کتاب الایمان کی اور اس کے سوا اور حدیثیں صحیح وارد ہوئی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل نازل ہوں گے اور ہماری شریعت کے ساتھ حکم کریں گے اور لوگوں نے جو ہماری شرع کی باتیں چھوڑ دی ہیں ان کو زندہ کریں گے۔

امام شوکانیؒ اپنے رسالہ "التوضیح فی تواتر ماجاء فی المهدی والدجال والمسیح" میں لکھتے ہیں کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام میں ۲۹ حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ پھر ان کو لکھا اور اس رسالہ کی حدیثیں اسی رسالہ سے ہم نے ذکر کی ہیں۔ حاصل یہ کہ اس شخص کا یہ دعویٰ کرنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ دین میں ایک فساد عظیم برپا کرنا اور بعض لعین کا وسوسہ اور بہکانا ہے۔

اور حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حدیثیں متواتر آئی ہیں کہ مہدی اس امت سے ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

اور آئمہ حدیث و اصول وفقہ کے نزدیک مقرر ہو چکا ہے کہ احادیث متواترہ کا رد کرنا اور قبول نہ کرنا کفر ہے علامہ احمد بن محمد تفتاشی اپنے منظومہ عقائد میں کہتے ہیں کہ حدیث متواتر کا رد کرنے والا مبتدع اور خبیث الطبع ہے حدیث متواتر کا رد کرنا آیت محکمہ کا رد کرنا ہے اور علیم کے نزدیک کفر ہے۔ اور ان کے شارح شیخ ابراہیم بن حسن کردی بھی اس کی شرح میں یہی کہتے ہیں کہ خبیث الطبع اس لئے ہے کہ طبع پاکیزہ حق کو قبول کرتی ہے اور قرآن کی طرح متواتر احادیث میں بھی علم یقینی ہوتا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس مدعی مرزا قادیانی کی بدعت اور طبع بھی خبیث ہے جب کہ حق کو قبول نہ کیا اور حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے۔ اللہ اس سے محفوظ رکھے اور طریق صواب کی توفیق دے اور مستوجب عذاب سے بچاوے۔

اور اس کا استدلال کرنا آیت "انی متوفیک" سے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر سو اس پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ ظاہر آیت کے معنی بقول کرنے کے بغیر تقدیم و تاخیر کے یہ ہیں کہ میں تجھ کو بھرپور لینے والا ہوں۔ یعنی لوگوں کے قتل کرنے سے محفوظ کر کے تیری اجل کو پورا کرنے والا اور موخر کرنے والا ہوں اور تجھ کو آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں اور یہ اس لئے کہ توفی کے معنی شی کو بھرپور لینے کے ہیں اور موت اس کی ایک نوع ہے اور احادیث صحیحہ کے موافق متبادر معنی آیت کے بھی بھرپور لینے کے ہیں۔ نہ اس کے ایک نوع یعنی موت کے اور مفسرین نے اصلی معنی کو اس واسطے اختیار کیا ہے کہ احادیث صحیحہ میں ان کا نزول اور دجال کا قتل کرنا وغیرہ (دلائل حیات) وارد ہیں اور یہی معنی ہیں "فلما توفیتنی" کے یعنی جب تو نے مجھ کو بھرپور آسمان کی طرف اٹھا لیا۔

اور امام شوکانی اپنی تفسیر فتح القدیر میں فرماتے ہیں کہ فراء نے کہا اس کلام میں (از روئے معنی کے) تقدیم و تاخیر ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ میں تجھ کو اٹھانے والا ہوں اور کافروں سے صاف و پاک کرنے والا ہوں اور مارنے والا ہوں تجھ کو آسمان سے اتار کر اور ابوزید نے کہا یعنی تجھ کو (بھرپور) قبض کرنے والا ہوں اور کشاف میں ہے کہ تیری اجل کو جہاں تک کہ میں نے لکھا ہے پورا کروں گا یعنی تجھ کو کفار قتل نہ کرسکیں گے تیری اصلی موت سے تجھ کو ماروں گا نہ ان کے ہاتھوں سے۔

اور مفسرین نے اس کے یہ معنی اختیار کئے ہیں اس لئے کہ صحیح یہ ہے کہ اللہ نے ان کو بغیر وفات کے اٹھا لیا جیسا کہ اس کو بہت مفسرین نے ترجیح دی ہے اور ابن جریر طبری نے اسی کو

اختیار کیا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حدیثوں میں ان کا نزول اور دجال کا قتل کرنا صحیح ہو چکا ہے اور بعض نے وفات کے معنی نیند کے لئے ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے کہ اللہ تم کو رات میں وفات دیتا ہے۔ یعنی سلاتا ہے اور بہت مفسرین بھی معنی نیند کے کرتے ہیں۔ انتہی ما قال الشوکانی!

اور آیت "فلما توفیتنی" میں فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ اللہ نے ان کو آسمان پر (زندہ) اٹھانے سے پہلے (تین یا سات ساعت) مارا تھا اور یہ قول باطل ہے۔ اس لئے کہ احادیث سے ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ نہیں مرے اور آسمان پر اس زندگی کے ساتھ، جو دنیا میں تھی، زندہ ہیں۔ یہاں تک کہ آخر زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور آیت کے معنی یہی ہیں کہ جب تو نے مجھ کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ چنانچہ بعض نے کہا وفات کلام اللہ میں تین معنوں پر آئی ہے۔ ایک معنی موت جیسا کہ اللہ کے اس قول میں "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا" دوم معنی نیند جیسا اللہ کے اس قول میں "ھو الذی یتوفکم باللیل" یعنی تم کو سلاتا ہے۔ سوم معنی رفع جیسا کہ اللہ کے اس قول میں "فلما توفیتنی" یعنی تو نے مجھ کو اٹھا لیا۔

اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ اٹھائے گئے۔ انتہی!

پس جو کوئی یہ گمان کرے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں ہیں مر گئے ہیں اور قیامت سے پہلے آسمان سے زمین کی طرف اپنی ذات بابرکات سے نہیں اتریں گے تو وہ گمراہ ہے۔ گمراہ کرنے والا اور کتاب اللہ و سنت متواترہ اور اجماع اہل سنت کا مخالف ہے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے۔ پس جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مسیح وفات پا چکے اور وہ آسمان سے زمین کی طرف نہیں اتریں گے اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں۔ (جس کا تم کو وعدہ دیا گیا ہے) ایسا شخص مفتری ہے۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کی گمراہی کو لوگوں پر ظاہر کرے۔ بلکہ یہ اعتقاد رکھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں مرے نہیں اور آخر زمانہ میں اپنی ذات بابرکات کے ساتھ نازل ہوں گے اور مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور اس مفتری کے کذب پر یہ بات بھی تائید کرتی ہے کہ نزول عیسیٰ کا بعد وجود مہدی اور دجال کے ہوگا اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں مثیل عیسیٰ ہوں۔ (جس کا تم کو وعدہ دیا گیا) حالانکہ مہدی اور دجال ابھی تک نہیں ہوئے۔

اور مسلم میں حدیث ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے سفید منارہ جانب شرق پر نازل

ہوں گے اور شہر دمشق اور اس کا سفید منارہ قادیان اور اس کا منارہ ہیں اور یہ اس کے کذب اور افترا اور گمراہی پر صریح دلیل ہے۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف میں یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ نیک مرد ہیں۔ میانہ قد، گندم گوں، گیروے کپڑے پہنے ہوئے اتریں گے۔ گویا کہ سر ان کا ٹپکتا ہے اگرچہ ان کو تری نہیں پہنچی، اور یہ وصف کہ ان کے زمانہ میں آئیں گے کینے اور بغض وحسد جاتے رہیں گے اور وہ مال کی طرف بلائیں گے تو اس کو کوئی قبول نہیں کرے گا اور مال کو لوگ جمع کر دیں گے اور یہ وصف کہ وہ اسلام کے لیے قتال کریں گے اور ان اوصاف شریفہ مذکورہ کا اس شخص یعنی مثیل مسیح میں وجود ہی نہیں اور اس کے کذب و افترا پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ عیسیٰ پر وحی نازل ہوا کرے گی۔ جیسا کہ حدیث مسلم آئندہ دلالت کرتی ہے اور وہ دعاوی اس مفتری کے الہامات کاذبہ یا علیہ واہیہ ہیں جو ان کی شان سے نکلی ہیں۔ جن پر وحی آتی ہے۔

اور اس کے کذب پر یہ بات بھی دال ہے کہ مثیل مسیح کا لفظ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور مجاہد و صحابہ اور سلف وخلف میں کہیں نہیں آیا۔ بلکہ یہ قول بدعت ہے۔ اس کو نکالا ہے اس شخص نے جس کو اللہ نے گمراہ کیا اور کان اور دل پر مہر لگائی اور آنکھ پر پردہ ڈالا ہے۔ پس اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت دے سکتا ہے۔ اس کے علامات کذب سے یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں اور اس کا باپ دادا موجود ہیں۔

غرض کہ اس میں ایسے صفات نہیں ہیں جو اس کے دعویٰ کی تصدیق کریں۔ بلکہ اس کے کل دعویٰ جھوٹے ہیں جو اس کی گمراہی اور نہایت جہل اور فساد رائے پر دلالت کرتے ہیں اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

سبکیؒ کے فتاویٰ حدیثیہ میں ہے کہ جب شیخ سے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رہنے کی جگہ کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ دوسرے آسمان پر زندہ ہیں اور نہ کھاتے ہیں اور نہ پیتے ہیں۔ فرشتوں کی طرح تسبیح پڑھتے ہیں۔

شیخ حسن عدوی مالکی اپنی کتاب مشارق الانوار میں فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ اجہوری سوال کیے گئے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آسمان سے نازل ہوں گے یا نہیں؟ تو جواب دیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان پر نازل ہوں گے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ذکر یاجوج ماجوج میں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کرے گا کہ میں

نے ایسے بندے ظاہر کئے ہیں۔ جن کے ساتھ جنگ کی کسی کو طاقت نہیں۔ پس میرے بندوں کو کوہ
طور پر لے جاؤ۔ الخ پس یہ حدیث نزول جبریل علیہ السلام میں دلیل ظاہر ہے اور حدیث وفات
میں جبریل علیہ السلام کا یہ قول کہ یہ آنا میرا زمین میں آخری ہے۔ سو یہ حدیث ضعیف ہے۔

اور منجملہ اس کی گمراہی کے اس کا یہ دعویٰ ہے کہ میں اللہ کی طرف سے ملہم ہوں اور الہام
حجت ہے۔ قائم مقام دلائل شرعیہ کے، اور اس کی غرض اس سے اپنے اس دعویٰ کو صحیح کرنا ہے کہ
میں مثیل مسیح ہوں۔ حالانکہ وہ اس میں کاذب اور اہل سنت وجماعت کے مخالف ہے۔ کیونکہ یہ کل
دعویٰ اس کے خیالات کاذبہ اور اٹکلیں ہیں اور صحیح بخاری میں ہے کہ معاویہؓ نے فرمایا کہ یہ
خیالات اور اٹکلیں ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض ان میں ان پڑھ ہیں۔
کتاب کو نہیں جانتے مگر اپنی آرزوئیں اور ان کے پاس نہیں مگر اپنے خیال اور الہام حجت شرعیہ
نہیں ہے۔ جس سے اثبات یا نفی کسی حکم کی ہو سکے۔ جیسا کہ ائمہ حدیث و اصول وفقہ کے نزدیک
مقرر ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری شرح میں فرماتے ہیں کہ اس امت کے محدث کا الہام جب محقق
ہو تو اس سے کسی امر کے اثبات یا نفی کا حکم نہیں لگا سکتے۔ بلکہ اس کو قرآن و حدیث پر پیش کرنا
ضروری ہے۔ اگر ان کے موافق ہو تو عمل کرے ورنہ ترک کرے اور وقوع اس کا اگرچہ ممکن
ہے۔ لیکن نادر ہے اور وہ بھی اس شخص کو جس کے کام کتاب وسنت پر مبنی ہوں۔ انتہیٰ!

اور یہ مفتری وفات عیسیٰ علیہ السلام اور مثیل مسیح اور ملہم ہونے کا مدعی ہے۔ اس کے
الہامات کتاب وسنت کے موافق نہیں ہیں اور نہ اس کے کام کتاب وسنت پر مبنی ہیں۔ بلکہ کتاب
وسنت حیات عیسیٰ علیہ السلام پر دلالت کرتی ہیں اور اس پر کہ وہ آخر زمانہ میں زمین کی طرف حاکم
عادل ہو کر نازل ہوں گے۔

اور لفظ مثیل عیسیٰ کتاب وسنت میں وارد نہیں ہوا اور نہ صحابہ اور سلف وخلف سے ثابت
ہے۔ بلکہ یہ قول محدث ہے اور ہر محدث بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ پس یہ الہام اس کا
جو کتاب اور سنت اور اقوال سلف وخلف اور کل اہل سنت کے مخالف ہے۔ الہامات شیطانیہ اور
خواہش ہائے نفسانیہ سے ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ جو لوگ ہدایت کے بعد گمراہ ہو جاتے ہیں۔
جھگڑالو ہو جاتے ہیں۔ روایت کیا اس حدیث کو احمد اور ترمذی وغیرہ نے ابوامامہ سے اور حق میں
مثل دعویٰ اس کاذب فاجر کے اللہ نے اپنی کتاب میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ یہ لوگ جھگڑالو

ہیں۔ پس علماء مسلمین اور حکام مومنین سے جو قدرت رکھتا ہے۔ اس پر واجب ہے اس مفتری کذاب کو ان جھوٹے دعوؤں سے منع کرنا اور ادب دینا جس سے وہ رک جائے اور ادب دینا اس کو جو اس کی مدد کرے اور اس کو اور اس کی دوستی کو اللہ کے واسطے چھوڑ دیں۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے کہ مومنوں کو اللہ و رسول کے دشمنوں کا دوست نہ پاؤ گے۔ اگرچہ ان کے باپ یا بھائی یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اور دلائل عقلیہ یا کتاب و سنت کے ماسواء سے جو اس نے استدلال کیا۔ سو اس کی طرف کوئی التفات نہیں کرتا۔ مگر جو نفسانیت کا تابع اور جاہ و ضلالت میں پڑا ہو۔

یہ اس فقیر نے کلام آئمہ محققین اہل معرفت و تمکین سے جو ظاہر ہوا لکھا ہے۔ پس صواب اللہ کی طرف سے ہے اور خطا میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ یہ رسالہ دوشنبہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۰۸ھ کو بھوپال میں مکمل ہوا۔ بعد فراغ تحریر کے میرے پاس یہ سوال آیا جو اس مفتری کذاب کے بارے میں ہے۔

کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین، مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں اور جو قرآن و حدیث کو اس نے ظاہر سے پھیرا ہے۔ کیا یہ تحریف مذموم یہودیوں کی سی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا!

تو میں نے جواب دیا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں یہود کی مذمت یوں فرمائی ہے۔ (ترجمہ) یہود کلام الٰہی کو اس کے ٹھکانوں سے پھیرتے ہیں اور بھول گئے ایک فائدہ لینا۔ اس نصیحت سے جو ان کو کی اور ہمیشہ تو خبر پاتا ہے ان کے دغا کی۔

اور اس شخص مسئول عنہ کی تحریف اور اس کے نصوص کو ظاہر سے پھیرنا بلاشک یہود کی سی تحریف ہے۔ امام ابن قیمؒ اغاثۃ اللہفان میں فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ توریت جو یہود کے پاس ہے۔ اس میں تحریف لفظی ہے یا معنوی۔ اس میں تین قول ہیں۔ ایک طائفہ نے کہا ہے کہ کل یا اکثر مبدل ہے اور بعض نے غلو کیا کہ اس کے ساتھ استنجاء جائز ہے۔ ایک گروہ نے آئمہ حدیث و فقہ و کلام سے یہ کہا کہ تبدیل فقط تاویل میں واقع ہوئی ہے۔ امام بخاری اپنی صحیح میں "یحرفون" کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ دور کرتے ہیں کلام کو اس کے ٹھکانے سے اور لفظ کتاب کو کتب اللہ سے کوئی زائل نہیں کرتا۔ لیکن اس کی بے جا تاویل کرتے ہیں اور رازی نے بھی اختیار کیا ہے اور میں نے اپنے شیخ (ابن تیمیہؒ) سے سنا وہ کہتے تھے۔ فضلاء کے درمیان اس مسئلہ میں نزاع واقع ہوئی ہے۔ پس اس قول کو صحیح اور غیر کو ضعیف کہا۔ پس اس پر ان کا انکار کیا گیا تو اس نے چند نقلیں ان [illegible] میں پیش کیں۔

میرا مقصود اور غرض اس کلام ابن قیمؒ سے یہ ہے کہ مذہب نصاریٰ وغیرہ کے یہ مفتری بھی تحریف معنوی آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ میں یہود کے مشابہ ہے اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی تاویل یہود کی سی تاویل معنوی نہیں ہے۔ پس وہ بھی مثل اس کے گمراہ ہے۔ گمراہ کرنے والا اور جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔

پھر بعد فراغ اس تحریر کے میں ایک واقعہ پر مطلع ہوا۔ جس کو ابن تیمیہؒ نے اپنے رسالہ "بغية المرتاد في الرد على المتفلسفة والقرامطة والباطنية أهل الالحاد من القائلين بالحلول والاتحاد" میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے پاس شہر دمشق میں ایک بڑا شیخ مشہور تھا۔ جس کو ابن ہود کہتے تھے اور ان وحدت وجودیوں کو ہم نے دیکھا ہے۔ وہ ان سب میں زہد و معرفت و ریاضت میں بہت بڑا تھا اور ابن سبعین کی بہت تعظیم کرتا تھا اور ان کو ابن عربی اور اس کے غلام ابن اسحاق پر بھی فضیلت دیتا تھا اور بہت سے بڑے اور چھوٹے اس کے حکم کی اطاعت کرتے تھے اور اس کے مرید ان خاص اس کے حق میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ابن ہود مسیح ابن مریم ہے اور کہتے تھے کہ اس کی ماں کا نام بھی مریم ہے اور وہ نصرانیہ بھی اور تعبیت حدیث رسول کی کہ تم میں ابن مریم اترے گا تو ان کا عقیدہ تھا کہ وہ یہی ابن ہود ہے اور اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت نازل ہوئی اور مناظرہ کیا مجھ سے اس بارہ میں اس شخص نے جو ان لوگوں کے نزدیک اس وقت فلسفہ وغیرہ میں سب سے افضل تھا۔ علاوہ اس کے زہد و تصوف میں بھی دخل رکھتا تھا اور اس معاملہ میں ان سے کئی گفتگوئیں اور مناظرے واقع ہوئے کہ ان سب کے ذکر کرنے سے طول ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے ان کے دعویٰ کا بطلان ان احادیث صحیحہ سے اچھی طرح بیان کر دیا۔ جو نزول عیسیٰ میں آئی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ اوصاف بیان کئے جو ابن ہود پر مطابق نہیں آتے اور میں نے خرابی ان کی قرمطی کی جس میں وہ داخل ہوگئے تھے۔ وضاحت سے بیان کر دی۔ یہاں تک کہ میرا ان کا مباہلہ ٹھہرا اور میں نے ان سے حلف اٹھا کر کہہ دیا کہ جن باتوں کا تم انتظار کرتے ہو ہرگز پوری نہ ہوں گی اور اللہ اس شیخ کا یہ ڈھکوسلا پورا نہیں کرے گا۔ سو اللہ نے میری ان سب قسموں کو سچا کیا اور اللہ کا شکر ہے۔ یہ بھی اس واسطے ہوا کہ میں ان کے نزدیک معظم تھا اور مجھ کو خوب جانتے تھے۔ ورنہ وہ تو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ سب لوگ ان کی حقیقت اور باریک بھیدوں سے محجوب ہیں اور لوگ ان کے نزدیک مثل چوپایوں کے ہیں۔ انتہیٰ!

اس حکایت میں میری اس تحریر کی پوری تائید ہے کہ اوصاف عیسیٰ علیہ السلام کے ابن ہود کی طرح مرزا قادیانی پر مطابق نہیں آتے۔ والله الحمد على ذالك!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
قادیانی دجال
کا
استیصال
حضرت مولانا محمد سعد اللہ لدھیانوی

قادیانی دجال کا استیصال!

(حصہ سوم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

ایک مسلمان اور قادیانی میں سوال و جواب کیونکر ہو سکتے ہیں؟

مسلمان..... قادیانی صاحب اپنا دعویٰ اپنی زبان سے بیان کرو۔

قادیانی..... میں محدث (فتح دال مشدد) ہوں۔ مجھے اللہ نے اس صدی کا مجدد بنایا ہے۔ میرے نام غلام احمد قادیانی کے اعداد پورے ۱۳۰۰ اس پر شاہد ہیں کہ میں تیرھویں صدی کے انجام اور چودھویں صدی کے آغاز پر مجدد ہوں۔

مسلمان..... صرف نام سے اعداد کا نکلنا مجدد ہونے کی دلیل نہیں۔ کیا معلوم آپ اس وقت کے کیا ہیں۔ اگر حساب ابجد سے کوئی دعویٰ مدلل ہو سکتا ہے تو گزارش ہے کہ آپ کے لئے یہ پورا جملہ جس کے اعداد بھی پورے ہیں، بہت درست ہوگا۔ "غلام احمد قادیانی دجال ہے۔" سامعین! واہ واہ واہ واہ جزاک اللہ اس بجتداد کی خبر کیسی برجستہ نکلی ہے۔

قادیانی..... صرف یہی ایک دلیل نہیں۔ بڑی دلیل میری وحی و الہام ہے جو اللہ پاک کی طرف سے مجھ پر بارش کی طرح برستا ہے۔ میں بزعم خود بحق خدائے کہ ازاں ست پیغام ہوست چوں قلعہ روح پرورم۔

مسلمان..... انبیاء و رسل علیہم السلام کے سوا کسی کا وحی و الہام قطعی نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے ان کے ماسوا کو اس میں کبھی نفسانی، گاہ شیطانی آمیزش سے دھوکا ہو جائے۔

قادیانی..... چونکہ میں محدث ہوں۔ میری وحی و الہام بھی آمیزش شیطان سے پاک ہے۔

مسلمان..... اس پر کوئی دلیل شرعی؟ قرآن و حدیث میں تو محدث کو یہ درجہ نہیں دیا گیا کہ قرآن میں محدث کا نام بھی نہیں۔

(قادیانی کا ایک مرید جو آتھم کی جنگ بحث میں قادیانی کا ساماں تھا)

جھٹ قرآن شریف کھول کر سورۂ انبیاء کی آیت "ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون" پر انگلی رکھ کر سامنے کر دی۔ (قادیانی آنکھ کے اشارے

سے محفوظ ہی رہ گیا) دیکھو تو یہ قرآن کی آیت ہے یا نہیں؟

مسلمان..... کسی قدر حیران ہو کر میاں دیکھوں کہیں جلد باندھتے وقت کوئی کسی کی تحریر تو بیچ میں نہ جا ملی ہو۔ (دیکھ کر) بھئی واہ! اس لفظ کی حرکات پر تو نظر کر لیتے۔ محض حروف ہی دیکھ کر بول اٹھے۔ (اس لفظ کا ترجمہ جیسا کچھ لکھا ہوا دیکھتے واعظ ایسی قوالی پر جیتے ہو۔ قادیانی کی قرآن فہمی پر ناز اس لیاقت سے کیا کرتے ہو کہ مرزا قادیانی کے برابر قرآن کوئی نہیں سمجھتا۔ شرم کرو)

قادیانی..... جھنجھلا کر اجی نہیں نہیں تم ادھر دیکھو۔ صحیح بخاری میں سورۂ حج کی آیت یوں بھی لکھی ہے: "وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث الا اذا تمنی القی الشیطان" یعنی رسول اور نبی اور محدث کا بھی الہام، جب اس میں شیطان دخل دیتا ہے تو دخل شیطان سے پاک کیا جاتا ہے۔

مسلمان..... قطع نظر اس سے کہ آیت شریف میں وحی والہام میں دخل کا ذکر ہی نہیں۔ صرف تمنا کے وقت نبی و رسول کا ذکر ہے۔ یہ تو "فبای حدیث بعده یؤمنون" کی تفسیر جو تم نے کی تھی کہ قرآن کے بعد کوئی حدیث قابل تسلیم نہیں اور اشتہار مورخہ ۲ اگست ۱۸۹۱ء میں آپ کا یہ دعویٰ کہ "قرآن کریم کے اخبار اور قصص اور واقعات ماضیہ پر نسخ و زیادت ہرگز جائز نہیں۔" (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۲۹) یہاں یہ دعویٰ بالکل رد ہو گیا۔ اب اس بخاری کی روایت (جو ایک صحابی کا قول ہے۔ حدیث نبوی بھی نہیں) قبول کر کے قرآن میں لفظ بڑھانا بھی جائز کر لیا اور صحیح بخاری، وہی جس کی احادیث معراج نبوی کے تعارض اور عدم وثاقت روایت جناب (مرزا قادیانی) نے اپنے ازالے کے آخر میں باد ار کتب روافض لکھے ہیں۔ سچ ہے صاحب غرضی دیوانہ بود!

قادیانی..... کھسیانا سا ہو کر ہائے اس کمبخت نے وہ اشتہار کہاں سے دیکھ لیا۔ میں نے تو دفع الوقتی کے لئے یہ ڈھکوسلا بنایا تھا کہ کسی طرح ابن مریم کا زعم ہوتا اور تکرار آنا لوگوں کے خیال میں مشتبہ ہو جائے۔ لیکن جواب نادر۔ ندامت نے پانی پانی کر دیا۔ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا گیا۔

قادیانی کا شاگرد خاص ہم اعور و ہم اعرج

حضرت اقدس (مرزا قادیانی) اس جاہل سے آپ کیا سمع خراشی فرماتے ہیں اور کہیں مصحف داغ ہو جائے گا۔ جانے بھی دو۔

مسلمان..... مسیح صاحب! جب آپ محدث ہیں تو نبی بھی ہیں۔ (توضیح المرام ص۱۹، خزائن ج۳

ص۹۶) المحدث نبی وانبی محدث۔ یعنی محدث نبی ہے اور نبی محدث ہے۔ اب یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں محدث تو ہوں۔ لیکن نبی نہیں۔ یہ فقرہ کس مستی میں نقل کیا تھا؟

قادیانی..... بڑی جلدی سے طیش میں آ کر شن ختم رسول ہو نیا وہ وام کتاب۔

(ازالہ اوہام ص۵۶۹، خزائن ج۳ ص۴۰۵)

مسلمان..... جس کتاب میں یہ مصرعہ درج ہے اس کے عنوان پر حضور (مرزاقادیانی) مرسل یزدانی بنے بیٹھے ہیں (ٹائٹل ازالہ اوہام، خزائن ج۳ ص۱۰۱) اور پھر اس کے (ص۶۷۳، خزائن ج۳ ص۴۶۳) پر جناب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بشارت "رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" کے مصداق خود بدولت بنے ہوئے ہیں۔ یہ مجموعہ وہ ہے جس نے آپ کے رسالہ ازالہ دیکھے ہوں۔ ورنہ دیکھنے والا آپ کا دعویٰ کب کہتا ہے۔ محدث ہونے کے مدعی فی الحال ہو۔ محدث اور نبی کو ایک ہی مانتے ہو۔ وحی والہام میں انبیاء کی ہمسری بلکہ بعض مکاشفات میں ان سے بڑھ کر ہونے کے مدعی ہو۔ خصوصاً ختم الرسل سے بھی دجال، دابۃ الارض، یاجوج ماجوج کی کیفیت سمجھنے میں زیادہ قابلیت رکھتے ہو۔ اب تو دعائے نبوت میں کیا کسر ہے۔ "انا النبی لا کذب" نہ لکھا یوں کہہ دیا۔ میں محدث ہوں والمحدث نبی اور یہ تو فرماؤ کہ رسول، نبی اور عام خلائق میں بجز وحی کس بات کا فرق ہے؟ بظاہر "انما انا بشر مثلکم" سے ثابت ہے کہ کچھ فرق نہیں۔ بجز وحی الٰہی سو اس وحی میں آپ ان برگزیدوں سے کس طرح کم نہیں رہتے۔ آپ کے مکاشفات اور بھی حضرت عیسیٰ روح اللہ اور محمد رسول اللہ علیہما السلام سے بڑھ کر ہیں؟ آپ کے سامنے حضرت عیسیٰ کے معجزات یوں ہی کھیل تماشہ لہو ولعب، سامری جادوگر کا بچھڑا۔ پھر یہ سب آپ کے نزدیک قابل نفرت۔ باوجود ان سب باتوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ نبی اللہ ہونے دیں اور اپنے لئے باوجود کمالات نبوت سے خالی رہنا گوارا کرتے ہوں ممکن نہیں۔ یہ انکار از نبوت محض دھوکا ہے۔ جب نامہ مرسلہ بغاوت کیا کر رہے ہیں۔ اپنے مرسل کی مدد کرائے خدا حضور کو ازالہ کے سرعنوان بزبان حال پکار رہا ہے۔

ثنائی ناموس رحمانی قادیانی مرسل یزداں ثنائی مرزا غلام احمد از اولاد مغلستان

نورے آمدی از جانب حق احمدی دنیا مگر امت قبول حق کند صدق ترا تا یان

تو نورے آمدی سر تا پا ز الطاف مگر جا شد والہ روحانیت ترا تجا کے انسان

ترا باتسع ذاتے نبوت برملا کردن چہ مسکل نزد یک جمع حباب نزکیا عتا ساختان

تو شیر نیستاں جہانی آدمی نہ اوّل ۔۔۔ خطائے بودی و شیرے شدی از ظلم صیاداں
چہ باک است چنیں تہمت کہ ہر کس داند آزادی ۔۔۔ ثبوت جرم تحریری باشد تر و قانون داں
حزیں از شور و غوغائے مسلمانان کہ در اسلام ۔۔۔ گشتہ چوں تو بسیار و نمی ترسد کے تر پیشاں
رسول احمد نبی اللہ و مرسل چوں بخود گفتی ۔۔۔ رسولے ہستم گفتن بود کفر از تو در ایمان
بعد ہم عورت بودی و حارث شدی آخر ۔۔۔ نبی مرسل جری اللہ مسیح و مہدی دوراں
مکن کفران نعمتہا مگو مرسل ہستم ہرگز ۔۔۔ نبوت را رسالت را ما دارائے بے خرد پنہاں
ز چہ الہام و وحیت بازدہ صفحات شد مشحوں ۔۔۔ چرا گفتی نیاوردم کتابے از حق سبحاں
مراہم خود مکن روشن کتاب مستعمیں بما ۔۔۔ بہ چشم دل خود و خود را رسول غیب داں کرداں
جہاں گیر ہے ہمہ کے دام طمع گستر ۔۔۔ کیے را در حق دختر ز مرگ ناگہاں ترساں
اگر باشد بہ زوجہ شاد کام آں دختر نیکو ۔۔۔ بمیں از یار روئے خود سیہ کن در غم ہجراں
نگو آں زن کہ در جنت الہامش آوردم ۔۔۔ بعد حسب رضائے من کنوں در قبضۂ سلطاں
الا اے قادیانی حق مگو از سعدی تاکے ۔۔۔ کہ الہامت شدہ اعلام نفس و وحیت از شیطاں

اصل یوں ہے کہ مضمون سب تحریروں میں ادا ہو چکا ہے۔ مریدوں کے ذہن نشین کر دیا گیا ہے۔ اب "لا الہ الا اللہ" کے ساتھ قادیانی رسول اللہ لگانا باقی ہے۔ بڑھاپا آ گیا۔ مگر تیرے چند ماہ رونے سے بھی تیرا پیدا مرد۔ سلطان محمد اڑھائی برس گزر گئے خدا کے فضل سے زندہ ہے۔ محمود ایک بشیر جو جہاں کو روشن کرنے آیا تھا۔ تیرے گھر میں اندھیرا کر گیا۔ ان پے در پے کی مصیبتوں نے تجھ کو ادھر کی سوچنے نہ دی۔ ورنہ اب تک کلمۂ شہادت میں بھی کچھ ترمیم ہو گئی ہوتی۔ جناب رسول خدا ﷺ نے جو قبل از قیامت قریباً تیس کذاب دجالوں کے آنے کی خبر دی ہے۔ ان کا نشان بھی فرمایا ہے کہ وہ سب اپنے آپ کو رسول کہتے ہوں گے۔

یعنی یہ ضروری نہیں کہ اپنے آپ کو ہر جگہ صاف طور پر رسول اللہ کہیں بھی۔ خدا تعالیٰ کے غیب پر مطلع ہونے کے لئے اس آیت "عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارتضی من رسول" سے بھی رسول بن کر تجھ کو بجز رسوائی اور کچھ نہ ملا۔ (ملحقاً تحریر کرامات) چھ ستمبر اور ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے دن تجھ پر وہ لعنت پڑی کہ اگر تو توبہ نہ کرے۔ تا قیامت تجھ سے علیحدہ نہ ہوگی۔ ورنہ از روئے احادیث جس عیسیٰ کا آنا ثابت ہے اس کا نبی اللہ ہونا ضروری ہے اس سے بڑا بھی معلوم ہو گیا۔ ایک یہ کہ "لا نبی بعدی" کی حدیث صاف کہہ دی

ہے۔ میرے بعد نبی ہونے والا کوئی نہیں۔ اب اگر وہی عیسیٰ نبی اللہ جو چودہ سو برس پہلے نبوت ادا کر چکے ہیں۔ آ جائیں تو حدیث کے ساتھ کوئی تعارض نہ ہوگا۔ لیکن اگر کوئی اور شخص عیسیٰ نبی اللہ بن کر آئے تو ''لا نبی بعدی'' غلط ہو جائے گی۔ یہ شخص تو عیسیٰ موعود بنتا ہے۔ اس لئے نبی اللہ ضرور ہوا اور اس عیسیٰ کے لئے تو کیا کسی کے لئے بھی جزئی نبوت کا تذکرہ کہیں نہیں فرمایا گیا۔ نبوت، نبوت ہے۔ جزئی اور کلی تیرے اختراعی لفظ ہیں۔ ان کو اپنے گھر رکھ چھوڑ۔ جب تو سب اوصاف نبوت اپنے لئے تجویز کرتا ہے تو کس بات میں رہا؟ اس بات کا نام لے۔ یہ ایسی مثال ہے جیسے کوئی شیطان کہے کہ میں زمین و آسمان کا خالق ہوں۔ سب کا رازق ہوں۔ سب کی موت و حیات میرے ہاتھ میں ہے۔ لیکن میں اللہ نہیں ہوں۔ یونہی جزئی الوہیت مجھ میں ہے۔

قادیانی... سلطان محمد سے اب میری تکذیب کرا دو پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ وہ ابھی عذاب کے قابل نہیں ہوا۔

مسلمان... او بے حیا، بے شرم، بدبخت! جا تو کہیں سلطان محمد جو تیری الہامی زوجہ کو شرعی بیوی بنائے بیٹھا ہے اور اس سے صاحب اولاد بھی ہو گیا ہے۔ تیری کس بات کی تصدیق کرتا ہے؟ خبیث زود مرا۔ اس کے اس تصرف پر بھی تو اس کو اپنا مکذب نہیں کہتا۔ لعنت اس بے حیائی پر۔ ہاں البتہ وہ تیری بے حیائی کی تصدیق ضرور کرتا ہے۔

قادیانی... دیکھو ایسی سخت کلامی نہ کرو۔ تم گالیاں دیتے ہو، بہتان لگاتے ہو۔ اگر تم باز نہ آئے تو میں بھی تمہارے حق میں ایک سخت منذر الہام تصنیف کر دوں گا۔

مسلمان.. جناب فرمائیے جو گالی یا بہتان سرزد ہوا ہو وہ فرمائیے۔ کیا از روئے الہام ''زوجنکھا'' کو دس برس سے وہ عورت آپ کی الہامی زوجہ نہیں ہو گئی۔ کیا اب وہ پانچ برس سے عزیز سلطان محمد کے گھر میں صاحب اولاد نہیں؟

قادیانی... گو یہ سب کچھ درست ہے۔ لیکن تم ہم کو کیوں ستاتے ہو۔ یہ ذکر سن سن کر ہماری روح سخت ہوئی جاتی ہے۔ کیا تم کو اس میں مزہ آتا ہے۔ بس ہم سے سخت کلامی نہ کرو۔

مسلمان... نہیں۔ مسیح قادیانی! یہ سخت کلامی حکمت سے خالی نہیں۔ سخت دل اس سے بیدار ہوتے ہیں۔ (ازالہ ص ۱۱۲، خزائن ج ۳ ص ۱۱۷، ۱۲۰) اور واقف اور علماء اپنے کفر و کید کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ خواب غفلت سے اس ٹھوکر کے ساتھ بیدار ہو جاتے ہیں۔ اسی رسالت و نبوت کے خیال نے تجھ کو مسلمانوں کے نزدیک دجال ثابت کر دیا اور اس سے تو رسول اللہ کی پیش گوئی کا مصداق بن گیا اور قریباً تیس دجالوں میں سے ایک شمار ہوا۔

سب مسلمان یونہی کہیں گے جب تک تو پیچھے ہی صاف طور پر ان خیالات سے اپنی توبہ شائع نہ کر دے۔ باقی رہا صلیب مسیح و مرگ مسیح کا قصہ اس کو واقف مسلمان سب جانتے ہیں کہ تو نے یہ سید احمد خان نیچری علی گڑھی کی تفسیر سے چرایا ہے اور نورالدین تیرے بظاہر مرید نے تجھ کو سکھایا ہے۔ البتہ تو نے اس میں خود مسیح و عیسیٰ بننے کے لئے کہیں کہیں کچھ بڑھایا ہے اور نیا لباس پہنایا ہے۔ خدا تعالیٰ تو قرآن میں فرماتے "ما صلبوہ" یعنی یہودیوں نے عیسیٰ کو سولی نہیں چڑھایا اور تو کہے چڑھایا تو سولی پر جان نہیں نکلی تھی۔ یہ صرف اس لئے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی روایت غلط نہ ہو جائے اور علی گڑھی کی وحی جو بذریعہ نورالدین بھیروی تجھ پر نازل ہوئی ہے۔ آسمانی وحی سے جو بذریعہ جبرائیل امین محمد رسول اللہ پر اتری تھی رد نہ ہو جائے۔ ورنہ کوئی ضرورت اس نقل صلیب کے مقابل اثبات صلیب کی نہ تھی۔ آج تک مسلمانوں میں سے کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سولی پر لٹکنا بمقابلہ ما صلبوہ نہیں مانا۔ نیچری ناظنوں کے سوا۔

رہا حضرت عیسیٰ کو تیرا مردہ کہنا اور ان کے بذات خود دوبارہ آنے سے انکار کرنا۔ اپنی ازالہ اوہام اور براہین کو دیکھ لے۔ جس سے تو نے مسلمانوں کو فریب دیا ہے۔ تیرا صاف اقرار موجود ہے کہ میں ظلی طور پر راہ صاف کرنے آیا ہوں۔ حضرت عیسیٰ قرب قیامت میں جلال کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ یہ وہی براہین ہے جو تو نے اللہ کی طرف سے ملہم و مامور ہو کر لکھی تھی۔ صحیح بخاری میں "انہ لعلم للساعۃ" (بے شک وہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے لئے ایک نشان ہیں۔ قیامت میں ان کا اترنا ہوگا) کی تفسیر حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے۔ جس بخاری کی شہادت سے تو اپنے تئیں محدث مانتا ہے۔ اہل حق کے لئے تو ایک کافی سند ہے۔ لیکن نیچری اس کو کیوں تسلیم کرنے لگے؟ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔ تفسیر ابن کثیر دیکھ لے۔ ان روایتوں کے سامنے تیرے الہام کو کون پوچھے؟

قادیانی..... کھسیانا ہو کر۔ بس اب زیادہ بک بک نہ کرو۔ اگر کچھ حوصلہ ہے تو سب مسلمان مولوی میرے ساتھ مباہلہ کر لیں۔

مسلمان..... مسیح قادیانی غضب کرتا ہے۔ مرگیا آتھم کی پیش گوئی سے چار پانچ روز پہلے امرتسر میں عبدالحق کے ساتھ تیرا مباہلہ ہی ہوا تھا یا کچھ اور؟

قادیانی..... ہاں مباہلہ ہی تھا۔

مسلمان... پھر اور مباہلہ کیسا؟ بار بار مباہلہ کیا؟ اب وقت جاتا کیا ہوتا ہے۔ کوئی پیش گوئی کر پھر دیکھ مزہ۔ نو سال مقرر کر دیتا تو کچھ اب تک تو ضرور پیدا ہو چکا ہوتا؟ ان لڑکوں کو دو تین سے کسی کو مقرر کر دو کہ قادیان کا ولی عہد بشیر ہے۔ لیکن گھر میں سے پہلے اجازت لے لینا۔ پہلے کی طرح دنگہ فساد نہ ہو پھر سے۔

قادیانی... یہ مولوی مجھ کو کافر دجال، کذاب ملعون، دوزخی کہنے سے باز نہیں آتے۔

مسلمان... عبدالحق باز آ گیا؟

قادیانی... نہیں باز تو وہ بھی نہیں آیا۔ وہ بڑا سخت دل ہے۔ میں نے اس کے حق میں کوئی بددعا نہیں کی تھی۔ ذرا اب ہم آتھم کی، پہلے سے بھی تیز ہو گیا۔

مسلمان... ارے بے شرم! تو کتنا بے حیا ہے۔ مباہلے میں اگر بددعا نہیں کی تھی تو کیا دعائے عافیت مانگی تھی؟ کمبخت! پھر کہے گا سخت کلامی کرتا ہے۔

قادیانی... ... میں نے جھوٹے پر لعنت کی تھی اور کوئی بددعا نہیں کی تھی۔

مسلمان... عبدالحق تیرے نزدیک سچا تھا یا جھوٹا؟

قادیانی... ہاں تھا تو جھوٹا ہی۔

مسلمان... تو پھر تیرے مباہلے نے اس کا کیا بگاڑ دیا کہ تو اب لوگوں کو دھمکاتا ہے۔

قادیانی... اگر میں اللہ پر جھوٹ بولتا ہوں تو اللہ مجھ کو جلدی سے ہلاک کیوں نہیں کر دیتا۔ خدا فرماتا ہے۔ "فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا" مجھ سے بڑھ کر کون ظالم ہے؟ خدا مجھ کو کئی برسوں سے مہلت دے رہا ہے۔ اس کی غیرت کیا کہتی ہے۔

مسلمان... اس کی غیرت تو کہتی ہے کہ ابھی تجھ کو نیست کر دے۔ لیکن یا تو رحمت سفارش کر رہی ہے یا غضب اکٹھا ہو رہا ہے کہ تو اچھی طرح کامل طور سے کافی سزا پا جائے۔

"املی لھم ان کیدی متین" پڑھ کر دیکھ لے۔ دیکھ کمبخت تیرے مرزا۔ اگر تو سچ ہے تو تیرے مقابلے والے سب سے بڑھ کر ظالم ہیں۔ باقی حصہ آیت جس کو تو دانستہ حذف کر گیا ہے۔ "او کذب بآیاتہ" صاف کہہ رہا ہے۔ اب تو بتا کہ تیرے مقابلے والے علماء کیوں نہیں ہلاک ہو جاتے؟ اور تو کہتا ہے کہ پادریوں کا دجل سب سے بڑا ہے۔ یعنی دجال اکبر ہیں۔ ایسا دجل کرتے ہیں۔ جس سے آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اب تو بتا کہ تیرہ سو برس سے زیادہ گذر گیا۔ زمین و آسمان تو اسی طرح قائم ہیں اور پادری روز بروز دنیاوی حیثیت سے ترقی پر ہیں۔

تیرے رجال اکبر جب ہلاک شدہ ہوئے پھر اگر تجھ کو یہ تئیس برس مہلت مل گئی۔ تو کیا ہوا کمبخت تو رسول بن بیٹھا ہے۔ فرعون نے خدائی کر کے کتنی مہلت پائی تھی اور اس عیش میں تھا کہ اس کے خاکروب تجھ سے اچھے ہوں گے۔ وہ کیوں جائیں انہیں لعنت جو تیرا الہام اور رسول ساز ہے اور ایسے سب ملعون کا شیخ، اس کو قیامت تک کی مہلت مل ہوئی ہے تو تیں پچیس برس کی مہلت سے غرور میں آ گیا۔ یہ تیری بے شرمی ہے۔ جو مہلت مہلت کہہ رہا ہے۔ جو پیشین گوئیاں تو نے اپنے معیار صدق و کذب قرار دی تھیں۔ وہ جھوٹی ہو گئیں اور تمام جہاں نے اس کو نصف النہار کی طرح دیکھ لیا۔ مگر چند پر چشموں کے جنہوں نے آفتاب کی روشنی بھی نہیں دیکھی۔ کو سے اور لدھیانہ میں تیرے مرید معتقد بھی بن گئے ہیں کہ ہاں پیش گوئی حسب بیان پوری نہیں ہوئی۔ اب پیچھے سے تو خواہ کتنے ہی پہلو بدلے اور اڑائے۔ تیری ذلت کافی و وافی ہو چکی۔ تیری رگ گردن قطع ہو چکی۔ اب تو اس بڑھاپے میں خواہ اور تیس سال تک جیتا رہ ایک مسلمان سے مباہلہ کر کے تیری یہ نوبت ہوئی ہے۔ اب اور کیا چاہتا ہے۔

قادیانی--- بس میں تو اور مولویوں سے ضرور مباہلہ کروں گا۔ کم سے کم دس ہی سامنے آ جائیں۔ برس روز کے اندر ہلاک ہوں گے۔

مسلمان...... بے حیا تیری چالاکیاں ہم خوب سمجھتے ہیں۔ برس روز تو یوں گزر جائے گا۔ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کی اجل بھی ہی آ جائے۔ کسی کو کوئی اور تکلیف یا ان کی کچھ جاتے اس کو تو اپنی طرف منسوب کرے کہ یہ ہمارے مباہلہ کا اثر ہے اور جن کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ ان پر یہ تعلیم شیطانی۔ یہ الزام لگا دے کہ دل میں مجھ سے ڈر گئے تھے اس لئے خدا نے عذاب روک لیا۔ تیرا گزشتہ قصہ آتھم سب کو یاد ہے۔ پھر تو ان کو تسبیں دے اور اسی طرح دو چار برس اور گزر جائیں۔ آخر تجھے بھی مرنا ہے اگر جلدی مر گیا تو چلو فیصلہ ہوا۔ مرنے کی تاک کون لگائے گا کہ حضور کتنے زیادہ جیتے جاؤ کیا ہوتا ہے؟ لہذا اگر جیتا رہا تو پھر کوئی اور حیلہ کرے گا۔ آخر بوڑھوں نے بھی مرنا ہے۔ جب کوئی مر گیا تو کہہ دیا۔ دیکھو میرا یا نہ مرا! تیری چالاکی کے مقابلے میں کذاب حنظل۔ قرۃ العین اور چنگیز اور دلی تغلق کتنے سیر بھر رہے گل۔ تیری دروغگوئی کی کوئی حد نہیں۔ مباحثہ لدھیانہ میں جھوٹ بولا کہ بخاری میں یہ حدیث ہے کہ قرآن سے حدیث کی تصدیق کیا کرو۔ جب کہا گیا کہ بخاری میں دکھاؤ اور ہزار روپیہ لے۔ خبیث تو اٹھ کے بھاگ گیا۔ اس میں امام بخاری پر اتہام لگایا۔ جناب رسول اللہ پر بہتان باندھا۔ لیکن شرم نہ ہوا۔ تیری روسیاہی کو سارا جہان دیکھ چکا

ہے۔ ۹ ستمبر ۱۹۳۴ء کو تیرا منہ کالا ہو کر گلے میں لعنتوں کا ہار ایسا پڑا تھا کہ اگر اس کو تیری جنگ مقدس کا فوٹو کہیں تو بہت مناسب ہے۔ جا بے غیرت، بے حیا چپ ہو کے بیٹھ۔ کچھ شرم کر روٹی کے لئے اور فن اور فریب تھوڑے ہیں۔ تیرے ہم پیشہ بہت سے ہیں، جفادار بے شمار ہیں۔ جوتشی پنڈت بکثرت ہیں کیا ایسے دعاوی کئے۔ پھر ان کو روٹی نہیں ملتی۔ اسکی کیفیت بھی یہاں کسی مشرک کو سنا کر مسلمان تو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ "لن تصيبنا إلا ما كتب الله لنا هو مولنا وعلى الله فليتوكل المؤمنون" "ہمیں تو وہی پہنچے گا۔ جو ہمارے لئے اللہ نے لکھ رکھا ہے۔ وہی اللہ ہمارا مالک ہے اور اللہ ہی پر ایمان والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔

قادیانی..... مجھے تیرے حق میں ابھی ایک بڑا خوفناک الہام ہوا ہے۔

مسلمان ..... بہت تیرے الہام کی ...... ایسے الہام کو اپنے بیاض نامہ میں لکھ رکھ۔ تو تو کیا ہے میں جمالی طور پر آیا ہوں۔ تجھ میں یہ جلال کہاں سے آ گیا۔ شاید تو جلالی ہے۔ جا اپنی غذا پیٹ بھر کر کھا اور میں پڑھتا ہوں۔ "حسبی اللہ ونعم الوکیل"

قادیانی دجال کا استیصال!

(حصہ نظم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

رباعی نمبر:۱

ابن مریم کا مکفر بے مسخرہ ہے تو
مہدی اللہ کا بدخواہ مسخرہ ہے تو
قادیانی تیرا عیسیٰ کو چڑھانا سولی
سن کے کہتے ہیں مسلمان کہ یہودی ہے تو

رباعی نمبر:۲

نہ مرا آتھم تو ما سے سر ماہ و کیپ سالی
پانچواں سال ہے سلطان کو بھی دے رہا
قادیانی تیرا منہ کر گیا کالا وہ بشیر
سن کے اب مر کے بڑا تو ہوا ہے دجال

قادیانی نہ شکوہ کر نہ گلہ
تھا یہی حکم ناصری کا صلہ

ہر مخالف کو صلا دیتے ہیں ہم
اس لڑائی کے لئے تیار ہو
منہ چھپائے حس زن اور جگر
تف ہے تجھ پر اور تیرے اس شور پر
کادیانی جو تیرا استاد ہے
بے قراری ہو رہا جیسے ہو چور
اس نے امرتسر میں منہ کی کھائی ہے
خود گلے میں ہے رسہ ڈالوا چکا
اپنے منہ سے خود ہے لعنت پا چکا
بحث میں عیسائیوں کے سامنے
قوم ترسا کے مقابل ہو کے پیر
پھر مسلمانوں کو بلوانے لگا
حمد ہے سب حق رب العالمین
خارج از اسلام اگر پہلے ہی سے
ہوتی بدنامی بہت اسلام کی
شکر ہے اس خالق علام کا
گہنہ وفو دونوں عیسائی ذلیل
ایک بولا میں نشان دکھلاؤں گا
دوسرے پر بھی لگا الزام خوب
کیا کہتا ہے سینہ دشمن پہ سانپ
مرزا سلطان محمد کی خبر
گرچہ اس قصے کو پنجم سال ہے
پر نہ چیلوں نے بھی اتنا کہا
کچھ حیا اس سے نہیں بے شرم کو
پر نہ بولے اور دیکھے صبح و شام

ہر مکفر کو ندا دیتے ہیں ہم
صدق دل سے عازم پیکار ہو
اور پکارے یوں جواں مردوں کو تو
سچ تیری بکواس ہے کس زور پر
لدھیانہ ولی اس کو یاد ہے
وہ نہیں بھولے گا اس کو تا بگور
روز افزوں جس سے ذلت پائی ہے
اور سیاہی منہ پہ سب ملوا چکا
چاہ میں اپنے پاؤں دبا چکا
کیا دکھایا تھا نشان ناکام نے
باقی عزت رہا ہے کھو کے یہ
شاید اب پھر سر ہے کھجانے لگا
جس نے اس شر سے بچائے اہل دین
کر نہ پہنچے ظالمان دین اسے
جو غرض اصلی تھی اس خود کام کی
ہے محافظ آپ وہ اسلام کا
ہو گئے جس سے نکالی وہ سبکل
آئے جب چار ناچار رہ گیا
کھل گئے اس کے بھی ایمانی عیوب
مر گیا دشمن بھی بیٹھا کانپ کانپ
عرصہ کی ماہ میں جائے گا مر
اب تلک اپنے گھر میں وہ خوشحال ہے
کیا ہوا الہام زوجکہا
غیر کے گھر میں وہ زوجہ شاد ہو
شرع میں اس بے حیا کا کیا ہے نام

کادیانی عیسائی کا ہے ٹھگ
روتے ہیں آتھم کے مرنے کے لئے
آتھم آتھم پیٹتے ہیں بے حیا
کادیانی تو تو تھا دجال ایک
واہ کیا دجال کی دجالہ ہے
وہ ہے اک رمال یہ رمالہ ہے
ہے بخاری اور عبداللہ کا نام
ابن قیم ابن تیمیہ کا ذکر
سن کے ان ناموں کو سمجھیں گے عوام
مردہ وہ عیسیٰ کو ہوں گے جانتے
اب نہ خود عیسیٰ مکرر آئیں گے
اب جو آئے گا فقط ہو گا مثیل
قادیان کا رہنے والا ایک مغل
جن کے آنے کا وتیرہ خود غرض
لوٹے اور ٹٹو کے کندھوں پہ سوار
کہہ گیا ایسا ہے کب کوئی بزرگ
ہے بزرگوں پہ لگاتا اتہام
اس کی تحریروں سے ثابت ہو چکا
پھر یہ جعلی ہے ولی کہتے اسے
دیکھیے بچھیا کے باوا کی تری
مدعی ہے وحی اور الہام کا
مصطفےٰ کے بعد جو اپنے تئیں
نظم کے آخر مرزائن کی دعا
صاحب حق ہے کہ وہ دجال ہے
ہاں ولی ہے تو ولی شیطان کا

پیٹتے ہیں جلوں چیلے لیکر
اور وہ سلطان خواہ عشرت نے جسے
نام تک لیتے نہیں سلطان کا
تیری یہ جعلی بھی دجالہ ہے ایک
بلکہ سچ پوچھو تو اس کی خالہ ہے
اس سے کچھ بڑھ کر ہی مکار ہے
لے رہی یہ تاکہ دھوکہ کھائیں عام
سن کے دھوکہ کھائیں گے سب بے عقل
قائل ان باتوں کے ہوں گے بے امام
اور مصلوبیت ان کی مانتے
ہو چکے مدفون کیونکر آئیں گے
کادیانی ایک کذاب ذلیل
نسل سے الغوا کے ہو الفضول
زرد جوڑا منہ پہ زردی مرض
یہ فرشتے بن سکے اس کے نابکار
خود ہے گھڑتا قادیانی کہہ کے رگ
کنجری سیٹھ کا ناشکرا غلام
کادیانی ہے ولی شیطان کا
جس کو نفرت فعل روح اللہ سے
معجزے عیسیٰ کے مثل سامری
مثل ذات مرسلین وانبیاء
مرسل یزداں کہے ہے وہ لعین
اپنے مرسل کی مدد کر اے خدا
خود نبی بننے کی یہ سب چال ہے
دین کا دشمن راہزن ایمان کا

سن اسی اور بے حیا دجال بھی
کہتا ہے خود کادیانی لا نبی

ایک سو چالیس ازالہ دیکھ لے
اپنے بابا کا قول دیکھ لے

ہے مسیحا کے پھر آنے کا یقین
کچھ نہیں ہے جزو ایمان رکن دین

اس خبر سے پہلے دین ناقص نہ تھا
بعد اس کے کچھ نہ کامل ہوگیا

یعنی اس عیسیٰ ابن مریم کا نزول
دین و ایمان میں عقیدہ ہے فضول

کوئی اس قول کو مانے نہ گر
طعن ارے دجالی اس پہ نہ کر

ناکسوں سے تو یہ لڑنا چھوڑ دے
حق کے آگے یوں اکڑنا چھوڑ دے

کیوں تجھے شیطان اکساتا ہے یوں
راست اپنا تجھ پہ ظن لاتا ہے یوں

مرسل یزداں نے کہا ہے تو
ہے یہ شیطان کادیانی زشت خو

کفر باطاغوت وایمان بخدا
لازم و ملزوم ہیں اے پُر جفا

کادیانی بالیقین طاغوت ہے
اس سے جو بیعت کرے وہ مات ہے

مناجات بحضرت قاضی الحاجات

اے خدا ایمان پہ قائم رکھ ہمیں
مصطفیٰ کی راہ پہ دائم رکھ ہمیں

فتنۂ دجال سے دیجیو امان
سب سے بڑھ کر ہم پہ تو ہے مہربان

جتنے ہوں دجال و دجالیے
ان کی زد سے دین اور دنیا بچے

ہم کو یاں دل شاد رکھ آزاد رکھ
اپنے فرمانوں کا تو منقاد رکھ

عافیت سے رکھ ہمیں دارین میں
دے مرادیں دین و دنیا کی ہمیں

دین پہ قائم رہیں جب تک جئیں
وقت رخصت کلمۂ وحدت کہیں

کچھ نہ ابلیس لعین کا بس چلے
تیری رحمت سے ہوں طے سب مرحلے

قبر میں مثل عروس تو سلا
وقت تو مہربانی سے بلا

جب اٹھیں اٹھا کر تو شاد و سرخرو
تجھ سے ہم راضی ہوں یارب ہم سے تو

جنت الفردوس میں منزل ملے
دور ہو جائیں سبھی شکوے گلے

آمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظم نمبر: ۲

قادیانی کے سب ستائش گر
اس مسئلہ کو سن کے ہیں ششدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

ہے لم یمت حسن سے مختار کی زبانی | قبل از قیامت آنا عیسیٰ کا بار ثانی
چالیس سال آ کر ہو اور زندگانی | ہو جائے گا ان سے کٹ کے دجال کی کے پانی

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

ممتاز خلق میں ہیں صدیقہ ان کی ماں ہے | عیسیٰ کی یہ فضیلت قرآن میں بیاں ہے
ہیں چوتھے آسمان پر ان کا وہ اب مکان ہے | منزل دمشق ہوگا اور مقبرہ جہاں ہے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

معلوم سب کو ہے کیا تھی عمر نوح و آدم | ختم الرسل ہیں افضل پھر یہ بھی ہے مسلم
کیا ہے کمال نقصان ہو عمر بیش یا کم | زندہ ہیں ابن مریم زندہ ہیں ابن مریم

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

جب انہ لعلم للساعۃ آ چکا ہے | اور ابن مریم اس میں مرجع ضمیر کا ہے
قول ابوہریرہؓ تشریح مدعا ہے | اب بار ثانی آنے میں شک و شبہ کیا ہے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

قرآن میں .... وان من اہل الکتاب دیکھو ۔۔۔ مستقبل مؤکد سمجھو لیؤمنن کو
یا ہے اس کے آگے پھر قبل موتہ جو ۔۔۔ عیسیٰ کے زندہ ہونے پہ ہیں گواہیاں دو

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

سب دہلوی محدث ہیں ترجموں میں لکھتے ۔۔۔ حسب بیان بالا معنی ان آیتوں کے
ان قادیانیوں کے سب ادعا ہیں جھوٹے ۔۔۔ بڑھ کر ہیں انبیاء سے اور صالح سلف سے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

مذکور قد خلت میں جب ہے کسی کا مرنا ۔۔۔ معنی خلا کا ہے بس اک جا سے ہو گزرنا
معنی اذا خلوا کا جب مر گئے نہ کرنا ۔۔۔ ہاں دیکھ سنت اللہ کو مارتے سے ڈرنا

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

دجال قادیانی نے جال اک بچھایا ۔۔۔ ہے معنی توفی مرنا فقط اڑایا
نص لسم ثبت کے حق میں توفی آیا ۔۔۔ تقریر ہے سراپا میں اس کو ہے چھپایا

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

خود بھی مقر تھا عیسیٰ بنا نہ تھا جب ۔۔۔ بیان کے معنے میں بارہا لکھا ہے مطلب
عیسیٰ اور مہدی سے آپ ہو ملقب ۔۔۔ الغرض اس کی باتیں بدلتی ہیں ماتے کب

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

جنس سے کیا گلستاں میں تجھے ہیں ستائے ۔۔۔ معدوم ہی ہے کیوں دنیا سے ہو نہ جائے
الو کے زیر سایہ کوئی کبھی نہ آئے ۔۔۔ اس زاغ قادیانی نے چمن کو سب جلائے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

کہتا تھا میں مجدد ہوں چودہ صد — آخر بنا نبی اور مرسل رسول احمد
خود بن کے عیسیٰ ان کو کہتا ہے شوخ مرتد — مر کر ہوا وہ مٹی اب کیسی اس کی آمد

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

مرزا بطور خفیہ چیلا ہے پادری کا — مرگ و صلیب عیسیٰ یہ سب اسی سے سیکھا
البتہ اس سے بڑھ کر بن بیٹھا آپ عیسیٰ — وہ شرک پر قلم تھا چیلا تھا پر یہ بھوکا

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

زردار ہے وہ بڑھا اور یہ دیوالیا ہے — وہ پیشتر اور اس نے مرزا کو دے دیا ہے
نقد اس کا سود اس نے عروج کو رد کیا ہے — یہ وعدہ کتب سے عالم کو ٹھگ لیا ہے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

کہتا تھا تین سو جز میری کتاب ہوگی — پچیس جز لکھی اور پچیس قیمت اس کی
تھا اک مزاج فرضی سادہ دلوں کی ٹھگی — روپیہ لیا بہت سا وہ شیخ پہ جھکی

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

پاپڑ ہیں قادیانی نے ہر طرح کے بیلے — الہام و وحی و قانون کیا کیا نہ کھیل کھیلے
ناصر معاون اس کے اٹھے ہیں چند چیلے — گھبرائے مومن ان سے تو دیکھو یہ میلے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

عیسیٰ کے معجزوں میں یہ فلسفہ ہے منافر — اسلامیوں نے اس کو ثابت کیا ہے کافر
اپنے ہی اعتقادوں پر مر کر ہوا مسافر — کس منہ سے ہوگا حاضر پیش خدا کے نافر

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

ہیں ساتھ مصطفےٰ کے دو صاحبان جانی — رو جائے گا ایک سورج نکل جہاں تک دیکھ جانی
عیسیٰ کے واسطے وہاں چوتھی جگہ ہے خالی — جیتے کو مردہ کہنا بے شک ہے ایک گالی

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

کہتا ہے یوں ازالہ دجال مفتری کا — عیسیٰ کا معجزہ تھا گوسالہ سامری کا
تھا صرف معجزہ یہ کھیل اک فسوں گری کا — کالا کرے خدا منہ مکار نیچری کا

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

الہام و وحی مرزا مانند انبیاء ہے — صاف انکشاف اس کا بیانات سے بھی سوا ہے
من ہستم رسول اک دعویٰ کا بھی تو کیا ہے — مرزائیو تمہاری عقلوں کو کیا ہوا ہے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

جب کذب و مکر برسیں مکار کی قلم سے — بچے نہ ہوں نبی بھی جن کی بدگوئی و ستم سے
کیا سودست بھی ہے شد آریہ دھرم سے — واقف ہیں بفراست سب اس کے پیچ و خم سے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

ان خرافات سے ہو جب تک نہ آپ تائب — کیا فائدہ جتانا گفتار کے معائب
عیسیٰ نہ بن سکے گا ہرگز بقول صائب — ثابت ہوا شریعت میں خاسر اور خائب

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

سلطان کھمن پتی نے کیا غضب کیا ہے — وہ جام وصل گویا مرزا کا خون پیا ہے
اب چین کو کہاں سے منہ اس کا سی دیا ہے — اللہ رے جس کو عشقی کی زندگی جیا ہے

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

مشہور ہو گئے ہیں رسول مرزا غلام احمد — بجنے لگا رسوئی اب سرکشی تمام احمد
عیسیٰ ہوں جب قصر دین تمام احمد — کہتا جو ان کو دیکھے سعدی سلام احمد

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

سعدی کہے مسدس سب کو پسند ہوگا — مرزائیوں منصف کو سود مند ہوگا
شائع یہ مشتہر جہت پہ ترجیع بند ہوگا — تاگنبد چہارم نعرہ بلند ہوگا

زندہ ہیں ابن مریم بارفع آسمانی
سولی نہیں چڑھے وہ جھوٹا ہے قادیانی

نظم نمبر: ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب رسالت مآب کی پیش گوئی

اہل ایمان سے ہے یہ قول حضرت خیر الوریٰ — ہادی و غمخوار امت شافع روز جزا
احمد مرسل حبیب حق امام المرسلین — باعث تکوین موجودات و ختم الانبیاء
دس گھڑی ہے پہلے جھوٹے تیس دجال آئیں گے — ہر رسول اللہ بنتا جن کا اصلی مدعا
یاد رکھو تم نبوت ختم مجھ پر ہو چکی — اب نہیں مرسل نہ میرے بعد کوئی آئے گا
اک گروہ ایسا رہے گا میری امت میں مدام — لوم لائم کا نہ جن کے دل میں ڈر ہوگا ذرا
آمر معروف ہوں گے حق سے نصرت پائیں گے — راہ حق میں راستی پہ پاؤں رکھیں گے جما
اس روش پر آج تک گزرے ہیں تیرہ سو برس — مخبر صادق نے جو فرما دیا ہوتا رہا
اس جہاں سے جب ہوئی رحلت رسول اللہ کی — ہو گئے دجال اسود اور مسیلمہ برملا
یہ مسیلمہ جس کا امت میں لقب کذاب ہے — تھی نبوت اس کی بہر طمع عز و جا
عہد میں صدیق اکبرؓ کے کیا خالدؓ نے قتل — اور اسود ہاتھ سے فیروز کے تھا مارا گیا
شعبدہ بازی کا پھیلایا تھا اس نے دام خوب — اس کو سجدہ کرتا تھا اس کی سواری کا گدھا
قرمطی تھا اک ابوطاہر بعہد مقتدر — سنگ اسود لے گیا کعبے سے وہ کر کے جدا
عیسیٰ اک کہتا تھا مہدی ہے میرا ہی لقب — غالب آیا شام پہ مقتول بھی واں ہی ہوا

اک محمد بن علی کہتا تھا میں بھی ہوں خدا
مردہ زندہ کرتا ہوں انجام سولی پہ چڑھا

ایک کہتا تھا کہ مجھ میں اتری ہے روح علی
ہے تمہاری بیوی میں روح فاطمہ خیر النسا

ایک شخص اپنے تئیں کہتا تھا میں جبرائیل ہوں
جن کے سر چوٹ کیا جب دست حاکم سے پٹا

ایک کہتا تھا کہ میں ہوں لا نبی حسب حدیث
نام اس نے کر لیا تھا پہلے ہی مشہور لا

ایک عورت تھی جو کہتی تھی ہوئی ہوں میں نبی
میں نبیہ ہوں نبیہ سے نہیں جائز ابا

زہر کھائی تھی مسیح نے ہوا تھا قید جب
ہاں مخلص کا کہیں منشا تھا کاہ عطا

آپ خلیل اللہ ابراہیم کہلاتا مدام
نوح صاحب فلک اک تھا مدعی طوفان کا

انجام اک نے کوٹھے کے متاش میں گٹھڑی
چڑھ کے سولی پہ عجب عز و شہود اس کو ملا

عیسیٰ موعود میں ہوں مدعی تھا ابن عود
قادیانی ہی تھا گویا یہ دمشقی سیمرا

ابن تیمیہؒ نے ایسا پہ ہوں خدا کی رحمتیں
جس طرح سے چاہیئے خوار و ذلیل اس کو کیا

قادیانی کے لئے ہے ابن تیمیہ تحفت
مرحبا اے حامی دین پیمبر مرحبا

حق رکھے تجھ کو سلامت با کرامت دیر تک
مؤمنوں کے سر پہ ہو سایہ ترا ظل ہما

تیری حق گوئی کو روکے لوم لائم کس طرح
حق سے تو منصور ہے پاتا ہے تائید خدا

اہل ایماں کو بچایا فتنۂ دجال سے
کر دیا سب دور مکر قادیانی کا تھا

تیری منقول سر سید کا ہا شرا غلام
قادری الاصل بن کر مہدی سید بنا

عیسیٰ مریم ہوا آدان قوا کی نسل ہیں
جس کی صفت کا ہے مظہر روضۂ صدق و صفا

شامت اعمال سے ہیں چند چیلے بن گئے
سب نے رکھا طاق نسیاں میں جو کچھ لکھا پڑھا

چھڑ گیا دیں رخ آورند سوئے قادیاں
دام دجالی نہادند الجہال چندرا

اس صدی کا میں مجدد ہوں کہا یوں چندہ پایا
پھر محدث بن کے جوڑا اس پہ اور اک افترا

جو نبی ہے وہ محدث ہے محدث ہے نبی
وحی اور الہام میں دونوں کا ہے اک مرتبہ

وحی والہامات ہر دو دخل شیطاں سے ہیں پاک
خود اسے توضیح میں ہے خوب واضح کر چکا

سن پیمبر ختم کہتا ہے اک دھوکا فقط
قادیانی! ہے تیری پیغمبری میں کسر کیا

حق نے کہلایا نبی سے انما یوحی الی
دیکھ قرآن میں بشر سب انبیاء تھے مثلنا

انبیاء میں اور لوگوں میں نہیں جز وحی فرق
قادیانی تو ہی کہہ دے ہو جو کچھ اس کے سوا

غیب کا اظہار بھی غیر از رسل ہوتا نہیں
اس لئے تبلیغ میں معصوم بھی رہتے ہیں وہ
پھر خطا پر بھی کبھی رہنے دئے جاتے نہیں
سہو و نسیاں سے بچائے جاتے ہیں وہ مخلصین
یاد کر آیتیں وہ تفسیر اخیر مرسلات
سورۂ حج میں نبی آیا ہے یا لفظ رسول
انبیاء میں اور اپنے میں دکھا کر کے تمیز
جس کی تجلی سے مجبوری میں ہوں وہ احمد رسول
تیرا ابلیس کا دعویٰ بھی سراسر کفر ہے
ان میں بھی فرزند مصلی تو کوئی کہتا نہیں
ہے نصاریٰ سے تیرا جنگ محنت کس لئے
معجزات انبیاء کو تو کہے لہو و لعب
کہتا ہے اعجاز عیسیٰ کھیل بازی تھی فقط
مرسل یزداں مسیح وقت بننے کے لئے
ہو گیا ثابت براہین سے کہ ہے تو مفت خور
وہ براہین جو رجلدوں تک چلی پینتیس جز
کہہ دیا بس ہے یہی کافی ہدایت کے لئے
وہ شب قدر مبارک اور عیسیٰ کا نزول
مدعی تھا تو براہین میں کہ عیسیٰ آئیں گے
ان کو اب سولی پہ لٹکاتا ہے تو اے بے ادب
پھر ذلت دست اعداء میں پھنساتا ہی نہیں
کیا یہی اسرار معارف میں ہے کامل دستگاہ
کافی ایمان نہیں ہے بعد قرآن جو حدیث
ہیں عبث تیری کتابیں اور رسالے اشتہار

وحی سے ممتاز ہیں یہ مرسل بے حصر انما
کیونکہ ان کی پیروی میں منحصر ہے اہتداء
ان کو ہر دم حضرت سبحان سے آتی ہے ندا
حضرت یوسف کے حق میں دیکھ لولا ان راہ
بعد از قرآن حدیثوں کی طرف ہرگز نہ جا
کادیانی خود غرض لفظ محدث مت بڑھا
نقل خدمت ہے تو پیر مسیحم کہا تو نے
ہے ازالے میں تیرے جو سو آخر پہ لکھا
کیا نصاریٰ کی ہے ابن اللہ کہنے میں خطا
حق سے کیوں اس بات پر تکفیر کی ان کی بھلا
استعاروں کا ہے استعمال تو بھی مانتا
بلکہ ان پہ شعبدہ بازی کا بہتان تھا
سامری کا جس طرح سے سحر وہ گوسالہ تھا
ڈال دین میں تو نے اپنے منحوس ڈالا تفرقہ
دے کے وعدہ تین سو جز کا ہزاروں کھا گیا
اور آخر میں مسلمانوں کو وہی تو نے دغا
اس تحقیق سازی پہ سراسر نامہ ہے گواہ
تخم سے بھدی براہین ہو گئی خشک ہیا
نیچری کے چیلے اب کہتا ہے ان کو مرگیا
حق نے جن کے حق میں کی نفی صلیب اشتبا
کافروں سے کرتا ہے تطہیر جن کی کبریا
ساتھ قرآن کے نہ مانے تو حدیث مصطفے
تو نے قول مصطفے کو اس میں داخل کر دیا
کون کافر تیری تصنیفات سے مومن ہوا

تحفہ وخلعت پڑھیے اور سوطہ اللہ دیکھیے — سیکڑوں ان سے ہوئے ہیں سالک راہ ہدیٰ

تیری تصنیفات سے مومن بھی کافر ہو گئے — سمجھے تیرا وحی اور الہام مثل انبیاء

لگ گئے کہنے وہ سب عیسیٰ نبی اللہ تجھے — مرسل یزداں کا تجھ کو کر دیا چوکل عطا

شامت آئی تیری عبدالحق سے ہو کر مشتعل — وقت پہ کیا قدرت حق سے ترا خاکہ اڑا

آتھم و سلطان نے تجھ کو روسیاہی دی عجیب — لعنتوں کا طوق وہ تیری گردن میں پڑا

پھر تہبر شور تھا صورت پہ تیری چار سو — کیا عجیب جنگ مقدس کا ہے فوٹو واہ وا

جب مہینہ بعد اکتوبر کی آئی آٹھویں — حضرت سلطان سے دیوتی کا زائچہ ملا

مرگ عمواتل تاذدان کے جینے سے ہوئی — تیری بیت الفکر میں ماتم ہوا برپا نیا

گزری وہ مدت سوا سال اور اڑھائی سال کی — گزری نو سال اور نہ عمواتل کا لگا پتا

کیا تیرے ابلیس ملہم نے کیا تجھ کو ذلیل — مشتہر کروا دیا الہام زوجنکہا

خانہ سلطان محمد بیگ آباد اس سے ہے — وہ چلے حسرت بھری آنکھوں سے کذاب دیکھتا

پیش گوئی سے تیری معیار صدق و کذب کی — تیرا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا بے افترا

سیزدہ صد نام ہے اپنے نکالے فائدہ؟ — بے خبر جملہ نہ پورا کر سکے گا مبتداء

اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ مرزا کون ہے — یعنی اک دجال ہے یا ہے کچھ رہنما

گر غلام قادیانی کو کہیں دجال ہے — اس میں تیرہ سو ہیں پورے جملہ ہے پورا ادا

ہیں اگر اعداد ایسے مثبت دعویٰ کہیں — ہو گیا دجال ثابت قادیانی مرزا

قول عیسیٰ دیکھ لو انجیل میں منقول ہے — بادلوں میں سے مثال برق میں پھر آؤں گا

از حسنت اتنی کثیر آورد الحکم راتاج — ان عیسیٰ لم یمت قول رسول ہاشمی

زندہ ہیں عیسیٰ ابن مریم اور وہی پھر آئیں گے — وہ کہاں یہ قادیانی قصہ گر جھوٹا گدا

یا الٰہی شر سے اس دجال کے دیجیو امان — اور اس دجال کے شر سے جو ہے اس کا بڑا

فتنہ موت و حیات وحشت و تنگی گور — اور دوزخ کا عذاب ان سب سے تو ہم کو بچا

یا الٰہی حاملان عرش بھی آ گئے کہیں — ہم زبان اہل ایمان ہیں کے سعدی کی دعا

لدھیانے میں ایک عاجز نے پردے میں بیٹھ کر دجال کی حمایت کی تھی۔ اس کو اٹھی دنوں میں انعام دیا گیا۔

کذب کی عادت ہیں جو اللہ پر ڈالے ہوئے
دیکھنا روز قیامت ان کے منہ کالے ہوئے
دل وجگر کی نہ چھوڑیں گو انہیں باتیں
بے حیا کیا جھوٹ کے سانچے میں ہیں ڈھالے ہوئے

اے اہل اسلام! اے معزز برادران دین! آپ دیکھتے ہیں کہ آج کل فتنہ قادیانی نے پھر سر اٹھایا ہے اور اس کے چیلے ایسے فریب تحریروں سے ناواقفوں کو حیران کر رہے ہیں۔ اس قادیانی نے ابتداء میں کچھ تھوڑی سی عربی تعلیم پائی۔ چونکہ اس کے استاذ ملک شاہ اور گل شاہ علم رمل وجفر میں بھی دخل رکھتے تھے۔ اس نے یہ علوم بھی سیکھے۔ ایک قانون معیانہ سے بھی لگاؤ کرا کے لے گیا تھا۔ عدالت ضلع سیالکوٹ میں محرری اختیار کی۔ جب وہاں تنگی ہوئی تو استعفیٰ دیا اور امتحان قانونی کے لئے مرکھپا۔ آخر امتحان مختاری میں فیل ہوا۔ (اخبار دربدر سیالکوٹ ماہ جنوری ۱۹۰۸ء) پیٹ خالی کی خاطر بہت مارا مارا پھرا۔ جب کچھ نہ بنا تو آخر اپنے رشتہ دار مریدوں کو دیکھ کر (کہ ایک جگیوں کا ثانی جیسے دوسرا انگریزوں کا بنا ہوا ہے) اس نے بھی سلسلہ پیری مریدی میں پاؤں رکھنا فخر کی چیز سمجھ کر چند ہم مسلمانوں ہی کو کیا کہیں گے۔ ہے اور دل الہام بازیاں کریں گے۔ (اس کی مثالیں اکثر شہروں میں موجود ہیں کہ نوکری سے وقت آئے تو کسی کے مرید بنے۔ انہیں سے خلافت لے کر بن بیٹھے) اس رسالہ نے کیوں دوبارہ سال ہوئے ایک پسر (بمعہ صفت موصوف حق کہ گویا اللہ ہی آسمان سے اترا ہے) کی پیشین گوئی کی تھی۔ لیکن اس وقت پیدا ہوئی تو دختر نکلی۔ اپنی اس ذلت سے نہایت شرمندہ ہوا اور بات بنائی کہ میں نے اسی حمل سے لڑکا ہونا نہیں کہا تھا۔ اکثر اہل اسلام اور دیگر قوموں نے اس کی بہت ہنسی اڑائی۔ پھر حسب معمول گھر بیٹھ پھر امید ہوئی تو خاموش رہا۔ مدت معمولہ کے بعد ایک دفعہ لڑکا ہی پیدا ہو گیا تو فوراً ایک پرچہ خوشخبری چھاپ کر شائع کر دیا کہ دیکھو جیسا کہ ہم کہتے تھے۔ اسی طرح سے لڑکا پیدا ہوا ہے مخالفین کو پیشین گوئی ماننی پڑے گی۔ کیونکہ ہم نے جس طرح سے کہا تھا لڑکا پیدا ہو گیا۔ مگر جھوٹ ایک اور بولا کہ ہم نے پہلے حمل کے وقت کہا تھا۔ اگر اب کے نہیں تو اگلے حمل میں ضرور پیدا ہوگا۔ حالانکہ پہلے حمل کے وقت آئندہ حمل کا نام بھی نہیں لیا تھا۔

اہل اسلام پھر بھی چپ رہے کہ چڑ سمجھے کیا ہے ایسے رمال اور نجومی ہزاروں پھرتے ہیں۔ ایک یہ بھی سہی۔ لیکن غیرت الٰہی نے بہل روز کے اندر ہی اندر "اس سے کو یا اللہ" کو خاک میں ملا دیا۔ پھر تو مخالفوں نے اسکی کرتا دیانی کو اس کے سامنے مرگ پسر کا صدمہ بھی دکھا نظر

آیا۔ اب وقت تک اس مکار نے اسلام کی مخالفت نہیں کی تھی۔ بلکہ اسلام کا موئید بن کر دکھاتا تھا۔ اس لئے مسلمان حتی الوسع اس کی تائید کرتے تھے۔ اس وقت چکور دیا گیا۔ جیسے بہانے گئے۔ کبھی بھادو بیٹوں کی خوشخبری ہم کو ملی تھی ایک تو پیدا ہو کر مرنے والا اور ایک وہ جس نے گویا اللہ تعالیٰ بن کر آسمان سے اترنا تھا۔ کہیں لکھ دیا کہ نو سال کے اندر اندر ضرور پیدا ہوگا اور یہ گپ لگائی کہ مدت حمل نو سال بھی ہوتی ہے ہم نے غلطی سے اسی ہونہار کو وہ لڑکا سمجھ لیا۔ پھر جوں توں کر کے وقت ٹالا۔

براہین احمدیہ جس کے تین سو جز ہونے کی خبر دی گئی۔ وہ چھتیس جز میں ختم ہوئی اور پچاس قیمت کی سے پانچ روپیہ کی سے دس، کسی سے پچیس لے کر کھا گیا۔ آخر میرا سسر اس کے خسر شریف کی زبانی معلوم ہوا کہ آگے اور مضمون ہی نہیں ہے۔ باقی کی جز نئی طبع شاعر ہیں۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ ایک ایک ورق بھی نہیں ہے تم کیا انتظار کر رہے ہو۔ آخر دیکھا تو وہاں بھی یہی نکلا۔ (کیوں نہ ہو گھر کا بھیدی جو تھا) مرزا حیرت دہلوی کے بیٹے کوئیوں کی کتاب مشہور کی جس کے خرچ طبع کے لئے سینکڑوں روپے چندہ کروا کے بادام روغن چٹ کر گیا۔ لیکن وہ سراج ذرا بھی نہ لکھا۔ وزیر پٹیالہ اور سید احمد خان جیسے معزز لوگوں کو پیش گوئی کی دھمکیاں دیں۔ لیکن انہوں نے اس کے بکواس کی پرواہ بھی نہ کی۔ اس وقت اس کا دعویٰ صرف یہ تھا کہ میں براہین احمدیہ الہام سے مامور ہو کر لکھتا ہوں اور میں اس صدی کا مجدد ہوں۔ محدث ہوں۔ مجھے الہام ہوتا ہے۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل بن کر آیا ہوں۔ غرض اس کے ویسے دعاوی بھی مسلمانوں نے برداشت کئے اور ممکن سمجھا کہ شاید اب نہیں تو آخر کبھی نہ کبھی کوئی کام اسلام کی تائید میں اس سے صادر ہوگا۔ یہ غضب ہوا کہ سید احمد خان نیچری نے اپنی تفسیر القرآن میں لکھ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی چڑھایا۔ پھر وہ اپنی موت سے کہیں مر گئے اور دفن ہوئے۔ ان کے معجزے خلق طیور وغیرہ سب بچوں کے کھیل تھے۔ جیسے بچے مٹی کے جانور چڑیا وغیرہ بنا کر کیا کرتے ہیں۔ آہا! مٹی کی چڑیا اڑتی ہوئی بھی حضرت عیسیٰ بچپن میں کیا کرتے تھے۔ بڈھے نیچری کو اس میں ذاتی غرض تو تھی نہیں۔ اسے تو عیسیٰ جتانا تھا نہ الہامی وہ نیچری بات کہہ کر آگے چل دیا۔ قادیانی کے مصاحب خاص نور الدین بھیروی نے اس مضمون کو اپنے پیرو مرشد قادیانی کے سامنے پیش کیا کہ حضرت اقدس بہت چھکے سید احمد کو خوب سوجھی تو قادیانی پیر نے کہا۔ نہیں اس نے محنت کی اور کھا گئے ہم۔ اب کیا بگڑا ہے اچھا ہوا عیسیٰ مر گیا۔ اب ہم خود عیسیٰ بن کر دکھاتے ہیں۔ مصالحہ بنانا ہم کو خوب آتا ہے۔ وہ تو الہام کا مدعی نہ تھا اور ہم ملہم بھی ہیں۔ تقریر وہ سے جو سودا پاؤ کریں گے کہ پڑھنے والا پڑھتے پڑھتے بھول جائے۔ جہاں کچھ نہ بن سکے گا الہام کا ڈنکا بجا دیں گے کہ اگر

غیر ممکن تو چھپے چاہئے تو سب سے میں پڑ جائیں گے۔ لیکن ابھی جلدی نہیں چاہئے۔ لوگ سمجھیں گے
سید احمد خان کا مضمون چھپ گیا۔ آخر کچھ عرصے کے بعد فتح اسلام جو اس کی توضیح مرام تھی۔ لکھ ڈالی
اور پھر ایک تیسری اینٹ رسالہ اوہام پاتھ کر رکھ دیا۔ اس میں مرسل یزدانی و رسول احمد و بشارت عیسیٰ
نبی اللہ سب کچھ بن بیٹھا اور حضرت عیسیٰ کے سولی چڑھ جانے اور مرنے پر وہ زور مارا کہ یہود کمبخت
نے بھی کیا کیا ہوگا۔ قرآن کے پہلو کی صاف تکذیب کردی اور کہہ دیا کہ عیسیٰ کو یہودیوں نے
ضرور سولی پر چڑھا دیا۔ میخیں لگائی گئیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی ہو چکی اور توفی کے معنی
صرف مرنا ہی ہیں۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے۔ پھر نہیں آسکتے۔ میں تھا تو قائم مقام
مثیل اب اسامی خالی ہوگئی اور بجائے متوفی مستقل عیسیٰ ہوگیا۔ خدا نے فرمادیا۔ ''جعلناك
المسیح ابن مریم'' جو اسی عیسیٰ کے منتظر ہیں وہ اس کو ابھی آسمان سے اتار کر دکھائیں۔
(رسول خدا سے مشرکین عرب کا کہنا اگر تو سچا ہے ابھی قیامت لا کر دکھا دے۔ اسی کی مثال ہے)
معجزات عیسوی کو بازی طلسم اس کا حقیقی پیر و مرشد کہہ ہی چکا تھا۔ اس نے اس پر صاد یہ لگایا کہ
مسمریزم یا سحر سامری کا گوسالہ تھا۔ مجھ کو اس سے بالطبع نفرت ہے۔ ورنہ ایسی شعبدہ بازیوں میں
میں عیسیٰ سے کم نہ تھا۔ چلو چھٹی پائی کوئی یہ بھی نہ کہہ سکے کہ اگر تم ابن مریم ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ۔
اپنے لئے تو لیاکن اور اقتداری خوارق تجویز کرتا ہے کہ الٰہی کام اس سے صادر ہو سکیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات جو باذن اللہ ہوئے ہیں شرک باری ٹھہرا کر ان
سے منکر ہو جاتا ہے۔ علماء نے بہت سمجھایا خصوصاً حضرت ابو سعید محمد حسین بٹالوی سلمہ اللہ القوی جو
پہلے اس پر حسن ظن بھی رکھتے تھے اور ریویو براہین احمدیہ اس کی تعریف بھی کر چکے تھے کہ میاں
جانے دو باز آجاؤ۔ حد سے نہ بڑھو۔ لیکن یہ اسامی ایسی کب تھی ہر چند کہا کہ یا تو بٹالہ میں میرے
مکان پر آؤ اور مجھ سے گفتگو کر کے تصفیہ کر لو یا مجھے بلاؤ۔ میں قادیان میں حاضر ہوں گا۔ وہاں بات
چیت کر لو۔ اس روباہ منش نے ایک نہ مانی۔ آخر لدھیانہ، دہلی، لاہور، سیالکوٹ، کپورتھلہ وغیرہ
میں جو ذلت اٹھائی۔ مفصل ہمارے رسالہ اخیر ام قادیانی میں دیکھو۔ میر عباس علی مرحوم جو اس
وقت اس کے خاص مریدین میں سے تھے۔ اس کے مکر کو سمجھ گئے اور علی الاعلان اس سے علیحدگی
ظاہر کردی اور یہ وہ مرید تھے جن کے حق میں اس کذاب دجال کو یہ الہام ہوا تھا کہ ''اصلها
ثابت وفرعه فی السماء'' یعنی اس کی جڑ قائم ہے اور شاخ آسمان میں۔ اس آسمانی شاخ
والے نے دجال کی وہ مٹی خراب کی کہ ایک جہان جانتا ہے۔ (اسی طرح مٹی پٹ کے جلدی)
مکار آخر قادیان میں جا گھسا۔ کچھ عرصہ دبا بیٹھا رہا۔ پھر امرتسر میں عیسائیوں کے ساتھ بحث کی

نصرانی۔ بحث تو جو تھی سو تھی۔ اپنے حریف عبداللہ آتھم پادری کی قوت کو دیکھ کر رسال کا دل بیٹھ گیا گڑگڑایا اس کے مرنے کی پیش گوئی داغ دی۔ لکھ دیا کہ آتھم پندرہ ماہ کے اندر اندر مر کر ہاویہ میں نہ جا پڑے تو قادیانی کا منہ کالا کر کے رسہ گلے میں ڈال کر خواہ سولی دو۔ لعنت بازی کرو۔ مریدوں معتقدوں نے عیسائیوں سے شرطیں لگائیں کہ داڑھی منڈوا لیں گے۔ اگر اختتام ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء سے پہلے آتھم نہ مر گیا۔ آخر ۶ ستمبر کو عیسائی شوخ دستہ سے کر جو موجود ہوئے کہ آتھم تو زندہ ہے۔ آؤ میاں داڑھی صاف کرواؤ۔ لیکن مکان میں داڑھی والے کی صفائی تھی۔ اسی سال مباحثہ میں عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کیا تھا۔ جس کی یہ نحوست قادیانی کو بھگتنی پڑی۔ ایک مہینہ بعد ۷ اکتوبر کو ایک اور آسمانی کوز اپشت قادیانی پر پڑا یعنی مرزا سلطان محمد بیگ (جس نے احمد بیگ ہوشیارپوری کی دختر نیک اختر سے نکاح کر لیا تھا اور قادیانی کا نکاح بذریعہ الہام شیطانی باالفاظ زوجنکھا یعنی ہم نے تیرا نکاح اس عورت سے کر دیا۔ اس سے کئی برس پہلے ہو چکا تھا) کی مدت کی بابت بخیر و عافیت پوری ہو گئی۔ قادیانی کہتا تھا کہ اڑھائی سال کے اندر اندر یہ مر جائے گا۔ وہ عورت بیوہ ہو کر مجھ کو پھر ملے گی۔ ان ذلتوں ندامتوں کو چھپانے کے لئے مکار نے عربی کتابیں لکھ کر یہ دعویٰ کیا کہ مولوی لوگ اگر میرے برابر ہیں تو عربی میں رسالے لکھیں اور لوگوں کا خیال ادھر لگانا چاہتا ہے۔ آتھم نے آخر مرنا ہی تھا۔ "کل نفس ذائقة الموت" دو برس اور پورے کر کے مر گیا تو اس رسال نے پھر شور مچایا کہ دیکھا آتھم مر گیا نہ مرا۔ ہم کہتے نہ تھے کہ آخر مرے گا۔ (مر رے بے حیا۔ اب وہ بھی مرتا ہی نہ؟) مولوی میرے ساتھ مباہلہ کر لیں۔ ورنہ مجھ کو دجال کافر کہنے سے باز آ جائیں۔ اگر مباہلہ کریں گے تو برس روز کے اندر سب پر عذاب آئے گا۔ کوئی اندھا کوئی کوڑھی ہوگا۔ کوئی مر جائے گا۔ غرض یہ سال بھر تو گزر جائے گا۔ پھر کچھ اور سہی پنجابی مثل مشہور ہے۔ سو ہتھا رسہ ہتا اگے نی کھوہ ہتا۔ فرعون نے کہا تھا کہ ہامان ایک برج بناؤ میں موسیٰ کے خدا کو اوپر چڑھ کے دیکھ آؤں۔ غرض یہ تھی کہ مکان بننے تک تو لوگ میرے معتقد رہیں گے۔ یہی چال دجال کی ہے۔ ایک نہ ایک بات گھڑی کر لیتا ہے اور اس کے سہارے سے مریدوں کو دم دلاسہ دیئے جاتا ہے۔ اس سال میں اگر کسی پر کوئی مصیبت بتقاضائے الٰہی آ گئی تو کہوں گا میرے مباہلے کا اثر ہے اور جو سلامت رہے ان کو کہوں گا دل میں ڈر گئے۔ اگر نہیں ڈرے تو قسم کھا لیں۔ سال دو سال پھر یوں نکل جائیں گے۔ نئے عرصہ میں کوئی اور صورت سہی۔

قادیانیو! عقل کے اندھو! یہ ہے تمہارا مثیل مسیح دجال تم جس کو ملہم مامور مرسل پیغمبر قادیانی وغیرہ بنائے بیٹھے ہو۔ جس نے مسیح بننے کے لئے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو مارنے کے درپے

ہوتے۔ سولی پر چڑھ جاتے ہو یہ کون جانتے۔

کس نیاید بزیر سایۂ بوم
ور ہما از جہاں شود معدوم

تم کو اس نے بجز اس کے اور وظیفہ نہیں سکھایا۔ عیسیٰ سولی پر چڑھ گیا۔ دفن ہوا۔ مرزا جی! عیسیٰ سولی پر چڑھ گیا تمہارا وظیفہ باطنی ہے۔ اور مر گیا۔ دفن ہوا۔ وظیفہ ظاہری ہے۔ وظیفہ ظاہری میں لفظ توفی کے محتمل المعانی ہونے سے کسی قدر بظاہر ہاتھ مارنے کو جگہ مل گئی تو ظاہر چلا رہے ہو۔ لیکن وظیفہ باطنی میں جو حاصل ہوئی تھی سے تمہارے سب منصوبے نیست و نابود ہو رہے ہیں۔ اندر ہی اندر دل پر خنجر چل رہے ہیں۔ آخر اسی طرح سے مر رہو گے۔ اگر تم کو تھوڑی سی حرف شناسی بھی ہوتی تو سمجھ لیتے کہ جس طرح سے قادیانی الہام میں بدیں خاطر یہود و نصاریٰ تحریف لفظی سے باز نہیں آیا۔ لفظ انی متوفیک کی تحریف معنوی سے کب رک سکتا ہے۔ قرآن میں موجود ہے۔ ''اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا'' یعنی اللہ لے لیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جو نہیں مرے ان کو ان کی نیند میں۔ تمہیں آنکھوں کا شور مچاتے ہو۔ اس ایک آیت کو دیکھ لو تم پر کیسی پھٹکار ڈال رہی ہے۔ باقی اسی پر سمجھ لو۔ یہاں لفظ توفی کا معنی ایک جان کا لے لینا ہے۔ خواہ موت سے ہو خواہ نیند میں۔

وفات دینا ہرگز نہیں۔ قادیانی کو جب الہام ہوا تھا کہ یا عیسیٰ (قادیانی) انی متوفیک تو مکار نے ترجمہ یوں کیا ہے۔ اے عیسیٰ میں تجھے پورا اجر دوں گا یا ماردوں گا۔ اب حضرت عیسیٰ کے لئے صرف مارنا ہی معنی ہو گئے۔ کیونکہ اس وقت مثیل کی بنا مقصود تھا اور اب اصل عیسیٰ موجود۔

ز نااہل قرض تاخن نخوی
مبادا کہ روزے پشیمان شوی

مرزا جی! اگر تو متوفیک کے معنی ٹھیک سمجھ ہو اور قادیانی (ازالہ اوہام ص ۹۴۲، خزائن ج ۳ ص ۶۲۱) میں موت کے معنی سولانا اور بیہوش کرنا بھی مانتا ہے۔ پس معنی آیت یوں ہو گئے کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو سولا کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ خدا کے لئے آنکھیں کھولو اور دیدہ و دانستہ اندھے نہ بنو۔ کیا غضب ہے کہ اوروں کے حق میں تو موت کا لفظ بہ معنی نیند، بیہوشی وغیرہ ضرور ہی سمجھو۔ لیکن حضرت عیسیٰ کے لئے محض مارنا ہی نابا۔ (ازالہ اوہام ص ۹۲۱، خزائن ج ۳ ص ۶۰۵) میں تمہارا باوا لکھتا ہے کہ ''ہم مر کو کئی موت اور اماتت کی جگہ جو نیند اور بیہوشی وغیرہ کے معنوں میں بھی آتا

ہے۔ توفی کا لفظ کہیں دکھا دے۔ اس کو بلا توقف ہزار روپیہ دیا جائے گا۔" اور کہیں تو کیا قرآن میں ہی دکھا دیا۔" وھو الذی یتوفکم بالیل ویعلم ما جرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیہ "یعنی اور وہ اللہ ایسا ہے جو رات کے وقت تمہاری توفی کرتا ہے اور تمہارے دن کے کام جانتا ہے۔ پھر تم کو دن میں اٹھا کھڑا کرتا ہے۔ اس کادیانی بے شرم نے دیا دلانا تو کیا تھا شرمندہ بھی نہ ہوا اور وہی مرغی کی ایک ٹانگ کئے جاتا ہے۔ یہاں توفی کے معنی بہت واضح طور پر قرآن کریم ہی نے بتا دیئے کہ سلانا ہیں۔ موت کے حقیقی معنی مرنا ہیں۔ نیند بیہوشی پر لفظ مجازاً بولا جاتا ہے اور توفی کے معنی روح کو بدن سے الگ کرنے کے ہوئے۔ خواہ نیند میں خواہ موت سے اس کے معنی محض مار ہی ڈالنا کادیانی کیا دکا افتراء ہے۔ لغت میں توفی کے معنی پورا پورا لے لینا بھی ہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں آنحضرت ﷺ کا خطاب یہود یہ حدیث منقول ہے۔ "ان عیسیٰ لم یمت وھو راجع الیکم قبل یوم القیامۃ " بے شک حضرت عیسیٰ نہیں مرے اور قیامت سے پہلے تمہاری طرف واپس آنے والے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے صاف طور پر یہود کی تکذیب کر دی ہے کہ انہوں نے نہ حضرت عیسیٰ کو قتل کیا ہے اور نہ سولی دیا ہے۔ بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اب یہاں یہ حجت کرنا کہ مع الجسد العنصری اٹھا لیا۔ کہاں ہے محض حماقت ہے۔ یہود مسیح عیسیٰ بن مریم کو مع الجسد سولی پر لٹکانے کے مدعی تھے یا محض روح کو؟ پس جس کو سولی پر لٹکانے کے مدعی تھے خدا نے اسی کو اٹھا لیا ہے۔ قرآن میں کہیں نہیں آیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس مع الجسد العنصری آئے تھے یا حضرت یونس علیہ السلام کو جسد عنصری والی مچھلی نے مع الجسد العنصری نگل لیا تھا۔ جب تک یہ لفظ جسد عنصری نہ ہو کیا کسی شخص کو جسد عنصری سمیت چلا گیا یا مر گیا یا ڈوب گیا یا اوپر چڑھ گیا نہ سمجھنا چاہئے؟ خدا ایسے مغالطوں سے بچائے کہ جو معنی ۱۳۰۰ برس تک ۱۹۰۰ برس سے سمجھے چلے آتے ہیں۔ آج ایک فریبی خود غرض کے کہنے سے چھوڑ کر حضرت عیسیٰ کو یہود کے پنجے میں پھنسایا جائے اور سولی پر لٹکایا جائے۔ معاذ اللہ!

چندہ سو روپیہ بیٹے کے لئے گئی کچہری میں منہ دکھلاؤ۔ چونکہ حضرت عیسیٰ کو بحالت نوم اٹھایا گیا تھا۔ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حق میں توفیتنی عرض کریں گے اور خاتم الانبیاء اپنے لئے حالت موت وارد ہونے کی وجہ سے کادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لفظ من بعدی کے معنی من بعد موتی یعنی میرے پیچھے کرتا ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو آ کر "بئسما خلفتمونی من بعدی " فرمایا تھا۔ وہاں کیا کہو گے اے قوم! تم نے میرے مرے پیچھے بری خلافت ہوا کی۔ خدا اس کادیانی کا اور ستکالا کرے۔ مجھ کو اعلا اور کی

جہاں امام مالک کا ایک قول عیسیٰ مر گیا جب کہ وہاں ان کے ایام زندگی بھی پینتیس برس لکھے ہیں۔ جس کو کادیانی تسلیم نہیں کرتا۔ کیا امام مالک کا قول آدھا ہی قابل تسلیم ہے۔ اگر آدھا ضعیف ہے تو آدھے میں زور کہاں سے آ گیا؟

کل محدثین بلکہ کل فرق اہل اسلام (بجز نیچری معتزلہ جن کو معراج نبوی سے بھی انکار ہے اور جناب عائشہ صدیقہ کو بھی۔ یعنی انہی نے منکر لکھا ہے۔ حاشا حنابها عن ذالك!) حضرت عیسیٰ کے آسمان پر جانے اور پھر آنے کے قائل ہیں۔ اگر کہیں کوئی قول توفی کے بمعنے موت ہونے کی بابت لکھا ہے تو ساتھ ہی لکھا ہے کہ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے اور دوبارہ دجال کے ساتھ تشریف لائیں گے۔ کادیانی کا اقرار معہ جبرائیل اسی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ لیکن نیچری تعلیم اور شامت خودغرضی نے اس کو نکال کر دیا۔ اب سب قلعی کھلتا ہے۔ مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی کا بحث کے لئے کہنا کہ مکہ معظمہ میں کریں گے۔ تھا تو ٹھیک کیونکہ کادیانی مسیح ابن مریم بن ہی چکا تھا۔ اس کو بیت اللہ میں جانا از روئے حدیث نبوی ضروری تھا اور روپیہ بہت لوگوں کا مارا ہوا ہے۔ حج بھی فرض ہوگا۔ ایک پنتھ دو کاج۔ مولوی صاحب سے بحث بھی ہو جاتی اور معجزہ بیت کا نشان بھی ظاہر ہوتا اور بیت اللہ میں اگر ضرورت پڑتی وہ من پاک پکڑ کر لعنت اللہ علی الکاذبین کہنے کو بھی اچھا موقع تھا۔ زندگی اسی سال مقرر ہو ہی چکی تھی۔ اس کا اندیشہ ہی نہ تھا۔ بہت ہوتا۔ سو پچاس جوتے لگ جاتے۔ شاید دجالی خرمستی نکل جاتی اور توبہ ہی نصیب ہو جاتی۔ جیسا کہ جناب عمر فاروق کے سامنے صبیغ اسمی ایسے ہی مخبطی کو سر میں چابک کھا کر توبہ نصیب ہو گئی تھی۔ ہم تو کہتے ہیں اگر مولوی صاحب اب بھی مانتے ہوں تو مرزا فوراً چلنے کی ٹھہرائے اور یاد رکھو کہ کادیانی مثیل مسیح دجال ہے۔ کبھی حرمین کے قریب نہ جائے گا اور نہ جا سکے گا۔ یہ ایک پیشین گوئی ہی سہی۔

نظم

بے تکل کس لئے یہ آپ بھلا کہتے ہیں
ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

کب یہ ثابت ہوا لوگوں کے برا کہنے سے
وہ سب اچھے ہیں جنہیں لوگ برا کہتے ہیں

ہوتی نقارہ خلق ہے زباں خلق
تم نہ سمجھو کہ سب جس کو برا کہتے ہیں

ہوتے سب حال سے اپنے ہیں بہ سہولت
تم ہی کچھ ٹھیک کہو ہم جو خطا کہتے ہیں

آج کل مرسل جو دالی ہو جس خر کا لقب
نہیں کہتے اسے دجال تو کیا کہتے ہیں؟

اب چار کامل علامتوں کی سن لو۔ پیش از وقوع بشارتیں اور خوشخبریاں اس کی گویا محمود کی بشیر دے ہی گیا ہے۔ لوگ ابھی بھولے نہیں سلطان محمد زندہ موجود ہے۔ قادیانی دلہا بنا جا بھی بیٹھا رہ گیا۔ تبلیغ کے لئے امور غیبیہ کی اطلاع رسول کے سوا کسی اور کو دی ہی نہیں جاتی۔ قادیانی کے رسول بننے کی یہ تو ایک چال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء" یعنی اللہ ایسا نہیں کہ تم سب کو غیب کی اطلاع دے دے۔ لیکن وہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اس بات کے لئے چن لیتا ہے۔ "عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول" یعنی وہ اللہ عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔ مگر جس رسول کو اس کے لئے پسند کرے۔ یہ اطلاع: امور غیبیہ رسالت کا دعویٰ ہی دعویٰ رسالت ہے۔ قادیانی کو جو اور امور غیبیہ پر اطلاع ہوئی سب غلط نکلی۔ جس سے بجز روسیاہی و ندامت کچھ حاصل نہ ہوا۔ دعاؤں کا قبول ہونا واقعات بتلا رہے ہیں۔ کون سی دعا قبول ہوتی ہے۔ بشیر نہ جیا۔ آتھم نہ مرا۔ سلطان بچ جاگیا قادیانی کو چلا رہا ہے۔ قرآنی دقائق جو قادیانی پر کھلے ہیں سب دین الحاد کا فعل ہے یا اپنی خود غرضی کا فساد اور بہت سا الحاد اور بس۔ مولوی محمد حسین نے (اشاعۃ السنۃ ج ۱۵ نمبر ۱۱ ص ۳۳۵) میں صاف لکھ دیا ہے کہ: "ہم بجز الہام رسول کسی کے الہام کے قائل نہیں۔ ہم صرف کتاب اللہ و سنت کے پیرو ہیں۔ غیر نبی کے الہام کو کوئی حجت و دلیل نہیں جانتے۔"

مولانا نے قادیانی کا ملہم من اللہ ہونا اس کے اس ایمان کی وجہ سے ممکن تصور کیا تھا جو (براہین احمدیہ ص ۴۹۸، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳) پر اس نے لکھا ہے۔ "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ" کی تفسیر میں یوں ظاہر کیا تھا۔ "یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔" مولانا محمد حسین کو اس کے ارتداد کی کیا خبر تھی کہ یہ بدبخت مرتد ہو جائے گا اور حضرت عیسیٰ کو مار کر خود ہی عیسیٰ موعود بن بیٹھے گا۔ تمہارے قادیانی کی عربی دانی (اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ ج ۱۵) میں خوب ظاہر کی گئی ہے۔ لیکن تمہارے ماتھے کی بھوت کینی تم دیکھ نہیں سکتے۔ یہ بات خوب یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی شخص کسی مولوی کے فتویٰ اور حکم سے کافر نہیں ہو جاتا۔ اپنے قول و اعتقاد سے ہوتا ہے۔ مثلاً خاتم الانبیاء کے بعد مرسل یزدانی کہلائے۔ صفائی کشف میں انبیاء سے اپنے لئے

زیادتی دکھانے کہ نبی کے معجزات کو سحر سامری و لہو و لعب بتائے۔ خدا تعالیٰ سے اپنا رشتہ جدید ملائے۔ ''انا انزلناه قریباً من القادیان'' جیسے فقرے قرآن میں (قرآن بالصحف پ) بڑھائے۔ یا رسول اللہ کی صحیح و ثابت سنتوں سے دیدہ و دانستہ کترائے۔ بعض سنتوں کو لغو میں اڑائے۔ یا سلف صالحین کی توہین کرے۔ وغیرہ ذلک!! اور نہ بعض احمقوں کی تصدیق سے کوئی مخبر عیسیٰ بن سکتا ہے۔ ہمارے پیر صاحب نظر ہیں گو پیر خود اسے نہ کشف پر تصدیق کرے چند۔

''والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب ، آمین''

الراقم: محمد سعد اللہ عفی عنہ مدرس ایم۔ بی سکول لدھیانہ

ماہ رمضان ۱۳۱۴ھ فروری ۱۸۹۷ء

قادیانی اور ایک نصرانی کی گفتگو میں ایک مسلمان کی ثالثی

نصرانی…… جو یسوع مسیح خدا کا اکلوتا بیٹا ہمارے گناہوں کی خاطر سولی پر چڑھ گیا۔ دفن ہوا تین دن مدفون رہا۔ پھر آسمان کو چلا گیا۔ پھر بادلوں میں سے مثل برق دوبارہ آئے گا۔

قادیانی…… اس میں شک نہیں کہ یہودیوں نے اس کو سولی پر چڑھایا۔ میخیں لگائیں۔ وہ ایلی ایلی پکارتا رہا۔ کچھ پیش نہ چلی۔ آخر ادھ موا اتارا گیا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد مر کر قبر میں جا پڑا۔ مجھے وہ قبر معلوم ہے۔ ملعون رہنے کی بابت اس مسلمان کے سامنے کچھ کہنا ذرا مشکل ہے۔ اس کے معجزوں کے حق میں لہو ولعب شعبدات و عمل سامری کہہ کر اس قوم سے اب تک پیچھا نہیں چھٹا۔ کوئی تو مجھے گستاخ کہتا ہے۔ کوئی اس گستاخی کے باعث کافر بتاتا ہے۔ ہاں ایک اور طریق میں نے سوچا ہے کہ ملعون بھی کہہ سکوں اور شاید مسلمانوں کو برا نہ لگے۔ تمہارا یسوع بے شک ملعون بھی رہا جہنمی بھی ہوا۔ تم اس کو اکلوتا بیٹا کیوں کہتے ہو۔ میں اس کے بعد کا بھائی ہوں۔ بطور استعارہ بیٹا ہی استحقاق ابنیت میں بھی رکھتا ہوں۔ بلکہ مجھے اس مستعار باپ نے مسیح ابن مریم ہی بنا دیا ہے۔ چونکہ اب میں اس کا قائم مقام بن کر آیا ہوں۔ لہٰذا وہ کبھی آ نہ سکے گا۔ وہ مر گیا قبر میں جا پڑا۔ نہ اس کے ہاتھ سے کوئی مردہ زندہ ہوا نہ وہ اب زندہ ہو سکتا ہے۔ دوبارہ آنا میرا ہی تھا۔ سو میں آ گیا۔ میں یہود کو نہ خود عیسیٰ کی سمجھانا نہ خود مخبر عربی۔ عیسیٰ نے کہہ دیا۔ میں آؤں گا پھر عربی نے کہہ دیا عیسیٰ آئے گا۔ اصل بات کوئی نہ سمجھا۔ آنا تھا ایک قادیانی مثل مسیح نے سو یہ عاجز آ گیا۔ خواہ مانو خواہ نہ مانو۔

مسلمان…… قادیانی سے مخاطب ہو کر! ابوجہل کے پیش خیمے اللہ تبارک و تعالیٰ ان نصاریٰ اور یہود کو

صلیب کے بارے میں جھوٹا فرما چکا۔ قرآن میں ماصلبوہ فرما کر صلیب کی نفی کر دی۔ ابن اللہ کہنے والوں کو گمراہوں میں شمار کیا تو پھر بھی ان جھوٹوں کی تصدیق کرتا ہے۔

کادیانی: ارے کیا قرآن قرآن لئے پھرتا ہے تو قرآن کو کیا جانے۔ تجھے ماصلبوہ کی حقیقت کیا معلوم ہے۔ میں نے بذریعہ الہام معلوم کر لیا کہ یہاں "ما" یونہی لگا ہوا ہے۔ اصل میں صلبوہ ہے۔ بقول کریم بخش ساکن جمال پور حسب کشف سائیں گلاب شاہ "میں قرآن کی غلطیاں نکالنے آیا ہوں۔" انا انزلناہ قریباً من القادیان "جو قرآن شریف کے دائیں صفحے میں قریب نصف کے الہامی عبارت موجود تھی۔ اب کسی قرآن میں نہیں ملتی۔ شاید قادیان کا نام حسد از راہ نکال دیا گیا تاکہ ان کے اور مدینے کی طرح اعزاز کے ساتھ یہ بھی قرآن میں درج شدہ ہے۔ ایسی خرابیاں واقع ہوئی ہیں تو میں بھیجا گیا ہوں۔ دابۃ الارض، یاجوج و ماجوج، دجال و خر دجال کی حقیقت و اصل کیفیت اس قرآن کے لانے والے پر بھی نہ کھلی۔

مسلمان...... ارے کمبخت اب تو تیرا نفاق خوب پھوٹ نکلا۔ بے شرم۔ اب بھی تجھ میں جرأت ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہے؟ رسول اللہ تو فرماتے ہیں۔ یدفن معی فی قبری۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ دفن ہوں گے۔ (جیسا مشکوٰۃ) اور تو کہے ان کی قبر شام میں ہے۔ وجود قبر کے بارے میں تو نصاریٰ کا مصدق تھا اور ان کے دوبارہ آنے میں (جس کی تصدیق اسلام میں ہو چکی ہے) تو نصاریٰ کا مکذب ہے۔ جب کہا ہے کہ مجھے خود عیسیٰ بنا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ مسلمان تو ایک خونی مہدی اور خونی مسیح کے منتظر ہیں۔ کبھی خود یوں کہتا ہے۔ ممکن ہے کہ عاجز کی جلال و اقبال کے ساتھ بھی (مسیح) آئے اور ممکن ہے کہ اول وہ دمشق میں ہی نازل ہو (اے دروغ گو دیکھو ازالہ اوہام ص ۱۹۵، خزائن ج ۳ ص ۱۹۵) تیرا حافظہ ٹھیک نہیں۔ پس مسلمان وہی عیسیٰ کے منتظر ہیں۔ وہ خونی نہیں۔ دائم المرض کو کمال صفت خورد و نا باز مسیح کو کیا کریں۔ حضرت عیسیٰ کو سخت سست کہنے کا کیا ڈھنگ نکالا ہے۔ ارے بدزبان کیا مسلمانوں کا عیسیٰ کوئی اور شخص ہے اور نصاریٰ کا یسوع کوئی اور۔ سچ ہے! توبہ کر باز آ۔ فقط

رباعی:

مرزا جی چیلے جو بنایا تم کو
دجال نے کیا ورد سکھایا تم کو
عیسیٰ سولی پہ چڑھ گیا دفن ہوا
از ما صلبوہ سے مزا آیا تم کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم
دو سیہ
حرفیاں
(چودھویں صدی کا جھوٹا مسیح)
حضرت مولانا محمد سعد اللہ لدھیانوی رحمہ اللہ

سب بہت خبراں نبی دیاں ہیں اللہ اک نے سچ خبردار کیتا

پھیر اپنا فضل عظیم کر کے جن انس دا اوہنوں سردار کیتا

ساڈا دکھ اوہنوں بڑا بھار لگے ساڈی جیہا کیہا غمخوار کیتا

فتنے شر مسیح دجال کولوں امت اپنی نوں ہوشیار کیتا

تے سب (۳۰) دجالاں دی خبر دتی جھوٹھے نبی کہاوندے آونگے

امت رہے ہوشیار فریباں تھوں ایہہ بہت فساد مچاونگے

امت وچ گروہ اک رہے ایہا سدا جھگڑیاں تے فتح پاونگے

اللہ باجھ نہ کسے تھوں ڈرن گے اوہ حق کہن تے نہیں شرماونگے

تے عاشق نال یقین رکھن نہیں خلاف بات اک اوکھڑی اے

کہیا نبی کریم سرتاج نبیاں عیسیٰ آوناں بار پھر دوجڑی اے

اللہ پاک نے جنہاں تے فضل کیتا پرواہیاں نوں ایہہ گل سوکھڑی اے

پچھے مہدی دے پڑھے نماز آ کے شان امت محمدی دی بڑی اے

جسم جدوں عیسیٰ دوجی وار آوے دوہ فرشتیاں دے رکھ ہتھ کھبے

آوے شرقی منارے دمشق دے تے مارے سوراں تے ہور صلیب بھنے

کھٹے کانے دجال کر جا پچھے نوں باب لد تے رب دا حکم منے

جھوٹھا عیسیٰ اک اٹھیا قادیانی لگے مگر لنگڑے کانے دلاں انھے

سچے حال اوہدا سنیں کن دھر کے خالی دم نوں واتک پھوڑ ہوئے

لک بنیا عیسیٰ دے مارنے نوں ابراہیم تے جیویں نمرود ہوئے

جھوٹھ کاردکھا کاذب مہدی انہے مکتوبات وچ کیہے موجود ہوئے

پھرے آونا وی اتھے خبر لکھی جھوٹھا بول کے بعد مردود ہویا

نہ خدا دا خوف کر مرزے لوٹے تعویذات دا کی تینوں ہتھ آیا

دیکھ لئی تعبیر اس نیچری دی اتھوں بیک مضمون نوں ایہہ چھاپیا

معنے باطنی توں کیتر جے گھروں گلڑے جھوٹھ نیچری دے جا کے کھچ لیایا

تیرے چیلے کیوں نہیں پڑتال کردے اکھاں اگے ہے کی انھیر چھایا

ملی دولت عرفان قرآن والی لبھے راہ حدیث والیاں توں
تن قرآن دسے نبی خیر دانے خیر ملے اوہناں مگر چلیاں توں
اللہ پاک ہے جے آپ نہ کرے راکھی کون بچے شیطان دے جالیاں توں
سدا اللہ دا فضل توں منگ سعدی دور رکھے اوہ ماڑیاں ٹولیاں توں

زائل ذرا انصاف نال منصفاں نوں دینا چاہیئے رب دا پاس کر کے
بانے مہدی اے آپ امام بن دا ڈبا حرص دا اگوں سوروں کر کے
اک مثل بچھا عیسیٰ بن لگا دیکھو دین دا ستیاناس کر کے
نبی اپنے آپ نوں جاندا اے جھوٹھے وحی الہام دا پاس کر کے

دسے راز نیاز اس گال دا بن اصل اصل میں کھول سناؤندا ہاں
عیسیٰ مر گیا آکھدا قادیانی ایس کوڑ دی وجہ بتاؤندا ہاں
انجیل لکھیا اے بڑے نیچری نے اوہ اوہدی تفسیر دکھاؤندا ہاں
مرزا دیکھ حدیث نزول والی لگا کہن ایہہ میں اوہدی تھاؤندا ہاں

ترے زور لا کے کوشش کر والی عیسیٰ بارت دے وچ لا دتی
استعارے سب قطع بنا دتے مورکھ عاماں وچ رواج پرچار دتی
دلوں پھیر مڑ کر تقلید لگے جو کجھ لکھی سی عقل گنوا دتی
من لیا معصوم اک کادیانی آکھی امت مرحومہ بنا دتی

کہن سنگ نہ آوندی جہاں نوں سوہنیں آکھو دے چکدے سول نائیں
ظاہر کہن نیچری ختم ہوئی دلوں مندے ایہہ بھول نائیں
مرزا نبی اے وحی الہام دلوں بن ساک سے کہن فضول نائیں
سٹھ بھلیا اے عیسیٰ فن خاطر سچا علم ثنات دا دھول نائیں

کہین شور پایا ابن ہوونے لی اگے وچ دمشق دے بھاریا گی
اتاریاں چھوں بڑا ڈراہا آیا روپ عیسیٰ دا اوسے بی دھاریا گی
شیخ ابن تیمیہ نے رحمہ اللہ اوہدا جھوٹھ فریب نتاریا گی
کادیانی دی گل کجھ توں نائیں دیکھ دیکھ کے چال بیاریا گی

وادی شیطان دے سب جھوٹے شیوے گل کہندے قسم کھا کہندے
مَیں ہاں نوح خلیل مثیل عیسیٰ منوں اپنے آپ ہمہ کہندے
جھوٹھ موٹھ کتاب خدا اندر پائے اپنی نال خدا کہندے
رانجھ قدم تے آوندے واڑ اندر میں کے رہتا ماڑغ چاہ کہندے
سبھ ہاریا دلی دے وچ مرزا جدوں جھگن دی کولی نال جا پائی
ماہر شرم دا ذرہ نہ تکے نال تاں دن دے کھیل دا ٹھک چپائی
اوتھوں رات نوں ٹھیڑ تک چھپے لوکاں سپٹوں تے فرصت ہتھ آئی
جدوں آیا پٹیالے آتھی ہوداں اک عام جلسے دی گت بنائی
اس لاہور دے وچ جا کے پھر بحث دا شور مچایا سی
جدوں ٹھگ کیتی بوسعید بیوٹاں سیالکوٹ نوں اٹھ کے دھایا سی
اتھے بولیاں تاں سیالکوٹیاں نے بوسعید نوں سمہ بنایا سی
گج وجیاں تاں جھوٹھ تکو ترپا کوچ والا الہام سنایا سی
ہمزہ اصل وچاں نہ جو آکھیاں ایہ مثیل مسیح دا آن پہنچا
لوکو دیکھنا وقت ہے اسلام دا بدعت کفر والا لیکے طوفان پہنچا
اج ہوراک چودھویں صدی اندر ویکھو کرن تحریف قرآن پہنچا
کلمہ اشہد مرزا قادیانی کانے گودھیاں تائیں سکھلان پہنچا
لیکے یار اسلام دے ساتھیاں اوسے میرے نال آ تکیں یار یار آ گئی
مرزا وچ گمراہی دے دور پہنچے اللہ راہ پوسیہ کہ ہزار آ گئی
پڑھے پھیر اشہد التحیات اوتھے کرے رنج بھاری جھار آ گئی
وادی سے جائیے راہ اسلام اوتے لوچی ہتھ کر کے کبھی یار آ گئی

دوسری سی حرفی

الف۔ اللہ دی حمد ثنا کر کے اوہدے نبی تے بھیج درود میاں
جیہدے حکم تے چاہاں مرن پچھوں سبے وچ بہشت خلود میاں

طمع دمڑیاں ایہو نیں رن خاطر کیوں ہتک نصرت ایہہ دین دی اے
اوہ اٹھ تیرا ڈھول نیں کھل گئے اتوں رنگ اندروں تھانی شمن دی اے
دو دن کہاں جھوٹھیں پایا اوسے جیہا توں مشکل کہاوندا ایں
تیری وانگ دنیا وچہ رہا کی اوہ نالے توں پھر کیہڑی ملوندا ایں
بھانڈا بھجن چکا تیرا مہر ناصر گلاں اٹھیاں کاہنوں بنوندا ایں
ہو چکیا فیصلہ آسمانی کیہڑا فیصلہ ہور سناوندا ایں
تو ذرا نہ خوف دل وچ تیرے دشمن پاک رسول دے قول دا ایں
جھوٹھ موٹھ کریں دعوے بیٹھا وچے نکل گیا کیڑا کیہڑے بولدا ایں
بنہیں پت حجازی خدا دا توں ماریا ہویا شیطان دے ڈھولدا ایں
دعوی بحث دا وڈیاں نال کر کے جدوں وقت آ سرے پیا ہویا بھجدا ایں
دہ رب دیاں قدرتاں دیکھ سکے توں وچ لدھیانے کہیا خوار ہویا
مرزا صاحب نال توں گیا دل دکھی مر گئی سخت لاچار ہوئی
اوتھے عالماں نے جدوں گھیر لیا بحث واسطے پھیر تیار ہوئی
وچہ چاندنی محل دے ویکھنے توں جمع آدمی چار ہزار ہویا
تد تروہ رئیس سب ناکھے سارا بحث والا انتظام کر کے
بجے تین سواری نبی نال ولی حیلہ ساز جھوٹا کویں گھروں مر کے
پیچ گل نذیر حسین حضرت بیٹھے منتظر بحث دا دھیان دھر کے
کیہ جھوٹھ بہانڑا جھوٹھڑے نے گھروں پیر نہ چکیا مولی ڈر کے
تیں سارییاں لوکاں نے جان لیا مرزا گفتگو کرن تھیں کچا اے
کچا دسیا نا جھوٹا ڈھول پایا نالی ڈھول وانگوں ایویں کھچدا اے
اوتھے جاں سیتے جان دا خوف میتوں دسو اپ حیلہ کھوٹے بچے دا اے
اعتقاد گندے ڈاڈا ڈاں ماردے دشمن وانگ بازیاں عالی ہن کیتا اے
ش شرع دی گل نوں کرے ٹھٹھے اتوں دل بھا وچوں کنجری اے
کماں چین وغیرہ دی کی صورت اوتھے عیسیٰ دا جسم بے عنصری اے

لوٹ پوش ساہتھا ہو ڈسدا اوہدا گردش وچ جے ایہہ چرخ چجری اے
شب قدر تیں اصلوں رات نکی کلکتے وچ دلی لئی کری اے
سی، صاف انکار اسے حج اندر براہین دی گل مردود ہوئی
عیسیٰ آ و جلالی دجال آخر اوہ ساری تفسیر نابود ہوئی
ہو کے ملہم مامور جو لکھیا سی اج اوہ تحریر بے سود ہوئی
براہین تائید اسلام دی سی چوتھی جلد تے آن مسدود ہوئی
تی، ضعف آیا براہین تائیں جدوں حج توضیح الہام ہویا
پہلوں عیسیٰ کی جدوں ازالہ آیا اوہدا تردیدہ مہدی امام ہویا
فیر جہاں بزرگاں دی آوجدی ایہو سمجھاندا قائم مقام ہویا
اصل گل دجال دا نقش تحسیں وچ قادیاں آپ غلام ہویا
طاء طمع تے حرص نے پٹ دتا ظاہر جو حق خاصا مسلمان آیا
جدوں مدعی ہویا یہودی دا مسلماناں نوں تیک گمان آیا
احتیاط والا پاسا تکدے سن سن وچ نہ کجھ نقصان آیا
ظاہر وچ مسکین دی وانگ لگی دلوں کھات والے سامان آیا
ظاء ظلم کیتا ایسی حد تائیں ظالم مدعی ہویا پیغمبری دا
دیکھو وچ قرآن دا ختمی لہ جوڑ دتی دسے نال کی شاعری دا
شاعر سوختاں بابت فی گل وار دتی والیاں نوں کر چھنڈ دیا
لگے خوب مسیح بنانے اپنے دشمنو دور کیتا کیدی اکھاڑ دیا
ع، عالماں تائیں یہود دے تک جو سکے عیسیٰ دے مارنے نوں
کہیہ رب عیسائیاں دا مرن دیوہوندے قاتلاں گل کم سارے نوں
نئی گل صلیب نئی رفعہ اللہ ہتھوں مچھو بے کی جتاونے نوں
کون سمجھدا اسے رفع پایا اوہ سولی چاڑہ اوہ مویا اتارنے نوں
غ، غضب پوے تیکوں مرزیا اوہ مسلماناں دے نال لیا دغا بازی
ظاہر کریں حمایت اسلامیاں دی عیسیٰ نبی اوتے کریں ترک تازی

اوہ سے سخت عذاب دا خوف رکھیں نکے ظاہری چھڈ عصیان پیارے
نا امید نہ رحمتوں کدی ہوویں شوق مغفرت دا رکھیں بھیان پیارے
سورج نکلدیوں پچھمے تا جدوں تائیں توبہ دا کھلا ہرآن پیارے
کوئی عمل ہووے نیت پاک رکھیں کریں نال ایمان احسان پیارے
نبیؐ آدموں عرب دے نبیؐ تائیں سبھاں پیاریاں توں سچے جان پیارے
الہم ولوں توریت زبور آئی حق سن انجیل فرقان پیارے
بندے اللہ دے پاک فرشتیاں تے رکھیں صدق دے نال ایمان پیارے
رکھو پاک یقین قیامت ہوئے تے گل سب ایس بن رائگان پیارے
چنگی بدی تقدیر خدائی دی اے ایس وچ کجھ شک نہ آن پیارے
آون قبر دے وچ نکیر منکر ہوندا بندیاں دا امتحان پیارے
نیڑی بہت قیامتوں لگے آون اس گھڑی دا ایہہ نشان پیارے
سن لین یہود عیسائی اوہنوں کدے کانے دجال دی جان پیارے
عیسیٰ نبی مقتدی مہدی امام ہووے ایڈی ایس امت دی ہے شان پیارے
پہنچن ہور بی گئی دجال آون دیکھ دیکھ نہ ہوئیں حیران پیارے
دنیا وچ جہان بدتی کرن جھگڑے تکڑا پھڑیں حدیث قرآن پیارے
جدوں نبی دا قول صحیح لبھے کریں اس تے جان قربان پیارے
کھیں اوہ مومن جھوڑا جاندا ہے میرے سامنے نال سنے جان پیارے
اکھاں والیاں دے اگے سدا رکھیں نبی صاحب دا ایہہ فرمان پیارے
پچھیں مسئلے دین دا عالماں توں جہڑی گل وچ ہوویں انجان پیارے
نبی باجھ نہ کسی دی ہور منیں کھوٹے ہون بھاویں اگھوان پیارے
ابوبکرؓ تے عمرؓ عثمانؓ حیدرؓ جانیں دین دے چار ارکان پیارے
جیہڑے مجتہد دین دے وچ مالکؒ احمدؒ شافعیؒ ہور نعمانؒ پیارے
اوہناں باجھ بی مجتہد بہت ہوئے سمجھ دین دی کیتی آسان پیارے
سبھاں دین دے وچ سعی مشکور کیتی حق ایہناں دے سنگ رضوان پیارے

کلا بیٹھ اندر گوشے ہو نادم خوف اللہ دے تھیں کدے رولیا کر
سعدی کہے لا مرزیا مرن آخر ایڈے ایڈے توں کفرباں تولیا کر
زور والے کدھر گئے جھلے کدھر گئی اوہ مدد شیطان والی
تیرے دل وچ زعم پیغمبری دا تدے دین ایمان تھیں ہویا خالی
جنھے کول منگیں دوجے ساں جوڑے جنھے سال منگیں ہووے قحط سالی
جنھوں رنج دیویں اوہنوں خوشی لگے ہریا بھریا چاہیں مک جاوے ڈالی
ہن اوہ سارے جہان دے ردے پاڑا کدھر گئے اوہ قول قرار تیرے
مدد کروں گا دین اسلام دی میں مسلمان ہوون مددگار میرے
کیتی اہل اسلام نے مدد تیری گئی تت وچ قادیان ٹوپی ڈیرے
کھانی سٹوں ویکھے زور سعدی براہین خاطر لوک پانی پھیرے
نی شرم حیاء دی لاہ چوڑو کندھے گھج تو تیغ رسالڑے اوئے
کتھوں گنڈ ملیا تیرا پیر جتیاں توں پھلوں جھکدے دے سا جندہ ٹرپے اوئے
تیرے کفر نے مل برباد کیتے کھو رہا ناں گل دے پاڑے اوئے
سعدی کہے انذار ایمان دا ہن اید تیرے آ کھے انذار نڑے اوئے
ہن صاف ثابت ہویا کفر تیرا عیسیٰ نبی تیں لوں جہد سولی چاڑھیا توں
اوہدی سوت دا ہن اشتہار دتا براہین دا ورق لوہ پاڑیا توں
سعدی مدتاں تھیں تیجوں کہے مرزا کاذبوں آپنا آپ اوجاڑیا توں
دل بہت بھڑے تیں دیاہ خاطر کی کی دھمکیاں دتیاں لاڑیا توں
ہن مشغل معطل ہوگیا مرزا گر لگ گئی گردش تیری دے
اس بڈھے نے آ کھیا بیچارے کھیل آہے ایاز پیغمبری دے
سعدی اکس رسالیاں وچ لکھے بڑا معجزے شعبدے ساحری دے
دعوے وحی الہام دے وچ ظالم کرے نال پیغمبراں ہمسری دے
اہ طول تقریر نوں ایہہ دیوے جھوٹھ موٹھ دا اک طومار جٹے
رولا پاہ ماری مت چھلیاں دی اکھیں پاہ گھٹا کر لٹے لٹے

دعویں آپ اعلان مباہلے دا جدوں کوئی سدے تیری مرے نالی
نال دین اسلام دے دشمن ہے اوہو رسم قدیم چنگیز خانی
ل، غ تینوں کیں آوندی اوئے عبدالحق دے توں جھٹ دیکھ چکا
پھیر کہیں مباہلہ کرے کوئی توں نیڑے حیا دے مکیں ڈھکا
ہنم آگے الہام دے گپ لا کے کھا راغضب الٰہی دا کیہا سکا
سعدی کہے کیوں مرزیا دلوں تیرے اوڈ خوف خدائی دا گیا اکا
م، مال حرام دے کھان خاطر پاک نبیاں نوں تاں رلاوندا ایں
کیہا مال ہووے کتوں لبھ جاوے نوکر اپنا بھیج منگاوندا ایں
عطر کسی دا جھوٹھیا ظالماں اوئے تیل نبی دے کپڑیں لاوندا ایں
بنیو آپ مثیل نہ اوہناں دا توں اوہناں تے کیں مثیل بناوندا ایں
ن، نک وڈھائے جیوندا ایں منہ کج ذرا کجھ شرم کراوے
اک وار ہوشیار پور جا مرزا چیچی مار کے چھپ وچ ڈب مرا وے
پھنڈا یہ رمایاں ہو تائب غیب دانی اللہ کولوں آپ ڈراوے
پھر سعدی دی خالی ہے غرض کولوں برخوردار ہن سوچ کر کن دھراوے
ورثیوں پت محروم کر کے زمین زنان دے نال دیں رتن کھٹی
ج، دس کہاں دے کاہدا قرض چڑھیا ایڈی کی گئی تیرے نال چٹی
کیہے ہنم کتاباں دے بیچ سے تیں کئی غضب دی مرزیا بھنگ گھٹی
بہاں والی نے کی قصور کیتا لویں دیاہ دی بھکی ہے جے مکی کٹی
د، ہور تاں معرفت ہوئی حاصل اسیں باجھ دجال دے کھوتیا اوئے
عیسیٰ مر گیا مر گیا کریں تیں تیں علی گڑھی بڈھے دیا خوطیا اوئے
عیسیٰ بندیاں شرم نہ آئی تینوں القوا داوی دیا پوتیا اوئے
سعدی کہے کال موت تیں نہ گئی تیری اوچ بحر سردار منہ دھوتیا اوئے
ل، لائق ایسا گھاں توں سارے سلف تے شرک دا عیب دھریا
کہیں قتل ظہور احیاء موتیٰ جسے منیا اوس نے شرک کریا

عیسیٰ نال کیوں دشمنی ایڈی تینوں سولی چاڑھیں تے کہیں ناکام مریا
کاف قول میرا کاف قول دلی آپ کہیں لگا ذرہ نہیں ڈریا
آتھم عیسائی جدنا مریا آ گئیں اکس دے دل وچ خوف آیا
جدوں لوکاں نے کیہا کہ نہیں ڈریا اگوں قسم انعام تے زور پایا
پیچھی والا رقیب جد رہا زندہ جھٹ مرزیو آپے منہ لایا
کوئی قسم نہ کھا انعام دوسروں جھوٹے دل وچ خوف وا پیا سایا
کی، یار تیرے کرن خوا بجہاں تینوں نبی رسول بنایا اے
جو کجھ بخشیں اوہ کرن تصدیق تیری تیرا حق طفیلیاں ودھایا اے
سعدی شکر جناب خدائی دی نوں دمیان جاگیاں تے ادھر آیا اے
موری وی الہام دی جند کتی ڈات قلم دا ٹھوک کے لایا اے

لطیفہ

روپ بینا کا دھارا بھرا تو نے
کام دجال کا کیا تو نے
تو نے جیسا کہا سنا دیکھا
نبی حق کی چیلے کو تپا

بہت ہیں یوں تو رمال ارڑ پوپو ہے بڑھ کر سب سے دجال ارڑ پوپو
عجب ہے مرسل یزدان نہ ہے ہوست شیوہ بدفال ارڑ پوپو
نشان و معجزات اس کے تھے ہیں کتابوں سے نکلے بال ارڑ پوپو
ولادت کے ہیں یا مرنے کے اخبار اڑاتا ہے جو ہر سال ارڑ پوپو
کہا جب ہوگا لڑکا آئی لڑکی ہوا ایسا کہ بدحال ارڑ پوپو
حیات معصم یا موت پھر کر سکا ہرگز نہ کچھ بال ارڑ پوپو
خداوند عالم ہے نگہبان نہ بیکا کر سکے بال ارڑ پوپو
بشیر اوبار تجھ کو دے گیا ہے مگر تو ہیں خواہ اقبال ارڑ پوپو
نہ یوں سعدی کو دھوکا کادیانی
کھلا یوں تری چال ارڑ پوپو

خضر مرزا نے کہا یہ برملا — ہم نبی آپ یا مسیحا کیا
ٹھیک آن ذات کو یک آپ شد — تف بر آں کس کو نبی آپ شد
مرزا بھی تو کرتا ہے دعویٰ — کہ میں ہوں پارسی نسل والا
اس میں تحفہ یہ اس نے ہے رکھا — پانچ میں ایک تو پارسی ہوگا
تو بھی دور سے ذات پوچھ تو لے — اس پہیلی کی اس سے بوجھ تو لے
ذات اپنی تو پہلے ٹھیک تو کر — پھر کسی کی صفت پہ کچھ نظر
اف رے کاذب دروغ کے پتلے — سب بیانات تیرے ہیں جھوٹے

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

مرزا قادیانی کے قرآن پر ایمان کی حقیقت سوال وجواب کے پیرایہ میں

مسلمان... قادیانی صاحب! آپ قرآن کریم کو مانتے ہیں؟

قادیانی..... مانتے ہیں۔

مسلمان..... اہل اسلام کے عرف میں لفظ قرآن کتنے معانی پر بولا جاتا ہے۔

قادیانی... تین معانی پر۔ نقوش اور الفاظ اور معانی۔

مسلمان..... قرآن مجید کس کا کلام ہے۔

قادیانی... اللہ تعالیٰ کا۔

مسلمان..... اللہ تعالیٰ نے کیا اتارا تھا نقوش یا الفاظ یا معانی یا تینوں یا ان تینوں میں سے کون سے دو۔

قادیانی..... الفاظ اور معانی اتارے تھے۔

مسلمان..... الفاظ کے اتارنے کے کیا معنی ہیں اور معانی کے اتارنے سے کیا مراد ہے۔

قادیانی الفاظ کے اتارنے کے معنی الفاظ کا سنانا اور پڑھانا ہے اور معانی کے اتارنے سے مراد معانی کا سمجھانا تھا۔

مسلمان... اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو بلاواسطہ قرآن پڑھا اور سمجھا دیا تھا یا بواسطہ۔

قادیانی... بواسطہ۔

مسلمان... وہ واسطہ کون ہے۔

قادیانی روح القدس۔

مسلمان ... روح القدس کس چیز کا نام ہے۔

قادیانی ... ایک درجہ کی محبت کے خدا کا نام ہے۔

مسلمان ... قادیانی صاحب آپ نے یہ جواب اسلام کی کس جگہ سے دیا ہے؟

قادیانی ... ہم اہل اسلام کے عقائد کے متعلق نہیں کہتے۔ جبرائیل ایک الٰہی آسمانی روح کا نام ہے جس کا سورج سے ایسا شدید تعلق ہے جس کے سبب سے اس روح کا آفتاب سے جدا ہو کر زمین پر آنا ناممکن اور محال ہے۔

مسلمان ... جناب! پھر انبیاء علیہم السلام کے وحی لے کر آنے کے کیا معنی۔

قادیانی ... وحی تو ایک خاص درجہ کی محبت خدا کو کہتے ہیں اور اس روح کے آنے سے یہ مراد ہے کہ جس طرح سورج کی گرمی اور روشنی ہر چیز کی استعداد کے موافق فائدہ پہنچاتی ہے اسی طرح یہ روح فائدہ پہنچاتی ہے اور ہر انسان کے دماغ اور دل پر اس کا اثر اور عکس پڑتا ہے اور میرا یہاں تک ایمان ہے کہ بالکل دوزخی بھی حالت زنا میں بھی اپنے حصہ کا یہ اثر پاتے ہیں۔

مسلمان ... اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو سارا قرآن بخوبی سمجھا دیا تھا یا کسی بات کے سمجھانے میں کچھ کسر باقی رہ گئی؟ اور محمد ﷺ نے سارا قرآن بخوبی سمجھ لیا تھا یا کسی بات کے سمجھنے میں غلطی بھی واقع ہوئی۔

قادیانی ... بعض پیشگوئیاں اللہ تعالیٰ بھی بخوبی نہیں سمجھا سکا اور محمد ﷺ سے بھی بعض باتوں کے سمجھنے میں غلطی واقع ہوئی۔

مسلمان ... جب بعض قرآن کے سمجھنے میں غلطی واقع ہونے کا آپ اعتراف کر چکے تو باقی کے سمجھنے میں بھی وقوع غلطی کا احتمال پیدا ہو گیا۔ لہٰذا سارا قرآن پایہ اعتبار سے ساقط ہوا۔

مسلمان ... جتنا اور جیسا کچھ قرآن اللہ تعالیٰ کے سمجھانے سے مرزا قادیانی نے سمجھا تھا وہ کسی کو سمجھا بھی گئے یا وہ بھی ساتھ ہی لے کر راہی عالم بقا ہوئے؟

قادیانی ... پیغمبر وغیرہ جس پر غلطی پایا جاتا ہے قرین قیاس ہے کہ آپ کی تعلیم سے بعد باقی پیش گوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں "جب خود انبیاء سے امکان غلطی ہے تو پھر امت کا کوئی اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔" (ازالہ اوہام ص ۱۳۲، خزائن ج ۳ ص ۱۷۱)

مسلمان ... آپ حدیث کو مانتے ہیں؟

قادیانی ... "ایک شرط سے مانتا ہوں۔ حدیث کا وہ حصہ جو تاریخ اور سوانح اور قصص اور

واقعات گذشتہ سے متعلق ہے اس شرط سے قبول کیا جائے گا کہ قرآن کریم کے اخبار وغیرہ سے معارض نہ ہو۔"
(ازالہ اوہام ص ۴۲۲، خزائن ج ۳ ص ۵۷۰، ۵۷۱)

مرزا قادیانی کی اس نئی روشنی کا ماحصل

قرآن شریف محمد ﷺ کا اپنا کلام ہے نہ اللہ تعالیٰ کا۔ حضرت ﷺ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا نہایت درجہ کا جوش پیدا ہوا اور ایک ایسی روح آسمانی بقول مرزا قادیانی کا جس کا آفتاب سے ایسا شدید تعلق ہے جس کے سبب سے وہاں سے چھوٹنا محال ہے۔ نہایت درجہ کا اثر اور عکس حضرت کے دل پر ہمیشہ پڑتا رہا۔ اسی واسطے حضرت ﷺ نے قرآن شریف خود تالیف کر کے خلاف واقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا اور اس میں ایسی آیتیں بھی درج کر دیں جن کا صحیح مطلب خود بھی نہیں سمجھتے تھے۔

تنبیہ: یہ شخص اصل میں بانی نیچر کا چھوٹا چیلا ہے۔ اس نے تو یہ آیت "وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا " صاف لفظوں میں لکھ دیا ہے کہ خدا تعالیٰ اور پیغمبر ﷺ میں کوئی ایلچی نہیں ہے اور نبوت مثل دیگر قویٰ انسانی کے ایک فطرتی چیز ہے اور نبوت اور وحی اور جبرائیل اور قرآن جو کچھ ہے سب پیغمبر کے دل ہی دل میں سے ہے۔ باہر سے کچھ نہیں آیا۔ وہی بات اس شخص نے چھپا کر لکھ دی ہے۔ مگر اپنے منصب مسیحی کی کارروائی کے ماحصل میں اسی طرح رہے گی دیکھ کر بھی۔

تنبیہ: یہ شخص الفاظ وہی بولتا ہے جو اہل اسلام بولا کرتے ہیں۔ مگر معانی ان کے اور مراد رکھتا ہے۔ اس کے قرآن کریم کو ماننے کی حقیقت تو خوب کھل گئی ہے۔ اسی طرح دیگر ایمانیات پر اس کا ایمان سمجھ لو۔ مثلاً:

مسلمان...... آپ خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں؟

قادیانی...... مانتے ہیں۔

مسلمان...... کس طور پر مانتے ہو جس طور پر آپ کا جی چاہے۔ یا جس طور پر خدا تعالیٰ نے خود تعلیم کیا ہے؟

قادیانی...... جس طور پر خدا تعالیٰ نے خود تعلیم کیا ہے۔

مسلمان...... خدائے تعالیٰ نے وہ طور آپ کو بلاواسطہ تعلیم کیا ہے یا بواسطہ؟

قادیانی...... بواسطہ۔

مسلمان...... وہ واسطہ کیا ہے؟

کادیانی..... وحی۔

مسلمان... کس کی وحی۔ کیا وہ وحی جو آپ پر نازل ہوتی ہے یا جو محمد ﷺ پر نازل ہوتی تھی۔

کادیانی.... جو محمد ﷺ پر نازل ہوتی تھی؟

مسلمان..... اس وحی کے نازل ہونے کے کیا معنی ہیں؟

کادیانی.... ایک درجہ کی محبت یا روح مذکور کا اثر اور عکس پانا۔

مسلمان... آپ رسول اللہ ﷺ کو مانتے ہیں؟

کادیانی... مانتے ہیں۔

مسلمان..... رسول کس کو کہتے ہیں؟

کادیانی.. جس کو وحی آتی ہے۔

مسلمان... وحی کس کو کہتے ہیں؟

کادیانی... ایک درجہ کی محبت کو یا روح مذکور کے اثر اور عکس کو۔

مسلمان... یہ محبت اور اثر اور عکس غیر رسول پر بھی پڑتا ہے یا نہیں؟

کادیانی.... حسب استعداد سب کے دل پر پڑتا ہے۔ بلکہ میرا یہاں تک ایمان ہے کہ پاگل اور زانیہ پر عین حالت زنا میں (جب... ہوتی ہو) بھی ضرور پڑتا ہے۔

مسلمان... جناب آپ کا ایمان آپ ہی کو مبارک ہو۔ آپ کے حریف سعدی نے کیا خوب کہا ہے۔ "ویوم القیمة تری الذین کذبوا علی اللّٰہ وجوھھم مسودة"

کذب کی عادت تھی جو اللہ پہ ڈالے ہوئے
دیکھنا روز قیامت ان کے منہ کالے ہوئے
دل بچاری نہ نچوڑیں کو اٹھائیں قسمیں
بے حیا کیا جھوٹ کے سانچے میں تھیں اٹھالے ہوئے

سارے جہان کے جھوٹے نبیوں کی تردید کا بے مثال نغمہ

مرزا کا عیسیٰ جھوٹا ہے — قید سے کانا چھوٹا ہے
کالا کاگ کلوٹا ہے — ہائے لعن کا بیٹا ہے
قہر غضب کا ٹوٹا ہے — ہائے کھیا بیٹا ہے
حشر نے ہاتھ کھوٹا ہے — کفر نے دین کو لوٹا ہے

عبد درہم کب ہے حر — نقد دیں کا کیسہ ہے

کانا باقی کر کر کر — سچ کہتے ہیں حق ہے مر

جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے — جھوٹے کا ڈھونگ ٹوٹا ہے

شہرت حب مطلوب ہوئی — شفقت سب مسلوب ہوئی

بدعت سب مرغوب ہوئی — سنت سب محجوب ہوئی

جدت سب محبوب ہوئی — الفت سب معتوب ہوئی

تم سے خودی منسوب ہوئی — خوب ہوئی بھئی خوب ہوئی

جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے — جھوٹے کا ڈھونگ ٹوٹا ہے

بات ہے تیری جیسے کی — جرأت طاقت ویسے کی

کھالے پھلیاں کیلے کی — چرچ ہے دل کے میلے کی

کر تیاری ٹھیلے کی — ناٹک کر کے چیلے کی

کوئی ہے جو کر لیے کی — دو کوڑی کم دھیلے کی

جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے — جھوٹے کا ڈھونگ ٹوٹا ہے

تغییر کی یہ سچ ہے بات — تمکین ہیں سب دجال صفات

ہیں وہ ذہن مخلوقات — یعنی مفضی جملہ جہات

شائع ناقص ہیں جنات — کرتے ہیں جن سے مغضوبات

وہم سے کیونکر ہوئی نجات — ہے شیطان کے ہاتھ میں ہاتھ

جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے — جھوٹے کا ڈھونگ ٹوٹا ہے

کلمہ پڑھ کے توبہ کر — تیری کہانی ہے گھر گھر

باطن پہ کر لیجے نظر — مہر ضلالت ہے دل پر

شکل بشر ہو پہ ہو بشر — کرنا ہے عقبیٰ کا سفر

موت ہے سر پہ موت سے ڈر — ورنہ سکے گا یوں سفر

جھوٹا ہے بھئی جھوٹا ہے — جھوٹے کا ڈھونگ ٹوٹا ہے

اب دام فکر کسی اور جا بچھائیے — بس ہو چکی نماز مصلے اٹھائیے

تمت

حاشیہ جات

۱ نقوش حرفوں کی شکلیں جو قلم سے لکھی جاتی ہیں اور الفاظ وہ آوازیں جو ان نقوش کے پڑھنے سے پیدا ہوتی ہیں اور جس مراد سے لفظ بولے جاتے ہیں۔ اس مراد کو ان لفظوں کے معانی کہتے ہیں۔

۲ "اگر یہ استفسار ہو کہ جس خاصیت اور قوت روحانی میں یہ عاجز اور مسیح ابن مریم مشابہت رکھتے ہیں وہ کیا شے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک مجموعی خاصیت ہے جو ہم دونوں کے روحانی قویٰ میں ایک خاص طور پر رکھی گئی ہے۔ جس کے سلسلہ کی ایک طرف نیچے کو اور ایک طرف اوپر کو جاتی ہے۔ نیچے کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی دلسوزی اور غمخواری خلق اللہ ہے جو داعی الی اللہ اور اس کے مستعد شاگردوں میں ایک نہایت مضبوط تعلق اور جوڑ بخش کر نورانی قوت کو جو داعی الی اللہ کے نفس پاک میں موجود ہے۔ ان تمام سرسبز شاخوں میں پھیلاتی ہے۔ اوپر کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی ہوئی ہے جو اول بندہ کے دل میں بارادہ الٰہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ان دونوں محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الٰہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے۔ ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا نام روح القدس ہے۔" (توضیح المرام ص ۲۲ خزائن ج ۳ ص ۶۲)

"دوسرا درجہ محبت کا وہ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ جس میں دونوں محبتوں کے ملنے سے آتش محبت الٰہی لوح قلب انسان کو اس قدر گرم کر دیتی ہے کہ اس میں آگ کی صورت پر ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس چمک میں کسی قسم کا اشتعال یا بھڑک نہیں ہوتی۔ فقط ایک چمک ہوتی ہے جس کو روح القدس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔"

(توضیح المرام ص ۲۳ خزائن ج ۳ ص ۶۳)

ہے مرکب وہ جہل میں اپنا — جیسے کیچڑ میں پھنس گیا بھینسا
دل ہے مرزا کا یا وہ پتھر ہے — ہے زباں منہ میں یا وہ اخگر ہے
وہ مسافر بشکل انسان تھا — لیک باطن میں پورا شیطان تھا
کیسے عیسیٰ اور اس کے چیلے ہیں — پیٹ بھرنے کے سب جھمیلے ہیں
واہ کیا نام اس نے پایا ہے — جس سے شیطان بھی مسکرایا ہے

۳ "اس جگہ اس بات کا بیان کرنا بھی بے موقعہ نہ ہوگا کہ جو کچھ ہم نے روح القدس اور روح الامین وغیرہ کی تعبیر کی ہے یہ درحقیقت ان عقائد سے جو اہل اسلام ملائک کی نسبت رکھتے ہیں منافی نہیں ہے کیونکہ محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائک اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کر زمین پر اترتے ہیں۔"

(توضیح المرام ص۳۳، خزائن ج۳ ص۶۶)

۴ "پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اس کی گرمی و روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے موافق زمین کی ہر ایک چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے اسی طرح روحانیات سماویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس فلکیہ کہیں یا دساتیر اور وید کے اصطلاحات کے موافق ارواح کواکب سے ان کو نامزد کریں یا نہایت سیدھے اور موحدانہ طریق سے ملائک اللہ کا لقب دیں۔"

(توضیح المرام ص۳۳، ۳۴، خزائن ج۳ ص۶۷، ۶۸)

"مثلاً جبرائیل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیر (سورج) سے تعلق رکھتا ہے اس کو کئی قسم کی خدمات سپرد ہیں۔ انہیں خدمات کے موافق جو اس کی نیر سے لئے جاتے ہیں۔ سو وہ فرشتہ اگرچہ ہر ایک ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو۔ (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہئے) لیکن اس کے نزول کی تاثیرات کا دائرہ مختلف استعدادوں اور مختلف ظرف کے لحاظ سے چھوٹی یا بڑی شکلوں پر تقسیم ہو جاتا ہے۔"

(توضیح المرام ص۴۸، خزائن ج۳ ص۸۶)

"اور جبرائیل کا نور کا پھیلا بیسواں حصہ تمام جہانوں میں پھیلا ہوا ہے۔ جس سے کوئی فاسق اور فاجر اور بدمعاش اور بدکار بھی باہر نہیں بلکہ میں یہاں تک مانتا ہوں کہ تجربہ میں آچکا ہے کہ بعض اوقات ایک نہایت درجہ کی فاسقہ عورت جو کنجریوں کے گروہ میں سے ہے جس کی تمام جوانی بدکاری ہی میں گذری ہے۔ کبھی سچی خواب دیکھ لیتی ہے اور زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ ایسی عورت کبھی ایسی رات میں بھی کہ جب وہ بادہ بسر و آشنا بر کا مصداق ہوتی ہے کوئی خواب دیکھ لیتی ہے اور وہ سچی نکلتی ہے مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ جبرائیل نور آفتاب کی طرح جو اس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ تمام معمورہ عالم پر حسب استعدادات ان کی اثر ڈال رہا ہے اور کوئی نفس بشر دنیا میں ایسا نہیں کہ بالکل تاریک ہو۔ کم سے کم آئینہ روح کی محبت وطن اصلی اور محبوب اصلی کی ادنیٰ سے ادنیٰ سرشت میں بھی ہے۔ سو اس صورت میں نہایت ضروری تھا کہ تمام بنی آدم پر یہاں تک کہ ان کی بھانتا پر بھی کسی قدر جبرائیل کا اثر ہوتا اور فی الواقعہ ہے بھی۔"

(توضیح المرام ص۸۵، خزائن ج۳ ص۹۰)

۵ ’’اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کی جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کو روح امین کے نام سے بولتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہر یک تاریکی سے امن بخشتی ہے اور ہر یک غبار سے خالی ہے اور اس کا نام شدید القویٰ بھی ہے۔ کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقت وحی ہے۔ جس سے قوی تر وحی متصور نہیں اور اس کا نام ذوالافق الاعلیٰ بھی ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے اور اس کو رأیٰ مارأیٰ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسان کامل ہے۔ جس پر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہو گیا ہے۔‘‘

(توضیح المرام ص۲۳،۲۴ خزائن ج۳ ص۶۲،۶۳)

۶ ’’اور اسی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ظاہر فرمائی گئی ہو اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں اور ایسے امور میں اگر وقت ظہور کچھ جزئیات غیر معلومہ ظاہر ہو جاویں تو شان نبوت پر کچھ حرف نہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۶۹۱ خزائن ج۳ ص۴۷۳)

۷ ’’سوچنے نہیں کہ ابن مریم ایک مجسم کا لفظ بھی اسی پاک منہ سے نکلا ہے جس سے لمبے ہاتھ کا لفظ نکلا تھا۔ بلکہ لمبے ہاتھ سے حقیقی اور ظاہری معنی مراد ہونے پر تو تصدیق نبوی بھی ہو چکی تھی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے روبرو بیویوں کے ساتھ ہاتھ ناپے گئے تھے اور سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے نکلے تھے اور یہی قرار پایا تھا کہ سب سے پہلے سودہ فوت ہوگی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ ہاتھوں کے ناپنے دیکھ کر بھی منع نہیں فرمایا تھا۔ جس سے اجماعی طور پر سودہ کی وفات تمام بیویوں سے پہلے یقین کی گئی۔ لیکن آخر کار ظاہری معنی صحیح نہ نکلے۔ جس سے ثابت ہوا کہ اس پیش گوئی کی اصل حقیقت آنحضرت ﷺ کو بھی معلوم نہیں تھی۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۶۰۵ خزائن ج۳ ص۴۲۶)

۸ اس شخص کے نزدیک: افضل البشر سید الکونین ﷺ اپنے منہ سے ایسے کلمات بھی بولتے تھے جن کا صحیح مطلب خود بھی نہ سمجھتے تھے۔ جیسے ’’اطولکن یدا‘‘ منہ سے بولا تو سہی مگر فوت ہونے تک اس کا صحیح مطلب نہیں سمجھ سکے۔

نظم حقانی
مسمّٰی بہ سرائر قادیانی
حضرت مولانا محمد سعد اللہ لدھیانوی

پھر بھی کہتا ہے تھا یہ کشف و خواب / تجھ سے حق سمجھے ارے خانہ خراب

رافضی نے رفض کے حیلے کیے / کچھ بخاری میں تعارض بھر دیے

راویوں پر کی یہ ظالم نے جفا / حافظے کو ان کے لکھا ہے دغا

جو روایات آئی ہیں معراج میں / پر تعارض کہتا ہے ظالم انہیں

خود نہ تھی تحقیق کی توفیق کچھ / عالموں سے بھی نہ کی تحقیق کچھ

رافضی انوار میں جو لکھ گیا / نقل وہ اس رافضی نے کر دیا

کہتا ہے گر رب ہیں مشرک سب سلف / ہائے کیا پیدا ہوا ہے ناخلف

حضرت عیسیٰ کا وہ خلق طیور / شرک ہے ذات خدا میں ہے قصور

ہے خیال مشرکانہ بے فقط / ہے تو کیا احیائے موتیٰ ہے غلط

مردہ زندہ ہو نہیں سکتا کبھی / ہیں غلط بیہودہ تفسیریں سبھی

کہتا ہے عیسیٰ چڑھے تھے دار پر / جو مناسب ہو وہ اس مکار پر

حق تو قرآں میں کرے نفی صلیب / یہ سمجھ سولی پہ لٹکا وہ غریب

رفعت تطہیر بخشے حق اسے / دے یہ دشمن میں یہ ذلت اسے

کچھ یہودی بھی ہے گر کچھ رافضی / کچھ ہے نصرانی بطور عارضی

قائل ابنیت عیسیٰ ہوا / بانی تثلیث چولا ترسا ہوا

تا کہ ابنیت کا سلے خود بھی مقام / کس قدر ظالم ہوا ہے بدلگام

خارجی بھی ہے کہ مہدی بن گیا / پھر بڑا چنگیز ثانی ذات کا

شکل ہر با رنگ بدلے دمبدم / بھانڈ بھی دنیا میں ہوں گے ایسے کم

کھینچا آخر عیسویت نے وہ طول / بن گیا دجال خود احمد رسول

مدعی مسند پیغمبری / اصل میں دجال ہے یہ نیچری

مرسل یزدان مریدوں کا بنے ہے / دشمن جانی سعیدوں کا ہے یہ

قادیاں کو خود بتاتا ہے دمشق / ہے ریاست قادیاں کی دل میں عشق

لوگ ہیں اگلے جو بھولے یہ یزید / دشمن جان حسین و بوسعید

یہ خبر ہے سرور عالم نے دی / قاتل دجال ہیں عیسیٰ نبی

جب دوبارہ اس جہاں میں آئیں گے / دین کی خدمت بجا یہ لائیں گے

قادیانی فتنہ گر کہتا ہے یوں
میں وہی عیسیٰ نبی اللہ ہوں

مجھ پہ وحی آتی ہے مثل انبیاء
وحی میں میری نہیں دخل خطا

حق سے جو حکم انبیاء کو آتے ہیں
انبیاء نے ان میں دھوکے کھائے ہیں

لیکن اس عاجز کی پیشین گوئیاں
ہیں نکلتی سر بسر حسب بیان

مرگ عبداللہ آتھم کا فساد
اور وہ سلطان کا بیاہ با مراد

قادیانی کی تباہی کر گئے
خوب روشن روسیاہی کر گئے

لیک وہ بے شرم باز آتا نہیں
دیکھیے ان دعووں سے شرماتا نہیں

دیتا ہے دجال ایسی دھوکا بھی
طفل موعود آئے گا نو سال میں

نو برس بھی ہو چکے ہیں اب تمام
پر نہ آیا طفل عمانوائیل نام

گرچہ ہیں دو تین اب موجود بھی
ہے فلاں وہ یوں نہیں کہتا کبھی

بارہا اس پر میں نے ایک ثاقب شہاب
لا سکا پر سامنے جس کے نہ تاب

ایک گیدڑ نامہ پھر شائع کیا
اشتہار اس اک شغالی کا دیا

لیکن از کاذب صدائے برخاست
شد مسلم کاں شغل بودے نجاست

اور پنجابی میں دو سی حرفیاں
جس میں دجال کا اس کی تھا بیان

جب ہوا دلی کا ہنگامہ بپا
[illegible] قادیانی بھی چھپا

آتھم و سلطان کا جب قصہ ہوا
اس کا حقوق میں پھر حصہ ہوا

اس کی شائع ہو گئیں دیوالیاں
سربسر مکارانہ رسالیاں

وہ حمیر کی پھبتی کے اشتہار
پھر وہ اکتوبر میں بستم کی پکار

قادیانی سخت کھسیانا ہوا
غیظ اور غصے سے دیوانہ ہوا

یاوہ گوئی پہ دلیری کی بہت
تھا تو گیدڑ لیک شیری کی بہت

آتھم و سلطان گو زندہ رہیں
پر مسلمان مجھ کو سچا ہی کہیں

گالیاں لکھ لکھ کر بکیں بھلا
جاہ و اقبال کا بھی مٹ چلا

ایک نئی تب سن کے جاہ بجھ گیا
اس کے بعد اقبال نے چھپا دیا

فکر پہ مسکیں اک اٹھا اور ہے
جس کو مسکین غالب مشہور ہے

نام سے معلوم ہوتا ہے ولی
الغرض چیلا ہے اک کوئی سہی

ہے اثر اس کی نقد تعلیم کا
بوستاں سعدی شیراز میں
مصلح الدین سعدی شیرازؒ نے
لکھ دیا اک شعر میں وہ نیک ذات
سعدیا ممکن نہیں راہ صفا
حق نے دی توفیق پھر مجھی جسے
عزبات کفر سے نفرت ہوئی
بہر ایمان میں ہوا گھر سے غریب
میں تھا غافل مجھ کو حق نے زر دیا
دین و دنیا میں علماء کی منفعت
اس لباس کفر سے چھوٹا بدن
عقل کی میزان علماء کی پھر مجھے
پاک کھانے بخشے کھانے کے لئے
اہل عزت بن گئے سب میرے دوست
میرا دل اسلام پہ قائم کیا
اہل بدعت سے کیا بیزار دل
صالحوں سے دل میں الفت دے مجھے
اولیاء رحمٰن کے بندے جو ہیں
ہے جناب حق سے ہر دم التجا
ہیں جو شیطان اولیاء شیطان کے
وہ کہیں اس کو تعصب یا حسد
میرے مولا تو صحیح ادراک دے
جو خطا نسیان ہو تو کر دے معاف
گر گناہوں سے مرے تو درگذر
مجھ سے مرد کاویانی کر قبول

دل میں ایمان میرے قائم ہو گیا
گلشن توحید دکھلایا جسے
رحمتیں اللہ کی شام و سحر
قاعدہ کلیہ اک بحر نجاست
چل نہیں جز پیروی مصطفیٰ
بھر لیا دامن گل توحید سے
اور آخر ایک دن ہجرت ہوئی
نیک مجنوں [illegible] کیا مجھ کو قریب
سالک راہ ہدایت کر دیا
فضل سے بخشے مراتب اور سخا
جامہ شرعی ہوا ملبوس تن
تاکہ دے دھوکا کوئی کافر مجھے
دال ہوں جو خیر پہ ساقی دیجے
دائما ہے فضل وعطا والطاف! وسعت
اور مذہب اہل سنت کا دیا
راہ سنت میں ہوا ہشیار دل
دی نہ صحبت اہل بدعت کی مجھے
جان و دل سے فدا کیا ان کا ہوں میں
حشر بھی ہمراہ انہیں کے ہو مرا
حب بغض و کینہ ہے ان سے مجھے
جو بمقتدیہ ان کو میں کرتا ہوں رد
سعی مشکور اور نیت پاک دے
اہل ایمان سے رہوں میں سینہ صاف
عفو کر اے میرے مولی عفو کر
ہوں مرادات دلی میری حصول

پردہ دار دجال کا تجھ کو کیا
کام اپنے دیں کا تجھ سے لے لیا

ہوتا اس سے یہ تیرا رشتہ نہ گر
کون یوں ہوسکتا اس کا پردہ در

تو ہی تھا جو راز کو افشاء کرے
کام اس خالق کے ہیں حکمت بھرے

تجھ سے بڑھ کر گھر کا بھیدی ہے کہاں
ہے تیرا بھی شہادت پہ بیاں

سب تجھے معلوم گھر کا حال ہے
جانتا دجال کی تو چال ہے

خاص قسمت سے تجھے معلوم رمز
وہ بھی معلومات پہ تھا تجھ کو ناز

ہے بہت تیرا ذریعہ معتبر
اندرونی تجھ کو ملتی ہے خبر

کیونکہ صاحب جب کہ تھی گرام
برق سے بھی کچھ سوا وہ ہے کام

تو ہے خود عالی براہین جانتا
ہم نے خود تجھ سے سنا اس کا پتا

تین سو جز کی براہین جھوٹ ہے
کچھ نہیں لکھنا یہ تحسین جھوٹ ہے

جلد چہارم کے سوا اب کچھ نہیں
چھپتے زر اور مطلب کچھ نہیں

قیمت جن کی پانچ دس بیس ہیں
دیکھ لو گن کر یہ جز پچیس ہیں

کر کے اللہ کے حوالے یہ کتاب
کیا ٹکا سا دے دیا تم کو جواب

دیکھ لو جلد چہارم کا اخیر
مال مردم اب ہضم ناکا ہے شیر

جلد پنجم کا کوئی وعدہ نہیں
بس یہی کافی ہے اب بہر یقین

شرط باندھ کر بولا کہا ہوں آج
سچا ہے مرزا تو دکھلائے معراج

کھا گیا لے لے کے اس پہ جھگڑے
اس طمع پہ کس طرح بوری پڑے

حق کیا معدوم کی کر لی حلال
زر کمانے میں ہے یہ صاحب کمال

عیب ذاتی بھی بیاں کرتا تھا تو
بے دھڑک سب پہ عیاں کرتا تھا تو

تھے بتاتے یار تو اتنا نہ تھا
اپنے رشتہ پہ بھی کچھ گھٹتا نہ تھا

تو زدیں سے بھی تھی بڑھتی تجھے
ماجرا طرفہ سنو تھا تجھے

کہاتے یاد کے قصے ہیں یاد
دوستی یا نام کا وہ اتحاد

اہل ایمان جب کہ ایسا حال ہو
کارروائی کیوں نہ پھر دجال ہو

پڑھ کے ظاہر میں تشہد اور نماز
تم کو دھوکہ دیتا ہے یہاں حقہ باز

اس کے دھوکوں میں نہ ہرگز آؤ تم
سن کے وہ فتویٰ نہ کچھ گھبراؤ تم

کیا منافق تھے نہ کہیے بھلا　　تو رسول اللہ ہے یا مصطفیٰ
کیا نمازیں ساتھ وہ پڑھتے نہ تھے　　جنگ کو ہمراہ کیا چڑھتے نہ تھے
حق نے فرمایا ہے بیشک تو رسول　　پر ہے جھوٹوں کی شہادت ناقبول
آخر میں ایمان کے سب ایمان تھا یہ　　ان سے بچ بدخواہ دین دجال تھا یہ
آؤ اب عیسائیو مرزائیو　　یعنی ان شکیوں کے بھائیو
باز آؤ چھوڑو اس دجال کو　　فال میں رمال کو اسے ہانکو
اس سے پہلے کیا مسلماں تھے نہ تم　　لگ گئی ہے کون کی اب اور دم
ہاں یہ سکھے ہو کر عیسا مرگیا　　ہاتھ سے اعداء کے سولی پر گیا
قادیانی کا ہے اس میں کیا ہنر　　نیچری نے یہ سکھایا پیشتر
میں ہوں عیسیٰ اس قدر ایجاد ہے　　اصل میں وہ نیچری استاد ہے
اس نے جو اعلام سے حاصل کیا　　نیچری نے خود بخود وہ پالیا
کہتے ہو سب عقل کو ہے غضب　　قادیانی مہدی و عیسیٰ ہے اب
نیچ آلعنوا ظلم سے　　مہد صدیقہ میں تم رکھنے لگے
معجزے عیسیٰ کے مثل سامری　　یوسف نجار کی کاری گری
پھر کبھی کہتے ہو تھا ترب عمل　　کشف عیسیٰ میں رہا اکثر خلل
وحی کو کہیے نہ ختم الانبیاء　　قادیاں نے وہ اب ظاہر کیا
واہ کیا چیز ہے دجال کیا　　کیا گدھا اس کا ہے اس کی چال کیا
ہندؤں عیسائیوں کا رد بہت　　چھپ کے شائع ہو چکا بے حد بہت
فی الحقیقت اب کسی میں جان نہیں　　کوئی مشکل سا ترچھا ہے کہیں
لایزالون آیۃ ہے قرآن میں　　یوں رہے گا اختلاف ادیان میں
پھر ولو شئنا لجعلنا بھی ہے　　بات حق القول منی میں ہے طے
ہے مخالف گر کوئی لکھتا کتاب　　اب بھی حاضر ہے اسے محکم جواب
کس لئے کوئی نئی تصنیف ہو　　اور کیوں بے فائدہ تکلیف ہو
فتنہ فرسا فساد آ دیا　　عالماں دیں نے باطل کر دیا

گر غلط نکلے تو نکلے کیا ہوا
ہم تو ہیں قرآں سمجھتے پر فدا

کیا بیاں ہے سورہ زلزال کا
بن گیا نقشہ زمان حال کا

وہ قیامت کا بیان سب جھوٹ ہے
ہے جو تفسیروں میں ہاں سب جھوٹ ہے

ہے جو ٹی اسکویر تعطیل عشار
اس کا باعث ہے یہ دجالی حمار

یہ نئی تفسیر اس کی خوب ہے
جو پرانی ہے وہ سب معیوب ہے

حضرت دخش کی یہ تجدید ہے
واہ کیا الحاد کی تائید ہے

اور جو نثر مصحف کا ہے بیاں
ڈاکخانوں کے ہیں یہ چٹھی رساں

نور واحسن دو ملک ہیں اس کے ساتھ
بازوؤں پر جن کے رکھتا ہے یہ ہاتھ

آسماں سے اترے ہیں سنئے کر اسے
ہیں بٹھاتے عرش و کرسی پر اسے

حضرت اقدس مسیحا کے زمان
مرسل یزدانی دیکھئے الاماں

اس نے دونوں کو بتایا ہے ملک
وہ کراتے ہیں اسے سیر فلک

ہو گیا ان کا یہی اب ماجرا
من ترا حاجی بگویم تو مرا

کیا مثل آئی ہے یہ ان پر درست
مدعی ہے سست اور شاہد ہیں چست

سمجھے ہیں مرزا کو کافر مت کہو
حق کو سوچو اور مشفق چپ رہو

بے وقوفی کا ہو ان کی کیا علاج
یہ جہالت کا مرض ہے لاعلاج

راجپور کے ایک ہیں فدوی کلن
قادیانی کا نہ سمجھے مکر و فن

دور حق سے جیسے ہیں فدوی خبیث
قادیانی کا کھایا مکر ہوئے ہیت

بعض جاہل امر دیں سے بے خبر
کہتے ہیں خذ ما صفا ودع ما کدر

قادیانی کے ہیں چیلے جا رہے
ہیں نجاست میں سے حلوا کھا رہے

اور پھر کہتے ہیں ہم محتاط ہیں
راہ دیں میں جانب اوساط ہیں

احتیاط اس میں بھلا کیا خاک کی
پاک میں کچھ کھا گئے ناپاک بھی

قادیانی فتنہ لرزانیدہ ہے
کام اس مکار کا پیچیدہ ہے

چاہئے ہر ایک کو اس سے حذر
دین سے ہیں جو خصوصاً بے خبر

سب پہ لازم اس کی سرکوبی ہوئی
حسب طاقت حق نے ہے جو دی ہوئی

عالم اس کے کفر کو ظاہر کریں | کچھ نہ گیدڑ بھبکی اس کی سے ڈریں
تاکہ اس کے داؤ میں آئیں نہ لوگ | چھپے اس کے کفر و بدعت کا نہ روگ
جن کو کچھ شعر میں ہو دسترس | غیرت دینی سے بھی رکھتے ہوں مس
مثل حسان ہوں مؤید دیں کے | حق سے وہ مورد بنیں تحسین کے
نظم میں لکھ دیں جو اس کا حال ہو | جس سے کشف سیرت دجال ہو
چاہیے لیکن زباں بھی عام فہم | مٹ سکیں لوگوں کے جس سے شک و وہم
ہاتھ سے ہرگز نہ جائے راستی | ہو قلم گویا مصفائے راستی
فخر کی اس میں طلب مطلق نہ ہو | مدعا غیر از رضائے حق نہ ہو
نظم ایسی ضربہ ہی دجال پر | ناگہانی مرگ ہے قتال پر
ہوش اڑ جائیں سنے جب بدنما | اپنے اسرار خفیہ کا پتا

کچہری بھی اس پہ پیٹیں تالیاں | واہ مرزا آپ کی دمالیاں
کوچہ و بازار میں ہوں شادیاں | وہ سکا دیکھو مسیح قادیاں
راستوں پر ہوں یہ خوش الحانیاں | کھل گئیں جھوٹے کی سب ایمانیاں
کادیانی والے بنا کا میت | بعد سلطاں زوجۂ الہامیت
کادیانی پیٹ بیٹھا ہاتھ پاؤں | اب مبارک ہو گیا منحوس گاؤں
گھر میں سلطاں کے مبارک بادیاں | ہائے تجھ پر ہیں یہ کیا چیولڑیاں

ہر طرف سے جب سنے اس شور کو | کادیانی سر بسر مبہوت ہو
گالیاں دے اہل ایمان کو تمام | سب کو لکھے یہ نسب نسل حرام
سر دھنے بکواس پہ باندھی کمر | سب پہ ظاہر ہو کہ ہے جھوٹا لچر
ایسا بکواسی ولی حق نہیں | جب کہ شرم و اتقاء مطلق نہیں
حصہ پہ ہیں بازاریوں کی گالیاں | ہے مسیحا کی یہ استعلالیاں
ہے جو باقی ہائم فی کل واد | منزل شیطان ہے باغی نامراد
راہ دیں میں شاعری بھی ہے ہنر | انتصار دین حق ہے سر بسر
ہے غرض دجال کی پردہ دری | جس سے ہو اظہار کذب مفتری

جس سے تبیین کلام اللہ ہو — بس وہ تبیاں سچی حدیث مصطفیٰ

جنت افروزی ہے قرآن مجید — باغ رضواں ہے حدیث مصطفیٰ

بے خزاں رہتے ہیں اس کے فصل و رب — کیا گلستاں ہے حدیث مصطفیٰ

دین کے بھوکو چلے آؤ ادھر — دین کا خواں ہے حدیث مصطفیٰ

کشتۂ بدعت و ضلالت کے لئے — آب حیواں ہے حدیث مصطفیٰ

حق نے بھیجا کب قرآن کو — کیوں؟ کہ آساں ہے حدیث مصطفیٰ

خوانِ نعمت ہے یہ قرآن جب بچھے — واں نمکداں ہے حدیث مصطفیٰ

اہل دیں تکمیل قرآن کے لئے — ساز و ساماں ہے حدیث مصطفیٰ

مصطفیٰ جو حکم دیں مانو اسے — حق کا فرماں ہے حدیث مصطفیٰ

منت عظمیٰ ہے قرآن عظیم — اور احساں ہے حدیث مصطفیٰ

اہل بدعت کر کی جیتی کریں — پھر بھی میزاں ہے حدیث مصطفیٰ

نیچری مرزائیوں کے واسطے — تحفۂ تاواں ہے حدیث مصطفیٰ

لا و ریب تا بہ تسلیما پڑھو — شرط ایماں ہے حدیث مصطفیٰ

بہر قطع حجت مرزائیاں — اچھا برہاں ہے حدیث مصطفیٰ

اہل بدعت کیوں نہ ہوں ہیبت زدہ — اپنے سلطانہ ہے حدیث مصطفیٰ

آؤ سعدی سے سنو مرزائیو

حق قرآن ہے حدیث مصطفیٰ

تمت!

رباعی

مرسل تو تجھے بنائیں پیچھے چاہئے — تو کفر کے اشتہار ہم پہ باندھے

تیری یہ مثل ہے کہ الٹی دجال — الٹا چور اٹھ کے محتسب کو ڈانٹے

ثابت تو ہوا ہے کارپائی دجال — چھپ سکتی نہیں ہم سے تیری کوئی چال

پھرتا ہو جن کے دے نہ دھوکا ہم کو — یہ بات کہ اس فن میں ہے تو اہل کمال

کادیانی کی درخواست بحضور گورنمنٹ پر مختصر ریمارک

اے صاحبان دانش! کیا یہ ممکن ہے کہ کادیانی تو انبیاء علیہم السلام کی توہین کرے الہامات و مکاشفات وغیرہ میں ان سے بڑھ کر ہونے کا مدعی ہو کر جناب ابن مریم علیہم السلام کے معجزات کو شعبدہ بازی اور کھیل بلکہ سامری جادوگر کا گوسالہ ٹھہرا کر جناب خاتم الانبیاء علیہ السلام واتحیہ کے لئے دجال اور اس کے گدھے اور یاجوج ماجوج کی کیفیت تامہ کا فہم ناممکن اور اپنے لئے ممکن بلکہ ضروری سمجھ کر اس آخری وقت میں نبی اللہ (گو کامل نہ سہی گھٹیا ہی سہی) اور رسول بروزی بن کر بھی مومن بلکہ مہدی و مسیح موعود بن جائے اور کافہ اہل اسلام ایسے دجال کے کسی کام میں (جس کی علت غائی دجال کا کوئی نفع ہو) بلحاظ مصالح دینی و دنیاوی اس کے شریک نہ ہوں تو کافر دجال وغیرہ ہو جائیں۔ حاشا وکلا! کادیانی اپنے کفر و الحاد اور خود غرض ہونے کی وجہ سے جانتا ہے کہ مسلمان میری باتوں کا تو اعتبار کریں گے ہی نہیں۔ کوئی نیا وعدہ شروع کروں۔ اگر وہ شریک نہ ہوں تو ان کو دھمکاؤں کہ اگر تم شریک نہیں ہوتے تو میں تم کو کافر دجال وغیرہ مشہور کروں گا۔ اس بات کو بھول گیا کہ منافقوں کو ان کی شہادت ایمانی پر خدائے تعالیٰ نے کیا انعام دیا ہے جو آنحضرت ﷺ کو کہتے تھے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ اللہ سبحانہ نے فرمایا کہ بات تو سچ ہے کہ تو اس کا رسول ہے۔ لیکن یہ منافق جھوٹے ہیں۔ یعنی جو کچھ زبان سے کہتے ہیں۔ وہ ان کے دل میں نہیں۔ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ شہادت ادا کرتے ہیں۔ مسیلمہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ اپنے بعد نبوت میرے نام کر دو۔ میں آپ کا مددگار بن جاتا ہوں۔ تم میری نبوت کی تصدیق کر دو۔ میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ یہی حال اس دجال کادیانی کا ہے۔ کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ برحق ہیں۔ لیکن باب نبوت بالکل بند نہیں ہوا۔ نبوت مجھے بھی ملی ہے۔ اگرچہ ظلی اور جزئی کی قید بھی مقبولیت کے لئے لگاتا ہے۔ لیکن اپنی تعریف میں انبیاء سے سر مو فرق نہیں رکھتا۔

اب کہتا ہے کہ میں دفعہ ۲۹۸ تعزیرات ہند کی ترمیم کی درخواست محض اعلاء کلمۃ دین اسلام اور حمایت عزت حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے چاہتا ہوں اور یہ محض منافقانہ انداز ہے۔ اگر صدق دل سے ہوتا تو کادیانی پہلے اپنے ان کفریات سے تائب ہونے کا اعلان کرتا اور اہل اسلام کو اپنے اسلام سے مطمئن بناتا تو مسلمان اس کو اسلام کا خیرخواہ سمجھ کر کوئی رائے و مشورہ دیتے۔ اب تو سب مسلمان یہی کہیں گے کہ کادیانی تو تو جھوٹا ہے۔ تیری کتابوں میں وہ

تو تو کہتا تھا میں ہوں موسیٰ و داؤد و خلیل ۔۔۔ زوال دنیا کے لئے افسوس ملجم بن گیا
ہے غضب ہو جز و ہلاکو کی آل میں ۔۔۔ کس طرح آل علی مہدی عالم بن گیا
جس کو تھا عیسیٰ نے کہا مہدی اسے احمد کہا ۔۔۔ اے غلام عاق تو خود وہ معظم بن گیا
قابل دید اس کے بے شرمی ہے اے اہل نظر ۔۔۔ تھا تو گیدڑ خم میں گر کر کیسا ضیغم بن گیا
لن رمانی وکذب کادیانی پہ گواہ ۔۔۔ قصۂ سلطان و محمدی و آتھم بن گیا
آتھم فرتوت کے جینے سے مرگ خلیل سے ۔۔۔ روسیہ مرزا سراپا صورت غم بن گیا
پھر عالم تاب یحییٰ وہ بشیر ناتواں ۔۔۔ جلد ان آنکھوں سے اڑ جانے میں شبنم بن گیا
کادیاں میں تفرقہ الہام زوجکہا ۔۔۔ جور سلطانی سے آخر شور ماتم بن گیا
شہر دلی میں بجے جب مرزا حیرت کی گت ۔۔۔ کادیانی مرزا حیران و ابکم بن گیا
اے قلم اسلحہ یار کادیانی کے لئے ۔۔۔ فضل حق سے تو بھی اچھا تیر رستم بن گیا
ملک بخاری میں ہو کر کادیانی اس قدر ۔۔۔ مصلح قانون و آئین مسلم بن گیا
گوشہ عزلت میں کر کے یاد تحریریات ہند ۔۔۔ دیکھئے کیسا محدث کیسا ملہم بن گیا
خامۂ سعدی ہے کیل سرمۂ اہل بصر ۔۔۔ کادیانی کے لئے الحذر ارقم بن گیا

کادیانی چہا شد

کادیانی چہ سخت جاں شدہ ۔۔۔ بجہد تیغ قلم فساں شدہ
کادیانیت اگر دمشق بود ۔۔۔ تو یزیدے بہ کادیاں شدہ
بہ حسین بٹالوی زائرو ۔۔۔ بہ سر کینہ ورزیاں شدہ
آل محمد نشاں و مہدی ۔۔۔ بہ عقب تند بد زباں شدہ
مسیحہ کار عیسیٰ موعود ۔۔۔ کر تو دجال بدعتاں شدہ
بہ علی گرنہ ز بخش اسماعیل ۔۔۔ زار و بیمار و ناتواں شدہ
نیز در لودیانہ پیش حسین ۔۔۔ لاجواب آمدہ رواں شدہ
ہم بہ دلی ز مرزا حیرت ۔۔۔ متحیر دروں نہاں شدہ
طبل علی گڑھ مبارزہ زدہ ۔۔۔ گم در وقت امتحاں شدہ
جلسۂ بحث چوں بپا گردید ۔۔۔ مورد مرگ ناگہاں شدہ
بیں کہ نادر بیا داد گوتہ خوشگل ۔۔۔ چہ رسول و چہ غیب داں شدہ

گفته بودی مسیح کی آید	زاں بدیل صاحب مکاں شده
چند روزے تکیده زور و قریب	خوش بیاں بوده کامراں شده
بس بہ تقلید نیچری امروز	منکر از رفع آسماں شده
مرزا وارثی گشتی بقول یہود	باز سوئے اجل کشاں شده
منکر نفی نفی مصلوب	قصہ قرآن بجملہ چپاں شده
شد خدائے تو باسلطاناں	ہم صغیر یہودیاں شده
معجز آتش چو بجلی چندری	مختصر زبانی ارزاں شده
اے ستم گار افضل از عیسیٰ	کمالات و عز و شاں شده
برملا بسر از الٰہ خویش	مرسل خالق یکاں شده
پیروان تو انور و اعرج	اے خوش عیسیٰ زماں شده
دو چہ مہروزنک پوشیدی	کز مرض گاہو زعفراں شده
آں ملازم کتب فروش مسیح	بہر اے روئی بے دہاں شده
حیف کز بہر جیفۂ دنیا	تارک عیش جاوداں شده
شہرہ ایک کتب فروشی کسب	در پے گرمی دکاں شده
واں بہانہ اے خریداراں	زانکہ افسردہ اے گوداں شده

مرحبا نوک خامہ سعدی
بہر دجال چوں سنا شده

تذکیر نفس و تبشیر روح

بندے سے بندگی کا بھی راز و نیاز دیکھنا	احسان پہ نہ بھولنا کبھی ناز دیکھنا
جب دنیا سے پاک ہو نیت بحکم شرع	کرنے لگے جو کچھ دم آغاز دیکھنا
تقویٰ رب اگر تیرے اعمال میں ہوا	پھر دخول باب جناں باز دیکھنا
جو راہ حق میں دے سر تسلیم کو جھکا	دونوں جہاں میں اس کو سرفراز دیکھنا
دیدار حق نعیم ہے آگ سے امان	جنت میں چل ظہور خدا ناز دیکھنا
مر جائیے پہ دامن احمد نہ چھوڑیو	یہ امتحاں ہے عاشق جانباز دیکھنا

حملہ آسمانی

درباره شکست قادیانی

حضرت مولانا محمد سعد اللہ لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

ہر عام و خاص پر واضح ہے کہ امرتسر کے مباحثہ میں جو شیعہ عیسائی مرزائیوں اور پرانے عیسائی پادریوں کے درمیان ہوا تھا اور کسی کو طرفین میں سے کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ آخری وقت مرزا قادیانی نے مسٹر عبداللہ آتھم پادری کے بارے میں ایک زٹل ہانک دی کہ: ''یہ شخص پندرہ مہینے کے اندر اندر ضرور ہی مر جائے گا اور اس کے نہ مرنے کی صورت میں خود ہی یہ اقرار کیا کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے رو سیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسا ڈالا جاوے۔ مجھے سولی پر لٹکایا جاوے۔ پھانسی دیا جاوے۔ تمام شیطانوں، بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ لعنتی قرار دیا جاوے۔ میں ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔'' (جنگ مقدس ص۲۱۰،۲۱۱، خزائن ج۶ ص۲۹۲،۲۹۳)

اور اپنے مخالفین سے کہتا رہا کہ میری تکفیر کی اشاعت میں جلدی نہ کرو۔ اس پیش گوئی کے آخری فیصلہ تک انتظار کرو کہ یہ پیش گوئی میری تصدیق وتکذیب کے لئے خوب معیار ہے اور ادھر سے اپنے حواریوں اور جان نثار مریدوں کو دم دلاسا دیتا رہا۔ دیکھو استقلال سے بیٹھو تسلی کرو۔ مخالفین سے مت ڈرو۔ ۵؍ستمبر ۱۸۹۳ء کا سورج نکل کر چھپ سکتا۔ جب تک آتھم نہ مرے۔ نماز عصر سے غروب تک کا وقت ہے خواہ دراز کیوں نہ کیا جاوے۔ یہ پیش گوئی ضرور اپنا کام کرے گی۔ تمام زمانہ مجھ پر ایمان لائے گا۔ ''ان المسیح الذی یرقبونہ والمہدی المسعود الذی ینتظرونہ'' (تذکرہ ص۵۸۰، طبع چہارم) یعنی میں وہ مسیح ہوں جس کی تشریف آوری کے تم مشتاق تھے اور میں وہ مہدی ہوں۔ جس کے لئے عرصے سے تم انتظار کر رہے تھے۔ شروع ستمبر میں اکثر مریدان جان نثار اور معتقدان خاکسار قادیان میں جمع ہوگئے۔ خود اور اپنے مریدوں سے چلے کھنچوائے اور خاص خاص وقتوں میں دعاؤں کے تیر پھینکتے رہے۔ مگر چونکہ سچے خداوند کریم کو جعلی مسیح اور اس کے گروہ کا ذلیل کرنا منظور تھا اور یہ سیاہ دن دکھانا مدنظر تھا۔ کوئی تیر دعا کارگر نہ ہوسکا اور نشانہ مراد تک نہ پہنچا۔ الغرض ۵؍ستمبر ۱۸۹۳ء کو جو آخری روز موعود تھا۔ آفتاب غروب ہوا اور میعادی گھنٹہ انجام کو پہنچا۔ اسی حالت میں عبداللہ آتھم کے نہ مرنے کا مژدہ آیا۔ سنتے ہی مرزائیان حاضرین محفل کا دیانی پر ذلت اور سیاہی پھیل گئی اور دیوانے ہوگئے۔ دیکھتے ہی جناب مسیح کاذب

مہدی کذوب قادیانی اپنے بیت الفکر میں جو اس کے گھر میں ایک کوٹھری کا نام ہے۔ جس میں تنہا بیٹھ کر الہام بازی ہوتی ہے۔ تشریف لے گئے اور جب ایک تازہ الہام گھڑ کر لائے۔ تمام حاضرین کو سنایا اور فرمایا کہ میں اس الہام کو طبع کرانے کے لئے بھیجتا ہوں۔ تاکہ ناظرین کے لئے موجب تسلی ہو۔ بعض لوگ جو کچھ دار تھے وہیں بول اٹھے کہ حضرت جانے دیجئے۔ صبر کیجئے۔ اب ان بے تک ڈھکوسلوں سے کیا ہوتا ہے اور ایسی سوکھی سڑی ذٹلیوں کو کون پوچھتا ہے۔ غرض وہ الہام طبع ہوکر ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو شائع ہوا۔ جس کے عنوان سے ناظرین خود ہی صدق وکذب کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے: ''مجھے خدا تعالیٰ نے اپنے خاص الہام سے جتلا دیا کہ انہوں نے عظمت اسلام کا خوف اور ہم اور غم اپنے دل میں ڈال کر کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا۔''

(انوار الاسلام ص الف، خزائن ج۹ ص۵۶)

وعدہ موت میں تاخیر ہوئی ..... سو وہی کریم خدا ہے جس نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ:

''من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ'' یعنی جو شخص ایک ذرہ بھر بھی نیکی کا کام کرے..... سو مسٹر آتھم نے اسلامی شرط کے موافق کسی قدر اسلامی سچائی کی طرف جھکنے سے اپنا اجر پالیا۔ ہاں جب پھر بیباکی اور سخت گوئی کی طرف میل کرے گا۔ (انوار الاسلام ص الف، خزائن ج۹ ص۵۶)

(نوٹ: مرزا قادیانی کی عبارت اس کی کتاب انوار الاسلام ص۱تا ص۸ تک کا مصنف نے خلاصہ درج کیا ہے جو یہ ہے۔ مرتب!)

اگر ہم جھوٹ بولتے ہیں تو آتھم ہم کو اپنے گھر بلا کر ہمارے سامنے تین دفعہ کہہ دے کہ اس پندرہ ماہ کے عرصے میں مجھ کو اس پیش گوئی سے ذرا خوف نہیں آیا اور عظمت اسلام نے ایک لحظہ بھی میرے دل کو نہیں پکڑا۔ تو ایک برس کے اندر اندر مجھ پر ذلت کی موت آجائے۔ ہم اس اقرار پر فوراً ہزار روپیہ دے دیں گے اور جو لوگ عیسائی میرے مباحثہ میں مقابل تھے ان میں سے ایک مر گیا اور فلاں بیمار ہوا اور فلاں کو رنج پہنچا۔ وغیرہ وغیرہ ہمارے پیچھے دیکھ کر بھی اگر کوئی مولوی جو عیسائی مذہب کا مددگار ہے ہم کو جھوٹا سمجھے تو آتھم کو اس ہزار روپیہ کے لئے آمادہ کرے ورنہ وہ محض اوباش، بازاری، بدمعاش اور بدفطرت کا اب مولود نا جائز حلال زادوں کے خلاف کرنے والا ہے۔ چونکہ آتھم کے مرنے کی پیش گوئی بہت کم تر اور مشکوک ہوگئی تھی کہ لوگ کہنے لگے مرنا کیا نئی بات ہے۔ بڈھا ہے مرزا جلد مرا جاتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے آتھم کا

مسیحا نہ سمجھو ہرگز نہیں — یہ دجال ہے اک گمرہ بالیقین

کوئی جوتشی یا کہ رمال ہو — نجومی ہو یا صاحب فال ہو

اڑا دے زٹل باز ایسا اگر — کسی کے مرنے یا جینے کی خبر

وہ ہو پست ہمت تو ہوگا ضرور — طبیعت کو کچھ رنج یا کچھ سرور

عجب کیا کہ سن کر خبر موت کی — ڈرا بھی ہو ہے ثابت آتھم کا بھی

طبائع کا یہ حال مشہور ہے — کتابوں میں بھی اس کا مذکور ہے

کہ بیمار بے وہم ہے لاعلاج — نہیں پاس لقمان کے اس کا علاج

جو آتھم کہیں سیر کرتا پھرا — فقط کینہ سے اس کے ڈرتا رہا

پڑا اس پہ کیا رعب اسلام کا — جو کچھ خوف تھا کارروائی کا تھا

کسی اپنے چیلے سے مروا نہ دے — کہیں سازش زہر کروا نہ دے

اگر حق سے ڈرتا تو کیوں بھاگتا — خدا سے کہیں چھپتا پھرتا تھا کیا؟

اسے جھوٹا جھوٹا ہاں وہ کہتا ہے صاف — گناہ اس کا کیونکر ہوا یہ معاف

جو وہ ذرہ خیر سے بچ گیا — مرا کیوں بھلا نہ جب اس نے یہ شر کیا

کیا اس نے کب حق کی جانب رجوع — ہوا دل میں کب اس کے پیدا خشوع

بجز میرزا کون اس کا گواہ — اور اس میرزا سے خدا کی پناہ

یہ دریدہ دشمن ہے اسلام کا — نہیں خوف حق اس کے دل میں ذرا

یہ کرتا ہے بدنام اسلام کو — کھلا ہے فقط اپنے اس کام کو

ہو جب جھوٹا اپنی ہی تحریر سے — بنانے لگے جھوٹ تقریر سے

کہ ہو خوب تضحیک اسلام کی — ہے مطلوب شہرت اسے نام کی

اگر نکلے جھوٹ اس کی کوئی زٹل — تو اسلام کے صدق میں کیا خلل

بدی اور مہلت بہانے ہیں سب — یہ دجال کے کارخانے ہیں سب

وہ آخر میں لکھے ہیں جو تین دن — نہیں وہ بھی لکھے کسی شرط بن

نہ آتھم وہ الفاظ منہ سے کہے — نہ دجال پر اس کا کچھ حق رہے

تم اس کی نہ بیجا حمایت کرو — نہ اب اس کی تصدیق کا دم بھرو

کہ اس میں ہے توہین اسلام کی | کیا شرم اسلام کے نام کی
اہانت سے تم دیں کی ڈرتے نہیں | کہ تکذیب کاذب کی کرتے نہیں
پڑا ہو جو بدنام سلام ہو | دے کادیانی تجھ کو نام ہو
یہ ہے قول سعدی شیراز کا | تمہارے لئے بوستان میں لکھا
ہمی بمروت عجبی از لغری | تو دربند آنی کہ قربوری

آٹھوا اکتوبر ۱۸۹۴ء کا دن

کادیانیوں کے لئے یہ اذیت کا دن ہے۔ اس لئے سلطان محمد بیگ کی شادی محمدی بیگم سے ۷ اپریل ۱۸۹۲ء کو ہوئی۔ مرزا کادیانی نے کہا کہ سلطان اڑھائی سال یعنی ۷/ اکتوبر ۱۸۹۴ء تک مر جائے گا۔ وہ نہ مرا۔ مرزا کادیانی جھوٹا ہوا۔ ۸/ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے حوالے سے مولانا سعد اللہ نے یہ نظم لکھی۔

کادیانی کی بد اقبالی | اور تاریخ خاتمہ دجالی
آئی ہے جلد جب آٹھویں اکتوبر کی | کادیانی پہ غضب آٹھویں اکتوبر کی
روسیہ ہو گیا دجال دوبارہ دیکھو | ہے عیاں قدرت رب آٹھویں اکتوبر کی
ہے یہ کذاب کہ شاہد ہے تیری کی چمٹی | اور پھر اس کے عقب آٹھویں اکتوبر کی
ہو گئی تیری سیاہی سراسر اظہر | کٹ گئی تیری ذنب آٹھویں اکتوبر کی
ہوتی کیوں ہوتا مباہل جو عبدالحق سے | تیری ذلت کا سبب آٹھویں اکتوبر کی
گھر میں شادی سے نہیں پاؤں زمیں پر لگتا | تجھ پہ ہے قتل کی شب آٹھویں اکتوبر کی
بعض کے دل میں رہی تھیں جیسے تشویش | منتظر تھے کہ ہو کب آٹھویں اکتوبر کی
لو مبارک تمہیں سلطان محمد عشرت | فضل مولیٰ سے ہے اب آٹھویں اکتوبر کی
ہوئے ہوشیارپور دہلی و راولپنڈی | منزل عیش و طرب آٹھویں اکتوبر کی
کادیانی نے ستایا تو بہت لیک ہوئے | دور سب رنج و تعب آٹھویں اکتوبر کی
ہوئے کافور جو کچھ چیلے رہے تھے باقی | جلوہ گر ہوئی جب آٹھویں اکتوبر کی
کادیانی کی زباں کٹ گئی اپنے منہ سے | ہو گیا مہر بلب آٹھویں اکتوبر کی
ارے مرزائیو تا والو زباں بند کرو | اب ہے کیا شور و شغب آٹھویں اکتوبر کی

براہین کے ٹکے کھا کھا کے تو نے
پھلائے خوب اپنے گال مرزا

رسالوں کا بہت سے نام لے کر
کیا اپنا چرایا مال مرزا

ملائے خاک میں فخر و فصاحت
ترے سودوں نے اے دلالی مرزا

تری ہنڈیا میں وہ بادام روغن
ہے گود کالی پہ تیری دال مرزا

طلاقیں دعاق یوں بے جرم کرنا
ترا ہی کام ہے بدفالی مرزا

گلی ہے اس قدر گھر ترین لو
کہ اب بھاتی نہیں وہ زالی مرزا

طمع دی دھمکیاں بھی دیں کہ ہو جائیں
ترے ہوشیارپور سسرال مرزا

عمل جو ہو سکے تو نے کئے پر
ہوا ان کا نہ بیکا بال مرزا

ازھائی سال سے سلطان محمد
ہے چست و چالاک و خوش احوال مرزا

ترے اس کوسنے سے کم نہ ہوں گے
مقرر ہو چکیں آجال مرزا

ہوئے ہیں تین میں سے دو تو پورے
ترے بطلان کے تکمیل مرزا

وہم آخر ہے مرگ چشم گوئی
خریدا جان کا جنجال مرزا

ملک شہ اور گل تھے تیرے استاد
تھا اک جھاڑ اک رمال مرزا

ہوا ظاہر کر بیت الفکر میں آپ
سدا تیرے یہی اشغال مرزا

یقیناً خود غرض خود کام ہے تو
یہ کھلتے ہیں تیرے افعال مرزا

نہ کیوں تو اپنی ان خود کامیوں کو
خدا کے ہیں یہ سب اعمال مرزا

جو دیکھے بھائیوں کے جہیز بستر
ترے منہ سے بھی ٹپکی رال مرزا

کیا تو نے خلاف اہل اسلام
بیانات سورۂ زلزال مرزا

سلف کی ساری تفسیریں غلط ہیں
خیالی ہیں سبھی بھونچال مرزا

نبی کے معجزے ہیں کھیل بازی
نہ ہے جبریل نہ میکال مرزا

مسیحائی کو تیری خوب جانچا
عقائد کی بھی کی پڑتال مرزا

یہ کیا الٹی مسیحائی ہے تیری
ارے بے شرم او بیطال مرزا

جدھر جاتا ہے تو آتی ہے آگے
نحوست بجز استقلال مرزا

مخالف کی ہو تیرے عمر لمبی
ترے مطلوب کو لے کال مرزا

خدا کی چیز کوئی کہہ نہ اس کو ارادے پر ہے وہ فعال مرزا
مرا آتھم نہ اب تک اور گزرا مہینے تھی دو پہ سال مرزا
نہ اس مرتے میں وہ ایمان لایا بجز اب تک یک نہ کر قتال مرزا
رجوع قلب کیسا بن گیا وہ نصاریٰ کا گرو گھنٹال مرزا
تری تبدیل اور تثلیث بازی جو ہے کچھ خبر کا ختال مرزا
اور اس سے ہو گئی غفران آتھم چلو سب اس کے تم دجال مرزا
نہ ذکر قوم یونس کر کہ یونس تھے ان کے عاقبت آل مال مرزا
ترے الہام جھوٹے ہو چکے ہیں ہے ماضی وزمان حال مرزا
نہیں الہام ہیں اضغاث احلام ہے شیطان کر رہا انزال مرزا
ہیں ختم مرسلان حق محمدؐ بعہد حال واستقبال مرزا
رسول ومرسل شیطان ہے گر تو مسلّم ہے ترا ارسال مرزا
چلے گا اب نہ تیرا کوئی افسوں گلے کی اب نہ تیری دال مرزا
کہاں ہے حیلے کا نشان ہے بظاہر تیرا استقلال مرزا
نصاریٰ کے مقابل میں گرو تو وہی تیرا بھی دیکھا حال مرزا
اگر اب کے بھی مارے تو میں جانوں پڑا کیا تھا اک بھال مرزا
تو گر کر چاروں شانے چت زمیں پر کرامت کر رہا ہے ٹال مرزا
شغال وہم وطواہر کے قصے ہوئیں شائع تیری امثال مرزا
نکل آئیں پرانی گدڑیاں بس وہ مانگے کے تھے رنگین شال مرزا
دکھا کر کچھ دلوں تائید اسلام چلا پھر اپنی الٹی چال مرزا
کہ اوہام ووساوس میں ہیں ترجیح کیا اسلام کا ابطال مرزا
سلف سے تا خلف کوئی نہ چھوڑا کیا پھر ایک کو پامال مرزا
مسلماں سب ہیں عیسائی یہودی ترے مذہب میں اب اے ضال مرزا
ہے تو چنگیز خان کی یادگار ایک ہلاکو کا پسر قتال مرزا
کہاں تک کینہ چنگیز خانی مسلمانوں سے اے ختال مرزا

باکرہ آئے گی ورنہ بیوہ ہوکر آئے گی ❊ دھمکی ابروادھا تھی ڈرانی آپ کی

اب یہ کہتے دل میں باز آمد سے اس نے دی طلاق ❊ بن سکے جس سے وہ زوجہ یار جانی آپ کی

نفی استحالہ کیجئے کہتے ناقل اسے ❊ حیلہ بازی بے حیائی ہے پرانی آپ کی

عام مجمع میں قسم دیجئے پہ پھر اصرار ہو ❊ گر کرے تکذیب سے قطع لسانی آپ کی

گر نتیجے کی شہادت پیش ہو مانیں نہ آپ ❊ مکری ہے افحام الامانی آپ کی

جب سے محمدی بن سکا ہے ساتھ آئی آپ کے ❊ زرد ہے رو اسے زعفرانی آپ کا

کر گیا ہا بشیر اچھی طرح سے آپ کو ❊ آتھم وسلطاں لے کھوری سرگرانی آپ کی

حافظ و ناصر اگر ہو جان کا سوتی کریم ❊ کیا ضرر پہنچا سکے نقصان رسانی آپ کی

اہل دیں لا تخلف المیعاد سے کیا جانتے ❊ سر بسر الحاد ہے طرز معانی آپ کی

دن نویں دسویں مہینے کا چھٹا اور آٹھواں ❊ ٹل ہوئے کی ہے تاریخ اتفاقی آپ کی

تار ٹوٹا ہو کہیں تو لگ سکے پیوند اسے ❊ کیا ہے جب سربسر ٹوٹی ہو تانی آپ کی

اعلام قادیانی کا نہ نکلا کچھ جواب ❊ دیکھتے ہم بھی طبیعت کی روانی آپ کی

فتح اسلام و شکست قادیانی پہ ہے اتفاق ❊ زشت تر از صد خاموشی خوش بیانی آپ کی

آپ کی تکذیب کا پھل دے گئی ہے آپ کو ❊ اصل ثابت اور فرع آسمانی آپ کی

ہے حرامی جو سنگی سے ٹاری کیا ہیہ ہے ❊ آپ کو ہے خود کرتی تحدی دانی آپ کی

خدمت اسلام سعدی کو یہ حق نے کی عطا
کھول کر لوگوں کو دجالی دکھائی آپ کی

حاشیہ جات

۱؎ قولہ الہام سے چلن دیا الخ! اسے مسیحیو جان لو ضرور ہے کہ خدا نے تو تمہارے مسیح کو رجوع بحق کی اطلاع دی اور ادھر آتھم بدستور تمہارے مسیح کی تکذیب کر رہا ہے۔ اگر کسی قدر رجوع بحق وعدہ موت کو ٹال دیتا ہے تو آتھم کی موت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ کیونکہ تمہارے مسیح نے اس کو نہ مرنے کا ایک نسخہ مجرب بتادیا ہے۔ جب قادیانی اس کے مرنے کی پیش گوئی کرے گا تو وہ قریب ختم میعاد کے رجوع بحق کی کوئی کوشش کر کے وعدہ موت سے بچ جایا کرے گا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ اطلاع ہمارے خداوند کریم کی طرف سے نہ تھی۔ بلکہ قادیانی کے مہربان شیطان نے یہ حق

چڑھاتا ہے کہ گل پہ کوئی اور رنگ بدل لے۔ جہاں میں احمق بہت ہیں کہ تیرے رنگ سے ہم رنگ ہو کر دارین کی سیاہی سے روسیاہ کیا کریں گے اور اگر کسی قدر رجوع بھی موت سے بچانے کا مستحق ہے تو خود مسلمانوں سے کوئی بھی نہ مرنا چاہئے۔ کادیانی کی اس نادانی پر تمام کفار یہود وغیرہ ہنستے ہیں کہ بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔ اس نازک زمانہ میں کون پوچھتا ہے۔

۶ قولہ بعد موت۔ اقول! یہ وصل قبل از وقت موت تھا یا عین وقت پر۔ بہر کیف دونوں احتمال باطل ہیں۔ کیونکہ وقت موت سے قبل مرنا یا وقت مقرر سے تاخیر ہونا حکم الٰہی کے برخلاف ہے۔ ''واذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون'' یعنی جو وقت موت کے لئے مقرر ہے۔ اس میں کچھ تقدم اور تاخیر نہیں ہو سکتی۔ شاید کادیانی کو اپنا اصلی مذہب کہ احکام الٰہی میں بھی نسخ کی گنجائش نہیں۔ فراموش ہو گیا ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد!

۷ قولہ نیک کام کرے۔ اقول! ''ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره'' یعنی جو شخص ایک ذرہ بھر بھی بد کام کرے وہ اس کی سزا پائے گا۔ اس آیت کو کادیانی نے اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اس سے اس کا سزا یافتہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے اپنے جھوٹے دعویٰ کی وجہ سے کہ میں مسیح ہوں اور مسیح ابن مریم انتقال کر چکے ہیں۔ وہ دوبارہ دنیا میں ہرگز نہیں آئیں گے۔ تو یہ ایک ایسا برا کام ہے کہ جس کی کوئی نظیر نہیں۔ خداوند کریم نے اس بدعملی کی شامت سے مرزا قادیانی کو تمام زمانہ میں رسوا کیا اور پوری پوری سزا دکھائی کہ وہ پیش گوئی جو کہ ہر طرف مشتہر ہو رہی تھی۔ صاف جھوٹی نکلی اور ہر طرف بدنامی کا اشتہار پھر گیا۔ افسوس ایسی زندگانی سے مرنا کئی درجہ اچھا ہے۔ ہم مکرر یاد دلاتے ہیں کہ پہلی آیت کی رو سے قول کادیانی جب صحیح ہو تو آتھم کے نہ مرنے کی دلیل تراش ہو سکتی ہے تو دوسری آیت سے خود مرزا قادیانی کے ذلیل ہونے کی کافی دلیل مفہوم ہو سکتی ہے۔

۸ قولہ کسی قدر اسلام کی طرف۔ اقول! یہ سراسر بہتان اور افتراء ہے۔ کیونکہ کسی قانون شرعی سے یہ ثابت نہیں کہ کسی قدر اسلام قبول کرنے سے موت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ اسلام کسی کے مرنے یا نہ مرنے کا ضامن نہیں۔ ہاں عذاب اخروی سے بچانا اسلام کا کام ہے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ بزعم خود مسیح کادیانی جو کہ معدن الحسنات والبرکات ہونے کا مدعی ہے۔ عالم فانی سے انتقال نہ کرے۔ بلکہ ہمیشہ کی زندگانی ہو کر شور و غل اور مفاسد کو گرم رکھے۔

ہزاروں طرح کے شرور خصوصاً تثلیث باری موجود تھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں آیتیں تقسیم ہو کر آئی ہیں۔ پہلی آنحضرت کے بارے میں اور دوسری خود قادیانی کی شان میں۔

۸۔ قولہ ہزار روپیہ سند ہی گئے۔ الخ! (انوار الاسلام ص ب خزائن ج ۹ ص ۵۵)

ہم جانتے ہیں کیا ہے اس جھوٹے دعویٰ کی وجہ سے بہت کچھ کمایا ہے۔ مگر بہتر ہے کہ مسکینوں اور محتاجوں کو کھلائیں یا کوئی مسجد اور سرائے وغیرہ بنوائیں۔ تاکہ ایک ہزار روپیہ کا بدلہ کم کر از دہ چند ہی اور دو سیاہی دور کرائیں۔ کسی نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ کا مضمون شاید گلستان میں پڑھا ہوگا۔ خوب غور کریں۔

۹۔ قولہ اگر ایک سال میں فوت ہوگئے۔ الخ! (انوار الاسلام ص ب خزائن ج ۹ ص ۵۵)

یہ تو پرانے عیسائیوں کا حال ہے۔ اب ذرا اپنے سکھوں اور مرزائیوں کی فہرست کا ملاحظہ کیجئے کہ انہوں نے اس چودہ ماہ کے اندر کیا کیا صدمے اٹھائے۔ آپ کے پیارے مہمان مولوی نور الدین کا بیٹا اسی میعاد کے اندر مرا اور آپ کے دو سچے مسلمان مرزائی جو کہ بہت عرصہ سے جان نثار مرید تھے پرانے عیسائیوں سے خوشنود ہو کر کس طرح نکل گئے اور جن جن کی خاطر آپ نے مباحثہ کیا تھا۔ انہوں نے جناب کو جھوٹا کذاب مفتری سمجھ کر اپنے اسلام قدیم سے بھی ہاتھ دھو لیا اور آپ نے سخت بیماریوں کے صدمے اٹھائے۔ جیسا کہ علاج کرانے کے لئے لاہور میں جانا آپ کا ایک چیلہ مرزائی کے خطوط سے ثابت ہے۔

۱۰۔ قولہ بازاری بدمعاش۔ الخ! (انوار الاسلام ص ... خزائن ج ۹ ص ۶۰،۶۱)

یہ بھنگیوں جیسی گالیاں شاید بھائی امام الدین اہل حدیث سے ورثہ پایا ہے۔ سوا ایسے کلمات تہذیب سے بعید ہیں ہم کو اپنی طرف سے کچھ جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ انشاء اللہ! خود بخود اوروں کی طرف سے بھی صاف صاف گالیاں مزیدار جناب کی خدمت میں نذر ہوں گی۔ آخر یہ کیسا اشتہار ہوا جو بصورت ... لوگ تھوڑی سی بے تہذیبی کے منتظر تھے۔ اب دیکھئے بے تہذیبی کے بدلے بڑے بڑے طومار تہذیب کی ہفتہ وار خدمت میں ارسال ہوتے رہیں گے۔

۱۱۔ قولہ فکر و مادہ مفلوک۔ الخ! (انوار الاسلام ص ... خزائن ج ۹ ص ۹۶)

قادیانی کے نزدیک خدا نے مخالفوں کے اعتراضوں کو تسلیم کر کے آنحضرت سے صورت کو تبدیل کر دیا اور پیشگوئی کہ مرنے سے ٹلنے کا وعدہ ... کو قابل محبت ... سمجھتے ہیں گئے ہیں اور

ہر طرف سے ندامت اور ملامت کے تیر برسائیں گے۔ اگر اس پیشگوئی کو منسوخ کر دیتا تو ہزاروں
نادان آپ کے مطیع و فرمان ہو جاتے اور پہلے مرتبہ علم الیقین سے ترقی کر کے عین الیقین کے مدارج
حاصل کرتے۔ اگر آپ سچے ملہم ہوتے تو آپ کو یہ بات بھی الہام سے معلوم ہو جاتی کہ آتھم کی
موت لوگوں کے اعتراضوں سے مشکوک اور مکروہ ہو گی بہتر تھا قبل اختتام میعاد کے یہ شائع کرتے کہ
فلاں پیشگوئی فلاں تاریخ سے تبدیل ہو گئی اور چیف کورٹ کے مقدمات کی طرح اس کی تاریخ بڑھ
گئی ہے تو شاید کوئی نادان اس کو قبول کر لیتا۔ اب چونکہ آتھم کی موت کی تاریخ سے کئی دن زیادہ گذر
گئے اور فیصلہ قطعی ہو گیا تو آپ نے یہ الہامی اشتہار جو کہ سراسر دروغ گوئی اور افتراء سے مالا مال ہے
شائع کیا اب ایسی پوچ باتوں کو کون سنتا ہے اور سچا اصل مقصود اس سے کیا ہو سکتا ہے۔ افسوس کہ آپ
نے الہام کو بدنام کیا۔ تمام لوگ ہنستے ہیں۔ اگر ایسی چیز کا نام الہام ہے کہ جس کے کبھی کسی موقع میں
صداقت نہیں پائی گئی تو اب کہئے دروغ اور افتراء کس چیز کا نام ہے۔ بہتر ہے کہ آپ ان اوہام بازی
سے توبہ کر کے اسلام قدیم کو سر پر رکھیں۔ آمین۔ راقم خیر خواہ اسلام بندہ محمود گنجوی گلی حسن اقبال
طالب علم سکاچ مشن کالج سیالکوٹ۔ اب معلوم ہوا کہ سچے مسیح دجال قادیانی کا تیسرا بھی آپ نے
دیکھا ہے آپ کی نظم میں بگھیوں کے علاوہ اس بات کے شاہد ہیں کہ آپ بگھی۔ کے بچاؤ یعنی
امام الدین لال بیگی کے ساتھ مکرم غلام دجال قادیانی کے چیلے ہیں۔ مجھ کو تعجب ہے کہ ایسے گندے
خیالات آپ کے دماغ سے پیدا ہوئے۔ بیشک ناظرین اسی کو کہتے ہیں۔ چونکہ اسی بچاؤ کا قصہ
ضرورتاً سعدی ملک الشعراء کی نظم میں ہے اسی لئے ہر بیت آپ کی نظر میں خاک سیاہ کر بیت اللہ اور
اشعار گوہر بے بہا ہیں۔ ہر شعر میں بھی بگھیوں کے بچاؤ کا نام مرزا موجود ہے۔ جو آپ کو بیت اللہ
اور گوہر بے بہا دکھائی دیتا ہے۔ چونکہ ان اشعار سے قادیانی پر ایک موت وارد ہو گئی ہے اس لئے ہر
اک شعر کو غرا کے موتی کہنا بھی بجائے خود ہے آپ کا مصرع

دین اور ایمان کی دم میں وہ نمدہ دے دیا

بیشک آپ کے دین اور ایمان کی دم میں (جو مرزا قادیانی ہے) ایسا نمدہ دیا ہے کہ کبھی
دم بھی رسے کبھی موت کا سم ہے اور اب لعنت کا تاج آپ کے اس پر خوش فرمائیں گے کہ خدا آنجہانی
قادیانی ایسا ذلیل ہے کہ ذلت تک نہیں جانے گا اور اس نمدے سے اور بھی ہلاک ہو گیا ہے۔
ناظرین کو یاد رہے کہ قادیانی کے نمدہ توڑنے کے لئے اس کے اس الہامی اشتہار کا

حقوق
حضرت مولانا محمد سعد اللہ لدھیانوی

گھلیاں نال جا اگت وسد موسیٰ نے کد کریا
اُس اللہ تھیں لکی تہمت تیاں سرتاں لاتوں
تیرے مرزے دا کھیا آتھم مر کے ہوئے بچی
تکن جاں میرا کالا منہ کر رسا گل وچ پاؤ
قسماں کھا کے آخر آکھیا جھوٹ ایہ ضروری
سبھے گئیں جھوٹا گلاں پائیے موسیٰ دے کے تھکارن
دل وچ ڈریا ہووے جن مرزا لاوے جھوٹھ بہانے
آتھم ایہہ جیہا سکی کد ایمان لیایا
دل وچ جیوا کرے یقین تے آکھ جھوٹ سنایا
سوتا شمل نکریا پچھلے آخر رب فرمایا
ظاہر منکر ہوئے تے دل وچ من یقین لیاوے
بے ایماناں جیہاں فساد شرارت شوخی کیتی
مرزے سو برس وچ لائی حد آتھم دا مرنا
اللہ پاک دی قدرت دیکھو آتھم ایتھے نہ مریا
دل وچ بے گھوڑیا ہوکا مرزے سندے گھر جاکرا
چھ مہینے جہری دی گلاں انہیں مرو وچ آکے
آخیر مرزائی آکھن آتھم لد سدھایا
آتھم کہیا اگلے دن مرزائیاں نوں شرمندہ
مرزے نے پی کھلن اسی دسیا جد اوہ دلوچ ڈریا
آخر وچ رسالیں دے لکھیا کھلم کھلا
ہوسکے دی جے رجوع حق دی ہا دے شرط تے کوئی
اکھاں اس دیاں کھل گیاں تے اطمینان لی ہویا
کوئی آکھے حضرت نے کدا کیوں آتھم نالایا
رجوع حق دی دیکھو شرط الہامی آکے کوئی
مائی نے تکتم عقل دی اپنی کھائی

مرزے دیاں الہاماں مرزاداں دا مدعا صدھ بھریا
من گھڑتی تفسیراں کرنے تھیں جاہل باز آتوں
پھر اُس مقابلہ کیتا ٹھیک مرزا ایہہ لے کی
رستے وچ گھڑ پیر جیتوں پھیر صلیب چڑھاؤ
زمین آسمان ٹلن پر ہوئی بات اللہ دی پوری
پھرے مجھوٹے گڈیاں دے پیش گوئیاں مطلب
یونس نبی دی قوم ہوا ایمان ساری خلقت جانے
کس کافر نے لگے ایماناں دے نوں فتح اٹھایا
بے ادب بے ایمان نہ ہوئی اوس نجات کدائیں
ساڈے کھلے نشاناں تائیں کافراں سحر بنایا
بے انصافی خودی تکبر کر کے باز نہ آئے
دیکھو نوں آخر نال اوہناں دے کی کی بنی
بے آتھم تاں مرسے تاں مرزے سدا اُس کا ماکرنا
تاں ایمان لیایا تا حق ول رجوع اوس کریا
مرزے لوں پی گئی دیدا جیٹھا کانٹن کھاندا
پادریاں دا سنگی چندا پچھدا اس دے تاکے
ایہ تاں پادریاں نے رب دا چکا کتوں منگایا
گندی چھڑے کے ہوکا اوہ سدا دیکھو میں ہاں زندہ
آخر وقت الہام بنایا جد دیکھیا ناں مریا
سو برس وچ مرنا آتھم جیہڑی کی عبداللہ
بڑے ہے مرنے دی ایہا ایہا صاف بشارت ہوئی
عمر لی وچ ایہہ ڈھونگی کھڑکے تاں کتوں گھویا
ہادیہ کھی سزا ہے ڈھونگی موت دا کد فرمایا
اوہ ایمان لیایا دلوچ رحمت رہی ہوئی
لعنت ہے شاطر تھیا ایہہ مرزے داہائی

اللہ دے غضب دا سوٹا اوہدی گچی پر ہمیشہ لگدا رہیا ہے۔ تے ایہہ دجال ہور سخت دل ہوندا رہیا۔ فقست
قلوبہم دا مصداق بندا رہیا۔ تے شرماؤندا نہیں۔

۴ کادیانی اپنے (ازالہ اوہام ص ۲۰۵ خزائن ج ۳ ص ۲۰۹،۲۰۸) وچ لکھدا ہے۔ دابۃ
الارض ایہہ مولوی لوک ہیں۔ جیہڑے اسلام دے منکراں نوں لاجواب کردے ہن تے جان دل نال
شریعت دی خدمت وچ لگے ہوئے ہن۔ تے حدیث وچ آیا ہے اس دابۃ الارض دے ہتھ وچ
موسیٰ علیہ السلام دا عصا ہوؤ مومناں دے متھے پر نورانی نشانی لاؤ تے حضرت سلیمان دی انگوٹھی نال
بے ایماناں دا متھا کالا کرو۔ سو بقول مرزے دے جداں دابۃ الارض نے مرزے نوں بے ایمان ٹھہرا
کے متھے پر مہر لا دتی۔ مرزا ضرور بے ایمان ہے۔ تاں ہی اس سلیمانی مہر تے ٹھپا لگا ہے۔

۵ انجیل متی باب ۲۴ تا درس ۲۶۔ رسالہ ردِّ اسلام ج ۱ نمبر ۵۔

۶ کادیانی نے دعویٰ نبوت دا کیہ کیتا اوس نوں جزئی نبوت ملا کے چیلیاں نوں
فریب دتا۔ کیہ گل وچ نبیاں نالوں اپنے آپ نوں گھٹ نہیں دسدا۔ بلکہ عیسیٰ علیہ السلام نالوں
افضل بندا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۱۷۸ خزائن ج ۳ ص ۱۸۰، ۲۵۱ حاشیہ) ہتے اس وا ردو دیکھو۔

(اشاعۃ السنہ ج ۱۳ نمبر ۶ ص ۱۸۱)

۷ (ازالہ اوہام ص ۲۲۳ خزائن ج ۳ ص ۲۹۳)

۸ (ازالہ اوہام ص ۱۸۶ خزائن ج ۳ ص ۱۹۰) ایتھاں غلام احمد کادیانی لکھ کے ۱۳۰۰ اسنّل
اپنی ایس شیطنت دا ثبوت دتا ہے اور فخر کیتا اے کہ ایس ناں دا ؟ دنیا وچ کوئی نہیں۔ مگر آ پہنچا اوہ
احمد بن جیحان خدا اس کادیانی دا منہ کالا کرے۔

۹ دیکھو پہلا صفحہ سطر ۸، ۹۔

۱۰ دیکھو اخبار روزیہ ہند سیالکوٹ ج ۱۱ نمبر ۲۸ ص ۵ کالم ۲۔

۱۱ جویں جنگلاں تے سمندراں وچ اکثر مصیبتاں آ ڈھیندیاں ہن اتے کال بیماریاں
چھیڑیاں ہن۔

۱۲ واللہ سریع الحساب

۱۳ ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم اللہ پاک دے دعدے سچے
نکلدے۔

۱۴ آتھم دوتوں پچھا مرزے اوپر لعنت پئی۔ لعنت وددی مرزائیوں تیوں عذر
بہانے کردی اور سلطان محمد پٹی والا شاد ہے۔ مرزے نوں دیہہ شتاوسے گل پیا نے ہوئے۔

۱۵۔ تیجی منافقاں دا قول ہے۔ "ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا" کیونکہ اوہ مجبور سے ہن کیہا کجھ نے ہویا کجھ۔ تے ایمان والے کہندے سن صدق اللہ ورسولہ کیونکہ اوہ اوصاف دیکھدے سن۔ جو کجھ اللہ نے کیہا اوہ ہو گیا۔ مرزا ایہا جیہا منافق ہے۔ کہندا ہے ایہی عادت سی اجیہی ہے۔ یار کہ فرزاں تاں ہلاکت دا وعدہ کر کے پھر گیا تے نبیاں نوں شرمندہ کرایا۔ میں مرزے نال ایہو جیہی خواری نہیں ہوئی۔

۱۶۔ سورۃ المومن دی آخری آیت ہاں۔

۱۷۔ قادیانی نے بائبل دا حوالہ دتا ہے کہ اللہ یونس دی قوم نوں ہلاک دا وعدہ کر کے پچھتایا۔

۱۸۔ حدیث وچ آیا ہے رب اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ۔

۱۹۔ لاتکن کصاحب الحوت الآیۃ۔

۲۰۔ واصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل۔

۲۱۔ لیس لک من الامر شیء۔

۲۲۔ مرزے دے حنیفی (حنفی دا شعر ہے)

۲۳۔ امرتسر دی عربی مثالی ہے۔

۲۴۔ مرزے نے احمد بیگ دے چڑھدے ہوئے کجھ زمین ہبہ کراون والا ویچ دے کے اس دی دھی دا ساک منگیا۔ آیا پر اوہ لڑکی لالچ وچ ناں آیا۔

۲۵۔ مکار اک جگہ کہندا اے میں مجسم رسول دنیا وچ دا م تناسب (ازالہ ص ۷۸ ا خزائن ج۳ ص ۱۸۵)

۲۶۔ دیکھو قادیانی دا اشتہار نصرت دین۔ جس تے چڑھ اس نوں کہندا ہے تسیں میری منگی ہوئی دا نکاح ہور جگہ کراون لگے ہو۔ میں صبر نہیں کر سکدا۔ تسیں کتے دی جٹ ہاں؟ میں دہ منگی ہوئی اس دی زوجہ بن چکی۔ کیونکہ اس نوں تزویجھا دا الہام پلے فیصلہ آسمانی وچ ہو چکا ہے۔ جیہڑی آسمان تے ہن تیجی ہاں تسیں دیاہ دتا گیا اوہ جیہڑی دیاہی ہوئی سلطان محمد دے گھر اولاد والی بی ہوگی۔ مرزے نوں اپنی دیوانگی تے شرم نہیں آ ندی۔ کہندا ہے سلطان محمد اللہ تیکس ڈر گیا ہے تاں ہیں نہیں مریا۔ اس کر کے میری الہامی زوجہ نوں ساتھیں جیھا ہے۔ خیر اک نا اک دن تاں محمد سے نکاح پھر میتوں اوہ زوجہ ملے گی۔ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص ۳۳۱)

۲۷۔ انجیل والیاں نوں اس پر فیصلہ کرنا چاہیدا ہے۔ جاں انجیل وچ اللہ نے فرمایا ہے۔

الالهام الصحیح
فی
اثبات حیات المسیح
حضرت مولانا غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسری

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي هدى لمن الى هداه مال وهادو ارشد الى فهم الحقائق لمن في تحقيق الحق اشتد واد واشاد بنكر من جاد بالوصول الى الدقائق القرآنيه رفي رضاه دجا رمن خاض في آياته خوض من لم ينب اليه فهو ممن اناب انيه صادوعن سبيله صاد وفي بواد الحيرة كالحمار الحيدي هاد ونيد عن خطيرة قدسه اشد الذياد ومن تنحي بسواده عن سواد عباده الصالحين فهو احرى بان يسود وجهه بالسواد لا بان يسود اوساد ومن عاد لمعصيانه من اي عاد كان كما اعتاد عاد فقد عاد الى شر معاد والصلوة والسلام الاتمان الاكملان على حبيبه وصفيه محمد ﷺ سيد الانبياء والاولياء من الاقطاب والاوتاد الذي تخضع دون سرادقات مواكبه القياصرة والاكاسرة وكل منهم في جنابه نادو انقاد من تكبر واعرض عنه وقادو عن استماع مواعظه اضغاد فقد اباده الله فبادو كاد ان يكاد دار البوار يوم التناد وعلى آله وصحبه للذين هم خزنة اسرار الدين المتين وباتباعهم ساد من سادو بشقاقهم وخلافهم زاغ عن الصراط السوى من زاغ ووقع في الالحاد وفسد قلبه اشد الفساد كفساد طعام داد وبعد فيقول الراجي للترقي الى اوج القبول محمد غلام رسول الحنفي المجددي النوري القاسمي حفظه الله عن شركل لئيم غبي وغوى انه لما كثر الضلال والطغيان والبغي والعدوان في هذا الزمان من اجل الذى خرج من قاديان وادعى انه المسيح الموعود به الاتي آخر الزمان وانه مات نبي الله عيسى بن مريم على نبينا عليه السلام مادام الملوان وتعاقب القمران وانه لم يرفع بجسده الى الخضراء فلا ينزل الى الغبراء واظهر عقائد الزنادقة وسكائد الملاحدة كل مطلقيه ومطالب من يحذوه حذو النعل بالنعل الافساد في البلاد وجل جل همه افشاء التزندق واشاعة العقائد الخبيثة الكفرية بين العباد واذاعة الارتداد يدعون انهم هم المهتدون والحال انهم عن الصراط

الـنـاكـبـون وانهم الذين امنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم فهم لا يفقهون فان
مـاتـوا عـلى ذلك فهم في جهنم خلدون تلفح وجوههم النار وهم فيها كالحون
ويـقـال لهم الم تكن آياتي تتلى عليكم فكنتم بها تكذبون يحتمون بالسلف
الـصـالـحين ختماً ويحسبون انهم يحسنون صنعاً ونحن بين اظهر قوم
يسبون العلماء ويبغضون الفضلاء صناعتهم السب والشتم والطغيان وفي
تـفضيح الامرين الناهين اطالة اللسان ليس لهم من العقل سهم ولا بالدين
فهم لا يـميزون بين القشر وبين اللباب ولا بين الدر وبين التراب ولا
يفرقون بين الشمال واليمين ولا بين الشيخ والجنين فهم حائرون في اودية
الظلم وضلال مبين الا يعلمون ان لعنة الله على الظالمين ولما بلغ الامر الى
ما رايت وانتهى الفساد الى ما تنوت وديت التمس من بعض الاحباب
وخلص الاحباب ان اظهر فساد دلائل القاديانى على دعواه من موت
عيسى ﷺ حين ما رفعه الله اليه واثبت حيوته بالآيات القرآنية واكتفى بها
من غير تعرض لذكر الاحاديث النبوية على صاحبها الف الف تحيه لان
القاديانى واتباعه لا يعتقدونها ولا يبنون بها ومن غير تعرض لسائر
عقائده الفاسدة الكاسدة والمزخرفات الواهية لعدم اشتهارها كاشتهار
المسئلة الاولى ولعدم الفراغ لكثرة الاشتغال بمطالعة الكتب السالفة
المتداولة والافتاء للمستفتين وتعليم الطلبة ولتنفر الطبيعة عن التوجه الى
امثال هذه الخرافات ولكرهتها الالتفات عن اشباه هذه المزخرفات التي هي
كفريات صرفة وارتدادات محضة اعاذنا الله تعالى واعاذ سائر المسلمين
من شرور هذه الطائفة الباغية الملاحدة خذلهم الله عليحده ما اعتذرت منهم
تارة بانصراف البال الى كثرة الاشغال وتارة بالتنفر عن صرف الاوقات
في الالتفات الى الزور الصريح من هذا المقال فقدمت رجلاً واخرت اخرى
ومع ذلك لم يتركوا الى عذراً وحكموا به على جبراً فاجبت مسئولهم حسب ما
التمسوا وانجحت مامولهم على ما اقترحوا فكتبت هذه الوريقة المختصرة
وسميتها بالالهام الصحيح في اثبات حيوة المسيح وذكرت فيها دلائل

القادیانی مهذبة ومنقحة لولا ثم ازحتها ثانياً نوضح الحق الصريح وبطل ماكان يعمل الكائد والكيدون فكبكبوا ونكسوا على رؤسهم هم والغاون وجنود ابليس اجمعون فها انا اشرع في المقصود متمسكا بحبل الله الودود واقول ان الكائد استدل على موت عيسى عليه السلام بقوله تعالى وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم على اعقابكم تقرير استدلاله وتهذيبه ان خلت بمعنى ماتت والرسل جمع معرف بلام الاستغراق فلذا فرع عليه افائن مات الخ اذ لو لم يكن الخلوا بمعنى الموت او لم تكن الرسل جمعا مستغرقا لما صح التفريع اذ صحته موقوفة على اندراج نبينا ﷺ في لفظ الرسل المذكور قطعاً وذلك بالاستغراق وكذا صحته موقوفة على كون الخلوا بمعنى الموت اذ على تقدير التغائر وعموم الخلوا من الموت يلزم تفريع الاخص على الاعم مع ان التفريع يقتضي استلزام ما يتفرع عليه المتفرع ومن المعلوم عدم استلزام الاعم للاخص فالتفريع الواقع في قوله تعالى يستدعي تحقق كلا الامرين من كون الخلوا بمعنى الموت ومن كون الجمع مستغرقا وبعد كلتا المقدمتين يقال ان المسيح رسول وكل رسول مات ينتج هذا القياس المؤلف من المقدمتين القطعيتين ان المسيح مات وهو المطلوب والدليل على الصغرى قوله تعالى ورسولاً الى بني اسرائيل وقوله تعالى ما المسيح بن مريم الا رسول وامثالهما من الآيات وتسليم جميع الفرق الاسلامية برسالته عليه السلام والدليل على الكبرى المقدمتان الممهدتان المذكورتان لانه متى كان الخلوا بمعنى الموت وقد اسند الى الرسل وثبت كونه جمعاً فيندرج فيه المسيح عليه السلام قطعاً فيلزم ثبوت الموت له في ضمن الكبرى فثبت ما بصدده الكيدبون ويزاح بمنع كلتا المقدمتين وبمنع لزوم استحالة عدم صحة التفريع على تقدير ارتفاع كليتهما او احدهما حقيقة كما فهموا وزعموا ويكونها مشترك الورود مطلقاً بحسب الظاهر سلمت المقدمتان كلتاهما او منعتا وسند المنع الاول ان الخلوا هو المضي كما فسره ارباب اللغة

واطالة الكلام بالنقل من كتب اللغة لا يليق بهذا المختصر ولتيسر الاستغناء بمطالعتها ولم يفسر احد من ارباب اللغة لفظ الخلو بالموت فعلم ان حقيقة اللغوية انما هي المضي لاغير كيف لا وقدتايد باسناد الخلوا الى المنافقين في قوله عزوجل واذا خلوا الى شياطنهم وفي قوله تعالى واذا خلا بعضهم الى بعض وعدم ارادة موتهم بهذا اللفظ ظاهر واسند الخلوا الى السنن وقيل وقد خلت من قبلكم سنن والى الايام كما في سورة الحاقة في قوله عزوجل كلوا واشربوا هنيئا بما اسلفتم في الايام الخالية ولا يتصوران يراد بخلوا السنن والايام موتها بل مضيها وهذا ظاهر لا يخفى على احد فتفسير الخلوا بالموت تعريف له بالاخص والاخفى فان الموت نوع منه والخلوا يشمل على الانتقال المكاني بجميع اصنافه سواء كان ذلك الانتقال من الاعلى الى الاسفل ويسمى ذلك خفضا اومن الاسفل الى الاعلى ويسمى ذلك رفعاً او من القدام الى الخلف اوبالعكس ويشمل على الموت بالجرح الذي هو القتل وعلى الموت بلا جرح فلايلزم موت المسيح عليه السلام وان سلم الاستغراق فان ثبوت العم كالخلوا مثلاً وان كان لكل فرد فرد من نوع ما كنوع الرسل مثلاً لا يستلزم ثبوت كل مايندرج فيه من انواع ذلك الاعم لكل فرد فرد من ذلك النوع كما لا يخفى على من له ادنى دراية والتمسك على تفسيره بالموت دون المضي بلزوم استحالة تفرع الاخص على الاعم مزيف بان المتفرع في الحقيقة انما هو استبعاد الانقلاب وانكار جواز الارتداد على تقدير فقدان وجود الرسل تكلاً من بين اظهر القوم بعداداء الرسالة وتبليغ الاحكام الالهية وكان تقدير الكلام وما محمد الا رسول قد خلت اى مضت من قبله الرسل فهل يجوزلكم الارتداد بعد ما اقام لكم الدين المتين واظهر بينكم الشرع المبين ان نقل بالرفع كما رفع عيسى (هذا بالاجماع) او ادريس او بالموت ا حكمنا به في سابق علمنا او بالقتل كما صاح به الشيطان واستقرفي قلوبكم والتصريح بالثاني موافقة للواقع ومطابقة لتقدير الله تعالى وذكر الثالث وان لم يطابق الواقع والتقدير

مراعــاة لزعمهم وتوسيعا لنفي جواز الارتداد على كلا الشقين وان كان هذا الثـالـث مزعـومـا مـحـضـاً وجهلا مركبا الا انـه لما كـان قوي الاحتمـال وكثـر وقـوعـه بيـن الانبياء السـابـقيـن كـما دل عليه قوله عزوجل يقتلون الـنبيين بـغيـر الـحق فكان ذكره ضروريا وعدم التصريح بالاول وان كان مقدراً مراداً لانتفـاء مايـوجـب ذكره من الموجبات المذكورة لظهور عدم توافـقه القضاء والواقع ولعدم استقراره في قلوبهم وشذوذ تقدمه فظهر ان الـمتـفـرع فـي الـحقية هو نفي جواز الارتداد على تقدير احد الشقوق الثلثة الـمصدرة وذلك الامر الدائر بين الثلاثة مساو للخلوا بمعنى المضي فلا يلزم تـفـريـع الاخـص عـلى الاعم على تقدير كون المعنى الحقيقي مراداً من لفظ الـخـلـو بل يلزم تفريع احد المساويين على الآخر واذا جائز كما يقال رايت زيـداً انـه جـسـم نـام حسـاس متحرك بالارادة مدرك للكلي والجزئي فيفرع عـلـى هـذا الـمـفـصـل انـه انسان ولا ارتيـاب في تساوي هذا المجمل وذلك الـمـفـصـل وفي صحة تفريع احدهما على الاخر والامران الذان حكمنا بمما واتهما وكون احدهما متفرعاً والاخر متفرعا عليه هو ثبوت خلو كل رسول ونـفـي جـواز الارتـداد عـلى تقدير تحقق واحد من الشقوق فان النسب انما تـقـتـضـي الـمفهـوميـن تطابقاً اعم من ان يكونا وجوديين اوسلبين او يكون احدهما وجوديا والاخر سلبياً ولايلزم توافقهما في الثبوت او العدم والدليل على لزوم ذلك النفي للخلوا ان المقصود من البعثة وارسال الرسل التشريع مـطـلـقاً وتعيين الطريقة الموصلة الى الله تعالى لا التشريع الى زمان وجود الرسول بين اظهر قومه ولم يخل زمان من الزمن وذا باطل باتفاق من اهل الـمـلل فـوضـح بـطـلان زعـم لزوم استحالة تفريع الاخص على الاعم على فـرض ارادة المضي من الخلوا واما استدلال الصديق الاكبر على موت سيدنا مـحـمـد ﷺ بـهـذا الاية فليس موضع استشهاده في هذه الاية كلمة خلت بل قوله تعالى افائن مات لما انكر الفاروق العادل موته ﷺ وقال ما مات رسول الله ﷺ ولا يـمـوت وكان ذلك جبرعا منه بامتناع موته ﷺ فرد الصديق ذلك

الامتناع بقوله تعالى افائن مات فان مدخول ان بحسب اصل الوضع لا يكون الامن الامور التي يجوز تقررها ويمكن وجودها لا من الامور التي تابى عن التكون والتقرر وهذه واضح على من طالع بحث معاني الحروف فاذا ثبت جواز تقرر الموت عليه ﷺ ارتفع الامتناع الذي هو نقيضه ويدل على كون موضع استشهاد سيدنا الصديق اكبرؓ قوله تعالى افائن مات لا كلمة خلت قرأته حين الاستدلال قول الله عزوجل انك ميت وانهم ميتون. وتقرير ازاحة استدلالهم بمنع المقدمة الثالثة ان كل جمع عرف باللام فهو مستغرق للافراد كلها بان يقال ان هذه المقدمة ممنوعة كيف لا وقد صرح المحققون بذلك في اسفارهم الا ترى الى قوله عزوجل واذ قالت الملئكة يا مريم ان الله يبشرك الاية والى قوله تبارك وتعالى واذ قالت الملائكة يا مريم ان الله اصطفاك الاية فقد ذكرت صيغة الملائكة وهي جمع معرف باللام ولم يرد الاستغراق وقال تعالى فسجد الملائكة كلهم اجمعون فلو كان كل جمع محلي باللام مستغرقا لكان ذكر كلهم مستدركا ولو اردنا ان نجمع الامثلة المثبتة لنقيض المقدمة الممنوعة لجمعنا دفاتر كبيرة ولكن العاقل الحازم يكفيه ماذكرنا من البيان والجاهل الهائم النائم لا يستيقظ بضرب المثان ومنع تلك المقدمة يودي الى منع الكبرى الكلية من مقدمتي القياس الفاسد الكاسد للقادياني فلانتفاء شرط الانتاج لاينتج ذلك القياس قوله ان المسيح مات واما قولنا ان استحالة عدم صحة التفريع على منع الاستغراق غير وارد في الحقيقة لان المراد من قوله تعالى وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل ان محمدا ﷺ ليس الا بشرا رسولا وجنس الرسل قد خلا ومن المعلوم ان ماوقع وثبت لبعض افراد الجنس بالنظر الى ذاته وماهيته يمكن ان يثبت لسائر افراده فالثابت للبعض بالنظر الى ماهيته كما يستلزم امكان الثبوت لذلك البعض يستلزم امكانه لباقي الافراد فهذه المهملة اعني قد خلت من قبله الرسل وانكانت بالنظر الى الفعل والاطلاق بمنزلة الجزية غير صالحة لكبروية الشكل الاول الا انها بما تستلزم من الممكنة الكلية

صادقة لها فغاية ماينتجه القياس على هذا ان المسيح ميت بالامكان بان يقال المسيح رسول وجنس الرسل قد خلا بالفعل والاطلاق وقد عرفت انه يلزمه توفنا كل رسول خال وميت بالامكان فهذا القول اللازم يجعل كبرى منضمة الى الصغرى فينتج النتيجة المذكورة فصح التفريع ولم يلزم الاستحالة العقلية ولا المحذور الشرعي من ثبوت موته عليه السلام في الزمان الماضي لكونه مخالفاً لظاهر القرآن والاحاديث واجماع الامة وهذا مع كون لفظ الرسل جمعاً مستغرقاً واذا لم يثبت مطلوب الكيديين على تقدير منع احدى المقدمتين فقط فعدم ثبوت مطلوبهم على تقدير منعهما معاً اجلى واولى وهذه ظاهر لمن له ادنى دراية وما قلنا من اشتراك ورود عدم صحة التفريع ظاهراً على تقدير تسليم المقدمتين ايضاً كما على منعهما فلان صيغة الرسل وان سلمت انها مستغرقة وسلم ان الخلو بمعنى الموت لا تستغرق نبينا محمداً ﷺ لان الكلام وقع في خلو الرسل قبله عليه وعليهم السلام ومن الضروريات ان خلوهم قبله معناه انهم سابقون عليه في وصف الخلو وهو لا حق بهم في ذلك الوصف وهذا السبق واللحوق زمانيان اللذان لا يجتمع فيهما القبل البعد والا البعد القبل فحين كون الرسل واجدين لوصف الخلو كان نبينا ﷺ فاقداً له اذلو كان مثلهم في ذلك الحين للزم في قوله تعالى قد خلت من قبله الرسل الاخبار بقبلية الشئ على نفسه ومع فقدانه عليه السلام ذلك الوصف وتحلي سائر الرسل به كان مستعداً له يمكن له ان يخلو كما خلوا فاذا ثبت كونه عليه السلام فاقداً لوصف الخلو حين خلت الرسل فلم يندرج في تلك الرسل الخالية حين فقدان ذلك الوصف ويلزم على عدم اندراجه ﷺ بالنظر الى ذلك الوصف فيهم عدم صحة التفريع بحسب الظاهر لانه اذالم يكن مندرجاً في جملتهم فكيف يتعدي الحكم منهم اليه فان التعدي فرع الاندراج وعدم المتفرع عليه يوجب عدم المتفرع فلم يجدهم تخصيص الخلوا بالموت ولا ادعاء الاستغراق كيف والتمسك بالحشيش لاينفع الغريق فما يجيبون به

عما ورد عليهم تجيب بمثله مع فضلنا عليهم بما اجبنا و لايمكن لهم التشبث بجوابنا لدلالته على مايعم مدعاهم نقيض منهم فان امكان شئ كما يقارن ثبوته يقارن عدمه وثبوت الاعم من المطلوب غير نافع للمعلل وان نفع المانع السائل واختفاء هذه القاعدة عليهم من كمال جهلهم ونهاية حمقهم مع كونها فى غاية الانكشاف وغاية الظهور من لم يجعل الله له نوراً فماله من نور على انه لودل قوله تعالى وما محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل على موت ما عدا نبينا ﷺ من الرسل جميعهم لدل قوله تعالى ما المسيح بن مريم الارسول قد خلت من قبله الرسل على موت ما عدا نبى الله عيسى عليه السلام من الرسل جميعهم يندرج فى ذلك العام المحكوم عليهم بالموت نبينا ﷺ وهذا محال فان نزوله لم يكن الافى حيثه وهذا المحال لم ينشاء الا من تسليم استغراق الرسل فى الاية الاولى فيكون محالاً لان ما يلزم منه المحال محال البتة فاذا لم يثبت اندراج المسيح عليه السلام تحت الاكبر الموقوف على تسليم الاستغراق المستلزم للمحذور والمحال الشرعى لم نصدق النتيجة فى استدلالهم العاطل الاطائل والاية الثانية تدل دلالة صريحة على حيوة المسيح بن مريم حين نزولها اذلو كان من الميتين فى ذلك الحين لقال تعالى ما المسيح بن مريم الارسول قد خلا مع الرسل اوقال تعالى قد خلا وقد خلت الرسل اوقال عزوجل قد خلا كما خلت الرسل اولما كتفى بقوله قد خلت الرسل ولم يقل وقد خلت من قبله الرسل وهذا بناء على انحصار الجمع المعرف باللام فى الاحاطة والشمول كما زعم الكائد ومقلدوه المكيدون فالتقييد بقوله من قبله صريح فيما قلنا ودلالة هذه الاية على حيوة المسيح لا تتوقف على استغراق الرسل ليلزم ذلك المحذور من ثبوت الموت للنبى ﷺ حين نزول تلك الاية بل يكفى فيها كون الرسل جنساً فيقال فى توجيهها ان جنس الرسل وانكان تحققه فى الموارد الخاصة قد خلا من قبل المسيح والمسيح وان لم يخل الى الان فسيخلو كما خلت الرسل جنسهم فيكون مفادها ان الموت له على نبينا عليه السلام ولم

يوجد الى الآن ولكنه سيموت كما ان مفاد الاية الا ولى نفى موت نبينا ﷺ فيما مضى وترقبه له فيما ياتى ومتى دلت هذه على حيوة المسيح عليه السلام فلو دلت تلك على موته كما تخيل وتخيلو الزم الاختلاف بين هذين القولين جل شانهما والقول بوقوع الاختلاف فى القرآن حكم بوقوع ماحكم الله بامتناعه وهذا كفر قال الله عزوجل ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكفرون والدال على امتناع الاختلاف في القرآن قوله تعالى ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً فبطلت ارادة استغراق الرسل وعمومه والدليل على ان الحيوة والموت مختلفان ان الموت ان فسر بعدم الحس والحركة عما من شانه كلا هما فيقابل الحيوة بتقابل العدم والملكة وان بالنحياز الروح عن البدن وهو الحق الثابت بالنصوص الشرعيه والنصوص العقلية فبينهما تضاد وكل منهما اختلاف فاستقر على عرش التحقيق ماقلنا من حيوة المسيح عليه السلام فى الازمنة الماضية وموته فيما ياتى وهذا ماذهب اليه الاسلاميون باجمعهم بخلاف النصارى القائلين بوقوع موته ثم احيائه ورفعه بجسده وبخلاف من هم اسوء حالاً واشر مالاً وهم الكاذب القاديانى والمكيدون القائلون بوقوع موته وبعدم رفعه الجسدى

ثم استدل الكاذب القاديانى على مطلوبه بقوله تعالى وما جعلناهم جسداً لا ياكلون الطعام وما كانوا خالدين وتهذيب استدلاله انه لوكان المسيح عليه السلام حياً فى السماء لزم كونه جسداً لا ياكل الطعام وكونه خالداً وقد نفى الله تعالى ذلك فان مفاد الاية سلب كلى اى لا شئ من الرسل بجسد لا ياكل ولا احد منهم بخالد زمن المقرر ان تحقق الحكم الشخصى مناقض للسلب الكلى والدليل على كون المفاد سلباً كليا قوله تبارك وتعالى وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افائن مت فهم الخلدون فانه صريح فى السلب الكلى فاذا ثبت الرفع والسلب كليا بالنص ارتفع الحكم الشخصى المستلزم للايجاب الجزئى المناقض لذلك السلب المدلول بالنص فان

احد المتناقضين لا يجامع النقيض الآخر كما لا يرتفع معه وهذا بديهي نقول بتوفيق الله وحسن توفيقه ان في قوله تعالى وما جعلناهم جسداً الخ انما ورد النفي على الجعل المؤلف المتخلل بين المفعولين ومفعوله الثاني المجعول اليه هو قوله جسداً لا يأكلون الخ فمدخول النفي هو الجعل المقيد بهذه القيود وظاهر ان المقيد ولو بالف قيد لا يتصور تحققه الا بتحقق كل من تلك القيود والقيود التي ههنا هي تاليف الجعل وكون المجعول اليه جسداً مع تقييده بعدم اكل الطعام فلا بد لتحقق هذا المقيد من تحقق تلك القيود الستة بخلاف الانتفاء فانه متصور بانتفاء جزأي جزء كان ولا يتوقف على انتفاء جميع الاجزاء فينتفي ذلك المدخول للنفي بوقوع غير الجعل موقعه وبانتفاء تاليفه بان يتعلق الجعل المفرد باحد المفعولين اما بالاول فقط واما بالثاني فحسب وبرفع خصوص المجعول اليه ووضع امر آخر في محله وبانتفاء قيد عدم الاكل ولو سلم تحقق كل قيد ما عدا مافرض انتفائه وبانتفاء مجموع القيود بمعنى انتفاء كل قيد وبانتفاء المقيد اعنى ذاتاً ما مع تسليم القيود باسرها فهذه المراد والمواقع ليست الا بالامكان لا بالفعل والاطلاق الا رفع القيد الاخير فانه واقع بالفعل ومراد بقوله تعالى وما جعلناهم جسداً وتحقق ما عدا ذلك القيد مسلم بل مثبت بالبراهين النقلية والعقلية القطعيتين وعدم الاكل الذي هو امر عدمي متصور بوجهين بعدم اكل شيء ما اعم من ان يكون طعاماً او غيره وبعدم اكل الطعام خاصة وان وجد معه اكل غير الطعام وعدم ذلك الانتفاء الذي اضيف الى الامر العدمي انما يتحقق بتحقق نقيض ما اضيف اليه الانتفاء فيستلزم انتفاء ذلك العدم الذي هو في قوة السالبة ثبوت الاكل الذي هو في قوة الموجبة المحصلة اذ عموم الاولى من الثانية انما هو بامكان تحققها بعدم الموضوع وعدم امكان تحققها حين عدمه لضرورة استدعائها وجود الموضوع ومن البديهيات ان الموضوع فيما نحن فيه موجود وقد تقرر في مدارك العقلاء التلازم بين السالبة السالبة وبين الموجبة المحصلة عند

وجود الموضوع فلزم من قوله تعالیٰ وما جعلناهم جسداً لا یأكلون الطعام الذي هو بمنزلة السالبة السالبة تحقق قضية موجبة محصلة اعني كل رسول يأكل الطعام فيقال لمن يدعي به على اثبات موت المسيح بن مريم ان نسبة الاكل الى كل رسول في هذه القضية هل هي بالضرورة بحسب الذات او بحسب الوصف اوفي وقت ما اوفي وقت معين اوبحسب الدوام ذاتا او وصفا او بالاطلاق اوبالامكان مع قيد اللادوام في ماعدا الاوّل والخامس اومع قيد اللاضرورة في ماعدا الاوّل فقط على رأي اوفي ماعدا الخامس ايضاً كما على رأي آخر وان لم يكن بعض التراكيب منها متعارفا اولا يعتبر قيد الاضرورة ولا قيد اللادوام الاوّل والخامس بديهي البطلان لوجود نقيض كل منها وهو امكان عدم الاكل للاوّل واطلاقة للخامس وكذا الثاني والسادس لعدم مدخلية وصف الرسالة في ضرورة الاكل او دوامه كما لامدخل فيهما ملعنون ذلك الوصف وكذا لاتكون ضرورية بحسب الوقت مطلقاً لا بحسب وقت ماولا بحسب وقت معين لان غاية الامر ان يكون الا كل ضرورياً بشرط الجوع والجوع لما لم يكن واجباً في وقت مالم يكن المشروط به ضرورياً في وقت ما كما صرح به في كتب المنطق من ان الكتابة ليست بضرورية في حين من الاحيان فما ظنك بالمشروط بها والضرورة بشرط الشئ غير الضرورة في وقت ذلك الشئ والاوّل لا يستلزم الثاني كما في تحرك الاصابع بشرط الكتابة فان التحرك بشرطها ضروري وليس في وقتها بضروري فكذلك ضرورة الاكل بشرط الجوع امروضرورته في وقت الجوع امر آخر لاتلازم بينهما فضلاً عن الاتحاد فاذا لم يكن الاكل ضرورياً في وقت مالم تكن القضية وقتية مطلقة ولا منتشرة مطلقة فلم يكن وقتية ولامنتشرة لاستيجاب انتفاء الاعم انتفاء الاخص وكون الاكل ضرورياً بشرط الجوع لا يقتضي ان تكون القضية مشروطة ايضاً انما المشروطة ما يوجد فيه الضرورة بشرط الوصف العنواني لا بشرط اي وصف كان ومن الظاهر ان الوصف العنواني في القضية انما هو وصف

الرسالة دون وصف الجوع فلم يبق الا ان يكون بالاطلاق او الامكان مع قيدا للادوام او اللاضرورة اوبدونه والاول من كل منهما متعين بدليل قوله تعالى وما ارسلنا قبلك من المرسلين الاانهم ليأكلون الطعام ويمشون فى الاسواق فيكون وجودية احد جزئيها ثابت بهذه الآية وثانيهما مما مرمن البيان وهى وانكانت مستلزمة لما عداها لكنها لكونها اخص احق بالاعتبار وينحط الى قولنا كل رسول يأكل الطعام بالفعل ولا شئ من الرسول يأكل الطعام بالفعل وهذه القضية لاتناقض مذهب اليه الاسلاميون لانه يصدق قولنا المسيح بن مريم أكل الطعام بالفعل وليس يأكل بالفعل وماقررنا قبل من ان الجوع ليس بضرورى لان الجوع خلوا الباطن واقتضاء الطبيعة بدل مايتحلل منه وذلك فرع التحلل والارتياب فى تنوع مراتب التحلل باختلاف الاسباب الداخلية والخارجية ولا تحديد لمراتبه فالتحلل الذى فى مرتبة ناقصة غير التحلل الذى فوقه يجوز سلب كل منهما عن الاخر كذلك يقال فى جميع مراتبه ان كل مرتبة عيناها فهى مسلوبة عما تحتها وعما فوقها من المراتب وهما مسلوبان عنها فهذا حكم اجمالى على كل مرتبة بامكان سلبها عن جميع المراتب الاخر كامكان سلب المراتب الاخر عن تلك المرتبة وهذا فرع امكان السلب فى نفس الامر اذ سلب مرتبة معينة فى مرتبة اخرى سلب مقيد والسلب فى نفس الامر اعم من ان يكون ذلك السلب مقيداً بكونه فى مرتبة اخرى اولا سلب مطلق ولاريب فى ان امكان المقيد فرع امكان المطلق ومتاخر عنه واذا كان الامر كذلك امكن سلب التحلل راساً فامكن انتفاء الجوع اصلامع بقاء الشخص بل حكم الله تعالى بتحقق انتفاء الجوع فى القرآن ولم يكتف بمحض امكانه وقال وعمن قائل مخاطباً لادم ان لك الاتجوع فيها ولا تعرى وانك لاتظمئوفيها ولا تضحى وليس ذلك الالعدم التحلل كما ان عدم الضحى لعدم الشمس وحمله على عدم دوام الجوع اوعلى عدم اشتدادها غير صحيح والاصح حمل جميع الافعال المدخولة بحرف النفى على نفى دوامها اوعدم اشتدادها وامثال هذالاتصح

ولا تستقيم الا لو جود ضرورة داعية واى ضرورة احوجنا الى صرف اللفظ
عن الظاهر وحمله على غير الظاهر بحيث لا ينتقل اليه الذهن اصلا
والتمسك على وجود تلك الضرورة بقوله وقلنا يادم اسكن انت وزوجك
الجنة وكلا منها رغدا حيث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من
الظلمين غير مستقيم فان اطلاق الاكل واباحته لهما لا يقتضى الجوع انكما
ان الفواكه في الدنيا لا توكل الا لحصول اللذة لا لدفع الجوع كذا طعام الجنة
ولا افتقار اليه لحصول بدل التحلل ودفع الجوع بل لا جوع ولا تحلل وانما
يكون اكله لحصول اللذة فقط فان لم تقنع بما قلنا فطالع التيسير والوجيز
وكيف لا مع انه قد تاكد و تايد بما صح ان في الجنة باباً يقال له الريان من
دخل شرب ومن شرب لا يظمأ ابداً ولا فرق بين الجوع والظمأ فكما لا
امتناع في عدم التعطش لا امتناع في عدم الجوع ولا يرد على ما قلنا من انه
اذا امكن سلب التحلل امكن انتفاء الجوع انه احتجاج بلا دليل اذ انتفاء العلة
لا يستلزم انتفاء المعلول بدليل ما تقرر عند الاصوليين من جواز تعدد
العلل على معلول واحد فلا يلزم انتفاء المعلول بانتفاء واحد منها لجواز
تحققه بتحقق علة اخرى منها كعدم صحة الاحتجاج على الحكم بان زيدا لم
يمت بانتفاء واحد من علل الموت كما يقال لانه لم يسقط من اعلى الجبل
فهذا الاستدلال غير صحيح اذ الموت كما يتحقق بالسقوط من اعلى الجبل
كذلك به من اعلى سطح البيت ومن فوق الشجرة الطويلة وبضرب من
السيف والحجر وامثاله وبنحوا مراض يستصعب احصائها فبانتفاء واحد
منها كيف يجزم بانتفاء الموت اصلا لا مكان تحققه بتحقق واحد اٰخر من
تلك الانواع وعدم وروده لان التحقيق ان المعلول اذا انحصر في العلة
وتكون العلة لازمة له وهي مفسرة في كتب القوم بما لولاه لا متنع الحكم
المعلوم فانتفائها يستلزم انتفاء المعلول اذ لا يتصور تعدد العلل بهذا المعنى
حتى يمكن عند انتفاء احدهما ثبوته باخرى منها فاذا لم يجز تعدد العلة
وانحصر المعلول الواحد في العلة الواحدة اللازمة له فلو تحقق المعلول مع

فارتفاع العلة بهذا المعنى لزم تحقق الملزوم بدون اللازم فالاستدلال على عدم المعلول بانتفاء العلة بهذا المعنى استدلال بانتفاء اللازم على انتفاء الملزوم ولا ريب في صحته والتحلل بالنسبة الى الجوع كذلك لانه المتوقف عليه الجوع بمعنى لولاه لامتنع لا بمعنى الامر المصحح لدخول الفاء فيصح الاستدلال على امكان انتفاء الجوع بامكان انتفاء التحلل نعم الجوع علة للاكل بالمعنى الاخير ولذا لايلزم من انتفاء الجوع انتفاء الاكل لجواز تحققه بدونه بعلة غير الجوع كاستحصال اللذة وقصد علاج ونحوه وهذا واضح على من له ادنى تامل

واستدل ايضاً ببعض هذه الاية رهو قوله تعالى وما كانوا خلدين وبقوله تعالى وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افائن مت فهم الخلدون وتحرير استدلاله هذا انه لوكان المسيح عليه السلام حياً لزم ان يكون خالداً وقد نفى الله الخلود عن كل افراد البشر في هاتين الايتين وجوابه ان الخلود المنفي في كلتا الايتين هو الخلود بمعنى دوام الحيوة في الدنيا لا بمعنى طول العمر بل لا حقيقة للخلود الا دوام الحيوة كما لايخفى على من هو ماهر في معاني اللغة ومفاهيم نظم القرآن قال تعالى في حق اهل الجنة اولئك اصحاب الجنة هم فيها خلدون وفي حق الكفار اولئك اصحاب النار هم فيها خلدون وعلى هذا معنى الايتين نفي دوام الحيوة في الدنيا الفرد من افراد البشر وهو نقيض الدائمة المطلقة الموجبة الجزئية اعني قولنا بعض البشر حي دائما وهذه قضية كاذبة قطعا ويلازم ذلك النقيض الصريح قولنا لا شئ من البشر بحي بالفعل وهي قضية صادقة لصدق ملزومها الثابت بقول الله عزوجل المذكور لاستلزام تحقق الملزوم تحقق الازم فهذه المطلقة العامة السالبة لاتستوجب موت المسيح في الزمان الماضي خاصة اذ لا اختصاص للاطلاق العام بزمان دون زمان بل تقتضي موته في الجملة والمسلمون باجمعهم قائلون بوقوع موته في مبادي الساعة فالازم وثبت بالايتين غير مناقض ولا مناف لاعتقاد كون المسيح حياً الان

ومايـنافى لذلك الاعتقاد الصحيح الحق الصريح من دوام الحيوة فى الدنيا وعدم المـوت عدماً مؤبداً غير ثابت بالآيتين فالثابت غير محال والمحال غيـر ثابت وحمل الخلود في الآيتين على معني طول العمر مجازاً لا يصح اذ حـمل اللفظ على المعنى المجازى بغير قرينة صارفة عن معناه الموضوع له غير جـائز اذ ليس للعمر حد معين حتى يصح حمله عليه والقول بان العمر الطبعى مائة وعشرون قول مشهورى لايوجد عليه دليل لانقلى ولاعقلى والمشاهدة شاهدة عادلة والنقول متعاضدة بوجود الذين تجاوزوا من مائة وعشريـن في السلف والخلف ولولا خوف الاطالة لادريت بعد ما استقريت الاترى انه قـد صرح مـحـقـقوا الا طباء بعدم وجود الدليل على هذا القول المشهور وكـذالم يـوجد دليل شرعي عليه بل ورد الدليل على خلافه قال تعالى فى حق نوح فلبث فيهم الف سنة الاخمسين عاماً فحمله على ماحمله الكائد يفضي الى التناقض بين الآيتين وبين قوله تعالى المار آنفاً في حق نـوح عليـه السـلام فهل هـذا الاسفاهة وجهالة اوزندقة وضلالة اعاذنا الله تـعالـى من سفاهة السفهاء وجهالة الجهلاء وادخلنا فى زمرة العلماء العاملين وجعلنا من الائمة المتقين الهادين المهدين بجاه خير النبيين وآله وصحبه اجمعين

واستـدل ايـضـاً بـقـوله تعالى ومنكم من يتوفى ومنكم من يرد الى ارذل العمر لكيلا يعلم بعد علم شيئًا وتهذيبه ان هذا التقسيم حاصر لجميع افراد البشر كحصر الزوج والفرد لجميع افراد العدد بحيث لا يجتمع وصفا التـوفـى والـرد الى ارذل العمر في فرد من البشر ولا يخلو فرد من كليهما كما لا يـجتـمع الزوج والفرد في عدد ولا يـخلو العدد من كليهما فالقضية منفصلة حـقـيـقـية فـاذا لـم يمت المسيح ولم يعرضه ارذل العمر لزم ارتفاع كلا جزئى الـحقيـقة وذا غيـر مـمكن فهذا المحـال انما لزم من فرض عدم موته فيكون بـاطلاً فيثبـت نـقيـضـه وهـو مـوت المسيح فذلك هو المطلوب والجواب انه يـمـكـن التـقـسيـم بين ظاهر مفهومى من يتوفى ومن يرد لان من يرد بحسب

مفهومه يندرج في من يتوفى لانه اخص منه فان من يرد الى ارذل العمر لا محالة يدركه التوفى والتوفى متحقق بدون الرد ايضاً كما هو معه فالمتوفى اعم ممن يرد وتقسيم الشئ الى نفسه والى ماهو اخص منه غير صحيح بل غير متصور الانه عبارة عن جعل الشئ الواحد بالوحدة المبهمة متعدداً بضم قيود متعددة مختلفة فان كانت القسمة اعتبارية كتقسيم كل ماهية الى حصصها وافرادها الاعتبارية يكون التقييد بها داخلاً في عنواناتها دون الحقائق والمعنونات والقيود غير داخلة اصلاً لا في هذه ولا في تلك وان كانت حقيقة فاما بالمقومات المحصلة والفصول المنوعة فيكون القيود داخلة في المعنونات وان بالعوارض المخصصة فالقيود داخلة في العنوانات دون المعنونات وظاهر ان الانسان لوكان منقسماً الى المتوفى والى من يرد لكان انقسامه بهذين الوصفين انقسام الشئ بالعوارض المخصصة المميزة لبداهة خروج وصفي التوفى والرد عن الانسان والتميز لقسم انما يحصل بوصف يختص بذلك القسم ولايوجد في قسميه والتوفى ليس كذلك لتحققه فيما زعمه المستدل قسيماً للمتوفى ايضاً فاذا انتفى الاختصاص والتميز انتفى التقسيم وان تاملت حق التامل تيقنت بالتقسيم بين من يتوفى من غير ان تعرضه حالة الرد وبين من يتوفى من عروضها ويدور حينئذ المتوفى مطلقاً المتلازم للانسان بين قسميه كما يدور الحيوان المنقسم الى قسميه من الناطق وغير الناطق فمحل التقسيم ومورد القسمة هو المتوفى مطلقاً والقسمان اللذان ينقسم اليهما هما المتوفى المعروض للرد والمتوفى الذى ليس كذلك فهذا التقسيم صحيح وحاصر ويحصر المتوفى المطلق اللازم يحصر الانسان الملزوم ولا يلزم التنافى بين القول بعدم مضى موت المسيح عليه السلام وبين ذلك الحصر لكفاية القول بوقوع موته فى الاتى لصحة ذلك الحصر وهو عليه السلام داخل فى الشق الاول من الحصر وليس من لوازم دخوله فيه مضى موته البتة فان الشق الاول مذكور بصيغة المضارع دون صيغة الماضى ولعل المستدل

الكنائة اشتبه عليه لفظ يتوفى المضارع المجهول بصيغة توفى الماضي المجهول فتفوه بما تفوه ولم يأت بشئ معقول نعم انما يلزم ابطال الحصر لوقلين بتابيد حيوته وخلوده في الدنيا فحينئذ لا يرتفع كلا الشقين ولو جد قسم آخر من الانسان لم يوجد فيه التوفي مطلقاً فكان محلاً لان يورد عليه بانه اما ان يوجد في ذلك القسم الخارج من القسمين الذي فرض مؤبداً ومخلداً مطلق التوفي وهذا مع كونه بديهي الاستحالة لتنافي ابدية الحيوة والتوفي يقتضي ابطال الحصر لوجود المقسم بدون ماانقسم اليه من القسمين واما ان لا يوجد فيه بسبب انتفاء جميع موارده وارتفاع ما انحصر فيه وهذا يفضي الى القول بعدم لزوم التوفي للانسان وذلك باطل بدليل قوله تعالى كل نفس ذائقة الموت واما الى القول بجواز حصر اللازم في شئ بدون حصر الملزوم في ذلك الشئ وهو ايضاً باطل للزوم انفكاك اللازم عن الملزوم وهذه المحالات انما هي لازمة على القول بتابيد حيوته عليه السلام فيكون باطلاً ولاتلزم للقول بطول حياته مع وقوع موته في المستقبل وبينهما بون بعيد

وبعد ذلك انكالد هذه الاستدلات من الاستدلال بالعمومات ثم استدل على زعمه بالخصوصات منها حديث المعراج الدال على ملاقات نبينا ﷺ مع ابني الخالة يحيى وعيسى عليهما السلام في السماء الثانية وتنقيحه انه لم لم يكن ميتاً لما اجتمع عيسى مع الاموات من النبيين في مقار ارواحهم اقول ان هذا الاستدلال مما يضحك عليه البله والصبيان فانه لوكان الاجتماع معهم يستلزم موت من يجتمع معهم لزم كون نبينا ﷺ ميتا حين اجتمعه معهم وهل هذا الاخبط اوجنون ونوادى طول اجتماعهما وكون الاجتماع الكذائي دايا للاتحاد بينهم في وصف الموت وان هذا النوع من الاجتماع لم يوجد لنبينا ﷺ مع ارواح النبيين فلا يلزم كونه مثلهم بخلاف عيسى ويحيى عليهما السلام فانهما معاً مستقران في تلك السماء فيلزم ان تكون حال احدهما كحال الاخر فقال منهنا المقدمتين من

كون السماء الثانية مقر الكليها ومن كون هذا النوع من الاجتماع علة لا تحاد حالتي المجتمعين وسند المنع الاوّل انه لا يلزم من ملاقات رسول الله ﷺ مع نبي الله يحيي كون يحيي عليه السلام مستقر امقيما في تلك السماء بل يجوز ان نكون ملاقاتهما كملاقاته مع جميع الانبياء في الاقصى بان يكون مقرهم العليين وامروا بالذهاب الى المسجد الاقصى اوالى السموت المختلفة من مقرهم الاصلي باجسادهم بعينها اوبارواحهم بالتمثل بامثال اجسادهم وكل ذلك ممكن اويكون مقرهم القبور كما رئي موسى عليه السلام يصلي في قبره فامروا بالذهاب الى الاقصى اوالى السموت كذلك فان قيل ان هذا القول قول يعروجه ﷺ بالعروج المثالي قلت كلا فان عروجه عليه السلام عروج عيني والعي بجسده الطاهر الاشرف ولايلزم من رويته المثل رويته بالمثال فان رويته الاشياء في ليلة المعراج تنوعت فقد راى بعض الاشياء انفسها وبعضها بامثالها كما يظهر لمن طالع ماورد في بيان معاملة الاسراء ذهاباً ايابا وفرق بين كون المثال مرئيا وبين كونه رائيا فلم يلزم المحذور وبهذا وضح انه لا يلزم من اجتماع المسيح ويحيى في السماء كون كليهما مقيمين فيها فضلا عن كونهما مشاركين في وصف الموت كما زعمه وسند المنع الثالث ظاهر فان اتحاد المكان ولو على سبيل القرار لا يستلزم اتحاد المتمكنين في الاوصاف كلها فتامل يظهرلك حقيقة ماقلنا

ومن دلائله الخاصة على حسب زعمه قوله تعالى اني متوفيك وقوله عزوجل فلما توفيتني وما هذا في الحقيقة لا تمويه للباطل وايهام جهلة الناس وايقاعهم في الضلالة والحيرة وازاحته ان هذين القولين الكريمين لايدلان على مزعومه اذالتوفي عبارة عن اخذ الشئ وافياء ومادته الوفاء ومن الاصول المقررة والقواعد المسلمة ان اصل للماخذ بمفهومه معتبر في جميع تصاريفه وان اختلف الصيغ والابواب واعتباره فيها اعتبار الجزء في الكل الاترى الى لفظ العلم فان معناه حصول صورة الشئ عند العقل والاضافة بين العالم والمعلوم او نسبة ذات اضافة كذاتية

او الصورة الحاصلة او الحالة الا دراكية او تحصل صورة الشئ على حسب تنوع آرائهم وهذا المعنى يكون داخلاً فى معانى جميع ما اخذ من لفظ العلم سواء كان ذلك الماخوذ من تصريفات المجرد او المزيد فان علم مثلاً بصيغة الماضى المعلوم معناه انه حصل للفاعل صورة الشئ المعلوم فى الزمان الماضى وهذا على الاصطلاح الاول او حصلت له الاضافة بينه وبين ماعلمه وهذا على التفسير الثانى وقس على ما مثلناك به باقى الاصطلاحات فباشتمال مفهوم علم الماضى على مفهوم المصدر ونسبة الى الفاعل والزمان يكون مفهومه كلاً ومفهوم المصدر جزأ ففيه التركيب من ثلثة اجزاء وكون النسبة الى الفاعل والزمان جزئين عام فى جميع ما اشتق من المصدر المجرد او اشتق من الماخوذ من تلك المجرد من الافعال ولا يلزم ان يكون كل ما اشتق من ذلك المجرد او ما اخذ منه او اشتق من الماخوذ منه سواء كان فعلا او غيره كذلك فان من مشتقات العلم العالم والنسبة الى الزمان لاتوجد فيه ومن الماخوذ منه الاعلام وكلتا النسبتين لاتوجدان فيه لانسبة الفاعل ولا نسبة الزمان بل فيه مفهوم الاصل المجرد وما اقتضاه خصوص هذا الباب الذى بذلك تعدى الآن الى مالم يتعد اليه فى صورته الاصلية لمدته ففيهما التركيب من جزئين ومن المشتقات من الماخوذ منه اعلم بصيغة الماضى ايضاً مثلاً ففيه التركيب من اربعة اجزاء اثنان منهما الجزءان اللذان تضمنهما الاعلام من مفهوم المصدر المجرد ومن خصوص مقتضى الباب والآخران هما النسبتان المذكورتان ففى التوفى لكونه ماخوذاً من الوفاء احتواء على معنى الوفاء باعتبار كونه ماخذاً له وعلى الاخذ باعتبار خصوص الباب وفى ما اشتق من التوفى من الصيغ الدالة على الزمان كتوفيت مثلاً احتواء على اربعة اجزاء ومن الصيغ الغير الدالة على الزمان كصيغة المتوفى الظرف على ثلثة اجزاء لعدم اشتمالها على الزمان فاحاطة كل صيغة من هذه الصيغ المشتقة على مفهوم اصل الماخذ سواء كان تركيب معناها من تلك الاجزاء تركيباً حقيقيا كما هو المشهور او تركيباً تحليليا كما

هو الحق الحقيق بالتامل الدقيق احاطة الكل على الجزء وانكانت هذه الاحاطة على الاحتمال الثاني الراجع يؤل الى الاحاطة بمعنى صحة انتزاع الجزء التحليلي من الكل كذلك فان المعنى الذي يراد من التوفي او مما اشتق منه فهو على تقدير كونه مجردا عن معنى الوفاء لايكون معنى حقيقيا للفظ التوفي اوالمشتق منه لان التجريد عن بعض اجزاء الموضوع له تجريد عن كله والا يلزم تحقق الكل مع انتفاء الجزء او تحقق ماهو فى حكم الكل مع انتفاء ما هو فى حكم جزئه وذا باطل بالبداهة فاذالم يكن ذلك المعنى المراد معنى حقيقيا لتلك اللفظ لابدان يكون معنى مجازياً اذا اللفظ المستعمل في المعنى لا يخلو عن الحقيقة والمجاز ولا يختص ذلك الحكم بارتفاع مفهوم الماخذ فحسب بل يحكم بالمجازية في كل صيغة بانتفاء كل جزء اى جزء كان من الاجزاء المعتبرة فى تلك الصيغة سواء كان دخول ذلك الجزء فيها بالوضع الشخصي او بالوضع النوعي يمثل الاوّل باللبنات فى الجدران والثاني بدخول جزء المشتق في المشتق فان وضع المشتقات وضع نوعي كما يقال كل لفظ على وزن مفعول فهو يدل على من وقع عليه الفعل فاذاً لم يكن يدل كون المعنى حقيقياً حال كونه مركبا من تحقق كل جزء من اجزائه ويكفى فى ارتفاعه وتحقق المعنى المجازى انتفاء واحد من تلك الاجزاء لانه كما ينتفي الكل بانتفاء جميع الاجزاء ينتفي بواحد منها وذلك ظاهر وهذا التحقيق يدل دلالة واضحة بينة على ان التوفي هو الأخذ بالوفاء والتمام وذلك معناه الحقيقي لتحقق جميع ما لا بدمنه للمعنى الحقيقي بهذا اللفظ من مدلول الوفاء والاخذ ونسبة الى الفاعل ففي قوله تعالى خطابا لعيسى بن مريم عليه السلام يعيسى انى متوفيك ورافعك يكون معناه على الحقيقة ان يا عيسى انى آخذك بالكلية وبالتمام وكذا المراد فى قوله تعالى حكاية عنه فلما توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم هو الاخذ بالتمام وذا لايوجد الافى الرفع الجسدى لانحصار الاخذ بتمامه فى هذا الرفع دون الرفع الروحي لانه اخذه ببعضه دون كله فاطلاق التوفي مع

كونه محمولا على الحقيقة على الرفع الروحي غير جائز نعم لو اريد بالتوفي اخذ الشئ مجرداً عن معنى الوفاء والتمام بان يكون عدم الوفاء ماخوذا فيه اوبان لايكون الوفاء معتبراً فيه سواء قارنه اولم يقارنه واعتبار عدم الوفاء بغير عدم اعتبار الوفاء فحينئذ يصح اطلاقه على الرفع الروحي لكن على الاول يكون اطلاقه عليه من قبيل اطلاق الكل على الجزء وعلى الثاني من قبيل عموم المجاز والفرق بين اعتبار عدم الشئ وبين عدم اعتبار ذلك الشئ انما هو بالخصوص والعموم وكل من هذين الا طلاقين اطلاق مجازي لايصار اليه الا بقرينة صارفة عن ارادة معناه الحقيقي الاصلي والقرينة غير موجودة فلا بدمن ان يحمل على الحقيقة دون المجاز ومن المعلوم ان مدار كون اللفظ حقيقة ومجازاً انما هو الوضع مطلقاً اعم من ان يكون الوضع وضعاً شخصياً او وضعاً نوعياً فان استعمل اللفظ في المعنى الموضوع له الشخصي او النوعي كان حقيقة والا كان مجازاً والمشتقات لتركبها من مادة وهيئة موضوعتين اولهما بالوضع الشخصي وثانيتهما بالوضع النوعي تكون دلالتها على معنى اصل المبدء بمادتها بالوضع الشخصي وعلى مفهومها التركيبي بوضعها النوعي ولكونها مركبة بهذه الصفة لابد لكونها حقيقة من تحقق كلا الوضعين ولا يكفيها في كونها حقيقة تحقق احدهما فقط بخلاف مجازيتها فانها تتصور مانحاء ثلثة بانتفاء الوضع الشخصي فقط كمجازية الناطق في معنى الدال بصرف لفظ النطق الموضوع بالوضع الشخصي عن معناه الحقيقي الى معنى الدلالة وبانتفاء الوضع النوعي فقط كاطلاق لفظ القائلة على المقولة مع بقاء اصل المعنى المصدري وبانتفائهما كليهما كما لو اطلق الناطق واريد به المدلول فلفظ متوفيك او لفظ توفيتني ان حمل على معنى الاخذ بالتمام الذي لا يكون الا برفع الروح والجسد يكون حقيقة لتحقق مدار الحقيقة من كلا الوضعين وان حمل على معنى لم يندرج فيه معنى الاخذ بالتمام سواء جرد عنه بان يكون عدمه قيدا للاخذ او بان يرسل الاخذ ولم يعتبر معه قيد التمام وجد

فيه التمام اولم يوجد يكون مجازاً لصرفه عن معناه الموضوع له بالوضع الشخصي ومن المقررات والمسلمات ان المصير الى المجاز بلا قرينة صارفة غير جائز فتعين المصير الى الحمل على الحقيقة ودعوى تبادر التوفي في معنى الاماتة وجعل التبادر قرينة لكونه حقيقة في الاماتة غير مسلم لانه لو اريد بتبادره في هذا المعنى التبادر مع عدم القرينة فذلك اول النزاع ولم يوجد في القرآن في موضع من موارد هذا اللفظ استعماله في هذا المعنى بغير قرينة وان اريد به التبادر مع القرينة فذاك مسلم ولكن علامة الحقيقة هي تبادره مع العراء عن القرينة لا مع انضمامها والايكون كل مجاز مستعمل حقيقة فلم يصح تقسيم اللفظ الى الحقيقة والمجاز لعدم امكان وجود المجاز على هذا التقدير وانما ادعينا ان لفظ التوفي حيث وقع في القرآن بمعنى الاماتة فانما وقع مع القرينة لا بدونها فان حمل التوفي على الموت في قوله تعالى حتى يتوفهن الموت بقرينة اسناده الى الموت وفي قوله عزوجل قل يتوفكم ملك الموت الذى وكل بكم وفي ان الذين توفهم الملئكة ظالمي انفسهم وفي تتوفهم الملائكة ظالمي انفسهم وفي تتوفهم الملئكة طيبين وفي توفته رسلنا وفي رسلنا يتوفنهم وفي يتوفى الذين كفروا الملئكة وفي قوله تعالى فكيف اذاتوفتهم الملئكة يضربون وجوههم اسناده الى الملك الموكل في الاول وفي الباقية من اقواله الشريفة اسناده الى الملئكة القابضة للارواح قرينة صارفة وفي قوله عزوجل وتوفنا مع الابرار سوال المعية بالابرار وفي قوله عزوجل توفنا مسلمين سوال حسن الخاتمة قرينة كذلك وفي فامانرينك بعض الذى نعدهم او نتوفينك فالينا يرجعون قرينة التقابل انما يعتبر في احد المتقابلين يعتبر عدماً في المتقابل الآخر كما اعتبر الانتقال التدريجي في الحركة وجوداً وعدمه في ضدها اعني السكون ولاريب ان الحيوة معتبرة في ترينك اذالاراءة بدون حيوة الرائي غير متصور فيعتبر عدمها في مقابله وهو نتوفينك وفي قوله تعالى والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجاً يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشراً

قرينتان احدهما ويذرون ازواجاً والاخرى يتربصن وكذا في قوله تعالى والذين يتوفون منكم يذرون ازواجاً وصية لازواجهم الآية قرينتان اولهما هي اولهما في الآية السابقة وثانيتهما لزوم الوصية وكذا التقابل في ومنكم من يتوفى وتقيد حين موتها في قوله تعالى الله يتوفى الانفس حين موتها والتي لم تمت في منامها قرينة على المعنى المجازي وفي هذه الآية الاماتة والانامة كلتاهما مرادتان لا بطريق الجمع بين الحقيقة والمجاز لما تقرر من امتناعه في الاصول ولانه ليس شئ من الاماتة والانامة معنى حقيقيا للفظ التوفي حتى يلزم ذلك من اجتماعه مع الآخر ولا بطريق عموم المجاز كما في قول القائل لايضع قدمه في دار فلان فانه يحنث سواء دخل من غير وضع القدم كما اذا دخل راكبا اومع الوضع كما اذا دخل ماشيا حافيا وسواء دخل في الدار المملوكة لفلان أو الدار المستعارة والمستاجرة لفلان ولا يخصص هذا القول بمعناه الحقيقي حتى ينحصر حنثه في الدخول حافياً وفي الدخول في الدار المملوكة لفلان ولا بالمعنى المجازي حتى ينحصر حنثه في الدخول في غير الدار المملوكة لفلان وفي الدخول غير حاف بل يعم بالدخول مطلقا في دار فلان بان كانت مسكونة له سواء كانت تلك المسكونة بالملك او بالعارية اوالاجارة وليس ذلك الاعلى سبيل ارادة معنى اعم يشتمل على المعنى الحقيقي والمجازي كليهما وهذا هو عموم المجاز وارادة كلتيهما لا بهذا الطريق لعدم اعتبار معنى عام يشتمل على المعنى الحقيقي من الاخذ بالكلية والاخذ بالبعضية فاذن كونهما مرادتين ليس الامن حيث ارادة الاخذ بالبعضية بان يراد بالتوفي سلب تعلق الروح بالبدن تعلقا يوجب الادراك الاحساسي اوتعلق يوجب الحيوة فانكان الاول مسلوبا بدون الثاني فهذا هو الانامة وانكان الثاني ومن لوازمه كونه متضمنا لسلب الاول فهذا هو الاماتة ودوران ذلك التعلق بين الاحساس وبين الحيوة ليس كدوران الشئ بين النقيضين بل كدورانه بين امرين يكون احدهما أخص والآخر اعم ولذا امتنع وجود التعلق الاوّل بدون الثاني

ويقال وجوباً كل حساس حي بدون عكس كلي فلا تنافي في اجتماع الاحساس والحيوة في الحيوان بل في ارتفاعهما عنه وتضمن رفع التعلق الثاني لرفع التعلق الاوّل لا يقتضي نفي سماع الموات انسما عهم الذي نحن مثبتوه هو بمعنى ادراك ارواحهم وذلك ثابت بالادلة القطعية لامجال لا حدفي انكاره وهذا لا يرتفع في ضمن ارتفاع الحيوة وما يرتفع في ضمن ارتفاعهما وهو السماع العادي الذي لا يمكن الابقوة جسمانية عصبانية ولا يقول احد بتحققه مع انتفاء الحيوة فالسماع الثابت بالادلة الشريعة والعقلية غير مرتفع وماهو مرتفع غير ثابت وبهذا يظهران التقابل الذي بين الموت والحيوة هو التقابل بالتضاد لكون كليهما وجوديين فان كون الحيوة امراً وجودياً ظاهر واما الموت فلانه اثر للاماتة والاماتة لما كانت عبارة عن قطع تعلق الروح بالبدن وايقاع الفصل بينهما وتخريب البدن كان الموت الذي هو مطاوعها عبارة عن انقطاع ذلك التعلق والانفصال والتخريب وكل ذلك وجودي ويدل على كونه وجودياً قوله تعالىٰ خلق الموت والحيوة لان الموت لوكان عدمياً لما تعلق به الخلق اذلايقال للعدمي انه مخلوق فان الخلق هو الجعل والايجاد وعدمية عدم الحيوة عدما ثابتاً اللازم للموت لا تصير الموت عدمياً لظهور عدم استلزم عدمية اللازم عدمية الملزوم الاترى الي الفلك فانه ملزوم لعدم السكون عند الفلاسفة ولايلزم بكون لازمه هذا عدميا كون الفلك عدميا ونظائره اكثر من ان تحصر وهذا ماقلنا من ان التوفي ليس حقيقة في الاماتة لان الاماتة لايوجد فيها الاخذ بالتمام بل الاخذ في الجملة بخلع صورة نوعية عن الجسم الحيواني وليس اخري منها وبفصل الروح عن البدن فباعتبار وجوب حمل اللفظ على الحقيقة يكون قوله عزوجل يعيسي اني متوفيك دليلاً لنا لا له ويؤيده العطف بقوله ورافعك الي اذا المراد به الرفع الجسماني والافما وجه تخصيصه بعيسي عليه السلام لعموم الرفع الروحاني كل مؤمن وحمله على هذا الرفع العام مستدلاً بقوله عزوجل يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات غير صحيح لان المذكور في تلك الاية هو رفع المسيح

نفسه وفي هذه الاية رفع الدرجات ولايخفى الفرق بين رفع الشئ نفسه بين رفع درجاته كما هو بين قولك رفعت زيداً وبين رفعت زيداً ثوبه او بيته اوشيئاً اخر مما يتعلق به ومع ثبوت التغاثر بين الرفعين لايتم التقريب فعلى هذا يقال ان من نودي وخوطب بالضمائر هو عيسى عليه السلام فيكون المنادى والمتوفي والمرفوع والمطهر من الكفرة ومتلق الاتباع اياه عليه السلام فيتركب القياس من الشكل الاول من ان عيسى هو المصداق للمتوفي المفهوم من الاية والمصداق له هو المصداق لصيغة من وقع عليه فعل الرفع فينتج ان عيسى هو المصداق للمرفوع وهذا عين ما ادعيناه من ان المرفوع هو شخصه لاروحه فقط وايضالو كان روح عيسى مرفوعاً دون جسده الاطهر لوقع جسده في ايدي الكفرة ولحصل مرادهم ولاهانوه فلم يصح قوله تعالى ومطهرك من الذين كفروا فان الاماتة ليس تخليصاً وتطهير من الاعداء بل تحصيلاً لمرامهم وايضالالهم التي منيتهم وغاية متمناهم فهل يصح لمن له فهم مستقيم وعقل سليم ان يفهم من الرفع في هذه الاية الرفع الروحاني في وهل لا يعد ذلك المستنبط من ارباب الجهالة ولعمري ان هذا الشئ عجيب يتعجب منه كل لبيب .

واستدل ايضاً بقوله تعالى قولهم انا قتلنا المسيح بن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه مالهم به من علم الااتباع الظن وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاً حكيماً، وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً حيث حمل الرفع على الرفع الروحاني وقال برجوع الضمير المجرور المتصل بالباء في قوله تعالى ليؤمنن به الى كونهم شاكين غير متيقنين بكون عيسى مقتولاً مصلوباً ومرجوع الضمير المتصل بقوله موته الى الكتابي ثم وجهه بتوجيهين اخرين وحكم على كليهما بالصحة والصواب الاول ان لفظ الايمان مقدر في قوله تعالى قبل موته اى قبل الايمان بموته فيكون معنى الاية ان كل كتابي يؤمن بان قتل عيسى مشكوك فيه قبل ان يؤمن بموته الطبعي الذي وقع في الزمان الماضي والتوجيه

الثاني ان كل كتابي كان يؤمن يعلم قطعاً بانهم شاكون في قتل عيسى وليس قتله الا على سبيل الشك والظن وذلك اي ايمانهم بكونهم شاكين كان قبل ان مات عليه السلام والحاصل انهم والحال ان عيسى حي اي قبل ان مات كانوا شاكين في قتله ولم يكن حصل لهم قطع لقتله بل كانوا قبل ان مات يوقنون بمشكوكية قتله وفي هذا الاستدلال انظار شتى اما النظر الاول على التوجيه الاول فلان حمل الرفع في الاية على الرفع الروحاني غير صحيح ان الكلام وقع بطريق قصر الموصوف على الصفة على نحو قصر القلب وهذا مشروط تنافيا في الوصفين كما اذا خاطب المتكلم رجلا بعكس مايعتقد مثل ماقام زيد بل قعد لمن يظن بقيامه وظاهر ان القيام والقعود متنافيان واشتراط التنافي اعم من ان يكون شرطا لحسنه اولاصلته ومن ان يكون التنافي تنافيا في نفس الامر اوفي اعتقاد المخاطب على حسب تعدد الاراء وانما كان قوله تعالى وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه على نحو قصر القلب لانهم كانوا يدعون ان عيسى مقتول مخاطبهم الله تعالى بعكس مازعموا من انه مرفوع لامقتول كما زعمتم فيجب التنافي بين وصفي القتل والرفع وذلك لايتصور الا اذا كان مرفوعاً حال كونه حياً اذمنافاة الرفع حال الحيوة اي الرفع الجسماني للقتل ظاهر بديهي لايحتاج الى تنبيه فضلا عن دليل واما اذا كان الرفع رفعا روحانيا فلوجوب اجتماع الرفع مع القتل لا يتحقق التنافي بين الرفع والقتل لان كل احد يعلم قطعا ان من قتل في سبيل الله فهو مرفوع بالرفع الروحاني باجماع المذاهب فحينئذ يجب اجتماعهما ومع ثبوت الاجتماع النفس الامري بل والاعتقادي ايضاً ارتفع التنافي راساً فلم يصح القصر اولم يحسن فاما ان يقر بكون هذا الكلام نزل رداً لزعم اهل الكتاب فيلزمه الاقرار بكونه قصر القلب ووجوب تنافي وصفي القتل والرفع باحد الوجهين ويكون الرفع رفعاً جسمانياً واما ان يقر بعدم وجوب التنافي بين الوصفين في قصر القلب وهذا هدم للقواعد العربية وبالجملة لابدله اما من القول برفعه عليه السلام حياً واما من الخروج عن العربية فايهما شاء فليختر والنظر الثاني ان ارجاع الضمير

الاول الى مشكوكية قتل عيسى دون عيسى ليس باولى من ارجاعه اليه
فاختياره عليه مع لزوم مخالفة السلف والخلف ترجيح بلا مرجح بل ترجيح
للمرجوح وهذا فحش من ذلك مع انه يكون المعنى على هذا ان كل كتابي
يؤمن بان المسيح مشكوك القتل وان قتله ليس بقطعي كما اوضحه بنفسه
وهذا المعنى لا يستقيم لان اتيانهم بمضمون قتل عيسى في عنوان الجملة
الاسمية وتاكيده بان صريح في كونهم مذعنين بقتله ولذا رد الله عزوجل
ادعائهم هذا بقوله عزوجل وماقتلوه يقيناً اذ لو لم يكن لهم الاذعان لكفى في
ردهم وماقتلوه ولم يزد عليه قيد يقيناً فالقول بانهم لم يكونوا مذعنين بل
كانوا شاكين في قتله قول بالغاء قيد يقيناً في قوله تعالى وما قتلوه يقينا
لخلوه عن الفائدة على هذا التقدير واعلم ان قيد يقينا قيد للقتل المنفي
في وما قتلوه فيكون النفي وارداً على القتل المقيد بهذا القيد والنفي على
هذه الوتيرة كما يتحقق ويصح بانتفاء القيد كذلك يصح بانتفاء المقيد
والقيد كليهما وههنا كذلك فان القتل مع التيقن منتف لا ينفعه ولا ينجيه من
لزوم الغاء القيد لكفاية نفي اصل القتل في ردهم مع انه يخالف القاعدة
الاكثرية من ان النفي الوارد على المقيد يتوجه الى القيد فحسب على انه لم
يوجد دليل على انهم قالوا بهذه الجملة من غير صميم القلب كما وجد على
كون قول المنافقين لرسول الله ﷺ نشهد انك لرسول الله من غير صميم
القلب فكيف يصح ان هذا القول منهم مع كونهم شاكين من قبيل اظهار
خلاف ماكانوا عليه لئلا يتوجه ايراد لزوم الالغاء على القائل المستدل بل
وجد الدليل على انهم كانوا بقتله مذعنين كما يدل عليه صريح عبارة
القرآن ايضا والنصارى قديماً وحديثاً يدعون بذلك ويدعون الناس الى الايمان
بذلك ويزعمون ان وقوعه له عليه السلام كان كفارة لذنوب امته مع انه كان
ذلك مكتوباً في انجيلهم وان كان بطريق التحريف لكنهم لايمانهم بالانجيل
وزعمهم عدم التحريف فيه كيف يجوز ويمكن منهم الشك في قتل عيسى
عليه السلام ومع وجود هذا الدليل لايتصور ان ينسب الى جميعهم الشك في
قتله وقول الله عزوجل وان الذين اختلفوا لفي شك منه مالهم بذلك من علم

الاتباع الظن مؤول بان المراد بالشك ليس مايتساوي طرفاه كما اصطلح عليه المنطقيون بل المراد من الشك المذكور ما يقابل العلم ومن العلم الحكم الجازم الثابت المطابق لنفس الامر وعلى هذا لاتنافي بين شكهم واذعانهم في قتل عيسى عليه السلام فيكون معناه وان الذين اختلفوا لفي شك منه اي لفي حكم غير مطابق للواقع وانكان حكمهم بذلك حكماً جازماً ولكن لعدم مطابقته لنفس الامر لا يعد علماً بل شكاً وليس لهم بذلك علم اذ لا بد فيه من المطابقة في نفس الامر فهم انما يتبعون الظن اي الحكم الغير المطابق لنفس الامر فيكون مآل الشك والظن واحداً ولو اريدا بالمعنى المصطلح لاهل المعقول لم يتحد مصداقهما المتباينين بينهما لوجوب رجحان احد طرفي الظن اي الطرف الموافق وعدمه مطلقا في الشك وهذا ظاهر واطلاق الشك والريب على غير المعنى المصطلح لهم مما يقابل العلم اليقيني شائع وفي القرآن واقع قال عزوجل وان كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا اطلق الريب على انكارهم وقولهم الجازم بانه كلام البشر وبانه شعر او كهانة يدل على ذلك قوله تعالى فلا اقسم بما تبصرون وما لاتبصرون انه لقول رسول كريم وما هو بقول شاعر قليلاً ماتؤمنون ولابقول كاهن قليلاً ماتذكرون تنزيل من رب العلمين فلو كانوا شاكين في كونه كلام الله تعالى بالشك المصطلح لما وقعت هذه التاكيدات من كون الجملة اسمية وتاكيدها بان وبالقسم فهذه دلالة بينة على شدة انكارهم لكونه كلام الله تعالى البالغ الى حد الجزم بانه كلام غير الله وكذا اطلاق الظن عليه قال تعالى ان يتبعون الا الظن وان هم الا يخرصون وخلاصة الاشكال الذي ورد عليه على تقدير ارجاع الضمير الاول الى الشك اما لزوم الغاء القيد في الآية واما حمل قولهم انا قتلنا المسيح بن مريم على خلاف الظاهر مع وجود مايوجب حمله على الظاهر فمن التزم الاول فقد تكابر وان الثاني فقد تحكم فايهما شاء فليختر وثالث الانظار ان في هذا التوجيه تكلفا بحيث لايتبادر الذهن الى رجوع الضمير الى ما ادعى رجوعه اليه مع انتشار الضمير وذلك مخل لكمال فصاحة القرآن والرابع ان المعنى على هذا التقدير يؤل الى انهم يصدقون

بمشكوكية قتله ولما كان الشك والمشكوكية متحلين لزم كون التصديق متعلقا بالشك الذي هو تصور سواء اريد بالشك مفهومه العنواني او مصداقه لان كلا منهما تصور لا محالة وسواء اريد بالتصديق الادراك الاذعاني الذي هو من جنس الادراك او الحالة الادراكية الاذعانية التي هي من لواحق الادراك وتعلقه بالتصور مطلقاً باطل كما تقرر في مقره ولكن تعلقه بالشك حال كون التصديق من جنس الادراك افحش من تعلقه به على تقدير كونه من لواحقه لانه على هذا يكون الشك معلوماً والتصديق ادراكاً وعلماً به وقد ثبت بالبرهان عندهم اتحاد العلم بمعنى الصورة العلمية بالمعلوم فلزم اتحاد التصديق والشك مع انهما متباينان والنظر الخامس ان الشك المصطلح عبارة عن التردد بين طرفي النسبة من الوجود والعدم على التساوي اي ادراك النسبة مع تجويز طرفيها من غير اذعان باحد جانبيها فالمعنى الذي اراد الكند من ان اهل الكتاب يؤمنون بشكهم في قتل عيسى قبل الايمان بموته الطبعي يرجع الى ان شكهم في قتله حاصل من غير اذعان بموته الطبعي لان من لوازم القبلية ان لايوجد البعد حين حدوث القبل ولان الشك في قتل الشخص مع الايمان بموته الطبعي مما يستحيل ولاخفاء ايضاً في ان لقتله عليه السلام طرفين وجوده وعدمه فاذا كان مشكوكا يجب ان لايذعن باحد جانبيه مطلقاً والا ما يندرج في ذلك الجانب وظاهر ان الموت الطبعي يندرج في عدم القتل اندراج الاخص تحت الاعم لشموله الحيوة والموت الطبعي كليهما فتجريد الشك في قتله من الاذعان بموته الطبعي من اجلي البديهيات لان تساوى طرفي الشك مع رجحان احدهما غير ممكن وهذا مما يعلم كل من له ادنى فهم فلوكان مراد هذه الاية ما قاله فاي علم حصل بنزولها واي فائدة من فوائد الخبر ترتبت عليها فتدبر على ان حملك هذه الاية على ماحملت قول بان هذه الاية مبنية لبعض اجزاء الماهي للشك وهذا كانه ادعاء ان القرآن يبين المعاني المصطلحة للقوم كما ان الكافية والشافية والتهذيب وامثالها كذلك فهل يتفوه به عاقل واما على التوجيه الثاني فيرد عليه ماعدا الخامس من

الانظار المذكورة كلها ويرد عليه خاصة ايضاً ان سلب الاوصاف بتمامها عن فرد فرد من افراد شئ ثم اثبات صفة معينة لها كما يقتضي انحصار ذلك الشئ في تلك الصفة وهذا انحصار حقيقي كذلك سلب وصف معين عنها سواء كان مقدراً او ملفوظاً ثم اثبات منافي ذلك الوصف يقتضي انحصار الشئ في المنافي للوصف المسلوب وهذا انحصار اضافي وكلا هذين الحصرين نوعا حصر الموصوف في الصفة واما انحصار الصفة في الموصوف بالانحصار الحقيقي فبوجودها في الموصوف وانتفائها عن جميع ماعداه وبالانحصار الاضافي فبوجودها فيه وانتفائها عن بعض ماعداه فقط ومن المعلوم بالبداهة صدق المحصور فيه على المحصور الكلي كليا وفي الآية انحصار اضافي لانحصار اهل الكتاب في الايمان بالنسبة الى وصف الكفر دون سائر الاوصاف فلكون المراد من الآية سلب الكفر عن جميعهم واثبات نقيضه من الايمان لجميعهم كذلك وحصرهم في ذلك النقيض يجب صدق الايمان على الكتابي صدقاً كليا بان يقال كل كتابي يؤمن به فهذه قضية موجبة محصورة كلية فاذا حمل قوله عزوجل وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته على ما حمله في هذا التوجيه يكون معناه كل كتابي يؤمن بمشكوكية قتله عليه السلام قبل ان مات ومع قطع النظر عن لزوم حمل المضارع على الماضي والاغماض عن مفاد النون الثقيلة من معنى الاستقبال اما ان يخص هذا الحكم ببعض اهل الكتاب الموجودين في زمانه قبل رفعه وهذا مناف للقاعدة المارة آنفا واما ان يعم الموجودين منهم قبل رفعه وبعده الى يوم القيامة وهذا يؤدي الى تجويز وجود من لم يوجد حال عدم وجوده لامتناع تقرر الصفة بدون موصوفها وفيه تجويز لمعية النقيضين وكذا يرد عليه ان حمل موته الذي هو مصدر على الماضي من غير داع مخصص تكلف لا يرتضيه ارباب الفهوم ويرد على تصويبه كلا المعنيين ونسبة كلا منهما الى الكشف والالهام ان احد المعنيين باطل لا محالة اذ التوجيه الثاني قوي الاحتمال في الخصوص لاهونية خلاف القاعدة من اجتماع النقيضين والاول لاينمشي فيه سوى العموم

والعموم والخصوص مما يتقاتران فان سلم التوجيه الاول انتفى التوجيه الثاني وان الثاني ارتفع الاول فاحد الكشفين لوفرض بالهام من الرحمن يكون الآخر بالهام من الشيطان اذ لوكان كلاهما بالهام الله تعالى لما وقت التخالف بينهما فالحق ان كلا الكشفين من الكشوف الكاذبة الشيطانية لامن الكشوف الصادقة الرحمانية والاثم يرد على كل منهما نقوض شرعية قاطعة وايرادات عقلية ساطعة فالقى من شانه امثال هذه الدعاوى ومن خصائله انه اذا اخذ بالقرآن تمسك بالانجيل واذا الزم بالانجيل رجع الى القرآن واذا بهما تشبث بالعقل وان يكل منها تذيل بالكشف والالهام فان طولب بدليل يدل على صدق كشفه تبهت وتحير وتنكس او هو مثيل للمريض مرض الموت ليس بحي فيرجى ولاميت فيلقي او نظير للنعامة اذا استطير تعاعر واذا استحمل تطائر فاقول بفضل الله تعالى ان المعنى الصحيح للاية المذكورة الذي لا يرد عليه شئ من تلك الانظار هو انهم قالوا انا متيقنون بقتل المسيح بن مريم فردهم الله عزوجل بانهم ماقتلوه وماصلبوه فكيف يتصور تيقنهم بقتله لانه لا بد للعلم اليقيني من مطابقة لنفس الامر واذا لم توجد المطابقة لم يتحقق التيقن بقتله فحكمهم بهذا النحو من القطع وادعاء اليقين مع انتفاء العلم اليقيني به شبهة صرفة وجهل مركب يفسر باحكم الغير المطابق الثابت فى نفس الامر فهم فى شك منه اى فى حكم لم يطابق الواقع وليسوا على اليقين بل هم يتبعون الظن والجهل المركب لانهم ماقتلوه اى انتفى قتله انتفاء يقيناً بان يكون قوله يقينا قيداً للنفى لا للمنفى بل رفعه الله اليه بالرفع الذى ينفى القتل وهو الرفع الجسماني دون الرفع الروحاني لاينافي القتل بل يجامعه فى نفس الامر وفى اعتقاد المخاطب وكان الله عزيزاً لا يعجزه شئ عن رفعه مع جسده حكيما فى صنع رفع وليس احد من اهل الكتاب الاليؤمنن به اى بعيسى قبل موته اى قبل موت عيسى سواء كان ايمانه نافعه له كالايمان فى حالة غير الياس اولم يكن نافعا له كايمانه فى حالة الباس والايمان فى غير حالة الباس اعم من ان يكون قبل نزول عيسى او حين نزوله فهذا المعنى قد

روعيت فيه صيغة المضارع والنون الثقيلة التي تدل على استقبالية مدخولها بالاجماع من اهل اللغة ولم يرد عليه شئ من النقوض فالذي ذكرناه من المعنى هو المحكوم عليه بالصحة الصافي عن شوائب الايرادات كاف لدفع الاشكالات يؤمن به المنصف المناظر و ان اعرض عنه الجاهل المجادل المكابر.

واستدل ايضا بطريق الالزام على اهل السلام القائلين بحيوة المسيح عليه السلام بان كل من يؤمن بوجود السموات يؤمن بتحركها على الاستدارة فلو كان عليه السلام على السماء للزم بتحركها تحركه فلم تتعين له جهة الفوق بل على هذا قد يصير تحتا وقد يصير فوقا فلا يتعين له النزول ايضاً انما النزول لا يكون الامن الفوق وايضاً يلزم كونه في الاضطراب وعدم القرار دائما مادام هو في السماء وهذا نوع من العذاب.

وجوابه ان جهة الفوق تطلق حقيقة على منتهى الخط الطولاني من جانب رأس الانسان بالطبع من محدب فلك الافلاك وجهة التحت على منتهى ذلك الخط مما يلي رجليه من مركز العالم وهاتان الجهتان لاتتبدلان عوض ويطلق الفوق والتحت على الحدود التي بين المركز وبين المحدب ايضا لكن اطلاقا اضافيا لا حقيقيا وكل من هذه الحدود المتوسطة يمكن اتصافه بكلا الوصفين من الفوقية والتحتية مثلاً محدب فلك القمر متصف بالفوقية بالاضافة الى مقعره وما عداه من الحدود المتقاربة الى المركز و متصف بالتحية بالنسبة الى سائر الافلاك فهذا الحد المعين فوق وتحت لكن بوجهين والحاصل ان كل حدين فرضا بين المركز وبين محدب الفلك الاعلى فما كان منهما اقرب الى المركز وابعد من المحدب فهو تحت وما بالعكس فهو فوق بخلاف الحقيقيتين فان مايتصف منهما بالفوقية لايمكن ان يتصف بالتحتية وما يتصف بالتحتية لا يمكن اتصافه بالفوقية لان محدب الفلك الاعلى محدب دائما ومركز العالم مركز دائما لاتتغير ولاتبدل فيهما وعلى هذا يقال ان المسيح عليه السلام لما كان في السماء الثانية فلاريب في انه ابعد من المركز واقرب الى المحدب بالنسبة الى من هو على

وجه الارض فيكون فوق من هم على الارض وان سلمنا تحركه بتحرك السموت فلا يلزم عدم تعيين جهة الفوق له عليه السلام مل مادام هو في السماء متصف بالفوقية بالنسبة الى سكان الارض جميعاً فاذا اراد الله تعالى نزوله انتقل من مقره السماوي من محدب السماء الثانية بحيث يتزائد البعد فيما بينه وبين محدب فلك الافلاك اذ فانا من البعد الذي كان بينهما ويتناقص كذالك البعد فيما بينه وبين مركز العالم من البعد الذي كان حيث هو في مقره الى ان يصل الى سطح الارض وانت تعلم ان الحركة من المحدب الاعلى اوممايقربه الى جانب مركز العوالم هو النزول كما ان الحركة من جانب ذلك المركز الى جانب ذلك المحدب هو العروج فلم يلزم من تحركه بتحرك السموت على الاستدارة عدم تعين النزول له وايضاً لا يلزم من تحركه متحرك السموت كونه مضطرباً وفي نوع من العذاب الاترى الى الذي ذهب اليه اهل الهيئة اليوم من الافرنج ان الشمس في وسط الكواكب التي تدور حولها وقالوا انها ليس لها حركة حول الارض بل للارض حركة حولها وان الارض احدى السيارات عندهم وهي عطارد والزهرة والارض والمريخ وسنة وقال بعضهم ان الارض هي التي تتحرك هذه الحركة السريعة اليومية من المغرب الى المشرق وبسببها ترى الكواكب طالعة وغاربة لانها اذا تحركت كذلك وكانت الكواكب ساكنة اومتحركة الى تلك الجهة ايضاً لكن بحركة ابطاء من حركتها ظهر لنا في كل ساعة من الكواكب ماكانت محتجبة بحدبة الارض في جانب المشرق واحتجبت عنا بحدبتها في جانب المغرب ماكانت ظاهرة لنا فيتخيل ان الارض ساكنة وان الكواكب هي متحركة بتلك الحركة السريعة الى خلاف الجهة التي تتحرك الارض اليها كما يتخيل ان السفينة الجارية في الماء ساكنة مع كون الماء متحركاً الى خلاف جهة السفينة وهذا القول وان كان مردوداً بان الارض ذات مبدء ميل مستقيم طبعا كما يظهر من اجزائها المنفصلة فيمتنع ان تتحرك على الاستدارة وبانها لوكانت كذلك لما وصلت الطيور الى ماتوجهت اليه من جهة المشرق عند طيرانها من المغرب الى المشرق وان

كانت المسافة التي بين مبدء سير الطيور وبين منتهها مسافة قليلة لابعد مضى اكثر من يوم وليلة وبانه على هذا كان يجب ان يتخيل جميع ما في الجو من الطيور متحركاً الى جانب المغرب سواء كان ذلك الطائر متحركاً بحركة نفسه الارادية الى المشرق اوالمغرب وذلك لبطوء سير الطيور وسرعة حركة الارض وبوجوه اخرى تركنا ذكرها وبقوله تعالى شانه والقى فى الارض رواسي ان تميد بكم وبقوله الكريم ام من جعل الارض قراراً وجعل خلالها انهاراً وجعل لها رواسي الاية فمع بطلان هذا القول نقول انهم مع كونهم عقلا لم يجزموا ببطلان مذهبه هذا بظهور استلزامه عذاب من هو على الارض ولم يورد عليهم احد ممن يخالفهم من المسلمين وسائر اهل المعقول هذا الايراد نعم اوهلم العامة الجهلة الذين لاحظ لهم من العلوم العقلية تتزلزل بامثال هذا وكل هذا على تقدير تسليم حركة فلك الافلاك على الاستدارة ثم بتسليم حركة سائر الافلاك بتحريكه اياها ولنا ان نمنع حركة فلك الافلاك المعبر بالعرش في لسان الشرع على الاستدارة لانه لم يوجد في الشرع دليل قطعي يوجب الظن بذلك فضلاً عن ان يوجب العلم القطعي كيف ولم يثبت ذلك فى خبر قوى بل ولاضعيف ان العرش يتحرك على الاستدارة ويحرك ماتحته من الافلاك بل قد ثبت في اخبار صحيحة ان له قوائم وهذا بظاهره يابى ان يكون الفلك الذي يصفونه على مايصفونه ولا يابي ماصح من انه مقبب كالخيمة وقدورد انه يحمل اليوم العرش اربعة من الملئكة وثمانية منهم يوم القيامة قال عزوجل ويحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية اى يوم القيامة على هذا كيف يستقيم كون الفلك متحركا بالحركة المستديرة وما ورد فى القرآن انما هو سير الكواكب كما قال تعالى لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار وكل في فلك يسبحون وقال كل يجرى الى اجل مسمى وقال ما اعظم شانه فلا اقسم بالخنس الجوار الكنس وفسر بالنجوم الخمسة زحل والمشترى والمريخ والزهرة وعطارد ولئن سلم كون ذلك الفلك متحركا فلا نسلم انه يلزم بتحركه تحرك سائر الافلاك لان الشرع لم يرد باتصال الافلاك فيما

بينهما بل ورد على انفصالها كما يظهر لمن تتبع الاحاديث ولم يثبت كونها كروية بل ورد ان الأرض بالنسبة الى السماء الدنيا كحلقة فى فلاة وهكذا سماء الدنيا بالنسبة الى السماء الثانية والثانية بالنسبة الى الثالثة وهكذا والكل من الكرسي وماتحته بالنسبة الى العرش كحلقة فى فلاة وظاهر انها لوكانت كروية لما صح هذا التمثيل وإذا لم يثبت كروية الافلاك لم يثبت حركتها على الاستدارة وإذالم يثبت الاتصال فيما بين الافلاك فمع تسليم تحرك فلك الافلاك لايلزم تحرك ماتحته من الافلاك بل عرفت ان نفس حركة الفلك الاعلى ايضاً لم تثبت فلم يرد مازعمه المستدل بطريق الالزام تقليداً للاوهام العامة وحاصل كلامنا هذا كله ورد منوع متعاقبة مترتبة على استدلاله بانا لانسلم كون الفلك الاعلى متحركاً ولئن سلم فلانسلم انه متحرك على الاستدارة ولئن سلمناه فلانسلم ان بتحركه يلزم تحرك باقي الافلاك لتوقفه على اتصالها والاتصال فلا يلزم تحركها حتى يتحقق مزعومه ولئن سلم كل ذلك فلزوم المحذورات الثلث من عدم تعين جهة الفوق له وعدم تعين النزول له وكونه في العذاب الدائمي ممنوع مطلوب دليله وانى له ذلك وقد عرفته مفصلاً وتأمل فيه بالنظر الصائب يظهرلك مبلغ انكشافه فى علم الهيئة ودركه فى القواعد الهندسية ليتكشف لك حقيقة دعواه من المجددية والمحدثية وتقوله المفترى فى اعلاء المسيحية واعترض على العلماء الاسلامية على قولهم بان الفلسفة القديمة تشهد بان الجسم العنصري للانسان لا يمكن ان يبلغ الى الطبقة الزمهريرة وبان اهل فلسفة اليوم قد حققوا بتوسط الصعود على بعض الجبال ان اهوية رؤس تلك الجبال مضرة منافية لصحة البدن بحيث لايمكن ان يبقى حياً حين وصوله فى تلك الاهوية فاتفاق سوابق الفلاسفة ولواحقهم على ذلك يحيل ارتفاع المسيح عليه السلام الى السماء اذلا بد لارتفاعه اليها من الوصول الى الطبقة الزمهريرة ونفوذه فيها فى اثناء الصعود الى السماء والوصول الى تلك الطبقة لما كان غير ممكن امتنع صعوده الى السماء لاستلزام عدم امكان الصعد لعدم امكان المعدله ولايخفى عليك ان كل ذلك سفسطة

وترئين للباطل وتمويه للفاسد العاطل لا يستتر وهنه على اللبيب العاقل
فان ماترتب عليه امتناع صعوده عليه السلام من عدم امكان وصول البدن
الانساني الى الطبقة الزمهريرة معقلا بمنا فاتها لحيوة الانسان غير مسلم
لان عدم امكانه اليها يتوقف على عدة امور منها استواء جميع اجزاء الطبقة
في هذه الكيفية المضرة وهذا ممنوع لابد له من دليل بل باعتبار اختلاف
نسبة اوضاع الشمس الى العوالم العنصرية يشهد الوجدان بخلافه ومنها
كونها ثابتة لتلك الطبقة في مرتبة ذاتها ثبوت الذاتيات للذات بحيث
يستحيل انسلاخ تلك الكيفية عن هذه الطبقة في مرتبة ذاتها وهو ايضاً
ممنوع فان نسبة الكيفية الى الطبقة لوكانت بهذه المثابة لكانت ذاتية لها
وقد ثبت في مقرها ان لا تشكيك في الماهية ولا في ذاتياتها والتشكيك في
المتكيفات انما يكون بالشدة والضعف ومن المعلوم بالبداهة العقلية ان تلك
الكيفية تشتد وتضعف حسب مسامتة الشمس كما في النهار وعدم مسامتتها
كما في الليل ولاختلاف اجزاء الطبقة فيها صيفا وشتاء وشمالا وجنوباً
فاختلافها كذلك ادل دليل ينفي كونها ذاتية لها واما كونها لازمة لتلك
الطبقة فذلك اما باعتبار ذاتها واصلها وهي نفس البرودة وظاهر انها
لاتنافي لحيوة الانسان واما باعتبار مرتبة معينة من مراتبها المنافية لها فهي
غير متعينة بعد وبعد تسليم تعينها فلزومه غير مسلم فاين اللزوم ولئن سلم
اللزوم فذلك اللزوم عادي لا عقلي يمتنع انفكاكه عن ملزومه كما يمتنع
انفكاك الزوجية عن الاثنين واللازم العادي يجوز انفكاكه عن ملزومه
كلزوم السكر للخمر فانه لازم عادي للخمر ولذا ينفك عن الخمر بالملح
وبالخل والحرارة للنار كذلك لازم عادي ولذا خاطبها الله تعالى في حق
ابراهيم عليه السلام بقوله عزوجل قلنا يانار كوني برداً وسلاماً على
ابراهيم فانقادت وتبردت كما اخبر به عزوجل فما كان جواب قومه الا ان
قالوا اقتلوه او حرقوه فانجاه الله من النار كيف ولو كانت الحرارة لازمة لها
باللزوم الذاتي لانتفت النار بزوال الحرارة وذكر المؤرخون ان النار
تبردت على ابي مسلم الخولاني حين امر الاسود العنسي بنار عظيمة حتى

اشتعلت وتوقدت قامر بالقاء ابى مسلم فيها فالقى فلم تضره النار فاذا كان حال الحرارة بالنسبة الى النار كذالك مع ان حرارتها بذاتها فمابال البرودة بالنسبة الى الطبقة الزمهريرة من الهواء مع كون برودتها بالتبع وبالعرض لان عنصر الهواء بحسب ذاتها حار رطب كما هو محرر في كتب الطب ولما لم تكن الكيفية ذاتية لها ولا لازماً عقلياً يمتنع انفكاكها عنها مجاز انفكاكها عنها حين صعود المسيح عليه السلام الى السماء لامكان وجود مايقتضى كسر سورة البرودة عن مسيره من تلك الطبقة من مجاورة الادخنة الغليظة المشتعلة التي ترى منها صور مختلفة كالنيازك والرماح والحيوانات ذى القرون وغيرها سواء كانت الادخنة المشتعلة ممتدة متصلة بالارض التى تسمى بالحريق اوغير متصلة بها فلم يمتنع صعوده عليه السلام الى السماء من اجل البرودة المفرطة التي في تلك الطبقة الكائنة في مسافة ذهابه اليها ومنع حرارة كرة النار لمسيره اليها كذلك لما عرفت من ان الحرارة للنار لازم عادي يجوز انفكاكها عنها ولوايضا ومن الامور المتعددة التي قلنا بتوقف عدم امكان وصول البدن الانسانى الى الطبقة الزمهريرية عليها استقرار البدن واقامته فيها مدة يتاثر فيها ببرودتها ومن الضروريات ان استقرار البدن فيها غير لازم للذهاب الى السماء المتضمن للوصول اليها لان الذهاب الى السماء انما يكون اما بالانتقال الدفعي او التدريجي وكل منهما لا يستلزم الاستقرار في مسافة الانتقال حتى يتاثر البدن في مسيره بكيفية متضادة لصحته وظاهر ان احد المتضادين بالذات مع كونه اشد انفعالا واسرع تاثراً من الضد الاخر يشترط لتاثره منه الاجتماع بينهما مدة يتحقق فيها تاثير احدهما في الآخر وتاثر الآخر به فالامران اللذان ليس بينهما التضاد بالذات بل بالتبع اولى بان يشترط لتاثر احدهما بالآخر الاجتماع فيما بينهما في زمان معتدبه وعلى هذا يقال ان مزاج بدن المسيح عليه السلام وان كان يمنافيه هواء الطبقة الزمهريرية لكن لما يلزم لذهابه وصعوده الى السماء الاستقرار في تلك الطبقة سواء كان في الواقع انتقاله وذهابه بطريق الدفع اوبطريق الحركة يلزم تضرره المشروط بالاستقرار

لعدم لزوم شرطه فلم يمتنع صعوده الى السماء ولم يلزم عدم امكان العقد حتى يتفرع عليه عدم امكان المعدله كما زعمه الاثرى انك اذا نفذت يدك في الشعلة واسرعت في تنفيذ واخراجها منها لا تتاثر يدك بحرارتها وكذا ان اوقدت نارا عظيمة بحيث يشتدو يرتفع شعلتها ورميت السهم من القوس الى هدف تحول تلك النار بينك وبين الهدف فهو حين نفوذه في الشعلة مع كونه من الخشب لايتاثر من حرارتها وذلك لسرعة خروج اليد والسهم ودهابهما منها وعدم الاستقرار وهذا على تقدير منع محض الاستقرار مع تسليم الامرين الاوليين من كون كيفية البرودة ذاتية اولازماً عقليا ومن كون جميع اجزاء الطبقة متساوي الكيفية البردية فكيف اذا انتفى كل من هذه الامور الموقوف عليها اعتراضه واستلزم انتفاء الموقوف عليه لانتفاء الموقوف من المعلومات بالضرورة

واستدل ايضاً بقوله تعالى فيها تحيون وفيها تموتون ومنها تخرجون وتهذيبه ان في الاية تقديم الجار والمجرور المتعلق بالفعل اعني تحيون وذلك لافادة الحصر فيؤل معناه الى انه لاحيوة لاحد من بني أدم الافي الارض فلوكان المسيح عيه السلام حياً في السماء للزم بطلان هذا الحصر المستفاد من قول الله عزوجل فالادعاء بقوله تعالى وفيها تحيون لايجتمع مع القول بكونه حياً في السماء فلا بد من القول بكونه ميتاً كسائر الانبياء عليهم السلام وكونه مرفوعاً بالرفع الروحاني دون الجسدي اقول بتوفيق الله عزوجل حصر التقديم في افادة الانحصار مخدوش بل التقديم قد يكون لاغراض أخر كرعاية القوافي والفواصل واهتمام البيان وامثالهما فيحتمل التقديم في الاية لتوافق الفواصل فلم تتعين افادة الحصر ولئن سلمنا ذلك فباعتبار الاكثر لاباعتبار الكل ولو باعتبار الكل ايضاً فبخصوص الحيوة في عالم الناسوت الذي هو محل الكون والفساد دون الحيوة المطلقة التي من جملتها الحيوة السماوية اذلو تعلق الانحصار بالحيوة مطلقا انتقض بحيوة أصحاب الجنة في الجنة وبحيوة أهل النار في النار ولابد لاعتبار الحيوة الناسوتية ايضاً من التقييد بغالب الاحوال

والانتقض بمن سار فی الهواء بواسطة الطیران علیٰ طریق خرق العادة کما وقع لبعض الکبراء او بواسطة الرکوب علی البلون الدخانی الهوائی کما شاهده کثیر من ابناء الزمان فلا منافاة حینئذ بین التصدیق بقوله تعالی المذکور وبین التصدیق بکون المسیح بن مریم حیاً فی السماء کما لایخفی علیٰ من له ادنیٰ تأمل

ومن استدلالاته المزخرفة الواهیة ان لوکان عیسیٰ حیاً فی السماء ونازلا قبیل قیام الساعة فلا یخلوا ما ان یکون حین نزوله معزولا عن وصف الرسالة وفی مثل هذا النزول تنزیل لشانه وتحقیر لمکانه ولا یلیق ذلک بشان الرسل اوینزل وهو رسول متصف بوصف الرسالة کما کان قبل رفعه الی السماء وهذا یخالف قول الله عزوجل فی حق نبینا المطهر المکرم ﷺ وشرف وعظم ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین الایة وخاتمهم من لا یکون بعده نبی کما قال علیه الصلوٰة والسلام لا نبی بعدی فاذا لم یکن بعده نبی فکیف ینزل عیسیٰ وهو رسول نبی وجوابه بالنقض بان ماعدا النبی ﷺ من الانبیاء کلهم حال کونهم فی البرزخ بعد بعث نبینا ﷺ اوحال مایکونون فی عالم المعاد هل هم معزولون عن وصف الرسالة اوالنبوة وفی هذا تحقیر لهم ولا یناسب ذلک لعلو حالهم وقد تقرر فی کتب العقائد ان الانبیاء بعد انتقالهم من دار الدنیا لا یعزلون عن مناصب النبوة بل صرح فی بعضها بتکفیر من قال هذه الجملة اوهل هم متصفون بوصف النبوة وهذا یخالف قول الله ولکن رسول الله وخاتم النبیین لان خاتمیته تقتضی ان لایکون بعده نبی فکیف یصح ان یکونوا موصوفین بالنبوة بعد کون نبینا ﷺ مبعوثاً وکیف لایعزلون عن منصب النبوة فی المعاد فما هو جوابک عن هذا النقض الوارد فهو جوابنا عن اعتراضک المزخرف والحل ان المسیح علیه السلام حین تمکنه فی السماء وحین نزوله وکذا هو وسائر الانبیاء فی البرزخ وفی المعاد متصفون بوصف النبوة والرسالة غیر معزولین عن مناصبهم وقول الناقص ان هذا یخالف قول الله عزوجل ماکان محمد الایة غیر متوجه اذا

النبي ﷺ آخر الانبياء بعثاً بمعنى انه اوتي النبوة بعد ما اوتيها سائر النبيين عليهم من الصلوة اتمها ومن التسليمات اكملها وليس بآخرهم بقاء بمعنى ان كلهم مما عداه ﷺ وعليهم بعد ارساله صاروا معزولين عن مناصب نبواتهم ورسالاتهم ولا منافاة بين كونه ﷺ خاتم النبيين وآخرهم ومين بقاء نبوّاتهم ورسالاتهم لان المعية بين الشيئين بقاء لاينافي بعدية احدهما واولية الآخر حدوثاً كماترى في البناء والبناء وفي الابن والاب فان حدوث البناء بعد حدوث البناء وحدوث الابن بعد حدوث الاب مع تحقق المعية بينهما بقاء وامثلته كثيرة لاتحصي

ثم اكذلك المعترض هذا الاعتراض المزخرف في موضع آخر من كتابه بان المسيح لوكان حياً في السماء منتظراً نزوله الى الارض فاذا نزل والحال انه لايعرف العربية فيحتاج الى علم القرآن ولا يتيسرله ذلك لعدم معرفته العربية ويتعسرله التعلم في تلك الحالة لشيخوخته فيحتاج الى ان ينزل عليه كتاب جديد بلسانه فيقرء الناس كتابه ويقرء في صلوته من ذلك الكتاب ويعلم الناس الكلمة بلسانه وفي هذا استيصال لدين الاسلام اقول متمسكا بلاحول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ومستعيذا بالله من الشيطن الضال المضل الرجيم ان كل ذلك سفسطة من سفسطاته ولاادري انه كيف حصل له العلم اليقيني بان المسيح لم يكن يعرف العربية مع كون العبرية كثير التوافق كالفنجابية والاردوية فهل يتعسر لمن يعرف احدي اللغتين معرفة اللغة الاخرى منهما واما شاهد الذين يعرفون السنة مختلفة يقدرون على اداء مضامينهم بلغات متنوعة اليس في نفسه آية انه مع كونه من خمسة ماء يعرف لغتها ويعرف اللغة الفارسية فاي شئ اعجز المسيح من تعلمه العربية اما بتعليم الله تعالى اوبتعليم معلم من البشر لسبق التقدير الازلي على كونه مجددا لهذا الدين وثم يعجز الكاذب عن معرفة اكثر من لغة واحدة فباى شئ يتيسر ذلك لغير النبي ولم يتيسر للنبي الذي تكلم حال كونه صبيا وقال اني عبدالله اتاني الكتاب وجعلني نبياً مباركاً ولو سلم عدم علمه العربية قبل رفعه الى السماء فمن اين جزم بانه لم يتعلم في الملكوت

ولئن سلم عدم تعلمه هناك فمن ابنائه انه لايمكن له اولاً يتيسر له العلم بها حين نزولها فمن علم الاسماء كلها لآدم وعلم نبينا المكرم علم مالم يعلم بعلم المسيح بن مريم وليس ذلك على الله بعزيز اماقرع صماخ اذنه ان صاحب القوة القدسية تصير النظريات كلها بديهية عنده وهذا مجمع عليه عند اهل المعقول فكيف يستبعد ذلك ولم يستبعد هذا ولئن سلمنا استبعاده اواستحالته فلانسلم ان تبليغ احكام الشريعة وتفهيم معاني القرآن وتاديته مفاهيم كلمات التوحيد بلغة غير العرب تبديل للاسلام ونسخ للاحكام واستيصال للدين المتين لانه لوكان كذلك لزم كون المسلمين كلهم من غير العرب مبدلا للاسلام ولزم كون الكاتب لما انه يؤدي العقائد ومعاني القرآن وكلمات التوحيد حسب مايرتضيه بالهندية مبدلا للاسلام ومعرضا عنه وتوجب ان من ايقن بان الله عزوجل متصف بصفاته الكمالية التي دلت عليها النصوص وواحد لا يماثله شئ ولا يشبهه احد لا في ذاته ولا في صفاته وان اكرم الموجودات واشرف المخلوقات سيدنا محمدا النبي ﷺ العربي الهاشمي صادق في دعواه النبوة حق ماجاء به من عندالله تعالى وتلفظ بهذه المعتقدات الحقة الثابتة بلغة يعرفها من غير العربية ودام على هذا التيقن ولاقرار ومات على ذلك لايكون مؤمناً فهل هذا الانفي لعموم دعوة القرآن واثبات لخصوص رسالة رسول الانس والجان وقد قال تعالى وتبارك تبارك الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعلمين نذيراً وقال عزوجل وما ارسلناك الارحمة للعالمين وقال وعزمن قائل وما ارسلناك الا كافة للناس وامره الله تعالى بقوله ياايها الناس اني رسول الله اليكم جميعاً افلم يعلم انه كما ان انكار اصل نبوة نبينا محمد ﷺ كفر كذلك انكار عموم نبوته ﷺ كفر لكون كل منهما متساوى الاقدام في رد النصوص القطعية

وايضاً استدل على عدم كونه في السماء بقوله تعالى واوصاني بالصلوة والزكوة مادمت حياً وبراً بوالدتي وتحريره بانه لوكان حياً للزم كونه مامورا في السماء باداء الزكوة وبالاحسان الى والدته وظاهر ان امتثاله بهذين الامرين وهو في السماء غير متصور والجواب ان المراد بالزكوة ههنا

معناها الحقيقي وهي الطهارة دون معناها المنقول الفقهي المعرف في كتب الفقه كما اريد بقوله تعالى ومن تزكى فانما يتزكى لنفسه وبقوله تعالى فاردنا ان يبدلهما ربهما خيراً منه زكوة واقرب رحمةً وبقوله تعالى عبس وتولى ان جاءه الاعمى وما يدريك لعله يزكى اويذكر فتنفعه الذكرى اما من استغنى فانت له تصدى وما عليك الا يزكى وبقوله عزوجل قد افلح من زكها وبقوله تبارك وسيجنبها الاتقى الذى يؤتى ماله يتزكى وبغير ذلك من الايات وعلى هذا فعدم تصور امتثاله بهذا الامر خفى غاية الخفاء وتصوره ظاهر كمال الظهور وان خفى على من عمى عمى المبتدع الفجور واما لزومه ايتمار المسيح عليه السلام ببرواالدته حال كونه في السماء بهذه الاية فغير ظاهر لان قوله تعالى براً بوالدتي ليس معطوفاً على مدخول الجار المتعلق بقوله اوصانى حتى يلزم ذلك اذلو كان كذلك لكان مجروراً مثل معطوفه ولم يكن منصوباً ولقرء قوله براً بكسر الباء لا بفتحها لئلا يلزم كون من يقوم به البر مأموراً به كما ان الصلوة والزكوة مامور بهما مع كونه بديهى البطلان لضرورة ان ما يؤمربه اوينهى عنه انما هوالافعال دون الذوات فاجماع القراء على فتحها يابى كل الاباء عن كونه معطوفا على ذلك المدخول والا لا حتيج لتصحيح الكلام والاحتراز عن المحذور المذكور الى تكلف حمل الصفة المشبهة على المصدر مع ان الضرورة غير داعية الى هذا التكلف لامكان تصحيح ذلك الكلام من غير تكلف بعطف براً على قوله نبياً فيكونان مفعولين بقوله تعالى وجعلنى من قبيل عطف المفرد على المفرد وبعطف جعلنى المقدر قبل قوله براً على قوله وجعلنى الملفوظ صريحاً فيكون من قبيل عطف الجملة على الجملة وتمام الاية قال انى عبدالله أتانى الكتاب وجعلنى نبياً مباركاً اين ماكنت اواوصانى بالصلوة والزكوة مادمت حياً وبراً بوالدتى وعلى هذا التوجيه الصحيح الخالى عن المحذور والتكلف لم يلزم توجه هذا الامر اليه عليه السلام وجوب امتثاله به حال كونه في السماء ايضاً على انا وان سلمنا التوجيه الذى ذكره ذلك وقطع النظر عن لزوم المحذور والتكلف فلانسلم ان ايتماره بهذا الامر في تلك

الحال غير متصور اذ البر كما هو متصور في زمان حياة البار والمبرور اليه كليهما كذلك يتصور في زمان ممات المبرور اليه بالاستغفار له والعداء ثواب الطاعات اليه فجزم المستدل بعدم امكان بر المسيح عليه السلام بوالدته في تلك الحالة جزم في غير محله وجملة المرام وخلاصة الكلام ان المسيح رسول الله حي الى الآن ومرفوع الى السماء بجسده وهذه المسئلة ثابتة بالدلائل من الآيات القرآنية والاحاديث النبوية واجماع الامة المحمدية على صاحبها الوف صلوة وتسليمات والآيات الدالة عليها قول الله تبارك وتعالى ما المسيح بن مريم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وقوله جل وعلا واذ قال الله يا عيسى اني متوفيك ورافعك الى قوله تعالى وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وقوله الكريم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته وتقرير دلالة هذه الايات على حيوة مر بالكمل وجهه واحسن تفصيل ومنها قول الله عز برهانه لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح بن مريم قل فمن يملك من الله شيئا ان اراد ان يهلك المسيح بن مريم وامه ومن في الارض جميعاً وتقرير الدلالة ان كلمة ان الداخلة على كلمة اراد من ادوات الشرط التي وضعت لوقوع الجزء بوقوع الشرط في المستقبل والشرط ههنا ارادة اهلاك المسيح والجزاء انتفاء قدرة الدفع لغير الله المدلول عليه التزاماً بقوله تعالى فمن يملك من الله شيئا فان الاستفهام قائم مقام النفي ونفي الملك من الله شيئا على تقدير ارادة الله تعالى اهلاكه يوجب ويستلزم انتفاء القدرة لاحد غير الله عن دفع اهلاكه على ذلك التقدير فيجب كون كليهما اي الاهلاك وانتفاء القدرة متوقعي الوجود في المستقبل والالزم خلاف وضع كلمة ان وتوقع وجودهما في الآتي لايمكن الا اذا كان المسيح عليه السلام حياً حين نزول هذه الآية لانه لولم يكن حياً في ذلك الحين وكان وقوع موته في الزمان الماضي بالنسبة الى ذلك الحين لادت الآية معنى توقع ارادة اهلاك الهالك وازالة الزائل وامتناعه غير خفي كامتناع ايجاد الموجود وتحصيل الحاصل وحمل الكلام لضرورة تصحيح المعنى على حكاية حال حيوته في الدنيا مع كونه حقيقة في الاستقبال او استعمال

كلمة ان فى معنى لو الدالة على انتفاء الجزاء بانتفاء الشرط في الماضي رجوع الى المجاز من غير قرينة وقوله عزوجل وامه ومن في الارض ليس نصاً في المعطوفية على قوله المسيح بن مريم ليصلح قرينة على ذلك الحمل اوالاستعمال لانه يحتمل ان يكون مفعولاً لفعل مقدر وهو لفظ يساوي ويكون جملة حالية فيؤل حاصل معنى الاية الى ان الله قادر على ان يهلك المسيح بن مريم والحال انه يساوي امه ومن في الارض في عدم الالوهية فكما ان الله قادر على مريم ومن عداهم فكذلك هو قادر على المسيح لاستواء كلهم في نفي الالوهية بل ان حكم بتعين هذا الاحتمال بالارادة لكان اجدر و احرى لان المقصود بهذه الاية رد قولهم ان الله هو المسيح بن مريم وذا لايكون الا بايقاع المساوات بين المسيح وبين امه ومن الارض فى انتفاء وصف الالوهية وثبوت وصف العبودية ومع هذا كيف يصح كونه عطفاً وقرينة لصرف الكلام عن حقيقته على ان في اختيار استعمال كلمة ان بمعنى لو مع قطع النظر عن لزوم المحذور ثبوت المدعى من حيات عيسى عليه السلام اظهر واجلى لانه على هذا يؤل الى ان الله تعالى لم يرد اهلاكه عليه السلام في الزمن الماضي وهذا هو المطلوب الذي نحن بصدده فيقال ان حملت كلمة ان على معناها الحقيقي الوضعي فالدليل ثابت ومدلولنا متحقق وان على معنى لوالذي هو معناها المجازي فالمدعي على هذا التقدير ايضاً ثابت وعلى كل تقدير فالاية دليل لنا وشاهد على حيوة عيسى عليه السلام كما لايخفى على من له ادنى دراية واما الاجماع على حياته الى الان فلعدم وجود النقل في كتاب من كتب الشريعة على خلافها من لدن زمان الصحابة الى يومنا هذا اذلو لم يكن الاجماع منعقداً على حيوة وكان القول بمماته مذهباً لاحد من المسلمين لنقله الناقلون ولم يطبقوا على عدم نقله وتفسير حبر الامة ابن عباسؓ قوله عزوجل اني متوفيك بقوله اني مميتك ليس نصاً في مضى اماتته لان اسم الفاعل لكونه اسماً لا اختصاص له بزمان دون زمان كما يدل عليه ماحدوا الاسم به وما رواه النسائي وابن ابي حاتم عن ابن عباسؓ لما اراد الله ان يرفع عيسى خرج على اصحابه وفي

البيت اثنا عشر رجلاً فقال ان منكم من يكفر بي من بعد ان آمن ثم قال ايكم يلقى شبهي فيقتل مكاني فيكون له الجنة فقال شاب احدهم سنا فقال انا فقال اجلس ثم اعاد فعاد فقال اجلس ثم اعاد فعاد الثالثة قال فصلبي بعد ان رفع عيسى الى السماء وجاء الطلب من اليهود فاخذوا الشاب ١هـ كذا لى وماتقى عن وهب فغير مستند ولئن سلمنا استناده فلا يضر اجماع المسلمين لاحتمال انه نقل ذلك من اهل الكتاب ويؤيد هذا الاحتمال نسبة محمد بن اسحاق وصاحب الوجيز والبيضاوي القول بوقوع موته الى النصارى وانه قال في الوجيز حيوة المسيح مما اجمع عليه المسلمون واخبر الحافظ ابن القيم والفاضل الكهنوي نقلا عنه بتحقق اجماع المسلمين كلهم على حيوته عليه السلام فلم يبق للمنقول عن وهب محمل سوى ذلك الاحتمال ولئن تاملت في رسائل الكاذب القادياني ماوجدت دليلاً لا شرعياً ولا عقلياً يمده على ماادعاه ووجدت اقوى دلائله مالا يعده اولوالعقول دلائل بل استبعادات عامية واستبحالات بعدم مؤانسة كما هو داب ارباب الجهالات من عدالاستبعاد استدلالاً كاستدلال بعض كفرة ايام الجاهلية باستبعاد احياء العظام وهي رميم وقد اخبر عنه الله الحميد في كتابه المجيد حيث قال عزوجل اولم ير الانسان انا خلقناه من نطفة فاذا هو خصيم مبين وضرب لنا مثلاً ونسي خلقه قال من يحي العظام وهي رميم وكاستدلال بعضهم كما حكى الله تعالى اجعل الالهة الها واحداً ان هذا لشئ عجاب وكثير من هذه الامثال مذكور في كتابه المستطاب وقد حصل الفراغ من تحرير هذه الرسالة النافعة سنة الف وثلثمائة واحدى عشر ١٣١١هـ من الهجرة النبوية على صاحبها الوف الوف صلوة وتحية وارجو من المطالعين لها ان لا ينسوني من ادعيتهم في خلص اوقاتهم بالعافية والانسلاك بمسلك اهل السنة والاختتام بحسن الخاتمة وليكن اختتام الرسالة بهذا الكلام وعلى الله التوكل وبه الاعتصام وآخر دعونا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله على خليفته وخير خليقته محمد واله وصحبه وعشيرته ومن تبعهم الى يوم الدين اجمعين۔

آفتاب صداقت
حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی امرتسری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(نوٹ: "الہام الصحیح فی حیات المسیح" کے اردو ترجمہ کا نام "آفتاب صداقت" ہے جو یہ ہے)

سب تعریفیں ثابت ہیں خاص پروردگار کو کہ جس نے راستہ دکھایا اس کو کہ جس نے
اس کی راہنمائی کی جانب میلان کیا اور وہ رہنمائی کی اس نے حقائق کی سمجھنے کی طرف اس شخص کو جو
حق کی تحقیق میں مضبوط اور قوی ہوا اور دقائق قرآنیہ میں کامل الوصول اور اس کی رضامندی میں
جان نثار کرنے والے کا مرتبہ بلند کیا۔ جس نے اس کی آیات میں خوض کیا باعناد ان کے خوض کی
جنہوں نے خدا کی طرف رجوع نہیں کیا پس وہ شخص ان لوگوں میں سے ہے کہ جنہوں نے خدا کی
جانب رجوع کیا ہے سرکشی اور تکبر ہے خدا کی راہ سے مانع ہے بحیرت گمراہی کی میدانوں میں
وحشی گدھے کی طرح دوڑ پڑا ہوا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی پاک بارگاہ سے مردود ہوا۔ جس شخص نے
اپنے آپ کو خدا کے نیک بندوں کے جم غفیر سے الگ کیا اور وہ روسیاہی کا مستحق ہے سرداری کے
قابل نہیں۔ جو شخص گناہوں پر خوگر رہا اگر کسی قوم سے ہو جیسا کہ خوگر ہوئی تھی قوم عاد۔ پس بلاشبہ
برے انجام کی طرف لوٹا۔ اکمل اتم درود وسلام ہو جو خداوند تعالیٰ کے برگزیدہ پیارے پر جن کا اسم
شریف محمدؐ ہے جو سردار ہیں انبیاء اولیاء کے اقطاب۔ اوتاد میں سے وہ نبی کہ جن کی سلطنت کے
پردوں کے نیچے شہنشاہ عاجزی کرتے ہیں۔ ہر ایک نے ان میں سے ان کی جناب میں نرمی کی
جس نے ان سے منہ پھیرا اور متکبرانہ ناز کیا۔ جو ان کی نصائح کے سننے غصہ سے پھولا دیا تو شک اس
کو اللہ نے ہلاک کر ڈالا پس ہلاک ہوا۔ قریب ہے کہ جہنم میں قیامت کے دن گریگا۔ درود وسلام
ہو آپ کی قوم اور یاروں پر جو علم دین کے اسرار کے خزانچی ہیں۔ انہی کی تابعداری سے سرداروں
نے سرداری پائی۔ ان کے خلاف کرنے سے جو نجیر وراہ مستقیم سے پھرا نبی کے خلاف سے ہے۔
ہاں جیسی سبب انکار میں گرفتار رہا کرم خوردہ طعام کی طرح اس کا دل فاسد ہوا۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے
فرماتے ہیں جو امیدوار ہیں قبولیت کی بلندی پر چڑھنے کے جن کا نام نامی محمد غلام رسول ہے۔
مذہبا حنفی طریقہ نقشبندی، مجددی، نوری عرفاً اور نسبتاً قاسمی ہیں۔

بچاوے ان کو پاک پروردگار رہبر لئیم کند فہم کج عقل اور بہکے ہوئے کے شر سے کہ جب
کہ گمراہی حق سے تجاوز کر گئی بلکہ اس زمانہ میں بسبب اس کے جو قادیان سے ظاہر ہوا ہے۔

زیادہ ہوا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ جس مسیح علیہ السلام کی آمد کا آخری زمانہ میں وعدہ دیا گیا ہے وہ میں
ہوں۔ دعویٰ کیا اس نے کہ مسیح علیہ السلام مر چکے ہیں۔ نہ وہ بجسدہٖ آسمان پر چڑھائے گئے ہیں۔
اس لیے وہ زمین پر بھی نہیں اتریں گے۔ اس نے برے عقائد ظاہر کیے۔ یقیناً ہے اس کا ان لوگوں
کے جو اس کے مطابق ہیں۔ مانند مطابقت نعل کے نعل کے ساتھ مقصود۔ مگر آبادیوں میں بگاڑ،
فساد ڈالنے، تفرقہ پھیلانا، پلید کفریہ عقائد کا درمیان بندگان خدا شائع کرنا ان کے اصلی مطالب
ہیں۔ مع ہذا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ہدایت یاب ہیں۔ حالانکہ وہ سیدھی راہ سے برگشتہ ہیں۔ وہ
ایسے لوگ ہیں کہ ایمان لایا، انہوں نے پھر کفر کیا۔ جنہوں نے پس خداوند تعالیٰ نے ان کے دلوں
پر مہر کر دی ہے۔ جس سے سمجھتے نہیں ہیں۔ اس عقیدہ پر اگر وہ مر گئے تو وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔
ان کے منہوں کو آگ جلا دے گی۔ اس میں ترش رو رہیں گے۔ کہا جائے گا ان سے کیا تم پر نہیں
پڑھی گئی تھیں۔ ہماری آیتیں پس تھے تم ان کو جھٹلاتے۔ بدگمانی مثل صالحین کی نسبت کرتے
ہیں۔ پھر گمان کرتے ہیں کہ ہم یہ کام اچھا کرتے ہیں۔ ہم ایسی قوم کے درمیان ہیں کہ سب علماء
اور بعض فضلاء جن کا پیشہ ہے سب و شتم، طغیان ان کا حرفہ ہے۔ ان لوگوں کے حق میں جو نیکی کا
امر بدی سے منع کرتے ہیں۔ نصیحت کرنے کے لئے زبان درازی کرنا ان کا کام ہے نہ ان کو
عقل سے حصہ نہ دین کی سمجھ ہے۔ پوست مغز ہوتی میں امتیاز نہیں کرتے۔ شحم جنین دانی
ہی میں فرق نہیں کر سکتے۔ ظلم، ظاہر گمراہی کے میدانوں میں وہ حیران ہیں۔ کیا نہیں جانتے کہ
ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ جب کہ اس درجہ پر فساد پہنچا تو ہم سے بعض مخلص دوستوں نے
التماس کی کہ ہم قادیانی کے دلائل کا جو اس نے اپنے دعوے (کہ مسیح علیہ السلام مر گئے ہیں اور
صرف ان کی روح مرفوع ہوئی ہے) پر پیش کئے ہیں۔ فاسد ہونا ظاہر کریں۔ ہم ان کی حیات
آیات قرآنیہ کے ساتھ ہی صرف استدلال کر کے ثابت کریں اور احادیث نبوی ﷺ کو اس کے
ثابت کرنے کے لئے نقل نہ کریں گے۔ اس لئے کہ در اصل قادیانی اور اس کے متبعین حدیث کو
مانتے نہیں ہیں۔ بغیر اس کے کہ ہم بجز اس عقیدہ کے اس کے اور عقائد فاسدہ اور خرافات واہیہ کی
جانب التفات کریں۔ کیونکہ وہ عقائد اس قدر مشہور نہیں ہوئے۔ جیسا کہ پہلا مسئلہ شہرت پا گیا
ہے۔ چونکہ ہم کو بسبب اس کی کہ ہم کو کتب متداولہ قدیمہ کا مطالعہ و افتاء و تعلیم کا بہت شغل ہے
فراغت نہیں ہے۔ نیز ہماری طبیعت قادیانی و امثال کے خرافات کے جانب توجہ کرنے سے متنفر
ہے ایسے جھوٹے کلمات کی طرف (جو کفریات اور ارتدادات صرف ہیں) ملتفت ہونے کو مکروہ سمجھتی

ہے۔ ہم کو اور باقی مسلمانوں کو سرکش طحد طائفہ کے ضرر سے خداوند تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ اس واسطے ہم نے ملتمسین سے عذر بیان کئے۔ اور تا کہ ہم بہت اشغال میں مصروف ہیں۔ تا نیا کہ ہم اپنے کلمات کی طرف جو صریح ثبوت ہیں۔ التفات نہیں چاہتے ہیں۔

پس ہم ایک پاؤں کو آگے بڑھاتے دوسرے کو پیچھے ہٹاتے تھے۔ باوجود اس کے ملتمسین نے کوئی عذر مسموع نہیں کیا۔ انہوں نے ہم کو حیات مسیح علیہ السلام کی ثابت کرنے پر مجبور کیا۔ لہٰذا ہم نے ان کے سوال کو قبول کیا۔ جس طرح پر کہ انہوں نے التماس کیا تھا۔ ہم نے ان کی امید براری کی جس طریق پر انہوں نے چاہا تھا۔ یہ چند ورق مختصر طور پر ہم نے لکھے۔ اس کتاب کا نام ”الالہام الصحیح فی اثبات حیات المسیح“ رکھا۔

اوّل۔ ہم نے قادیانی کے دلائل کی حتی الوسع اصلاح اور تہذیب اور اچھی تنقیح کی بعد ازاں اس کے دلائل کی تردید و تکذیب عمدہ طور پر لکھی۔ پس صریح طور پر حق واضح ہوا۔ مکاروں فریب زدوں کا کام باطل ہوا۔ لہٰذا وہ لوگ اور ان کے گروہ جو مجروح ہے۔ شیطان کے لشکر ہیں۔ تمام سرنگوں ہوئے۔ خبردار ہو کہ ہم پروردگار کی مہربانی پر بھروسہ کر کے مطلب شروع کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ قادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر اس آیت مبارک سے استدلال کرتے ہیں۔

”وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم (آل عمران:۱۴۴)“ ﴿نہیں ہیں حضرت محمد ﷺ مگر اللہ کے فرستادہ بلاشبہ آپ سے پہلے پیغمبر گزرے ہیں۔ کیا اگر آنحضرت ﷺ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم دین اسلام سے پھر جاؤ گے۔﴾

قادیانی کی استدلال کی تقریر اور اصلاح یوں ہے کہ تحقیق خلت کا معنی ”مر گئے“ ہیں۔ الرسل کا لفظ الف لام استغراقی کے ساتھ معرف ہے۔ اسی واسطے اس پر افائن مات متفرع ہوا۔ کیونکہ اگر خلو کا معنی موت نہ لیا جائے یا الرسل میں مستغرق نہ ہو تو افائن مات کا اس پر متفرع ہونا صحیح نہیں ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ اس تفریع کی صحت آنحضرت ﷺ کے الرسل میں داخل ہونے پر موقوف ہے۔ اس میں شبہ نہیں اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا لفظ الرسل میں داخل ہونا تب ہی درست ہوگا جب کہ الرسل کا الف لام استغراقی ہوگا۔ ایسا ہی اس تفریع کی صحت اس پر موقوف ہے کہ خلو بمعنی موت ہو۔ اس لئے کہ اگر موت اور خلو کے درمیان مغایرت ہوگی۔ خلو کو موت سے عام لے لیں تو خاص کی تفریع عام پر لازم آوے گی۔ حالانکہ یہ غلط ہے کیا معلوم نہیں کہ تفریع تب ہی

درست ہوتی ہے کہ جب تفریع غیر کو تفریع لازم ہو۔" تو ظاہر ہے کہ خاص عام کو لازم نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جو تفریع کلام الٰہی میں واقع ہے۔ اس کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک خلو بمعنی موت ہو۔

دوم ... الرسل کا جمع مستغرق ہونا۔ ان ہر دو مقدمتین سے ایک کو شکل اوّل کا صغریٰ دوسرے کو کبریٰ بنائیں گے۔ شکل یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام بے شک رسول ہیں۔ ہر رسول مر گئے ہیں۔ اب اس شکل سے جو دو یقینی مقدمتین سے مؤلف ہے۔ یہ نتیجہ نکلے گا کہ بے شک مسیح علیہ السلام مر گئے۔ یہی مطلوب تھا۔ صغریٰ تو بدیہی ہے کیونکہ کلام الٰہی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف فرستادہ ہیں۔ نیز یہ کلام ربانی جس کا معنی یہ ہے کہ نہیں ہیں مسیح بن مریم علیہما السلام۔ مگر خداوند تعالیٰ کے فرستادہ ان کی مانند اور آیات بھی ہیں۔ جن سے مسیح علیہ السلام کا رسول ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا رسول ہونا قول اہل اسلام کے اجماع سے ثابت ہے۔ کبریٰ کے لئے دلیل دو مقدمے ہیں۔ جن کی تمہید اور اصلاح ہو چکی ہے۔ کیونکہ جب خلو بمعنی موت ہوا اور اس کی نسبت الرسل کی جانب کی گئی اور الرسل کا جمع ہونا ثابت ہوا۔ تو مسیح علیہ السلام کا الرسل میں داخل ہونا یقیناً کہنا پڑے گا۔ جب کہ مسیح علیہ السلام کی موت کا کبریٰ کے ضمن میں ثابت ہونا لازم آوے گا۔ جس کا دیانی کا مطلب پایہ ثبوت تک پہنچا۔ اس استدلال کی تردید وابطال یوں ہے کہ یہ دونوں مقدمے جو کبریٰ کے لئے تھے۔ وہ نہیں بنائے گئے ہیں۔ مسلم نہیں ہیں۔ عدم صحت تفریع کا احتمال اس صورت میں کہ دونوں مقدمہ یا ایک نہ پایا جائے۔ نیز مسلم نہیں ہم اس استدلال کو اس طرح پر بھی توڑ دیں گے کہ یہ احتمال بہرحال لازم آوے گا۔ خواہ وہ دونوں مقدمہ مان لئے جائیں یا نہ۔ اب پہلے منع کی سند سنئے جانئے کہ خلو کا معنی گزرنا ہے۔ چنانچہ کتب لغات میں خلو کی بھی تفسیر موجود ہے۔ ہم ان کی نقلیں اس واسطے پیش نہیں کرتے کہ وہ باعث طول ہے اور یہ کتاب مختصر ہے۔ نیز جس کو علم سے کچھ تھوڑا بھی مس ہو وہ بھی کتب لغات کا ملاحظہ کر سکتا ہے۔ لیکن یہ تو ضرور کہہ دیں گے کہ خلو کا معنی کسی اہل لغت نے موت نہیں لکھا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ اس کا اصلی اور حقیقی معنی خلو کا بجز گزرنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو۔ حالانکہ یہ مرجح ہے۔ اس سے کہ قرآن شریف میں خلو کو منافقین کی طرف اس آیت میں نسبت کی گئی ہے۔

اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ جب منافقین اپنے شیاطین کے پاس گزرتے اور جاتے ہیں۔ اس طرح پر خلو کو قرآن شریف میں متقین کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ دیکھو اس آیت کا

مضمون یہ ہے کہ تم سے پہلے سنن گزرے ہیں اور دوسری آیت میں دونوں کی طرف ان کو نسبت ہے۔ دیکھو سورۃ الحاقہ میں ارشاد ہے کہ کھاؤ پیو بسبب اس کے کہ تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آخرت کے لئے آگے کئی نیک اعمال کئے ہوئے تھے۔ پس قرآن سے بھی ثابت ہوا ہے کہ خلو کا معنی موت نہیں ہے۔ بلکہ اس کا معنی گزرنا اور جانا ہے۔ لہٰذا اب متصور نہیں ہے کہ خلو کا معنی موت لیا جائے۔ بلکہ بالضرور اس کے معنی گزرنا ہے اور جانا ہے۔ جیسا کہ تحقیق ہو چکی ہے۔ پس خلو کو موت کے ساتھ تفسیر کرنا یہ بعینہ اخص کے ساتھ تعریف کرنا ہے۔ اس لئے کہ موت خلو کا ایک قسم ہے۔ گزرنا ہر ایک قسم کے انتقال مکانی پر صادق آتا ہے۔ اگر بلندی سے پستی کی جانب انتقال ہو تو اس گزرنے کا نام نزول ہے۔ اگر پستی سے بلندی کی طرف انتقال ہو تو اس گزرنے کا نام عروج ہے۔ یا قدام سے خلف کی جانب یا برعکس اس کے ہو سب کو شامل ہے۔ موت کی ہر قسم کو خواہ جرح سے یا بلا جرح ہو۔ پس گو ہم الرسل کے جمع مستغرق ہونے کو مان بھی لیں تو بھی مسیح علیہ السلام کا مرجانا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ خلو اور گزرنا جو ایک عام چیز ہے گو نوع رسول کے ہر ہر فرد کو ثابت ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس امر عام کا ہر ہر قسم بھی نوع رسول کے ہر ہر فرد کو ثابت ہو۔ دوسری یہ بات کہ اگر خلو کی تفسیر موت سے نہ کی جائے تو قفص کی تفریع لازم آوے گی۔ نیز مردود ہے۔ اس واسطے کہ انقلاب کا جید محتا اور ارتداد کے جواز کا انکار دراصل متفرع ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی قوم کے درمیان بعد از وفات موجود نہ ہونے کی تقدیر پر۔

پس ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نہیں ہیں آنحضرت ﷺ مگر اللہ کے رسول بلا شبہ آپ سے پہلے رسول گزرے ہیں۔ پھر کیا جائز ہے تمہارے لئے دین سے پھر جانا۔ اگر وہ منتقل کئے جاویں اس طرح پر کہ آسمان پر اٹھا لئے جائیں جیسا کہ مسیح علیہ السلام (یہ بات بالاجماع ثابت ہے) یا جس طرح ادریس علیہ السلام آسمان پر چڑھ جائے گئے یا اگر آپ کا انتقال موت سے ہو چنانچہ یہی ان کی نسبت علم ازلی میں مقرر تھا یا آپ کا انتقال شہادت سے ہو۔ چنانچہ اس قسم کی آواز شیطان نے دی تھی اور تم نے اس پر یقین کر لیا تھا۔ ہاں یہ بات ضرور البیان ہے کہ آیت میں موت اور قتل کا صرف ذکر کیا گیا ہے یہ رفع کا سوا واضح رہے کہ موت کی تصریح کی وجہ یہ ہے کہ وہی آپ کے حق میں بتقدیر الٰہی اور واقع کے مطابق تھی۔ قتل کی تصریح صرف ان کے زعم فاسد کی رعایت سے ہے۔ تیز تاکہ وہ دونوں تقدیر پر (موت اور قتل) سمجھ جائیں کہ دین سے پھر جانا جائز ہے آپ کا مقتول ہونا۔ گو ان کا زعم ہی زعم تھا لیکن چونکہ انبیاء سابقین بہت سے مقتول ہو چکے تھے (دیکھو

خداوند فرماتا ہے کہ انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیا ہے) تو رسول کے حق میں بھی یہ گمان قوت پکڑ گیا تھا۔ اس لئے آیت مذکورہ میں قتل کا ذکر کرنا ضروری تھا۔ رہا یہ کہ رفع کا ذکر نہیں ہوا باوجود یہ کہ عبارت میں مقصود ہے۔ سو واضح ہو کہ اس کی تصریح چند وجہ ضروری نہیں تھی۔

اولاً ... آپ کا مرفوع ہونا تقدیر اور واقع کے مطابق نہیں تھا۔

دوم ..... یہ کہ اس قسم کا خیال مخاطبین کو نہیں تھا۔

سوم ... آپ سے پہلے رفع نادر الوقوع تھا۔ مدعا علیہ ثابت ہوا کہ ہر تینوں تقدیروں پر "موت، قتل، رفع" جواز الارتداد کا الانکاری متفرع ہے۔ لا غیر۔ اس میں شک نہیں ہے کہ انکائی جو تینوں میں دائر ہے خلو کے ساتھ (جب اس کا محل معنی گزرنا ہو) مساوی ہے اس لئے اب استحالہ لازم نہیں آیا۔ وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ایک مساوی کی دوسرے مساوی پر تفریع ہوگی اور یہ جائز ہے تو اخص کی تفریع عام پر جو نا جائز ہے۔ دیکھو کہتے ہیں کہ ہم نے زید کو نشو ونما پانے والا بالارادہ حرکت کرنے والا کلیات و جزئیات کا ادراک کرنے والا جسم پایا ہے۔ پس اس پر تفریعاً کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان ہے کیونکہ وہ مفصل اور یہ مجمل (انسان) آپس میں مساوی ہیں۔ جن میں سے ہم نے ایک کو متفرع اور دوسرے کو متفرع علیہ کہا ہے وہ یہ دو ہیں "ہر رسول کا گزرنا ہر ایک تقدیر پر جواز الارتداد کی نفی" سبب یہ ہے کہ نسبتوں کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے خواہ وہ دونوں وجودی یا دونوں عدمی یا ایک وجودی اور دوسری عدمی ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دونوں عدمی یا دونوں وجودی ہوں۔ باقی ماندہ کہ ارتداد کی نفی خلو بمعنی گزرنے کو کس طرح پر لازم ہے تو اس پر یہ دلیل ہے کہ اللہ جل شانہ نے پیغمبروں کو صرف اس واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ وہ مطلقاً شریعت کو بیان کریں اور طریقہ کو جو اللہ تک پہنچنے والا ہے متعین کر دیں۔ اس واسطے مبعوث نہیں فرمایا کہ وہ اسی زمانہ تک شریعت کو ظاہر کریں کہ جب تک کہ وہ قوم کے درمیان موجود رہیں ورنہ لازم آوے گا کہ کوئی زمانہ بھی رسول سے خالی نہ ہو۔ حالانکہ یہ صریحاً اور بالاتفاق باطل ہے۔

اس سے واضح ہو گیا ہے کہ اخص کی تفریع عام پر (گو خلو سے گزرنا ہی مراد ہو) لازم نہیں آتی۔ ہاں یہ جو حضرت صدیق اکبرؓ نے جناب آنحضرت ﷺ کی موت پر آیت مذکورہ دلیل کے طور پر پیش فرمائی ہے انہوں نے تو لفظ خلت (گزر گئے اور گئے) سے مدعا ثابت نہیں کیا۔ بلکہ "افائن مات" (کیا پس اگر رسول کریم ﷺ مر جائیں) سے استدلال فرمایا ہے۔ سبب یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے بعد موت رسول اکرم ﷺ کے فرمایا تھا کہ آپ نہیں مرے اور نہ

مریں گے اور یہ اس خیال سے فرمایا تھا کہ رسول کریم ﷺ کی موت جائز نہیں اور غیر ممکن ہے اس لئے حضرت صدیقؓ نے آپ کے اس خیال کو اٹھانے کے لئے اس آیت کو پڑھ کر افائن مات سے استدلال فرمایا۔ وہ اس طرح ہے کہ در اصل دخول "ان" کا وہاں ہوتا ہے کہ جس کا پایا جانا واقع میں ممکن اور جائز ہو نہ غیر۔ چنانچہ یہ بات ان لوگوں پر واضح ہے جو بحث معانی حروف پر آگاہ ہیں پس جبکہ رسول کریم ﷺ کے واسطے موت کا ہونا ممکن اور جائز ہوا تو حضرت فاروق اعظمؓ کا خیال جو اس کے ناممکن ہونے پر جما ہوا تھا، بالکل اٹھ گیا۔ یہ بات کہ صدیق اکبرؓ نے "افائن مات" سے استدلال فرمایا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس موقع پر حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ آیت بھی پڑھی تھی۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ: "اے رسول اکرم ﷺ تم اور وہ موت کا مزہ چکھنے والے ہیں۔" ان کا یہ قول ہر جمع جو معرف باللام ہو وہ تمام افراد کو شامل ہوتا ہے۔ مسلم نہیں ہے۔ چنانچہ بھی محققین کی کتابوں میں مصرح ہے۔ اس کی تائید قرآن مجید میں ہے۔ ان آیات کا ماحصل یہ ہے کہ کہا فرشتوں نے مریم علیہا السلام سے کہ اے مریم خداوند تعالیٰ بلاشبہ تم کو خوشخبری دیتا ہے۔ مریم (علیہا السلام) سے فرشتوں نے کہا کہ اے مریم خداوند تعالیٰ نے تجھ کو برگزیدہ کیا ہے۔

اب دیکھو کہ ان آیات میں ملائکہ کا لفظ جمع اور معرف ہے۔ مگر یہاں تمام فرشتے مراد نہیں ہیں۔ ہمارے مدعا کو یوں بھی تائید ملتی ہے کہ حق سبحانہ فرماتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اس میں بھی لفظ "الملئکۃ" سے تمام فرشتے مراد نہیں لئے گئے۔ بلکہ یہ فائدہ لفظ "کل" اور "اجمعون" نے دیا ہے۔ ورنہ یہ لفظ بے فائدہ ٹھہریں گے۔ العیاذ باللہ!

ایسی ہی بہت قرآنی مثالیں ہیں کہ جن سے مخالف کے برخلاف جمع معرف باللام استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ ان سب کا ذکر کرنا طول کا باعث ہے۔ اسی پر اکتفا کیا۔ نیز عاقل کو اتنا ہی کافی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ جب یہ مقدمہ غیر مسلم ہوا تو شکل مذکور کے کبریٰ کی کلیت بھی غیر مسلم ٹھہری۔ پس یہ نتیجہ کہ "مسیح علیہ السلام مر گئے" اس سے حاصل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ شکل اوّل میں کبریٰ کی کلیت شرط ہے۔ اور کلیت تو جاتی رہی۔ لہٰذا نتیجہ جو مشروط ہے وہ بھی جاتا رہا۔ اس پر یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اگر الف لام استغراقی نہ لیا جاوے تو در اصل تقریب کا جائز ہونا لازم نہیں آوے گا۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس آیت کا یہ مضمون ہے کہ نہیں ہیں آنحضرت ﷺ مگر خداوند تعالیٰ کے رسول بلاشبہ آپ سے پہلے گزرے اور گئے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ صرف خدا کے مقرب بندے اور سچے رسول ﷺ ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ پیغمبروں کی جنس گزر چکی اور گئی ہے۔ ظاہر ہے جو چیز (مثلاً موت)
جنس کے بعض افراد کو بالاقتضاء ذات سے ثابت ہو اس کا باقی افراد کو بھی ثابت ہونا جائز ہے۔ ضروری
نہیں کہ اس چیز کا ثبوت بعض افراد کے لئے لزوم یا امکان ہے۔ ویسے ہی باقی افراد کے لئے واقع
میں یہ مسئلہ اگرچہ بصورت جزئیہ ہے تاہم اس سے شکل اول کا کبریٰ نہیں بن سکتا۔ (کیونکہ اس میں کبریٰ
کی کلیت شرط ہے) لیکن اس جملہ کو مقدمہ کلیہ لازم ہے۔ اس واسطے وہ کبریٰ بن سکتا ہے۔ جیسا کہ
کہہ دیں کہ مسیح علیہ السلام رسول تھے اور ہر ایک جنس رسول پر منتقل گزر ہو گیا۔ پھر مقدمہ کلیہ کو جو اس
جملہ کو لازم ہے۔ کبریٰ بنا لیں گے۔ پس شکل اول حاصل ہوئی۔ کہ مسیح علیہ السلام رسول تھے۔
ہر رسول بالامکان میت ہے۔ اس لئے یہ شکل نتیجہ دے گی کہ مسیح علیہ السلام بالامکان میت ہے۔
پس اس صورت میں ایک تو تفریع درست ہوئی اور نہ کوئی محال عقلی اور شرعی لازم ہوا۔ (یعنی مسیح
علیہ السلام کا مرنا جو قرآن و احادیث و اجماع سے مخالف ہے)

اب دیکھئے کہ صرف ایک ہی مقدمہ کے تسلیم نہ کرنے کی حالت میں یہ کیفیت ہوئی تو
پھر جس حالت میں دونوں مقدموں کو تسلیم نہ کریں گے تو کامیابی کے مدعا کا کہاں ٹھکانہ ہے۔
چنانچہ جن لوگوں کو کچھ بھی سمجھ ہے وہ بھی اس بات کو جانتے ہیں۔ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ ہم پہلے یہ
بھی بیان کر آئے ہیں کہ اگر دونوں مقدموں کو (الف لام کا استغراقی ہونا اور خلو کا بمعنی موت ہونا)
مان بھی لیں تو پس ظاہرا تفریع کی عدم صحت کا الزام نہیں جاتا۔ جیسا کہ دونوں مقدموں کے تسلیم نہ
کرنے کی تقدیر پر نہیں جاتا۔ سو اس لئے کہا جاتا ہے کہ الرسل کا لفظ گو ہم اس کو جمع مستغرق اور خلو کو
بمعنی موت ہی لیں۔ ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ کی شان نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کلام پاک "قد
خلت من قبله" میں آپ سے پہلے رسولوں کو خلو بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی ہے کہ ان کا خلو آپ
سے پہلے ہے تو معنی یہ ہے کہ وہ آپ کا وصف خلو میں سبقت لے گئے ہیں۔ آپ ان سے اس وصف
میں متاخر ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی پیش دستی اور آپ کا تاخر یہ دونوں زمانی ہیں۔ جس میں تقدم
تاخر کے ساتھ موصوف ہوتے تھے۔ اس وقت میں رسول اکرم ﷺ اس وصف کے ساتھ
موصوف نہیں تھے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی ان پیغمبروں کے ساتھ خلو
سے موصوف ہو چکے تھے تو ہمیں اس تقدیر پر لازم آوے گا کہ آیت میں ایک چیز کے اپنے آپ پر مقدم
ہونے کی خبر دی گئی ہو۔ حالانکہ یہ امر باطل ہے اس کے بطلان کو جانتے ہیں۔ اسی سبب سے ہم یہ اعتقاد رکھیں
کہ جس زمانہ میں اور پیغمبروں کو خلو عارض ہو گیا تھا تو تب جناب رسالت مآب ﷺ کو یہ وصف

ماتحت نہیں تھا تو بلاشبہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے لئے خلو اور گزرنا ممکن تھا۔ جیسا کہ اور انبیاء گزرے
اور گئے ہیں تو یہاں کہہ سکتے ہیں کہ جب یہ ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ اس زمانہ میں دوسرے انبیاء
میں بھی وصف خلو سے موصوف ہو گئے تھے۔ خلو کے ساتھ موصوف نہیں ہوئے تھے تو پھر یہ ضرور
تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ رسل ماضیہ میں (اس سبب سے کہ وہ اس وصف سے خالی تھے) داخل
نہیں ہوئے۔ پس جس حالت میں یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ انبیاء سابقین میں داخل نہیں تو
ظاہراً آیت کی عدم صحت کا پھر بھی اقرار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ تو ان میں داخل ہی
نہیں ہوئے ہیں۔ پھر کیونکر خلو کا حکم جو ان پر لگایا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی طرف منتقل ہوگا۔
آخر یہ تو صریح بالبداہت بات ہے کہ انتقال موقوف اور دخول ہونا موقوف علیہ ہے۔ لیکن جہاں پر
موقوف علیہ ہی نہیں پایا گیا جو موقوف کیسے پایا جاوے گا۔ لہٰذا کادیانی کا خلو کا صرف موت ہی
میں مستعمل سمجھنا اور رسل کو بھی مستغرق ٹھہرانا بالکل نافع نہیں ہے۔ کیا غریق کو تنکا سے چنگل مارنا
کچھ فائدہ دیتا ہی نہیں۔

اب ہم کہتے ہیں کہ جو کادیانی اس الزام کے دفعیہ میں پیش کریں گے۔ وہی ہماری
طرف سے بھی حاضر ہے۔ مگر یہ ہمارا ہی پلہ بھاری ہے۔ کیونکہ ہم تو اس کے سوا اس کے بھی جواب
دے چکے ہیں۔ چنانچہ ماسبق سے ظاہر ہے۔ شاید کادیانی ہمارے ہی جواب کو اپنی طرف سے بھی
جواب سمجھ لیں۔ لیکن یہ تو ان کے لئے مفید نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہمارا جواب ایک چیز پر دلالت
کرتا ہے جو کادیانیوں کے مدعا اور نقیض کو شامل ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ کسی چیز کا امکان جیسا کہ اس
چیز کے وجود کو مقارن ہے۔ ویسے ہی اس کے عدم کو مقارن ہے۔ پر یہ ممکن ہے کہ مدعا اور غیر مدعا
کو جو ثابت ہوا اس کا پایا جانا کو نافع اور تسلیم نہ کرنے والے سائل کو نافع ہو۔ مگر دلیل پیش کرنے
والے کو ہرگز نافع نہیں ہے۔ یہ قاعدہ بالکل مسلمات سے ہے اور ظاہر ہے کہ کادیانیوں پر ان کی کم
عقلی سے پوشیدہ ہو۔ اس سے علاوہ اور سمجھئے کہ اگر مان لیں کہ وہ آیت جس کا مفاد یہ ہے کہ:
”نہیں ہے حضرت ﷺ مگر خداوند تعالیٰ کا رسول بلاشبہ آپ ﷺ سے پہلے پیغمبر گزرے اور گئے۔“
اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کے ماسوا جتنے بھی رسول تھے وہ سب مر گئے ہیں تو اس صورت
میں وہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ: ”نہیں مسیح ابن مریم علیہما السلام مگر خداوند تعالیٰ کا رسول بلاشبہ ان
سے پہلے پیغمبر گزرے۔“ چاہئے کہ اس پر دلالت کرے کہ مسیح علیہ السلام کے سوا جتنے رسول ہیں
سب مر گئے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ مسیح علیہ السلام کے ماسوا رسولوں میں ہمارے

سردار مجز موجودات ﷺ بھی داخل ہیں تو اس سے لازم آوے گا کہ آنحضرت ﷺ بھی اس آیت کے اترنے سے پہلے مر گئے ہوں اور یہ صریح جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ یہ آیت آپ کی حیات میں نازل ہوئی ہے۔ لہذا الف لام کا استغراق کے لئے ہونا بھی محال ہوا۔ وجہ یہ ہے کہ جس کے ماننے سے کوئی محال لازم آوے۔ اس کا ماننا بھی محال ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نتیجہ کہ: ''مسیح علیہ السلام مر گئے ہیں۔'' صادق نہیں ہے۔ لو جی! اس کا صدق اس صورت میں تھا کہ اگر مسیح علیہ السلام کبریٰ میں مندرج ہوتے۔ لیکن وہ تو مندرج نہیں ہیں۔ سبب یہ ہے کہ ان کا اندراج الف لام کے استغراقی ہونے پر موقوف ہے اور وہ خود ہی باطل ہے۔ پس نتیجہ مذکور بھی کاذب ہوا۔

نیز دوسری آیت (جس کا معنی ابھی بیان کیا ہے) صراحۃً مسیح علیہ السلام کے (آیت کے نازل ہونے کے وقت) زندہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ دیکھو اگر مسیح علیہ السلام اس آیت کے نازل ہونے کے وقت اموات میں داخل ہوتے تو خداوند تعالیٰ یوں فرمانا چاہئے تھا کہ نہیں ہیں مسیح علیہ السلام مگر خدا کے رسول۔

بلاشبہ رسولوں کے ساتھ ہی مر گئے ہیں۔ یا بلاشبہ مسیح علیہ السلام مر گیا۔ دوسرا نبیہ اور رسول مر گئے۔ یا بلاشبہ مسیح علیہ السلام مر گئے۔ جیسے کہ اور رسول مر گئے۔ یا بلاشبہ رسول مر گئے اور یہ فرماتا بلاشبہ مسیح علیہ السلام سے پہلے رسول مر گئے۔ مگر یہ سب تو تب تھا اس تقدیر پر ہے کہ جب الرسل کا جمع مستغرق مراد رکھ لیں گے۔ جیسا کہ کادیانی اور اس کے معتقدین کا گمان فاسد ہے۔ پس لفظ من قبلہ (آپ سے پہلے) بے حقیقت رہ جاتا۔ اسی لئے ہے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ آیت مسیح علیہ السلام کی حیات پر تب ہی دلالت کرے گی جب کہ الف لام استغراقی لیں۔ اس سے مسیح علیہ السلام کی موت آیت کے نازل ہونے کے وقت پر لازم آوے گی۔ سو یہ غلط ہے۔ کیونکہ لفظ الرسل سے جنس رسول مراد ہے۔ اس لئے اس کی توجیہ یوں ہوگی کہ: ''جنس رسول کی زمانہ میں اس کا وجود ہو۔'' گو کہ مسیح علیہ السلام اب تک نہیں مرے۔ مسیح علیہ السلام سے پیشتر مر گیا۔ لیکن مسیح علیہ السلام بھی اس جنس کی طرح مریں گے۔ ماحصل اس آیت کا حاصل یہ ہوگا کہ مسیح علیہ السلام اگرچہ اب تک نہیں مرے ہیں۔ مگر آخر مریں گے۔ یا ایسا ہو جیسا کہ یہی آیت سے ہمارے سید ﷺ کے انتقال کے ترنت بعض میں لگی اور آنحضرت کا انتقال ثابت ہوا تھا۔ اب اگر باوجود اس کے کہ اس آیت نے مسیح علیہ السلام کی حیات پر دلالت کی ہے۔ اس آیت سے ان کی موت سمجھ لیں گے تو بھی بداہۃً قرآن میں اختلاف اور تعارض پایا جاوے گا۔ حالانکہ ایسے امر کا قائل کافر ہے۔

اس لئے ماننا پڑے گا کہ الرسل کا الف لام استغراقی نہیں ہے۔ شاید اس موقعہ پر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ چونکہ موت اور حیات آپس میں مخالفت نہیں رکھتی ہیں تو اگر ایک آیت سے زندگی دوسری آیت سے موت مراد رکھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ بات مستلزم خطر ہے۔ سبب یہ ہے کہ اگر موت کے معنی اس چیز کا حاس نہ ہونا کہ اس کی شان سے حساس ہونا ہے۔ مقصود ہے تو موت وحیات میں بطور تقابل عدم وملکہ کے مخالف ہوگا۔ اگر موت کے معنی بدن سے روح کا جدا ہونا ہے۔ چنانچہ یہی نصوص شرعیہ عقلیہ سے ثابت ہے۔ پس موت وحیات میں تضاد ہوگا اور بہر صورت دونوں میں مخالفت پائی جائے گی۔

لہٰذا مسیح علیہ السلام کا زمانہ ماضی میں نہ مرنا اور آئندہ میں ان کی موت کا واقع ہونا ثابت ہوا اور یہ بھی تمام معتبر اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ البتہ نصاریٰ اور قادیانی اس رائے میں مخالف ہیں۔ نصاریٰ تو کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مر کر زندہ ہوا اور آسمان پر چڑھ گیا۔ قادیانی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مر گئے اور آسمان پر بجسدہ نہیں چڑھائے گئے۔

پھر قادیانی مسیح علیہ السلام کے مرجانے پر اور آیت کو پیش کرتے ہیں۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ: "نہیں بنایا ہم نے پیغمبروں کے بدنوں کو کہ وہ کھانے پینے کی طرف محتاج نہ ہوں اور نہ ہمیشہ رہنے والے۔" لیکن ہم نے پہلے اس کے استدلال کی اصلاح کریں گے اور پھر جواب دیں گے۔ قادیانی کا استدلال کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ بھی مان لئے جائیں تو بالضرور کہنا پڑے گا کہ وہ ایسے بنائے گئے ہیں کہ وہ طعام کی طرف محتاج نہیں ہیں۔ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ نے آیت میں ان دونوں باتوں کے برخلاف ارشاد فرمایا ہے۔ کیونکہ ماحصل آیت کا یہ ہے کہ نہیں کوئی ایک جسد رسولوں کے اجساد میں سے کہ وہ طعام کی طرف محتاج نہ ہو۔ نہیں کوئی ایک بھی ان میں سے کہ ہمیشہ زندہ رہے۔ ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کا اب تک زندہ ہونا جو گویا خلود سے عبارت ہے۔ ان کے حق میں کہنا کہ وہ وہاں پر کھانے پینے سے فارغ ہیں۔ یہ ایک ایسا حکم ہے کہ صریحاً اس سابقہ (نہیں کوئی جسد۔ الخ!) سے مخالف ہے۔

اس سلب کلی پر یہ دلیل ہے کہ خداوند تعالیٰ ایک آیت میں فرماتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم نے آپ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشگی نہیں دی ہے۔ کیا اگر آپ مرجائیں گے تو وہ (کافر) ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ پس اس آیت سے صاف سلب کلی ثابت ہوا۔ اس سے یہ بھی لازم آیا ہے کہ یہ موجبہ جزئیہ (کہ بعض آدمی ہمیشہ کہ مسیح علیہ السلام فلاں وقت سے اب تک یا فلاں

وقت زندہ ہے) باطل ہو سبب یہ ہے کہ یہ اس سالبہ کلیہ کی نقیض ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک شے متحقق ہو تو اس کی نقیض کاذب اور غیر متحقق ہو۔ ورنہ اجتماع النقیضین لازم آئے گا۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ جیسا کہ دونوں نقیضوں کا متحقق نہ ہونا باطل ہے۔ الجواب: کہ آیت مذکورہ میں حرف نفی (ما) کا وارد ہوا ہے۔ وہ تو جعل بسیط پر وارد نہیں ہوا ہے۔ بلکہ جعل مؤلف پر جس کے لوازم سے ہے کہ وہ دو مفعولوں کے درمیان پایا جائے۔ ایک کا نام مجعول (بنایا گیا) دوسرے کا نام مجعول الیہ (جو کچھ بنایا گیا ہو) ہے۔ دیکھو اس آیت میں انبیاء مجعول اور جسد جو بغیر طعام کے قاصد ہوتا ہے مجعول الیہ ہے۔

یس یہاں پر نفی: یسے جعل اور بنانے پر وارد ہوئی ہے جو مقید ہے۔ یہ بدیہی ہے کہ مقید کو اس کے ساتھ جز و قیدیں لگی ہوئی ہوں۔ تب تک نہیں پایا جاتا جب تک کہ ہر ایک قید نہ پائی جائے۔ اب یہاں تو تین قیدیں ہیں۔ ایک جعل کا مرکب ہونا دوم جسد کا مجعول الیہ ہونا۔ سوم عدم الاکل کی قید۔ لہذا یہ جعل جو ان قیود سے مقید ہے۔ جب ہی متحقق ہوگا کہ یہ سب قیود پائے جائیں۔ البتہ کسی مرکب چیز کا معدوم ہو جانا اس کے تمام اجزاء کے نابود ہو جانے پر موقوف نہیں۔ بلکہ اس میں اگر ایک چیز بھی نابود ہو جاوے تو اس چیز کا عدم پایا گیا۔ اس سے یہ بھی سمجھا ہوگا کہ اگر بنانے جعل مؤلف کے جو مقید ہے اور ہی چیز فرض کی جائے یا اس کا مرکب ہونا اوز دو لیا۔ بایں طور کہ صرف پہلے مفعول کے ساتھ یا دوسرے کے ساتھ فقط متحقق ہونا مان لیں۔ یا جسد کے متقدم پر اور ہی کوئی مفعول قرار دیں یا تمام قیود کا متحقق مان لیں۔ مگر عدم الاکل یا تمام قیود یا مطلق شے کا (باوجود مان لینے تمام قیود کے) نابود ہونا۔ فرض کر لیں تو بہر حال مقید بھی معدوم ہوگا۔ لیکن یہ سب مفہومات صرف ممکن ہی ممکن ہیں۔ واقع میں ان میں سے کوئی بھی متحقق نہیں ہے۔ البتہ ان میں سے عدم الاکل کا منتفی ہونا گو ممکن ہے۔ واقعی بھی ہے۔ ماسوا اس کے جتنے ہیں ان کا وقوع میں پایا جانا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہے اس لئے ان کے عدمات واقعی ممکن ہیں۔ جب یہ جان لیا تو اس کو بھی ضروری ہے کہ قید عدم الاکل کا پایا جانا دو طرح پر ہے کہ یا کوئی چیز (خواہ طعام ہو یا اور کچھ ہو) نہ کھائی جائے یا خاص کر طعام ہی نہ کھایا جائے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ عدم الاکل کا نہ پایا جانا تب ہی متحقق ہوگا۔ جب کہ کھانا متحقق ہوگا۔ پس عدم الاکل کے نہ پائے جانے کو جو سالبہ ہے۔ موجبہ محصلہ لازم ہوا۔ اگرچہ ملازمت موضوع کے موجود ہونے ہی ہوتی ہے۔ لیکن یہاں تو موضوع (انبیاء علیہم السلام) امر واقعی ہے۔ پھر کیا دونوں متحقق نہیں ہوں گے ضرور ہوں

گے۔ اس لئے ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ آیت مذکورہ "وما جعلناهم" سے جو سالبہ سالبہ ہے قضیہ موجبہ کلیہ لازم آتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر رسول طعام کھاتا ہے۔

اب کادیانی سے مستفسر ہے کہ اس قضیہ موجبہ میں اکل اور کھانا جو ہر رسول کو ثابت ہے تو یہ ان سب کے لئے ان کی ذات کی طرف نظر کر کے ضروری الثبوت ہے۔ یا باعتبار کسی وصف کے لئے یا ضروری الثبوت غیر معین یا معین وقت میں ہے یا یہ کہ وہ ذات کے اعتبار سے یا وصف کی جہت سے دائمی الثبوت ہے۔ یا تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ میں ثابت ہے۔ یا یوں کہو کہ اس کا ثبوت ان سب کے لئے ممکن ہے۔ خواہ مع قید اللادوام جیسا کہ اول، دوم، پانچویں کے ماسوا میں خواہ مع قید اللاضرورۃ جیسا کہ اول کے ماسوا میں علاوہ ازیں دائمہ کے دو پانچویں کے ماسوا میں بھی "عند البعض با لاضرورۃ ولا دوام" کی قید کبھی بھی تسلیم کر لیں۔ بہر حال یہ ظاہر ہے کہ ضروریہ (یعنی ہر رسول کی ذات کو طعام کا کھانا بالضرورہ ثابت ہے) اور دائمہ (یعنی ہر رسول کے لئے اکل الطعام دائما ثابت ہے) باطل ہے۔ کیونکہ ضروریہ مطلقہ کی نقیض جو ممکنہ عامہ ہے۔ متحقق ہے۔ یعنی لازم ہوا کہ ضروریہ باطل ہو ورنہ اجتماع النقیضین پایا جائے گا۔ اسی طرح پر دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ متحقق ہے۔ چنانچہ کہہ دیں کہ بعض اوقات میں رسول طعام نہیں کھاتے ہیں۔ اب اس مطلقہ عامہ کو کون باطل کہہ سکتا ہے۔ یہ تو صریح صدق ہے۔ اس لئے دائمہ کاذب ہوا نہیں تو وہیں بھی اجتماع النقیضین لازم آئے گا۔ جیسا کہ گزرا۔ ایسا ہی دوسرا اور چھٹا باطل ہے۔ اس لئے کہ وصف رسالت ہر گز ضرورت یا دوام اکل کو نہیں چاہتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اکل الطعام رسول کے واسطے مطلق وقت میں کوئی وقت ہو اور خواہ کسی ایک وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے۔ آخر یہی تو کہو گے کہ اکل الطعام بشرطیکہ بھوک متحقق ہو ضروری ہے۔ لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ بھوک کا خود ضروری الوجود نہیں ہے۔ پھر طعام کا کھانا جو اس کا مشروط ہے وہ کیسے ضروری ہوگا۔ کیا نہیں دیکھتے کہ جب کہہ دیں کہ زید کی انگلیاں لکھنے کی حالت میں متحرک ہیں۔ اس میں لکھنا چونکہ خود کسی وقت میں ضروری الثبوت نہیں ہے تو جس کے لئے یہ شرط ہے وہ بھی کتابت کے وقت میں ضروری ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کتابت چونکہ کسی وقت ضروری نہیں ہے اور جملہ اوقات وہ وقت بھی ہے جس میں کتابت متحقق ہے۔ یعنی وہ جب آپ ہی اس وقت میں ضروری نہیں ہے تو انگلیوں کا ہلنا کتابت کے وقت میں کب ضروری ہوگا۔ ویسے کھانا گو بشرط الجوع (بھوکا) ضروری ہے۔ مگر بھوک کے وقت میں ضروری نہیں۔ چنانچہ ابھی ہم بیان کر آئے ہیں۔ شاید یہ کہو گے کہ جب یہ مان لیا کہ طعام کا کھانا بشرطیکہ بھوک لگی

ہو۔ ضروری ہے تو یہ قول جسے قضیہ مشروطہ کہتے ہیں صادق آئے گا کہ ہر رسول کے لئے بشرط الجوع طعام کا کھانا ضروری ہے۔ حالانکہ تمہارے لئے مضر ہے۔ سو واضح رہے کہ مشروطہ ہرگز صادق نہیں آسکے گا۔ سبب یہ ہے کہ یہ مشروطہ نہیں بن سکتا۔

کیا معلوم نہیں ہے کہ مشروطہ میں یہ بات لازمی ہے کہ ضرورت بشرط اسی عنوان اور وصف کے ہو کہ جس کے ذریعے سے موصوف پر حکم لگایا گیا ہو۔ پر ظاہر ہے کہ قضیہ مذکورہ میں وصف اور عنوان رسول کا لفظ ہے۔ نہ بھوکا کا۔ پھر کیونکر صورت مذکورہ میں وہ کیا مشروطہ بن سکتا ہے۔ بنا بریں ماننا پڑے گا کہ قضیہ مذکورہ مطلقہ یا ممکنہ عامہ ہے۔ خواہ لا دوام ولا ضرورۃ کی قید لگا دیں یا نہ۔

ہاں مطلقہ اور ممکنہ عامہ اس آیت سے مستفاد ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ یا رسول اکرم ﷺ آپ سے پہلے جتنے رسول تھے وہ طعام کھاتے، بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے۔ کیونکہ اس آیت کا ماحصل بھی یہ ہے کہ وہ رسول کسی نہ کسی زمانہ میں کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے نہ یہ کہ ہر ہر وقت میں جیسا کہ ہر ہر وقت میں چلتے پھرتے نہیں تھے اور یہی مطلقہ عامہ ہے۔ دیا عن طعام کے کھانے کا ان کے لئے امکان ثابت ہوا۔ پس جب کہ اس مطلقہ اور ممکنہ کو لا دوام کی قید لگا دیں گے تو یہ قضیہ وجودیہ بن گیا اس کی پہلی جز آیت مذکورہ سے ثابت ہوئی اور دوسری یعنی لا دوام کا مفہوم ہماری سابق تقریر سے پایہ ثبوت تک پہنچا۔

البتہ اس وجودیہ کو سبب اس کے کہ یہ ایک مقید اور خاص چیز ہے۔ ضرور یہ وغیرہ لازم ہے۔ لیکن چونکہ یہ خاص ہے اور خاص زیادہ تر قابل اعتبار ہوتا ہے تو وجودیہ ہی معتبر ٹھہرے گا۔ اس لئے اس کی دو جز والے کر قضیہ بنائیں گے۔ پھر دیکھیں کہ وہ اسلامیوں کے عقیدہ سے مخالف ہے یا نہ۔ دیکھو ہر رسول بعض اوقات میں طعام کھاتے ہیں اور کوئی رسول بعض اوقات میں طعام نہیں کھاتا۔ اب غور سے دیکھو کہ یہ قضیہ ہرگز عقیدہ اسلامی کی مخالفت نہیں رکھتا۔ کیونکہ یہ قضیہ کہ مسیح علیہ السلام بعض اوقات میں طعام کھاتے تھے اور بعض اوقات میں نہیں کھاتے تھے۔ بالکل صادق ہے۔ اچھا صاحب یہ جو ہم بیان کر آئے ہیں کہ بھوک ضروری الثبوت نہیں ہے۔ سو اس کی دلیل یہ ہے کہ درونی اور بیرونی اسباب کے سبب اجزاء گھٹتے ہیں۔ ان کے مقام اجزاء کے چاہنے کو بھوک کہتے ہیں۔ پس جب یہ گھٹنا متحقق ہوگا تو بھوک بھی متحقق ہوگی۔ پھر یہ بھی ہے کہ جب تحلیل یعنی گھٹنے کے اسباب مختلف ہوں گے تو بالضرور تحلیل کے درجے بھی مختلف ہو جائیں گے۔ مگر یہ بھی ظاہر

ہے کہ تخلل کے درجے بے شمار ہیں۔ پس ہو سکتا ہے کہ کہیں ادنیٰ اور کہیں اعلیٰ ہے۔ ہر ایک دوسرے سے سب کیا جا سکتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ ادنیٰ تخلل نہیں ہے اور اعلیٰ ادنیٰ نہیں ہے۔ غرض کہ جس مرتبہ اور درجہ کو مدنظر رکھیں اس سے جو ادنیٰ ہے یا اعلیٰ اسے اس وجہ معین سے مسلوب کرنا جائز ہے۔ ویسے ہی ان دونوں کو اس معین درجہ سے منع کر سکتے ہیں تو گویا جانا مقصود لگا دیا گیا ہے کہ ہر ہر درجہ کا اپنے سوا سب درجات سے مسلوب ہونا ممکن ہے۔ جیسا کہ باقی درجات کا سلب اس درجہ سے ممکن ہے۔

اب واضح ہو گیا کہ یہ سلب مقید ہے۔ جب یہ ممکن ہوا تو صاف ثابت ہوا کہ واقع میں بھی سلب ممکن میں ہے۔ وہ کیوں مطلق ہو سو اس کی وجہ یہ ہے کہ سلب واقعی میں کسی درجہ میں متحقق ہونے کا لحاظ نہیں ہے۔ لیکن سلب کے ممکن ہونے سے یہ لازم آیا کہ تخلل کا مرتبہ سے ہی مسلوب ہونا ممکن ہوا۔ پس بھوک کا سلب بھی مرتبہ سے ممکن ٹھہرا۔ لہذا ثابت ہوا کہ بھوک خود ضروری ثبوت نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کرتے آئے تھے۔ ہاں یہ گمان نہ کرنا چاہئے کہ تخلل کا سلب ممکن ہی ممکن ہے۔ نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ کے کلام سے اس کا وقوع بھی ثابت ہے۔ آیت میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم تم کو بہشت میں نہ بھوک لگے گی اور نہ تم اس میں برہنہ ہو گے اور نہ تم کو پیاس لگے گی اور نہ تم اس میں چاشت کا وقت دیکھو گے۔ بھوک کا ان کو بہشت میں عارض نہ ہونا اس لئے تھا کہ وہاں تخلل نہیں تھا۔ جیسا کہ چاشت کا وقت آفتاب کے نہ ہونے کے سبب نہیں تھا۔ گرمی کے جواب میں نہیں کہتے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر ہر وقت میں بھوک نہیں لگے گی یا سخت بھوک نہیں عارض ہو گی۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غلط ہے۔ اس لئے جاننا چاہئے جہاں کہیں حرف نفی داخل ہوا ہو وہاں پر ایسا ہی مراد ہو۔ حالانکہ اس قسم کی تجویز تب ٹھیک کہتا ہے جب کہ کوئی ضرورت نہ ہو۔ پھر یہاں پر دیکھئے کہ کون سی ضرورت درپیش ہے کہ ظاہر معنی چھوڑ کر آپ اپنے معنی مراد رکھیں کسی کی طرف۔ اس کا احتمال بھی نہیں ہوتا۔ اگر ضرورت یوں ثابت کریں کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی بہشت میں رہو اور اس میں فلانے درخت کے سوا جس درخت کا پھل کھانا چاہو کھاؤ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ بہشت میں بھی بھوک عارض ہوتی ہے۔ لہذا جہاں پر بھوک کی نفی کی گئی ہے وہاں سخت بھوک یا واقعی بھوک مراد رکھ لیتے ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں صرف آدم و حوا کے لئے بہشت میں کھانا مباح اور جائز کر دیا گیا

ہے اور اس سے بھوک کا اس میں متحقق ہونا لازم نہیں آیا ہے۔ اس واسطے کہ یہ ایسا ہے جیسے کہ دنیا
میں میوہ جات محض تلذذ کے لئے کھائے جاتے ہیں نہ بھوک کے لئے ویسے ہی بہشت میں جو طعام
کھانے کی اجازت دی گئی ہے اور دی جائے گی۔ وہ تو صرف تلذذ کے واسطے ہے۔ اس پر بھی اگر
آپ مخالف قانع نہیں تو تفسیر تیسیر اور درمنثور کا مطالعہ کر لیجیے کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ
بہشت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام ریان ہے۔ اس میں سے جو داخل ہوگا پیئے گا اور
جو پیئے گا پھر کبھی اس کو پیاس نہیں لگے گی۔ ظاہر ہے کہ پیاس اور بھوک میں کچھ فرق نہیں ہے۔ پس
جیسا کہ پیاس کا نہ ہونا ممکن ہوا۔ اسی طرح پر بھوک کا نہ ہونا بھی جائز ٹھہرا۔

سوال یہ جو تم نے کہا ہے کہ جب تحلل کا سلب ممکن ہوا تو بھوک کا عدم بھی ممکن ٹھہرا۔ یہ
تو ایسی ایک بات ہے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ علت کے نہ پائے جانے سے
معلول کا نہ پایا جانا لازم نہیں ہوتا۔ پھر کیسے آپ کہتے ہیں کہ تحلل کے غیر متحقق ہونے سے بھوک کا
غیر متحقق ہونا جائز ہے۔ کیوں درست نہیں کہ بھوک کے لئے اور ہی کوئی علت ہو۔ جس کے تحقق
سے اس کا بھی تحقق لازم ہو۔ کیا زید کا نہ مرنا اگر یوں ثابت کرنا چاہیں کہ وہ پہاڑ پر سے گر کر نہیں مرا
صحیح ہوگا۔ کیونکہ زید کا مرنا چھت یا درخت پر سے گرنے سے بھی متحقق ہو سکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس!
مرنے کے لئے اور اسباب بھی ہیں۔ جن کے عارض ہونے سے زید مر سکتا ہے۔ پھر اگر ان
اسباب میں سے ایک جب تک پایا جاوے گا تو کیا زید کا مرنا جائز نہیں ہوگا۔ بلکہ ہوگا ویسے ہی وہ حکم
جو آپ لگاتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ الجواب علت دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ اگر علت متحقق نہ ہو تو
معلول ہرگز متحقق نہیں ہوگا۔ سو اس صورت میں معلول کا اس علت کے بدون پایا جانا ہرگز جائز
نہیں۔ کیونکہ بایں معنی علتیں دو تین نہیں ہو سکتیں۔

پس جب کہ اس علت کا تعدد اور تکثر جائز نہیں ہے تو معلول اس میں منحصر ہوگا اور علت
اس کو لازم ہوگی۔ اس لئے کہ اگر معلول اس علت کے بغیر پایا جائے گا تو ملزوم کا لازم کے بغیر پایا
جانا متحقق ہوگا۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ لہٰذا ہمارا یہ قول کہ ”بھوک نہیں ہے۔ کیونکہ تحلل نہیں ہے“
صحیح ہوا۔ کیونکہ تحلل بایں معنی کہ ”وہ اگر نہ متحقق ہو تو بھوک بھی متحقق نہیں ہوگی۔“ بھوک کے لئے
علت ہے۔ تحلل بھوک کے واسطے علت بایں معنی نہیں ہے کہ وہ جس وقت پایا جاوے گا تو بھوک
بھی متحقق ہوگی۔ (یعنی بمعنی اذا وجد وجد) اس لئے یہ استدلال کہ ”بھوک کا غیر متحقق ہونا ممکن
ہے۔ کیونکہ تحلل کا عدم جائز ہے۔“ درست ہوگا۔ باقی رہا بھوک کا کھانے کے واسطے بمعنی نہ قبول الغذاء

(اس کا معنی وہی ہے جو ابھی گزرا) علت اور سبب ہے۔ کیونکہ کھانا بھوک کے بغیر بھی متحقق ہو سکتا ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ لذت یا کسی علاج کے واسطے بھی کھا لیتے ہیں۔ کادیانی اس استدلال کو بھی پیش کرتے ہیں کہ خداوند عزوجل فرماتا ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے نہیں تھے۔ نیز کہ ہم نے اے رسول اللہ ﷺ آپ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشگی نہیں دی ہے۔ کیا اگر آپ مر جائیں تو آپ کے مخالف ہمیشہ رہیں گے۔

اس استدلال کی توضیح و تشریح اس طرح پر ہے کہ مسیح علیہ السلام اگر اب تک زندہ ہوتے تو ان کا ہمیشہ زندہ ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ نے صاف ظاہر فرمایا ہے کہ کسی کو ہمیشگی نہیں دی ہے۔ الجواب دونوں آیتوں میں جو ہمیشگی کی نفی کی گئی ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ طویل العمر بھی نہیں بنایا گیا۔ بلکہ دراصل اس کا معنی تو یہ ہے کہ کوئی ابدالآباد خدا کی طرح زندہ نہ رہے گا۔ اگر اسے مخالف اس پر آگاہی نہیں ہے تو کتب لغات مع تفاسیر قرآن کو غور سے دیکھو۔ دیکھتے نہیں کہ قرآن شریف میں بہشتیوں کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ بہشت میں خالدین اور ہمیشہ رہیں گے۔ دوزخیوں کے حق میں ارشاد ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ لہٰذا دونوں آیتوں میں جو خلود و ہمیشگی مذکور ہے ان کے معنی دوام ہیں۔ نہ یہ کہ ازلی ہے تو دوام ازلی ہے اور غیر یہ!

(یعنی نہیں کوئی ایک بھی آدمیوں میں سے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے) ذکر ہو چکا یہ مطلقہ کی نقیض ہے۔ (وہ یہ ہے کہ بعض آدمی دائماً زندہ ہیں) یعنی یہ قضیہ کاذب ہے۔ اس لئے کہ اس کی نقیض کہ "نہیں ہے کوئی بشر بالفعل زندہ" صادق ہے۔ کیونکہ اس کا ملزوم (یعنی نہیں ہے کوئی ایک بھی آدمیوں میں سے۔ الخ) جو قرآن سے ثابت ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ملزوم کے متحقق ہونے کو لازم کا تحقق ضروری ہے۔

پس یہ مطلقہ عامہ سالبہ کہ نہیں ہے کوئی بشر بالفعل (تینوں زمانوں میں کسی زمانہ میں) زندہ مسیح علیہ السلام کی موت کو زمانہ گذشتہ میں مستلزم نہیں ہے۔ کیونکہ جس چیز کا پایا جانا تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں معتبر ہو تو اس کا خاص ماضی یا حال یا خاص زمانہ میں متحقق ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ یہاں ضروری ہے کہ وہ (جیسے موت المسیح کا) کسی نہ کسی زمانہ میں وجود ضروری ہے۔ خواہ استقبال میں ہی ہو۔ ماضی میں تو ضروری نہیں ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ اہل اسلام مطلقاً وصفاً اس کے قائل ہیں کہ مسیح علیہ السلام بعد نزول قرب قیامت کے مریں گے۔ اب یہ قرآن سے بالکل مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن سے تو دوام الحیاۃ کی نفی ثابت ہے۔ جو ہمارا اعتقاد اور باقی اسلامیوں کا

عقیدہ ہے۔ اس کے منافی نہیں ہے۔ ہم علیہ ہم کہتے ہیں جو ثابت ہوا وہ محال نہیں۔ جو محال ہے
وہ ثابت نہیں۔ سوال: دونوں آیتوں میں خلود کے معنی طول بقا بطور مجاز کے ہے۔ جواب: یہ بھی غلط
ہے۔ کیونکہ اس لفظ کا وضعی اور حقیقی معنی سے چھوڑ کر غیر حقیقی میں مستعمل کرنا تب ہی جائز ہوگا کہ
کوئی قرینہ جو حقیقی میں استعمال کرنے سے روکتا ہو پایا جاوے۔ یہاں قرینہ تو موجود نہیں ہے۔

البتہ اگر عمر کے واسطے کوئی معین حد ہوتی تو بیشک یہ قرینہ تھا۔ مگر وہ بھی معین نہیں ہے۔
پہلے تو سوال اس بات پر کہ عمر طبعی ایک سو بیس برس ہے۔ فرض ہو جاوے یہ تو ایک مشہوری بات تحقیق
سے مخالف ہے۔ اس پر نہ تو نقلی نہ عقلی دلیل ہے۔ نیز مشاہدہ کے برخلاف ہے۔ کئی لوگ ایسے
دیکھے گئے ہیں اور سنے جاتے ہیں جو اس عمر سے تجاوز ہو کر مرتے ہیں۔ خود اطباء نے بھی تصریح
کی ہے۔ اس مشہور بات پر کوئی بھی دلیل نہیں ہے۔ خاص کر شریعت شریف سے صاف صاف ثابت
ہے کہ یہ عمر طبعی نہیں ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں نوح علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ نوح
قوم کے درمیان ساڑھے نو سو برس تک رہے ہیں۔ مع ہذا اگر کادیانی وہ معنی لیں گے تو قرآن
شریف میں تناقض ثابت ہوگا۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ خداوند تعالیٰ ہم کو گمراہوں کی گمراہی
زندیقوں کی زندیقی سے اپنی پناہ میں رکھے۔ صالحین کے زمرہ میں داخل کرے۔ پھر دکھا ہم کو
ہادی ہدایت یاب مقتداؤں سے بطفیل اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کی آل واصحاب کے
بندے کادیانی اپنے مدعا کے ثابت کرنے کے لئے یوں بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ
فرماتا ہے کہ بعض تم میں سے ایسے ہیں کہ ہم انہیں ارذل عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی مارے
جاتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کو ہم ارذل العمر تک پہنچاتے ہیں۔ پھر بے قوت ہو جاتے
ہیں۔ ایسا کہ وہ سیکھے سکھائے کو بھول جاتا ہے۔ اس استدلال کی اصلاح اس طرح پر ہے کہ جس
طرح جفت اور طاق عدد کے افراد کو حصر ہے۔ ویسے ہی مر جانا۔ ارذل العمر تک پہنچنا تمام افراد
انسان کو حصر ہے۔ یعنی جیسے کہ عدد کے افراد میں جفت و طاق کے بیچ نہیں ہوتا۔ دونوں سے خالی
ہوتے ہیں۔ ویسے ہی افراد انسان ان دونوں سے نہ تو خالی ہو سکتے ہیں اور نہ یہ دونوں ان میں
اکٹھے پائے جا سکتے ہیں۔ پس یہ ایک قضیہ منفصلہ حقیقیہ ہوا۔ اب بھی اگر تم کہو گے کہ مسیح علیہ
السلام مر گئے ہیں اور نہ ارذل العمر ان کو عارض ہوگئی ہے تو بداہۃً ان دونوں کا افراد انسان کی
بعض سے ارتفاع لازم آوے گا۔ حالانکہ دونوں کا مرتفع ہونا باطل ہے۔ چونکہ یہ امر مسیح علیہ
السلام کی زندگی کے فرض کرنے سے لازم آیا تو مفروض بھی محال ہوا۔ جب زندگی محال ہوئی تو اس
کی نقیض (یعنی ان کا مرنا) ثابت ہوئی۔ یہی مقصود تھا۔

الجواب! مسن فتوتی (یعنی جو شخص بوڑھا ہو جاتا ہے) اور مسن ہرم (یعنی جو شخص ارذل العمر تک پہنچایا جاتا ہے) کے ظاہر معنی کی طرف لحاظ کر کے یہ تقسیم درست نہیں ہے۔ سبب یہ ہے کہ: "جو ارذل العمر کی طرف مردود ہوتا ہے وہ باعتبار اپنے معنی کے مسن فتوتی میں داخل ہے۔ کیونکہ وہ خاص اور یہ عام ہے۔ کیا یہ معلوم نہیں ہے کہ جو ارذل العمر تک پہنچتا ہے اس کو بھی موت لاحق ہوتی ہے اور ہر موت اس کے بغیر بھی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ بات اسی آیت سے ثابت ہے۔ پس متوفی جب کہ مسن ہرم سے عام ہوا تو یہ تقسیم اس لئے درست نہیں ہے کہ یہ ایک چیز کو اپنے آپ اور اخص پر بانٹنا ہے۔" حالانکہ تقسیم جب ہی درست ہوتی ہے کہ اقسام مقسم سے مغائرت رکھتی ہو۔ نہ کہ ایک قسم عین مقسم ہو اور دوسرا غیر۔ بلکہ ایسی تقسیم متصور بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ تقسیم کے یہ معنی ہیں کہ ایک چیز کو بلا اس کے کہ اس میں خصوصیت اور عموم کا لحاظ کریں۔ لے کر اس کو مختلف قیدیں لگائی جائیں۔ پھر اگر یہ تقسیم اعتباری ہے تو مضاف الیہ یا صفت وغیرہ کے ساتھ عبارت میں تقیید داخل ہوگی۔ معنوی سے خارج جیسے مطلق سیاہی کو جب پتھر کی یا گھوڑے کی یا حبشی کی سیاہی کی طرف تقسیم کریں یا تقسیم واقع ہوگی۔ لیکن یہ تب ہوگی کہ ماہیت کو فصول کے ساتھ تقسیم کریں گے۔ مگر اس صورت میں فصل کی قید معنوی میں داخل ہوگی۔ جیسے کہ حیوان کو ناطق یا ناہق سے مقید کریں۔ قیدیں مقید پر انسانیہ یا حماریہ کا حکم لگا دیں۔ یا اگر ماہیت کو عوارض سے مقید کر کے تقسیم کریں۔ قید کو معنوں میں داخل سمجھیں۔

چنانچہ لکھنے والا انسان۔ غیر کاتب انسان پس صورت اولی میں حیوان انسان۔ حمار کہلائے گا۔ دوسری صورت میں زید اور عمرو وغیرہ کہلائے گا۔ یہی تقسیم ہے۔ جب یہ سمجھ گئے تو یہ بھی سمجھ لیں کہ انسان کو اگر متوفی، مسن ہرم کی طرف تقسیم کریں گے تو یہ تقسیم ایسے عوارض کے ساتھ ہوگی۔ جو الگ قسم اور خاص بنانے والے ہیں۔ کیونکہ جو چیز کہ حقیقت سے خارج ہو وہ عرض ہے۔ پس چونکہ توفی اور یہ دونوں انسان کی حقیقت سے خارج ہیں عوارض ہیں۔ لیکن تقسیم میں جو یہ بات ضروری ہے کہ اقسام آپس میں تغایر رکھتے ہوں اور ہر ایک جب ہی ممتاز ہوگا کہ ایک کا وصف دوسرے میں متحقق نہ ہو۔ حالانکہ توفی ایسا نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ وصف مسن ہرم میں بھی متحقق ہوتا ہے۔ پس اس وصف کی ایک چیز کے ساتھ کیا خصوصیت رہی۔ کیا تمیز دے سکتا ہے۔ لہذا کادیانی نے جس کو تقسیم سمجھا تھا وہ تقسیم ہی نہیں ہے۔ ہاں بلاشبہ اگر مطلق مسن فتوتی کو لے کر یہ دو قسم کر ڈالیں تو صحیح ہے۔ چنانچہ پہلی ایک مسن فتوتی وہ ہے کہ جس کو ردی حالت عارض نہیں ہوتی۔

دوسرا وہ ہے کہ جس کو یہ حالت عارض ہوتی ہے۔ البتہ اس طریق پر متوفی دونوں میں مشترک ہوگا۔
اب جس طرح کہ حیوان کلی قسمت ہے۔ حیوان ناطق ہے۔ حیوان ناطق ہے۔ اس کے دو قسم ہیں۔
ویسے ہی مطلق متوفی کلی تقسیم ہے اور متوفی جس میں روح کی حالت کا عارض ہونا معتبر ہے اور متوفی
کہ جس میں اس حالت کا عارض ہونا ملحوظ ہے۔ اس کے دو قسم ہوں گے۔ مطلق متوفی کے جو لازم
ہے۔ محصور ہونے سے انسان کو جو ملزوم ہے۔ محصور ہونا متحقق ہوا۔ رہی یہ بات کہ مسیح علیہ السلام کا
اگر زمانہ ماضی میں نہ مرنا ہی مانا جائے تو یہ اس حصر سے منافی ہے۔ سو یہ غلط ہے۔ کیونکہ مسیح علیہ
السلام پہلی شق (یعنی متوفی سوا اس کے کہ اس کو روح کی حالت عارض نہ ہو) میں داخل ہے۔ مسیح
علیہ السلام کا زمانہ ماضی میں نہ مرنا منافی حصر نہیں ہے۔ اس لئے کہ حصر صحت کے واسطے اتنا ہی
کافی ہے کہ وہ زمانہ مستقبل میں مر جائیں۔ حصر کے لوازم سے یہ تو نہیں ہے کہ وہ زمانہ ماضی میں
مر گئے ہوں۔ کیا دیکھتے نہیں کہ شق اول بصیغہ مضارع مجہول آیت میں بیان کی گئی ہے۔ نہ بصیغہ
ماضی مجہول۔ شاید کہ قادیانی مضارع و ماضی میں فرق نہیں کرتے ہیں۔ اس واسطے جو کچھ خیال میں آیا
کہہ مارا۔ بیشک اگر مسیح علیہ السلام کا دنیا میں ہمیشہ زندہ رہنا مانا جاتا تو یہ حصر سے منافی تھا۔ وجہ یہ
ہے کہ پھر تیسری قسم کا انسان جس میں مطلقاً توفی نہیں تھا ماننا پڑتا۔

پس بریں تقریر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس قسم کے انسان میں مطلق توفی پایا جاتا
ہے یا نہ۔ اگر پایا جاتا ہے تو یہ باطل ہے۔ کیونکہ اب بحث ایک تو منافی موت ہے۔ دوم اس صورت
میں حصر باطل ہوتا ہے۔ اس واسطے اس صورت میں مقسم کا ان دونوں قسموں کے بغیر جن کی طرف
اس کو تقسیم کی گئی موجود ہونا لازم آئے گا۔ اگر انسان میں مطلق توفی متحقق نہیں ہے۔ اس سبب کہ
وہاں پر اس کا محل جن میں منحصر تھا پائے نہیں جاتے تو اس سے دو محالوں میں سے ایک محال لازم
ہوگا۔ یا یہ کہ توفی انسان کو لازم نہیں۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ اس لئے کہ خداوند فرماتا ہے کہ ہر ایک
نفس موت کا مزہ چکھنے کا یا لازم آئے گا کہ ایک لازمی امر کسی چیز میں منحصر ہو اور ملزوم اس میں منحصر
نہ ہو۔ یہ بھی محال ہے۔ کیونکہ اس صورت میں لازم کا ملزوم سے جدا ہونا ظاہر ہے۔ حالانکہ یہ بھی
باطل ہے۔ اب چونکہ یہ سب محالات اس صورت پر عائد ہوتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کا ہمیشہ زندہ
رہنا مان لیا جائے تو یہ بھی باطل ہوا۔ لیکن یہ محالات جس تقدیر پر کہ مسیح علیہ السلام کے لئے طول
بقا، مستقبل میں مر جانا مراد لیں گے عائد نہیں ہوتے۔ اب تک قادیانی عبارات کے عموم سے
استدلال کرتے تھے۔ اب اپنے مدعا کے لئے حدیث معراج پیش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس

حدیث میں مذکور ہے کہ رسول کریم ﷺ نے دوسرے آسمان پر یحییٰ علیہم السلام سے ملاقات کی تقریر الاستدلال اگر مسیح علیہ السلام مرے نہ ہوتے تو یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ جو اموات میں داخل ہیں کیوں مجتمع ہو سکے۔

الجواب: کہ یہ قول بالکل لچر ہے۔ کیا اگر اموات کے ساتھ مجتمع ہونا صاحب کے میت ہونے کو بھی چاہتا تو رسول کریم ﷺ جو معراج کی رات میں اموات کے ساتھ مجتمع ہوئے تھے تو وہ بھی اس حالت میں میت ہی تھے۔ آپ کو کیا مرکر معراج ہوا تھا۔ زہے دانش!

شاید کادیانی یوں بھی کہہ دیں کہ مدت دراز تک میت کے ساتھ مجتمع ہونا یہ اس کو چاہتا ہے کہ ہم صحبت بھی میت ہو۔ سو یہ بھی غلط ہے۔ اولاً کہ جو کہتے ہیں کہ یحییٰ علیہ السلام کا دوسرا آسمان مقرر نہ ہو بلکہ اس خاص وقت میں ان کو دوسرے آسمان پر مستقر ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ کو حضرات انبیاء علیہم السلام سے مسجد اقصیٰ میں یا آسمانوں پر خواہ ارواح متمثل تھے یا مع اجساد بعینہا ملاقات ہوئی تھی۔ حالانکہ ان کے ارواح اعلیٰ علیین تھے۔ یہ سب ممکنات سے ہے۔ یا یہ کہ ان کا دراصل مقر قبور ہی ہیں۔ (چنانچہ حدیث میں آچکا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا گیا ہے) لیکن ان کو اس وقت آسمان پر یا مسجد اقصیٰ تک جانے کا حکم دیا گیا تھا۔

سوال: یہ تو ہمارا عین مدعا ہے کہ معراج مثالی ہے۔

الجواب: آپ کے معراج کو مثالی جان لینا ہی غلط ہے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ معراج جسد عنصری لطیف کے ساتھ تھا نہ مثالی اور کشفی طور پر کیونکہ صحیح احادیث میں جو حالات آمد و رفت کی حالت میں مذکور ہیں ان سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ جسمانی معراج تھا۔ ہاں مثال کو دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے مثال کے ساتھ ہی دیکھا ہو۔ مثال کا مرئی ہونا اور ہے اور رائی ہونا اور ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ آپ نے معراج کی حالت میں کئی چیزوں کی مثال کو اور کئی چیزوں کے عین کو ملاحظہ فرمایا ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ کے پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ لہٰذا کوئی محال عائد نہیں ہو سکتا۔ اس سے بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ مسیح علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کے دوسرے آسمان پر مجتمع ہونے سے دونوں صاحبوں کا آسمان دائم پر مقیم ہونا ضروری نہیں ہے۔ پھر یہ کب لازم آسکتا ہے کہ جیسے یحییٰ علیہ السلام میت تھے ویسے ہی مسیح علیہ السلام بھی ہونے چاہئیں۔ ہاں اگر دو شخص ایک ہی مکان میں دائمی طور پر مقیم بھی ہوں تو کیا اس سے ان دونوں کا ہر ہر وصف میں یکساں ہونا لازم ہے۔ ہرگز نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ کادیانی اپنے گمان فاسد سے اس آیت کو بھی

اپنے مدعا کے لئے دلیل سمجھتے ہیں کہ اس آیت "انی متوفیک" اور دوسری آیت "فلما توفیتنی" میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسیح (علیہ السلام) میں تیرا متوفی ہوں۔ جب تو نے مجھ کو توفی دی۔ لیکن در اصل یہ استدلال محض شیخ بے علموں کو دھوکہ اور مغالطات میں ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ خیر بہر حال ہم اس کی تردید کریں گے وہ یوں ہے کہ توفی کا معنی لغۃً کسی چیز پر پورے طور پر قبضہ کرنا ہے۔ اس کا مادہ (یعنی جس سے یہ لفظ لیا گیا ہے اور اسی کو ماخذ بھی کہتے ہیں) وفا ہے۔ یہ قاعدہ مقررہ ومسلمہ ہے کہ ماخذ کا معنی ماخوذ کے تمام افرادوں میں معتبر ہوتا ہے۔ گو ان کی صورتیں اور صیغے مختلف ہوں۔ ماخذ کا معنی ماخوذ میں اس طرز پر داخل ہوتا ہے جیسے کہ جزو کل میں داخل ہوتی ہے۔ دیکھو علم کا لفظ (خواہ اس کا معنی محض نقش شے کی صورت کا حاصل ہونا ہو۔ یا عالم ومعلوم کے درمیان نسبت ہونا خواہ کہ ایک اضافت والی چیز ہے یا خود صورت حاصلہ یا نقش ہے۔ یا شی کی صورت کا حاصل کرنا وغیرہ) کو کسی معنی سے اس کو لو۔ وہ ضرور اس کے ماخوذ میں پایا جائے گا۔ وہ ماخوذ ابواب مجردہ سے ہو یا مزید فیہ سے۔ مثلاً علم (جان لیا اس نے) ماضی معلوم کے ساتھ اس کا معنی پہلی اصطلاح کے موافق یہ ہے کہ فلاں نے فلانی چیز کی صورت زمانہ گزشتہ میں اپنی عقل میں حاضر کی دوسری اصطلاح کے مطابق فلانے کو اپنے آپ کے اور معلوم کے درمیان ایک نسبت (عالمیہ معلومیہ) حاصل ہوگئی ہے۔ اسی طرح پر اوروں میں جاری کرو۔ تا ہر ایک میں وہی پایا گیا کہ جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ پس جب کہ علم کا لفظ جو صیغہ ماضی معلوم ہے۔ اپنے مصدر اور ماخذ پر بھی شامل ہوا تو اس میں تین جزوں کی ترکیب ہوگی۔ ایک مصدر دوم زمانہ سوم فاعل کی طرف نسبت۔ لیکن یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ یہ دو جز ہیں۔ ایک نسبت دوم زمانہ ہر ایک میں خواہ مصدر مجرد سے لیا گیا ہو یا اس سے جو اس مجرد سے لیا گیا ہے۔ ماخوذ ہو محقق ہوں گے۔ البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک ماخوذ میں پایا جاوے۔ جیسے بلکہ افعال میں نہ غیر میں۔ دیکھو علم سے عالم ماخوذ ہے۔ مگر اس میں نہ فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانے کے جانب۔ ہاں اتنا تو ہے کہ اس کا ماخذ یعنی علم اس میں موجود ہے۔ ایسا ہی اعلام (سکھانا) جو اسی علم سے ماخوذ ہے۔ اس میں نہ تو فاعل کی طرف نسبت ہے اور نہ زمانہ کی جانب۔ ہاں اس کا ماخذ اس میں موجود ہے۔ نیز اس میں باب افعال کا مقتضا جس لئے یہ متعدی ہوا۔ (حالانکہ اس کے ماخذ میں یہ نہیں ہے) پایا جاتا ہے۔ لہذا اس میں دو جز محقق ہیں۔ اعلام سے جو علم سے لیا گیا ہے۔ اعلم بصیغہ ماضی معلوم مشتق ہے۔ اس لئے اس میں چار جز ہیں۔ ایک علم جو مصدر ہے۔ دوم باب افعال کا مقتضا۔ سوم فاعل کی طرف

نسبت۔ چہارم زمان۔ جب یہ ثابت ہوا تو پھر ضرور ماننا پڑے گا کہ توفی کے معنی میں وفا داخل ہے۔ کیونکہ وہ وفا سے ماخوذ ہے۔ نیز اقرار کرنا پڑے گا کہ باب تفعل کا مقتضاء اخذ (بمعنی لے لینا) ہے۔ اس میں معتبر ہے۔ پس جو الفاظ توفی سے ماخوذ ہیں۔ بشرطیکہ وہ زمانہ پر دلالت کرتے ہیں۔ چار چیزوں پر شامل ہوں گے۔ جیسا کہ توفیت (پورا لے لیا میں نے) اور جو زمانہ پر دلالت نہیں کرتے ہیں ان کی تین جز ہوں گی۔ دیکھو توفی اس لئے کہ اس میں زمانہ معتبر نہیں ہے۔ مختصراً کہ جو صیغہ کسی مصدر سے لیا گیا ہو۔ اس میں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماخذ و مصدر پر شامل ہو۔ گو اس ترکیب کو حقیقی کہیں یا اعتباری۔ ہاں یہ تو ماننا ہی پڑتا ہے کہ اگر اس ترکیب کو تحلیلی کہیں گے۔ تو بھی یہی ہے کہ شمول کا معنی یہی ہوگا کہ اس جزو اعتباری کا اس اعتباری کل سے اعتبار کر لینا جائز ہے۔

پس اگر توفی کا معنی وفا کو چھوڑ کر لئے جائیں گے تو یہ حقیقی نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ موضوع لہ بعض اجزاء کو الگ کر دینے سے کل ہی سے تخلیہ لازم آتا ہی نہیں تو باوجود انتفاء جزو کے کل کا تحقق چاہئے۔ (یہ اس صورت میں ہے کہ ترکیب حقیقی ہو) یا لازم آوے گا کہ جو کل ہے وہ کلی جز کے بغیر متحقق ہو۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ وہ مجازی معنی ہوگا۔ آخر یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ کا استعمال یا حقیقتاً یا مجازاً ہوتا ہے۔ لیکن یہ خیال نہ کیا کہ ماخذ ہی صرف معتبر نہ ہوگا۔ تب ہی مجازی ہوگا۔ نہیں بلکہ کوئی جزو ہو۔ جب کہ اس کا انتفاء مان لیں گے۔ وہ مجازی ہی ہوگا۔ خواہ اس جز کا دخول وضع شخصی یا وضع نوعی کے ذریعہ سے ہو۔ پہلے کی مثال اسنگا کا دیوار میں داخل ہونا۔ دوسرے کی مثال "مشتق کی جزو کا اس میں داخل ہونا۔ کیونکہ یہ دخول بوضع نوعی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہر لفظ جو مفعول کے وزن پر ہو وہ اس پر دلالت کرے گا کہ جس پر فعل واقع ہوا ہو۔ لہذا حقیقی معنی جب کہ مرکب ہو وہ تا وقتیکہ آپس میں تمام اجزاء متحقق نہ ہو لیں۔ حقیقی نہیں کہلائے گا۔ اس کے مرتفع ہو جانے مجازی بننے کے لئے ایک جزو کا بھی انتفاء کافی ہے۔ کیونکہ کل کا انتفاء جیسے کہ تمام اجزاء کے منتفی اور معدوم ہو جانے سے ہو جاتا ہے۔ ویسے ہی اس کا انتفاء کسی ایک جزو کے نابود ہو جانے سے ہوتا ہے۔"

اب دیکھو کہ یہ تحقیق سابق واضح طور پر اس پر دلالت کرتی ہے کہ متوفی کا معنی پورے طور پر لینے والا ہے۔ لا غیر! یہی متوفی کا حقیقی معنی ہے۔ کیوں نہ ہو کہ جس کے حقیقی ہونے کو ضرورت تھا وہ پایا گیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ ایک وفا۔ دوم لے لینا۔ سوم فاعل کی طرف نسبت۔ پس

آیت "یٰعیسیٰ انی متوفیک" جس کا مضمون یہ ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیرا متوفی اور
اپنی طرف تیرا اٹھانے جانے والا ہوں کہ اسے سچ میں تجھ کو پورے طور پر لینے والا ہوں۔ ایسا ہی
آیت "فلما توفیتنی الآیۃ" سے بھی پورا اور تمام بھا لے لینا مراد ہے۔ لیکن مسیح علیہ السلام پر جو
پورا اور تمام قبض ہونا صادق آئے گا۔ تب ہی ہے کہ وہ بجسدہ اٹھائے گئے ہوں۔ نہ اگر ان کی
روح ہی صرف اٹھائی گئی ہو۔ اس لئے کہ خالی روح کا اٹھایا جانا تو تمام پر قبضہ نہیں۔ بلکہ ایک حصہ
پر قبضہ ہوا۔ پھر اگر یہ کہو کہ توفی کا اطلاق رفع روحی پر حقیقی ہے تو یہ نا جائز ہے۔ ہاں اگر
یوں کہو کہ توفی کا معنی لے لیا ہے۔ مگر اس طرح پر کہ وفا سے مجرد ہے۔ خواہ یوں کہ وفا کا عدم
اس میں اعتبار کیا گیا ہے۔ یا وفا اس میں معتبر نہیں۔ پھر وفا اس کو کبھی مقارن ہو یا کبھی مقارن نہ ہو
ہو۔ وفا کے عدم کا اعتبار ایک چیز ہے۔ وفا کے اعتبار کا عدم اور چیز ہے۔ بنا بر اں توفی کا اطلاق
رفع روحی پر بھی ہوگا۔ مگر اس پہلی صورت میں کل کا اطلاق جز پر ہوا۔ دوسری صورت میں عموم جز
ہوگا۔ رہی یہ بات کہ کسی چیز کے عدم کے اعتبار اور اس چیز کے اعتبار کے عدم میں کیا فرق ہے۔ سو
یہ فرق ہے کہ پہلا خاص دوسرا عام ہے۔ جز وجہ مگر ہے سو ہے۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ دونوں تقدیر
پر یہ معنی مجازی ہے۔ نہ حقیقی لیکن مجازی لے لینا تو تب ہی جائز ہوتا ہے کہ جب کوئی ایسا قرینہ
موجود ہو کہ اس کے ہوتے حقیقی لینا جائز نہ ہو۔ یہاں اس قسم کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ پھر کیونکر یہ
مجازی لے لینا کیونکر درست ہوگا۔ لہذا حقیقی ہی مراد لینا لازم ہوا نہ مجازی۔ یہ ظاہر ہے کہ حقیقی
و مجازی کا مدار وضع ہے۔ خواہ وضع لغوی ہوگا۔ یا شخصی بہر حال تقاضا کو جب ان دونوں میں کسی وضعی معنی
میں استعمال کریں گے تو وہ حقیقی استعمال ہوگا۔ ورنہ مجاز ہوگا۔ پھر مشتقات جو اپنے مادہ اور ہیئت
ترکیبی سے کہ ان میں سے پہلا بوضع شخصی موضوع ہے۔

دوسرا بوضع نوعی مرکب ہیں۔ یہ جب اس ترکیب کے مبداء پر با اعتبار مادہ بوضع شخصی اور
معنی ترکیبی پر بوضع نوعی دال ہیں۔ مگر جب اس طرح پر ہوں گے تو استعمال حقیقی اسی صورت میں
ہوگا کہ دونوں وضع محقق ہوں۔ نہ صرف ایک ہی محقق ہو تو پھر بھی حقیقی ہی ہوگا۔ البتہ مجاز تین
صورتوں میں پایا جا سکتا ہے۔ ایک جب کہ وضع شخصی کی شہ ہے۔ دیکھو ماحق اس کے مبداء کا موضوع
لہ در اصل بوضع شخصی ادراک کلیات و جزئیات ہے۔ جب اس سے وال مراد لیں گے تو یہ استعمال
مجازی ہوگا۔ ایسا ہی جب وضع نوعی کا فقدان ہو۔ دیکھو قاتل جب کہ اس سے مقتول مقصود ہو۔ کہ اس
میں قول جو اس کا مصدر ہے۔ اپنے اصل معنی پر دال ہے۔ مگر باعتبار اس کے کہ اس میں وضع نوعی

مستعمل ہوا ہے مجازی ہوگا۔ اگر روحوں کا اعادہ بھی تجویز نہیں ہوگا۔ دیکھو اطلاق سے جس حالت میں
مدلول مراد رکھ لیں گے۔ کیونکہ اطلاق "مدلول" کے لئے نہ تو بوضع نوعی اور نہ بوضع شخصی موضوع
ہے۔ اس لئے مستعمل ہے کہ لفظ متوفّی ایک تو شخص ان کو کسی معنی پر محمول کریں گے تو کون سا معنی ان
سے مراد لیں گے۔ اگر پوری طور پر لینا مراد ہے تو یہ روح وجسد دونوں کے اٹھائے جانے کے
بغیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ استعمال حقیقی ہوگا۔ کیونکہ حقیقت کا مدار وضع شخصی اور نوعی پر ہے۔ سو وہ پایا
گیا ہے۔ اگر اس میں لفظ کو مراد رکھیں گے اور تمامیت کی قید بھی رکھیں گے۔ خواہ یوں کہ لفظ کے
لئے تمامیت کا عدم قید ہے۔ یا بکمل طور پر لیں گے۔ یعنی اس کے ساتھ تمامیت کی قید لگی ہو۔ تو
ان صورتوں میں یہ استعمال مجازی ہوگا۔ اس لئے کہ ان تقدیروں پر لفظ کا موضوع لہ بوضع شخصی سے
جدا متحقق ہوگا۔ لیکن یہ بات مسلمات سے ہے کہ حقیقی معنی کو قرینہ صارفہ کے بغیر چھوڑ کر مجازی کو
اختیار کرنا ناجائز ہے اور قرینہ یہاں پر موجود نہیں ہے۔

پس لامحالہ حقیقی معنی ہی لینا پڑے گا۔ جواب یہ جو تم کہتے ہو۔ متوفّی سے مرنا متبادر
الفہم ہے۔ مرنا الفہم ہونا ہی قرینہ ہے۔ نہ سلم کب ہے اس لئے کہ یا تو کہو گے کہ توفّی سے
بلا قرینہ مارنا۔ مرنا متبادر ہے۔ سو یہ تو پہلا ہی جھگڑا ہے۔ قرآن شریف میں تو کہیں بھی توفّی اور
متوفّی کا لفظ مرنے مارنے میں بلا قرینہ مستعمل نہیں ہوا ہے۔ یا کہو گے کہ نہیں توفّی اور متوفّی سے
مرنا مارنا بمعہ قرینہ متبادر ہے۔ البتہ یہ مانا۔ لیکن حقیقی کی نشانی تو یہ ہے کہ وہ بلا قرینہ ہی متبادر ہو نہ
بمعہ قرینہ۔ ورنہ سب مجازات حقیقی ہی بن جائیں گے۔ لہٰذا لغو کی تقسیم حقیقت ومجاز کی طرف صحیح نہ
ہوگی۔ کیونکہ بنا بریں مذہب کے تو مجاز ممکن ہی نہیں ہے۔ بیشک یہ ہمارا دعویٰ کہ قرآن شریف میں
کہیں بھی توفّی کا لفظ بلا قرینہ موت میں مستعمل نہیں کیا گیا ہے ثبوت طلب ہے۔ لیکن ثبوت تو
موجود ہے۔ دیکھو آیت "یتوفٰہن الموت" یعنی وہ مر جاتی ہیں۔ لیکن یہاں موت کا قرینہ موجود
ہے وہ یہ ہے کہ توفّی کو موت کی طرف اسناد کی گئی ہے۔ نیز اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ جن میں
توفّی سے موت ہی مراد ہے۔ مگر ہر ایک میں موت کا قرینہ موجود ہے۔ دیکھو "یتوفٰکم الموت
ان الذین توفٰہم الملائکۃ تتوفٰہم الملائکۃ یتوفٰہم الملائکۃ طیبین توفتہ
رسلنا رسلنا یتوفونہم یتوفی الذین کفروا الملائکۃ فکیف اذا توفتہم
الملائکۃ" یعنی تم کو ملک الموت موت کا مزہ چکھا دے گا۔ وہ لوگ کہ "ملائکۃ الموت" نے
ان کو موت کا مزہ چکھایا۔ موت کا ذائقہ ان کو "ملائکۃ الموت" چکھا کر کے۔ ان کو ملائکۃ

الموت پاکیزگی کی حالت میں موت کا مزہ دکھائیں گے۔ ہمارے فرستادوں نے ان کو مارا۔
ہمارے فرستادہ یعنی ملک الموت ان کو ماریں گے۔ کافروں کو ملائکۃ الموت ماریں گے۔ کیا تو کہ۔
جس وقت کہ ان کو ملائکۃ الموت ماریں گے۔ اب دیکھو ان سب آیتوں میں باقرینہ توفی سے
موت نہیں لی گئی۔ دیکھئے قرائن پہلی آیت میں ملک الموت کی طرف توفی مسند ہے اور یہی قرینہ
ہے اور باقیوں میں قابض ارواح فرشتوں کی طرف توفی کا اسناد ہے اور یہی قرینہ موت ہے۔ ایسا
ہی اس آیت میں "وتوفنا مع الابرار" جس کا معنی یہ ہے کہ ہم کو مار کر نیکوں کے زمرہ میں
داخل کر۔ اس میں ابرار کے ساتھ کی التجا قرینہ موت ہے۔ آیت "توفنا مسلمین" کہ اے
خداوند تعالیٰ ہم کو اسلام پر مارنا۔ میں حسن خاتمہ کا سوال قرینہ موت ہے۔ آیت "فاما نرینک
بعض الذی نعدهم او نتوفینک فالینا یرجعون (مؤمن:۷۷)" یعنی یا رسول
کریم ﷺ یا تو ہم آپ کو وہ بعض وعدے کہ جن کا ہم کافروں کو وعدہ دیتے ہیں دکھادیں گے یا موت کا
ذائقہ آپ کو چکھائیں گے۔ پھر ہماری طرف لوٹیں گے۔ اس میں متقابلین قرینہ ہے۔ کیونکہ اگر ایک
میں متقابلین میں سے کسی چیز کا وجود معتبر ہو تو دوسرے میں اس چیز کا عدم معتبر ہوتا ہے۔ کیا جانتے
نہیں کہ حرکت میں جو سکون کی ضد ہے۔ بقدر تنقل ہونا معتبر ہے اور اس کی ضد میں یعنی سکون
میں اس انتقال کا عدم معتبر ہے۔ پس چونکہ آیت مذکورہ میں دکھانے (اراءت) کو مقابل توفیک
(ہم تجھ کو ماریں گے) مقرر کیا گیا ہے۔ اراءت میں زندگی کا وجود معتبر ہے تو بالضرور اس کے
مقابل یعنی توفیک میں اس زندگی کا عدم معتبر ہو ورنہ تقابل کیسا ہوگا۔ یہی قرینہ موت ہے۔ اسی
طرح پر آیات ذیل میں قرائن موجود ہیں۔ دیکھو "والذین یتوفون منکم ویذرون
ازواجاً وصیة لازواجهم البقرة:۲۴۰"

"والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسهن اربعة
اشهر وعشراً (بقرہ:۲۳۴)" یعنی جو لوگ تم میں سے بیبیاں چھوڑ مریں تو وہ بیبیاں چار مہینے
اور دس دن عدت الموت کاٹیں۔ جو لوگ تم میں سے بیبیاں چھوڑ مریں تو ان پر ازواج کے لئے
وصیت کرنا لازم ہے۔ اب دیکھئے دوسری میں موت کے دو قرینے ہیں۔ ایک بیویوں کو چھوڑنا دوم
عدت الموت کا کاٹنا۔ پہلی میں بھی دو قرینے ہیں۔ ایک بیبیوں کو چھوڑ مرنا دوم وصیت کا لازم ہونا۔
آیت "ومنکم من یتوفی" میں بھی تقابل قرینہ ہے۔ دوسری آیت "الله یتوفی الانفس
حین موتها والتی لم تمت فی منامها (الزمر:۴۲)" یعنی خداوند ارواح کو موت کے

وقت میں سے لیتا ہے۔ ملخصاً اس میں بحث سوتھا فریضہ ہے۔ یاد رکھو کہ اس آیت میں مارنا اور سلانا دونوں مراد ہیں۔ مگر تم اس طرح پر کہ اس سے حقیقی و مجازی دونوں اکٹھے مراد لئے جائیں۔ کیونکہ حقیقت و مجاز کا اجتماع ناجائز ہے۔ دیکھو کتب اصول وغیرہ۔ دوم اس لئے بھی یہاں پر جمع نہیں ہے کہ مارنا یا سلانا ان میں سے کوئی ایک بھی توفی کا حقیقی معنی نہیں ہے۔ اس واسطے یہ جمع لازم نہیں آتا اور نہ توفی سے مارنا اور سلانا عموم مجاز کے طور پر مراد ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص قسم کھاوے کہ میں فلاں مکان میں اپنا قدم نہیں رکھوں گا۔ اب یہ شخص خواہ گھوڑے پر چڑھ کر اس میں داخل ہو یا اس طرح پر جیسا کہ کہا تھا یا وہ مکان اسی کا ملک ہو۔ یا کرایہ پر یا استعارہ کے طور پر ہو۔ بہرحال حانث ہوگا۔ یہ قول حقیقی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے۔

پس اس کا حانث ہونا اسی پر موقوف نہیں ہوگا کہ وہ گھر فلاں کا مملوک ہی ہو اور اس میں ننگے پاؤں ہی داخل ہو۔ بلکہ بہرحال حانث ہی ہوگا۔ ایسے ہی اس کا قول مجازی معنی کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتا ہے۔ تاکہ کہا جاتا کہ وہ جب فلانے کے غیر مملوک مکان میں یا جوتا پہن کے یا سواری پر ہی چڑھ کر داخل ہوگا۔ تو حانث ہوگا۔ نہیں تو نہیں۔ بلکہ بہرحال حانث ہوگا۔ خواہ حقیقی معنی پایا جائے یا مجازی۔ چنانچہ گزر چکا ہے مذکور میں توفی سے سلانا۔ مارنا جب کہ بطریق عموم مجاز بھی نہیں تو لامحالہ اس سے پورا لے لینا مراد ہوگا۔ مثلاً جب توفی سے سلانا مقصود ہو تو اس صورت میں یہی کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن حساس تھا وہ تعلق مسلوب کیا گیا۔ آیا شب کو سلاتا ہے اور اگر توفی سے مارنا مراد ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہے تو یوں کہیں گے کہ روح کے تعلق سے جو بدن زندہ تھا وہ تعلق سلب کیا گیا ہے۔ اس صورت میں بلاشک اس کو مارنا کہا جائے گا۔ ہاں دوسرے معنی حسی کا سلب بھی معتبر ہے۔ جیسا کہ زندگی کا کام یہی خیال رکھتا کہ یہ تعلق حس اور زندگی کے درمیان بطور تردید دائر ہے۔ جس طرح کہ کوئی امر خاص اور عام کے درمیان مردد ہوتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ تردد اس طرز پر ہے کہ کسی طرح پر شے متضادین کے درمیان مردد ہے۔ اس لئے وہ تعلق جس سے احساس کا وجود ہوتا ہے۔ دوسرے تعلق کے بغیر (یعنی وہ تعلق کہ جس سے زندگی ہوتی ہے) موجود نہیں ہوتا۔ پس یوں کہنا کہ ہر حساس زندہ ہے۔ صادق ہے اور یہ کہنا کہ ہر زندہ حساس ہے غلط ہے۔ کیونکہ بعض زندہ (جیسے سوئے ہوئے) حساس نہیں ہیں۔

سوال۔۔ آپ کی تقریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردوں میں حس باقی نہیں رہتی ہے۔ اس لئے لازم آیا کہ وہ سنتے بھی نہیں!؟

جواب ... ہماری تقریر سے مردوں کا سننا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا سننا بمعنی ادراک روحانی ہے۔ چنانچہ ادلۂ قاطعہ شرعیہ سے ثابت ہوا ہے۔ اس قسم کا سماع مرنے سے مرتفع نہیں ہوتا ہے۔ البتہ مرنے سے جسم میں وہ سماع جو قوت جسمیہ کے ذریعہ سے تھا، مرتفع ہو جاتا ہے۔ لیکن اس طرح پر کہ مردہ بطور جسمانی سنتے ہیں۔ کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ لہٰذا جو مرتفع ہے وہ ثابت نہیں۔ جو ثابت ہے وہ نافع نہیں۔

اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ موت وحیات کے درمیان ضدیت کے طور پر مقابلہ ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں وجودی ہیں۔ حیات کا وجودی ہونا تو بالکل ظاہر ہے۔ رہی موت سو وہ بھی وجودی ہے۔ دلیل یہ کہ مرنا اس کو کہتے ہیں کہ بدن سے روح کا تعلق جس سے بدن کی زندگی ہوتی ہے، اٹھا دیا جائے۔ اس کا اثر لازم مرنا ہے۔ چونکہ مرنا اس تعلق کا منقطع ہونا ہے۔ تو یہ بلا شبہ وجودی ہے۔ نیز اس کے وجودی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے موت کو پیدا کیا ہے۔ یہ صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وجودی ہے۔ اس لئے کہ موت اگر عدمی ہوتی تو خداوند تعالیٰ کا فعل اس کے ساتھ کیونکر متعلق ہوتا۔ کیا کبھی کہا جاتا ہے کہ فلاں امر عدمی پیدا کیا گیا ہے؟ نہیں۔ کیونکہ پیدا کرنے کا معنی موجود کر دینا ہے۔

سوال: کیوں جائز نہیں کہ باعتبار لازم کے عدمی ہو۔ کیا دیکھتے نہیں کہ عدم تعلق تو اس کو لازم ہے۔ پس اس کا عدمی ہونا موت کے عدمی ہونے کو مستلزم ہے۔

جواب ... کہ یہ استلزام غلط ہے۔ دیکھو عدم السکون تو آسمان کو غیر منفک لازم ہے۔ آسمان معدوم نہیں ہے۔ نیز بتایا اس امر کی بہت مواقع ہیں کہ لازم کی عدمیت ملزوم کی عدمیت کو نہیں۔ نیز ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں جو توفی ہے وہ مارنے کے معنی حقیقی طور پر مستعمل نہیں ہے۔ اس لئے کہ خود مفہوم پورے طور پر لے لینا نہیں پایا جاتا ہے۔ بلکہ مارنے میں صرف بدن سے روح نکل کر کے اٹھا لی جاتی ہے اور یہ تو ایک حصے کا لے لینا ہے۔ نہ پوری شے کا لے لینا۔ لیکن تم کو بصورت عدم تحقق حقیقی معنی پر محمول کرنا۔ جب کہ واجب ہوا تو آیت ''یا عیسیٰ انی متوفیک الآیۃ (آل عمران:۵۵) '' ہمارے لئے دلیل ہوئی نہ کہ مخالفوں کے لئے۔ اس کا ہمارے لئے دلیل ہونے کو ''رافعک الی'' کا اس پر معطوف ہونا تو ثابت کرتا ہے۔ اس لئے کہ اس رفع سے رفع جسمانی مراد ہے۔ ورنہ خاص کر مسیح علیہ السلام سے کیا اس رفع روحانی خصوصیت تھی جو اس آیت میں ان کی روح کا مرفوع ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

سوال... چونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا ایمانداروں، اہل علم کے درجات کو (مرفوع) بلند کرتا ہے تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ خود ایماندار اور اہل علم مرفوع نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کے درجات مرفوع اور بلند کئے جاتے ہیں۔ پس رفع مسیح علیہ السلام سے بھی خود مسیح علیہ السلام کا رفع مراد نہیں ہے۔ بلکہ رفع روحی۔

جواب.... دلیل مفید مطلب نہیں ہے۔ کیونکہ آیت سابقہ میں خود مسیح علیہ السلام کا رفع مذکور ہے اور اس آیت میں رفع درجات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ رفع درجات اور خود شے کے مرفوع ہونے میں مغایرت ہے۔ اس لئے رفع درجات سے رفع غیر جسمانی ثابت نہیں ہوگا۔ دیکھو کہا جاتا ہے کہ میں نے زید کو اٹھایا ہے۔ یا میں نے زید کا کپڑا اٹھایا اور کچھ جس کا زید کے ساتھ تعلق ہو اٹھالیا ہے۔ اب اس صورت میں زید کے کپڑے کے اٹھائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہاں پر بھی خود زید کا رفع مراد نہ ہو۔ بلکہ کپڑے کا شاہد ہی لئے کہ خود شے کا رفع لازم ہے۔ اس کے متعلق کا اور ہے۔ جیسا کہ ثابت ہوا کہ آیت ''یا عیسیٰ انی متوفیك (آل عمران:۵۵)'' میں متوفی اور ضمائر کا مرجع خود مسیح علیہ السلام ہے۔ نہ خالی روح جب مسیح علیہ السلام ہی متوفی اور مرجع ہوئے تو متوفی، مرفوع، مطہر، فائق الاتباع بھی آپ ہی ٹھہرے۔ نہ صرف روح۔ اب ہم اس سے پہلی شکل بنا دیں گے۔ مسیح علیہ السلام پر بھی متوفی کا مفہوم صادق آتا ہے۔ جس پر یہ صادق ہے اور یہ بعینہ وہی ہے جو ہم دعویٰ کرتے ہیں۔

دوسری دلیل اگر مسیح علیہ السلام کی صرف روح ہی مرفوع ہوئی ہوتی تو آپ کافروں کے ہاتھوں سے کیسے بری اور مطہر ٹھہرے۔ بلکہ جسد لطیف تو کافروں کے ہی اختیار میں رہتا اور کافروں کا مقصود بھی یہی تھا۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسیح علیہ السلام ہم تجھ کو کافروں کے اختیار سے الگ اور پاک کر دیں گے۔ پس اگر خالی روح مرفوع ہوئی ہو تو باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کیسا درست ہوگا۔ چنانچہ رفع روحی غلط ٹھہرا اور مسیح علیہ السلام بجسدہ مرفوع ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ جب بجسدہ رفع مراد لیں گے تو مسیح علیہ السلام بلاشبہ بالکل کافروں کے اختیار سے نکل گئے اور پاک ہوگئے۔ اس لئے آیت مذکورہ سے رفع روحی مراد رکھ لینا بے علمی اور عجیب تر ہے۔

کادیانی اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مسیح ابن مریم علیہا السلام کے فرزند کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے نہ تو ان کو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ شبہ میں ڈالے گئے ہیں۔ جن لوگوں نے اختلاف کیا

وہ البتہ ان کے قتل کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو اس پر یقین حاصل نہیں ہے۔ صرف خلاف واقع کی تابعداری کرتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو انہوں نے قتل نہیں کیا۔ بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ نہیں ہے کوئی بھی اہل کتاب میں سے۔ مگر کہ اس پر ایمان لائے گا۔ اس کے مرنے سے پہلے وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔ طریقہ استدلال کادیانی یہ کہ آیت میں رفع روحی مراد رکھتا ہے۔ اس کا بیان یہ کہ اہل کتاب کا مسیح علیہ السلام کے مقتول مصلوب ہونے میں شک ہونا ہی ضمیر بہ کا مرجع ہے۔ موتہ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ اس کے بعد دو توجیہیں کرتا ہے۔ پہلی کہ قبل موتہ میں ایمان کا لفظ مقدر ہے۔ اس تقدیر پر آیت کا معنی یہ ہوا کہ ہر ایک کتابی مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر جو ماضی میں واقع ہو چکی ہے۔ ایمان لانے سے پہلے آپ کے مشکوک القتل ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔

دوسری توجیہ کہ ہر ایک کتابی یقیناً جانتا ہے کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے کے بارے میں شک میں ہیں۔ اس شک پر ان کا ایمان مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے تھا۔ گویا مسیح علیہ السلام ابھی زندہ ہی تھے کہ ان کو آپ کے مقتول ہونے میں شک تھا اور وہ آپ کے مرنے سے پہلے ہی اپنے اس شک پر یقین رکھتے تھے۔ اب دیکھئے کہ استدلال پر کتنے اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

اولاً کہ رفع سے روحانی مراد لینا غلط ہے۔ اس لئے کہ ان آیات میں مسیح علیہ السلام وصف مرفوعیت میں بطور قلب اور عکس کے محصور کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن اس حصر اور قصر کے لئے اوصاف کی منافات شرط ہے۔ مثلاً ایک شخص اعتقاد رکھتا ہے کہ زید قائم ہے۔ دوسرے نے اس سے مخاطب ہو کر کہہ دیا کہ زید قائم نہیں بلکہ بیٹھا ہے۔ یہی دیکھئے یہاں پر متکلم نے ایسا بیان کیا ہے کہ وہ مخاطب کے عقیدہ کا قلب اور الٹ ہے۔ ظاہر ہے کہ کھڑا ہونا، بیٹھنا یہ دو صفتیں آپس میں منافات، غیریت رکھتی ہیں۔ بے شک یہ منافات عام طور پر پائی جاتی ہیں۔ خواہ قصر وحصر کا بحری کے لئے یا نفس حصر کے لئے شرط ہو۔ نیز واقع میں منافات ہو یا اعتقاد میں۔ پس یہ بات کہ وہ آیت کہ جس کا مضمون یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ بطور قصر قلب کے فرمائی گئی ہے۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب دعویٰ کرتے تھے کہ مسیح علیہ السلام قتل کئے گئے ہیں تو خداوند تعالیٰ نے ان سے ان کے گمان کے

برعکس فرمایا کہ مسیح علیہ السلام تو صرف مرفوع ہوئے ہیں۔ قتل نہیں ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح علیہ
السلام کو وصف مرفوعیت میں قصر حصر کیا گیا ہے۔ مگر قلب اور عکس کے طور پر۔ پس ضرور ہوا کہ قتل
اور رفع میں منافات ہو۔ لیکن یہ منافات جب ہی متصور ہے کہ مسیح علیہ السلام بجسدہ مرفوع ہوئے
ہوں۔ کیونکہ رفع بجسدہ بداہۃً منافی قتل ہے۔ مگر جب رفع سے روحانی رفع مراد لیں گے۔ جیسا
کہ کادیانی کا بیان ہے تو وہ قتل سے منافی نہیں ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ جو شخص خدا کی راہ میں قتل کیا
جاتا ہے تو اس کی روح مرفوع ہوتی ہے۔ پس جب کہ قتل کی حالت میں رفع روحانی پایا گیا ہے تو
منافات کہاں رہی۔ جس حالت میں یہ دونوں واقع میں بلکہ عقیدہ میں بھی جمع ہوئے تو منافات
سرے سے ہی اڑ گئی۔ بنابراں اس آیت میں جو قصر کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ خود قصر ہی غلط ہوگا یا کم تر
مہمل ٹھہرے گا۔ نعوذ باللہ منہ!

لہٰذا کادیانی پر دو باتوں میں سے ایک کا اقرار کرنا لازم ہے۔ یا تو کہے گا کہ آیت اہل
کتاب کی تردید کرتی ہے۔ لیکن اس صورت میں قصر القلب قتل و رفع میں منافات کا اقرار کرنا
ہوگا۔ پس مسیح علیہ السلام کا بجسدہ مرفوع ہونا بھی ماننا پڑے گا۔ یا کہہ دے گا کہ قصر القلب میں
وصفین کے درمیان منافات کا ہونا ضروری نہیں۔ مگر اس صورت میں کلام عربی کے قواعد کا ہدم اور
ان کے برخلاف پر ہونا لازم آوے گا۔

مختصراً کادیانی کو اس سے گریز نہیں ہو سکتا۔ یا تو مسیح علیہ السلام کے بجسدہ مرفوع
ہونے پر ایمان لانا پڑے گا۔ یا قواعد عربیت سے منحرف ہوگا۔ پس دو میں سے جسے چاہے اختیار
کرے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ پہلی ضمیر کا مشکوک بہ القتل کی جانب کرنے سے اس ضمیر کا خود مسیح علیہ
والسلام کی جانب پھرنے سے اولیٰ نہیں ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ پھر مشکوک بہ کو مرجع بنانا باوجود اس
کے کہ سلف خلف کے برخلاف ترجیح بلا مرجح بلکہ ضعیف کو ترجیح دینا ہے۔ یہ ترجیح پہلی ترجیح سے بدتر
ہے۔ مع ہذا آیت کا معنی اس تقدیر پر یوں ہوگا کہ ہر ایک کتابی ایمان رکھتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کا
مقتول ہونا مشکوک ہے۔ ان کا مقتول ہونا یقینی نہیں ہے۔ چنانچہ کادیانی اس بات کو خود واضح کر دیا
ہے۔ حالانکہ یہ معنی درست نہیں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کا مقتول ہونا جملہ اسمیہ کے
لباس میں بیان کیا ہے اور پھر اس کو موکد بھی کر دیا ہے۔ پس یہ صراحۃً اس پر دال ہے کہ وہ مسیح علیہ
السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ آخر اس لئے تو خداوند تعالیٰ نے ان کی تردید کی
کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ اسی لئے اگر ان کو مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر

اذعان شدہ تو خداوند تعالیٰ اتنا ہی فرما دیتے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا اور یقیناً کی قید نہ بڑھائے۔ پس یہ کہنا کہ ان کو یقین و اذعان نہیں ہے۔ یہ صاف طور پر اس بات کا اقرار ہے کہ قرآن شریف میں یقیناً کی قید لغو ہے۔ نعوذ باللہ منہ!

اچھا صاحب اگر یہ دعویٰ کریں گے کہ اس آیت میں جو نفی مذکور ہے وہ تو حقیقی قتل کی قید ہے۔ گویا یہ نفی قتل مقید پر وارد ہوئی ہے۔ پس یہ نفی جیسے کہ قید کے لغو جانے سے منتفی ہوتی ہے ویسے ہی قید و مقید دونوں کے اٹھ جانے سے منتفی ہو جاتی ہے۔ یہاں ایسا ہی ہے۔ کیونکہ نفس قتل منتفی ہے۔ اس لئے آیت کا معنی یوں ہوگا کہ ان کا مظنون قتل نہیں پایا گیا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ باوجود ان تراشوں کے یقیناً کی قید کا فائدہ مند ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ پھر بھی کادیانی کو اس قید کے لغو ہونے کا مقر بننا پڑے گا۔

اوّلاً...... ان کی تردید کے لئے نفس قتل اور بلا قید ہی کی نفی کافی تھی۔

دوم...... یہ بات اکثری قاعدہ سے مخالف ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ نفی جب مقید پر وارد ہوتی ہے تو وہ نفی صرف قید کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

علاوہ بریں یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے یہ جملہ "انا قتلنا المسیح (النساء:۱۵۷)" بلا اذعان ہی کہہ دیا ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں بلا اذعان کہہ دینے پر دلیل موجود ہے۔ اس آیت کا مضمون یہ ہے کہ منافقین کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں یا محمد ﷺ کہ آپ بلاشبہ خداوند تعالیٰ کے رسول ہیں۔ یعنی یہ دعویٰ کرنا کہ اہل کتاب نے باوجودیکہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اپنے عقیدہ سے مخالفانہ کہہ دیا ہے۔ مسیح علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔ کیسے بلادلیل قبولیت کے قابل ہے۔ البتہ اگر اس پر کوئی دلیل ہوتی تو یقیناً کی قید کا لغو ہونا لازم نہ آتا تھا۔ مگر دلیل تو ندارد ہے۔ اس لئے کادیانی لغو ہونے کے الزام سے نہیں بچے۔ ہاں اس پر تو دلیل موجود ہے کہ وہ لوگ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر اذعان کر بیٹھے ہیں۔ دیکھو قرآن کی عبارت ہی پہلے شاہد عدل ہے۔

سوم...... نصاریٰ اور فرقوں کو اسی بات کی طرف بلاتے ہیں کہ آؤ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے پر ایمان لاؤ اور یہ اس گمان سے کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام امت کے گناہوں کے بدلہ قتل کیا گیا ہے۔

حال یہ ہے کہ یہ بات ان کی انجیل میں بھی لکھی ہوئی ہے۔ گو تحریف کے طور پر ہی

ہو۔ لیکن وہ اس پر تب لیے ادعا کر بیٹھے ہیں کہ وہ انجیل کو بلا تحریف مانتے ہیں۔ مع ہذا یہ کہنا
کہ مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر ادعا نہیں رکھتے ہیں کہ صریح بہتان ہے۔ باوجود اس
روشن دلیل کے سب کی طرف شک کو منسوخ کرنا کیونکر متصور ہے۔ شاید ایسے لوگوں کو اس آیت
سے (جس کا مضمون یہ ہے کہ وہ لوگ کہ مختلف ہوئے البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں۔
نہیں ان کو اس پر ادعا مگر ظن کی تابعداری کرتے ہیں) وہم پیدا ہو گیا ہوگا۔ سو واضح رہے کہ
شک جو اس آیت میں مذکور ہے وہ منطقیوں کے طور پر نہیں ہے۔ محقق تو شک اس کو کہتے ہیں کہ
جس کے دونوں جانب برابر ہوں۔ بلکہ شک سے آیت میں ضد علم مراد ہے۔ جس کے معنی جازم
مطابق واقع کہتے ہیں۔

مختصراً یہ کہ شک سے ضد یقین مطلوب ہے۔ پس اس لحاظ سے مسیح علیہ السلام کے مقتول
ہو جانے کے بارہ میں ان کے شک کنندہ اور متیقن ہونے میں منافات نہیں ہے۔ کیا تقدیر
آیت کا معنی یوں ہوگا کہ وہ لوگ جو مختلف ہوئے۔ البتہ قتل کے بارے میں شک میں ہیں۔ یعنی
البتہ وہ ایسے خیال میں گرفتار ہیں کہ جو خلاف واقع ہے۔ گو وہ لوگ یہ علم بزعم خود قطعاً جزم کئے
ہیں۔ لیکن چونکہ وہ در اصل مطابق واقع نہیں۔ علم و یقین نہیں ہے۔ بلکہ شک ہے کیونکہ یقین کے
لئے یہ ضروری ہے کہ مطابق واقع ہو۔

پس بلاشبہ وہ ظن کے تابعدار ہیں۔ یعنی اس خیال اور جزم کے تابعدار ہیں جو واقع کے
مطابق نہیں۔ اس لئے شک اور ظن کا مآل اور مرجع ایک ہی ہوا۔ اگر شک و ظن کو منطقیوں کی
اصطلاح کے موافق لیں گے تو ان دونوں کا مصداق ایک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک ظن تو
خیال ہے کہ طرف موافق قوی ہے اور شک میں ان کے نزدیک مطلقاً رجحان نہ چاہئے۔ چنانچہ
ظاہر ہے۔ یہی بات کہ قرآن شریف میں کہیں بھی شک کا معنی برخلاف منطقیین کے لیا گیا ہے۔ سو
واضح ہو کہ قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم لوگ قرآن کے
بارے میں ریب یعنی انکار میں پڑ گئے ہو۔ الخ!

اب دیکھو کہ اس آیت میں جو ریب بمعنی شک ہے۔ ان کے انکار ان کے علم بالجزم پر
کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے۔ بلکہ کسی بشر کا ہے۔ شعر یا کہانت ہے۔ اطلاق کیا گیا ہے۔ اس پر
خداوند تعالیٰ کا کلام دلالت کرتا ہے کہ ہم ان چیزوں کی قسم کھاتے ہیں۔ جنہیں تم دیکھتے ہو اور
جنہیں تم نہیں دیکھتے ہو کہ قرآن فرشتہ جبرئیل کے منہ سے نکلا ہے۔ کسی بشر کا کلام یا شاعر کا کلام

نہیں ہے۔ تھوڑے ہی لوگ ایمان لاتے ہیں اور نہ یہ کاہن کا کلام ہے۔ تھوڑے ہی لوگ ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔ یہ قرآن منزل من اللہ ہے۔ اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اگر قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک کرتے وہاں یہ معنی ہوتے کہ جو شک کا معنی متعلق کرتے ہیں تو خداوند یہ تاکید یہاں نہ فرماتا۔

پہلی کہ جملہ اسمیہ بیان فرمایا۔ دوم ان کو ذکر کیا۔ سوم قسم۔ پس یہ تاکید اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان کا انکار قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے سے اس حد تک پہنچا ہے کہ انہوں نے یقین کرلیا ہے کہ یہ غیر اللہ کا کلام ہے۔ اسی طرح پر ظن کا بھی اسی خیال پر جو خلاف واقع ہو اطلاق کیا ہوا ہے۔ دیکھئے وہ آیت جس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ صرف ظن کی تابعداری کرتے ہیں اور وہ صرف جھوٹے ہیں۔ غرضیکہ اعتراض مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم اپنی ضمیر کو شک کی طرف پھیریں گے تو یا قید کا لغو ہونا لازم آئے گا۔ یا یوں کہنا پڑے گا کہ یہ آیت جس کا معنی یہ ہے کہ وہ اعتقاد کر بیٹھے ہیں کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو قتل کر ڈالا ہے۔ اپنے ظاہر معنی پر محمول نہیں۔ حالانکہ ظاہر پر محمول ہونے کا بھی موجب موجود ہے۔ پس جو لوگ پہلی کا التزام کریں گے تو یہ کفر ہے۔ اگر دوسرے کو اختیار کریں گے تو یہ نادانی ہے۔ اب ان دونوں میں سے جس کو چاہیں اختیار کرلیں۔
تیسرا اعتراض کہ یہ توجیہ تکلف محض ہے۔ کیونکہ جس کی طرف تم ضمیر کو راجع کرتے ہو یہ بدیہی ہرگز قیاس نہیں ہے۔ نیز اس قسم کے ارجاع سے انتشار ضمائر لازم آتا ہے۔ قرآن شریف میں انتشار ضمائر کا قائل ہونا بہت معیوب ہے۔ اور فصاحت قرآن کو بٹہ لگاتا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے اور جب یہ سب کچھ باطل ہوا تو ہمارا ثابت ہوا۔ چوتھی بحث کہ جب اس طرح پر ضمیر کا مرجع مانا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اہل کتاب مسیح علیہ السلام کی مقتولیت کے مشکوک ہونے پر تصدیق رکھتے ہیں اور شک و مشکوک چونکہ ایک ہی بات ہے تو تصدیق کا شک سے تعلق پکڑنا لازم آتا ہے۔ یہ شک جو ایک قسم کا تصوری ہے۔ اس کے لفظ کا مفہوم ہی شک سے مراد رکھیں۔ یا جس پر وہ شک صادق آتا ہے وہی تصور رکھیں۔ اس لئے کہ شک کا معنی اور اس کا مصداق دونوں تصوری ہیں۔ عام اس سے کہ تصدیق علم یقینی جو مطلق ادراک و تصور کا قسم ہے۔ مقصود ہو یا وہ حالت کہ بعد ادراک کے پیدا ہوتی ہے جسے دانش کہتے ہیں۔ مطلب ہو لیکن تصدیق کا بہرحال تصور یعنی شک سے متعلق ہونا باطل ہے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہے۔ ہاں تصدیق کا شک سے اس صورت میں متعلق ہونا کہ تصدیق جنس تصور سے مان لیں بہت قبیح ہے۔ اس صورت سے کہ تصدیق کو بھی داخل نہیں۔ وجہ یہ ہے

مگر جب تصدیق کو تصور کی ہی قسم ٹھہرا کر شک سے متعلق جان لیں تو شک معلوم بن جائے گا اور پھر تصدیق کو بہ نسبت شک کے علم قرار دینا پڑے گا۔ حالانکہ دلیل سے ثابت ہے کہ علم تصور و صورت علمیہ کے معنی سے معلوم کے ساتھ متحد ہوتا ہے۔

لہٰذا لازم آیا کہ تصدیق اور شک ایک ہی بات ہو۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ کیوں غلط نہ ہو کہ تصدیق و شک؟ آپس میں مغایرت رکھتے ہیں۔ پانچویں بحث کہ شک اصطلاحی جب ہی متحقق ہوگا کہ نسبت کے طرفین میں تردد ہو۔ یعنی یہ ایسا ہے یا ایسا نہیں دونوں میں سے کسی جانب کو ترجیح نہ ہو۔ بلکہ طرفین کی تجویز یکساں ہو۔ پس کادیانی کی یہ تفسیر کہ اہل کتاب مشکوکیت قتل پر مسیح علیہ السلام کے طبعی مرنے سے پہلے ایمان رکھتے ہیں۔ اس طرف کو راجع ہوگی کہ اہل کتاب کا اس قسم کا شک بغیر اس کے کہ ان کو مسیح علیہ السلام کی طبعی موت پر یقین ہوتا موجود تھا۔ کیونکہ تقدم کے لوازم سے ہے کہ مابعد مقدم پیدا ہونے کے زمانہ میں موجود نہ ہو۔ تو جب ایک شخص کی طبعی موت پر یقین ہو تو اس کے مقتول ہو جانے میں شک کا ہونا محالات میں سے ہے۔ ظاہر تر ہے کہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے کے دو جانب ہیں۔ ایک کہ قتل نہیں ہوئے۔ دوم کہ قتل ہو گئے ہیں۔ پس جب کہ آپ کا قتل ہو جانا مشکوک ہے تو واجب ہوگا کہ نہ اس پر کہ وہ قتل ہو گئے ہیں اور نہ اس پر کہ وہ قتل نہیں ہوئے۔ یقین ہو اور نیز اس پر جو عدم القتل میں مندرج ہے۔ یقین نہ ہو۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ طبعی موت عدم القتل میں مندرج ہے۔ ہاں یہ اندراج ایسا ہے کہ خاص عام میں مندرج ہوتا ہے۔ اس لئے کہ عدم القتل جیسے کہ زندگی کو شامل ہے۔ ایسے ہی طبعی موت کو شامل ہے۔ لہٰذا لازم ہوا کہ جس صورت میں کہ مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے میں شک ہو تو آپ کی طبعی موت پر یقین نہ ہو اور یہ بالکل بدیہی ہے۔ کیونکہ شک کے لئے جانبین کی تجویز کا برابر ہونا ضروری ہے اور مع ہذا ایک جانب پر یعنی عدم القتل پر یقین کرنا محال ہے۔ چنانچہ کم درایت پر بھی مخفی نہیں ہے۔

ہاں ہاں اگر آیت سے یہی وہی مراد ہے جو کادیانی سمجھے ہیں تو کہو کہ اس آیت کے نازل ہونے سے کیا فائدہ ہوا۔ اس جز پر کون سے فوائد مرتب ہوئے۔ علاوہ بریں اگر اس آیت کو کادیانی کی ہی مراد پر محمول کریں تو اس سے لازم آئے گا کہ اس آیت نے شک کی ماہیت کے بعض اجزاء بیان کئے ہیں۔ لیکن یہ اس بات کا دعویٰ ہے کہ قرآن نے وہ معانی بیان کئے ہیں جو قوم کے مصطلح ہیں۔

پس اس صورت میں لازم آئے گا کہ قرآن بھی کافیہ شافیہ تہذیب کی طرح ایک
کتاب ہے۔ حالانکہ اس امر کا کوئی عقلمند قائل نہیں ہے۔ اس پر کادیانی کی دوسری توجیہ سو اس پر
بھی پانچویں بحث کے سوا سب اعتراضات بعینہٖ وارد ہوتے ہیں۔ البتہ اس دوسری توجیہ پر خصوصیت سے
یہ بحث وارد ہے۔ وہ یوں ہے کہ تمام اوصاف کا سلب کسی شے کے ہر ہر فرد سے کر دینا۔ پھر
خاص صفت ان کے واسطے ثابت کرنا۔ جیسا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ وہ افراد موصوف کی
صفت میں منحصر ہو جائیں۔

اسی طرح پر ان افراد سے خاص صفت کا سلب کر دینے تو وہ صفت ملحوظ شدہ مقصود نہ
ہو۔ جو ان میں کوئی ایسی صفت جو مسلوب سے منافی ہو۔ ان افراد کو ثابت کرنا اس کو چاہتا ہے کہ وہ
موصوف اس مسلوب کے منافی میں منحصر ہو پہلے کا نام حصر حقیقی، دوسرے کا نام حصر اضافی ہے۔
لیکن یہ دونوں موصوف کے صفت میں منحصر ہونے کے لئے دو قسم ہیں۔ اسی پر صفت کا موصوف
میں بطور حصر حقیقی کے سوا اس واسطے کے وہ صفت صرف اسی موصوف میں متحقق ہے نہ غیر میں۔
صفت کا موصوف میں بطور انحصار اضافی کے منحصر ہونا سو اس لئے ہے کہ وہ صفت تو اسی موصوف
میں پائی جاتی ہے۔ لیکن اس کے کل افراد سے متعلق نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض میں پائی جاتی ہے اور
بعض میں نہیں۔ پس چونکہ بعض ہی کی طرف نسبت کر کے منحصر ہے تو یہ حصر اضافی اور نسبتی ہوا۔ یہ
ظاہر ہے کہ جس میں کوئی چیز منحصر ہو تو اس پر جو اس میں کلیۃً منحصر ہے کلی طور پر صادق آتا ہے۔

اب دیکھئے کہ آیت (جس کا مضمون یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی ایک بھی اہل کتاب میں
سے مگر وہ ایمان لائے گا) میں اہل کتاب صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن یہ انحصار
صفت کفر کی طرف نسبت کر کے ہے نہ اور اوصاف کے لحاظ سے۔ یعنی مراد آیت یہ ہے کہ صفت کفر کا تمام
اہل کتاب سے مسلوب ہونا۔ سب کے لئے صفت ایمان کا ثابت ہونا ہے۔ [illegible]

اس سے صاف طور پر واضح ہو گیا ہے کہ یہ انحصار اضافی ہے۔ کیونکہ اہل کتاب جو
صفت ایمان میں منحصر کر دیئے گئے ہیں۔ تو صرف ایک صفت کفر کی طرف نسبت کر کے اوصاف
کے لحاظ سے۔ لہٰذا مفاد آیت یوں ہوا کہ سب اہل کتاب ایمان میں نہ کفر میں منحصر ہوں۔ سب اور
صفات ان میں پائی جائیں یا نہ۔ پس سب اہل کتاب سے وصف کفر جو مقدر ہے مسلوب کر دیا
گیا۔ اس کا منافی یعنی ایمان سب کو ثابت کر دیا گیا ہے۔ جب یہ سمجھ گئے کہ تمام اہل کتاب صفت
ایمان میں منحصر ہیں۔ تو لازم آئے گا کہ صفت ایمان تمام کتابیوں پر صادق آنا چاہئے۔ جیسا کہ

کہہ دیں کہ ہر ایک کتابی اس پر ایمان لائے گا۔ اس لئے یہ تقضیہ موجبہ محصورہ کلیہ تھا۔ جب کہ ہم آیت مذکورہ سے وہ مراد لیں جو کادیانی بیان کرتے ہیں تو اس تقدیر پر یہ معنی ہوگا کہ سب اہل کتاب مسیح علیہ السلام کے قتل کی سلطنت کے پہ ان کے مرنے سے پہلے ایمان لے آئیں گے حالانکہ یہ معنی مردود ہے۔ گو ہم اس سے قطع نظر کریں کہ اس طرز پر صیغہ مضارع کا ماضی پر محمول کرنا لازم آتا ہے۔ اس سے بھی اغماض کریں کہ نون تاکید ثقیلہ معنی استقبال کو چاہتا ہے۔ مگر اور طرز پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ بالتصریح بیان کریں گے۔ وہ یہ ہے کہ یہ حکم خاص ان ہی بعض اہل کتاب کے لئے ہے جو مسیح علیہ السلام کے زمانہ اور آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے۔ لیکن یہ تو قاعدہ مذکورہ مسلمہ سے مخالف ہے۔ کیونکہ قاعدہ سے لازم آیا تھا کہ یہ حکم کل کتابیوں کے واسطے ہے۔ نہ بعض کے واسطے۔ یا یہ کہو گے کہ یہ عام اہل کتاب کے لئے ہے۔ یعنی جو آپ کے زمانہ میں آپ کی مرفوعیت سے پہلے موجود تھے اور وہ جو اس کے بعد قیامت تک موجود ہوتے جائیں گے۔ مگر اس سے تو پھر اور ہی محال لازم آئے گا۔ اس لئے کہ اب یہ تجویز کرنا پڑے گا کہ ایک چیز جو موجود نہیں وہ موجود ہونے کی حالت میں موجود ہو۔

الحق! جب تم مسیح علیہ السلام کے مرجانے کے قائل ہو اور ادھر آیت کے معنی یہ ہوئے کہ مسیح علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ہی تمام کتابی ایمان لاچکے ہیں تو صاف لازم آیا کہ جو اس زمانہ میں موجود نہیں تھے موجود ہوں۔ آخر جب سب کے لئے موت از مسیح علیہ السلام سے پہلے ہی صفت الایمان ثابت کیا گیا تو اس صفت کا موصوف بھی تب ہی موجود ہونا چاہئے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ صفت بغیر موصوف کے متحصل ہو۔ یہ تجویز گویا اجتماع النقیضین کو جائز کردیتا ہے۔ نیز اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہاں مصدر کو بلا موجب ماضی پر محمول کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ یہ بلاوجہ ہے۔ صاحبان فہم کے ناپسند ہے۔ رہی یہ بات کہ مستدل دو معنوں کو اپنی طرف سے اچھا کہتا ہے اور دونوں کو اپنے کشوف سے مؤید کرتا ہے۔

سو واضح رہے کہ بالضرور دو معنوں میں سے ایک تو بالکل باطل ہے۔ سبب یہ ہے کہ دوسری توجیہ اور معنی میں تو زیادہ تر خصوص کا ہی احتمال ہے۔ کیونکہ اگر عموم لیا جائے تو اجتماع النقیضین لازم آتا ہے۔ چنانچہ گزرا۔ پہلی توجیہ میں تو فقط عموم ہی ہے اور ظاہر ہے کہ عموم وخصوص یہ دونوں آپس میں متنافر ہیں۔ پس اگر پہلی توجیہ کو تسلیم کریں گے تو بالضرور دوسری مردود ہے۔ اگر دوسری کو مان لیں گے تو لامحالہ پہلی مردود ہے۔ اب کہئے کہ اگر کشف کو الہام ربانی سے ہی فرض کرلیں

سکے تو دوسرا بداہۃً شیطانی ہوگا۔ اس لئے کہ اگر دونوں الہام اللہ سے ہوتے تو ان میں تخالف نہ ہونا چاہئے تھا۔ لہٰذا حق یہی ہے کہ یہ دونوں قویٰ روحانی نہیں ہیں۔ ورنہ کیوں ان دونوں پر شرعیہ اور عقلیہ اعتراضات سابقہ قطعاً وارد ہوتے۔ غالباً ایسے مدعیوں کے خصائل سے یہ بات سامنے ہے کہ اگر ان کے مقابلہ پر قرآن پیش کرتے ہیں تو انجیل طلب کرتے ہیں۔ جب انجیل سامنے رکھتے ہیں تو قرآن طلب کرتے ہیں۔ جب یہ دونوں نقل کے جادہ ہیں تو عقل کے طالب ہوتے ہیں۔ پھر عقل بھی اگر پیش کی جاوے تو کشف لے بیٹھتے ہیں۔ تو پھر جب اس کشف پر دلیل طلب کی جاتی ہے تو سرنگوں متحیر ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ وہ لوگ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے۔ پھر ایک دوبارہ ان کو دھکے ملتے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ یہ لوگ شتر مرغ کے مثل ہیں۔ ہاں پہ جب بوجھ اٹھانا چاہیں تو اڑنے والا پرندہ بن بیٹھتا ہے۔ اگر اسے اڑانا چاہو تو اونٹ بن جاتا ہے۔ یا یوں کہ ایسے لوگ اس مریض کے مثل ہیں۔ جیسے مرض الموت نے گرفتار کیا ہو۔ وہ نہ زندہ اور نہ مردہ ہے اور کسی بھی کے مثل نہیں ہیں۔ خیر جو ہیں سو ہیں۔ ہم کو اس سے کیا غرض ہے۔ ہاں ہم اب یہ بیان کریں گے کہ جس طرح پر کہ ہم اوسط وطلبہ آیت ”انا قتلنا المسیح (النساء:۱۵۷)“ سے سمجھتے ہیں۔ اس طرز پر اعتراضات مذکورہ میں سے ایک اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ وہ یوں ہے کہ اہل کتاب نے کہا ہے کہ ہم مسیح علیہ السلام کے مقتول ہو جانے پر یقین رکھتے ہیں۔ سو اللہ عزوجل نے ان کی تردید فرمائی کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو نہ تو قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ بلکہ مسیح علیہ السلام کے قتل ہو جانے پر ان کو یقین کر بیٹھنا مشتبہ ہے۔ اس لئے کہ علم یقینی کے لئے تو یہ ضروری ہے کہ واقع سے مطابق ہو کیا ہو سکتا ہے کہ واقع سے مخالف ہو اور پھر بھی یقینی ہو۔ ہرگز نہیں۔ لہٰذا ان کا یہ دعویٰ کہ ہم قتل کے بارے میں مطمئن ہیں۔ باوجودیکہ در اصل ان کو یقین حاصل نہیں ہے۔ بلاشبہ جہل مرکب ہے۔ کیونکہ جہل مرکب کا معنی یہی ہے کہ خلاف واقع ایک حکم لگایا جائے۔ پس وہ اس کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں۔ یعنی ایسے حکم میں کہ وہ خلاف واقع ہے۔ نہیں ان کو یقین حاصل۔ بلکہ ظن اور جہل مرکب کے تابعدار ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔ یعنی قتل کا ثبوت پایا جانا یقینی سبب ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ یقیناً نفی ”ما“ کی قید ہے نفی ”قتلوہ“ کی۔ ”بل رفعہ اللہ“ بلکہ خداوند عزاسمہ نے مسیح علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ لیکن وہ اٹھالینا کہ وہ ”بجسدہ“ منافی قتل ہے۔ ورنہ کیا اس کا منافی نہیں۔ یعنی رفع روحی۔ کیونکہ رفع روحانی واقع اور [illegible] مذہب میں قتل کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔

"وکان اللہ عزیزا حکیما" خدا وند تعالیٰ کو مسیح علیہ السلام کے بجسدہ مرفوع کرنے سے کوئی
چیز عاجز کرنے والی نہیں۔ "حکیما" خدا حکمت والا ہے مسیح کے کام میں نہیں کوئی ایک بھی
"من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ" اہل کتاب میں سے اگر مسیح علیہ السلام پر ایمان لائیں
گے۔ ان کے مر جانے سے پہلے ہی خواہ وہ ایمان ان کے لئے نافع ہی ہو۔ جیسا کہ حالت حیات
میں یا نافع نہ ہو۔ جیسا کہ حالت مرگ میں اور یہ ایمان کہ جو مرگ کی حالت میں نہیں وہ اس سے
عام ہے کہ مسیح علیہ السلام کے اترنے سے پہلے ہو یا ان کے اترنے کے بعد ہو۔ پس اس معنی میں
غور کرو کہ اس میں بہرحال ایمان کی حفاظت ہے۔ دیکھو ایک تو صیغہ مضارع اپنے ہی معنی پر رہا۔
نون ثقیلہ جو مدخول کے استقبال پر بالاجماع دلالت کرتا ہے اپنے ہی طور پر رہا۔ اس معنی پر
اعتراضات سابقہ میں سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ کما ھو الظاہر بالتامل
الصادق "لہٰذا جو معنی ہم نے بیان کئے ہیں اس کو صحیح کہا جا سکتا ہے اور اس کے برخلاف الہامات
وکشوف کے مخذوروں پر وہ پیسے ماننا لازم ہے۔ یہی معنی تمام اشکالات کے دور کرنے کے لئے کافی
ہے۔ اس پر بالضرور منصف مزاج ایمان لائے گا۔ تو کوئی بے انصاف اور بے عقل جھگڑالو اس سے
انحراف کرے تو کرے۔ قادیانی کا اور بھی استدلال الزام کے طور پر ہے کہ ہر ایک جو آسمان کے موجود
ہونے پر ایمان رکھتا ہے اس کا یہ عقیدہ ہے کہ آسمان کی حرکت استدارت پر ہے۔ پس مسیح علیہ
السلام کو اگر آسمان پر زندہ مان لیں گے تو واضح طور پر لازم آئے گا کہ مسیح علیہ السلام بھی آسمان کی
حرکت سے متحرک ہوں۔ پس ان کا فوق اور اوپر ہونا متعین نہیں ہوگا۔ یا یوں کہئے کہ ان کے لئے
جہت فوق متعین نہیں ٹھہرے گا۔ بلکہ اس تقدیر پر مسیح علیہ السلام کا کبھی نیچے اور کبھی اوپر ہونا ثابت
ہوگا۔ لہٰذا نزول بھی متعین نہیں ہوگا۔ کیونکہ نزول فوق سے ہوتا ہے اور فوق ہی جب متعین نہیں تو
نزول کا کہاں ٹھکانا ہے۔ نیز اس صورت میں مسیح علیہ السلام کا جب تک کہ آسمان پر ہیں عذاب
میں اور اضطراب میں گرفتار رہنا لازم آئے گا۔

جواب .... واضح رہے کہ یہ استدلال موٹی اور سرسری نظر والوں کو جلدی جچ سکے گی۔ چنانچہ
ایسے لوگوں کے قابو زیادہ تر اسی قسم کے لوگ آتے ہیں۔ لیکن جو نیک بخت باریک بین ہیں وہ
ایسے استدلالات کو دور سے بھی ٹھکرا دیتے ہیں۔

تقریر جواب کہ دراصل فوق کا اطلاق اس لئے ہوتا ہے کہ جو انسان کے سر کی طرف جس
وقت کہ طبعی طور پر کھڑا ہو یا بیٹھا ہو کھینچا جائے۔ منتہٰی پر کیا جاتا ہے۔ وہ فلک الافلاک یعنی عرش کا

طرف بالا ہے، یا جہت (نیچے کی طرف) اس کا اطلاق اس حد کے نیچے پر ہوتا ہے کہ انسان کے
پاؤں کے تلے سے کھینچا جائے اور وہی مرکز عالم ہے۔ یہ دو جہتیں کبھی متبدل نہیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا
حقیقی کہلاتی ہیں۔ فوق و تحت کا اطلاق ان اطراف پر جو کہ مرکز عالم اور فلک الافلاک کی طرف بالا
کے مابین ہیں کیا جاتا ہے مگر یہ اطلاق اضافی کہلاتا ہے۔ ہر ایک ان متوسط اطراف میں سے
فوقیت و تحتیت سے موصوف ہوتے ہیں۔ مثلاً کہہ دیں کہ آسمان دنیا کا سطح بالا فوق ہے اور اسی آسمان
کا وہ طرف جو نیچے کو ہے بہ نسبت مذکور کے تحت ہے۔ ماسوا اس کے جتنے نزدیک نزدیک اطراف
ہیں وہ باقی افلاک کی نسبت تحت ہیں۔ اس لئے یہ تحتین طرف ایک اعتبار (نیچے طرف کی نسبت)
سے فوق اور دوسرے اعتبار (باقی افلاک کی نسبت) سے تحت ہوئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو طرف
مرکز عالم اور فلک الافلاک کے مابین فرض کئے جاویں ان میں سے جو مرکز سے زیادہ تر قریب اور
فلک الافلاک کی طرف بالا سے زیادہ تر بعید ہوگا وہ تحت ہے اور اس کے برعکس فوق ہے۔ حقیقی دو
جہتیں ان کے برخلاف ہیں۔ کیونکہ جو ان میں سے فوق کہلاتا ہے وہ ہرگز تحت نہیں بن سکتا اور جو
تحت ہے وہ ہرگز فوق نہیں ہوسکتا۔ وجہ یہ ہے کہ فلک الافلاک کا طرف اعلیٰ ہمیشہ اعلیٰ ہے اور مرکز
عالم دائما مرکز ہی ہے۔ ان میں تغیر اور تبدل محال ہے۔ پس اب یوں کہا جاسکتا ہے کہ مسیح علیہ
السلام چونکہ دوسرے آسمان پر ہیں تو وہ بہ نسبت مرکز کے زیادہ تر بعید ہیں۔ زمین کے باشندے ان کی
نسبت فلک الافلاک کے طرف بالا سے زیادہ تر قریب ہیں۔ لہٰذا مسیح علیہ السلام زمین کے
باشندوں سے فوق ہوں گے۔ گو ان کا متحرک ہونا آسمانوں کے متحرک ہونے سے تسلیم کر لیا
جائے۔ اب دیکھئے کہ جہت فوق متعین ہوئی۔ بلکہ جب تک کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر ہیں تب تک
باشندگان زمین سے فوق ہی کہلائیں گے۔ پھر جب کہ خداوند تعالیٰ ان کے نزول کا ارادہ فرمائے گا
تو یوں ہوگا کہ مسیح علیہ السلام دوسرے آسمان کی طرف بالا پر سے حرکت کریں گے۔ یہاں تک آتا
تھا ان کا فلک الافلاک کے طرف بالا سے بہ نسبت سابق بعد بڑھتا جائے گا اور وہ بعد جو ان کو مرکز
سے تھا کم ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ زمین کی سطح پر آ ٹھہریں گے اور اسی کو نزول کہتے ہیں۔ کیونکہ
یہ بات معلومات سے ہے کہ فلک الافلاک کی طرف بالا والی طرف پر سے جو مرکز سے نزدیک
ہو حرکت کرنے کو نزول کہتے ہیں۔ جیسا کہ مرکز عالم سے فلک الافلاک کی طرف بالا کی طرف
حرکت کرنے کا نام عروج ہے۔

پس جسم آسمانوں کے استدارت پر متحرک ہونے سے نزول کا غیر ممکن ہونا لازم نہیں آتا۔

شان کا آسمانوں کے متحرک ہونے کی وجہ سے اضطراب و عذاب میں ہونا ضروری ہوگا۔ کیا دیکھتے
نہیں کہ زمانہ حال کے ہیئت دانوں اور انگریزی ڈاکٹروں کا یہ مذہب ہے کہ آفتاب جو ستاروں
کے درمیان ہے اور وہ اس کے گرد اگرد پھرتے ہیں۔ ان کی حرکت کے بارے میں بیان کرتے
ہیں کہ وہ زمین کے گرد اگرد نہیں پھرتے ہیں۔ بلکہ زمین ہی ان کے گرد اگرد پھرتی ہے۔ کہتے ہیں
کہ زمین بھی ان سیارات میں سے ایک سیارہ ہے۔ وہ سیارے یہ ہیں: عطارد، زہرہ، زمین،
مریخ وغیرہ۔ ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ جو حرکت ہے جو مغرب سے مشرق کی طرف دن
بھر میں ہوتی ہے۔ زمین ہی کی حرکت ہے۔ اس لئے ستارے کبھی طالع کبھی چھپے ہوئے معلوم ہوتے
ہیں۔ کیونکہ زمین مغرب سے مشرق کی جانب حرکت کرتی ہے اور ستارے ساکن ہوتے ہیں یا وہ
بھی مشرق کی طرف حرکت کرتے ہیں۔ لیکن زمین کی حرکت سے ان کی حرکت بہت ہی قلیل ہے تو
ہم ہر ساعت ان ستاروں کو دیکھتے ہیں جو ہماری نظروں سے مشرق میں نئے پہلے غائب ہوتے
تھے۔ ہماری نظروں سے وہ ستارے جو ہم کو نظر آرہے تھے مغرب میں ہماری نظروں سے غائب
ہوجاتے ہیں۔ اسی سبب ہم کو خیال آتا ہے کہ زمین ساکن ہے اور ستارے بھی حرکت سریعہ مشرق
سے مغرب کی طرف کرتے ہیں۔ جیسا کہ کشتی دریا میں چلتی ہے اور پانی جس طرف کو متحرک ہوتا۔
کشتی اس کے خلاف طرف کو جاتی ہے تو خیال کیا جاتا ہے کہ کشتی مثلاً ساکن ہے۔ یہ مذہب
(یعنی زمین کا متحرک ہونا) گو مردود ہے۔ مگر بات تو یہ ہے کہ جو لوگ اس مذہب کے پابند ہیں یا
ان کی باتوں کو پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے کیا یہ نہیں سوچا تھا کہ اس طرح پر تمام باشندگان زمین
مبتلائے عذاب ٹھہریں گے پھر اگر باشندگان زمین کو اس سے مضطرب ہونا لازم آتا ہے تو وہ کیوں
اسی دلیل سے اس مذہب کو باطل نہیں کہتے۔ مثلاً کسی ایک مسلمان نے اور کسی شخص کی دوسرے
فلسفی نے ان کے اس مذہب کو یہی دلیل باطل کیا۔ البتہ عوام الناس کو بتلانے کے لئے یہ
آسان ہے۔ حقیقت تو اس عذاب کی دلیل کو پیش نہیں کرتے۔ رہی یہ بات کہ زمین کا متحرک ہونا یہ
ایک مردود بات ہے۔ سو اس کی وجوہ اور بھی ہیں بجز عذاب۔

وجہ اول کہ زمین میں طبعاً حرکت مستقیمہ کے میلان کا مبدا موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ
مستقیمہ اور مستدیرہ دونوں میں منافی ہیں۔ کیونکہ مستدیرہ تو وہ حرکت ہے جو کہ گولائی پر ہو۔ مستقیمہ
وہ حرکت ہے کہ ایک سیدھے خط پر ہو اور یہ بات کہ اس میں میلان مستقیمہ ہے۔ یہی سے ثابت ہے
کہ جب ہم زمین کے اجزا لے لیں اور ان کو پھینکیں تو وہ خط مستقیم پر ہی حرکت کرتے ہیں۔ لہذا

زمین کا استدارت پر متحرک ہونا مسلم نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ اگر اس طرح پر وہ متحرک ہوتی تو چاہیئے تھا کہ جب جانور مغرب کی طرف دوڑتا ہو تو وہ مشرق کی طرف جاتا ہو منزل مقصود پر نہ پہنچتا۔ مگر بعد گزرنے دن اور رات کے اکثر حصے کے کہ جس جگہ سے اس نے سیر شروع کی تھی اس سے مقصود تک تھوڑی ہی مسافت ہو۔ حالانکہ واقع میں اس کے برخلاف معاملہ ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ اس صورت میں چاہیئے تھا کہ جتنے جانور زمین و آسمان کے مابین ہیں ان کے بارے میں بھی خیال کیا جاتا کہ وہ مغرب کی طرف حرکت کر رہے ہیں۔ خواہ وہ بالارادہ آپ ہی مشرق یا مغرب کی طرف متحرک ہوں۔ اس لئے کہ زمین کی حرکت سریعہ مانی گئی۔ جانوروں کی حرکت بطی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور وجوہ بھی ہیں۔ جن سے کہ یہ بیہودہ پن پیدا ہوتا ہے۔ مگر خوف طول اور خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے وہ ذکر نہیں کی جاتیں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں بھی زمین کا ساکن ہونا بیان کیا گیا ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے زمین کو نہیں متحرک کیا۔ تم کو متحرک نہ کرے۔ کس نے خدا کے سوا زمین کو ساکن اور قرار بنایا اور اس میں نہریں جاری کیں۔ اس کے پہاڑوں کو میخوں کا قائم مقام بنایا۔ ان سب آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ساکن ہے۔ لیکن اب تک جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے فلک الافلاک کے استدارت پر متحرک ہونا اور اس کی تحریک سے باقی آسمانوں کا متحرک ہونا ان کا بیان کیا ہے۔ اب ہم اس کے متعلق جواب دیتے ہیں کہ جو شرعاً ثابت ہے وہ یوں ہے کہ شرعاً فلک الافلاک وغیرہ ہرگز متحرک نہیں ہیں۔ اس لئے کہ نہ قرآن سے ثابت ہے کہ عرش متحرک ہے اور نہ کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ بلکہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ عرش کے لئے پائے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ متحرک نہیں ہے اور اس سے وہ حدیث کہ جس میں آیا ہے کہ عرش خیمہ کی طرح قبہ دار ہے انکاری نہیں ہے۔ آچکا ہے کہ خداوند کا عرش بالفعل چار فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے۔ دیکھو کہ قرآن شریف میں ہے کہ قیامت کے دن کو آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔ پس اب فلک الافلاک کا متحرک ہونا باوجود ان اخبار اور آیات کے کب ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہاں قرآن میں ستاروں کی حرکت کا بیشک ذکر ہے۔ دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ آفتاب چاند کو نہیں پکڑ سکتا اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے۔ ہر ایک کیا آفتاب اور کیا چاند اور دوسرے ستارے آسمان میں سیر کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہر ایک ان میں سے ایک وقت معین تک سیر کرتا رہے گا۔ فرمایا ہے کہ قسم کھاتا ہوں ان پانچ ستاروں کی جو پیچھے ہٹ جاتے۔ سیدھے چلنے اور غائب ہو جانے والے ہیں

اور وہ ستارے یہ ہیں۔ زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد۔ اگر مان بھی لیں کہ فلک الافلاک متحرک ہے۔ لیکن یہ ہم تسلیم نہیں کریں گے کہ باقی آسمان اس کی تحریک سے متحرک ہیں۔ اس لئے کہ یہ اس صورت میں لازم تھا کہ اگر شرعاً آسمانوں کا ملاپ آپس میں ثابت ہوتا ہے۔ لیکن ملاپ تو ثابت نہیں ہے۔ بلکہ شرعاً ثابت ہے کہ آسمان آپس میں دور دراز فاصلہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ احادیث وغیرہ کے دیکھنے سے ظاہر ہوگا۔ نیز آسمانوں کی کرویت بھی شرع سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ شرع سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین آسمان دنیا کے مقابلہ پر ایسی ہے کہ جیسے کسی میدان میں حلقہ پڑا ہو۔ اسی طرح آسمان دنیا دوسرے آسمان اور دوسرا تیسرے آسمان کی نسبت ہے۔ باقی علیٰ ہذا القیاس!

سب آسمان کرسی کے اور کرسی مع ماتحت کے فلک الافلاک کے سامنے اس حلقہ کی مانند ہے جو میدان میں پڑا ہو۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر آسمان کروی ہوتے تو یہ تمثیل صحیح نہ ہوتی۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ وہ کروی نہیں ہیں۔ پس جب کہ کرویت نہ رہی۔ تو خود حرکت مستدیرہ بھی جاتی رہی۔ کیونکہ مستدیرہ حرکت سے تو وہ ہی متحرک ہوتا ہے کہ جو کروی ہو۔ لا غیر!

جب کہ آسمانوں کے مابین اتصال ثابت نہ ہوا تو اگر ہم فلک الافلاک کا متحرک ہونا مان بھی لیں گے تو اس کے متحرک ہونے سے اس کے ماتحت آسمانوں کا متحرک ہونا لازم نہیں آئے گا۔ بلکہ تم جان چکے ہو کہ فلک الافلاک متحرک بھی نہیں۔ بنابراں جو کچھ کادیانی نے الزام کے طور پر استدلال عام خیالات کی تقلید سے پیش کیا تھا۔ ہرگز پیش ہونے کے قابل نہیں ہے اور سراسر مردود ہے۔ ہماری ساری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ ہم ان کے استدلال پر چند طور سے پے در پے ترتیب وار اعتراضات وارد کرتے ہیں۔ اس طور کہ اولاً فلک الافلاک کا متحرک ہونا نہیں مانتے ہیں۔ اگر یہ مان لیں گے تو پھر اس کا استدارت پر متحرک ہونا نہیں مسلم ہے۔ اس کو بھی اگر مان لیں تو پھر یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس کی تحریک سے باقی آسمان بھی متحرک ہیں۔ کیونکہ یہ بات آسمانوں کے آپس میں متصل ہونے پر موقوف ہے۔ لیکن وہ تو متصل ہی نہیں۔ پس اس کی تحریک سے ان کا متحرک ہونا بھی لازم نہیں آتا۔ اگر ہم یہ سب کچھ تسلیم کر لیں تو ہمارا یہ کہنا کہ جہت فوق اور نہ نزول متعین ہوتا ہے اور اس صورت میں مسیح علیہ السلام کا عذاب دائمی میں مبتلا ہونا لازم آتا ہے غلط ہے۔ ان مثل محذورات کو ممنوع سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے دلیل طلب کرتے ہیں۔ مگر دلیل کہاں یہ تو یوں ہی تخیل ہے۔ ہم نے جو کچھ مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ وہ معلوم ہو ہی گیا ہے۔ اس میں ناظرین خوب تامل کریں۔ تا کہ کادیانی کی ہیئت دانی اور ہندسہ دانی وغیرہ علوم کے

حالات معلوم ہوں۔ ان کے مجددیت ومہدویت ومسیحیت کے دعویٰ کی بناوٹ روشن ہو۔ کادیانی علماء اسلام پر اس طور پر بھی اعتراضات کرتا ہے کہ پرانے فلسفہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی جسم کو طبقہ زمہریریہ تک ہرگز رسائی نہیں۔ زمانہ حال کے فلسفہ نے بھی تحقیق یوں کرلیا ہے کہ وہ بعض پہاڑوں پر چڑھے وہاں پر جا کر معلوم کیا کہ ان کی چوٹیوں پر اس وجہ کی ہوا ہے کہ وہ انسانی جسم کو سلامت رہنے نہیں دیتی۔ بلکہ اتنی بلندی پر پہنچ کر ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا۔ پس متقدمین اور متاخرین کے اتفاق سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام ہرگز آسمان پر نہ چڑھے ہوں۔ کیونکہ راستہ پر اس قدر سردی ہے کہ آدمی وہاں پر پہنچتے ہی مر جائے گا۔ لہٰذا آسمان تک مسیح علیہ السلام کی رسائی ہرگز متصور نہیں۔ پس جب کہ طبقہ زمہریریہ تک پہنچنا ہی غیر ممکن ہے تو آسمان پر پہنچنا بھی غیر ممکن ٹھہرا۔ اس لئے کہ جب معدی ممکن نہیں تو معدہ کیسے ممکن ہوگا۔ (معدا اس کو کہتے ہیں کہ جس کا عدم بعد الوجود متاخر کے لئے سبب ہو۔ جیسے پہلا قدم دوسرے قدم کے لئے)

جواب...... یہ ساری تقریر معترض کی گویا باطل کو زینت دینا ہے۔ تانبے کو سونے کا پانی چڑھا کر سونے کے بھاؤ بیچنا ہے۔ لیکن اس کی بناوٹ دانشمندوں سے کب پوشیدہ رہتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ طبقہ زمہریریہ تک بدن انسان کا وصول ممکن ہے اور اس کا ممکن نہ ہونا ہرگز مسلّم نہیں۔ پس مسیح علیہ السلام کا آسمان پر چڑھنا بھی ممتنع نہیں ہوا۔ رہی یہ بات کہ انسان کا وصول کیونکر ناممکن نہیں۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا ناممکن ہونا چند امور پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ طبقہ زمہریریہ کے تمام اجزاء اس ضرر رسانی کی کیفیت میں برابر ہوں۔ لیکن ہم اس برابری کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس کے لئے تو کوئی دلیل چاہئے۔ بلکہ اگر اس بات کا لحاظ کریں کہ آفتاب کی محاذات کو تغیرات واقعی کی طرف گونا گوں نسبتیں ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ طبقہ زمہریریہ کے اجزاء کی سردی برابر نہیں۔

دوم یہ کہ وہ سردی طبقہ زمہریریہ کی ذات میں داخل ہو۔ جیسے کہ ذاتیات ذات میں داخل ہوتے ہیں۔ اس طرز پر کہ وہ سردی اس کے مرتبہ ذات سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتی۔ مگر یہ بھی مسلّم نہیں۔ کیونکہ اگر یہ سردی اس کے ذاتیات سے ہوتی تو چاہئے تھا کہ وہ کبھی شدت اور کبھی ضعف کے ساتھ موصوف نہ ہو۔ حالانکہ وہ اس طرز پر موصوف ہوتی ہے۔ جب ایسی ہوتی تو ذاتی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ذات وذاتیات میں تشکیک نہیں۔ لیکن طبقہ زمہریریہ تو مشکک ہے۔ کیونکہ مشکک ہوتا ہی ہے جو کبھی شدت اور کبھی ضعف سے موصوف ہو۔ پر ظاہر ہے کہ وہ طبقہ کبھی ضعیف ہوتا ہے۔ چنانچہ جب آفتاب طبقہ کی سمت پر ہو۔ جیسا کہ دن میں اور کبھی وہ شدید البرودۃ ہوتا ہے۔ یا اس صورت میں کہ آفتاب اس کے ساتھ مسامت نہ رکھتا ہو۔

جیسا کہ رات میں تیز اس میں تشکیک اس وجہ سے بھی ہے کہ گرمیوں اور جاڑے میں بلکہ جنوب اور شمال میں اس کے اجزاء سردی میں برابر نہیں ہوتے۔ کیا جیسے کہ گرمیوں میں اس میں سردی ہوتی ہے۔ ویسے ہی جاڑے میں ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ جاڑے میں شدید اور گرمیوں میں ضعیف ہوتی ہے۔ پس اس قسم کا اختلاف صریح طور پر اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کیفیت اس جبلہ کے ذاتیات میں سے نہیں ہے۔ اسی پر اس کیفیت کا جبلہ مذکورہ کے لوازم سے ہونا سو یہ اس طرح پر ہوگا کہ اس کیفیت کا اصل اور نفس (یعنی بلا شدت و بلا ضعف) اس کو لازم ہو۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اصل برودت انسانی بدن سے منافات نہیں رکھتی اور نہ انسان کو جان سے مارڈالتی ہے۔ یا کہو گے کہ نہیں ہم تو اصل برودت کو لازم نہیں کہتے۔ بلکہ اس کے ایک خاص درجہ کو لازم سمجھتے ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مرتبہ اور درجہ ابھی تک متعین نہیں ہوا اور اگر ہم اس خاص درجہ کا ہونا بھی تسلیم کر لیں۔ لیکن یہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ بھی اس جبلہ سے جدا نہیں ہوتا۔ پھر لزوم کہاں رہا۔ اچھا ابھی لزوم بھی مانا۔ لیکن مستفسر ہے کہ وہ لزوم عادی ہے یا عقلی۔ عقلی تو نہیں ہے۔ اس لئے کہ عقلی کے تو یہی معنی ہیں کہ اپنے ملزوم کو کبھی جدا نہ ہو۔ جیسا کہ دو کے واسطے جفت ہونا لازم ہے اور یہ زوجیت کا وصف اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ عادی لازم کا اپنے معروض سے جدا ہونا جائز ہے۔ دیکھو سکر شراب کے لئے عادی لازم ہے۔ اسی لئے اگر اس میں نمک یا سرکہ ڈال دیا جائے تو سکر زائل ہوگا۔ حرارت آگ کے واسطے عادتاً لازم ہے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آگ سے خطاب فرمایا کہ اے آگ! تو ٹھیک سرد ہو۔ ابراہیم علیہ السلام کے لئے پس وہ آگ سرد ہوگئی۔ چنانچہ اس کی خود حق سبحانہ خبر دیتے ہیں کہ پھر بھی ابراہیم علیہ السلام کو قوم نے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو قتل کر ڈالو یا ان کو جلا دو۔

پس خداوند تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچالیا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حرارت جو ایک عادی لازم تھی وہ آگ سے جدا ہوگئی تھی۔ کیوں نہ ہو۔ اگر یہ لازم ہوتی تو یہ نتیجہ تھا کہ حرارت معدوم ہوتے ہی آگ بھی معدوم ہو جاتی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ معتبر مورخین نے بیان کیا ہے کہ مسیلمہ کذاب نے ابی مسلم خولانی کے جلا دینے کا حکم دیا تھا۔ اس لئے قوم نے ان کو آتش سوزاں میں ڈال دیا۔ مگر وہ نہ جلے۔ آگ سرد ہوگئی تھی۔

اب دیکھئے یہاں بھی حرارت آگ سے جدا ہوگئی تھی۔ پس جب کہ آگ سے حرارت کو باوجودیکہ وہ آگ کی ذات کو عارض ہے۔ یہ نسبت ہے تو سردی کا یہ نسبت طبقہ زمہریریہ کے جو ہوا کا ایک مرتبہ ہی باوجود اس کے کہ وہ بالعرض سرد ہے۔ کیا حال ہوتا جانچے کیا معلوم نہیں کہ

عنصر ہوا بہ اعتبار گرم تر ہے۔ دیکھو کتب طب۔ چونکہ سردی نہ اس کی ذاتی ہے نہ لازم عقلی تو اس کا اس سے جدا ہونا کیسے نا روا ٹھہرے گا۔ لہٰذا بوقت صعود مسیح علیہ السلام کے سردی کا نابود ہونا جائز ہوا۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ صعود کے وقت میں وہ چیزیں موجود ہو گئی ہوں جو سردی کی تیزی کو دور کرنے والی ہیں۔ جیسے کہ غلیظ دھویں اور اس کے پاس ہی جل کر روشن ہوئے ہوں۔ چنانچہ بسا اوقات وہی دھویں جل کر نیزوں کی شکل اور سینگ والے حیوان وغیرہ کی ہیئت میں دکھلائی دیتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ اتنے لمبے ہوں کہ دو زمین سے متصل ہو جائیں۔ بلکہ کبھی متصل بھی ہو ہی جاتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں اس کا نام حریق ہے اور کبھی زمین سے متصل نہیں ہوتے۔ پس چونکہ ایسے اسباب کا جو سردی کی تیزی کو دور کر دیتے ہیں۔ مہیا ہونا ممکن ہوا تو مسیح علیہ السلام کا آسمان پر چڑھنا بھی ممکن ہوا۔ شاید آپ کہو گے کہ طبقہ زمہریر سے اوپر ایک اور طبقہ ہے جو جلانے والا ہے تو مسیح علیہ السلام اس سے بچ کر کس طرح آسمان پر چڑھ گئے۔ تو واضح ہو کہ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ حرارت آگ کے لئے ایک عادی لازم ہے۔ اس لئے اس کا کرہ نار سے جدا ہونا جائز ہے۔ گو یہ جدائی آنی ہو۔ بدرجہ کے لازم عقلی یا ذاتی ہونے کو ہم تسلیم کر کے اور طرز پر بھی جواب دیتے ہیں۔ وہ یوں ہے کہ طبقہ زمہریر کے اثر کرنے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ انسان اس طبقہ میں اتنا زمانہ قرار پذیر ہو کہ وہ آپس میں اثر کر سکے۔ لیکن ظاہر ہے کہ آسمان پر انسان کے پہنچنے کے لئے اس طبقہ میں استقرار لازم نہیں۔ کیونکہ آسمان پر جانا بطور انتقال دفعی ہے یا حرکت سے اور یہ دونوں اس مسافت میں استقرار کو مستلزم نہیں ہیں۔

پس بدن انسانی بھی اس مسافت میں صحت کی حرام کیفیت سے متاثر نہیں ہوگا۔ چونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ دو امر جو بلاواسطہ آپس میں ضدیت رکھتے ہوں۔ باوجود اس کے کہ متضادین زیادہ اور جلدی ایک دوسرے سے اثر کو قبول کرتے ہیں۔ تاثر تب ہی ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں ضدیں کسی ایسے زمانہ میں جمع ہوں کہ اتنے زمانہ میں وہ ایک دوسرے میں تاثیر کر سکیں۔ تو بلاشبہ یہ بات منکشف ہو گئی کہ جن دو چیزوں میں تضاد بالذات نہیں۔ بلکہ بالعرض ہو تو ان کی تاثیر و تاثر کے لئے بھی ان کا آپس میں اتنے زمانہ میں جمع ہونا کہ اس میں اثر کر سکیں شرط ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ بدن مسیح علیہ السلام کی مزاج کو گو طبقہ کی ہوا مخالف تھی۔ لیکن ان کے صعود کو چونکہ طبقہ میں استقرار ضروری نہیں تھا تو ان کا ضرر پذیر ہونا (جس کے لئے استقرار شرط ہے) لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ضرر پذیر ہونے کی شرط ادا ہی نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کا آسمان پر چڑھنا ناممکن نہیں ٹھہرا۔ خوارق العادات آپ کا صعود دفعی طور پر ہو یا حرکت کے طور پر۔ نیز صعود کا غیر ممکن ہونا لازم نہیں آیا۔

پس اب صعود بدن (صعود) کا غیر ممکن ہونا اس پر متفرع نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ کادیانی کا زعم ہے۔ کیا
دیکھتے نہیں کہ جب تم آگ کے شعلے کے بیچ میں سے سرعت اور جلدی سے اپنے ہاتھ کو پار کریں
اور نکالیں تو تمہارا ہاتھ متضرر نہیں ہوگا۔ اس کو آگ کی حرارت اثر نہیں کرے گی۔ ایسا ہی اگر تم
بہت سی آگ روشن کرو۔ یہاں تک کہ وہ بخوبی مشتعل ہو تو اس کے بیچ میں سے اگر تیر کسی نشان پر
ماریں گے اور چلائیں گے تو وہ تیر باوجود اس کے کہ لکڑی کا ہے نہیں جلے گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ
ہاتھ اس میں سے جلدی سے نکل گیا ہے اور اس میں قرار پذیر نہیں ہوا۔ متنبہ ہو جاؤ۔ ان لوگ کہ عقل
استقرار کی ممنوعیت کی تقریر پر باوجود آنکہ بدن کا طبقہ زمہریریہ سے گزرنا اور ناری عقلی ہونا
ہر دو کا اس کے تمام اجزاء میں برابر ہونا مان لیا گیا ہے تو جواب دیا گیا ہے۔ پس خود ہی سمجھ لو کہ
کادیانی کا اعتراض جن تمام امور پر موقوف ہے وہ سب کے سب جب مرتفع ہوں تو کہاں ٹھکانا
ہوگا۔ آخر یہ تو معلومات سے ہے کہ جب موقوف علیہ ہی نابود ہو تو موقوف بھی بالضرور معدوم ہونا
چاہئے۔ کادیانی اپنے دعویٰ کے لئے اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ اس آیت کا ماحصل
یہ ہے کہ تم زمین پر ہی زندہ رہو گے اور وہیں مر جاؤ گے اور وہیں سے زندہ ہو کر محشور کئے جاؤ گے۔
اس کے استدلال کا طریقہ اور تہذیب یوں ہے کہ آیت میں جار و مجرور "فیھا، منھا" جو فعل
"تحیون، تموتون، تخرجون" کے ساتھ متعلق ہے۔ مقدم کیا گیا ہے اور یہ تقدیم حصر کا
فائدہ دیتی ہے۔ اس لئے آیت کا معنی یہ ہوا کہ زندگی نہیں کسی ایک انسان کے لئے مگر زمین ہی پر
نہ اور کہیں۔ پس اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہوں گے تو اس حصر کا باطل ہونا ضروری ٹھہرے
گا۔ لہٰذا ہم مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے پر اور اس آیت کے مضمون پر کیسے اذعان کر
سکتے ہیں۔ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ مسیح علیہ السلام زندہ نہیں ہیں۔ بلکہ مسیح علیہ السلام بھی ویسے ہی مر گئے
ہیں۔ جیسے کہ اور حضرات انبیاء علیہم السلام مر چکے ہیں۔ ویسے ہی وہ بھی اور ان کی روح مرفوع ہوئی
ہے۔ نہ جسد!

جواب… تقدیم کا افادہ حصر ہی میں منحصر نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا مقدم کر لینا دوسرے اغراض
کے لئے بھی ہوتا ہے۔ جیسے کہ قافیوں اور فاصلوں کی رعایت سے اور بھی بیان کے اہتمام کے لئے
بھی جار و مجرور کا تقدیم ہوتا ہے۔ وغیرہ!

پس آیت مذکورہ میں جو جار مجرور کا تقدم ہے فاصلوں کی موافقت کے لئے بھی ہو سکتا
ہے۔ لہٰذا اس تقدیم کا صرف حصر کے واسطے ہی ہونا متعین نہیں ہوا۔ اگر مان بھی لیں کہ یہ تقدیم
صرف حصر کے ہی واسطے ہے تو یوں تقریر ہو سکتا ہے کہ یہ خطاب اکثر بنی آدم کے لئے ہو نہ کل

سے لئے ذہن سے باعتبار کل کے بھی لیں گے تو ہم اس کے قائل ہیں کہ یہاں اسی حیات سے تعلق ہے جو عالم کون وفساد میں ہے۔ نہ یہ کہ اس سے مطلق حیات مراد ہے۔ جس کے افراد سے حاوی زندگی بھی ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ انحصار مطلق حیات سے متعلق ہوتا تو چاہئے تھا کہ اس آیت کا مفہوم بہشتیوں اور دوزخیوں کی ابدالآباد زندگی کے ساتھ متعرض ہو۔ آخرت تو ظاہر ہے کہ وہ زندگی بھی مطلق زندگی میں مندرج ہے۔ نیز جب کہ ہم آیت سے عالم کون وفساد کی زندگی مراد لے لیں گے تو اس میں اکثر احوال کی بھی قید لگانی چاہئے۔ ورنہ یہ بھی متعرض ہوگا۔ وہ یوں ہے کہ اسی عالم میں بعض احوال میں بعضے انسان صرف زمین ہی سے اوپر تمام زندگی بسر نہیں کرتے۔ بلکہ بعض کاملین نے خرق عادت کے طور پر بھی کچھ حصہ زندگی کا اسی عالم میں طیران کی حالت میں بسر کیا ہے۔ حالانکہ اس حالت میں وہ زمین پر نہیں تھے۔ لیکن ایسے لوگ چونکہ خرق عادات وکرامت کو نہیں مانتے ہیں تو ان کے لئے ان کی مانیوں کے موافق تمثیل دیئے گئے۔ وہ یہ ہے کہ بعض لوگ غبارہ پر بیٹھ کر جو کی سیر کرتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ہم زمانوں نے اس تماشا کو دیکھ لیا ہے۔

اب دیکھئے کہ ایسے لوگ بھی حصہ عمر کا بسر کرتے ہیں۔ نہ زمین پر۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ پر یقین کرنے اور مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے کے تسلیم کرنے میں کوئی منافات نہیں آتی۔ چنانچہ تامل سے ظاہر ہے۔ کادیانی کی استدلال یہ بھی ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہوں اور وہی پھر اتریں گے تو یا تو نزول کے وقت وصف رسالت سے معزول ہوں گے۔ حالانکہ یہ ان کی تحقیر اور ہتک ہے یا تو اس وصف کے ساتھ موصوف ہوتے ہی اتریں گے۔ جیسے کہ رفع سے پیشتر رسول تھے۔ لیکن قرآن میں ہمارے سید مولا حضرت رسول اکرم ﷺ کی شان میں فرمایا گیا ہے کہ: ”نہیں ہیں آنحضرت (ﷺ) ہمارے مردوں میں سے کسی ایک باپ۔ لیکن وہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پیغمبروں کے خاتم ہیں۔“

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی از سر نو مبعوث نہیں ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی مرسل مبعوث نہیں ہوگا۔ پس جب کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں تو مسیح علیہ السلام نبوت کی حالت کیسے نازل ہو سکتے ہیں۔ پس یہ عقیدہ کہ مسیح نبی ہوتے اتریں گے۔ صاف طور پر اس آیت سے مخالف ہے۔

جواب… پہلے ہم اجمالاً نقض کریں گے بایں طور کہ ہمارے آنحضرت ﷺ کے بعد جتنے پیغمبر تھے۔ وہ تمام عالم برزخ رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد وصف نبوت سے موصوف تھے یا عالم آخرت میں موصوف ہوں گے یا نہ اگر کہہ دیں گے کہ معزول ہیں یا معزول ہوں گے تو

یہ صاف سب پیغمبروں کی ہتک ہے اور نہ یہ ان کی عالی شان سے مناسب ہے۔ یہ بھلا ایسا کیونکر
ہو۔ کتب عقائد میں یہ ثابت ہو چکی ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعد الانتقال ہرگز اپنے مناصب سے
معزول نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض نے صراحۃً لکھا ہے کہ جو شخص اس عزل کا قائل ہوگا وہ کافر ہے۔
اس لئے ماننا پڑے گا کہ وہ دونوں عالموں میں وصف رسالت و نبوت کے ساتھ موصوف ہوتے
ہیں۔ مگر یہ بات کادیانی کی طرز پر آیت سے مخالف ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک آیت سے ثابت
ہے کہ رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد کسی نبی کو نبوت و رسالت کی صفت ثابت نہیں
ہونی چاہئے کہ رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد کسی نبی کو نبوت و رسالت کی صفت
ثابت نہیں ہونی چاہئے۔ پس وہ پیغمبر عالم برزخ میں رسالت و نبوت سے کیسے موصوف ہو سکتے
ہیں اور کیوں نہیں عالم آخرت میں ان سے عہدہ رسالت و نبوت کا چھینا گیا ہوگا۔ آخر وہ وقت بھی
تو رسول کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد ہی ہے۔ پس جو کچھ کادیانی جواب دے گا وہی ہماری
طرف سے بھی جواب ہے۔

ثانیاً ہم تفصیلی نقض پیش کریں گے۔ وہ یوں ہے کہ مسیح علیہ السلام جس وقت کہ وہ
آسمان پر مستقر ہیں اور جس زمانہ میں اتریں گے اسی طرح پر باقی انبیاء ماللہ عالم برزخ میں اور آخرت
میں بالضرور رسالت و نبوت کے ساتھ موصوف ہیں اور ہوں گے۔ رہی یہ بات کہ یہ عقیدہ آیت
(جس کا مضمون مختصر یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں) سے مخالف ہے سو ایسا نہیں ہے۔
کیونکہ آنحضرت ﷺ بمعنا آخر الانبیاء ہیں۔ بایں معنی کہ وہ بعد از آں کہ باقی انبیاء علیہم السلام
نبوت دیئے گئے ہیں۔ نبوت عنایت کئے گئے اور آپ بلحاظ نبوت میں ان سے متاخر ہی ہیں۔ یعنی
آپ کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اور پیغمبروں سے پیغمبری چھینی گئی۔ آنحضرت ﷺ
کے خاتم النبیین ان سے متاخر ہونے۔ ان پیغمبروں کی رسالت و نبوت باقی رہنے میں کچھ منافات
نہیں ہے۔ کیونکہ دو چیزوں کے بلحاظ میں معیت ایک کی بعدیت۔ دوسرے کی صرفاً اولیت کی
منافی نہیں ہے۔

دیکھو عمارت اور معمار۔ بیٹا، باپ اس لئے کہ عمارت معمار کے موجود ہونے کے بعد
موجود ہوتی ہے۔ بیٹا، باپ کے موجود ہونے کے بعد موجود ہوتا ہے۔ معہذا عمارت، معمار، بیٹا،
باپ باہم معیت رکھتے ہیں۔ دوسری مثالیں بھی ہیں۔ لیکن اتنی ہی مثالوں پر کفایت کی گئی۔ پھر
اس کادیانی نے اپنے اس اعتراض کو دوسرے مقام پر اپنی کتاب میں تائید کی ہے کہ اگر مسیح علیہ
السلام آسمان پر نزول کے لئے منتظر ہیں تو جس وقت اتریں گے تو اس وقت تو وہ عربی نہیں جانتے

ہوں گے۔ لہٰذا علم القرآن کی طرف محتاج ہوں گے اور یہ تو ان کے لئے آسان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عربی جانتے ہی نہیں اور کسی سے تعلیم پانا بھی ان کے واسطے مشکل ہے۔ اس وقت وہ سخت حیرت میں ہوں گے۔ لہٰذا لازم ہوا کہ ان پر کوئی نئی کتاب انہی کی زبان میں نازل ہوتا کہ لوگوں کو تعلیم دیں اور نماز میں پڑھیں۔ لوگوں کو اپنی زبان میں ہی توحید کی تعلیم دیں۔ حالانکہ یہ دین اسلام کو گویا جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ ہم ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“ سے تمسک کر کے ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم الضال والمضل“ پڑھ کر اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ سب کچھ باطل ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ کادیانی کو یہ علم یقینی کہاں سے حاصل ہوا کہ مسیح علیہ السلام عربی نہیں جانتے۔ حالانکہ عربی اور عبرانی زبان آپس میں بہت موافق ہے۔ جیسے کہ پنجابی اور اردو زبان ایک دوسرے سے بہت کچھ موافق ہے۔ اب کہئے کہ پنجابی والوں پر اردو کا جاننا دشوار ہے۔ ہرگز نہیں۔ پس کادیانی کا یہ کہنا کہ مسیح علیہ السلام پر عربی کا علم دشوار ہے مردود ہے۔ کیا دیکھا نہیں جاتا ہے کہ جو شخص مختلف زبانیں جانتے ہیں وہ ان کے مضامین کو مختلف زبانوں میں ادا کر سکتے ہیں۔ الغرض اپنے ہی آپ کی طرف خیال کیجئے کہ جو خود پنجابی ہے اور فارسی کو جانتا ہے۔ پس یہ کس سند سے کہہ دیا کہ مسیح علیہ السلام تعلیم عربی ست (خواہ تعلیم اللہ ہو یا تعلیم بالبشر) سے۔ اس لئے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو ازل میں ہی دین محمدی ﷺ کا مجدد بنا رکھا ہے) عاجز ہوں گے کیا وہ نبی عاجز ہوں گے۔ کیا وہ نبی عاجز ہو اور کادیانی عاجز نہ ہو۔ سبحان اللہ!

مسیح علیہ السلام پر یہ دشوار اور کادیانی کے لئے آسان۔ حالانکہ مسیح علیہ السلام وہ پیغمبر ہیں کہ جن کے حق میں قرآن شریف میں آیا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے زمانہ صبا میں یہ گفتگو کی کہ میں خدا کا بندہ ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو کتاب دی۔ اس نے مجھ کو نبی مبارک بنایا۔ اب دیکھئے کہ مسیح علیہ السلام کی یہ گفتگو زمانہ صبا میں تھی اور کادیانی کہتے ہیں کہ جب اتریں گے (اور باتیں تو درکنار رہے دو) تعلیم سے بھی عاجز ہوں گے۔ نعوذ باللہ منہ!

اچھا مان لیا کہ مرفوع ہونے سے پہلے آپ عربی نہیں جانتے تھے۔ لیکن کادیانی کو یہ یقین کہاں سے حاصل ہوا کہ مسیح علیہ السلام کو عالم ملکوت میں یہ علم نہیں دیا گیا۔ یہ بھی بات کہ ملکوت میں بھی ان کو یہ علم نہیں دیا گیا ہے۔ لیکن یہ خبر ان کو کہاں سے ملی ہے کہ علم عربی مسیح علیہ السلام کے لئے ممکن یا آسان نہیں۔ پہلے ابوالبشر آدم علیہ السلام کو کس نے تمام چیزوں کے نام سکھلائے تھے۔ ہمارے سردار محمد ﷺ کو کس نے باوجود امی ہونے کے بے کنار دریائی علوم عنایت کیا تھا۔ جس نے ان کو عنایت کیا وہی مسیح علیہ السلام کو عنایت کرے گا۔

اجی! کادیانی کے کانوں والی خبر کی ہوا کی چوٹ نے تمہیں کھڑکایا ہے کہ صاحب قوت قدسیہ کے سامنے نظریات بھی بدیہی ہو جاتے ہیں۔ یہ بات اہل معقول کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ پس تمہیں مسیح علیہ السلام کا عربی کو جان لینا بعید سمجھا جائے اور وہ بعید نہیں سمجھا گیا۔ اگر اس کے بعید ہونے کو ہم تسلیم بھی کر لیں۔ لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ معانی قرآن کا سمجھنا۔ کلمات توحیدیہ کے معانی کو ادا کرنا عربی کے بغیر دوسری زبان میں اسلام کو بدل ڈالنا ہے۔ احکام کو منسوخ کر دینا ہے۔ دین اسلام کو جڑ سے اکھاڑنا ہے۔ جیسا کہ کادیانی کہتے ہیں کہ اگر تسلیم کر لیا ہو تو لازم آتا ہے کہ مسلمان اہل عرب کے سوا سب کے سب اسلام کو بدل ڈالنے والے ہوں۔ بلکہ خود کادیانی جو عقائد اور معانی قرآن، معانی کلمات توحیدیہ کو اردو میں جیسے کہ اس کو پسند آتے ہیں ادا کر سکتے ہیں۔ یہ بھی محرف اسلام ہوں۔

اجی! کادیانی کی تقریر سے تو لازم آتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کی توحید ذاتی وصفاتی، جناب سید المرسلین حضرت رسول کریم ﷺ کی رسالت اور ان پر جو آپ خدا سے احکام لائے ہیں ایمان رکھتا ہے۔ اس کو فارسی، کشمیری، اردو، پنجابی میں بیان کرتا ہو باوجود اس کے کہ اسی عقیدہ اور ایمان پر مر بھی گیا ہو مسلمان نہ ہوا۔ العیاذ باللہ!

پس کیا یہ رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے عموم اور قرآن کی دعوت عامہ سے انکار نہیں ہوا۔ بلکہ انکار ہے۔ حالانکہ وہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ پاک پروردگار وہ قادر مطلق ہے کہ جس نے اپنے خاص بندہ پر قرآن کو نازل فرمایا تاکہ وہ تمام عالموں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ نیز فرماتا ہے کہ ہم نے تجھ کو یا رسول اللہ ﷺ نہیں مبعوث فرمایا مگر تمام عالموں کے واسطے رحمت۔ نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر تمام لوگوں کی طرف (خواہ عربی ہوں یا ترکی یا فارسی وغیرہ) نیز فرمایا کہ یا محمد ﷺ تم کہہ دو کہ میں تمہارے سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ کیا یہ ظلم نہیں جیسے کہ آپ کی خود پیغمبری سے انکار کرنا کفر ہے۔ ایسے ہی آپ کی عموم نبوت سے منکر ہو جانا کفر ہے۔ کیونکہ جس طرح کہ اصل نبوت سے انکاری ہونا نصوص قطعیہ کو رد کرتا ہے۔ اسی طرح عموم نبوت سے انکاری ہونا نصوص قطعیہ سے لڑائی اور مقابلہ ہے۔ کادیانی مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے کے لئے یوں بھی استدلال کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے بیان کیا کہ خداوند عزاسمہ نے مجھ کو نماز، زکوٰۃ کا جب تک کہ میں زندہ ہوں حکم دیا ہے۔ خداتعالیٰ نے مجھ کو اپنی والدہ سے نیکی کنندہ بنایا ہے۔ استدلال اس طرح پر کرتے ہیں کہ اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہوتے تو بلاشبہ ادائے صلوٰۃ، زکوٰۃ والدہ سے احسان کرنے کے ساتھ مامور ہونے چاہئے۔

حالانکہ آسمان پر ہوتے ہوئے نہ تو زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے اور نہ والدہ سے نیکی کر سکتے ہیں۔ پس علم الٰہی کا خلاف لازم آئے گا۔

جواب۔ یہاں پر زکوٰۃ مالی کی زکوٰۃ مراد نہیں ہے۔ بلکہ طہارت جو اس کا حقیقی معنی مراد ہے نہ اور کچھ جیسا کہ اس آیت میں جس کا مضمون یہ ہے کہ جو پاک ہوا وہ اپنے آپ کے لئے پاک ہوتا ہے۔ ان کے خدا نے اس بات کا ارادہ کیا کہ اس کے بدلے ایسا اولاد دے کہ پاکیزگی میں اعلیٰ ہی میں بہتر ہو۔ نیز رسول کریم ﷺ نے ترش روئی کی جس وقت آپ کی خدمت میں نابینا حاضر ہوا کس چیز نے آپ کو یا رسول اللہ ﷺ جتلایا۔ شاید کہ وہ پاک ہو جاتا یا نصیحت قبول کرتا۔ پس اس کو نصیحت نفع دیتی۔ اس پر جو دولت مند ہوتا ہے۔ آپ اس کی طرف ہی التفات کرتے ہیں۔ آپ اس کے ذمہ دار نہیں کہ اگر وہ پاک نہ ہو۔ بلاشبہ اس شخص نے خلاصی پائی کہ جس نے اپنے آپ کو پاک کیا ہے۔ قریب ہے کہ اس سے ہٹایا جائے گا۔ وہ شخص جو بامذہب ہے۔ مال کو خدا کی راہ میں اس لئے خرچ کرتا ہے کہ وہ پاک ہو جائے۔ وغیرہ!

اب دیکھو ان آیات میں زکوٰۃ کا معنی بجز تزکیہ نفس کے اور کچھ نہیں ہے۔ ویسے ہی مسیح علیہ السلام کو بھی تزکیہ نفس کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ ہر جگہ ہو سکتا ہے۔ زمین پر ہو یا آسمان پر۔ پھر کہئے کہ ان کے آسمان پر ہونے سے خلاف علم الٰہی کیسا لازم آیا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ ان لوگوں پر جو مجذوبین اور تارک دنیا ہیں کی طرح طہارت نفس رکھتے ہیں۔ پوشیدہ نہیں ہے یہ بات کہ مسیح علیہ السلام کو کہ آسمان پر ہی مستقر مان لئے گئے ہیں۔ والدہ سے احسان نہیں کر سکتے اور اس میں خلاف علم الٰہی لازم آتا ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ یہ اس صورت میں لازم آتا کہ اگر برّاً صلوٰۃ پر جو اوصانی سے متعلق ہے معطوف ہوتا ہے۔ کیونکہ اس تقدیر پر یہ معنی ہوتا کہ مجھ کو خداوند تعالیٰ نے نماز زکوٰۃ اور والدہ سے نیکی کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب تک کہ میں زندہ ہوں۔ لیکن برّاً تو اس طرح پر معطوف ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر اس پر معطوف ہوتا تو برّاً منصوب نہ ہوتا۔ بلکہ مجرور ہوتا اور بِرٍّ پڑھا جاتا۔ نیز برّاً کا ناصب [illegible] مقدر ہے اگر بِرّ ہوتا تو اس کا معنی فقط نیکی ہوگا۔ نہ نیکی کنندہ کیونکہ نیکی کنندہ تو برّاً کا معنی ہے۔ پس چاہئے تھا کہ بِرّ پڑھا جاتا نہ برّاً۔ ورنہ لازم آئے گا۔ مسیح علیہ السلام ہوں کہ جن کے ساتھ "بِر" قائم ہے جیسے کہ نماز زکوٰۃ مصدر ہیں۔ حالانکہ مصدر فعل ہوتا ہے نہ ذات۔ اس لئے کہ ذات کا مصدر بنا ہونا صریح باطل ہے۔ پھر کہئے کہ قرآن شریف میں برّاً (منصوب یا ومابرا) جمیع القراء سے یوں لکھا چلا آتا ہے۔ کہ اب بھی برّاً پڑھا جاتا ہے۔ پس قراء کا اجماع برّاً ہی اس کے صلوٰۃ پر معطوف ہونے سے انکاری ہے۔

ہاں اگر برّاً کو باوجودیکہ منصوب الرا الباء ہے۔ مجرور پر معطوف سمجھیں گے تو اس میں یہ قباحت ہے کہ اعتراض سابق کے دور کرنے کے لئے صفت مشبہ بمعنی مصدر لینا پڑے گا۔ بایں طور کہ برّاً جو بمعنی نیکی کنندہ اور صفت مشبہ ہے۔ (جیسا حسن) اس کا معنی بر ہے۔ یعنی نیکی۔ حالانکہ یہ ایک بناوٹ ہے کہ اس کا واثق بھی موجود نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ برّاً کو نبیا پر معطوف کر کے اصلی معنی (نیکی کرنے والا) میں مستعمل کرنا ہوتا ہے۔ اب کون سی ضرورت درپیش ہے۔ جس کے لئے وہ چھوڑا جائے۔ جاننا چاہئے کہ جب ہم برّاً کو ''نبیا'' پر عطف کریں۔ جیسا کہ قرآن میں بھی ایسا ہی ہے تو جعلنی کے دو مفعول ٹھہرے۔ ایک ''نبیا'' دوسرا برّاً اور یہ عطف مفرد کے مفرد پر عطف کرنے کے طرز پر ہوگا اور اگر برّاً سے پہلے بھی ''جعلنی'' مقدر مانے جائے اور یہ ''جعلنی'' پہلے سے ''جعلنی'' پر معطوف کر دیں۔ تو یہ عطف جملہ کے جملہ پر عطف کر دینے کے طریق پر ہوا۔ پوری آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خدا کا خاص بندہ ہوں۔ اس نے مجھ کو انجیل عنایت فرمائی ہے۔ مجھ کو نبی مبارک جہاں کہیں بھی رہوں بنایا۔ اس نے مجھ کو نماز، زکوٰۃ کا جب تک کہ زندہ رہوں حکم دیا ہے اور اس نے مجھ کو اپنی والدہ پر نیکی کنندہ بنایا ہے۔ یہی دو توجیہیں جو ہم بیان کر آئے ہیں بلاتکلف اعتراض سے بری ہے اور ان ہی توجیہ پر بنا کر کے مسیح علیہ السلام کا آسمان پر ہوتے ہوئے بھی اپنی والدہ سے نیکی کرنے کے ساتھ مامور ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ہم نے یہاں تقدیر مادمت حیا (جب تک کہ زندہ ہوں) کی قید اگر ہے تو صلوٰۃ وزکوٰۃ کی فرضیت کے واسطے ہے نہ برّاً کے لئے۔ اگر ہم قادیانی کی توجیہ جو انہوں نے بیان کی ہے کے اعتراض بلاتکلف نہ دیں۔ سے قطع نظر کریں تو پھر اس بات کو کہ مسیح علیہ السلام کا آسمان پر رہتے ہوئے والدہ سے بار ہونا متصور تسلیم نہیں کریں گے۔ کیونکہ احسان جیسا کہ نیکی کنندہ اور نیکی کردہ شدہ کی حیات میں متصور ہے۔ ویسے ہی جس زمانہ میں نیکی کا مستحق مر گیا ہو۔ اس پر احسان کرنا متصور ہے۔ کیا اس کے لئے استغفار اور دعائے ترقی درجات اور ثواب پہنچانا احسان نہیں۔ بے شک احسان ہے۔ لیکن یہ تو آسمان پر رہتے بھی خواہ مستحق زندہ ہو یا مردہ متصور ہے۔ لہٰذا قادیانی کا یہ حکم بالجزم کہ آسمان پر رہتے ہوئے احسان متصور نہیں۔ کیسا غلط کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ مسیح علیہ السلام جیسے رسول اب تک زندہ ہیں اور آسمان پر بجسدہ موجود ہیں۔ سبب یہ ہے کہ یہی بات قرآن شریف (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) اور احادیث نبوی اور اتفاق امت سے ثابت بھی ہے۔ آیت تو یہ ہیں۔ ''ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل (المائدہ:۷۵)''

"اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ (آل عمران:۵۵)"

"ماقتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ (النساء:۱۵۷)"

"وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (النساء:۱۵۹)"

اب یہ ان کا ترجمہ سوال میں مذکور ہو چکا ہے۔ نیز استدلال کا طریقہ ہم بیان کر آئے ہیں۔ مگر اب اور ہی ایک استدلال پیش کریں گے کہ جس سے مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت ہوگا۔ وہ یوں ہے کہ خداوند عزاسمہ فرماتا ہے کہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا ہے کہ جنھوں نے کہہ دیا ہے کہ خدا وہی مسیح علیہ السلام ہے۔ کہو اگر خداوند تعالیٰ مسیح علیہ السلام کے مار ڈالنے ہلاک کر دینے کا ارادہ کرے گا۔ بی بی مریم تمام باشندگان زمین کا تو کون ایسے آپ پر مختار ہے کہ ان سے آپ کو بچا سکتا ہے۔ پس جب کہ مسیح علیہ السلام وغیرہ میں ہلاکت کی دفعیہ کی قدرت نہیں اور نہ خود مختار ہیں تو وہ خدا کیسے بن سکتے ہیں۔ یہ آیت مسیح علیہ السلام کی حیات پر یوں دلالت کرتی ہے کہ ان کا لفظ جو ارادہ پر داخل ہوا ہے۔ حروف شرط سے ہے اور وہ جزا کے مستقبل میں وقوع کے لئے موضوع ہے۔ اس سبب سے کہ شرط مستقبل میں واقع ہے۔ ظاہر ہے کہ شرط اہلاک مسیح علیہ السلام کا ارادہ ہے۔ جزا ہلاکت کے دفعیہ پر غیر اللہ کا قادر نہ ہونا۔ گویا جزا "فمن یملک" کا مدلول التزامی ہے۔ مدلول التزامی اس لئے ہے کہ یہ استفہام انکاری ہے اور وہ بحکم نفی کے ہوتا ہے۔ بہ تقدیر اس کے کہ خداوند تعالیٰ کسی کے ہلاک کا ارادہ کرے۔ غیر اللہ سے ملک کا منتفی اور نابود ہونا یا ضرور اس کو چاہتا ہے کہ کوئی ایک بھی ماسوی اللہ ہلاک کے دفعیہ پر قادر نہ ہو اور یہی جزا ہے۔ لہٰذا واجب ہوا کہ شرط۔ جزا (یعنی ہلاک کا ارادہ غیر اللہ سے قدرت کا منتفی ہونے) کا مستقبل میں موجود ہو جانا متوقع اور مامول ہو۔ ورنہ لفظ ان کے وضع سے مخالفت ہوگی۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ لیکن ان دونوں کے زمانہ مستقبل میں متوقع الوجود ہونے سے لازم آتا ہے کہ یہ آیت جب کہ رسول کریم ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ تو مسیح علیہ السلام بھی اس وقت زندہ ہوں۔ کیونکہ اگر فرض کر لیں کہ مسیح علیہ السلام اس زمانہ میں زندہ نہیں تھے۔ بلکہ رسول کریم ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی مر گئے ہوئے تھے تو اس تقدیر پر ہلاک شدہ کے ہلاک کا ارادہ متوقع ٹھہرے گا اور یہ باطل ہے۔

الحاصل تو ایسا ہوا کہ کہا جائے کہ خداوند تعالیٰ موجود کو موجود کرے گا یا نابود کو نابود کرے گا۔ حالانکہ یہ تحصیل حاصل ہے اور وہ محال ہے۔

سوال..... اس آیت میں اس حالت سے کہ مسیح علیہ السلام اپنی قوم کے درمیان زمین پر زندہ تھے۔ حکایت ہے۔ لہٰذا اس آیت سے مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

جواب..... مانا کہ اِن دراصل مفید استقبال ہے تو یہ تمہارا قول مخالف اصل اور وضع ہوا جو باطل ہے۔ دوم اصلی کے معنی چھوڑ دینا جب ہی جائز ہوتا ہے کہ کوئی قرینہ صارفہ موجود ہو اور وہ بھی موجود نہیں ہے۔ پس یہ مجاز کو سوائے ضرورت مراد رکھ لینا ہے۔ حالانکہ یہ بھی باطل ہے۔

سوال..... جائز ہے اِن "بمعنی" لو" ہو۔ جس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ شرط چونکہ ماضی میں نابود ہے تو جزا بھی نابود ہے۔

جواب..... اس میں بھی خلاف وضع مجاز کا اختیار کرنا بلاقرینہ لازم آتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی باطل ہے۔ شاید اب یہ کہو گے کہ چونکہ اس آیت میں بی بی مریم کے مرنے کا بھی ذکر ہے اور وہ بالاتفاق مر چکی ہیں تو یہی اس بات کا قرینہ ہے کہ آیت حالت حیات سے حکایت ہے۔ مگر یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ صریحاً اس کا مسیح بن مریم علیہما السلام پر معطوف ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ ہاں اگر ایسا ہوتا تو حالت مذکورہ سے حکایت ہو سکتی تھی یا بمعنی "لو" لینے کا قرینہ بن سکتا تھا۔ لیکن ایسا تو نہیں ہے۔ اس لئے یہ محل یا استحسان صحیح نہیں ٹھہرا۔ وجہ یہ ہے کہ جائز ہے کہ "امہ" (مسیح علیہ السلام کی والدہ) فعل مقدر کا مفعول ہو۔ یہ وہ فعل مساوی (برابر ہے) اور اسے جملہ حالیہ کہتے ہیں۔ پس آیت کا ماحصل یہ ہوگا کہ خداوند تعالیٰ مسیح علیہ السلام کے مار دینے و ہلاک کر دینے پر، حالانکہ مسیح علیہ السلام اپنی والدہ اور تمام باشندگان زمین کے ساتھ خدا نہ ہونے میں مساوی اور برابر ہے۔ قادر ہے یعنی جیسے کہ خداوند تعالیٰ مریم وغیرہ کے ہلاک پر قادر ہے ویسے ہی مسیح علیہ السلام کے ہلاک پر قدرت رکھتا ہے مساوات اس واسطے ہے کہ نہ مسیح علیہ السلام اور نہ مریم علیہا السلام وغیرہ خدا ہیں۔ بلکہ قابل تر یہی ہے کہ "امہ" کو یہ وہی کا مفعول سمجھیں اور آیت کا معنی وہی ہے جو ہم بیان کرتے ہیں۔ جب یہ ہے کہ اس آیت کا مقصود یہ ہے کہ جو لوگ مسیح علیہ السلام کو خدا بتلاتے ہیں ان کی تردید ہو اور تو کچھ مقصود نہیں۔ لیکن یہ مطلب جب ہی اس آیت سے حاصل ہوگا کہ مسیح علیہ السلام کو مریم علیہا السلام وغیرہ سے خدا نہ ہونے میں مساوات ہو۔ اب چونکہ یہ مطلب اسی تقریر پر موقوف ہے جو کہ ہم بیان کرتے ہیں تو اسی تفسیر کو قبول کرنا واجب ہوا۔ پھر معہذا کیا "امہ" کا معطوف ہو قرینہ ہونا صحیح ہوگا۔ بتایئے آپ اس آیت سے مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت ہوا۔ نیز اگر "اِن" کو بمعنی "لو" لیں گے تو ہمارے مفید مطلب ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گو ہم اعتراض سابق سے قطع نظر بھی کر کے "اِن" کو بمعنی "لو" لیں گے تو آیت کا یہ معنی ہوگا کہ خدا نے زمانہ ماضی میں مسیح علیہ السلام کے ہلاک کا ارادہ نہیں کیا۔ پس اس سے صاف لازم آتا ہے کہ مسیح علیہ السلام مرے

بھی نہیں ہیں۔ آخر جب خداوند تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو ہلاک کر دینے کا زمانہ گذشتہ میں ارادہ ہی نہیں کیا تو مسیح علیہ السلام کیسے مرے۔ لہٰذا اس توجیہ سے بھی ہمارا ہی مطلب ثابت ہوا۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اگر ان حقیقی اور وضعی معنی مراد لیں گے تو دلیل حقیقی ہے۔ مگر پھر ہمارا مقصود حاصل ہے۔ قادیانیوں کو نہیں۔ اگر ''ان'' سے ''نسو'' کا معنی لیں گے تو اس تقدیر پر بھی ہمارا ہی دعویٰ ثابت ہے نہ کہ قادیانیوں کا۔

غرض کہ بہر تقدیر آیت ہمارے لئے حجت ہے ان کے لئے نہیں۔ چنانچہ یہ بات ادنیٰ عقلمند پر بھی روشن ہے۔ سب امت محمد ﷺ کا اجماع لو۔ اجماع سے بھی ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام اب تک زندہ ہیں۔ اگر یہ بات اجماعی نہیں ہے تو پھر کیوں زمانہ صحابہؓ سے اب تک مسیح علیہ السلام کی وفات شرعی کتابوں میں منقول نہیں ہے۔

ہاں! اگر کسی صحابی یا کسی تابعی یا تبع تابعین یا دوسرے اکابر امت کا یہ اعتقاد کہ مسیح علیہ السلام مرچکا اور زندہ نہیں ہے۔ ہوتا تو ناقلین اس عقیدہ کو کتابوں میں کیوں نہ نقل کرتے اور اگر یہ کسی کا مذہب ہوتا تو ناقلین یک زبان اجماعاً کیوں لکھتے کہ مسیح علیہ السلام کا اب تک زندہ ہونا متفق علیہ اور اجماعی ہے۔ ہاں یوں بھی کہنا کہ حضرت ابن عباسؓ ''انی متوفیک'' کا ''انی ممیتک'' (میں تیرا مارنے والا ہوں) معنی کرتے ہیں۔ قادیانیوں کے لئے مفید مطلب نہیں۔ کیونکہ یہ تفسیر یا تصریح مسیح علیہ السلام کے زمانہ گذشتہ میں مرجانے پر دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ ''ممیتک'' اسم فاعل ہے نہ کہ فعل اور اسکو ماضی یا غیر ماضی زمانہ سے خصوصیت نہیں ہے۔ جیسا کہ اسم کی تعریف سے ظاہر ہے۔ نیز یہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ جس کو امام نسائی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جب مسیح علیہ السلام کے مرفوع کرنے کا ارادہ فرمایا تو مسیح علیہ السلام ایک مکان میں تشریف لائے۔ اس موقع پر اس مکان میں اور بھی بارہ شخص تھے۔ اس وقت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ ایمان کے بعد کافر ہو جائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی اس بات کو قبول کرے کہ اس کی شکل کو میری شکل کی مانند ہو جائے اور میرے بدلہ صلیب پر چڑھا دیا جائے تو وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ ان میں سے ایک شخص نے جو جوان تھا اس بات کو قبول کیا۔ غرضیکہ مسیح علیہ السلام نے اسے تین بار بٹھایا اور تین ہی بار دریافت فرمایا اور اس نے ہر دفعہ قبول کیا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کے بعد آسمان پر چڑھا لیا گیا اور ایک شخص کو یہودیوں نے اس گمان سے کہ مسیح علیہ السلام یہی ہے۔ صلیب پر چڑھا کر مار دیا۔ اب دیکھئے کہ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ مسیح علیہ السلام کے جسد و مرفوع ہونے کے قائل ہیں۔ اب رہی یہ بات سو جس کی خواہش ہو کرتا جائے منع کون کرتا ہے۔

سوال۔۔۔ حضرت وہبؓ فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام تین گھنٹے مر گئے تھے۔ پس اجماع کہاں ثابت ہوا۔

جواب۔۔۔ تو اول تو یہ قول مسند بیان نہیں کیا گیا۔ دوم اگر مان بھی لیں کہ یہ قول مستند ہے تو جائز ہے کہ یہ اہل کتاب سے لیا گیا ہو۔ چنانچہ اس کی مؤید ہوتا ہے۔ اس سے کہ محمد بن اسحاقؒ اور بیضاوی اور صاحب وجیز نے اس قول کو نصاریٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔ بھلا ایسا کیوں نہ ہو وجیز میں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے اب تک زندہ ہونے کے بارے میں اجماع ہے۔ حافظ ابن قیم اور فاضل لکھنوی نقلاً بیان کرتے ہیں کہ کل مسلمانوں کا مسیح علیہ السلام کے زندہ ہونے پر اتفاق ہے۔ لہذا وہبؓ کی نقل کے واسطے اور کوئی محمل باسوا اس کے جو ہم بیان کر آئے ہیں نہیں ہے۔

اے ناظرین! اگر آپ کادیانی کے مسائل کو غور سے دیکھیں گے تو واضح ہو جائے گا کہ کادیانی کے پاس نہ تو شرعی اور نہ عقلی دلیل ہے۔ صرف یہی دیکھیں گے کہ اس کی دلیل بجز اس کے کہ یہ خلاف عادت ہے بعید ہے اور کچھ نہیں۔ یہی اس کا بھاری سبب ہے۔ لیکن یہ داب ان لوگوں کا ہے کہ جن کو علم نہیں ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جس طرح زمانہ جاہلیت میں کفار بوسیدہ ہڈیوں کے زندہ ہونے کو (قیامت کو) بعید اور محال جانتے تھے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ ان کی قرآن میں خبر دیتے ہیں کہ انسان نہیں سوچتا ہے کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ اب وہ ظاہر جھگڑالو ہو گیا ہے اور وہ مثال بیان کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا ہے۔ یہ انسان کہتا ہے کہ خدا جل اسمہ قیامت کو بوسیدہ ہڈیوں کو کیسے پیدا کرے گا۔ یعنی کافروں کا اس کو بعید سمجھنا بالکل باطل ہے۔ کیونکہ جس حالت میں کہ انسان کو منی سے پیدا کرتا ہے تو وہ ہڈیوں کو زندہ کیوں نہیں کر سکتا۔ بڑی تو از سر نو دوسری انسانیہ کی طرف اقرب ہے۔ اسی طرح پر کافروں کے استبعاد سے قرآن شریف میں یوں خبر دی گئی ہے کہ کافروں نے کہا ہے کہ معبود کا ایک ہی ہونا عجیب ہے۔ غرض کہ اسی طرح پر قرآن شریف میں کافروں کے استبعادات بیان فرمائے گئے ہیں۔ مگر خوف طول سے چھوڑے پر بس کی گئی۔

فائدہ

کادیانیوں اور نیچر پسندوں نے دراصل محال اس کو بھی سمجھ لیا ہے جو نادر الوقوع ہو۔ نیز جس کو جوان کی عقل سے بعید ہو۔ مگر بڑا تعجب ہوتا ہے کہ ذکل اعمال تو پنجاب سے فرانس تک عربی دخول رکھتے ہیں۔ اپنی عالی ظرفی پر تو اتنے نازاں ہیں کہ علماء و فضلاء اسلام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ محال کس چڑیا کا نام ہے۔ مجھے بالکل یہ امتیاز نہیں رکھتے کہ محال اور ہے اور نادر الوقوع اور ہے۔ رہی عقل سو اگر ان کی عقل سے بعید ہے تو اہل اسلام کی عقل کے نزدیک ایسے امورات کا خداوند تعالیٰ سے ظہور بالکل آسان ہے اور وہ قادر مطلق ہرگز ایسے امورات کے پیدا کرنے میں عاجز نہیں ہے۔ گو ان کی عقل اس سے عاجز ہو سکے۔ نیز انسان کی عقل کیا غلطی سے بری ہے تو پھر وہ کیوں اپنی عقلوں پر بھروسہ کر کے نقول تحقیقی کو تاویلات رکیکہ سے مطابق عقل بنانا چاہتے ہیں۔ کیا ایک امر تحقیقی کو غیر تحقیقی پر محمول کرنا داب دانشمندی ہے۔ الحمد للہ! حضرت مصنف فرماتے ہیں کہ بلاشبہ اس کتاب کے لکھنے سے جو لوگوں کے لئے نافع ہے۔ ۱۳۲۱ھ میں ہم فارغ ہوئے۔ اب ناظرین سے التماس ہے اپنے خاص وقتوں میں ہم کو دعائے حسن خاتمہ و استقامت سے یاد کرتے رہیں۔ اسی کلام سے اس کتاب کا اختتام بھی ہوا۔ خداوند تعالیٰ ہی پر بھروسہ ہے۔ آخری ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ تمام محامد خاص خداوند تعالیٰ کو ثابت ہیں۔ خداوند اپنے حبیب ﷺ بہترین خلق اور ان کی قوم و اولاد و یاران وغیرہ پر رحمت نازل فرمائے۔

حاشیہ جات

۱ کیونکہ اگر احادیث رسول اکرم ﷺ کا بھی ذکر فرماتے تو زیادہ ہی طول ہو جاتا۔ اس واسطے صرف قرآن کی آیات کے ساتھ مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت فرمایا۔

۲ واضح رہے کہ دراصل ایسے مسائل کے بانی اور مجتہد سرسید صاحب ہیں۔ مگر کادیانی صاحب نے انہیں کچھ تبدیل و تغیر دے کر ظاہر کیا اور اپنا ہی اختراع جتلا کر ان کی شہرت سے حصہ لیا۔ ہاں البتہ مسیح کا دعویٰ بھی اس پر زیادہ کیا۔

۳ عرب کا محاورہ ہے کہ جب کسی کام کا کرنا بھی چاہتے ہیں اور کبھی نہیں چاہتے تو یہ جملہ کہہ دیتے ہیں۔

۴ جہاں کہیں حضرت مصنف علامہ مد ظلہم نے تہذیب کا ذکر کادیانی کے استدلال میں فرمایا ہے اس سے اسی کی طرف اشارت ہے۔ کادیانی کو کوئی دلیل پیش کرنے کا ڈھب نہیں آیا ہے۔ مگر ہم اس کے بدلے اس کی دلیل کو سمجھ لیں گے۔

۵ صغریٰ یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام رسول ہیں۔ کبریٰ یہ ہے کہ ہر رسول مر گیا۔ الرسل کا
جمع مستغرق ہونا یہ معنی ہے کہ اس سے تمام پیغمبر آدم علیہ السلام سے جناب رسول اکرم ﷺ تک
مراد رکھ لئے جائیں۔

۶ ایک جگہ میں شیطان نے آواز دی تھی کہ "ان محمدا قد قتل" حضرت
مصنف علامہ نے اس طرف اشارہ فرما دیا۔

۷ حضرت مصنف علامہ مدظلہم کی تقریر یہی حق ہے اس لئے بھی کہ اگر حضرت
صدیق اکبرؓ استدلال فرماتے ہیں تو لازم آتا ہے کہ دعویٰ خاص اور دلیل عام ہو۔ حالانکہ یہ باطل
ہے عام اس لئے کہ خلو کا معنی بلا وہ ہے جو موت اور غیر موت کو شامل ہے۔

۸ مہملہ وہ ہی ہے جس میں افراد کی مقدار بیان کی گئی ہو۔ یعنی اس قضیہ میں نہ یہ
ہوگا کہ یہ حکم تمام افراد پر ہے اور نہ یوں ہوگا کہ یہ حکم بعض افراد پر ہے۔ چونکہ قد خلت من قبلہ میں
بھی نہ تو تمام افراد رسول اور نہ بعض افراد رسول کو حکم لگایا گیا ہے تو حضرت استاد مصنف علامہ مدظلہم
نے اس کو قضیہ مہملہ فرمایا۔

۹ جعل کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ بسیط ہے۔ ان کا مذہب
ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اشیاء کی ماہیتوں کو دراصل بنایا ہے اور وجود حقیقت کے طور پر خود بخود ہی
عارض ہوا ہے۔ مثال لوہار لوہے کو بناتا ہے اور تیزی خود بخود موجود ہو جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ
نہیں بلکہ بنانے کے یہ معنی ہیں کہ خداوند تعالیٰ ماہیات کو موجود کر دیتا ہے۔ پس ان کی تقدیر پر جعل ماننے
کے لئے دو مفعولوں کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جہاں پر یہ حضرت مصنف
علامہ مدظلہم نے جعل مؤلف فرمایا ہے۔ وہ ہرگز جعل بسیط نہیں ہے۔

۱۰ کہتے ہیں زید نے طعام نہیں کھایا یہ سالبہ ہے۔ جب اس پر ادات نفی داخل کریں گے
تو یوں کہیں گے کہ ایسا نہیں ہے۔ تو صریح لازم آئے گا کہ زید نے طعام کھایا ہے۔ غرضیکہ جہاں نفی پر
نفی داخل ہو وہ موجبہ ہے۔ جہاں زید کے لئے کھانا ثابت کیا گیا ہو وہ موجبہ محصلہ کہلائے گا۔

۱۱ مطلقہ عامہ اس قضیہ کو کہتے ہیں کہ جس میں محکوم علیہ پر محکوم بہ کے ساتھ تین زمانوں
میں کسی زمانے میں حکم لگایا گیا ہو۔ جیسے کہ کہہ دیں زید کسی نہ کسی زمانہ میں کاتب ہے۔ ممکنہ عامہ وہ
ہے جہاں پر جانب مخالف کی ضرورت سلب کر دی گئی ہو۔ چنانچہ ممکن زید بالامکان عالم ہے۔
یعنی زید کا عالم ہونا ضروری نہیں ہے۔ پس قضیہ مذکورہ یوں ہوگا کہ ہر رسول کے لئے طعام کا کھانا

جائز ہے۔ نہ کھانا ضروری نہیں ہے۔ پس یہ نکلتا ہوا ہر رسول کسی زمانہ میں طعام کھاتا ہے۔ یہ مقصود تھا سو ہوا۔

۱۲ جیسے کہ کہیں زید کھاتا ہے کبھی، تو مناطقہ اس کو وجودیہ کہتے ہیں۔

۱۳ کیونکہ پھر ہر ایک پر یہ عبارت کہ "اگر وہ نہ ہو تو معلول بھی نہیں ہوگا" ہرگز صادق نہیں آوے گی۔ بلکہ پھر تو یوں کہنا پڑے گا کہ اس علت کے غیر متحقق ہونے کی حالت میں معلول متحقق ہو سکتا ہے۔

۱۴ اس قسم کی علت کو مع الدخول الفاء کہتے ہیں۔ جیسا کہ خاص رکن اور تھم چھت کے لئے علت ہے۔ کیا معنی کہ اگر یہ خاص رکن ہوں گے تو چھت قائم رہے گی۔ اگر ان کے قائم مقام اور تھم بھی نہ کئے جائیں تو بھی قائم رہے گی۔

۱۵ بعض احادیث میں آیا ہے کہ اب سے سو برس سے زیادہ عمر نہیں ہوگی۔ سو یہ باعتبار اکثر کے ہے۔ ورنہ یہ حدیث واقع اور مشاہدات کے خلاف ہوگی۔ نیز اس حدیث کا یہی مطلب اور حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم اس کی تحقیق بعض ابواب انوار محمدی میں کر چکے ہیں۔

۱۶ منفصلہ حقیقیہ جیسے کہیں کہ زید یا پہلے ہی مرے گا۔ یا ارذل العمر تک پہنچ کر مرے گا۔ اب اس میں یہ ضروری ہے کہ نہ تو یہ کہ زید پہلے ہی مرے اور ارذل العمر تک بھی پہنچے اور نہ یہ کہ وہ نہ یہ۔ [illegible]۔

۱۷ مثلاً کلمہ اور لفظ کو ہم بلحاظ خصوص اور عموم کے "مرتبہ لا بشرط شے" کہتے ہیں لیکن ایک یہ قید لگا دیں کہ اپنے معنی پر بالاستقلال دلالت کرے اور کوئی زمانہ اس سے مفہوم نہ ہوئے تو یہ کلمہ اسم کہلاتا ہے۔ اگر اپنے معنی پر بالاستقلال دلالت کرے مگر اس سے کوئی زمانہ بھی مفہوم ہو تو یہ فعل کہلاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور ایک قید لگانے سے وہ حرف کہلاتا ہے۔ اب دیکھو کہ کلمہ مقسم ہے اور یہ تینوں اس کی قسم ہیں۔ مگر یہ قسم مختلف قیود لگانے سے حاصل ہوئے۔

۱۸ معنوں میں داخل ہونے کے یہی معنی ہیں۔

۱۹ کادیانی کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ کے معراج کی حقیقت یہ ہے کہ آپ بذات خود زمین پر ہی تھے۔ مگر کشف کے طور پر آپ پر مسجد اقصیٰ آسمانوں کے حالات ظاہر کر دیئے گئے۔ چنانچہ ان کے بڑے خلیفہ نے ایک اشتہار میں جس کا نام مولوی احسن امروہی ہے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی اس کے مطابق لکھتے ہیں۔ لیکن جب حجۃ اللہ البالغہ کا یہ مقام

دیکھا گیا توفی الحقیقت شاہ صاحب کا اور ہی مطلب ہے۔ جو ہرگز خلاف عقیدہ قدیمہ نہیں۔ گو اس خلیفہ نے اپنے زعم میں اور ہی سمجھا اپنے مطلب کے موافق سمجھ بیٹھا تھا۔ سبحان اللہ! اگر ایسے مصنف ہوں تو سب حضرات محققین کو بدنام کر ڈالیں گے۔ پھر غضب یہ ہے کہ کہا دیا لکھتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو جسم کثیف کے ساتھ معراج نہیں ہوا۔ نعوذ باللہ منہ دیکھئے کہ یہ لادب ہے اور دعویٰ مجددیت کا۔

۳۹ شاید کوئی کہہ دے گا کہ اسم فاعل میں تو زمانہ ضروری ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ضروری اس موقعہ پر ہے کہ جب عامل ہو نہ مطلقاً یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آیت "انــــــــی متــــوفیك " میں جو متوفی ہے اس میں زمانہ معتبر ہے۔ کیونکہ یہ یہاں پر عامل ہے۔ اس لئے کہ متوفی کاف خطاب کی مضاف ہے اور کاف محلاً مجرور ہے نہ یہ کہ متوفی کا مفعول ہے۔

۴۰ وضع کا معنی یہ ہے کہ ایک لفظ یا شے کو کسی مفہوم کے واسطے معین کر دینا۔ وہ یہ کہ شخص کیا ہو اور نوعی کیا۔ سو واضح ہو کہ شخصی میں وضع اور موضوع لہ دونوں خاص ہوتے ہیں۔ جیسا کہ زید کا لفظ ذات زید کے لئے موضوع بھی ہے۔ اب اس میں وضع اور موضوع لہ بھی خاص ہیں۔ پس یہ وضع شخصی ہوا لفظ دیوار کا خاص ایک دیوار کے لئے موضوع ہے۔ یہ بھی شخصی ہوگا اور اینٹ کا دیوار میں داخل ہونا بھی اسی شخصی وضع کے ذریعے سے ہو۔ کیونکہ وہ دیوار میں جزو کی طرح داخل ہے اور وہ دیوار موضوع لہ بوضع شخصی ہے۔ وضع نوعی وہ ہے جو حضرت مصنف علام مدظلہم نے خود بالتصریح فرما دیا ہے۔ غرضیکہ جس طرز پر جناب فرماتے ہیں۔ اس طریق پر جب وضع ہو تو وہ نوعی کہلاتا ہے۔

۴۱ عموم مجاز اس کو کہتے ہیں کہ لفظ سے ایک ایسا معنی مراد لیا جائے کہ وہ حقیقی اور مجازی کو شامل ہو۔ جیسا کہ حضرت مصنف مقدس مآب مدظلہم نے فرمایا ہے کہ اس کو وفا مقارن ہو یا نہ ہو۔ اب جہاں پر مقارن ہوگا وہ حقیقی اور جہاں پر مقارن نہیں ہوگا۔ وہ مجازی کہلائے گا۔ تو یہی عموم کا معنی ہے۔

۴۲ دیکھو متوفی مشتق ہے اس کا اصل ماخذ وفا ہے اور یہ لفظ تو اپنے معنی پر بوضع شخصی دال ہے۔ رہی ہیئت جو حروف کے آپس میں مل جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ اپنے معنی مرکب پر بوضع نوعی دال ہے۔ جیسا کہ کہیں کہ ہر لفظ جو مفعل کے وزن پر ہو وہ تین چیزوں کے مجموعہ پر دال ہوگا۔ ایک ماخذ دوم باب کا اقتضاء سوم نسبت الفاعل ظاہر ہے کہ متوفی کا یہی مجموعہ ہے۔ مفعل کے وزن پر بھی ہے۔

۲۴۔ بعض لوگ حنفیوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت صاحب فتح القدیر وغیرہ محققین حنفیہ میں سے فرماتے ہیں کہ مردے نہیں سنتے ہیں تو اے حنفیو! تم کیوں سماع موتیٰ کے قائل ہو۔ حضرت مصنف تصنیف ہٰذا جناب نے اس کو بھی رد کیا کہ صاحب فتح وغیرہ مطلقاً سماع موتیٰ کے منکر نہیں ہیں۔ بلکہ قوت جسمانیہ سے سننے کے منکر ہیں نہ کہ ادراک روحانی سے بھی انکاری ہیں۔

۲۵۔ قادیانی صاحب پر تعجب ہے کہ کوئی اگر متعدد کا نام لے تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

۲۶۔ جیسے کہ زید کے قائم ہونے کا خیال ہو ویسے ہی اس کے قائم نہ ہونے کا بھی خیال ہو اور کسی جانب کو ترجیح نہ ہو اسے مطلق شک کہا کرتے ہیں۔

۲۷۔ چنانچہ ایک شخص زید کے قائم ہونے پر غالب گمان رکھتا ہے۔ گو اس کے قائم نہ ہونے کا بھی اس کو ضعیف سا گمان ہے۔ اس کو مطلق ظن کہتے ہیں۔

۲۸۔ جب انسان کو مثلاً علم حاصل ہوتا ہے تو یوں ہوتا ہے کہ اس کی ماہیت اور صورت ذہن نشین ہوتی ہے۔ پس اس صورت کو صورت علمیہ کہتے ہیں۔

۲۹۔ کون و فساد کا معنی یہ ہے کہ ایک صورت نوعیہ کو قبول کرنا اور پہلی کو چھوڑ دینا۔ چنانچہ پانی جب کہ ہوا بن جاتا ہے تو وہ صورت مائیہ کو چھوڑ کر صورت ہوائیہ کو قبول کر لیتا ہے۔

۳۰۔ شاید بعض لوگ یہ کہہ دیں کہ عالم برزخ اور آخرت منتفی ہے۔ ہم ان کے جواب میں کہہ دیں گے کہ مسیح علیہ السلام بھی منتفی ہے۔ اس سے حضرت مولانا صاحب مدظلہم کا یہ فرمودہ "فماهو جوابكم فهو جوابنا" خوب ذہن نشین ہوگا۔

۳۱۔ قادیانی کو اس حدیث نے بھی جس کا یہ مضمون ہے کہ میرے بعد وحی نہیں اترے گی۔ دعویٰ نبوت پر چست وچالاک کر دیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ان کو اتنے عربیت دانی والے ہوتے یہ معلوم نہیں ہوا کہ یہ حدیث ہی منسوخ ہے۔ چنانچہ ہم انوار محمدی کے بعض ابواب میں بیان کر چکے ہیں۔

۳۲۔ حدیث میں آیا ہے کہ مسیح علیہ السلام جزیہ کو موقوف کر دے گا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ناسخ دین محمدی ﷺ ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ حکم بھی در اصل احکام محمدیہ ﷺ سے ہے۔ ہاں یہ تو ضرور ہے کہ یہ حکم اس زمانہ کے واسطے ہے کہ جب مسیح علیہ السلام آجائیں گے۔ چنانچہ ہم انوار محمدی کی بعض ابواب میں بخوبی اس بات کا فیصلہ دے چکے ہیں۔

۳۳۔ حضرت مصنف علام ادام اللہ فیوضهم کی تقریر سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس بیہودہ اعتراض کا اور بھی جواب ہے۔ وہ یہ ہے کہ زکوٰۃ وغیرہ جب ہی فرض ہوتی ہے کہ ذلک

نصاب بھی ہو۔ پس چونکہ اہل اسلام اس کے کہ مسیح علیہ السلام مجوبت یا خوراک کے لئے مال
آسمان پر لیں گے۔ قائل نہیں ہیں اور نہ یہ ثابت ہے۔ لہٰذا مسیح علیہ السلام پر آسمان پر زکوٰۃ بھی
فرض نہیں ہے۔

۴ے۔ حضرت مصنف مرشد الکل کی تقریر سے صریح ہوتا ہے کہ "مادمت حیاً فنبیاً
مبارکاً" کے لئے بھی قید نہیں ہو سکتی۔ ورنہ لازم آئے گا کہ مسیح علیہ السلام بعد الموت نہ نبی ہوں
اور نہ مبارک العیاذ باللہ! یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر مادمت حیاً کی قید بھی مان لیں تو صرف ہوتا
خاص خدمت کے لئے شرط ہے۔ دیکھو مسیح علیہ السلام یا اور کوئی خدمت خاص کے ساتھ تب تک
مامور ہے کہ جب تک حاضر خدمت ہو۔ اس لئے اگر بیٹا سفر میں اور والدین یا ایک ان میں سے مقیم
ہو تو ان کی خدمت اس ضروری سفر میں فرض نہیں ہو سکتی۔ ورنہ چاہئے تھا کہ مسیح علیہ السلام جس
حالت میں تبلیغ کے لئے مسافر اور والدہ سے جدا ہوتے تھے اس خاص خدمت کی ترک سے گنہگار
ہوتے۔ نعوذ باللہ منہا! یا تو ثابت کر دیں کہ مسیح علیہ السلام والدہ سے کہیں بھی زمین پر ہوتے جدا
نہیں ہوئے تو تا ہم بات بن پڑے گا۔ لیکن اس کا ثبوت کہاں ہے۔

۵ے۔ قادیانی جی اس کو دراز اجماع کہتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب
کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام مر گئے۔ سو وہ صحیح ہو کہ یہ مخالف ہوگا ہے۔ کیونکہ اب یہ کہہ کر کہ مسیح علیہ
السلام اپنی مدت اموات میں داخل ہونے سے تھوڑی کہتے کہ وہ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گئے۔
اب کہئے کہ وہ سب کس طرح اجماع سے مخالف ہوئے۔ بلکہ وہ بھی اس بات کے قائل ہوئے کہ مسیح
علیہ السلام اب تک زندہ ہے۔ پس اجماع کو وفات نہیں بلکہ ہم ہی کو تائید ہے۔

۶ے۔ حضرت مصنف علام دام فیضہم کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ جائز ہے کہ ابن
عباسؓ کی مراد یہ ہو کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تجھ کو اے مسیح علیہ السلام بعد از نزول قریب
قیامت بعد النزول مارونگا۔ مترجم لکھتا ہے کہ یہی حق ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ ابن عباسؓ مسیح علیہ
السلام کے اب تک زندہ رہنے کے قائل ہیں۔ دیکھو ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ
ابن جریر نے سعید بن جبیرؓ کی طریق سے ابن عباسؓ سے صحیح السند روایت کی ہے کہ جس سے صاف
ثابت ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ مسیح علیہ السلام کے قریب قیامت زندہ ہونے کے قائل ہیں۔ جس کو
تفصیل کا شوق ہو وہ تحقیق کرے۔ اب اگر مخالف سے وفی نہ سمجھا جاوے کہ جس کی طرف حضرت
مصنف نے ارشاد فرمایا ہے تو مسیح ہوئے کہ ابن عباسؓ کے اقوال میں تناقض نہیں ہوگا۔ ہاں ضرور ہوگا۔